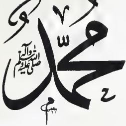
صلی اللہ علیہ وسلم

رسول نمبر

نقوش

۶




محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۱۲ ٹیلی فون نمبر ۵۲۵۲۵

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمایندہ

نقوش

رسول نمبر

جلد ششم

شمارہ نمبر ۱۳۰

دسمبر ۱۹۸۳ء

مدیر:

محمد طفیل

ادارۂ فروغ اردو ، لاہور

قیمت لائبریری ایڈیشن : ۱۰۰ روپے

ترتیب

فنِ حدیث

اقوالِ رسولؐ

اعتقادات

عبادات

کتابُ الجہاد

کتابُ التّفسیر

معاملات

اخلاقیات

نظامات

سیرت و مناقب

○

محمد طفیل پرنٹر، پبلشر و ایڈیٹر نے نقوش پریس لاہور سے چھپوا کر ادارۂ فروغِ اُردو لاہور سے شائع کیا۔

طلُوع

وُہ تین تھے، چار تھے، پانچ تھے، چھ تھے کہ سات تھے اور آٹھواں اُن کا کُتّا۔ یہ کوئی نہیں جانتا سوائے خدا کے!

وُہ زمانہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر غار میں جا کر چھُپ گئے۔ پھر انھیں نیند آگئی جب وُہ جاگے تو صدیاں بیت چکی تھیں۔

قرآن میں اُن کا ذکر یُوں آیا ہے،

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوٓا أَمَدًا ۝ (الکھف)

(کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور کتبہ والے ہماری نشانیوں میں کچھ تعجب کی چیز تھے؟ (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جب اُن نوجوانوں نے غار میں جا کر پناہ لی۔ پھر بولے اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت (وفضل) عطا کر اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان کر دے۔ سو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک (نیند کا) پردہ ڈالے رکھا۔ پھر ہم نے انھیں اٹھایا تاکہ ہم معلوم کریں کہ (ان) دونوں گروہوں میں سے کون گروہ (اس حالت میں) رہنے کی مدت سے زیادہ واقف ہے)

میں بھی جب غار میں جا کر چھُپ جاؤں گا اور صدیاں بیت جائیں گی۔ جاگوں گا تو بیشک میرے بال سفید ہو چکے ہوں گے، مگر میرے پیش کردہ وہ سچے الفاظ، جو میرے رسولؐ کی زبان سے نکلے ہوں گے جُوں کے تُوں ہوں گے۔

سچے الفاظ کبھی بُوڑھے نہیں ہوتے!

محمد طفیل

اِس شمارے میں

بچپن کی بات کہ جب میرے دینیات کے اُستاد نے کہا، "ہمارے رسولؐ دنیا کی ایسی ہستی تھے کہ اُن میں ہر خوبی موجود تھی" یہ بات ذہن میں جم کر رہ گئی تھی، بارہا خود سے سوال کرتا رہا "میرے رسولؐ کیسی باتیں کرتے تھے؟ کیا باتیں کرتے تھے؛ کیا سوچتے تھے؛ کیسا برتاؤ کرتے تھے؟"

بچپن کی اس بات نے، میرا پیچھا زندگی بھر نہ چھوڑا، تحت الشعور کی بات رسولؐ نمبر میں جھلک پڑی۔ میں نے طے کیا کہ رسولِ اکرمؐ کی زبانِ مبارک سے جو کچھ ادا ہُوا اس کا غالب حصہ ان نمبروں میں یکجا کردُوں!

آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ جلد دوم میں حضورؐ کے خطوط کو جمع کیا گیا۔ اِس جلد میں حضورؐ کے اقوال کو جمع کیا گیا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ وہ شخص جو اُمّی تھا ان کے اقوال میں کیا کیا حکمتیں ہیں، کیا کیا معرفت کے خزینے ہیں۔ دنیا کا کوئی بقراط، کوئی سقراط ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایسا کچھ وہی دے سکتا تھا جس کا براہِ راست تعلق خدا سے ہو۔ ساری انسانی معجز بیانیاں فرموداتِ رسولؐ کے سامنے ہیچ ہیں۔

رسول اللہؐ نے جو کچھ کہا اس کا کچھ حصہ آپ کو اس جلد میں ملے گا۔ جو کچھ کیا وہ باقی جلدوں میں، یہ دُنیا کی اکیلی ہستی ہیں کہ جو کہا وہی کیا، جو کیا وہی کچھ کہا۔

احادیث کے سلسلے میں علمآ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ پیمانہ ایک ہے کہ جو حدیث قرآن کے مزاج کے خلاف ہو اُسے قبول نہ کیا جائے۔ ایسی حدیث منسوب ہوگی، حقیقی نہ ہوگی، اس لیے کہ رسولؐ کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر تھی۔

اقوال کو درج کرنے سے پہلے ہم نے علمِ حدیث اور تدوینِ حدیث پر فنّی نوعیت کے مضامین پیش کیے ہیں تاکہ احتیاط کی تمام نزاکتوں کو پیشِ نظر رکھا جا سکے۔ ایسا اہتمام احادیث کی اور کسی کتاب میں یکجا نہ ملے گا۔

محمد نقوش

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

اور رسول جو کچھ تمھیں دیں اُسے لے لو۔ اور جس سے روکیں اُس سے رُک جاؤ۔
(الحشر: ۷)



علمِ حدیث

مقالات

(فنِ حدیث)

برِصغیر میں علمِ حدیث

سید سلیمان ندوی

اہلِ تاریخ پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اسلام دو راستوں سے داخل ہوا، خشکی سے اور تری سے، خشکی کا راستہ دّرۂ خیبر کا تھا۔ جہاں سے ترکوں، پٹھانوں اور مغلوں نے چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے آغاز سے داخل ہونا شروع کیا، لیکن ان سے صدیوں پہلے اہلِ عرب تاجر اور سوداگر کی حیثیت میں سندھ اور ملیبار سے لے کر گجرات تک بحرِ ہند کے پورے سواحل پر پھیل چکے تھے، وہ اپنے ساتھ اپنا دین، اپنا قرآن اور اپنے علوم بھی لائے تھے اور اس سے سالہا سال پہلے کہ اسلام کا کوئی تیغ زن سپاہی اس سرزمین پر قدم رکھے یہاں مسلمان عربوں اور عراقیوں کی نوآبادیاں قائم تھیں اور مسجدیں تعمیر اور آباد تھیں یہی مسجدیں اسلام کی ابتدائی درسگاہیں تھیں، جن میں وہ بیٹھ کر قَالَ اللہ اور قَالَ الرَّسُول کا آوازہ بلند کرتے تھے۔

صحابہ اور ہندوستان

حضرت عمرؓ کے عہد سے سواحلِ ہند پر عربوں کی تاخت شروع ہوتی ہے اور یہ وہ زمانہ تھا جب ہر کلمہ گو کے لب و دہن "اخبرنا اور حدّثنا" کی خوشبو سے معطر تھے، یعنی صحابۂ کرام کا عہد تھا، اسلام کا یہ پہلا مجاہد قافلہ تھانہ پر حملہ آور ہوا تھا، جو ان دنوں (بمبئی کے پاس) بحرِ ہند کا آباد بندرگاہ تھا۔ اور اس کے بعد بھروچ (واقع گجرات) اس مقدس بحری عسکر کی دوسری منزل گاہ تھی، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں فوجوں میں دیدارِ نبوی سے مشرف ہستیوں کی کچھ تعداد یقیناً شامل ہوگی، اور اس لحاظ سے ہندوستان بھی اُن خوش قسمت ملکوں میں ہے، جن کی خاک صحبت یافتگانِ نبوی کے پاؤں سے لگ کر ہماری آنکھوں کا کحل الجواہر بن چکی ہے۔

ہندوستان میں پہلا محدث

سنہ ۹۳ھ میں مسلمانوں نے سندھ پر حملہ کیا اور فتح کیا اور یہ ملک اُس وقت سے تیسری صدی ہجری کے شروع تک عربوں کے قبضہ میں رہا، سنہ ۱۵۹ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے جو فوج ہندوستان کی طرف روانہ ہوئی، اس میں ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے، جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا، یہ بھی اُن بزرگوں میں تھے، جنہوں نے احادیث کے منتشر اوراق کے یکجا کرنے میں سب سے پہلے حصہ لیا تھا، بلکہ صاحبِ کشف الظنون کا بیان ہے کہ:

قِیلَ ھُوَ اوّل من صنّف وبوّب فی الاسلام	کہا گیا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے اسلام میں تصنیف کی۔

ابنِ سعد میں ہے:-

خرج غازیًا الی الھند فی البحر فمات فدفن فی جزیرۃ من جزائر البحر	وہ غزا کے لئے ہندوستان سمندر میں گئے تو وہیں انتقال کیا، اور کسی جزیرہ میں سنہ ۱۶۰ھ میں دفن

سنة ستين ومائة (ج ۷ ق ۲ - ص ۳۶) ہوئے۔

ہندوستان میں ایک تابعی

ہندوستان میں ایک تابعی کا نام حباب بن فضالہ ملتا ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دیدار سے آنکھیں روشن کی تھیں، ہندوستان آنے والی فوج میں ان کا نام لکھا گیا تھا، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جا کر فتویٰ پوچھا تھا کہ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے جا سکتا ہوں یا نہیں، انہوں نے واپس جانے کا مشورہ دیا معلوم نہیں واپس گئے یا ہندوستان آئے[1]۔

ہندوستان کے ایک تاجر تبع تابعی

اسرائیل بن موسیٰ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ یہ ہندوستان بکثرت آتے جاتے رہتے تھے، اسی لئے نزیلِ ہند اُن کا لقب ہی ہو گیا تھا، ابنِ حبان نے ثقات میں لکھا ہے کان یسافر الی الھند، یہ ہندوستان کا (تجارتی) سفر کیا کرتے تھے[2]۔

دو نو مسلم سندھی محدث

ان لوگوں میں جو دوسری صدی ہجری میں حدیث و سیر کے امام تھے، ابو معشر نجیح سندھی بھی ہیں، یہ مدینہ جا کر رہے، اس لیے مدنی کہلانے لگے، یہ اپنے وقت میں فنِ مغازی و سیر کے امام تھے، بلکہ ان کا نام اس مختصر فہرست میں داخل ہے، جو مغازی و سیر کے واقعات کو سب سے پہلے قیدِ تحریر میں لائے[3] سنہ ۱۷۰ھ میں وفات پائی، مرتے دم تک زبان میں سندھیت کا اثر باقی تھا، عربی حروف کے مخارج ٹھیک نہیں ادا کر سکتے تھے، تاہم شاگردوں کا ٹھٹھ لگا رہتا تھا، جب انھوں نے وفات پائی تو خود خلیفہ ہارون رشید نو مسلم ہندی محدث کی نمازِ جنازہ کا امام تھا۔

دوسرے بزرگ رجاء السندھی ہیں، جو ایران پہونچ کر اسفرائینی کہلائے، فنِ حدیث میں یہ کمال پیدا کیا کہ مشہور محدث حاکم اُن کے حال میں لکھتے ہیں، رکن من ارکان الحدیث[4] (یہ حدیث کے ارکان میں سے ایک رکن ہیں) وہ نہ صرف خود محدث تھے، بلکہ اُن کے خاندان میں اور بہت سے حفاظِ حدیث پیدا ہوئے۔

سنہ ۲۲۱ھ میں وفات پائی۔

درۂ خیبر کے راستہ سے پہلا محدث

درۂ خیبر کے راستہ سے یہاں مسلمان پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں داخل ہوئے، سلطان محمود غزنوی نے سنہ ۴۱۲ھ میں لاہور فتح کیا۔

سلطان مسعود کے عہد میں ایک بزرگ شیخ اسماعیل لاہور سے ہندوستان وارد ہوئے، حدیث و تفسیر کے جامع التجر اور بڑے موثر البیان تھے، بے شمار آدمی یہاں اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

سنہ ۴۴۸ھ میں لاہور میں وفات پائی[5] تاریخ علمائے ہند میں ہے۔

---

[1] میزان الاعتدال ذہبی - ج ۱ ص ۲۰۸ [2] تہذیب التہذیب ابن حجر جلد اول ص ۲۶۱

[3] تاریخ علمائے ہند ص ۲۳، دص ۱۷۹ نولکشور [4] تہذیب التہذیب ج ۳ - ص ۲۶۷

[5] فہرست ابن ندیم ص ۱۳۶ -

"از علمائے محدثین و مفسرین بود و اوّل کسے است کہ علم حدیث و تفسیر بہ لاہور آورد"

دوسرا محدّث صغانی

شیخ موصوف کے بعد یہاں ڈیڑھ سو برس تک اندھیرا گھپ چھایا رہتا ہے۔ بالآخر ساتویں صدی کے شروع میں مشارق الانوار کے مصنف صغانی نے یہاں علم حدیث کی روشنی پھیلائی، مگر یہ روشنی گھر میں کم اور گھر سے باہر زیادہ پھیلی۔

ان کا نام حسن بن محمد صاغانی ہے، گو اُن کا خاندان ماوراء النہر اور پھر غزنین سے تعلق رکھتا تھا، مگر ان کے پدرِ بزرگوار نے ہندوستان میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہ ۵۷۰ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے، اور ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، پھر یمن و حجاز و عراق میں جا کر علم کی تکمیل کی اور لغت و حدیث کے امام قرار پائے اور بغداد میں بیٹھ کر خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے نام سے مشارق الانوار نام حدیث کی کتاب تصنیف کی۔ اور بھی اس فن کی دوسری کتابیں لکھیں ۶۱۵ھ میں بغداد گئے، اور خلیفۂ بغداد اور سلطانِ غزنین و ہند کے درمیان سفارت کا فرض انجام دیا، ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔

"مشارق الانوار" مشکوٰۃ کی طرح حدیث کی مختلف کتابوں کا مجموعہ ہے، فرق یہ ہے کہ مشکوٰۃ کی ترتیب فقہی ابواب پر ہے، اور مشارق الانوار کی ترتیب احادیث کے ابتدائی الفاظ پر ہے، یعنی مثلاً من سے شروع ہونے والی، اذا سے شروع ہونے والی صیغۂ ماضی سے شروع ہونے والی حدیثیں وغیرہ، علمائے محدثین نے اس کتاب کی بڑی قدر کی اور بے شمار لوگوں نے اس کی شرحیں لکھیں اور خود یہ کتاب مدارس کے نصاب میں داخل ہو گئی۔

الغرض امام صغانی غزنوی لاہوری تنہا محدث ہیں اور مشارق الانوار اس دیار کی تنہا خدمت حدیث ہے، جو اس عرصۂ دراز میں انجام کو پہنچی، لیکن چونکہ امام ممدوح کا تعلق زیادہ تر ملک عرب و عراق سے رہا، اس لیے اُن کا اثر اس ملک کے علماء پر بہت کم پڑا، اور اگر پڑا بھی تو صرف اسی قدر کہ ان کو اپنے نصاب تعلیم کے لیے حدیث میں ایک اپنے ہم وطن کی کتاب مل گئی، اور وہ بدستور اپنے علم و دانش منددی علم دانائی میں مصروف رہے، منطق و فلسفہ اور علم کلام کے بعد فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اور وہ بھی عقلی طریق سے یہی سبب ہے کہ اصولِ فقہ جیسا ضروری علم بھی معقولات اور کلامیات کا ایک ضمیمہ ہو کر رہ گیا[1]

علمِ دانائی اور دانشمندی اور حدیث سے بے توجہی

واقعہ یہ ہے کہ درۂ خیبر سے جو مسلمان قومیں وارد ہوئیں، وہ ترکستان، خراسان اور افغانستان سے آئی تھیں، گو کہ ترکستان، خراسان تیسری صدی میں علمِ حدیث کا گہوارہ تھے، اور امام بخاری، امام مسلم نیشاپوری، امام ترمذی، امام نسائی، ابو داؤد سجستانی، ابنِ ماجہ قزوینی، انہی اطراف و دیار کی سرزمین کی خاک سے پیدا ہوئے تھے، مگر عباسی سلطنت کی کمزوری کے بعد جب ان ممالک میں خود مختار غیر عربی حکومتیں قائم ہوئیں، تو یہ ذوق گھٹتا گیا، اور آخر تاتاریوں کے سیلاب بلا کے بعد تو ہر جگہ سناٹا چھا گیا، مذہبی علوم کی ضرورت تو صرف اس لیے پیش آتی تھی کہ عہدۂ قضا کے ممتاز منصب کو حاصل کیا جائے، اور اس کے لئے صرف فقہ دانی کی ضرورت تھی، فقہ کو فارسی میں دانش کہہ سکتے ہیں اس لئے علم فقہ کا نام علم دانائی اور فقیہ کا دانا اور دانشمند قرار پایا، چنانچہ اس عہد سے لے کر آج تک ان اطراف میں

---

[1] امام صغانی کے حالات طبقات و تراجم کی تمام کتابوں میں ہیں۔

حدیث وتفسیر کا نہیں، بلکہ علم دانائی کا رواج ہے، چنانچہ آج بھی ترکستان و خراسان و سرحد سے جو طلبہ علم دین کی طلب کے لیے ہندوستان آتے ہیں، وہ صرف و نحو کے بعد صرف فقہ کے سمجھ کے ہوتے ہیں، یہی سبب ہے کہ ان ممالک میں فقہ اور فتاویٰ کی بیشمار کتابیں لکھی گئیں، اور حدیث کی طرف اعتنا اور التفات نہ ہوا۔

بہر حال ہندوستان میں درۂ خیبر کے راستہ سے جو علما وارد ہوئے، وہ اپنے ساتھ جو علم دین یہاں لائے، وہ صرف فقہ و دانائی کی کتابوں کا پشتارہ تھا کہ اسی پر حکومت کے نظام کا مدار اور وہ ملک کا قانون اور سلاطین سے تقرب کا ذریعہ تھا، چنانچہ شروع عہد سے اخیر تیموری عہد تک ہندوستان میں فتاویٰ اور قانون کے مختلف مجموعے تیار ہوئے اور جن میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت فتاویٰ عالمگیری کو حاصل ہوئی۔

عہد تیموری سے پہلے تک یہاں حدیث کا رواج مطلق نہ تھا، چنانچہ تغلق کے عہد تک حدیث میں صرف مشارق الانوار طلبہ کے زیر درس تھی اور جس خوش نصیب کو مصابیح ہاتھ آجاتی تھی، وہ امام المحدیث سمجھا جاتا تھا، حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اس مشارق کا درس مولانا کمال الدین زاہدؒ دہلوی سے لیا تھا، اور انہوں نے مولانا برہان الدین بلخیؒ سے لیا[1] اور انہوں سنے خود مصنف سے۔

اس عہد میں اس ملک میں علم حدیث کے ساتھ لوگوں کو جو بے اعتنائی تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانہ میں مسئلہ سماع کی تحقیق کے لیے علما کی ایک مجلس منعقد ہوئی، مناظرہ کے ایک فریق شیخ نظام الدین سلطان الاولیاء تھے، اور دوسری طرف تمام علماء تھے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب میں کوئی حدیث بیان کرتا تھا، تو علما بڑی جرات اور بے باکی سے کہتے تھے کہ اس ملک میں حدیث پر فقہی روایت مقدم سمجھی جاتی ہے، اور کبھی یہ کہتے تھے کہ چونکہ اس حدیث سے شافعی نے استدلال کیا ہے اور وہ ہمارا مخالف ہے، اس لئے ہم اس کو نہیں مان سکتے۔

لیکن یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس عظیم الشان مناظرہ میں کون سی حدیث صحیح پیش ہوئی تھی، تاکہ اس عہد کی حدیث دانی کا صحیح اندازہ ہو سکے، مورخ فرشتہ شیخ کے حال میں لکھتا ہے۔

"قاضی رکن الدین ..... بشیخ کردہ گفت اے درویش! در بابت سرود و سماع چہ حجت داری، شیخ بحدیث نبوی" السماع مباح لاھلہ[2] متمسک" گشت قاضی گفت ترا بہ حدیث چہ کار تو مرد مقلدی، روایتے از ابوحنیفہ بیار تا بعرض قبول افتد، شیخ گفت سبحان اللہ من حدیث صحیح مصطفوی نقل می کنم، و تو از من روایت ابوحنیفہ می خواہی، شاید کہ ترا رعونت حکومت بدیں می دارد، زود ازیں عہدہ معزول می شوی ..... پادشاہ چوں حدیث پیغمبر شنید، متفکر شدہ، ہیچ نہ گفت"

---

[1] تاریخ علمائے ہند نولکشور ص ۱۷۳

[2] اس فقرہ کو حدیث کہنا شاید فرشتہ کی غلطی ہو، یہ فقرہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں بطور فتوی نقل کیا ہے۔

سلطان علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں مولانا شمس الدین ترک ایک محدث مصر سے ملتان اس غرض سے آئے تھے کہ ہندوستان میں علم حدیث کو رواج دیں، حدیث اور متعلقات حدیث کی چار سو کتابیں ساتھ لائے تھے، اور حدیث کی ایک شرح لکھ کر بادشاہ کے نام پیش کرنا چاہتے تھے، مگر جب ملتان تک پہونچے تو اُن کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نماز کا پابند نہیں اور جمعہ میں نہیں آتا، اُن کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہیں سے واپس چلے گئے، اور بادشاہ کو ایک رسالہ لکھ کر بھیجا، جس میں لکھا تھا۔

"من از مصر خدمت بادشاہ شہر دہلی کردہ بودم و تا از برائے خدا تعالیٰ و مصطفیٰؐ را مذہب علم حدیث در دہلی ثابت کنم و مسلمانان را از عمل کردن روایت دانشمندان بے دیانت بجر ہانم"[1]

غرض عام طور سے دہلی کے مرکز سے سلطنت کا جتنا حصہ متعلق رہا، وہاں نویں صدی ہجری کے بیچ تک علم حدیث سے عموماً بے خبری رہی، اس کی وجہ درحقیقت خدانخواستہ مسلمانوں کی اس سے بے اعتنائی نہ تھی، بلکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مصر و عرب اور حج کے سفر کے لیے ان دنوں خشکی کا راستہ مستعمل تھا، اور لوگ یہاں سے افغانستان، ترکستان و ایران و عراق ہو کر حدود عرب میں داخل ہوتے تھے، یہ راستہ اس قدر دور دراز اور پرخطر تھا، کہ مشکل ہی آمد و رفت ممکن تھی، شاہانِ دہلی نے اس وقت تک سمندر کے سواحل تک وصل نہیں پایا تھا، اس لئے دہلی کا مرکز علم حدیث کے سرچشمہ سے بے تعلق تھا۔

بہمنیہ اور علم حدیث

بہمنیوں نے سب سے پہلے دکن میں اپنی حکومت قائم کی، اور سواحل تک ان کا کہیں کہیں گذر ہو گیا، تو اس فیض کی کچھ چنگاریاں نظر آنے لگیں، بہمنیوں میں سلطان محمود بہمنی، علم کا بڑا قدردان گذرا ہے، سلاطین ہند میں سب سے پہلے اُس نے علم حدیث کی اشاعت کی طرف توجہ کی ۸۸۷ھ سے ۹۲۴ھ تک اس کا زمانہ ہے، فرشتہ سلطان کے حال میں لکھتا ہے:

"وجہت محدثان اخبار حضرت نبوی صلعم در شہر ہائے کلاں وظائف مقرر کردہ در تعظیم ایشاں می کوشید۔"

سلاطینِ گجرات اور علم حدیث

مگر درحقیقت عرب اور ہندوستان کو ایک کرنے کی سعادت سلاطین گجرات کی قسمت میں تھی۔ مسلمان اس پر پہلی صدی سے لے کر آٹھویں صدی کے وسط تک کئی ناکام حملے کر چکے تھے، آخر علاء الدین خلجی نے ان تمام ناکامیوں کو اپنی کامیابی سے بدل دیا۔ اور اسی کے ساتھ محمد شاہ تغلق کے عہد میں دوسرا ہی گورنر ظفر خاں جب وہاں پہونچا تو اُس نے مرکز کی کمزوری کو دیکھ کر گجرات کی خود مختاری کا منصوبہ کر لیا، اور آخر فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں ظفر خاں نے مظفر شاہ کا خطاب اختیار کر کے گجرات کی مستقل حکومت ۸۱۰ھ میں قائم کر لی، اور ۸۱۳ھ میں وفات پا کر اپنے سعادت مند بیٹے احمد شاہ اوّل کے لئے جگہ خالی کر دی، یہی وہ خوش نصیب سلطان ہے، جس نے گجرات کو عرب اور ہندوستان کے بیچ میں سلسلۃ الذہب بنا دیا، اور اس طرح بحرِ عرب کے دونوں کنارے مل گئے اور بحری راستہ کی آمد و رفت نے سالوں کا راستہ مہینوں میں طے کر دیا، اور انتظام اور پابندی کے ساتھ جہازات آنے جانے لگے، حاجیوں کے قافلے سال بسال سلاطین بیجاپور و گجرات کی نگرانی میں سمندر کے راستہ سے جانے لگے اور اسی راستہ سے علم کے مشتاق عرب کے

---

[1] تاریخ فیروز شاہی برنی ص ۲۹۷،

دیار کا بھی رُخ کرنے لگے، اور اس طرح علم حدیث کا تخم عرب سے ہندوستان کو منتقل ہونے لگا اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں زمین اور آب و ہوا کی موافقت سے اس نے برگ و بار پیدا کرنا شروع کیا۔ بالآخر اکبر نے دو اسلامی حکومتوں کا فصل بھی بیچ سے نکال دیا اور گجرات فتح کرکے دہلی کو سورت اور کھنبایت کے راستہ سے سیدھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ملا دیا۔

الغرض سفر کی آسانی اور آمد و رفت کی کثرت نے علمائے ہند کو حجازی علوم سے آشنا ہونے کا موقع بہم پہونچایا، اس وقت دہلی اور سمندر کے بیچ میں گجرات، بیجاپور اور مالوہ (منڈو) میں اسلامی ریاستیں حائل تھیں، اس کے بعد دتی پڑتی تھی۔ چنانچہ بحرِ عرب کے اس کنارے کی علمی موجیں بھی اسی ترتیب سے بحرِ ہند کے اس جانب سے سواحل تک بہ ترتیب آتی تھیں۔

ایران میں صفویوں کے تعصب کا اثر

خوش قسمتی یا بد قسمتی سے ایک قومی و مذہبی سانحہ نے کم از کم ہندوستان کے بے خیر و سعادت کا سامان پیدا کر دیا، اس زمانہ میں ایران میں صفویوں نے عروج حاصل کر کے شیعیت کو اپنا سرکاری مذہب قرار دیا، اور قزلباشوں کے تعصب سے ایران کے سبزہ زار کو علمائے سنت کے لیے گرم تنور بنا دیا، اس لئے ان کے بڑے بڑے علماء نے ملک کو خیر باد کہہ کر عرب اور ہندوستان کی راہ لی۔

سب سے پہلے بزرگ جو باہر سے اس تبرک کو سینہ سے لگا کر ہندوستان وارد ہوئے، وہ مولٰنا نورالدین احمد شیرازی تھے، یہ غالباً وہ زمانہ تھا، جب گجرات میں اسلام کی نئی نئی سلطنت قائم ہوئی تھی اور احمد شاہ اوّل (۸۱۳ھ ۸۲۴ھ) تخت نشین تھا، مولانا نورالدین میر سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے۔

'صحیح بخاری کی سند اُن کی اتنی عالی تھی کہ وہ حجاز و یمن پہنچے تو بڑے بڑے محدثین نے اس کو شوق و ذوق اور فخر کے ساتھ حاصل کیا[۱]

ہندوستان میں علم حدیث کا آغاز

علم حدیث کے ہندوستان میں فروغ کا حقیقی زمانہ نویں صدی ہجری کا خاتمہ اور دسویں صدی کا آغاز ہے، یہ وہ عہد تھا، جب مصر و شام و حجاز امام المحدیث حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) کے فضل و کمال کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور حافظ موصوف کے فیض و افادہ کی کرنیں دنیائے اسلام کے ہر گوشہ میں پڑ رہی تھیں، مدینہ منورہ میں آ کر اُن کے کمال نے نورٌ علیٰ نور کا مرتبہ حاصل کیا،

حافظ سخاوی کے تلامذہ

ہندوستان کے مختلف صوبوں میں سب سے پہلے گجرات نے اپنا طبعی حق پایا، یعنی بحرِ عرب کے اس پار کی شعاعیں سب سے پہلے یہیں آ کر پڑیں اور یہاں سے وہ آگرہ کی مسجدوں اور مدرسوں کے مناروں پر جا کر عکس انداز ہوئیں۔

حافظ سخاوی کے تلامذہ میں سب سے پہلے غالباً مولانا راجح بن داؤد گجراتی ہیں، ۸۹۴ھ میں وہ حافظ موصوف کے حلقہ میں داخل ہوئے، اور الفیہ حدیث کی سند حاصل کی، اس کے بعد وہ گجرات وارد ہوئے، لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا ۹۰۴ھ میں احمد آباد

---

[۱] النور السافر بحوالہ یادِ ایام مولانا سید عبدالحئی مرحوم،

میں وفات پائی [1]

اس کے بعد مولانا وجیہ الدین محمد مالکی آئے، اُن کی بڑی قدر ہوئی، سلطان گجرات نے اُن کو ملک المحدثین کا خطاب دیا، وہ یہیں کے ہو رہے، ۹۲۹ھ میں وفات پائی [2]

انہی کے ہم عصر مولانا علاء الدین احمد نہروالی (گجرات) ہیں، عرب جا کر حافظ ابن فہد اور نور الدین شیرازی سے حدیث کی سند حاصل کی آخر عمر مکہ معظمہ میں گذاردی اور وہیں اپنا سلسلۂ درس جاری رکھا، ۹۴۹ھ میں وفات پائی [3] ان ہی قریب العہد حافظ سخاوی کے دوسرے شاگرد جمال الدین محمد بن عمر حضرمی، مظفر شاہ حلیم سلطان گجرات کے زمانہ میں آئے، سلطان نے خود زانوے ادب اُن کے سامنے تہ کیا اور اپنا استاد بنایا، احمد آباد گجرات میں ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔ [4]

دہلی کے مرکز میں پہلا محدّث

وہ اصلی شخصیت جس کے پَرتو سے اس سرزمین کے شمالی و جنوبی دونوں گوشوں کا منور ہونا مقدر تھا، وہ سید رفیع الدین صفوی شیرازی کی ذاتِ والا صفات تھی، یہ معقولات میں محقق دوانی کے شاگرد تھے۔ عرب پہنچے، اور حدیث کا فیض حافظ سخاوی سے حاصل کیا، اور شرفِ سعادت کا یہ سرمایہ لے کر وہ گجرات وارد ہوئے، یہ زمانہ دلی میں سلطان سکندر لودی کا تھا، اس قدردانِ علم کے شہرہ نے سید موصوف کو بھی گجرات سے دلی کھینچا، سلطان نے حسنِ عقیدت کے ساتھ محدث موصوف کا خیر مقدم کیا، اور سلطان کی اجازت سے ممدوح نے آگرہ میں سکونت اختیار کی، اور درس و تدریس کا بازار گرم کیا۔ مشتاق دور دور سے آئے اور اپنی اپنی قسمت کے مطابق متاعِ خیر و برکت حاصل کرتے رہے [5]

غالباً خالص ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے روح پرور نغموں سے اُس کے محراب و در گونج اٹھے، سید موصوف نے ۹۵۴ھ میں وفات پائی گو انہوں نے بقول مولانا عبدالحق محدث دہلوی — (اخبار الاخیار) لائق اولاد نہیں پائی، تاہم بدایونی کی تصریح کے مطابق اپنی چند روحانی اولاد یادگار چھوڑی، جن میں قابلِ ذکر شیخ ابوالفتح تھانیسری ہیں، یہ غالباً سب سے پہلے ہندوستانی ہیں، جو محدث کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ ملّا بدایونی لکھتے ہیں:-

"علمِ حدیث در ملازمت سید رفیع الدین محدث درست گردانیدہ" (ج ۳ - ص ۱۲۹)

شیخ ابوالفتح نے پچاس برس تک آگرہ میں اپنے استاد ہی کے محلہ میں بیٹھ کر علومِ عقلی و نقلی کا درس دیا اور بے شمار اشخاص اُن کے دامنِ تربیت میں پل کر شہرۂ آفاق ہوئے، جن میں ایک خود ملا بدایونی، نیز مولانا کمال الدین حسین اور ملّا الٰہ دیا (شیخ کے فرزند) نامور ہوئے [6] ملا علیمی اکبر کے زمانہ میں آگرہ کے مفتی ہوئے اور ملا بدایونی اکبر کے امام مقرر ہوئے، مولانا کمال الدین حسین دراصل شیرازی تھے، ان کے باپ مولانا حسن شیرازی صفویوں کی دار و گیر سے بھاگ کر شیراز سے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اور وہاں سے

---

[1] الضوء اللامع جلد ۳ ص ۲۲۲

[2] یادِ ایام ص ۳۴

[3] یادِ ایام ص ۵۴

[4] یادِ ایام ص ۳۴

[5] اخبار الاخیار ص ۲۲۶

[6] بدایونی سوم ص ۱۲۹

سید رفیع الدین محدث کے قافلہ کے ساتھ سکندر لودی کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ مولانا کمال الدین حسینی نے بادشاہی تعلق گوارا نہ کیا، اور زہد و عبادت کے سجادہ سے باہر قدم نہیں اٹھایا[1]۔ سید موصوف کے ایک اور شاگرد سید جلال تھے اور سید جلال کے شاگرد میر سید محمد امروہی تھے، جو اکبر کے عہد میں ہندوستان کے میر عدل تھے۔[2]

پہلا شارح بخاری

سید ابو الفتح کے ایک دوسرے معاصر جو ہندوستان زاد تھے، سید عبد الاول حسینی تھے، اُن کے باپ جونپور کے قصبہ زید پور کے رہنے والے تھے، یہاں سے دکن چلے گئے تھے، وہیں یہ پیدا ہوئے، وہاں سے گجرات پہونچے، اور گجرات سے عرب گئے اور وہاں کے خزانہ سے علم حدیث کے زر و جواہر سینہ میں بھر کر لائے، یہ سب سے پہلے ہندوستانی عالم ہیں، جنھوں نے صحیح بخاری کی شرح لکھنے کی عزت حاصل کی، فیض الباری کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی اور فیروز آبادی کی سفر السعادۃ کا خلاصہ کیا[3]۔

بخاری کا حافظ

مولانا عبد الملک عباسی گجرات کے باشندے تھے، ایک واسطہ سے حافظ سخاوی کے شاگرد تھے، تقریباً ۹۷۰ھ میں وفات پائی، اُن کو صحیح بخاری پوری زبانی یاد تھی، اور اُس کے معانی و مطالب کے پورے حافظ تھے، اور اسی طرح زبانی یہ صحیح بخاری کا درس دیا کرتے تھے[4]۔

حافظ ابن حجر کے تلامذہ

اب وہ زمانہ آیا، جب مادی و روحانی دونوں سلطنتوں میں انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ ہندوستان کے افق پر اب مغل اعظم کے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا، اور عرب میں حافظ سخاوی کے بجائے جن کی وفات کو پچاس برس گذر چکے تھے اور جن کے تلامذۂ خاص بھی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، اب حافظ ابن حجر مکی (صواعق محرقہ کے مصنف) کا شہرہ تھا جو زکریا انصاری بلقینی، سمہودی اور ابو الحسن بکری کے شاگرد تھے، ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

عہد اکبری

بادشاہ اکبر کے ابتدائی عہد میں جب بیرم خانخاناں امور سلطنت کا متکفل تھا اُس نے علوم و فنون کے دوسرے مشاہیر کے ساتھ حضرات محدثین کو بھی گجرات سے دلی، اور آگرہ آنے کی دعوت دی، ان میں سب سے پہلے گھر کی دولت یاد آئی، یعنی میر سید عبد الاول جونپوری کو باصرار تمام گجرات سے دلی بلوایا، ۹۶۵ھ میں یہیں وفات پائی[5]۔

میر کے تلامذہ میں ایک شیخ طیب محدث سندھی تھے، جنھوں نے گجرات کے قیام کے زمانہ میں شیخ سے حدیث پڑھی تھی اور تقریباً پچاس برس تک ایلچ پور اور برہان پور میں بیٹھ کر اس فن شریف کی خدمت کی[6]۔

اسی عہد میں شیخ عبد المعطی مکی، جو شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری کے شاگرد تھے، یہاں آئے، اور ۹۸۳ھ میں وفات پائی، شیخ الاسلام انصاری کے دوسرے شاگرد جو مصری تھے، شہاب الدین احمد عباسی وہ بھی گجرات آئے، اور ۹۹۲ھ میں وفات پائی، ابو الحسن بکری اور ابن حجر کے تلامذہ شیخ محمد بن عبد اللہ فاکہی المتوفی ۹۹۲ھ، سید عبد اللہ عیدروس المتوفی ۹۹۰ھ، شیخ سعید شافعی حبشی المتوفی ۹۹۱ھ

---

[1] بدایونی سوم ص ۱۲۶۔ [2] تاریخ علمائے ہند ص ۸۳ نولکشور۔ [3] یاد ایام مولانا سید عبد الحئی مرحوم ناظم ندوۃ العلماء و تاریخ علمائے ہند ص ۲۲۸
[4] ایضاً۔ [5] اخبار الاخیار ص ۲۲۷ و ص ۲۳۶۔ [6] یاد ایام ص ۳۴، ۳۵، ۳۶۔

گجرات وارد ہوئے[1]

ابنِ حجر مکی کے ایک اور شاگرد شیخ یعقوب صرفی کشمیری ہیں، ۹۷۸ھ میں پیدا ہوئے، علوم عقلی کا درس مولانا جامی کے شاگرد مولا محمد شاہ آنی سے لیا اور حدیث کی سند حافظ ابنِ حجر مکی سے حاصل کی، عین عالم شباب میں ۴۶ برس کی عمر میں ۱۰۰۳ھ میں وفات پائی تفسیرِ قرآن مجید (نا تمام) کے علاوہ شرح صحیح بخاری اور مغازی بالنبوۃ دو کتابیں لکھیں، شیخ احمد مجدد الف ثانی نے حدیث کا فیض انہی سے پایا۔

اس زمانہ میں کشمیر ایک اور محدث کے وجود سے مفتخر ہوا، ملا محمد شگرف محدث کشمیری حرمین جاکر ابنِ حجر مکی کے شاگرد ہوئے اور واپس آکر اپنے وطن میں طلبہ کو درس دیا[2]

کشمیر کے ایک اور نامور محدث کا نام حاجی (شاید حاجی محمد) ہے اُن کے بزرگ ہمدان کے تھے اور سید علی ہمدانی کے ساتھ کشمیر آئے تھے، حاجی کی ایک فارسی تصنیف شرح شمائل ترمذی ہے، اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چند بار مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور ابنِ حجر مکی اور میر جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب کے شاگرد مولانا صادق محدث کے تلمذ سے فیض یاب ہوئے، ۱۰۰۶ھ میں وفات پائی، ان کی شرح شمائل کا نسخہ پٹنہ کے کتب خانہ میں ہے[3]

محدث سرہندی اس عہد کے ایک نامور مولانا عبدالرحمٰن محدث سرہندی کا نام ملتا ہے، جن کے لیے سب سے بڑا فخر یہ ہے کہ وہ حضرت مجدد الف ثانی کے استاذ الحدیث تھے، اس سے زیادہ کچھ اور حال معلوم نہ ہوا[4]،

ابوالحسن بکری کے تلامذہ اسی عہد میں ایک ذاتِ گرامی مکہ معظمہ میں درس و ارشاد کی مسند پر جلوہ گر نظر آتی ہے اور جس کے فیوض کی بارش ہندوستان میں مسلسل معلوم ہوتی ہے، اُن کا نام نامی کتابوں میں ابوالحسن بکری مرقوم ملتا ہے، یہ مصر کے رہنے والے شافعی المذہب اور ابو بکر صدیق رض کی نسل میں تھے، مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھے[5]

حضرت ابوالحسن بکری اور علامہ ابن حجر ہیثمی مکی دونوں معاصر ہیں، اس لئے آیندہ سلسلہ تلمذ ان بزرگوں کے دوہرے تعلقات سے مضبوط و مستحکم نظر آتا ہے۔

ابھی تک ہندوستان میں علم نبوی کی روشنی چمک چمک کر بجھ بجھ جاتی تھی۔

شیخ علی متقی لیکن دسویں صدی کے بیچ میں یک بیک ہندوستان کی قسمت چمکتی ہے اور اس کے اقبال کا ستارہ پورب کے اس شہر میں طلوع ہوتا ہے جس کو شاہجہان کی قدردانی نے "شیراز ما ست" کا خطاب دیا تھا لیکن شاید اس لئے کہ اس کی نسبت کا فخر ملک کے صرف ایک ہی حصہ کو حاصل نہ ہو، بلکہ ہندوستان کے تینوں خطے پورب پچھم (پنجاب) اور دکن کو برابر حاصل رہے، ان کو تینوں خطوں سے برابر کی نسبت عطا کی گئی، ہندوستان کی یہ قسمت بیدار اور ستارۂ درخشاں شیخ علی متقی کی ذات تھی، شیخ کا اصلی اور خاندانی وطن جونپور تھا۔

---

[1] تحفۃ الفضلاء معروف بہ تاریخ علمائے ہند ص۲۵ و بدایونی جلد سوم [2] تاریخ علمائے ہند ص ۱۰۹ [3] فہرست حدیث فارسی کتب خانہ پٹنہ جلد نہم فارسی ص ۱۰۱ [4] تاریخ علمائے ہند ص ۱۰ [5] ابجد العلوم نواب صدیق حسن خاں۔

برہان پور دکن میں ۸۸۵ھ میں پیدا ہوئے، اور وہیں شیخ باجن برہان پوریؒ سے بچپن میں بیعت کی، جوانی میں ملتان جاکر شیخ حسام الدین متقی سے علم ظاہر و باطن کی تکمیل کی۔ ایک عجیب اتفاق یہ ہے کہ شیخ کے جسمانی باپ (والد) کا نام بھی حسام الدین تھا اور روحانی باپ (استاذ و مرشد) کا نام بھی حسام الدین ہی تھا، اور یہ متقی کا مشہور لقب بھی شاید انہی استاد و مرشد کی نسبت سے حاصل ہوا، یہاں سے جاذبۂ توفیق نے مرکز کی طرف کھینچا، گجرات ہو کر ۹۵۲ھ میں دیارِ عرب کی طرف لنگر اٹھایا، اس وقت عمر شریف ۶۷ سرسٹھ برس کی تھی، آج مسلمانوں کو اپنے اسلاف کے اس علمی ولولہ و شوق سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ سرسٹھ برس کا بڈھا جوانوں کا شوق لے کر خشکی و تری کی مصیبتوں کو برداشت کرکے علم کی تکمیل کے لیے ملک عرب کا رخ کرتا ہے۔

شیخ علی متقی نے عرب پہونچ کر حجاز کے مشہور و معروف اساتذہ اور شیوخ سے چند سال علم ظاہر و باطن کی تحصیل کی، ان شیوخ میں شیخ ابن حجر مکی، (صواعق محرقہ کے مصنف) شیخ ابوالحسن بکری اور محمد بن محمد سخاوی ہیں، (محمد بن عبدالرحمٰن مشہور سخاوی نہیں، جو اس سے پچاس برس پہلے ۹۰۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پا چکے تھے) شیخ نے چند ہی سال میں اپنی فطری استعداد، روحانی ذوق اور ربانی توفیق سے یہ مرتبہ حاصل کر لیا کہ استاد و شاگرد، استاد کے مرتبہ میں آگئے، اور ۹۵۷ھ سے ۹۷۱ھ تک حدیث شریف کی وہ دائرۃ المعارف ترتیب دی، جو کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کے نام سے مشہور ہے اور ساتھ ہی ایک مختصر مجموعہ منتخب العمال کے نام سے بھی لکھا، یہ وہ کتابیں ہیں جنہوں نے امام تزیں اور حافظ سیوطی کے مجموعوں پر خطِ نسخ پھیر دیا۔

شیخ اس درمیان میں (۹۶۱ھ تک) دو دفعہ ہندوستان (گجرات) آئے، اور سلطان محمود گجراتی نے یہ قدردانی کی کہ حقیقت میں اپنی سلطنت لاکر آپ کے قدموں میں ڈال دی[1] اور آپ کے مدرسہ اور طلبہ کے لئے وظائف کی بہت بڑی رقم مقرر کر دی۔ ۹۷۵ھ میں شیخ نے ۹۵ برس کے سن میں وفات پائی، لیکن اس حالت میں بھی کہ بدن میں جنبش کی قوت تک نہ تھی، علمی شوق و ذوق کی جو کیفیت تھی، ان کے فرزند معنوی اور شاگرد کے شاگرد شیخ عبدالحق محدث کے الفاظ میں پڑھو۔

"و اشتغال وے بہ تتبع سنن و احادیثِ نبوی صلعم چناں تا آخر حیات بود کہ دراں وقت بمقتضائے عادتِ بشری جنبیدن ممکن نباشد، شب و روز بہ تالیفِ کتب احادیث و تصحیح و مقابلہ آں مشغول بودے"[2]

شیخ کے آغوشِ تربیت میں ہندوستان کے متعدد باکمال پل کر جوان ہوئے، شیخ عبدالوہاب متقی منڈوی برہان پوری، شیخ محمد طاہر پٹنی (احمد آباد گجرات) شاہ محمد بن فضل اللہ برہان پوری شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ سندھی و شیخ برخوردار سندھی،

عبدالوہاب متقی شیخ عبدالوہاب متقی منڈو (مالوہ) کے رہنے والے تھے، برہان پور میں پیدا ہوئے۔ بیس ۲۰ برس تک گجرات و دکن کی سیر کی اور یہاں کے علمائے سے استفادہ کرکے عرب گئے، ۹۶۳ھ میں شیخ علی متقی کے حلقۂ صحبت میں داخل ہوئے، اور شیخ کی وفات (۹۷۵ھ) تک بارہ برس متصل جلوت و خلوت میں شیخ کے ہمراہ رہے۔ شیخ کی تصنیفات

---

[1] اس کا تفصیلی حال ظفر الوالہ بمظفر و آلہ ص ۲۱۵ مطبوعہ لندن اور مرآۃ احمدی ج دوم ص ۱۰۶ میں پڑھو۔

[2] اخبار الاخیار ص ۲۴۲ طبع ہاشمی میرٹھ ۱۲۷۸ھ۔

کا مسودہ لکھنا اور اُن کو صاف کرنا شاگرد کا کام تھا۔ آخر کامل صحبت نے اُن کو بھی کامل کر دیا، یہاں تک کہ اُن کی وفات کے بعد حرمین محترمین اور مصر و شام و یمن کے علمائے اُن کو شیخ کا جانشین تسلیم کیا اور شیخ عبد الوہاب' شیخ عبد الوہاب متقی ہو کر مشہور ہوئے۔[1]

شیخ عبد الوہاب صرف ایک دفعہ ۹۷۰ھ میں ہندوستان آئے، اور پھر اسی سال واپس گئے ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔ تلامذہ اور مستفیدین کا انبوہ کثیر اپنے پیچھے چھوڑا، صحاح ستہ کا درس اُن کے حلقہ میں ہوتا تھا اور بعد ترتیب حدیث کی تدریس یا نادر کتابوں کی تصحیح و نقل و مقابلہ کے سوا کوئی کام[2] نہ تھا۔

محمد طاہر فتنی | ملا محمد بن طاہر پٹن کے رہنے والے تھے، جو احمد آباد (گجرات) کے پاس اب تک آباد ہے اسی پٹن کو معرب کر کے فتن کہتے ہیں، جس کی نسبت سے وہ محمد بن طاہر فتنی کہلاتے ہیں، بوہرہ تھے، شیخ علی متقی کے ارشد تلامذہ میں تھے مکہ معظمہ جا کر یہ فیض حاصل کیا اور استاد کی زندگی ہی میں دو کتابیں تصنیف کیں، مجمع البحار لغت حدیث میں اور مغنی اسماء الرجال میں، ان دونوں کتابوں میں اپنے استاد کا جس ولولہ شوق اور غلبہ محبت کے ساتھ ذکر کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاگرد کے دل میں استاد کی کتنی قدر و منزلت تھی، مجمع البحار گو بظاہر حدیث کا لغت ہے مگر علمائے محدثین کے اعتراف کے مطابق وہ درحقیقت صحاح کی شرح ہے، علاوہ ازیں تذکرۃ الموضوعات و قانون الموضوعات وغیرہ کتابیں اُن کی تالیف ہیں۔

ہندوستان واپس آکر بوہرہ قوم کو اہلِ سنت بنانے کے لیے یہ کوشش بلیغ کی کہ اسی راہ میں ۹۸۶ھ میں اجین کے قریب قصبہ سارنگ پور میں شہادت پائی، (مرآۃ احمدی ج ۲ ص ۷۷)

متقی کے تلامذہ | شیخ عبد اللہ بن سعد اللہ اور شیخ رحمت اللہ بن عبد اللہ یہ دونوں بزرگوار سندھ کے تھے۔ اُن کے والد مدینہ منورہ ہجرت کر کے گئے تھے، شیخ علی متقی کے شاگردانِ خاص اور خلفاء میں تھے، ۹۷۰ھ کے پس و پیش میں ہندوستان وارد ہوئے، اور احمد آباد گجرات میں قیام پذیر ہوئے اور مشتاقانِ حدیث کو اپنے درس و افادہ سے سیراب کیا، لیکن اخیر عمر میں دونوں بزرگ چند سال کے فصل سے اسی ضعف اور پیری کے عالم میں حجاز واپس گئے اور وہیں وفات پائی[3] شیخ رحمت اللہ کے بھائی شیخ حمید سندھی تھے، جو تفسیر و حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خان اعظم کوکہ کے ساتھ عرب گئے اور وہاں مقتدائے اہلِ حدیث ہوئے۔

شیخ برخوردار سندھی نے حجاز ہی میں اپنی مسندِ درس قائم کی، چنانچہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی نے اُن سے بھی فائدہ اٹھایا۔[4]

شاہ محمد بن فضل اللہ کا آبائی وطن جونپور تھا، احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے، جوان ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے اور تقریباً ۱۲ برس تک شیخ علی متقی کے حلقۂ درس میں داخل رہے، پھر ہندوستان واپس آکر برہان پور میں سکونت اختیار کی اور درس و تدریس کی محفل گرم کی، مسئلہ وحدت الوجود میں التحفۃ المرسلہ الی النبی ایسی اہم کتاب تصنیف کی کہ عرب و شام کے بڑے بڑے

---

[1] تفصیلی حالات کے لئے دیکھو اخبار الاخیار ص ۲۴۳ و مابعد و مرآۃ احمدی ج ۲ ص ۵۷،

[2] اخبار الاخیار ص ۳۶۲ ، [3] ایضاً ص ۲۶۴ ، [4] اتحاف النبلاء نواب صدیق حسن خاں مرحوم ص ۲۹۸۔

علماء شیخ عبدالغنی نابلسی اور شیخ ابراہیم کردی نے اُس کی شرحیں لکھیں، اتباعِ سنت میں ایسے کامل تھے، کہ "نائب رسول اللہؐ" کے لقب سے مشہور ہوئے، برہان پور میں مدرسہ قائم کیا، جس میں ہمیشہ فقہ و تفسیر و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔
۱۰۰۵ھ میں وفات پائی۔

اسی عہد کے چند اور بزرگوار ذکر کے لائق ہیں، ایک سید یٰسین گجراتی جنھوں نے ہندوستان کے بعد عرب جاکر اس فیض کو حاصل کیا، بدایونی دورِ اکبری کے علماء کے حالات میں لکھتے ہیں:-

"بشرف زیارت حج اسلام مشرف گشتہ و علم حدیث آں جا حاصل کردہ اجازت یافت و بازگشتہ بہند آمد"[1]

سید ممدوح نے پنجاب کا خطہ پسند فرمایا، اور لاہور میں اپنے درس کی مسند بچھائی، اس کے بعد سرہند آکر درویش مجرد ہو گئے۔

شیخ بہلول دہلوی

شیخ عبداللہ اور شیخ رحمت اللہ جو گجرات آگئے تھے، شیخ بہلول دہلوی نے گجرات جاکر ان کا دامن تھاما، اور حدیث کا درس لیا اور دلی واپس آکر اس فنِ شریف کی تعلیم و تدریس میں عمر بسر کر دی؛ ملّا بدایونی لکھتے ہیں:-

"علمِ حدیث را خوب ورزیدہ . . . . . با اہلِ دنیا کارے ندارد و بافادہ و اضافہ طلاب مشغول است[2]"،

اس عہد کے دوسرے بزرگ حاجی ابراہیم محدث ہیں، عرب جاکر فیوض و برکات سے مالا مال واپس آئے اور آگرہ میں زہد و ورع کے ساتھ علم حدیث کا درس دیتے تھے۔

بدایونی میں ہے:

"در آگرہ بزہد و ورع درس علوم دینی خصوصاً علم حدیث قیام داشت"

اس فیض و برکت کا اثر یہ تھا، کہ وہ اکبر کے عہدِ حکومت میں دار السلطنت میں بیٹھ کر امرِ معروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیتے تھے کوئی شاہی منصب قبول نہیں کیا، دربار میں جب جاتے تھے، آدابِ شاہی کے مقررہ مراسم و سجدہ اور کورنش اور تکلفات سے آزاد رہتے تھے اور وعظ و پند فرماتے تھے[3]

شیخ عبدالنبی گنگوہی

شیخ عبدالنبی گنگوہی بھی اسی دور کے اہلِ کمال میں ہیں، یہ بزرگ دادا یعنی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے پوتے تھے، اکبر کے زمانہ میں پورے ہندوستان کے صدر الصدور (شیخ الاسلام) تھے، پہلے تصوف زمانہ کا رنگ غالب تھا، سماع و غنا سے ذوق تھا، پھر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کا کئی دفعہ اتفاق ہوا، اور وہاں علم حدیث کا درس حاصل کیا، لوٹ کر آئے، تو وہ کچھ اور ہی چیز ہو گئے، بدایونی میں ہے۔

"چند مرتبہ در مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ رفتہ علم حدیث را خواہند و بعد از اں کہ بازگشتہ آمد از روش

---

[1] بدایونی ج ۳ ص ۱۱۲ ، [2] ایضاً ص ۱۱۳ ،

[3] بدایونی ج ۳ ص ۱۳۹ ۔

آبا و اجداد کرام و سماع دغنا را منکر بود و بہ روش محدثین سلوک می نمود، و بتقوٰی
طہارت و نزاہت و عبادت ظاہری اشتغال داشت[1]"

اکبر ان کا اس درجہ ادب کرتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے اُن کے سامنے اُن کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا، دربار کے جاہ پرست فقہائے رشک و حسد نے شیخ کی مخالفت شروع کی اور نتیجہ یہ ہُوا کہ دربارِ شاہی سے پوری جماعت کا اثر جاتا رہا۔ اور اُن کی جگہ مُلّا مبارک ناگوری اور فیضی اور ابو الفضل نے لے لی۔

مُلّا قاری اور اُن کے اُستاد

اکبری دور کے ایک اور فاضل محدث مولانا میر کلاں محدث اکبر آبادی ہیں، اُن کا سلسلہ سند عرب کے بجائے عجم سے ہے، یہ میرک شاہ شیرازی کے شاگرد تھے، اور وہ اپنے باپ سید جمال الدین محدث مصنف روضۃ الاحباب کے شاگرد تھے، اور عرب جا کر اپنے فضل و کمال کی تکمیل کی تھی، اور جمال الدین کو اپنے چچا سید اصیل الدین شیرازی سے تلمذ تھا، یہ جہانگیر کے استاد مقرر ہوئے تھے، ۹۸۳ھ میں وفات پائی[2] بدایونی لکھتے ہیں۔

"در حدیث آیۂ روزگار بود[3]"

مولانا میر کلاں کے شاگرد وہ فاضلِ یگانہ تھے، جو ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہیں۔ مُلّا علی قاری گو رہنے والے ہرات کے تھے، مگر اس زمانہ میں ہرات تیموری ہی سلطنت کا ایک جزء تھا، اور اُن کا فضل و کمال بھی تمام تر اساتذۂ ہند کا ممنون احسان ہے اور اُن کی تصنیفات نے بھی یہیں زیادہ تر شہرت حاصل کی، اس لئے یہ محدثین ہند کی فہرست سے خارج نہیں ہو سکتے۔

ملا علی قاری کے والد کا نام سلطان محمد تھا، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، مشکوٰۃ مولانا میر کلاں سے پڑھی یہاں سے یہ مکہ معظمہ گئے اور ابو الحسن بکری، سید زکریا حسینی، ابن حجر مکی، ہیثمی، شیخ عبد اللہ سندھی، قطب الدین نہروالی (نہروالہ گجرات) مکی سے علومِ حدیث کی تکمیل کی، ۱۰۱۴ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شرح شفائے قاضی عیاض، شرح شمائل ترمذی شرح نخبۃ الفکر (اصول حدیث) شرح ثلاثیات بخاری، تخریج احادیث، شرح عقائد نسفی، نور القاری شرح صحیح بخاری، شرح صحیح مسلم، شرح حصن حصین، شرح اربعین نووی، شرح مؤطا امام محمد، سند الانام شرح مسند الامام (ابی حنیفہ) المصنوع فی معرفۃ الموضوع تذکرۃ الموضوعات وغیرہ بے شمار کتابیں اور رسالے یادگار چھوڑے۔

درسِ بخاری لاہور میں

تاریخ میں پہلی دفعہ صحیح بخاری کے داخلِ درس ہونے کا ذکر اسی عہد میں ملتا ہے، مولانا محمد لاہور کے مفتی تھے اور وہ حدیث شریف کا لاہور میں درس دیتے تھے اور تقریبًا نوّے برس کے سن تک اس بابرکت شغل میں وہ مصروف رہے، جب صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کا دورہ تمام ہوتا تو اس خوشی میں وہ بہت دھوم دھام سے لوگوں کی دعوت کرتے تھے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی

اکبر کے آخری عہد میں وہ بزرگ ہستی نمایاں ہوئی جس نے عہد جہانگیری میں اپنی جہانگیری کا

---

[1] بدایونی ج ۳ ص ۸۰ - [2] علمائے ہند ص ۲۳۰ و مآثر الکرام آزاد ص ۳۰۰ - [3] بدایونی ج ۳ ص ۱۵۱ -

سکہ بٹھا دیا، اور جس نے دہلی کے شاہی دارالسلطنت کو ہمیشہ کے لیے علومِ دین کا دارالسلطنت بنا دیا، جس کی نسبت اہلِ علم کا اعتراف ہے۔

"اول کسے کہ تخم حدیث در ہند کشت او بود"

گو نئی تاریخ کی روشنی میں بزرگوں کا یہ پرانا مقولہ صحیح نہیں، تاہم معنوی حیثیت سے اس کی سچائی میں کوئی شک نہیں، مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی ذات وہ ذات ہے جس نے ہندوستان میں رہ کر حدیث کے سرمہر خزانہ کو وقفِ عام کیا اور دل پسند محققانہ تصنیفات کے ذریعے سے علمائے ظاہر و باطن دونوں کی محفلوں سے تحسین و آفرین کی داد وصول کی۔

شیخ عبدالحق دہلوی نسلاً ترک تھے، ۹۵۸ھ میں دہلی میں پیدائش ہوئی، اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل کی، پھر مکہ معظمہ جا کر شیخ عبدالوہاب متقی کے حلقہ درس میں بیٹھے اور ان سے صحاحِ ستہ کا درس حاصل کیا اور ان کے مرید بھی ہوئے، شیخ کو اپنے استاد اور پیر سے جو عقیدت تھی، اس کا اندازہ اخبار الاخیار کے صفحات سے ہو سکتا ہے، شیخ نے ہندوستان آ کر دلی میں اقامت اختیار کی اور تقریباً سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے مشکوٰۃ کی مشہور عربی شرح لمعات اور فارسی شرح اشعۃ اللمعات ہے، نیز سیرۃ نبوی میں مدارج النبوۃ تصنیف کی اور فیروز آبادی کی فارسی سفر السعادۃ کی فارسی شرح ایسی لکھی، جو حافظ ابن القیم کی زاد المعاد کے لگ بھگ ہے، ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔

جوہر ناتھ کشمیری | شیخ کے معاصر کشمیر کے ایک نومسلم ہندو محدث جوہر ناتھ کا خمیری ہیں، سلطان قطب الدین کے مدرسہ میں علوم عقلیہ کی تکمیل کے بعد عرب کی طرف رُخ کیا، اور وہاں پہنچ کر ابن حجر مکی اور ملا علی قاری ہروی سے حدیث کی سند حاصل کی، وہ شالہ بنتے تھے، اور علوم دینیہ کا درس دیتے تھے کئی نامور شاگرد پیدا ہوئے، ۱۰۲۶ھ میں وفات پائی۔[1]

شیخ محمد قاسم | شیخ محمد قاسم سندھی، سندھ کے رہنے والے تھے، عرب جا کر اس فن میں ایسا کمال پیدا کیا کہ رئیس المحدثین کہلائے، وہیں انتقال کیا، ان کی اولاد برہان پور میں آباد ہوئی، اُن کے بیٹے شاہ محمد علیٰ سینداللہ اور اُن کے بیٹے بابا فتح محمد برہان پوری، تین نسل تک علوم دینیہ اور علم حدیث کے وارث رہے۔[2]

شیخ عبدالحق دہلوی کا سلسلہ | عالمگیر کے زمانہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لائق فرزندوں اور شاگردوں کا ایک بابرکت سلسلہ پیدا ہوا، جس نے اس فیض کو جاری کیا۔ شیخ کے فرزند مولانا نورالحق محدث دہلوی نے باپ کی علمی وراثت حاصل کی، باپ ہی سے حدیث کا درس حاصل کیا اور تمام عمر اس فیض کو عام کرنے میں صرف کی، حضرت خواجہ محمد معصوم سے بیعت کی، صحیح بخاری کی فارسی میں تیسیر القاری کے نام سے کئی جلدوں میں شرح لکھی، جو ۱۳۰۲ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں ایک والیٔ ٹونک کے شوق سے چھپ چکی ہے۔ انہوں نے امام مالک کی موطا کی بھی شرح لکھی ہے جو پٹنہ کے مشرقی کتب خانہ میں میری نظر سے گزر چکی ہے، صحیح مسلم کی بھی شرح بنام منبع العلم لکھنی شروع کی تھی، مگر ناتمام رہی، شاہجہاں کے زمانہ میں آگرہ کے قاضی

---

[1] تذکرہ علمائے ہند ص ۴۸ و اسرار الابرار۔

[2] ایضاً ص ۱۶۰ و اسرار الابرار ملا داؤد مشکواتی قلمی۔

تھے، ۱۰۷۳ھ میں وفات پائی،

شیخ نور الحق دہلوی کے ایک صاحبزادے حافظ فخر الدین ہیں، یہ بھی اپنے باپ کی متروکہ علمی دولت کے وارث ہوتے، انہوں نے فارسی میں اپنے والد کی ناتمام شرح صحیح مسلم موسوم بہ منبع العلم کی تکمیل کی، یہ شرح کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہے، نیز حصن حصین کی بھی شرح لکھی[1]

حافظ فخر الدین کے فرزند شیخ الاسلام ہیں، جو محمد شاہ کے زمانہ میں تھے صحیح بخاری کی فارسی شرح لکھی، اور دو رسالے طرد الاوہام عن اثر الامام الہمام اور کشف الغطا عما لزم للموتی عن الاحیاء لکھے حدیث اپنے باپ سے پڑھی یہ شرح بخاری تیسیر القاری کے حاشیہ پر شرح شیخ الاسلام کے نام سے چھپی ہے۔

شیخ الاسلام کے صاحبزادے سلام اللہ ہیں انہوں نے بھی اپنے باپ ہی کی وراثت علمی پائی، یہ دہلی چھوڑ کر رام پور چلے آئے تھے اور محدث رام پوری کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے موطا کی شرح محلی ۱۲۱۵ھ میں لکھی، نیز صحیح بخاری اور شمائل ترمذی کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اصولِ حدیث پر عربی میں ایک رسالہ لکھا ۱۲۲۹ھ میں وفات پائی[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا یہ سلسلۂ فیض وہ ہے جو سلسلۂ نسب کے ساتھ ساتھ چلا ہے، لیکن ایک دوسرا سلسلہ یہ ہے جو صرف روحانی فیض تک محدود ہے۔

شیخ دہلوی کے ایک نامور شاگرد اسی سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک اور بزرگ زادہ خواجہ خاوند معین الدین ہیں جو خواجہ خاوند محمود المعروف بحضرت ایشان المتوفی ۱۰۵۲ھ کے فرزند تھے، جنہوں نے علوم حدیث و تفسیر و فقہ و اصول میں شیخ سے کسب کمال کیا اور اپنے والد بزرگوار سے خرقۂ خلافت پایا، کتاب رضوانی اُن کی تصنیف ہے[3]۔

شیخ دہلوی کے ایک اور نامور شاگرد ملا حیدر کشمیری ہیں، اپنے وطن کے علماء ملا جوہر ناتھ اور بابا قطب الدین سے علوم کی تحصیل کی، پھر دلی آ کر شیخ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے، اور حدیث و تفسیر و فقہ کی تکمیل کی اور واپس جا کر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں مصروف ہوئے، والی کشمیر نے ہر چند چاہا کہ وہ قضاء کا عہدہ قبول کریں مگر وہ راضی نہ ہوئے، ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی[4]

ملا حیدر کے شاگرد بابا داؤد مشکواتی کشمیری ہیں[5] علوم عقلیہ کے ساتھ فقہ و حدیث و تفسیر کی تعلیم اُن سے حاصل کی حدیث دانی میں یہ کمال پیدا کیا کہ مشکوٰۃ بر زبان یاد تھی، اور اسی مناسبت سے مشکواتی کے لقب سے مشہور ہوئے، اسرار الابرار کشمیر کے مشائخ اور علماء کے حالات اور ملفوظات میں اُن کی ایک تصنیف ہے اُس کا ایک قلمی نسخہ دار المصنفین کے کتب خانہ میں ہے، اس میں کہیں کہیں صحیح بخاری اور احادیث کے حوالے نظر آتے ہیں ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی[6]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے فرزند ملا نور الحق دہلوی کے حلقۂ درس کے ایک نامور فاضل میر سید مبارک محدث بلگرامی

---

[1] حدائق الحنفیہ۔ [2] خزینۃ الاصفیاء مفتی سرور لاہوری ص ۶۲۸ [3] خزینۃ الاصفیاء ص ۶۴۳

[4] تاریخ علمائے ہند ص ۵۴ و اسرار الابرار ملا داؤد مشکواتی۔ [5] تاریخ علمائے ہند ص ۵۴ و اسرار الابرار ملا داؤد مشکواتی۔

[6] تاریخ علمائے ہند ص ۶۰۔

ہیں، میر موصوف نے شیخ کے گھر میں رہ کر اور اُن کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر علم حدیث میں وہ کمال پیدا کیا کہ آزاد بلگرامی نے اُن کو قطب المحدثین قرار دیا مآثر الکرام میں ہے۔

" واز اوّل تا آخر ایام اقامت دہلی در خانہ شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق قدس اللہ اسرارہما
سکونت ورزیدہ وعلم حدیث ازاں جناب اخذ کردہ ودریں فنِ اشرف مہارتے تامے بہم رساند
وتمام عمر در خدمتِ کلام نبوی فنا ساخت وبہ لقب محدث بلند آوازہ گشت و لہٰذا اور ادریں کتاب
بقطب المحدثین یاد کردہ "

سنہ ۱۰۶۴ھ میں سند فراغ حاصل کی اور بقیہ عمر عام علوم اور خصوصاً علمِ حدیث کی درس و تدریس میں بسر کی، امر معروف اور نہی عن المنکر میں ایسے سخت تھے کہ بڑے بڑے امراء ان کی ڈانٹ سے دب جاتے تھے، سنہ ۱۱۱۵ھ میں وفات پائی[1]

میر سید تبارک کے تلامذہ میں میر عبدالجلیل بلگرامی سب سے نامور ہوئے۔ علم حدیث کا نور اس خانوادہ میں میر سید مُبارک ہی کے مبارک قدم سے جلوہ افروز ہوا۔ آزاد لکھتے ہیں :-

" وعلمِ حدیث از قطب المحدثین میر سید مُبارک بلگرامی سند نمودہ "

میر عبدالجلیل کے فضل وکمال کا ستارہ عالمگیر کے عہد میں طلوع ہوا، اور محمد شاہ کے زمانہ تک درخشاں رہا، آخر میں بھکر وانع سندھ میں وقائع نویس تھے، وہاں صحیح بخاری کا ایک نسخہ ہاتھ آیا، عہدہ سے برطرفی کے بعد بھی محض اس کی نقل کی خاطر چھ[2] مہینے اور وہاں گذارے، سنہ ۱۰۷۱ھ میں پیدا ہوئے - اور سنہ ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی۔

علامہ میر عبدالجلیل کے آغوشِ تربیت میں علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے پرورش پائی، حدیث و سیر اپنے نانا میر عبدالجلیل سے حاصل کی، لکھتے ہیں :-

" ولغت وحدیث و سیر نبوی وفنون ادب از خدمتِ قدسی منزلت جدّی ھاستاذی حضرت
غلامی می رسید عبدالجلیل بلگرامی اخذ نمودہ "

سنہ ۱۱۵۱ھ میں عرب جاکر اس تخم بارآور کی مزید سیرابی کی اور مولانا حیات سندھی سے صحیح بخاری پڑھی، اور صحاح ستہ کی اجازت حاصل کی[3] صحیح بخاری کی ایک ناتمام شرح ضوء الدّاری کے نام سے لکھی[4]

ضوء الدراری مصنف کے قلم کا اصلی نسخہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے دیکھا تھا، اس کے مقدمہ کی چند سطریں نواب صاحب نے اپنی تالیف الحطہ فی اخبار الصحاح الستہ میں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا آزاد نے سنہ ۱۱۵۱ھ میں جب مدینہ منورہ کا سفر کیا اور صحیح بخاری کا درس لیا - اور ساتھ ہی علامہ قسطلانی کی شرح ارشاد الساری

---

[1] مآثر الکرام جلد اوّل صفحہ ۹۴ [2] مآثر الکرام جلد اوّل صفحہ ۱۶۴ [3] ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان ص ۹۲
[4] الحطہ فی اخبار الصحاح الستہ نواب صدیق حسن خاں، ص ۹۷۔

نظر سے گذری تو روزانہ سبق کے برابر وہ قسطلانی کی تلخیص کرتے چلے گئے لیکن اس طرح وہ کتاب الزکوٰۃ سے آگے نہ بڑھ سکے[1]

استدراک و اضافہ

شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی سہروردی

مضمون کے پہلے حصہ میں ایک نہایت اہم شخصیت نظرانداز ہوگئی اور وہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی ہیں، جن سے ہندوستان میں سلسلۂ سہروردیہ کا آغاز ہوتا ہے عام تذکروں میں یہ لکھا ہے کہ شیخ بہاؤالدین کے دادا کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم گئے تھے، اور وہاں سے ملتان آکر آباد ہوئے، شیخ علی الدین بیجاپوری نے اپنے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ بہاؤالدین حبیار (صحیح ہبارہ) بن اسود بن مطلب بن اسد قریشی کی اولاد سے تھے[2] قلعہ کوٹ کرور (متصل ملتان) میں ۵۶۵ھ میں پیدا ہوئے، بارہ برس کے ہوئے، تو علم کی تحصیل کے لیے خراسان و بخارا کا سفر کیا، پندرہ برس کے سن میں علوم ظاہری کی تکمیل کی اور درس و افادہ کی مجلس گرم کی، پھر جاذبۂ شوق نے حرمین کی طرف کھینچا، اور عراق ہو کر مکہ معظمہ گئے، حج ادا کیا۔ پھر مدینہ منورہ جاکر شیخ کمال الدین محمد محدث یمنی سے حدیث کا درس لیا اور مدت مدید تک (فرشتہ نے ۱۷ برس تک لکھا ہے) مدینہ منورہ میں حدیث کا درس و شغل رکھا، الفاظ یہ ہیں:

"نزد شیخ کمال الدین کہ از محدثین کبار بودہ پنجاہ و سہ سال در مدینہ منورہ بگفتن درس حدیث اشتغال داشت، کتب حدیث خواندہ و اجازت حاصل نمودہ"

یہاں سے بیت المقدس ہو کر وہ بغداد پہونچے، اس وقت بغداد میں مدرسہ نظامیہ زندہ تھا اور شیخ شہاب الدین سہروردی جو اسی مدرسہ کے فاضل تھے اور ان کے عم محترم شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی دو برس تک ۵۴۵ھ سے ۵۴۷ھ تک اس کے مدرس اعلیٰ رہ چکے تھے، اور شیخ شہاب الدین نے اپنے چچا سے کسب کمال کیا تھا، شیخ بہاؤالدین زکریا جب بغداد پہونچے ہیں، تو شیخ ابوالنجیب کا ۵۶۳ھ میں وصال ہو چکا تھا اور ان کی جگہ پر شیخ شہاب الدین سہروردی مسند آرا تھے شیخ بہاؤالدین نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت کی اور ان کے فیض صحبت سے مستفید ہوکے اور ظاہر و باطن سے آراستہ ہو کر ہندوستان واپس آئے اور ملتان میں سکونت اختیار کی، یہ وہ وقت تھا، جب سلطان قطب الدین ایبک کی حکومت تھی، سلطان قطب الدین نے ملتان اور اوچہ ناصر الدین قباچہ کو، اور دہلی کا تخت شمس الدین التمش کو سپرد کیا تھا قطب الدین کی وفات کے بعد ناصر الدین قباچہ نے شریعت کی ترویج اور احکام دین کے اجرا میں نہایت سستی اور بے پروائی برتی تو شیخ الاسلام نے بے محابا سلطان التمش کو اس کی اطلاع دی اور جب ناصر الدین قباچہ نے باز پرس کی، تو فرمایا، میں نے جو کچھ کیا، خدا کے حکم سے کیا۔ تم سے جو کچھ ہوسکے، وہ کر گذرو، یہ کلمۂ حق سن کر ناصر الدین کانپ[3] اٹھا۔

شیخ نے ۶۶۶ھ میں وفات پائی۔

---

[1] الحطہ فی اخبار الصحاح الستہ نواب صدیق حسن خاں ص۹۷

[2] فرشتہ جلد دوم ص ۴۰۴، نولکشور۔ [3] اخبار الاخیار ص ۴۵۔

پچھلے صفحات میں حسب ذیل تین بزرگوں کے تذکرے صرف دو سطروں میں تھے، یہاں تفصیل سے لکھے جاتے ہیں۔

مولانا برہان الدین محمود

امام صغانی کے شاگرد مولانا برہان الدین محمود دہلوی تھے، وہ امام مرغینانی صاحب ہدایہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے، سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں ہندوستان آئے، اور مشارق الانوار کا درس دینا شروع کیا، ۶۸۷ھ میں وفات پائی، اور دہلی حوض شمسی کے پورب میں دفن ہوئے اُن کے خاص شاگرد مولٰینا کمال الدین زاہد دہلوی تھے۔

مولانا کمال الدین زاہد دہلوی

انہوں نے مشارق الانوار کی سند مولانا برہان الدین محمود سے حاصل کی اور علم حدیث میں یگانۂ روزگار تھے، اور دہلی میں اس کا درس دیتے تھے۔ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے، سلطان غیاث الدین بلبن نے چاہا کہ ان کو اپنا امام مقرر کرے، مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ حضرت نظام الدین سلطان الاولیاؒ نے حدیث ان ہی سے پڑھی تھی[1]

حضرت نظام الدین سلطان الاولیاؒ

حضرت نظام الدین سلطان الاولیاؒ اس عہد کے مشہور فاضل وادیب و محدث تھے، ادب میں مقامات حریری زبانی یاد کی تھی اور اس کے کفارہ کے طور پر دہلی آکر مولانا کمال الدین زاہد دہلوی سے مشارق الانوار کا درس حاصل کیا، اور اس کو زبانی یاد کیا، حضرت نظام الدین سلطان الاولیاؒ کے حالات میں سب سے قدیم تذکرہ سیر الاولیاؒ ہے۔ جو حضرت میر خورد دہلوی کی تصنیف ہے اور مصنف صرف ایک دو واسطہ سے حضرت کے حالات بیان کرتا ہے اور اُن کی بہت سی تحریری یادداشتیں اس کی نظر سے گذری ہیں، میر خورد دہلوی نے اس اصل سند کی پوری عبارت سیر الاولیاؒ میں نقل کی ہے، جو مولانا کمال الدین نے حضرت نظام الدین کو لکھ کر دی تھی۔

حضرت سلطان الاولیاؒ نہایت متبع سنت تھے، اُن کے یہاں سماع کی مجلس میں جیسا کہ سیر الاولیاؒ اور فوائد الفواد میں ہے کہ مزامیر اور تالیاں نہیں بجائی جاتی تھیں، صرف غزلیں گائی جاتی تھیں، فقہائے احناف کے نزدیک محض گانا بھی مکروہ تھا، اور فقہائے شوافع اس کو جائز کہتے تھے، حضرت سلطان الاولیاؒ بھی اس مسئلہ میں شافعی مسلک کو درست سمجھتے تھے، اس بنا پر اُن کے عہد کے جاہ طلب علماؒ نے اُن کے خلاف شورش برپا کی اور آخر دربار شاہی کے اہتمام سے مجلس مناظرہ کی نوبت آئی، حضرت سلطان الاولیاؒ نے نفس غنا کے جواز کی جب حدیثیں پیش کیں تو علمائے احناف نے کہا کہ تم مقلد ہو تم کو حدیث سے کیا مطلب؟ اگر فقہ حنفی کی کوئی روایت ہو تو پیش کرو، حضرت سلطان الاولیاؒ افسوس کے ساتھ فرماتے تھے کہ وہ ملک کیونکر آباد رہے گا جس میں لوگوں کی رایوں کو احادیث نبویؐ پر ترجیح دی جاتی ہو،

میر خورد دہلوی نے سیر الاولیاؒ میں اس مناظرہ کی پوری تفصیل نقل کی ہے۔ مگر کہیں اس فقرہ کا حوالہ نہیں ہے جس کو فرشتہ نے حضرت کی زبان مبارک سے حدیث کہہ کر لکھا ہے، اور اس سے میرا وہ شک یقین سے بدل جاتا ہے، جو فرشتہ کی اس روایت پر میں نے اوپر کسی صفحہ کے حاشیہ میں کیا تھا۔

حضرت سلطان الاولیاؒ کے ملفوظات مثلاً فوائد الفوا مصنفہ حسن دہلوی اور افضل الفوائد مصنفۂ امیر خسرو دہلوی میں بکثرت حدیثیں آپ کی زبان سے مذکور ہیں اور اُن کے رموز و نکات آپ نے بیان فرمائے ہیں، آپ کے خلفاؒ میں بھی اس فن کے کاملین گذرے ہیں۔

---

[1] اخبار الاخیار ص۶۸۔

نصیر الدین محمود چراغ دہلوی

فقہ و اصول مولانا عبدالکریم شروانی اور افتخار الدین گیلانی سے پڑھا، علمِ حدیث کی نسبت نہیں معلوم کہ کس سے پڑھا، مگر اُن کے ملفوظات میں حدیثیں بکثرت ملتی ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاؒ کے خلیفہ تھے - وہ غنا بھی نہیں سنتے تھے، ایک دفعہ اُن کے چند رفقا غنا سُن رہے تھے، حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ مجلس سے اُٹھ گئے۔ لوگوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا۔

فرمایا: "یہ خلافِ سنت ہے"۔

لوگوں نے کہا: "اپنے پیر کے مسلک سے تم ہٹ گئے"۔

فرمایا پیر کا عمل حجت نہیں ہو سکتا، کتاب و سنت سے کوئی دلیل لاؤ، بعض اصحابِ غرض نے یہ فقرہ حضرت سلطان الاولیاؒ تک پہونچایا، فرمایا:۔

"راست می گوید"[1]

مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی

حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی طرح یہ بھی اودھ کے تھے، اور حضرت سلطان الاولیاؒ کے مرید تھے، فرید الدین شافعی شیخ الاسلام اودھ کے شاگرد تھے - حدیث میں مشارق الانوار کی شرح لکھی تھی، اور دہلی میں درس دیتے تھے۔ سلطان محمد تغلق نے اُن کو کشمیر میں اشاعتِ اسلام کے لئے نامزد کیا تھا۔ مگر سلطان کی وفات سے تجویز ناقص رہ گئی،[2] ۷۴۷ھ میں وفات پائی۔

مولانا فخر الدین زرادی

یہ بھی دہلی کے علمائے مشاہیر اور حضرت سلطان الاولیاؒ کے جان نثار مریدوں میں ہیں۔ دہلی کے بڑے محدثین میں تھے، جب ہدایہ پڑھاتے تھے، تو اس کی حدیثوں کے مقابلہ میں صحیحین کی حدیثیں پیش کرتے تھے۔ اور اُن کو ترجیح دیتے تھے، مرید ہونے کے بعد درس و تدریس چھوڑ دیا تھا۔ سلطان محمد تغلق نے جب دکن فتح کیا تو وہاں گئے اور وہاں سے حج کے لئے عرب گئے۔ عرب سے بغداد گئے اور وہاں سے علمِ حدیث کی تکمیل کی واپسی میں جہاز تباہ ہو گیا، اور وہ در خوش آب پانی کی تہ میں چلا گیا[3]

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہاری

شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری بہاری کی تعلیم کا زمانہ دہلی میں گذرا دہلی وہ اس وقت پہونچے، جب حضرت سلطان الاولیاؒ رحلت فرما چکے تھے، یہ نہیں معلوم کہ انہوں نے حدیث کی کون سی کتاب پڑھی اور کس سے پڑھی۔ مگر اتنا یقینی ہے کہ وہ احادیثِ نبوی کے کسی مجموعہ سے مشرف تھے اور زیادہ قرینہ یہی ہے کہ مجموعہ مشارق الانوار ہو، اُن کے مکتوبات و تالیفات میں احادیثِ نبوی کے بکثرت حوالے اور روایتیں ہیں، کبھی اصل عبارت لکھتے ہیں زیادہ تر فارسی ترجمہ فوائد المریدین جو شیخ کا ایک مختصر رسالہ ہے، وہ تمام تر احادیثِ نبوی کے حوالوں سے لبریز ہے، اس کے شروع میں ایک جگہ امام ابو یعلیٰ کا حوالہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند ابو یعلیٰ کی حدیثیں بھی نظر سے گذری تھیں، مکتوبات میں ایک جگہ ایک حدیث

---

[1] اخبار الاخیار ص۸۶ - [2] ایضاً ص ۹۱، ۹۲ - [3] ایضاً ص ۶۸ -

کی نسبت لکھتے ہیں کہ "حدیث برادرم فخرالدین نوشتہ بود"۔[1]
اس فخرالدین سے میرے گمان میں مولانا فخرالدین زرادی مراد ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شیخ کو حدیث کا فیض اسی نظامی جماعت سے پہنچا ہے۔

مجھ سے میرے ایک معتبر بزرگ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت حسین نوشۂ توحید بہاری جو حضرت شیخ شرف الدین کے معتقد اور شیخ کے مرید و جانشین امام مظفر بلخی بہاری کے مرید تھے اور سفرِ حجاز میں ان کے رفیق تھے، معدن المعانی میں لکھا ہے کہ امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ کی شرح صحیح مسلم شیخ کے مطالعہ میں تھی۔

مکتوبات دو صدی کے جامع نے جس نے ۷۶۹ھ میں اس کو جمع کیا۔ دیباچہ میں آپ کی نسبت لکھا ہے:۔
"محی سنن نبوی مظہر آثار مصطفوی قامع دین اہلِ البدع، بانی دین اہل الورع"[2]

شیخ نے ۷۸۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ بھکھاری کاکوروی

کاکوری لکھنؤ کے ضلع میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہ بزرگ یہیں کے رہنے والے تھے ۸۹۰ھ میں ولادت ہوئی، مولانا ضیاء الدین مدنی محدث اور قاضی عبداللطیف ہراتی کے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پوتے شیخ عبدالرزاق کے مرید تھے، ۹۱ سال کی عمر میں ۹۸۱ھ میں وفات پائی، کاکوری کے تمام مخدوم زادے انہی کی اولاد میں ہیں، حضرت شیخ اپنے وقت کے بڑے محدث تھے۔ ان کی حدیث کی سندیں اب تک موجود ہیں۔ اصولِ حدیث میں منہج نام ایک کتاب بھی اُن کی تصنیف ہے[3]

کشمیر میں سلسلہ حق

مضمون کے شروع کے صفحات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سلسلۂ تلمذ کا ذکر تھا، کشمیر میں مُلّا حیدر شیخ کے شاگرد تھے۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ مُلّا حیدر نے اس سلسلہ کو اور پھیلایا۔ جن میں سے بابا داؤد مشکواتی کا حال تم پڑھ چکے مُلّا کے صاحبزادوں کا ذکر نہیں آیا ہے۔ ان میں سے ایک خواجہ محمد فاضل تھے، جو بابا داؤد مشکواتی کے ہم سبق تھے[4] مُلّا عنایت اللہ سال محدث کشمیری مُلّا حیدر کے صاحبزادوں کے شاگرد ہوئے اور اس درجہ اس فن میں انہماک اور ذوق و شوق پیدا کیا کہ تمام عمر اسی کی خدمت میں صرف کر دی، بخاری شریف کا شروع سے آخر تک ۳۶ دفعہ درس دیا تھا، ۶۸ برس کے سن میں ۱۱۲۵ھ میں وفات پائی[5]

صوبہ بہار میں علم حدیث اور سلسلۂ حق

اوپر دورِ اکبری کے محدثین میں ایک نام سید یٰسین گجراتی کا گذرا ہے، جو عرب جا کر اس سرچشمہ سے بہرہ مند ہوئے تھے، واپس آئے تو پہلے پانچ دریاؤں والی زمین (پنجاب) کو سیراب کیا، پھر تذکروں میں لکھا ہے کہ وہ اس کے بعد بنگالہ کے ملک کو چلے گئے۔ اس کے بعد اُن کا پتہ نہیں چلتا، لیکن خوش قسمتی

---

[1] مکتوب ہفتم بنام امام مظفر۔ [2] مکتوبات دو صدی ص ۳۲۲۔ [3] تذکرہ علمائے ہند ص ۳۳۔
[4] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۵۲۔ [5] اسرار الابرار قلمی

سے پھلواری شریف سے سندِ حدیث کا ایک قلمی نسخہ ہاتھ آیا ہے[1] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سید موصوف یہاں سے بہار گئے اور وہاں بھی اس فیض کو جاری کیا، غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ بہار کی خانقاہ سے قال اللہ وقال الرسول کا ترانہ بلند ہوا، اس سلسلۂ سند سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ المحدثین مولانا سید یٰسین کے درس سے وہاں "حافظ الوقت" مولانا شیخ عبدالرزاق نامی ایک بزرگ نے فائدہ اٹھایا اور ان سے "شیخ الوقت" مولانا عبدالغنی نے اور ان سے اُن کے صاحبزادے مولانا عبدالمقتدر محدث نے اور اُن سے اُن کے بھتیجے اور شاگرد محمد عتیق بن عبدالسمیع بہاری نے اور ان ہی کی دی ہوئی یہ سند ہے، جو پھلواری میں محفوظ ہے۔

مولانا عتیق بہاری نے اس گجراتی فیض کے ساتھ دہلوی سلسبیل کو ملا کر دو آتشہ بنا لیا تھا، مولانا دورِ عالمگیری کے علما میں ہیں اس عہد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادہ مولانا نور الحق محدث دہلوی اور ان کے شاگرد مولانا جمال الدین تھے۔ مولانا محمد عتیق بہاری نے سلسلۂ حق کی ان دونوں کڑیوں کو بھی ملا لیا تھا۔

مولانا محمد عتیق محدث بہاری کے تلامذہ میں شیخ محمد وجیہ بن شیخ امان اللہ جعفری پھلواروی ہیں، انہی کو یہ سند دی گئی تھی۔ اس سند میں ان کتابوں کا بھی ذکر ہے جن کی اجازت شیخ نے اپنے شاگرد کو دی تھی، ان میں حسب ذیل کتابوں کے نام ہیں، مشکوٰۃ، صحیح بخاری صحیح مسلم، مصابیح، مشارق الانوار صغانی۔ شمائل ترمذی، حصن حصین جزری، کتاب الاذکار نووی، مسند امام اعظم ابو حنیفہؒ، مسند احمد بن حنبلؒ موطا امام مالک، مسند امام شافعی، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، لطائف ابن حبان، جامع المسانید ابن جوزی، ان میں سے تین پہلی کتابیں یعنی مشکوٰۃ، بخاری شریف اور مسلم شریف کے سبقاً پڑھے جانے کا اور بقیہ کتب کی اجازت کا ذکر ہے۔

شیخ محمد وجیہ کے شاگرد، اُن کے صاحبزادہ ملا وحید الحق محدث پھلواروی ہیں۔ انہوں نے درس و تدریس اور تحریر و تالیف سے اس فن کی اشاعت کی، لیکن وہ تمامتر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیفات کے خوشہ چین تھے، اس کے بعد ایک سو برس تک پھلواری میں معقولات کا زور شور رہا، آخر مولانا آل احمد صاحب نے عرب سے آکر اس فیض کو یہاں پھر جاری کیا۔

یہ سب کچھ ہو چکا تھا، لیکن ہندوستان میں علمِ حدیث کی اصلی شوکت و رونق دو فاروقی خانوادوں کے ذریعے سے حاصل ہوئی، جن میں سے ایک حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی ہیں، مجددی خانوادہ کا پہلا علمی اتصال شیخ عبدالحق دہلوی کے سلسلہ سے ہوا، مگر بہت جلد شیخ دہلوی کی جگہ شاہ ولی اللہ کے گھرانے نے لے لی اور دونوں سرچشموں سے مل کر ہندوستان میں جو فیض پھیلا اُس نے ملک کے چپہ چپہ کو سیراب کر دیا۔

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

شیخ احمد سرہندی نے معقولات مولانا کمال الدین کشمیری سیالکوٹی اور علمِ حدیث مولانا عبدالرحمن سرہندی اور مولانا یعقوب کشمیری سے حاصل کیا یاد ہوگا کہ مولانا یعقوب صرفی کشمیری، شیخ ابنِ حجر مکی کے شاگرد تھے۔ اور وہ یہ فیض عرب سے ہندوستان لائے تھے، اس کے بعد وہ حرمین تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے بڑے بڑے

---

[1] اس سلسلۂ سند کی دستیابی کے لیے ہم اپنے محترم مخدوم حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی قادری چشتی کے ممنون ہیں، یہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ صاحب کو علماء اور مشائخ کی تاریخ سے پوری واقفیت اور دلچسپی ہے۔

محدثین کرام کی صحبت اٹھائی۔ شیخ عبدالرحمٰن بن فہد سے جو اُن کے زمانہ کے ایک بڑے محدث تھے، حدیثِ مسلسل سنی اور صحاح ستہ کا اجازہ حاصل کیا[1] ولادت ۹۷۱ھ میں اور وفات ۱۰۳۴ھ میں ہوئی۔

متن حدیث میں ایک اربعین یعنی چالیس منتخب حدیثوں کا مجموعہ آپ کی تالیف ہے جو عام طور سے چھپا ہوا ملتا ہے، اس کے علاوہ جس نے آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا ہے وہ شہادت دے گا کہ آپ کا پایہ علمِ حدیث میں کتنا بلند تھا، لیکن حضرت مجدد الف ثانی کا اصلی کارنامہ یہ نہیں ہے کہ وہ درسِ حدیث کی مسند بچھا کر بیٹھے، بلکہ یہ ہے کہ انہوں نے علی الاعلان دربارِ شاہی کے بدعات و منکرات کے خلاف بغاوت کی، اور اس کی سزا (قید) خوشی خوشی برداشت کی، اہلِ سُنّت جو شاہی اثر سے تشیعیت میں جذب ہو رہے تھے، اُن کو دلائل کے زور اور دلی ہمت کی قوت سے باہر نکالا، عامیانہ تصوف جو سنّت کے مسلک سے کوسوں دور ہو گیا تھا، اس کو جادۂ شریعت کے قریب لائے اور شریعت و طریقت کی قلمی و لسانی جنگ جو پانچویں صدی کے شروع سے اب تک قائم تھی۔ اس کو مصالحت سے بدل دیا اور صوفیہ اور فقہاء کی چھ سو برس کی باہمی دست و گریبانی کا خاتمہ ہوا، اور مدرسہ و خانقاہ کی باہمی آویزش انجام کو پہنچی، علماء کو صحیح تصوف سے اور صوفیہ کو مسلکِ سنّت سے آشنا کیا اور ہر ایک فرقہ نے دوسرے کو نویدِ بشارت دی کہ

للّٰہ الحمد میانِ من و او صلح فتاد

حضرت مجدد نے اپنی تعلیم کی بنیاد اتباعِ سنّت پر رکھی، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ علمِ حدیث اور شمائل کی طرف لوگوں کی توجہ زیادہ مبذول ہو گئی، اور اُن کے بعد صوفی محدثوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ ہندوستان میں قائم ہو گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی معاصر تھے، پہلے اس معاصرت نے منافرت کی صورت پیدا کی، مگر دونوں بزرگوں کی اخلاص پسندی نے ایک کو دوسرے سے آشنا کر دیا اور دلوں میں یہ اتحاد پیدا کر دیا کہ ائمہ اسلام کی علمی و روحانی خدمت کے لیے یہ دونوں خانوادے متحد ہو گئے۔

سلسلۂ مجددیہ حضرت مجدد الف ثانی کی متعدد اولادوں میں سے صرف دو آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین ہوئے، ایک عروۃ الوثقیٰ حضرت محمد معصوم اور دوسرے خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید۔ حضرت محمد معصوم ۱۰۰۹ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی، تذکروں میں ہے کہ ۹ لاکھ آدمیوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت توبہ کی۔ اور سات ہزار خلفاء مدارجِ علیا تک پہنچے، ان ہی میں ایک مولانا نور الحق محدث دہلوی خلف مولانا عبدالحق محدث دہلوی ہیں۔

حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے گو اپنا درس ۱۸ برس کے سن میں خود اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں ختم کر لیا تھا، مگر عین اُس وقت جب دارا شکوہ اور عالمگیر تاج و تخت کے حصول کے لئے دست و گریباں تھے۔ حضرت مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے، وہاں کے علماء سے علومِ حدیث کی سند لے رہے تھے اور خود اُن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند تقسیم فرما رہے تھے۔

---

[1] ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان و تاریخ علمائے ہند،

دوسرے صاحبزادہ شیخ محمد سعید سرہندی بھی تبحر فقیہ و محدث تھے، اپنے والد ماجد سے فیض حاصل کیا اور ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی علم حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح پر ایک حاشیہ آپ کی یادگار ہے[1]

حضرت محمد معصوم کے صاحبزادے شیخ محمد افضل سرہندی ہیں۔ حرمین کی زیارت سے ممتاز تھے، کتابوں کے اتنے شائق تھے، کہ جو کچھ ملتا تھا، اس سے کتابیں خرید لیتے تھے، شاہ ولی اللہ دہلوی نے اُن سے حدیث کی سند حاصل کی تھی، ۱۱۴۶ھ میں وفات پائی[2]

اب گیارہویں صدی کا خاتمہ ہے، اتنے دنوں میں زمانہ نے ایک عظیم الشان پلٹا کھایا، ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی حکومت بد سے بدتر ہوتی گئی، اور عالمگیر کے جانشین اب ایک سے ایک کمزور تر ہو رہے تھے، اور ادھر حرمین میں درسِ حدیث کی مسند پہ ابنِ حجر مکی اور اُن کے تلامذہ در تلامذہ کے بجائے کچھ اور نئے خانوادوں کے ارکان متمکن تھے جن میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر پیدا ہو رہا تھا۔

اس عہد میں حرمین میں دو ہندوستانی محدث مسند نشین ملتے ہیں، عبداللہ لاہوری مکہ معظمہ میں اور ابوالحسن سندھی مدینہ منورہ میں افسوس ہے کہ پیش نظر دفاتر میں ان بزرگوں کے مزید حالات معلوم نہیں ہوتے، ان کے علاوہ دنیائے اسلام کے چند اور اعیانِ حدیث جلوہ افروز نظر آتے ہیں جن میں محمد بن سلیمان مغربی (مراکش) حسن عجمی (عجم) شیخ عبداللہ بن سالم البصری (عراق) احمد نخلی، تاج الدین حنفی، شیخ احمد بن سالم بصری، محمد بن علاء الدین بابلی، شیخ ابراہیم کردی،

شیخ ابراہیم کردی، کردستان کے رہنے والے تھے، بغداد، شام، مصر اور حرمین کے شیوخ سے فیض حاصل کیا تھا، اور اس عہد میں اگلے زمانہ کے بزرگوں کی سی ہمت کا نمونہ دکھایا تھا، کردی۔ فارسی، ترکی اور عربی چار زبانوں میں گفتگو کرتے تھے، ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی ——— "انا علیٰ فراقك یا ابراھیم لمحزونون" تاریخِ وفات ہے۔

شیخ ابراہیم کردی کے صاحبزادے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی ہیں، اپنے والد کے علاوہ محمد بن سلیمان مغربی، حسن عجمی، احمد نخلی، شیخ عبداللہ بن سالم بصری، شیخ عبداللہ لاہوری، شیخ تاج الدین حنفی سے اجازے اور سندیں حاصل کیں، یہی وہ بزرگ ہیں۔ جن کے حلقۂ درس میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی جا کر شریک ہوئے تھے۔

شیخ سالم بصری کے دو صاحبزادے عبداللہ بن سالم اور احمد بن سالم نے نہایت شہرت اور حسنِ قبول پایا اور حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں علمِ حدیث کا فروغ اور حدیث کی کتابوں کی تصحیح و اشاعت کا اہم فرض انہی دو بھائیوں کی ہمتِ مردانہ سے ادا ہوا، شیخ عبداللہ ابن سالم بصری نے بھی شیخ ابراہیم کردی سے اجازہ پایا تھا اور اُن کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی فائدہ اُٹھایا تھا، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اُن کے حلقۂ درس میں بھی چند روز بیٹھے تھے، جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالہ انسان العین میں اس کی تصریح کی ہے۔

شیخ احمد بن سالم بصری کعبہ کے اندر بیٹھ کر بخاری شریف پڑھتے تھے۔ بخاری کی شرح ضیاء الساری انہوں نے لکھی ہے لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے صحاح ستہ کے ۹ نسخے جمع کئے اور نہایت محنت شاقہ اُٹھا کر اُن کی ایسی تصحیح کی کہ اُن کے نسخے اُمہات

---

[1] تاریخ علمائے ہند ص ۱۹۰ ۔ [2] ایضاً ص ۱۸۲ ۔

اور اصول بن گئے، سب سے زیادہ صحیح بخاری کی تصحیح میں کوشش بلیغ کی، چنانچہ پورے بیس برس میں بخاری کی تصحیح انجام کو پہنچی، مسند ابن حنبل کی جلدیں جو منتشر تھیں، ان کو مختلف مقامات سے بہم پہنچا کر کے ان کی تصحیح کی اُنکے یہ مصححہ نسخے ہی وہ نسخے تھے، جن کی نقلیں اطراف و دیار میں پھیلیں، ۱۱۳۴ھ میں وفات پائی،

عبداللہ لاہوری

اوپر کے سلسلہ میں ایک بزرگ کا نام عبداللہ لاہوری محدث گذرا ہے، جو اس زمانہ میں حرمین میں حدیث کا درس دیتے تھے، چنانچہ شیخ ابوطاہر مدنی اُن سے مستفید تھے، اس کے علاوہ اُن کا کچھ اور حال نہیں معلوم ہوتا۔

ابوالحسن سندھی

اسی عہد کے ایک اور ہندوستانی محدث جو عرب کی سرزمین میں ایک پورے حلقۂ درس کے مرکز تھے، یہ شیخ ابوالحسن سندھی ہیں، مدینہ منورہ میں ایک مدرسہ دارالشفاء کے نام سے تھا، اور جو اب تک کسی نہ کسی حال میں باقی ہے، میں نے اس کی زیارت کی ہے دارالشفاء کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُس کے واقف نے یہ شرط کی ہے کہ اس میں قاضی عیاض کی کتاب الشفاء فی حقوق المصطفٰے کا روزانہ درس دیا جائے۔ شیخ ابوالحسن سندھی گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں اس میں مدرس تھے۔ ۱۱۳۹ھ میں وفات پائی، حرم نبوی میں بیٹھ کر حدیث کی متعدد کتابوں پر شروح اور تعلیقات لکھیں، چنانچہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ کی شرح لکھی، موصوف کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ مسند ابن حنبل جو آٹھ جلدوں میں ہے اور جس کی کسی نے اب تک شرح نہیں لکھی تھی۔ انہوں نے پچاس جزء میں اس کی شرح[1] لکھی شیخ کے لائق تلامذہ میں سے دو کا تعلق ہندوستان سے ہے، حاجی عبدالولی طرخانی کشمیری اور شیخ محمد حیات سندھی۔

حاجی عبدالولی طرخانی کشمیری

وہ اصل میں طرخاں واقع ترکستان کے رہنے والے تھے، وطن سے نکل کر حرمین تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ دارالشفاء میں حدیث کی سند شیخ ابوالحسن سندھی سے حاصل کی اور واپس آ کر کشمیر میں شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کے یہاں قیام کیا اور ان کو اپنی سند حدیث سے ممتاز کیا، ۱۱۷۱ھ میں چند شریروں کے ہاتھوں سے شہادت پائی[2]

شیخ محمد حیات سندھی

شیخ محمد حیات کا وطن سندھ میں عادل پور اور کوٹ سید موسٰی قادری کے اطراف میں ہے، چاچڑ قبیلہ کا نام ہے شباب کا آغاز تھا کہ جاذبۂ شوق نے دامن دل کھینچا، حرمین کی راہ لی، بالآخر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں شادی بھی کر لی زیادہ تر شیخ ابوالحسن سندھی مدنی سے اور کسی قدر عبداللہ بن سالم مصری مکی سے علم حدیث کی تحصیل و تکمیل کی اور تمام عمر اس فن شریف کی خدمت میں صرف کر دی، مصر و روم و شام و ہند ہر جگہ اُن کے فضل و کمال کا غلغلہ بلند ہوا، اور ہر طرف سے طالب و مشتاق کا ہجوم ہوا، ۱۱۶۳ھ میں وفات پائی، ہندوستان کے اہل علم میں سے جن کو شیخ کے تلمذ کا شرف حاصل ہوا، اُن میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی

علامہ آزاد گو ہندوستان ہی میں اپنے نانا میر عبدالجلیل بلگرامی کے واسطہ سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سلسلہ میں داخل ہو کر حدیث کی بعض کتابیں پڑھ چکے تھے، مگر ۱۱۵۱ھ میں وہ جب عرب گئے، تو مدینہ منورہ پہونچ کر شیخ محمد حیات سندھی کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے اور صحیح بخاری سبقاً سبقاً پڑھی اور حدیث کی دوسری کتابوں کی سند لی، صحیح بخاری اس اہتمام سے پڑھی کہ روزانہ جس قدر بخاری پڑھتے تھے، اسی قدر قسطلانی شرح بخاری کی تلخیص کرتے جاتے تھے۔ انکا ذکر پہلے گزر چکا ہے، علامہ ممدوح شیخ کے بیحد معترف تھے، مآثر الکرام فی تاریخ بلگرام میں ان کا حال لکھا ہے[3]

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی

الہ آباد کے اس خانوادۂ علم و تصوف کا آغاز شاہ محمد افضل الہ آبادی سے ہوتا ہے، یہ اصل میں سید پور

---

[1] الحطہ فی اخبار الصحاح الستہ میں ہر کتاب کے تحت میں ان شروح کا ذکر نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے کیا ہے۔

[2] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۴۷ ۔ [3] مآثر الکرام جلد اول ص ۱۶۴ ،

کے جو غازی پور کے مشہور قصبوں میں ہے، رہنے والے تھے، جونپور میں علوم ظاہری کی اور کالپی میں علوم باطنی کی تعلیم پائی، نقشبندی طریقہ کے بزرگ اور سنت کے متبع تھے، ۱۰۳۰ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۱۲۴ھ میں وفات پائی، تصوف اور فارسی ادبیات کی متعدد کتابوں کے شارح ہیں، ان کے جانشین ان کے بھتیجے، اور داماد شاہ خوب اللہ ہوئے، جو اپنے عہد کے مشہور عالم وصوفی ومؤرخ تھے فقہ وتصوف کے علاوہ وفیات الاعلام انکی سب سے اہم تصنیف ہے، جس میں علما اور مشائخ کے تذکرے ہیں۔ ۱۱۴۴ھ سالِ وفات ہے، اُن کے صاحبزادے شاہ محمد فاخر الہ آبادی ہیں، شاعر بھی تھے، زائر تخلص تھا، اپنے بڑے بھائی شیخ محمد طاہر سے تعلیم پائی، اکیس برس کے سن میں اپنے پدرِ بزرگوار کی جگہ بیٹھے، اٹھائیس[2] برس کے سن میں حج کے لئے گئے، اور مدینہ منورہ پہنچ کر شیخ محمد حیات سندھی سے حدیث کی تحصیل کی، دو حج کئے تھے، تیسرے حج کا ارادہ تھا کہ راہ میں برہان پور میں وفات پائی، ۱۱۶۴ھ تاریخ وفات ہے قرۃ العینین فی رفع الیدین، نور السنۃ اور درۃ التحقیق، ان کے مشہور رسالے ہیں، شاہ صاحب ممدوح غالباً اپنے ساتھ عرب سے صحیح مسلم کا ایک نسخہ لائے تھے، جو اُن کے مدرسہ میں موجود تھا، اس نسخہ کی نقل کتب خانۂ حبیب گنج میں ہے، شاہ محمد فاخر اور آزاد بلگرامی نے بھی شیخ محمد حیات سندھی سے مدینہ منورہ میں ایک ساتھ، استفادہ کیا تھا، اس لیے مآثر الکرام میں ان کا حال لکھا ہے[1]

مدراس میں علمِ حدیث

مدراس اور کرناٹک کا علاقہ اسلامی علم کے زیرِ سایہ بہت اخیر زمانہ میں یعنی عالمگیر کے عہد میں آیا، تاہم اس کا ساحلی حصہ مدت دراز سے عرب تاجروں کا جولانگاہ تھا، ملیبار میں اُن کی بڑی آبادی تھی، مصر اور عرب سے اُن کے براہِ راست بحری تعلقات تھے، اس بنا پر یہ بآسانی قیاس میں آسکتا ہے کہ یہاں علم حدیث مصر اور عرب کے راستہ سے براہِ راست داخل ہوا ہوگا، لیکن چونکہ اس دیار کی کوئی تاریخ موجود نہیں ہے، یا میرے پیش نظر نہیں ہے اس لئے کوئی تصریحی بات نہیں کہی جاسکتی، بہر حال عالمگیر کے بعد بارھویں صدی کے بیچ میں جب نظام دکن کی ملکی وسعت کے اندر کرناٹک کا علاقہ آیا اور ارکاٹ میں ایک اسلامی ریاست قائم ہوئی، تو اہلِ علم نے بھی ادھر کا رُخ کیا، اس عہد کے لوگوں میں شیخ محمد اسعد حنفی مکی قابلِ ذکر ہیں، شیخ مذکور شیخ تاج الدین مکی کے شاگرد تھے، شیخ عبداللہ ابن سالم مصری مکی نے ضیاء الساری کے نام سے صحیح بخاری کی جو شرح لکھی تھی، اس کا اصلی نسخہ شیخ اسعد نے اُن کے لڑکے سے خرید لیا تھا، اور اس کو لے کر وہ مدراس آئے تھے، علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے ارکاٹ میں وہ نسخہ اُن کے پاس دیکھا تھا، اس گرانقدر نسخہ کو ہندوستان آتے پر علامۂ موصوف نے شیخ کو ملامت کی اور کہا کہ اس گرانقدر خزانہ کو اسلامی مرکز سے اتنی دور سفر میں لے آنا مناسب نہ تھا، انہوں نے کہا کہ میری محبت نے گوارا نہ کیا کہ میں تھوڑی دیر کے لیے بھی اس کو اپنے سے جدا رکھوں یہ وہ زمانہ تھا جب نظام الدولہ ناصر جنگ (والیِ حیدر آباد دکن) اور فوج کے افغانوں کے درمیان کشمکش جاری تھی اور ارکاٹ میں فتنوں کا طوفان برپا تھا، اس بنا پر شیخ نے شرح بخاری کا یہ نسخہ اورنگ آباد دکن میں بھجوا دیا، اور وہ خود ناصر جنگ کی شہادت کے بعد مظفر جنگ کے ساتھ ۱۱۶۶ھ میں شہید ہوئے، میر آزاد لکھتے ہیں کہ وہ نسخہ اس وقت تک اورنگ آباد میں محفوظ ہے[2]، اب خدا جانے وہ کہاں ہو۔

---

[1] تفصیلی حالات کے لئے دیکھو مآثر الکرام ج دوم ص۲۱۰، وما بعد،

[2] الحطۃ فی اخبار الصحاح الستہ نواب صدیق حسن خان مرحوم ص۹۸۔

شیخ محمد اسعد کے متعلق میر آزاد لکھتے ہیں،

"در منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر بود"[۱]

آخر زمانہ میں شاہ محی الدین دیلوری المتوفی ۱۲۴۲ھ کے دم سے یہاں علم حدیث کی رونق ہوئی

شیخ نورالدین احمد آبادی گجراتی

اسی عہد کے ایک اور قابلِ ذکر بزرگ شیخ نورالدین احمد آبادی گجراتی ہیں، ۱۰۶۳ھ میں پیدا ہوئے، فارسی اپنی ماں سے پڑھی، عقلیات اخوند احمد سے حاصل کیں اور علومِ نقلی اور حدیث سید محمد ابوالمجید محبوب عالم سے پڑھیں، مولانا کے علم و فضل کا شہرہ اطراف ملک میں پھیلا تو طلبہ جوق در جوق آنے لگے، یہ دیکھ کر شیخ الاسلام خان صدر صوبہ گجرات نے بھی ایک لاکھ سے زیادہ کے صرف سے ہدایت بخش نام ایک مدرسہ قائم کیا، ۱۱۰۲ھ میں مدرسہ کی بنیاد پڑی، ۱۱۰۹ھ میں وہ پورا ہوا۔ ۱۱۴۳ھ میں مولانا نے حج ادا کیا۔ واپس آکر ۱۱۵۵ھ میں وفات پائی۔

تفسیر، علم کلام، منطق وغیرہ کی تصنیفات کے علاوہ نورالقاری کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی[۲]

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

ہندوستان کی یہ کیفیت تھی جب اسلام کا وہ اخترِ تاباں نمودار ہوا جس کو دنیا شاہ ولی اللہ دہلوی کے نام سے جانتی ہے، مغلیہ سلطنت کا آفتاب لبِ بام تھا، مسلمانوں میں رسوم و بدعات کا زور تھا، جھوٹے فقرا اور مشائخ جابجا اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے، مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق و حکمت کے ہنگاموں سے پُرشور تھا، فقہ و فتاویٰ کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیشِ نظر تھی، مسائلِ فقہ میں تحقیق و تدقیق سب سے بڑا مذہبی جرم تھا، عوام تو عوام خواص تک قرآن پاک کے معانی و مطالب اور احادیث کے احکام و ارشادات اور فقہ کے اسرار و مصالح سے بے خبر تھے۔

شاہ صاحب کا وجود اس عہد میں اہلِ ہند کے لئے ایک موہبتِ عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ تھا، شاہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک عالم کامل تھے معقولات میں میر زاہد کے بے واسطہ شاگرد تھے، شاہ صاحب نے علوم رسمیہ کا درس اپنے والد سے لیا، اور پندرہ برس کے سن میں تعلیم سے فراغت پائی، یہی وقت صبحِ سعادت کے ظہور کا تھا، تجددی نسبت اب تک ایک "مرد کامل" کی تلاش میں بے قرار تھی۔ شیخ افضل سہرندی مجددی دولت کے اس عہد میں وارث تھے، شاہ صاحب نے اُن سے حدیث پڑھی، ہندوستان میں جیسا کہ شاہ صاحب نے جزءِ لطیف میں لکھا ہے، مشکوٰۃ کا ایک حصہ اور صحیح بخاری اور شمائل ترمذی پڑھی، ابھی تک بطحا اور یثرب کے چشموں سے سیرابی باقی تھی، تیس برس کی عمر میں ۱۲۴۳ھ میں سرزمینِ عرب کی راہ لی، اور دو برس وہاں رہ کر شیخ ابوطاہر مدنی سے کتب حدیث کا درس لیا، اس وقت شیخ کی مجلس میں صحیح بخاری کا درس ہو رہا تھا۔ اس میں شریک ہوئے، صحاح ستہ اور موطا امام مالک، مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد کے اطراف ان کو سنائے۔ اور بقیہ کتابوں کی سند اُن سے حاصل کی[۳] دو برس کے بعد ۱۲۴۵ھ میں ہندوستان واپس آئے اور پورے تیس برس تک فیوض و برکات کا بادل اس علامہ روزگار کے زبان اور قلم سے ہندوستان کی زمین پر برستا رہا، ۱۲۷۶ھ میں وفات پائی۔

---

[۱] مآثر الکرام آزاد جلد دوم ص ۱۹۰ — [۲] تاریخ علمائے ہند ص ۲۴۸۔

[۳] ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان بحوالہ انسان العین مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔



روضۂ رسولؐ کی جالی پر قرآنی آیات کی مینا کاری

حضرت شاہ صاحب کے کارناموں کی تفصیل کے لیے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے، لیکن ہم نہایت اختصار کے ساتھ اہلِ ہند پر اُن کے علمی و دینی احسانات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ مغلیہ دربار پر ہمایوں سے لے کر اب تک تشیع کا رنگ غالب تھا، دربار میں ایرانی امرا کی کثرت ہمیشہ رہی، اور اس کا اثر نیچے تک بتدریج نمایاں تھا اور شاہ صاحب کے عہد میں تو لکھنؤ کی نوابی کے سبب سے مسلمانوں پر اور زیادہ اثر پڑ رہا تھا، علمائے اہلِ سنت میں اس اثر کے روکنے کی ہمت اور جرأت نہ تھی، حضرت مجدد الف ثانی جو اکبر اور جہانگیر کے عہد میں تھے، اُن کے مکتوبات اس غم و ماتم سے لبریز ہیں۔ حضرت شاہ صاحب پہلے شخص ہیں، جنھوں نے نہایت تحقیق، کدو کاوش اور نہایت سنجیدگی اور متانت سے اس کام کو انجام دیا اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جیسی عالمانہ اور محدثانہ کتاب تالیف کی جس میں سیکڑوں، ہزاروں حدیثوں کے ذریعے سے خلفائے راشدین کے مناقب و فضائل کے وہ رموز و نکات کھولے جو اب تک نہیں کھلے تھے۔

۲۔ عقائد و کلام کی بے سر و پا لغو تلقینات کا جن پر اب تک علمِ دین کا گویا مدار سمجھا جاتا تھا بھرم کھول کر رکھ دیا اور اُن کے مقابلہ میں کتاب و سنت کے اسرار و مصالح منظرِ عام پر لائے اور ہندوستان کے علما کو اُن کی سات سو برس کی غلط کاریوں پر متنبہ کیا۔

۳۔ قرآن پاک جو اصل میں اسلام کا مرکز و محور ہے اور جو ہندوستان میں اب تک صرف تبرکِ تلاوت کے لئے مخصوص تھا، اس کے فہم و تعلیم کی طرف لوگوں کو دعوت دی، تفسیر کے اصول لکھے، قرآن کا فارسی میں مختصر لغت لکھا۔ قرآن پاک کے درس کا حلقہ قائم کیا اور اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی کتاب بنایا۔

۴۔ عربی زبان کی واقفیت، قرآن و حدیث کے سمجھنے میں عام لوگوں کے لئے عائق تھی، اس کو دور کرنے کے لئے اپنے عہد کی علمی زبان فارسی میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور موطا کی فارسی میں شرح لکھی۔

۵۔ اب تک ہندوستان میں جو فقہ حنفی مروج تھی، وہ تمام تر فتاوی کی نقل در نقل کو راتہ تقلید تھی، اور ہر وہ کتاب جس کو کسی حنفی عالم نے پہلے لکھ دیا ہو، وہ استناد کے قابل سمجھی جاتی تھی اور خاص امام ابو حنیفہ کا مسلک بن جاتی تھی، شاہ صاحب نے اس تقلیدی فقہ کی جگہ تحقیقی فقہ کا رواج دیا، ہر مسئلہ میں وہ ہر امام و مجتہد کی مختلف رایوں اور اجتہادوں اور ان کی دلیلوں اور سندوں سے واقف تھے، وہ اُن میں باہم تطبیق یا ترجیح دیتے تھے، مجتہدین کے اختلافات کے اسباب بتائے، اجتہاد و تقلید کی تشریح کی اور کتاب و سنت کی اتباع و پیروی کی دعوتِ عام دی۔

۶۔ شاہ عبدالحق ؒ کی کوششوں کی تکمیل کی، تالیف و تحریر کے ذریعہ کتبِ حدیث کو عام کیا، حدیث کی اولیں اور صحیح ترین کتاب موطا امام مالک کی فارسی اور عربی میں مجتہدانہ دو شرحیں لکھیں، صحیح بخاری کے تراجم کی شرح کی اور "الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین" ایک رسالہ لکھا، فقہ و اسرارِ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔

۷۔ خود ہندوستان میں حدیث کے درس و تدریس کے باقاعدہ حلقے قائم کئے اور اُن کے بعد اُن کے تلامذہ نے تمام ملک میں پھیل کر اس فیض کو عام کیا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حسنِ نیت کا ثمرہ اُن کو یہ دیا کہ ان کو ایسی لائق اولادیں عطا کیں، جنھوں نے اپنے والد بزرگوار کے

ناتمام کاموں کی پوری تکمیل کی، اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ کو پیغام نبویؐ کے آوازہ سے معمور کر دیا، آج ہندوستان میں جہاں بھی قال قال رسول اللہ کی آواز سنائی دیتی ہے، وہ اسی خانوادۂ فضل و کمال کی خیر و برکت کی صدائے بازگشت ہے۔

شاہ صاحب کی اولاد امجاد

شاہ صاحب کی چار اولادیں تھیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ۔ شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ۔ اور شاہ عبدالغنیؒ، اُن میں سے شاہ عبدالغنیؒ نے بہت پہلے انتقال کیا، اور انہی کے صاحبزادے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہیں، ان بزرگوں نے اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد اپنا الگ الگ حلقۂ درس قائم کیا، ان میں سے ہر ایک کے حلقۂ درس سے بے شمار علماً کامل ہو کر اُٹھے، جن کی تفصیل اس مضمون میں مشکل ہے، تاہم صرف مشاہیر اور اکابر علماً کی مختصر فہرست دے دینی ضروری ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ

شاہ عبدالعزیزؒ نامور باپ کے نامور فرزند تھے ۱۱۵۹ھ میں پیدائش ہوئی، پندرہ سال کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی اور تمام علوم اپنے پدر بزرگوار سے پڑھے، اور اُن کے شروع کئے ہوئے کاموں کو آگے بڑھایا، درس و تدریس کا ہنگامہ برپا کیا، علم حدیث و سنت کو فروغ دیا، اور اہل تشیع کے رد میں تحفۂ اثنا عشریہ لکھی، قرآن کی فارسی میں تفسیر لکھی، محدثین اور کتب حدیث کے حال میں بستان المحدثین تالیف کی، اصول حدیث میں عجالہ نافعہ نام چھوٹا سا رسالہ لکھا ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی، اپنے بعد مشہور تلامذہ کا بڑا مجمع یادگار چھوڑا۔

شاہ رفیع الدینؒ

شاہ رفیع الدین صاحب نے اپنے پدر بزرگوار سے علم کی تحصیل کی، علم حدیث کا درس دیا، متعدد رسالے لکھے اور سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اب جبکہ فارسی کے بجائے اُردو زبان ملک کی زبان ہو رہی تھی، قرآن پاک کا تحت اللفظ ترجمہ اس خوبی سے کیا کہ آج بھی اس سے بہتر اور صحیح تر ترجمہ مشکل ہے، اس کارنامہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ اگر شاہ صاحب جیسے مقدس عالم اس کام کو اپنے وقت میں نہ کر گئے ہوتے، تو آج ہندوستان کے علماً ترکی و مصر کے علماً کی طرح وہم کی اس قید و بند میں گرفتار ہوتے، کہ آیا قرآن پاک کا دوسری زبان میں ترجمہ جائز بھی ہے یا نہیں، مگر بحمد اللہ کہ شاہ صاحب کے اس عمل خیر نے اس ہنگامہ کو ہندوستان میں ہمیشہ کے لئے فرو کر دیا، شاہ صاحب کے اس ترجمہ نے لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کو دین و ایمان کی راہ بتائی، ۱۲۴۹ھ میں یہ شمع ربانی گل ہوئی۔

شاہ عبدالقادرؒ

شاہ عبدالقادر صاحبؒ کو فقہ و تفسیر و حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا، قرآن کی اُردو میں موضح القرآن[1] کے نام سے تفسیر لکھی اور قرآن پاک کا ترجمہ کیا، حدیث کا درس جاری کیا، ۱۲۴۲ھ میں وفات پائی۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے تلامذہ

ان تینوں صاحبزادوں کے علاوہ شاہ صاحب کے فیض درس میں جو لوگ بیٹھے، اُن کے ناموں کو یک جا کرنا بہت مشکل ہے۔ تاہم چند نام تلاش سے ملتے ہیں۔ پٹنہ کے مشرقی کتب خانہ میں صحیح بخاری کا ایک نہایت اہم نسخہ ہے، جو شاہ صاحب کی درس گاہ میں زیر درس رہا ہے اور اس پر شاہ صاحب کے دست خاص سے ایک تحریر ہے۔ اور ایک تحریر شاہ صاحب کے اس شاگرد کی ہے، جس نے ان سے یہ نسخہ پڑھا، اس شاگرد کا نام محمد ابن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح بلگرامی الہ آبادی ہے، اس پر مولانا پیر محمد کے ہاتھ سے جو عربی عبارت ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے :۔

---

[1] تفسیر صرف سورۃ بقرکی آیت ۱۲۸ تک اور پارہ ۲۹، ۳۰ پر مشتمل ہے (ادارہ) [2] موضح قرآن تاریخی نام ہے۔ جس سے سال تصنیف ۱۲۰۵ھ برآمد ہوتا ہے لہٰذا موضح القرآن لکھنا درست نہیں (ادارہ)

"دلی میں جمنا کے کنارے جامع فیروزی میں چہار شنبہ کے دن بتاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ جامع صحیح امام بخاری شیخ محمد بن شیخ پیر محمد بن شیخ ابوالفتح عمری بلگرامی ثم الالہ آبادی کے ہاتھ سے تمام ہوئی، ساتھ ہی شروع سے آخر تک اس کی قرأت بھی شیخ ولی اللہ عمری کے درس میں تمام ہوئی۔"

پھر اس پر شاہ صاحب کے دستِ مبارک سے عربی میں بخاری تک، ان کی اپنی سند اور اجازت درج ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے درس میں کیا کیا کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، فرماتے ہیں:-

"شیخ محمد بن شیخ پیر محمد بن شیخ ابوالفتح عمری نسباً بلگرامی اصلاً، الہ آبادی مولداً نے صحیح بخاری مجھ سے پڑھی، خواجہ محمد امین پڑھتے تھے، اور وہ سنتے تھے، نیز بقیہ کتب صحاح ستہ کے اطراف مجھ سے پڑھے۔ اور موطا امام مالک اور مسند دارمی اور مشکوٰۃ کے کچھ حصے پڑھے، اور میں نے اُن کو، ان کی اجازت دی، میں نے یہ اجازت و سند شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی سے حاصل کی، اس کو ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین بن معظم بن منصور ابن احمد بن محمود نے اپنے ہاتھ سے لکھا، جو نسباً عمری وطناً دہلوی، عقیدۃً اشعری، طریقۃً صوفی، عملاً حنفی اور تدریساً حنفی و شافعی اور تفسیر و حدیث و فقہ و عربیت اور کلام کا خادم ہے۔ سہ شنبہ ۲۴ شوال ۱۱۵۹ھ"

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب کی یہ عبارت ہے:-

"ایں خط والد بزرگوار است بے شبہ کتبہ الفقیر محمد رفیع"

اس نسخہ پر ایک اور عبارت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ عالم بادشاہ کے حکم سے ۱۱۸۴ھ میں محمد نامی کسی عالم نے اس میں شروع سے آخر تک اعراب لگائے اور کسی مصحح نسخہ سے اس کا مقابلہ کیا[1]

خواجہ محمد امین جن کا شاہ صاحب کی اس تحریر میں ذکر ہے۔ شاہ صاحب کے مخصوص شاگردوں اور مریدوں میں ہیں، شاہ صاحب کے تلامذہ میں ایک بزرگ مولانا رفیع الدین مراد آبادی ہیں، مولانا رفیع الدین نے شاہ صاحب کے علاوہ شیخ محمد حیات سندھی کے شاگرد مولانا خیرالدین سورتی سے بھی حدیث پڑھی، امام نووی کی اربعین کی شرح لکھی اور اپنے سفرِ حج کے حالات میں فارسی میں ایک رسالہ لکھا ہے[2]

کشمیر کے ایک اور بزرگ شاہ محمد عاشق پھلتی معروف بہ بابا محمد عثمان کشمیری ابن شیخ محمد فاروق شاہ صاحب کے تلامذہ میں ہیں، حدیث اور فقہ کا درس شاہ صاحب سے حاصل کیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ

شاہ ولی اللہ صاحب کے فیض کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب کے ذریعہ عام کیا، بہت سے مشاہیر علماء اور علم حدیث کے ماہر، ان کے حلقۂ درس سے پیدا ہوئے، جن میں قابلِ ذکر خود شاہ صاحب

---

[1] مولانا رفیع الدین صاحب کے حال کے لیے دیکھو تذکرۂ علمائے ہند، ص ۶۶۔

[2] ایضاً۔

کے داماد مولانا عبدالحئی اور بھتیجے مولانا اسماعیل شہید اور نواسے شاہ محمد یعقوب اور شاہ محمد اسحاق صاحب اور اُن کے علاوہ حسبِ ذیل اصحاب ہیں:
مرزا حسن علی محدث لکھنوی، مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی، مولانا سلامت اللہ بدایونی کانپوری، مولانا روف احمد مجددی مصطفیٰ آبادی، مفتی صدر الدین خان دہلوی، سید قطب الہدیٰ رائے بریلوی، مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا خرم علی صاحب بلہوری وغیرہ۔
پھر ان میں سے ہر ایک کے سیکڑوں شاگرد پیدا ہوئے۔

شاہ رفیع الدین کے تلامذہ

ایک تو خود شاہ رفیع الدین صاحب کے صاحبزادہ شاہ مخصوص اللہ المتوفی ۱۲۷۳ھ؛ دوسرے مولانا رشید الدین خان دہلوی المتوفی ۱۲۴۹ھ۔ اور تیسرے شاہ ابوسعید صاحب عمری، مجددی دہلوی المتوفی ۱۲۴۹ھ۔

شاہ عبدالقادر صاحب کے تلامذہ

مفتی صدر الدین خاں اور مولانا فضل حق خیر آبادی۔

دلی کے دو چراغ

شاہ عبدالعزیز صاحب کے بعد علمِ حدیث کے دو چراغ روشن ہوئے۔ ایک شاہ صاحب کے نواسہ مولانا شاہ اسحاق صاحب اور دوسرے شاہ ابوسعید صاحب کے صاحبزادہ شاہ عبدالغنی صاحب مجددی۔
اس موقع پر ایک فرق سمجھ لیجئے، یہ شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور اُن کے والد شاہ ابوسعید صاحب مجددی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے ان کا کوئی نسلی اتصال نہیں ہے۔
اس خاندان کے تلامذہ ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے، لکھنؤ میں علمِ حدیث کا جو فیض پہنچا وہ بھی اس خانوادہ علم و کمال کا مرہونِ منت ہے۔

مرزا حسن علی محدث لکھنوی

سب سے زیادہ لکھنؤ میں جن بزرگ نے اس فیض کو عام کیا اور خود فرنگی محل تک نے اُن سے رجوع کیا، وہ مرزا حسن علی محدث لکھنوی ہیں، اس نام کے اس وقت لکھنؤ میں دو بزرگ تھے، ایک محلہ یحییٰ گنج میں رہتے تھے اور دوسرے محمود نگر میں رہتے تھے، پہلے صغیر اور دوسرے کبیر کہلاتے تھے۔ یہاں مقصود یحییٰ گنج کے مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے اور لکھنؤ آکر علم حدیث کی ترویج و تدریس میں کوشاں رہے اور سیکڑوں آدمیوں نے اُن سے حدیث کی کتابیں پڑھیں، علمائے فرنگی محل نے بھی اُن سے علمِ حدیث کا فیض حاصل کیا، اور اسی وقت سے لکھنؤ کی درسگاہوں میں علمِ حدیث کا رواج ہوا، نصیر الدین حیدر کی سلطنت میں ۱۲۲۶ھ میں وفات پائی[1] ان کے ایک شاگرد مولانا محمد علی صدر پوری ملیح آبادی ہیں، جو اخیر میں نواب ٹونک کے ملازم ہو گئے تھے، توحید و سُنّت کی اشاعت اور رسوم و بدعات کے ابطال میں بڑی کوشش کی۔

مولانا حسین احمد ملیح آبادی

ان کے والد سرہند سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے ملیح آباد جاکر آباد ہو گئے، مولانا کی پیدائش یہیں ہوئی، مرزا حسن علی لکھنوی۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شیخ عمر محدث مکّی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں، اُن کا ایک رسالہ جواز قرأت خلف الامام مشہور رہے، مولانا شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی نے اُن سے حدیث پڑھی تھی، ۱۲۷۵ھ میں وفات پائی[2]

---

[1] تذکرہ علمائے ہند ص ۴۸ – [2] ایضاً ص ۵۰۔

شاہ محمد اسحاق اللہ تعالیٰ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی، تمام بڑے بڑے علماء اُن کے شاگرد تھے چند رسالے بھی اُن کی تصنیف ہیں، غدر کے بعد مکہ معظمہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے، اور وہاں بھی یہ سلسلۂ فیض جاری رہا، آخر وہیں ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی، اُن کے تلامذہ میں مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، نواب صدر الدین خاں دہلوی نواب قطب الدین خاں جنہوں نے کتب حدیث کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، مولانا سید نذیر حسین صاحب (بہاری) دہلوی مولانا عالم علی صاحب مراد آبادی، شیخ محمد صاحب تھانوی، مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی، مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی ہیں۔

شاہ عبدالغنی صاحب مجددی شاہ صاحب نے موطا اپنے والد مولانا شاہ ابو سعید صاحب سے پڑھی، مشکوٰۃ شاہ رفیع الدین صاحب کے صاحبزادے شاہ مخصوص اللہ صاحب سے، اور بقیہ کتابیں شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھیں،

شاہ صاحب کی مجلس درس میں وہی پڑھتے تھے، سنن ابن ماجہ پر ان کا حاشیہ ہے، جس کا نام انجاح الحاجہ ہے، چھپ چکا ہے، انگریزی تسلط کے بعد انہوں نے بھی ہجرت کی تھی، پہلے مکہ معظمہ میں رہے، پھر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی، اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں بزرگوں پر یہ برکت عطا فرمائی کہ تمام دنیائے اسلام اُن کی زیر بار احسان ہو گئی، اور جہاں بھی کوئی قال قال رسول اللہ کہتا ہے، ان دونوں بزرگوں میں سے ایک کا واسطہ ضرور ہوتا ہے، حرمین کے تمام علماء نے ان کے حلقۂ درس سے فیض پایا، اور آج مدینہ منورہ میں جو سلسلہ سب سے زیادہ قلیل الوسائط لیکن کثیر البرکت ہے۔ وہ انہی دونوں بزرگوں خصوصاً حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے اسناد و اثبات الیانع الجنی فی اسناد الشاہ عبدالغنی چھپ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا کتنا شکر ادا کیا جائے کہ پچھلے سفر حج (۱۳۴۴ھ) میں شیخ عمری مغربی کے واسطہ سے اس سلسلہ کی سند اس گنہگار کو بھی عطا ہوئی۔

شاہ عبدالغنی صاحب کے تلامذہ شاہ عبدالغنی صاحب کے تلامذہ اور مستفیدین کی فہرست حد شمار سے باہر ہے لیکن ان میں سے دو صاحب سلسلہ بزرگ سب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ان دونوں بزرگوں کے فیوض و برکات عالم آشکارا ہیں، اور آج بھی ہمارے سامنے ہیں، ان کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے تلامذہ مولانا عبدالحیٔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد اور شاگرد خاص اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید شاہ صاحب کے بھتیجے اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے تھے، ان دونوں بزرگوں نے بھی درس و تدریس کی خدمت انجام دی لیکن زبان و قلم سے آگے بڑھ کر اپنے زور بازو سے بھی کتاب و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کے رد کی کوشش کی، بنگال سے لے کر افغانستان کی سرحد تک کا دورہ کیا، وعظ و نصیحت کی، مناظرے کئے، جمعہ و جماعت کا اہتمام کیا، رسوم کا ابطال کیا، لوگوں کو جہاد کی دعوت دی، اور ان مہمات کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا مولانا سخاوت علی صاحب جونپوری (جد بزرگوار مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب جونپوری) نے ان ہی دونوں بزرگوں کے آغوش درس میں تعلیم پائی۔

مولانا سخاوت علی صاحب جونپوری مولانا سخاوت علی کچھ دنوں نواب ذوالفقار خاں رئیس باندہ کے مدرسہ میں مدرس تھے، جونپور آکر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، بہار و جونپور و اعظم گڈھ و بنارس سے بکثرت

طلبہ اُن کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور اُن کے ذریعے سے قدیم جاہلانہ رسوم کے ابطال اور مذہبی شعائر کے اجراء میں بڑی مدد ملی، مشکوٰۃ کے طرز پر مولانا نے القویم فی احادیث النبی الکریم ایک مفید کتاب لکھی، جو یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں (ٹونک) کے ایماء سے ۱۳۱۳ھ میں مطبع صدیقی بنارس میں چھپی، حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے، اور وہیں ۱۲۷۴ھ میں وفات پائی، اُن کے مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں۔ مولانا کرامت علی جونپوری، خواجہ احمد نصیر آبادی، مولانا رجب علی جونپوری، مولانا محمد شریف جونپوری، ملّا غلام محمد جگدیش پوری۔ مولوی شیخ محمد محیلی شہری، مولانا محمد عمر غازی پوری، مولانا غلام جیلانی غازی پوری، مولانا فیض اللہ مئوی اعظم گڈھی، مولوی رحیم اللہ صاحب ساکن بستی۔ مولانا سید یعقوب صاحب دیسنوی بہاری اور مولانا سید مصطفےٰ نثیر صاحب دیسنوی بہاری مدرس مدرسہ خانقاہ[1] (سہسرام)

فرنگی محل اور علم حدیث

لکھنؤ میں فرنگی محل کا علمی مرکز عالمگیر کے عہد میں قائم ہوا، ملّا قطب الدین اور ملّا نظام الدین رحمہا اللہ کے عہد سے لے کر مولانا عبد الحلیم رحمۃ اللہ علیہ تک اس خانوادۂ فضل وکمال کی علمی کوششوں کا جولانگاہ، منطق اور اصول کی کتابیں رہیں اور تعجب ہے کہ اس قدر طویل زمانہ تک ہندوستان کی یہ مشرقی درس گاہ حدیث کے ترانۂ قدس سے نا آشنا رہی بزرگوں سے جو کچھ سنا ہے، وہ یہ ہے کہ درس نظامی میں صرف مشکوٰۃ داخل تھی، اور وہی پڑھائی جاتی تھی۔ یہ بھی سُنا ہے کہ فرنگی محل میں صحیح بخاری کے پندرہ پارے موجود تھے، مگر وہ صرف تبرکاً رکھے رہتے تھے۔

ملّا نظام الدین

بہر حال فرنگی محل کی درس گاہ ایک مدت تک کتب صحاح کے درس سے خالی رہی اور صرف کسی مختصر مجموعۂ حدیث پر قناعت کی گئی، حضرت ملّا نظام الدین کی ایک تصنیف اُن کے پیر و مرشد حضرت سید عبد الرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں مناقب رزاقیہ کے نام سے ہے، اس میں ایک موقع پر یہ واقعہ درج ہے کہ ایک دفعہ سید صاحب نے جو آتی تھے۔ پوچھا کہ تیمم کا طریقہ کیا ہے، لوگوں نے حنفی طریقے سے بتایا، اس پر سید صاحب نے فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے۔ (کشف سے) کہ اگر صرف منہ اور گٹّوں تک ہاتھوں کا مسح کر لیا جائے، تو کافی ہے۔ حاضرین نے انکار کیا۔ ملّا صاحب اس موقع پر فرماتے ہیں:-

"اختلاف است فقہارا کہ در تیمم استیعاب ذراع یا یہ بند دست کفایت دارد حضرت امام اعظم و صاحبیہ رحمہم اللہ برادّل است، و امام شافعی بقول قدیم و جماعتہ بر ثانی و اکثر احادیث صحاح مؤید قول امام شافعی وغیرہ است (ص ۱۹)

مولانا بحر العلوم

علمائے فرنگی محل میں سب سے پہلی ہستی جس کی تصنیفات کتب حدیث کے حوالوں سے لبریز ہیں، وہ مولانا عبد العلی بحر العلوم خلف الصدق ملّا نظام الدین کی ذات ہے، مگر یہ بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ اُن کو حدیث کی کتابوں کی باقاعدہ سند حاصل نہ تھی اور اس کا کہیں ذکر ان کے حالات وتصنیفات میں نہیں ملتا، بلکہ علوم کی فراغت کے بعد انہوں نے محدثین کی کتابیں پڑھ کر اس فیض

---

[1] تذکرہ علمائے ہند صہ ۶۹، ۷۰۔

کو از خود حاصل کیا تھا۔

متعدد طریقوں سے یہ روایت سنی ہے کہ مولانا عبدالعلی (بحر العلوم) کی جب عقلی تصنیفات دلّی میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں پہونچیں، تو حضرت شاہ صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ دینیات سے کورے ہیں، یہ سن کر مولانا عبدالعلی نے فقہ میں ارکانِ اربعہ لکھ کر بھیجی جس میں محققانہ مسائل پر بحث اور احادیث کے حوالے ہیں، اس کو دیکھ کر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اخاہ! مُلّا عبدالعلی تو بحر العلوم ہیں، ایک کاملِ وقت کی زبان سے جو لفظ نکلا، وہ چار دانگِ عالم میں پھیل گیا، اور اتنا مقبول ہوا کہ لوگ بحر العلوم کی شہرت کے مقابلہ میں عبدالعلی نام تو بھول گئے اور زبانوں پر بحر العلوم رہ گیا۔

مولانا بحر العلوم کی دو تصنیفات ارکانِ اربعہ فقہ میں اور فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت اصول میں ایسی کتابیں ہیں جن میں احادیث ودرکتبِ احادیث کے حوالے بکثرت ہیں، یہاں پر دو باتیں قابلِ بحث ہیں۔ مولانا کو یہ کتابیں کہاں ملیں اور ان میں سے اصلاً کون کون کتابیں ہیں۔

پہلی بات کے متعلق یقینی ہے کہ لکھنؤ کے قیام کے زمانہ میں یعنی ۱۱۷۲ھ یا ۱۱۷۳ھ تک جب مولانا کی عمر ستائیس اٹھائیس سال کی تھی، یہ کتابیں نہیں لکھی گئیں اور نہ لکھنؤ میں تالیف پائیں۔ فواتح الرحموت کا نام تو تاریخی ہے۔ جس سے ۱۱۸۰ھ نکلتے ہیں، یہ زمانہ غالباً مولانا کے شاہجہانپور یا رامپور کے قیام کا ہے، کیونکہ بوہار (بنگال) کا مدرسہ اور کتب خانہ بہت بعد یعنی ۱۲۸۹ھ میں قائم ہوا، اور مولانا کا قیام یہاں ۱۲۸۹ھ کے بعد ہی سے ہوا، اغصانِ اربعہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ مولانا کی اکثر تصنیفات شاہجہان پور ہی کے زمانۂ قیام میں تالیف پائی ہیں؛ اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ نواب شاہجہان پور حافظ الملک رحمت خان نے ایک بڑا کتب خانہ بھی فراہم کیا تھا اور یہ سرمایہ بعد کو رام پور میں منتقل ہوا، ان وجوہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا بحر العلوم کو اسی کتب خانہ میں کتابیں ملیں۔

دوسرے سوال کا جواب کچھ زیادہ اہم نہیں، ارکانِ اربعہ میں جو کچھ ہے اُس کا ماخذ دو کتابیں ہیں۔ اس کی اصل بنیاد تو علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر (شرح ہدایہ) پر ہے۔ فتح القدیر میں تمام کتبِ حدیث کے اقتباسات اور حوالے موجود ہیں اور انہی کے مباحث اور حوالے کا خلاصہ ارکانِ اربعہ ہے، اس کے علاوہ دوسرا ماخذ مختلف احادیث کا ایک مشہور مجموعہ جامع الاصول ہے، جس کا مولانا نے بارہا اس میں حوالہ دیا ہے اور اسی سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

فواتح الرحموت کی تصنیف کے وقت مولانا کے سرمایہ میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ اس وقت ابن ہمام کی فتح القدیر اور تحریر فی الاصول کے علاوہ ابن حجر اور سیوطی کی کتابیں بھی اُن کو مل گئی تھیں، چنانچہ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری اور جلال الدین سیوطی کی تفسیر درمنثور اور الاتقان فی علوم القرآن کے حوالے بکثرت ان کی اس کتاب میں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ سیوطی کی یہ دونوں کتابیں ہندوستان اس زمانہ میں پہنچ چکی تھیں، میر غلام علی آزاد کی تالیفات میں بھی ان دونوں کتابوں کے حوالے ہیں۔

تفسیر دُرِّ منثور اور اتقان گو قرآن پاک سے متعلق ہیں۔ مگر اُن کی تمام تر بنیاد احادیث اور روایات پر ہے، اور ان میں نہ صرف

ملہ یہ واقعہ تھوڑے تغیر کے ساتھ تذکرہ علمائے فرنگی محل میں موجود ہے، ص ۱۴۰، ۱۴۱۔

صحاح ستہ کی حدیثیں بلکہ دوسری نادر کتبِ حدیث کی روایتیں بھی ہیں، اس بنا پر ان دونوں کتابوں میں حدیث کی تمام کتابوں سے روایتیں آ گئی ہیں، مولانا بحر العلوم ان ضمنی روایتوں کو نہایت خوبی کے ساتھ اپنے کام میں لاتے ہیں، اس طریقہ سے اُن کی تصنیف فواتح الرحموت میں حسبِ ذیل کتبِ حدیث کے نام اور حوالے ملتے ہیں اور اُن کی روایتیں بعینہٖ درج ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی سنن ابی داؤد، موطائے امام مالک، حاکم، بزاز، ابن حبان، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق، بیہقی، رسالہ سیوطی فی احادیث روایا الصحابہ عن التابعین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شرح مشکوٰۃ فارسی بھی اُن کے مطالعہ میں تھی۔ جس کا ذکر اسی کتاب میں جرح و تعدیل کے مسئلہ کے ضمن میں ہے اور خبرِ واحد کے مسئلہ میں بھی شیخ کا حوالہ دیا ہے، ان کے علاوہ تفاسیر بالدرایۃ اور شروحِ حدیث میں سے حسبِ ذیل کتابوں کے حوالے ہیں، معالم التنزیل بغوی، دُرِ منثور سیوطی، فتح الباری، حافظ ابنِ حجر، متاخر محدثین میں ابنِ ہمام (صاحبِ فتح القدیر والتحریر) اور ابنِ تیمیہ کے نام بھی آئے ہیں۔

کتبِ حدیث اور ان کی روایتوں کے حوالے جس طرح فواتح الرحموت میں آئے ہیں، اُن سے بالیقین معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم مولانا کے مطالعہ میں تھی اور دیگر کتبِ حدیث کی روایتیں بالواسطہ اور زیادہ تر درِ منثور اور اتقان سے ماخوذ ہیں اور مولانا نے اکثر خود اس واسطہ کا ذکر کر دیا ہے۔

مُلّا مبین مولانا بحر العلوم کے علاوہ فرنگی محل کے علمائے متقدمین میں دو بزرگوں کے نام ہم کو اور ملے ہیں، ایک مُلّا مبین ہیں، جن کے حال میں اغصانِ اربعہ کے مصنف نے لکھا ہے۔

"واحادیث بسیار حفظ داشت، چنانچہ ہنگامِ وعظ، ترجمہ ہزاراں احادیث بزبان می آورد" (ص ۱۸)

اہل بیت کے مناقب اور اسمائے الٰہی کی شرح میں اُن کے دو رسالے ہیں، ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

مُلّا حیدر مُلّا مبین کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد حیدر صاحب غالباً اس خاندان میں پہلے شخص ہیں، جنھوں نے عرب جا کر اس فن کی سند حاصل کی، ۱۲۴۰ھ میں وہ حج کے لئے روانہ ہوئے، دو مہینے مکہ معظمہ میں اور کچھ مہینے مدینہ منورہ میں رہے، مکہ معظمہ میں سید یوسف بطاح یمنی اور شیخ مُلّا عمر مکی سے صحیحین کی تحصیل کی اور مدینہ منورہ جا کر، وہاں کے شیوخ سے تکمیل کی اور بعد کو پھر مکہ معظمہ میں آ کر قیام کیا، عرب سے واپس آ کر حیدر آباد گئے اور وہیں رہ گئے[1]

مولانا عبدالرزاق تیسرے بزرگ مولانا شاہ عبدالرزاق ہیں، حدیث کی کتابیں انہوں نے اپنے خاندان سے باہر مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی اور مرزا حسن علی مرحوم محدث لکھنوی (تلامذہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی) سے پڑھیں، اور پھر اپنے استاد ول کے ساتھ مل کر حدیث کی تمام کتابیں شیخ محمد محسن مدنی سے اس طرح پڑھیں کہ وہ قرأت کرتے تھے اور بہت سے علماء سماعت کرتے تھے، ۱۲۵۴ھ میں فراغت حاصل کی۔

مولانا شاہ عبدالرزاق مرحوم کے دونوں صاحبزادوں، مولانا عبدالباسط اور مولانا حافظ عبدالوہاب نے اپنے والد ماجد سے

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھو اغصانِ اربعہ ص ۱۸ و مابعد

حدیث پڑھی۔[1]

مولانا عبدالحلیم

علمائے فرنگی محل میں علمِ حدیث کے درس و تدریس کا باقاعدہ نظام مولانا عبدالحلیم (والد بزرگوار مولانا عبدالحئی) کے زمانہ سے شروع ہوا، مولانا عبدالحلیم نے مفتی محمد یوسف مرحوم اور دیگر علمائے فرنگی محل سے علوم درسیہ کی تکمیل کی ۱۲۶۱ھ میں نواب ذوالفقار بہادر رئیس باندا (بندیل کھنڈ) کے مدرسہ میں مدرس ہوئے، پھر اپنے استاد مفتی محمد یوسف صاحب مرحوم فرنگی محل کی جگہ پر جونپور کے مدرسہ امامیہ حنفیہ کے مدرس ہوئے، ۱۲۷۷ھ میں نواب سالار جنگ کی طلب پر حیدر آباد گئے اور وہاں کے مدرسہ نظامیہ کے مدرس ہوئے۔ ۱۲۷۹ھ میں حرمین محترمین کی زیارت کے لیے گئے، اور وہاں کے علماً اور شیوخ سے کتب حدیث کی سند حاصل کی، جن میں سب سے پہلے نام احمد بن زینی دحلان شافعی کا ہے۔ نیز شیخ محمد جمال حنفی، محمد بن محمد العرب الشافعی مدرس مسجد نبوی اور مولانا شاہ عبدالغنی مجددی وغیرہ سے فیوض و برکات اور اجازت و سند حاصل کی منطق و فلسفہ و کلام و اصول کے علاوہ حدیث و سیر و فقہ کے مسائل پر رسالے لکھے، مثلاً نور الایمان فی آثار حبیب الرحمٰن، برکات الحرمین، خیر الکلام فی مسائل الصیام، القاد المصابیح فی صلاۃ التراویح، الاسمأ فی تحقیق الدعا غایۃ الکلام فی بیان الحلال والحرام القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل و السنن، عمدۃ التحریر فی مسائل اللون واللباس والحریر۔

۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔[2]

مولانا محمد نعیم صاحب

یہ مولانا بحر العلوم کے پوتے اور مولانا عبدالحلیم صاحب کے صاحبزادے تھے، اپنے والد ہی سے تعلیم پائی، نہایت متقی اور زاہد تھے اور بزرگانِ سلف کی زندہ یادگار تھے، تعلیم سے فراغت پاکر عرب گئے اور وہاں سے سند پائی، حدیث و فقہ کی کتابوں کا درس دیتے تھے، تیرھویں صدی کے اخیر اور چودھویں صدی کے شروع میں درس و افادہ میں مشغول تھے، بہت سے علماً نے ظاہر و باطن میں آپ سے استفادہ کیا، منجملہ اوروں کے مولٰنا سید عبدالحئی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماٗ بھی تھے۔

مولانا سید عبدالحئی صاحب مرحوم مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ مولانا محمد نعیم صاحب کو حدیث کی کتابوں کا اتنا شوق تھا کہ جب امام طحاوی کی شرح معانی الآثار شروع شروع چھپ کر آئی ہے تو اس کے دام زیادہ تھے اور مولانا کے پاس روپے نہ تھے، تو انہوں نے اپنا ایک مملوکہ مکان خاص اس کام کے لئے بیچا اور اس کی قیمت میں سے یہ کتاب خرید کر منگوائی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا عبدالحئی

فرنگی محل میں علم حدیث کی معراج کمال مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں ہوئی، تعلیم اپنے والد مولانا عبدالحلیم سے پائی تھی، ساتھ ہی دو مرتبہ حجاز جا کر وہاں کے علماً اور شیوخ سے سندیں حاصل کیں، پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ۱۲۷۹ھ میں اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۲ھ میں سید احمد دحلان اور شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدینہ سے حاصل کیں، مرحوم نے گو عمر بہت کم پائی۔ ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۲ سال کی عمر میں علوم کی تکمیل کی، اور ۱۳۰۴ھ میں وفات پائی۔ کل چالیس[40] برس کی عمر ملی۔ مگر اسی مختصر زمانہ میں مرحوم کے درس و تدریس، تالیف و تصنیف اور تحقیق و تدقیق کے آوازہ سے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیائے اسلام گونج اٹھی۔ اطراف و دیار سے علم کے طالب آپ کے آستانہ پر جمع ہوئے، معقول و منقول کا یہ مجمع البحرین زندگی کے آخری لمحہ

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھو اغصان اربعہ ص ۱۰۷۔ [2] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۱۲، ۱۱۳۔

تک موجیں مارتا رہا، دوسرے علوم و فنون کے ساتھ تمام کتبِ حدیث کا درس بکمالِ تحقیق آپ کی درس گاہ میں ہوتا تھا، پورب اور بہار کے طلبہ زیادہ تر اس فیض سے سیراب ہوئے، حدیث اور متعلقاتِ حدیث کی متعدد نادر کتابیں اپنے مقدمہ اور تحشیہ کے ساتھ شائع کیں۔ حدیث اور فقہ حنفی کی جامعیت کے ساتھ بیسیوں رسالے لکھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ہر طرف ملک میں ایک نئے مسلک عدم تقلید کا چرچا تھا اور ملک میں جگہ جگہ علم حدیث کے حلقہ ہائے درس قائم تھے بھوپال اور دہلی میں علمائے اہل حدیث کا مجمع تھا، رسالوں پر رسالے نکل رہے تھے، ادھر لکھنؤ میں اُن کے مقابلہ میں مولانا عبد الحیؒ کی ہستی تھی، نواب صدیق حسن خاں مرحوم اس زمانہ میں اہل حدیث کے امام اور مولانا عبد الحیؒ احناف کے سرگروہ تھے، طرفین نے خوب دادِ تحقیق دی،

متونِ کتب میں سے مولانا نے مسند امام ابو حنیفہ، موطا امام محمد، کتاب الآثار امام محمد پر مقدمہ اور حاشیہ لکھا، اور ان کو چھپوا کر شائع کیا، متعلقات حدیث میں سے موضوعات سیوطی المقاصد الحسنہ امام سخاوی اور فتح المغیث فی اصول الحدیث اور میزان الاعتدال وغیرہ کتابیں اُن کے اشارہ سے اُن کے متوسلین اور تلامذہ نے شائع کیں۔

کتابوں کے تحشیہ اور اشاعت میں مولانا کو جو اہتمام تھا، اس میں دو باتیں خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں، سب سے پہلی بات مقدمہ نگاری کی ایجاد ہے، مولانا سے پہلے کسی شارح یا محشی نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی، یورپ میں قلمی کتابوں کو اڈٹ کرنے کی جو اہمیت حاصل ہے اور جس طرح وہ مختلف نسخوں کی فراہمی، مقابلہ اور تصحیح اور ساتھ ہی مصنف اور تصنیف کے متعلق ہر قسم کے معلومات مقدمہ میں فراہم کرتے ہیں، مولانا نے علمائے یورپ کے طریق کار کے علم سے پہلے ہی اس اہم کام کی طرف توجہ کی، اور بالکل اسی طریق پر، بلکہ اس سے بہتر طریقہ پر اس کام کو انجام دیا، جس کتاب کو شائع کیا، اس کے مختلف نسخوں کو فراہم اور اُن کا مقابلہ کر کے ایک صحیح نسخہ ترتیب دیا، پھر اس پر حواشی لکھے، شروع میں ایک مقدمہ لکھا، جس میں ماتن، شارح اور اس کے دیگر شارحین کے حالات لکھے، اس کی کتاب اور اس فن کی دوسری کتابوں کے حالات ذکر کئے، اور اُس فن کی جس میں یہ کتاب تھی تاریخ لکھی۔

دوسری قابلِ ذکر بات کتابوں کی صحت ہے، حیرت ہوتی ہے کہ عربی کی ضخیم کتابیں اور اُن پر باریک حاشیے اور اُن کی تصحیح اس طرح کی جاتی تھی کہ اگر یہ دعویٰ کیا جائے، تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اُن کی خاص شائع کردہ کتابوں میں ایک نقطہ کی بھی غلطی نہیں ہے، آج جب کہ مطابع اور کتابوں کی چھپائی اور اشاعت کا یہ عالم اور اس قدر اہتمام ہے۔ تاہم وہ صحت اردو کی کتابوں میں بھی نہیں ہوتی،

صحت کے معاملہ میں مولانا کے ساتھ غالباً اُن کے معتقد مولانا خادم حسین صاحب عظیم آبادی اور مولانا عبد العلی آسی مدراسی کے اہتمام کو بھی دخل تھا۔

مولانا کے تلامذہ میں اس فن کے بڑے بڑے ماہرین پیدا ہوئے، جن میں قابل ذکر مولانا ظہیر احسن، شوق نیموی صاحب آثار السنن، مولوی حکیم عبد الباری صاحب عظیم آبادی، مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی مولانا قادر بخش سہسرامی، حافظ الحدیث مولانا عبد الغفور رمضان پوری بہاری، مولانا عبد الکریم پنجابی، مولانا سید ظہور الاسلام صاحب فتح پوری وغیرہ وہ علماء کبار ہیں، جنہوں نے

ملک کے ہر گوشہ میں پہونچ کر علم و فن کی خدمت کی، میرے علم میں اس وقت مولانا کے وسیع حلقۂ تلامذہ سے صرف دو بزرگوار پچھلی بزم کی شمع یادگار ہیں، مولانا ابو الفضل محمد حفیظ اللہ صاحب مدرس اعلیٰ دار العلوم ندوۃ العلماء اور مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی اور کیونکر کہوں کہ اس سرگشتۂ وادی جہالت کو بھی بیک واسطہ (استاذنا مولانا محمد حفیظ اللہ صاحب کے واسطہ سے) اس بزم اقدس کی صفِ نعال میں جگہ حاصل ہے۔

مولانا عبد الباری صاحب مرحوم سب سے آخر میں فرنگی محل کے علم و فضل کا دائرہ جناب مولانا عبد الباری کے نقطۂ کمال میں سمٹ کر آگیا تھا، مرحوم نے فرنگی محل میں جناب مولانا عین القضاۃ صاحب شاگرد مولانا عبد الحئی صاحب فرنگی محلی سے کتابیں پڑھیں اور اس کے بعد عرب جا کر علم حدیث کی تکمیل کی اور مدینہ منورہ میں قیام فرما کر شاہ عبد الغنی مجددی کے تلامذہ میں سید محمد علی اتری اور شیخ رحمت اللہ سے سندیں حاصل کیں مرحوم کو در اصل فقہ حنفی کے ساتھ والہانہ شغف تھا اور اس کی نادر اور حنفی اماموں کی اصل کتابوں کا بڑا شوق تھا، اور ساتھ ہی ایسی حدیثوں کی بھی اُن کو بڑی تلاش رہتی تھی، جن سے کسی حنفی مسلک کی تائید ہوتی ہو، مولانا کے یہاں جب جانا ہوتا، اور ملنا ہوتا، تو ان عنوانات پر گفتگو ضرور ہوتی، حدیث و فقہ کی نادر قلمی کتابوں کی بہم رسانی کا بھی انھیں شوق تھا، امام محمد کی سیر کبیر کا نسخہ جمع کرایا تھا، آثار امام محمد کے رجال کی تحقیق پر رسالہ لکھا، احادیثِ متواترہ یک جا کئے ایک دن کی سینہ بسینہ روایات کا خاندانی مجموعہ بھی چھاپا۔ امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ایک خاص باب امام ابو حنیفہ کے رد میں لکھا ہے، جو ایک رسالہ کی صورت میں چھپ بھی گیا ہے۔ مولانا نے ابن ابی شیبہ کے اس رد کا جواب لکھا، جو چھپ گیا ہے۔ اور بھی چند چھوٹے چھوٹے مختصر رسالے اس فن میں انہوں نے لکھے ہیں، جن میں سے ایک مجموعہ گیارہ رسالوں پر مشتمل ہے۔

سنہ ۱۳۴۵ھ میں وفات پائی۔

برصغیر میں علمِ حدیث کی تاریخ

سید سلیمان ندوی

معارف میں "ہندوستان میں علمِ حدیث" کے عنوان سے مضامین کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، الحمد للہ کہ اس سے توقع سے زیادہ لوگوں نے دلچسپی لی، علماء اور تعلیم یافتہ دونوں جماعتوں نے اس کو پسند کیا اور اس کی تکمیل و تصحیح میں حصہ لیا، بیرونِ ہندوستان تک سے اس کی مزید تکمیل کی فرمائش جاری ہے۔

چونکہ یہ ایک ایسا مضمون تھا، جس کے معلومات اب تک کہیں یکجا نہ تھے، اور نہ کسی مصنف و مؤرخ نے اس کی طرف توجہ کی تھی، مجھے خود اس کی وسعت کا اتنا علم نہ تھا، مگر جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا، راستہ اور کشادہ اور فراخ معلوم ہوتا گیا، تاہم چونکہ راستہ دیکھا نہ تھا، اور نہ کسی اگلے رہرو کے نقشِ قدم کے وہاں نشان تھے، اس لئے ادھر اُدھر بھٹکنا ناگزیر تھا، سلسلۂ مضمون میں قدم قدم پر تحقیق کی لغزشیں تھیں، مگر خوشی کی بات ہے کہ چند اور اہلِ ذوق بھی ہم سفر مل گئے، اور اُن کے ٹوکنے سے غلط روی کی اصلاح ہوتی گئی۔

ہندوستان میں علمِ حدیث کی ابتدائی تاریخ کے سراغ لگانے میں جو کوششیں آغازِ مضمون میں کی گئی تھیں، مزید تلاش سے اس کے چند نئے اوراق بھی ہاتھ آئے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس سلسلہ میں یہ خصوصیت کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ اہلِ عرب کو علمِ حدیث اور اس کی اشاعت کے ساتھ خاص شغف رہا ہے، اس لئے جہاں ان کے فتوحات کا قدم پہنچا، وہیں قرآن پاک کے بعد علمِ حدیث کی درس گاہ بھی قائم ہوگئی، ہندوستان کا سب سے پہلا حصہ جو عرب فتوحات کے دائرہ میں داخل ہوا، وہ سندھ تھا، جس کا ۹۶ھ سے تقریباً ۲۵۰ھ تک براہِ راست دمشق و بغداد کی خلافت سے تعلق قائم رہا، اور پھر وہاں کے دو شہروں منصورہ اور دیبل میں دو مقامی اسلامی ریاستیں قائم ہوئیں، منصورہ کی اسلامی ریاست محمود غزنوی کے حملہ سندھ تک (۴۱۶ھ تک) قائم رہی، اور اس کے بعد دیبل کی اسلامی ریاست ۷۵۲ھ تک یعنی فیروز شاہ خلجی کے زمانہ تک باقی رہی، گو اس کے بعد بھی وہ ۹۲۷ھ تک قائم رہی مگر خود مختار نہ رہی، بہرحال اس سے اندازہ ہوگا کہ پہلی صدی ہجری کے آخر سے اس کم مدت جب تک وہ خیبر سے آنے والی قوموں نے آکر اُن کو بیدخل نہیں کر دیا، وہ اس سرزمین میں اسلام اور اسلامی علوم کے حافظ و محافظ رہیں۔

"قاضی ابوسعید الکریم سمعانی ۵۰۴ھ میں مرو (ترکستان) میں پیدا ہوئے، اور وہیں ۵۶۲ھ میں وفات پائی، علمِ حدیث کی طلب میں تمام دنیائے اسلام کی خاک چھانی اور ہر جگہ جا کر چار ہزار استادوں سے اس فن کو حاصل کیا اور ماوراء النہر اور خراسان سے بارہا گزرے اور ان کے علاوہ عراق، شام اور عرب تک چکر لگایا اور ہر گوشہ سے فیوض و برکات کا سرچشمہ جمع کیا۔ ان کی مشہور کتاب کتاب الانساب ہے جو ۱۹۱۲ء میں گب میموریل سیریز کے سلسلہ میں عکس سے چھاپی گئی ہے۔ اس کتاب میں شہروں، قبیلوں اور پیشوں کی نسبتوں سے جو لوگ مشہور ہوئے

اُن کے حالات ہیں، اس ضمن میں چھٹی صدی ہجری تک کے اکثر شہروں کے باکمالوں کے تذکرے ہیں، منجملہ ان کے ہندوستان بھی ہے۔
ہندوستان کے شہروں میں سے سندھ، منصورہ، دیبل اور لاہور کے نام اس میں ملتے ہیں۔ دہلی کا نام اس لئے نظر نہیں آتا کہ اس زمانہ تک (۵۶۲ھ) دہلی اسلام کے دائرۂ حکومت میں نہیں آئی تھی۔

سندھی اس نسبت سے جن دو ابتدائی بزرگوں کے نام اس میں لکھے ہیں، یعنی ابومعشر نجیح المتوفی سنہ ۱۷۰ھ اور رجا سندھی المتوفی سنہ ۳۲۱ھ کے نام پہلے گذر چکے ہیں، البتہ رجا سندھی کی اولادوں کا ذکر رہ گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان میں مدت تک علم حدیث کا چرچا رہا۔ ابوعبداللہ محمد بن رجاؒ اور ابوبکر محمد بن محمد بن رجا مشہور گزرے ہیں، ابوعبداللہ نضر بن شمیل، مکی ابن ابراہیم بن علی دہلی، اور محمد بن اسحاق بن خزیمہ کے اور ابوبکر ابراہیم بن محمد شافعی، اسحاق بن راہویہ کے شاگرد تھے، بغداد اور مکہ میں درس دیتے تھے۔

۲۔ ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی فقیہ، متکلم اور محدث تھے، حسن بن سفیان وغیرہ کے حلقوں میں بیٹھے تھے، ہمدان اور قزوین میں قاضی رہے۔

۳۔ احمد بن سندھی بن فروخ بغداد جاکر رہے۔ ابراہیم دورقی سے روایت کی۔

۴۔ احمد بن سندھی بن حسن بھی بغداد ہی میں سکونت پذیر تھے۔ ثقہ، صدوق اور فاضل تھے[1]

۳۷۵ھ یعنی سلطان محمود کے فتوحات سے بیس پچیس برس پہلے یہاں بیت المقدس کا عرب سیاح عالم ابوالقاسم مقدسی آیا تھا۔ آپ تعجب سے سنیں گے کہ وہ سندھ کے اسلامی فرقوں کے ذکر میں کہتا ہے۔

واکثرھم اصحاب حدیث[2] اور اُن میں زیادہ تر اہلِ حدیث ہیں،

پھر کہتا ہے کہ یہاں کے بڑے شہر (قصبات) حنفی فقہا سے خالی نہیں ہیں، لیکن کوئی مالکی یا حنبلی نہیں[3]

منصوری یہ منصورہ کی طرف نسبت ہے، عربوں کے زمانہ میں یہ دوسری صدی ہجری کے شروع میں آباد ہوا، اہلِ ہند اس کو بھکر کہتے ہیں اور اسی نام سے ہندوستان کی تاریخوں میں اس کی شہرت ہے۔ سنہ ۴۱۶ھ تک یہ عرب ریاست تھی اس کے بعد سلطان محمود نے اس کو فتح کیا، عرب ریاست کے زمانہ میں یہاں علم حدیث کا خاصہ چرچا تھا۔

اہلِ حدیث میں ایک فرقہ ظاہریہ کہلاتا ہے، اس کے بانی امام داؤد بن علی اصفہانی المتوفی سنہ ۲۷۰ھ ہیں، یہ ہر قسم کے قیاس کے قطعاً منکر تھے، اور آیات واحادیث کے حرف ظاہری معنی پر اکتفا کرتے تھے، اس لئے ظاہری کہلائے، داؤد ظاہری کے انتقال کے سو برس بعد ابوالقاسم مقدسی سندھ آیا تھا، وہ کہتا ہے کہ "یہاں داؤدی مذہب کے محدثین موجود ہیں، منجملہ اُن کے وہ منصورہ کے قاضی ابومحمد کا ذکر کرتا ہے، جن سے وہ ملا تھا، وہ داؤدی تھے، اور اپنے مذہب کے امام تھے، ان کا درس قائم تھا اور اُن کی چند عمدہ تصنیفات تھیں[4] اس لحاظ سے قاضی صاحب کا زمانہ چوتھی صدی کا آخر ہوگا۔

منصورہ میں ایک دوسرے محدث قاضی ابوالعباس احمد بن محمد منصوری کا ذکر سمعانی نے کیا ہے، یہ بھی داؤدی مذہب کے

---

[1] کتاب الانساب سمعانی صفحہ ۳۱۴۔ [2] احسن التقاسیم صفحہ ۴۸۱۔ [3] ایضاً [4] ایضاً۔

امام تھے، عراق و فارس میں رہے تھے، مشہور محدث اثرم کے درس میں بیٹھے تھے، اور ابو عبداللہ حاکم المتوفی ۴۰۵ھ اُن کے شاگرد تھے[1]۔ اس حساب سے یہ بھی چوتھی صدی کے آخر کے ہوں گے۔

ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن منصوری، حسن بن مکرم سے انہوں نے اور ان سے حاکم نے روایتیں کی ہیں[2] ان کا زمانہ بھی چوتھی صدی کا آخر سمجھنا چاہیئے۔

قاضی ابو العباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری کا ذکر بھی سمعانی نے کیا ہے، یہ عراق جاکر رہے تھے، انہوں نے فارس میں ابو العباس بن اثرم سے اور بصرہ میں ابو رؤف ہوانی سے حدیثیں سنی تھیں، حافظ سمعانی کہتے ہیں کہ "میں نے فارس میں ان سے زیادہ لطیف مزاج کسی کو نہیں دیکھا"۔ تو وہ گویا سمعانی کے ہمعصر تھے، یعنی چھٹی صدی ہجری کے بیچ میں تھے[3]

دیبل یہ سندھ کا مشہور بندرگاہ تھا، یہاں سے عراق کو جہازات آیا جایا کرتے تھے، اسی شہر کا نام بعد کو ٹھٹھہ مشہور ہوا۔ یہاں بھی جیسا کہ پہلے گذرا، ایک اسلامی ریاست قائم تھی، یہاں بڑے بڑے محدثین پیدا ہوئے، جن میں سے سمعانی نے ان چند لوگوں کے نام لیے ہیں۔

۱۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی یہ مکہ معظمہ جاکر رہے تھے، یہ امام ابن عیینہ کی کتاب التفسیر کے ابو عبداللہ سعید بن عبدالرحمان مخزومی کے واسطے سے اور امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب البر والصلہ کے ابو عبداللہ حسین بن حسن مروزی کے واسطے سے راوی ہیں اور عبدالحمید ابن صبیح سے بھی یہ روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو الحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی اور ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی روایت کرتے ہیں[4]

۲۔ ابراہیم بن محمد ابراہیم دیبلی، یہ ابو جعفر محمد دیبلی کے جن کا نام اوپر گذرا، بیٹے تھے، یہ موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی الصائغ سے روایت کیا کرتے ہیں[5]

۳۔ ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی، ابو قطعان دیبلی کے نام سے ان کو شہرت ہے، یہ مصر گئے تھے اور وہیں حدیث کا حلقۂ درس قائم کیا تھا۔ ابو سعید بن یونس اُن کے شاگرد تھے[6]

۴۔ علی بن موسیٰ دیبلی محدث تھے۔

۵۔ حلف بن محمد دیبلی، یہ علی بن موسیٰ دیبلی کے شاگرد تھے، بغداد جاکر رہے[7]۔ اور بہت سے شاگرد پیدا کیے۔

۶۔ ابو العباس احمد بن عبداللہ بن سعید دیبلی، اپنے زمانہ میں مشہور محدث تھے، محمد بن ابراہیم دیبلی کے شاگرد تھے، اس کے علاوہ نیشاپور میں محمد بن اسحاق ابن خزیمہ سے، بصرہ میں قاضی ابو خلیفہ سے، بغداد میں جعفر بن محمد فرمانی سے اور مکہ میں فضل بن محمد جندی اور محمد بن ابراہیم دیبلی سے اور مصر میں علی بن عبدالرحمٰن سے اور دمشق میں ابو الحسن احمد بن عمیر سے اور بیروت میں ابو عبدالرحمٰن مکحول

---

[1] کتاب الانساب ورق ۵۴۳ - ۵۴۴ [2] ایضاً ورق ۵۴۴ - [3] ایضاً -
[4] کتاب الانساب ورق ۲۳۷ - [5] ایضاً ۲۳۷ - [6] ایضاً ورق ۲۳۷ [7] ایضاً

سے اور نجران میں ابو عرویہ حسین بن ابی معشر سے' اور تستر میں احمد بن زہیر تستری اور عسکر مکرم میں عبدان بن احمد سے اور نیشاپور میں ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے حدیثیں سنیں[1] غور کرو کہ کبھی ہندوستانی محدث کا یہ ذوق و شوق تھا کہ طلب علم کی راہ میں نیشاپور، تستر، عسکر، مکرم، بصرہ، بغداد، دمشق، بیروت اور مکہ معظمہ کی خاک چھانتے پھرتے تھے۔

یہ ابو العباس احمد دیبلی، اس شان کے بزرگ تھے کہ امام حاکم نے ان کے آگے زانوے ادب تہ کیا۔ سمعانی نے حاکم سے اُن کی وفات کا سال ۳۴۳ھ نقل کیا ہے[2] اور اسی سے دوسرے بزرگوں کے سنین بھی معلوم ہوتے ہیں، محمد بن ابراہیم دیبلی اُن کے استاد تھے، اس لئے ان کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا اوائل ہوگا، اور ابراہیم بن محمد دیبلی چونکہ اُن کے بیٹے تھے، اس لئے یہ چوتھی صدی صدی کے بیچ میں ہوں گے بقیہ بزرگوار بھی چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے معلوم ہوتے ہیں:۔

لاہور لاہور کو سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۸ھ میں فتح کیا، سمعانی کہتے ہیں کہ "ہندوستان کے شہروں میں ایک بابرکت (کثیرۃ الخیر) شہر ہے، اس کو لوہور اور لاہور کہتے ہیں، یہاں بہت سے علماء پیدا ہوئے[3] یہ شہادت ایک ایسے شخص کی ہے جو ۵۶۲ھ میں وفات پا چکا تھا، یعنی یہ وہ زمانہ ہے جب غزنوی سلطنت کا خاتمہ ہو رہا تھا اور غوریوں کی حکومت کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔

سمعانی نے علمائے لاہور میں سے حسب ذیل بزرگوں کے نام لئے ہیں۔

۱۔ ابوالحسن علی بن عمر بن حکم لاہوری، ادیب شاعر ہوتے کے ساتھ محدث تھے، بہت سی حدیثیں زبانی یاد تھیں، حافظ ابو علی مظفر بن الیاس بن سعید سعیدی کے شاگرد تھے اور بغداد تک اُن کا فیض عام تھا، امام سمعانی نے لکھا ہے کہ میں خود اُن سے نہیں ملا، مگر حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی بغدادی کے واسطہ سے اُن کا شاگرد ہوں، ۵۲۹ھ میں لاہور میں وفات پائی[4]

۲۔ ابوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمٰن الاشعثی لاہوری، یہ شیخ ابوالحسن علی لاہوری کے شاگرد تھے، سمرقند میں یہ درس دیتے تھے اور وہیں امام سمعانی نے ان سے شیخ ابوالحسن علی کی روایتیں سنیں[5] اس لئے اُن کا زمانہ چھٹی صدی کا بیچ سمجھنا چاہیے۔

۳۔ ابوالقاسم محمود بن خلف لاہوری فقیہ و مناظر و محدث تھے، امام ابو سعید عبدالکریم (صاحب کتاب الانساب) کے دادا امام ابوالمظفر سمعانی کے شاگرد تھے، اور امام ابو سعید سمعانی نے اُن سے اسفرائن میں کچھ روایتیں سُنی تھیں، وہیں انہوں نے سکونت اختیار کر لی تھی، ۵۴۰ھ کے قریب وفات پائی[6]

ہندی یعنی کسی خاص شہر کی نسبت کے بغیر نفس ہندوستان کی نسبت سے چھٹی صدی ہجری کے وسط تک بہت سے اہلِ علم پیدا ہوئے، سمعانی کہتے ہیں، منسوب الی بلاد الهند وفیهم کثرة وشهرة ان میں سے صرف دو صاحبوں کا ذکر کیا ہے، جن کے نام ایک ہی صرف کنیتیں دو ہیں (اور یہ دونوں ہندی غلام بن کر امام بنے تھے، دونوں عبدالکریم سمعانی کے

---

[1] کتاب الانساب ورق ایضاً، [2] ایضاً، [3] کتاب الانساب ورق ۲۴۷۔ [4] ایضاً۔ [5] ایضاً۔
[6] کتاب الانساب ورق ۴۹۷۔

اُستاد اور شیخ تھے۔

۱۔ ابوالحسن بختیار بن عبداللہ محدث اور صوفی تھے، قاضی محمد بن اسمٰعیل یعقوبی (باشندۂ بوشنگ) کے یہ آزاد کردہ غلام تھے۔ اپنے آقا کے ساتھ عراق، حجاز، اہواز، بغداد، بصرہ، اصبہان، کوہستان اور خوزستان کا سفر کیا تھا، اور اُن میں سے ہر جگہ کے محدثین سے فیض پایا تھا، سمعانی نے توشیخ اور ہرات میں اُن سے حدیث پڑھی، ۵۴۲ھ میں وفات پائی[1]

۲۔ ابومحمد بختیار بن عبداللہ، یہ سمعانی کے والد ابوبکر محمد سمعانی کے آزاد کردہ ہندی غلام تھے، اپنے آقا کے ساتھ عراق و حجاز کا سفر کیا تھا، اور خود اپنے آقا سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں، اُن کے علاوہ بغداد میں بڑے بڑے محدثین سے علم کا فیض پایا تھا، مرو میں سکونت اختیار کرلی تھی اور یہیں صفر ۵۴۱ھ میں وفات پائی[2]

اللہ اکبر! کیا زمانہ تھا کہ جہاز اور ریل کے بغیر ہندوستان سے ترکستان، ایران، خراسان، عراق، حجاز، شام اور مصر تک کی خاک علم کی تلاش و جستجو میں چھانتے پھرتے تھے، پھر تو مسلم غلاموں کی قسمت پر آج کے خاندانی مسلمان آقا رشک کریں کہ اسلام کے غلام بن کر وہ کیا رتبہ پاتے تھے۔

---

[1] کتاب الانساب ورق ۹۳ ۵۔
[2] 〃 〃 〃 〃 ۔

برصغیر میں کُتبِ حدیث کی نایابی

سید سلیمان ندوی

ہندوستان میں حدیث کی کتابوں کی جو نایابی تھی اس کا اندازہ گذشتہ واقعات سے کسی قدر ہوا ہوگا، نویں صدی ہجری تک صرف مشارق الانوار کا نسخہ ہندوستان میں نظر آتا ہے، سب سے پہلی دفعہ محمد تغلق کے عہد میں ہم کو یہ آواز سُنائی دیتی ہے کہ شمس الدین ترک مصر سے حدیث کی تین سو کتابیں لے کر ملتان تک اس غرض سے آئے تھے کہ ہندوستان میں مذہب حدیث رائج کریں، مگر بادشاہ کا حال سن کر وہ ملتان ہی سے واپس چلے گئے، معلوم نہیں حدیث کی یہ تین سو کتابیں کیا تھیں، اس واقعہ کا راوی ضیاء برنی ہے، جو اس عہد کا مشہور مورخ ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ متن حدیث کی اتنی کتابیں تو نہیں ہو سکتیں، شروح حدیث اور رجال کی کتابیں ملا کر بھی یہ تعداد پوری ہونی مشکل ہے، بہرحال جو بھی ہو، اس واقعہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اتنا بیش قیمت سرمایہ اگر ہندوستان سے واپس چلا گیا۔

محمد تغلق المتوفی ۷۵۲ھ جس کے براہِ راست تعلقات مصر کی عباسی خلافت سے تھے، اور اس کی طرف سے اس کو حکومت کا فرمان اور خلعت اور علم بھی ملا تھا اور خلیفہ عباسی سے اُس نے بیعت بھی کی تھی، اس کا قاعدہ تھا کہ جب لوگوں سے بیعت لیتا تھا تو مصر کے خلیفۂ عباسی کے فرمان کے ساتھ ساتھ قرآن پاک اور مشارق الانوار کا نسخہ سامنے رکھ لیتا تھا[۱]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ تک ہندوستان میں قرآن پاک کے بعد احادیث میں صرف مشارق الانوار کا وجود تھا، جب شاہی کتب خانہ کا یہ حال تھا تو عام لوگوں کی دسترس کا کیا پوچھنا ہے۔

الغرض شیخ عبدالحق محدث سے پہلے صرف مشارق الانوار للصاغانی اللاہوری المتوفی ۶۵۰ھ کے نسخے اور کہیں کہیں مصابیح (اصل مشکوٰۃ) للبغوی المتوفی ۵۱۶ھ کے نسخے دستیاب ہوتے تھے اور یہی دو کتابیں یہاں کے علمائے درس میں تھیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ عرب سے کم سے کم مشکوٰۃ موطا امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے نسخے لائے اور اُن کو درس میں داخل کیا، اس کے بعد ان کا اور اُن کے سلسلہ کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ان کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا، اور فارسی ہی میں ان کی شرحیں لکھیں۔

بہرحال شیخ عبدالحق کے ذریعے مشکوٰۃ کے نسخے حجم کے کم ہونے کی وجہ سے عام ہو گئے اور بخاری کا نام اور حوالہ بھی کتابوں میں آنے لگا، تاہم مخصوص خاندانوں کے سوا صحیح بخاری کا نسخہ عام طور سے نہیں ملتا تھا۔

---

[۱] تاریخ فرشتہ ذکر محمد تغلق

سلاطینِ تیموریہ کے کتب خانے اپنی کتابوں کی تعداد، ندرت اور جامعیت کے لحاظ سے عجائب روزگار تھے، اُن کی تباہی کے بعد اُن کی کتابیں ہندوستان اور یورپ میں منتشر اور پراگندہ ہو گئیں، اور آج بھی کثرت کے ساتھ یہ کتابیں کتب خانوں اور کتب فروشوں کے پاس ملتی ہیں، ان میں تفسیر، فقہ، اصول، تصوف، کلام، فلسفہ، ریاضیات، ادب، دواوین، تاریخ ہر فن کی کتابیں ملتی ہیں۔ مگر حدیث کا کوئی نسخہ ان میں سے برآمد نہیں ہوا، میں نے اس نظر سے خاص طور سے یورپ اور ہندوستان کی مطبوعہ فہرستیں دیکھی ہیں۔

لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ دہلی کے حدودِ سلطنت سے باہر جو مستقل اسلامی حکومتیں اطرافِ ہند میں قائم تھیں ان میں جن کا تعلق عرب سے تھا وہاں کچھ نہ کچھ سراغ کتبِ حدیث کا ملتا ہے، اس سلسلہ میں صحیح بخاری کا وہ نسخہ ہے جو بنگال کی سلطنتِ سادات کی تنہا یادگار ہے، دسویں صدی ہجری کے شروع میں بنگال میں عرب سادات کی حکومت قائم تھی، جس کا ایک سربرآوردہ علاء الدین شاہ حسین بن سید اشرف الحسینی تھا، اس کا زمانہ ۹۰۵ھ سے ۹۲۷ھ تک ہے، محمد بن یزداں بخش معروف بہ خواجگی شروانی ایک عالم تھے، انہوں نے اپنے ہاتھ سے صحیح بخاری کا ایک نہایت عمدہ نسخہ تین جلدوں میں تیار کیا تھا اور اس کو سلطانِ مذکور کی خدمت میں پیش کیا تھا، یہ مکمل نسخہ بانکی پور پٹنہ کے مشرقی کتب خانہ میں موجود ہے، اس نسخہ کی تیسری جلد کے اخیر میں خواجگی شروانی کے ہاتھ کی ایک تحریر ہے، جس میں اس نسخہ کا پورا حال لکھا ہے، اور سلطانِ مذکور کے سامنے اُس کے پیش کرنے کا ذکر کیا ہے، یہ واقعات عربی میں ایسی عمدہ اور فصیح و بلیغ عبارت میں لکھے ہیں کہ یقین ہوتا ہے کہ وہ عربی کے بہت بڑے ادیب تھے، یہ عبارت کتب خانۂ مذکور کی فہرست کی پانچویں جلد کے ص ۱۸ میں نقل کر دی گئی ہے۔

یہ نسخہ یکدالہ میں لکھا گیا تھا، جو اس زمانہ میں بنگال کا دار السلطنت تھا۔

اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری کا نسخہ کم از کم احمد آباد گجرات میں بہت پہلے پہنچ گیا تھا، حافظ ابن حجر نے اپنی یہ تالیف ۸۴۲ھ میں ختم کی، اور ۸۵۲ھ میں وفات پائی، پٹنہ کے مشرقی کتب خانہ میں فتح الباری کی تیسری جلد کا ایک ایسا نسخہ ہے جس پر سلطان ابراہیم والیِ بیجاپور کی مہر ہے، سلطان ابراہیم کا زمانہ ۹۸۷ھ سے ۱۰۳۵ھ تک ہے یعنی حافظ ابن حجر کی وفات کے سو ڈیڑھ سو برس بعد یہ نسخہ ہندوستان پہونچ گیا تھا۔ اس پر بعد کے زمانہ میں عالمگیر کے ایک امیر فاضل خاں کی مہر ہے۔

کتبِ حدیث میں سے شمائل ترمذی کا نسخہ اکبری دور میں غالباً ہندوستان پہونچ چکا ہے ملّا عبد النبی صدر الصدور اور ملّا یعقوب صرفی کشمیری عرب سے حدیث پڑھ کر آئے تھے، شاید یہی دونوں اس کو لائے ہوں گے، کیونکہ مُلّا عبد النبی نے اس شمائل کا گویا ایک خلاصہ کیا ہے، جس کا ایک قلمی نسخہ دار المصنفین میں ہے، نیز ملا یعقوب صرفی کے بیٹے ملا کبیر حسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہمارے فاضل دوست مولوی حکیم حبیب الرحمٰن صاحب (ڈھاکہ) کے پاس ہے، یہ ۱۰۰۳ھ کا لکھا ہوا ہے، اور جابجا اس پر کاتب کے حواشی ہیں۔ حکیم صاحب ممدوح کے پاس ایک اور عجیب نادر چیز ہے، آج تک شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے علمی خانوادہ کا آغاز انہی کی ذات سے کیا جاتا تھا، مگر حکیم صاحب کے پاس ایک دستاویز ایسی ہے جو اس آغاز کو ایک پشت اوپر تک لے جاتی ہے یعنی علامہ ذہبی کی الکاشف جو اسماء الرجال کی ایک کتاب ہے، اس کا ایک نسخہ حکیم صاحب کی ملکیت میں ہے، جس کے پہلے صفحہ پر

مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین ترک کے قلم کی عبارت تحریر ہے۔

غازی پور کے شرفا کے ایک پرانے قصبہ سے چند سال ہوئے کہ میرے پاس وہاں کے ایک علمی خاندان کے چند متروکہ تبرکات کی فہرست آئی تھی، اس میں دوسری قلمی کتابوں کے ساتھ احادیث کی بھی چند قلمی کتابوں کی فہرست تھی، جس میں ہر کتاب کے سامنے اس کی خصوصیات بھی درج تھیں، اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، ابن ماجہ، شمائل ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، کرمانی شرح بخاری، جمع بین الصحیحین حمیدی، حاشیہ مشکوٰۃ شریف علامہ سید شریف جرجانی، شرح حصن حصین ملا علی قاری تیسیر الوصول فی احادیث الرسول موطا امام مالک کے نام لکھے تھے۔

صحیح بخاری کی پہلی جلد کے متعلق لکھا تھا۔ نہایت خوشخط با اعراب، مدینہ منورہ کے چند علماء کی سندیں اس میں چسپاں ہیں اور مولانا عبدالباسط قنوجی ؒ کے قلم کا حاشیہ ہے، تاریخ درج نہیں لیکن دوسری جلد کی تاریخ کتابت سنہ ۸۸۸ھ لکھی ہوئی ہے اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس پر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، شام، خوارزم، اصفہان اور ماوراء النہر کے علماء اور محدثین کے درس و سماعت میں رہ چکنے کی سندیں تحریر ہیں۔

صحیح مسلم کی نسبت لکھا تھا کہ وہ سنہ ۸۶۱ھ کی تحریر ہے نسخہ نہایت پرانا اور خوشخط، شاہی کتب خانہ (کس بادشاہ کے؟) کا ہے۔

ترمذی پر تاریخ نہیں دی ہے، مگر لکھا ہے کہ یہ نسخہ نہایت پرانا لکھا ہوا ہے۔

ابن ماجہ کے نسخہ کی نسبت بھی یہی تحریر ہے۔

شمائل ترمذی کا نسخہ سنہ ۸۶۷ھ کا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح کا نسخہ سنہ ۱۰۲۴ھ کا ہے۔

کرمانی شرح بخاری کی تاریخ سنہ ۸۷۵ھ بتائی گئی ہے، اور لکھا ہے کہ یہ نسخہ مدینہ منورہ میں سنہ تالیف سے صرف پچیس[۲۵] برس بعد کا لکھا ہوا ہے، خوشخط ہے۔

جمع بین الصحیحین حمیدی کی کتابت کا سال سنہ ۱۰۹۲ھ ہے۔

حاشیہ مشکوٰۃ، میر سید شریف جرجانی کا زمانہ سنہ ۱۰۸۱ھ لکھا تھا۔

حصن حصین خوش خط و مطلّا سنہ ۱۰۰۸ھ کا لکھا ہوا اور اس کی شرح در الثمین ملا علی قاری کا زمانہ سنہ ۱۰۳۱ھ مکہ معظمہ کا نسخہ۔

تیسیر الوصول کا نسخہ سنہ ۱۰۹۱ھ کا بتایا گیا ہے، موطا کا کوئی سنہ نہ تھا۔

بہرحال رفتہ رفتہ عرب سے کتابیں ہندوستان آنے لگیں اور اس بارۂ خاص میں سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے بعد مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی فیوض حرمین کا ممنون ہونا چاہیے، مگر اس عہد میں بھی کتب حدیث کی جو ندرت تھی، اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہو سکتا ہے۔

میر عبدالجلیل بلگرامی جو عالمگیر سے محمد شاہ کے عہد تک زندہ تھے، اور ایک زمانہ میں بھکر واقع سندھ میں کار گزاری عہدہ دار تھے

وہ اپنے عہدہ سے برطرفی کے بعد بھی چھ مہینے تک وہاں اس لیے پڑے رہے کہ صحیح بخاری کا ایک اچھا سا نسخہ وہاں اُن کو ہاتھ آ گیا تھا اور وہ اس کی نقل لے رہے تھے[1]

میر ممدوح کے ایک ہم وطن اور ہمعصر روح الامین خاں بلگرامی پنجاب میں شاہی عہدہ دار تھے، انہوں نے اپنے ہاتھ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم نقل کی[2]

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ایک بلگرامی شاگرد شیخ پیر محمد نے اپنے لئے مولانائے ممدوح سے درس لینے کے لئے سنہ ۱۱۵۹ھ میں جامع فیروزی میں بیٹھ کر جو نسخہ نقل کیا تھا وہی نسخہ سنہ ۱۱۸۳ھ میں شاہ عالم بادشاہ کے حکم سے اعراب اور مقابلہ اور تصحیح کے بعد خزانۂ شاہی میں داخل کیا گیا۔ یہ متبرک نسخہ بھی پٹنہ کے مشرقی کتب خانہ کی عزت ہے، اس نسخہ کے خاتمہ پر یہ تمام واقعات مولانا پیر محمد بلگرامی کے قلم سے لکھے ہیں، پھر حضرت شاہ ولی اللہ کے دستِ خاص سے اجازہ اور سند مکتوب ہے۔ اس کے بعد کوئی محمد ناصح نام عالم ہیں۔ اُن کے ہاتھ کی تحریر ہے۔

بحمد اللہ وسبحانہ تصحیح واعراب صحیح بخاری بحکم اقدس حضرت شاہ عالم بادشاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ و افاض علی العالمین برہ واحسانہ در سنہ یک ہزار ویک صد وہشتاد وچہار ہجری فقیر محمد ناصح عفی (؟) اللہ انہ اول کتاب "تا آخر از نسخہ مصححہ باتمام رسانید"

سنہ ۱۹۲۴ء میں ایجوکیشنل کانفرنس کا جو اجلاس[3] علی گڑھ میں ہوا تھا، اُس میں قلمی کتابوں کی نمائش کا بھی انتظام کیا گیا تھا، اس نمائش میں حدیث کے بعض نادر نسخے فراہم ہوئے تھے، اسلامیہ اسکول اٹاوہ کے کتب خانہ سے مشکوٰۃ کا ایک نسخہ آیا تھا، جو بادشاہ عالمگیر کے مطالعہ میں رہتا تھا، اور ایک نسخہ شمائل ترمذی کا آیا تھا، جس کو افراسیاب خاں نے عالمگیر کی خدمت میں بھیجا تھا، بخاری کا ایک پُرانا نسخہ ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور نے بھیجا تھا۔ جس پر اُس کے ایک مالک نے خریداری کا سال سنہ ۱۰۴۲ھ لکھا تھا۔

---

[1] مآثر الکرام آزاد بلگرامی ج اول ص ۲۶۵، [2] ایضاً۔ [3] رپوٹ اجلاس مذکور جلد دوم ص ۱۰ سنہ ۱۹۲۴ء۔

تدوینِ حدیث

سید مناظر احسن گیلانی

موضوعِ بحث کی تشریح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

علمِ حدیث پر بحث کرنے کے لئے ہمیں اپنے سامنے ان چند سوالات کو رکھ لینا چاہیئے۔

۱- حدیث کی حقیقت کیا ہے؟

۲- اس علم کی تدوین کب، کس طریقہ سے، کس زمانے میں شروع ہوئی، اور ان طریقوں کا اس علم کے وثوق و اعتماد پر کیا اثر مرتب ہوا یا ہو سکتا ہے۔

۳- ابتداءً سے اس وقت تک اس فن کی ممتاز خدمتیں جن بزرگوں نے انجام دیں خود ان کی اور ان کے کارناموں کی تفصیل۔

۴- اس فن کے متعلق کن جدید تکمیلی کوششوں کی ضرورت باقی ہے۔

۵- حدیث کے بعد فنِ حدیث کے دوسرے متعلقات یعنی فنِ اسماء الرجال اور اصولِ حدیث کی حقیقت، ان کی تاریخ، موجودہ حیثیت، ان میں آئندہ ترقیوں کے امکانات۔

حدیث کی حقیقت

سب سے پہلے پہلے سوال کو لیتا ہوں یعنی حدیث کی حقیقت کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ عموماً دنیا میں دو طرح کی قومیں پائی جاتی ہیں، بعض بلکہ شاید زیادہ تر قومیں ایسی ہیں، جنہوں نے اپنے حال کو ماضی سے وابستہ رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگرچہ واقعہ تو یہی ہے کہ کسی قوم کا کوئی حال ماضی سے الگ ہو کر تعمیر پذیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن باوجود اس واقعہ کے جیسے جیسے وہ آئندہ کی طرف بڑھتی رہیں اپنے ماضی کو بھلاتی چلی آئیں۔ ان کے پاس اپنے موجودہ حالات پر غور و فکر کرنے کے لئے گزشتہ حالات و واقعات تجربات و مشاہدات کا کوئی سرمایہ نہیں ہے گویا جس طرح جنگل کی زندگی گزاری جاتی ہے، یہ بھی گزارتے ہیں۔ آخر ریچھوں اور بندروں کو کیا معلوم کہ ان کے جدِ اعلیٰ کون تھے کن کن جنگلوں اور وادیوں، پہاڑوں سے چھلانگیں مارتے ہوئے ان کے آباؤ اجداد موجودہ مقام تک پہنچے۔ کن کن حالات سے ان کو دوچار ہونا پڑا۔

لیکن ان کے مقابلے میں انسانوں ہی کا ایک طبقہ ان قوموں کا بھی ہے۔ جنہوں نے حتی الوسع اس کی کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حال کی تعمیر میں ماضی کے تجربات اور واقعات سے نفع اٹھایا جائے اور اس کے لیے ان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ گزرے ہوئے واقعات کو کسی نہ کسی طرح محفوظ کر لیا جائے۔ انسانیت کے اس گروہ کی ہی کوشش کا نام تاریخ ہے۔ ابتداءً میں تاریخ کی حفاظت و بقا کا شوق قوموں میں کم رہا ہے لیکن اب تو یہ ایک ایسی ناگزیر ضرورت بن گئی ہے کہ اپنی توانائیوں کا ایک بڑا حصہ ہر قوم اس پر خرچ کر رہی ہے جس سے ہم اور آپ سب واقف ہیں جنگل کی زندگی بسر کرنے والے بھی اب اپنے اجداد و اسلاف کے کارناموں کی جستجو

گڑی ہوئی ہڈیوں اور پرانے مقبروں اور مرگھٹوں میں کر رہے ہیں۔ کونے کونے سے قدیم سکے برآمد کئے جا رہے ہیں، کہنہ قبروں کے کتبوں کے حروف پڑھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پرانے کھنڈروں کی ایک ایک ٹھیکری چنی جا رہی ہے۔ ان ہی پر واقعی کچّے یا خیالی جید و بالا عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں، گویا اس علم کی ناگزیر ضرورت کو دنیا کی اکثر قوموں نے اب تسلیم کر لیا ہے اور بجز چند ارتیابی الطبع، شکی مزاج خشک دماغ فلسفیوں کے عام دنیا کا شدید رجحان بھی ان چیزوں کے جاننے کی طرف ہے۔

عام تاریخ اور فنِ حدیث

دنیا کی اسی تاریخ کے ایک عظیم الشان، حیرت انگیز انقلابی حصہ کا نام سچ پوچھئے تو حدیث ہے میرا مطلب یہ ہے کہ جن انقلابات و حوادث سے گزر کر نسلِ انسانی موجودہ حالت تک پہنچی ہے۔ ان میں ایک ایسا واقعہ جس نے کسی خاص شعبۂ حیات ہی میں نہیں بلکہ مذہبی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی تمام شعبوں میں انسانیت کا رُخ پلٹ دیا، جس سے زمین کا کوئی خاص حصہ نہیں بلکہ بلا مبالغہ مشرق و مغرب دونوں متاثر ہوئے، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ماضی کے اس مدہش حیرت انگیز واقعہ کی تاریخ یا تفصیلی بیان کا نام حدیث ہے۔ اگرچہ عام طور پر مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ سے حدیث کا تعلق قرار دیا جاتا ہے لیکن جہاں تک واقعات و حالات کا تعلق ہے میں حدیث کو انسانیت کی تاریخ کا ایک حصہ اور ایسا حصہ قرار دیتا ہوں جس کی صرف یہی خصوصیت نہیں ہے کہ ایک بے نظیر عدیم المثال عالمگیر انقلابی عہد سے اس کا تعلق ہے، بلکہ سچ پوچھئے تو آج جس کسی کے پاس یا جس قوم و امت کے ہاتھ میں بھی ماضی بلکہ حال کی تاریخ کا جو حصہ ہے وہ وثوق او اعتماد میں تاریخ کے اس "محفوظ حصّہ" یعنی حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ میں ان آزردہ فطرت شکیوں میں نہیں ہوں جو تاریخ کو جھوٹ کا جنگل قرار دے کر ماضی کا انکار کرتے ہیں اور "جو کچھ محسوس ہو رہا ہے یہ نہیں محسوس ہو رہا ہے۔" اس سوفسطائی نظریہ پر زور دے کر حال کے وجود کو بھی شک کے دانتوں سے چبا کر ختم کرنا چاہتے ہیں بلکہ تاریخ کے مقررہ معیار پر ماضی کے جن واقعات کی اب تصحیح ہو چکی ہے اس کی قدر کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ آئندہ کی راہ درست کرنے کے لیے ہمیں ہمیشہ ماضی کی روشنی سے نفع اٹھانا چاہیئے۔

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥

لوگوں سے پچھلے قصّے بیان کیا کرو تا کہ وہ سوچیں۔

لیکن اگر یہ صحیح ہے جیسا کہ ایک بڑے مشہور مسلم الثبوت مؤرخ کا بیان ہے کہ:

> "کسی زمانے کے حالات جب قلمبند کئے جاتے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں جن کے راویوں کا نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ ان افواہوں سے وہ واقعات انتخاب کر لئے جاتے ہیں جو قرائن و قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں۔ تھوڑے زمانے کے بعد (یعنی کتابی شکل اختیار کرنے کے بعد) یہی ایک دلچسپ تاریخ بن جاتی ہے۔ یورپ کی اکثر تصنیفیں اسی اصول پر لکھی گئی ہیں۔"

اور اس وقت ہمارے پاس ماضی کی تاریخوں کا جو ذخیرہ ہے خواہ وہ روم ہو یا یونان، چین ہو یا ایران ان قدیم اقوام کی تاریخ جن ذرائع سے مرتب ہوئی ہے، اگر ان کے اساسی سرچشموں کی جانچ کی جائے گی تو جو کچھ اس فاضل مؤرخ نے بیان کیا ہے بہت کچھ اس کی توثیق کرنی پڑے گی۔ مشکل ہی سے انسانوں کے پاس اس وقت کوئی ایسی تاریخی یادداشت مل سکتی ہے جسے واقعہ کے عینی شاہدوں

نے خود مرتب کیا ہو، یا ان کے براہِ راست بیانوں کو خود ان ہی سے سن کر کتابوں میں درج کیا ہو۔ اتفاقاً اگر کوئی ایسی چیز مل بھی جائے تو اس کا پتہ چلانا قطعاً دشوار بلکہ شاید ناممکن ہے کہ ضبط و اتقان، بصیرت دیگر کیرکٹر کے لحاظ سے ان کا کیا درجہ تھا۔ معتبر سے معتبر ترین کسی تاریخی ذخیرہ کے وثوق کے متعلق اگر کوئی بات پیش کی جا سکتی ہے تو یہی ہے کہ جس زمانہ میں واقعہ گزرا ہے مورخ خود بھی اس زمانے میں موجود تھا۔ اتفاق سے کسی واقعہ کے متعلق اگر ایسی شہادت میسر آجاتی ہے تو تاریخ کا یہ حصہ زریں شاہکاروں میں شریک کر دیا جاتا ہے۔ لیکن خود اس معاصرت کا یہ حال ہے کہ قدیم ماضی کے تاریک زمانے کو تو جانے دیجئے آج جبکہ جدید صناعات و ایجادات نے زمین کی طنابیں کھینچ کر ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملا دیا ہے۔ تعلیم عام ہو چکی ہے، کم از کم یورپ کے مکتبوں اور اسکولوں میں رُبعِ زمین کے اطلسوں کا مطالعہ ہر ایک کو کرا دیا جاتا ہے لیکن ایک واقعہ نہیں، آئے دن ایسی ایسی جہالتوں اور غلط فہمیوں کے شکار غریب جاہل مشرقی ہی نہیں بلکہ فرزانہ و دانا فرنگ کے ارباب خبر و علم ہوتے رہتے ہیں کہ بعض دفعہ آدمی کو حیرت ہو جاتی ہے اور تاریخ جھوٹ کا جنگل ہے۔ دماغ سوچنے لگتا ہے کہ کیا اس دعویٰ میں کچھ واقعہ کا عنصر بھی شریک ہے؟ بہت پرانے زمانے کی بات نہیں ہے کہ ۱۹۰۵ء میں کانگڑہ (پنجاب) کا مشہور زلزلہ ہندوستان میں آیا تھا۔ ایک نہیں بلکہ متعدد انگریزی اخباروں میں اس زلزلہ کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ "کانگڑہ جو بمبئی کے قریب ایک جزیرہ ہے وہاں ایک سخت زلزلہ آیا۔" اور بے چارے اخبار والے تو شہر خبروں کی جماعت ہے۔ عام طور پر گپ نویسی میں یہ بدنام ہے، لیکن مشہور ریفرنس بک ہیزل کی اینویل جو مشہور کتاب ہے اور ہر قسم کے حوالہ جات کے لیے ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے اس میں اسی زلزلے کے متعلق یہ عبارت اس وقت تک موجود ہے۔ "ایک سخت زلزلے نے ایک وسیع ضلع میں جو آگرہ اور شملہ کے درمیان واقع ہے عام تباہی اور سخت نقصان برپا کیا۔"

نقصان کی تفصیل بتاتے ہوئے صرف اسی مورخ نے نہیں بلکہ دوسروں نے بھی یہ ارقام فرمایا ہے کہ "اس سے کئی سو آدمی ہلاک ہوئے۔" حالانکہ پنجاب گورنمنٹ کی رپورٹ کے مطابق اس زلزلے میں بیس ہزار سے کم آدمی ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ معاصر مورخین کی کتابوں میں اگر اس قسم کی طرفگیوں اور بوالعجبیوں کو تلاش کیا جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

سیاحوں کی یادداشتوں کو بھی تاریخی وقائع کے ثبوت میں بہت اہمیت دی جاتی ہے اور اس سے بے پروا ہو کر دی جاتی ہے کہ خود اس سیاح کا اپنے ذاتی رجحانات، سمجھ بوجھ، سچائی، راست بازی، میں کیا حال تھا لیکن ان سیاحوں کی بدولت واقعات کی صورت کبھی کبھی کتنی مسخ ہو جاتی ہے اس کا ایک سرسری اندازہ ہمارے موجودہ میر شعبہ دینیات (نواب ناظر یار جنگ جسٹس حیدر آباد ہائی کورٹ) کے ڈرائنگ روم کی ایک تصویر سے ہو سکتا ہے جو انگلستان کے ایک معتبر اخبار سے الگ کر کے محفوظ کی گئی ہے۔ یہ ہندوستان کے ایک موقع کی تصویر ہے اور اس کے نیچے جوب خط حروف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "بودھ مذہب کے لوگ اپنی ایک مشہور مذہبی رسم جو اَدِیا کے نام سے موسوم ہے ادا کر رہے ہیں۔"

میں نے اس تصویر کے نیچے جب اس فقرہ کو پڑھا تو بار بار حیرت ہوتی تھی کہ آخر یہ کیا ہے۔ تصویر سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھ رہی ہے۔ ان کی شکل و صورت، لباس، وضع قطع طریقۂ نشست، ہر چیز ہندی مسلمانوں کی تھی لیکن معتبر سیاح نے جس وقت یہ فوٹو لیا تھا اس کے نیچے اس نے یہی عبارت درج کی تھی۔ آخر جب میر شعبہ صاحب باہر

تشریف لائے تو اُن سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے قصداً اس تصویر کو اسی لئے محفوظ کیا ہے تاکہ یورپین سیاحوں کی تاریخی شہادت کی ایک گواہی مہیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دہلی میں نمازِ عید کے موقع کی تصویر ہے، ایک مغربی سیاح نے اس عید کو اُدیا بنایا، اور اُدیا کو خدا جانے کس طرح اس نے بودھ مذہب والوں کی رسم قرار دے کر اخبار میں اپنے اس جدید اکتشاف کا اعلان کیا۔

اِن چند تشکیکی مثالوں کے پیش کرنے سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ واقعی میں دنیا کے موجودہ تاریخی ذخیروں کو بالکلیہ غیر معتبر اور ناقابلِ لحاظ قرار دینا چاہتا ہوں بلکہ مقصد صرف اس قدر ہے کہ ان کمزوریوں کے باوجود بھی آج جب علمی دنیا میں "فنِ تاریخ" ہر قسم کے احترام و اعزاز کا مستحق ہے تو "حدیث" جو صرف مسلمانوں ہی کی تاریخ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا، تمام دنیا کی انسانیت کے ایک عظیم انقلابی عہد آفرین دور کا ایک ایسا مکمل تاریخی مرقع ہے جسے ٹھیک حقیقی اور اصلی شکل و صورت بلکہ ہر خط و خال کی حفاظت میں لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کی وہ ساری کوششیں اور تدبیریں صرف ہوئی ہیں، جو کسی واقعہ کی حفاظت کے متعلق آدمی کا دماغ سوچ سکتا ہے بلکہ اس کی حفاظت و صیانت میں بعض ایسے قدرتی عوامل نے بھی کام کیا ہے (جیسا کہ ابھی آپ کو معلوم ہوگا) جو دنیا کے کسی تاریخی واقعہ کو نہ اُس وقت تک میسر آئے اور نہ آئندہ آسکتے ہیں۔ کس احترام و اعزاز کی مستحق ہونی چاہیے۔

حدیث کی مدرسی تعریف

لیکن قبل اس کے کہ میں کچھ اور کہوں اس پر بھی متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ حدیث جس کے متعلق نہ جاننے والوں کا تو صرف یہ خیال ہے کہ وہ دینیاتی طرز کی کوئی چیز ہے اور دینیات کے لفظ کے ساتھ ہی ان کا دماغ فوراً دورِ وحشت کے ان قدیم خرافات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جسے بدقسمتی سے اس زمانہ میں مذہب یا مذہب کی ایک قسم خیال کیا جاتا ہے۔ گویا دینیات کے معنی چند وہمی رسومات و عادات یا چند رٹے ہوئے الفاظ منتر جنتر، جادو، ٹوٹکے وغیرہ کے ہیں، جن میں صحرائی باشندے کسی زمانے میں کیا اب تک مبتلا ہیں۔ مذہب کے متعلق جن کے دماغوں میں اس قسم کے خیالات ہیں، حدیث جو مسلمانوں کے مذہبی علوم کا ایک جزو ہے، اس کے متعلق میرے ان دعووں کو سن کر ممکن ہے کہ انہیں حیرت ہو۔ اور ان کی حیرت تو چنداں محلِ تعجب نہیں۔ اس لیے کہ "جہل" ان مسکینوں کے لیے بڑا عذر ہے لیکن جاننے والوں کو بھی شائد شبہ ہوتا ہوگا کہ مدرسہ میں جس فن کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور ایسے واقعات جو ان کے سامنے پیش آئے لیکن ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی (جسے اصطلاحاً تقریر کہتے ہیں) غرض پیغمبرؐ کے اقوال و افعال و تقریر کا نام حدیث ہے اور بعضوں نے اس کو آگے بڑھا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور بعضوں نے صحابہؓ کے شاگردوں یعنی تابعین کے اقوال و افعال کو بھی اس فن کے ذیل میں شریک کر لیا ہے۔

کہاں حدیث کی یہ مدرسی اور مذہبی تعبیر اور کہاں میرا یہ دعوٰی کہ حدیث مسلمانوں ہی کی نہیں۔ بلکہ انسانیت کے اہم ترین انقلابی عہد کی تاریخ کا معتبر ترین ذخیرہ ہے۔ ان دونوں میں کیا نسبت ہے۔ شاید یہ خیال کیا جاتا ہو کہ زمانہ کے حالات سے متاثر ہو کر میں نے اپنی تعبیر بدلی ہے لیکن یہ واقعہ نہیں ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر چیز کے سمجھانے کے لئے اسی زبان میں گفتگو کی جاتی ہے جسے مخاطب سمجھ سکتے ہوں۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ میں نے اس فن کی تعریف کرتے ہوئے کچھ الفاظ ضرور بدلے ہیں لیکن الفاظ کے بدلنے سے واقعات نہیں بدلتے۔ جو نہیں جانتے ہیں انہیں تو آئندہ بتایا جائے گا لیکن جو جانتے ہیں کہ حدیث کا تعلق کس ذات گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے، کیا وہ اس کا انکار کر سکتے ہیں کہ جن الفاظ میں اِس فن کی میں نے تعبیر پیش کی ہے، کیا یہی اہل

واقعہ نہیں ہے؟ اسلامی تحریک نے اپنے زمانۂ آغاز سے اس وقت تک مشرق و مغرب کے باشندوں کی مذہبی، سیاسی، معاشرتی اخلاقی، پہلوؤں کے انقلاب میں جو کام کیا ہے اور کر رہا ہے ان کو پیش نظر رکھنے کے بعد مسلمان ہی نہیں کوئی نامسلمان بھی کیا حدیث کی اس تاریخی تعبیر کا انکار کر سکتا ہے جسے میں نے پیش کیا ہے؟

ماسوا اس کے سچ یہ ہے کہ بالکلیہ یہ میری تعبیر ہے بھی نہیں، فن حدیث کے سب سے بڑے امام امام الائمہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا جو نام رکھا ہے اگر اسی پر غور کر لیا جائے تو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ سمجھنے والوں نے ہمیشہ اس فن کو اسی نگاہ سے دیکھا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب آج تو صرف "بخاری شریف" کے نام سے مشہور ہے، لیکن یہ اس کتاب کا اصلی نام نہیں ہے بلکہ خود حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام "اَلْجَامِعُ الصَّحِیْحُ الْمُسْنَدُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ" اُمُوْرِ" رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَیَّامِہٖ" رکھا ہے۔ اس میں امور اور ایام کے الفاظ قابل غور ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی صحیح تعریف امام بخاری کے نزدیک ان تمام امور کو حاوی ہے جن کا کسی نہ کسی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو۔ آگے ایام کے لفظ نے تو اس کی تعریف کو اور بھی وسیع کر دیا۔ یعنی وہی بات جو میں نے عرض کی تھی کہ فن حدیث دراصل اس عہد اور زمانہ کی تاریخ ہے جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی ہمہ گیر، عالم پر اثر انداز ہونے والی ہستی انسانیت کو قدرت کی جانب سے عطا ہوئی۔ بہرکیف اگر اصطلاحی جھگڑوں سے الگ ہو کر پھل سے درخت کے پہچاننے کے اصول کو مدنظر رکھا جائے تو حدیث کے موجودہ ذخیرہ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد بھی ایک معمولی آدمی اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ حدیث کی صحیح حقیقت اور اس کی واقعی تعریف وہی ہو سکتی ہے جس کی طرف حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب کے نام میں اشارہ فرمایا ہے اور میں نے جس کی تشریح کی ہے۔

غالباً حدیث کی حقیقت یا تعریف کے لئے میرا یہ مختصر بیان کافی ہو سکتا ہے۔ درسی کتابوں میں جیسا کہ ہر تعریف کے قیود و شرائط پر بحث کر کے بات کو بتنگڑ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میں ان دور از کار لفظی گورکھ دھندوں میں آپ لوگوں کو الجھا کر وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا تھا اس لئے اس بحث کو اسی نقطہ پر ختم کر کے اب میں دوسرے ضروری سوالات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ ہمارے سامنے دوسرا سوال یہ تھا کہ تاریخ کے اس حصہ کی تدوین کس طرح اور کس زمانہ میں عمل میں آئی؟ اسی سوال کے جواب میں آپ کے سامنے وہ امتیازات اور خصوصیات بھی آجائیں گے جو تاریخ کے اس حصہ کو دنیا کے دوسرے تاریخی ذخیروں سے ممتاز کرتے ہیں۔

عام تاریخی ذخیروں سے حدیث کے امتیازات

عام تاریخوں سے تاریخ کے اس حصہ کو جو پہلا امتیاز حاصل ہے وہ اس امر کی بساطت ہے جس سے اس کا تعلق ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس اس وقت تاریخ کے جو عام ذخیرے ہیں عموماً ان کا تعلق کسی قوم کی حکومت، کسی عظیم الشان جنگ، الغرض اسی قسم کی منتشر اور پراگندہ گوناگوں چیزوں سے ہے جن کا احاطہ آسان نہیں ہے۔ بخلاف اس کے حدیث اس تاریخ کا نام ہے جس کا تعلق براہ راست ایک خاص شخصی وجود، یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے۔ ایک قوم ایک ملک، ایک حکومت ایک جنگ کے تمام اطراف و جوانب کو صحیح طور پر سمیٹ کر بیان کرنا ایک طرف ہے اور دوسری طرف ملک نہیں، ملک کی کوئی خاص قوم نہیں

کسی قوم کا کوئی قبیلہ نہیں، کسی قبیلہ کا کوئی خانوادہ نہیں بلکہ صرف ایک واحد بسیط شخص کی زندگی کے واقعات کا بیان کرتا ہے۔ خود اندازہ کیجیے کہ احاطہ و تدوین کے اعتبار سے دونوں کی آسانی و دشواری میں کوئی نسبت ہے! پہلی صورت میں کوتاہیوں غلط فہمیوں کے جتنے قوی اندیشے ہیں یقیناً اسی نسبت سے دوسری صورت میں صحت و واقعیت کی اسی قدر عقلاً توقع کی جاسکتی ہے۔

دوسرا امتیاز جو پہلے امتیاز سے بہت زیادہ اہم ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مورخوں یعنی صحابہ کرام کا باہمی تعلق ہے۔ بلاشبہ اس وقت ہمارے سامنے مختلف اقوام و ممالک، سلاطین اور حکومتوں کی تاریخیں ہیں لیکن جن مورخوں کے ذریعہ سے یہ تاریخیں ہم تک پہنچی ہیں، کیا ان میں کسی تاریخ کا اپنے مورخ یا مورخین سے وہ تعلق تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابۂ کرام کے ساتھ تھا؟ سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ مشکل ہی سے آج کوئی ایسا تاریخی حصہ ہمارے پاس نکل سکتا ہے جس کے مورخین خود ان واقعات کے عینی شاہد ہوں بلکہ جیسا کہ پہلے بھی میں نے ذکر کیا ہے عموماً ان تاریخوں کی تدوین یوں ہی ہوئی ہے کہ ابتداً میں مبہم مجہول الحال افواہوں کی صورت میں واقعات[1] اِدھر اُدھر بکھرے رہے۔ پھر ان میں سے جب کسی کو شوق ہوا تو اس نے ان ہی افواہوں کو قلمبند کرنا شروع کیا خود اس مورخ ہی نے یا اس کے بعد والوں نے قرائن و قیاسات سے جہاں تک ممکن ہوا جس حصہ کو چاہا باقی رکھا جسے چاہا قلمزد کر دیا۔ یہ تو شروع میں ہوا بعد کو جوں جوں ان قلمبند شدہ واقعات پر زمانہ گزرتا گیا اوراق میں زیادہ بوسیدگی پیدا ہوئی کیڑوں کی خوراک سے بچ کر جو حصہ باقی رہا پچھلی نسلوں کے لیے وہی تاریخی وثیقہ بن گیا۔ آج اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ مطبوعہ کتابوں سے زیادہ بھروسا قلمی کتابوں پر ہے اور قلمی کتابوں میں بھی سب سے زیادہ قیمتی وہ مسودات ہیں جو بوسیدہ اور کرم خوردہ ہو چکے ہوں اور سنگی، برنجی، یا آہنی تختیوں کا کوئی ذخیرہ اگر کسی مورخ کو مل گیا تو وہی چیز جو ہمارے ہی جیسے انسانوں نے کسی زمانہ میں لکھ کر زمین میں گاڑ دی تھی بلکہ ہم تو اپنے معاصرین کو ایک حد تک جانتے بھی ہیں لیکن ان کے لکھنے والوں[1] کا تو کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ مگر کیا کیجیے کہ بایں ہمہ وہ معصوم فرشتوں کے بیان کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ مجھے اس کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ مذکورۂ بالا کلیہ سے تاریخ کے بعض حصے مستثنیٰ بھی ہیں۔ خصوصاً اسلامی دور میں مسلمان بادشاہوں کے حکم سے جب تاریخوں کی تدوین کا سلسلہ شروع ہوا اور باضابطہ شاہی وسائل و ذرائع کے ذریعے سے مورخوں کو واقعات کے فراہم کرنے میں امداد دی گئی، یقیناً ان کتابوں کی نوعیت قدیم تاریخوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ اسی طرح

---

[1] بلکہ اگر بعض ثقہ راویوں کا یہ بیان صحیح ہے کہ ہندوستان کے بعض قوموں کے علمی مرکزوں میں "قدیم ہند" کے لیے تاریخی مواد فراہم کرنے کی ایک صورت یہ بھی نکالی گئی ہے کہ آہنی اور برنجی پتروں یا تختیوں پر پرانی زبانوں اور پرانے حروف میں اپنے مطلب کے موافق عبارتیں کندہ کر لی جاتی ہیں اور کسی مشہور آثاری کھنڈر میں ان ہی کو دفن کر دیا جاتا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد ان ہی کو نکال کر علمی ذخیرہ میں جدید اکتشاف کی حیثیت سے ان کا اور ان سے جو نتائج نکلتے ہیں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو علم پر جاہلوں کا یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم جن قدیم کتبوں پر اندھا دھند ایمان لا رہے ہیں ان میں بھی اشتباہ کی کس حد تک گنجائش ہے بلکہ سکندر کی لانبی مدفون زرہوں کا افسانہ اگر صحیح ہے۔ تو صرف کتاب ہی سے نہیں بلکہ ان کھنڈروں سے جو چیزیں نکل رہی ہیں اور ان سے جو نتائج نکالے جا رہے ہیں وہ بھی محلِ غور و فکر بن جاتے ہیں۔

مسلمان مورخوں کی بنائی ہوئی راہوں پر اس زمانے میں خصوصاً مغربی قومیں نسبتاً زیادہ حزم و احتیاط سے کام لے رہی ہیں۔ لیکن کچھ بھی ہو کسی کی تاریخ ہو، ان کے مورخوں کو ان واقعات سے یا صاحب واقعات سے قطعاً وہ تعلق نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے جو صحابہ کرامؓ کو ذات قدسی صفات سے تھا۔ یہی نہیں کہ ان بزرگوں نے حضورؐ کے ہاتھ پر ایمان و اسلام کی بیعت کی تھی، آپ کی نبوت پر وہ ایمان لائے تھے۔ آپ سے ان کو وہ تعلق تھا جو ایک امتی کو اپنے پیغمبر سے ہونا چاہیے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر جیسا کہ واقعات سے پتہ چلتا ہے وہ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زندگی کو عزیز رکھتے تھے وہ سب کچھ حضورؐ پر قربان کرنے کے لئے تیار تھے گویا ایک قسم کے عشق و سرمستی کے نشہ میں مخمور تھے۔ یقیناً یہ ایسا امتیاز ہے جو کسی تاریخی واقعہ کو اپنے مورخین کے ساتھ حاصل نہیں، آخر دنیا کی ایسی کونسی تاریخ ہے جس کے بیان کرنے والے مورخین اس تاریخ سے ایسا والہانہ تعلق رکھتے ہوں کہ بیان کرتے جاتے ہیں اور روتے جاتے ہیں، کانپتے جاتے ہیں عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق ان کے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے لیکن اگر کبھی زبان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آگیا، راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اُرْتَعَدَ وَارْتَعَدَتْ ثِيَابُهُ تَنفَخُ اَوْدَاجُهُ اِغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ کانپنے لگتے اور ان کے کپڑوں میں تھرتھری پیدا ہو جاتی گردن کی رگیں پھول جاتی تھیں، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں (مستدرک حاکم) ایک عبداللہ بن مسعودؓ ہی نہیں بلکہ ان اصحاب کی ایک فہرست تیار ہو سکتی ہے جن پر آنحضرتؐ کے ذکر مبارک کے وقت ایک خاص قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ حضرت ابوذرؓ بھی کبھی کوئی حدیث بیان کرنا چاہتے تھے مگر منہ سے اوصانی حبی ابوالقاسم اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ نکلتے اور چیخ مار مار کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ اسی قسم کے واقعات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں بھی ملتے ہیں۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس تاریخ کو اس کے مورخوں میں محبوبیت کا یہ مقام عالی حاصل ہو قدرتی طور پر ان کے دل و دماغ، ان کے حافظے اس سے کس حد تک متاثر ہو سکتے ہیں۔

تیسری خصوصیت اس تاریخ اور اس کے راویوں کی یہ ہے کہ علاوہ مذکورۂ بالا تعلقات کے ان براہِ راست مورخوں یا چشم دید راویوں اور گواہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت ہی اس بات پر کی تھی کہ تاریخ کے اس عجیب و غریب واقعہ کے ہر ہر جزو، ایک ایک خط و خال کے زندہ نقوش اپنے اندر پیدا کریں گے۔ انہوں نے جس قرآن کو خدا کی شریعت اور قدرت کا قانون یقین کر کے مانا تھا اس میں بار بار مطالبہ کیا گیا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کی زندگی کا نصب العین صرف یہی ہونا چاہئے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُسے سن کر یاد رکھو اور اس پر ایمان لاؤ، یقین کرو، محمد رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم جو کچھ کرتے ہیں ان کی ہر ہر ادا پر نگاہ رکھو اور ٹھیک من وعن جس طرح ان کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ تم بھی اس کام کو اسی طرح انجام دینے کی کوشش کرو۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ   رسول نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اسے پکڑے رہو اور جس سے

فَانْتَهُوْا۔	انہوں نے روکا ہے اس سے رک جاؤ۔
وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ	ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا لیکن صرف اس لئے کہ اسکی پیروی اور اطاعت خدا کے حکم سے کی جائے۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔	کہہ دو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں چاہنے لگے گا۔
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	تمہارے لیے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔

سمع وطاعت، اطاعت واتباع کے ان پرجلال مطالبوں سے قرآن گونج رہا تھا اور ان لوگوں کے سامنے گونج رہا تھا جو ہر چیز سے دست بردار ہو کر صرف اس کی آواز میں گم ہونے کا آخری اور قطعی فیصلہ کر چکے تھے۔ ان کا یہ فیصلہ غلط تھا یا صحیح، مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں لیکن حضرات صحابہ کرام کے اس فیصلہ کا علم مسلم اور غیر مسلم ہر طبقہ کو ہے۔ بتایا جائے کہ دنیا کے کس تاریخی واقعہ لے اس کے مؤرخین اور راویوں کا یہ تعلق ہے۔ عجیب بات ہے کہ جن بزرگوں سے کسی زمانے میں انسانوں کے کسی گروہ کو اگر یہ تعلق پیدا بھی ہوا تھا تو ان کی تاریخ ہی آج ناپید ہے اور تاریخ کا جو سرمایہ آج ہمارے پاس ہے اس کے مورخوں کو ان تعلقات کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ کہاں بھلوں کی مجلسوں کی گرم بازاری کے لئے مورخین کے بیانات اور کہاں ان سوختہ سامانوں کی تاریخی شہادتیں۔

اسی کے ساتھ ہمیں اس کا بھی اضافہ کرنا چاہئے کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی اطاعت و اتباع ہی ان بزرگوں کے لیے ضروری نہ تھی بلکہ جس قرآن اور جس فرمان نے ان پر یہ فریضہ عائد کیا تھا اسی نے ان کو اس کا بھی ذمہ دار بنایا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کہتے ہوئے انہوں نے سنا ہے اور جو کچھ کرتے ہوئے انہوں نے دیکھا ہے وہ دوسروں تک مسلسل پہنچاتے چلے جائیں۔ ہر حاضر غائب کو اور ہر پہلا پچھلوں کو ان کی طرف بلاتا جائے۔ قرآنی آیتوں

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔	تم ایک بہترین امت ہو انسانوں کی (بھی خواہی) کے لیے تم ظاہر کئے گئے ہو۔ تاکہ اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم دو اور بری باتوں سے ان کو روکو
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔	چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی اور بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائے، اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے۔

ہی کی یہ تفسیر تھی جو مختلف پیرایوں میں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے۔ منیٰ کا میدان ہے خیف کی مسجد ہے، ایک لاکھ سے اوپر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کا مجمع ہے۔ سب کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ عبدًا سمع مقالتي فوعاها ثُمَّ اَدَّاها الى من لم يسمعها۔ (صحاح)	تر و تازہ رکھے اللہ اس بندے کو جس نے میری بات سنی پھر اسے یاد رکھا اور جس نے نہیں سنا ہے اس تک انہیں پہنچا دیا۔

یہی منیٰ کا میدان ہے، حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں اعلان فرمایا جاتا ہے۔

تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما	میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جن کے بعد تم پھر گمراہ

كتاب الله وسنتي ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض۔ (صحاح)	نہیں ہو سکتے (ایک تو) اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض (کوثر) پر میرے سامنے آجائیں۔

مجمع سے یہ دریافت فرمانے کے بعد کہ کیا میں نے پہنچا دیا، آسمان کی طرف انگلیاں اٹھا کر، اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ کے ارشاد فرمانے کے بعد آخری رخصت کے اس خطبہ کو اس مشہور متواتر فقرہ پر ختم فرمایا جاتا ہے۔

اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (صحاح)	چاہئے کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا تا جائے۔

جس دردناک اثر انگیز ماحول میں اس خاتمہ کا اعلان ہوا ہے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جن جذبات و ہیجانات سے مخاطب مجمع بھرا ہوا تھا اس پہ کیا اثر ہوا ہوگا۔ اسی اثر کا آپ کو یقین تھا کہ صحابہ کی جماعت کو خطاب کرکے بطور پیش گوئی آپ فرماتے:

تَسْمَعُوْنَ، وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ مِنْكُمْ	تم مجھ سے سن رہے ہو، تم سے بھی سنا جائے گا اور جن لوگوں نے تم سے سنا ہے، ان سے بھی لوگ سنیں گے۔

(ابوداؤد، مستدرک)

نہ صرف عام مجامع میں یہ اعلان کیا جاتا تھا بلکہ ملک کے مختلف اطراف سے وقتاً فوقتاً وفود کے جو سلسلے دربار نبوت میں حاضر ہوا کرتے تھے عموماً ان کو ایسی جگہ ٹھہرایا جاتا تھا جہاں سے اس واقعہ کے معائنہ اور مشاہدہ کا ان کو کافی موقع مل سکتا ہو جس کے وہ مورخ بنائے جاتے تھے، پھر جو کچھ سنانا اور دکھانا مقصود ہوتا وہ سنایا اور دکھایا جاتا تھا۔ آخر میں رخصت کرتے ہوئے حکم دیا جاتا جیسا کہ بخاری میں ہے۔

اِحْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْهُنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ۔	ان باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں انہیں ان سے مطلع کرتے رہنا۔

حافظ ابن حجر اس فقرہ کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

يَشْمَلُ مَنْ جَاؤُا مِنْ عِنْدِهِمْ وَهٰذَا بِاعْتِبَارِ الْمَكَانِ وَيَشْمَلُ مَنْ يَحْدُثُ لَهُمْ مِنَ الْاَوْلَادِ وَغَيْرِهِمْ وَهٰذَا بِاعْتِبَارِ الزَّمَانِ۔ (فتح الباری)	یہ ان لوگوں کو بھی شامل ہے جن کے پاس سے یہ لوگ آئے تھے اور یہ بات مکان کے لحاظ سے ہے اور ان آئندہ نسلوں کو بھی شامل ہے جو بعد کو پیدا ہونے والی ہیں اور یہ بات زمانے کے حساب سے ہوگی۔

اور یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام کے دائرہ میں جو قبائل داخل ہوتے جاتے تھے، دربار رسالت سے ان کی تعلیم و تلقین کے لئے ذمہ دار اصحاب کو بھیجا جاتا تھا حکم دیا جاتا تھا کہ جو کچھ تم نے ہم سے سیکھا ہے، وہ انہیں بھی جا کر سکھاؤ۔ صرف انتخابی احکام ہی نہیں بلکہ قرآن کی اس آیت

لہ یعنی اسے اللہ کہا میں نے پہنچا دیا، کیا میں نے پہنچا دیا۔ کیا میں نے پہنچا دیا تین دفعہ ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ۙ

جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جسے ہم نے اتارا ہے اور جو کھلی باتوں اور سوجھ بوجھ (ہدایت) کی باتوں پر مشتمل ہے اور اس کے بعد چھپاتے ہیں جبکہ انسانوں کیلئے کتاب میں ان سے بیان کر دیا ہے، یہی لوگ ہیں جن پر خدا بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

کی بنیاد پر صحابہ کرام جس تاریخ کی نشر و اشاعت کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے اس کا چھپانا گناہ خیال کرتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بھی روایت کرتے تھے۔

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ (ابوداؤد و ترمذی)

جس کسی سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور اسے وہ چھپائے تو قیامت کے دن آگ کی لگام اسے پہنائی جائے گی۔

اور اسی کا نتیجہ تھا کہ سکرات میں مبتلا ہیں، لیکن بعض صحابہ سے یہ مروی ہے اس وقت بھی محض اس خیال سے کہ "علم کے چھپانے" کا الزام ان پر نہ رہ جائے حدیث بیان کرتے جاتے تھے (بخاری و مسلم و عام صحاح)

ان تمام امور کے ساتھ اس کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ جس ذاتِ گرامی کے ہر قول کو وہ خدا کی بات اور خدا کا حکم سمجھتے تھے، اسی نے بار بار بکثرت ان کی فطرت میں مشہور حدیث مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے گا چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تیار کرلے) کے تہدیدی خوف کو اس طرح راسخ کرنے کی کوشش کی تھی کہ جتنے صحابیوں سے یہ حدیث مروی ہے۔ مشکل ہی سے چند حدیثیں اس قدر کثیر تعداد صحابہ سے مروی ہوں گی اور یوں بھی قرآن کی رو سے یہ نہایت بدیہی بات تھی جس قسم کے ایمان و یقین کی دولت سے یہ لوگ سرفراز تھے اس فعل کی جرأت کس کو ہو سکتی تھی؟ جس اعلیٰ کردار کے وہ مالک تھے یوں بھی ان سے غلط بیانی کی توقع کون کر سکتا ہے۔ ماسوا اس کے جب وہ جانتے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی امر کا انتساب دراصل اس چیز کو خدا کی طرف منسوب کرنا ہے اور ایک جگہ نہیں، بے شمار آیتوں میں قرآن نے مفتری علی اللہ (خدا پر جھوٹ باندھنے والے) کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ کیا قرآن پر تازہ ایمان رکھنے والوں کے لئے اس کے بعد اس کی کوئی گنجائش ہو سکتی تھی کہ وہ قصداً العیاذ باللہ اپنے محبوب رسول پر جھوٹ باندھیں؟ یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ تو جس وقت "حدیث" بیان کرنے کے لیے بیٹھتے قبل کچھ بیان کرنے کے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا والی حدیث کو ضرور پڑھ لیتے تھے، تاکہ ان میں اپنی نازک تاریخی ذمہ داری کا احساس بیدار اور تازہ ہو جائے۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں راوی ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ ذخیرۂ حدیث کے سب سے بڑے راوی یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دوامی قاعدہ تھا کہ

يَبْتَدِئُ حَدِيثَهُ بِأَنْ يَقُولَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ أَبُو الْقَاسِمِ

اپنی حدیث جس وقت بیان کرنی شروع کرتے تو کہتے: فرمایا رسول اللہ صادق و مصدوق ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (اصابہ ج ۱) — نے جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تیار کرے۔

اس کے بعد جو کچھ بیان کرنا چاہتے تھے، بیان فرماتے۔

اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ صحابہؓ کو سناتے تھے یا کرکے دکھلاتے تھے اس کے متعلق صرف یہ حکم دے کر نہ رہ جاتے کہ تم بھی ان کو یاد رکھنا یا کرنا بلکہ اس کی باضابطہ نگرانی فرماتے تھے کہ اس حکم کی کس حد تک تعمیل کی جاتی ہے۔ مہات شریعت اور اساسی امور کے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی کا کیا حال تھا، اس کا اندازہ آپ کو اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک معمولی بات یعنی ایک صحابی کو یہ بتاتے ہوئے کہ جب سونے لگو تو یہ دعا پڑھ کر سویا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتانے کے بعد فرمایا کہ اچھا میں نے کیا کہا اسے دہراؤ۔ صحابی نے آخری فقرہ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ (ایمان لایا میں اس کتاب پر جو تو نے اتاری اور اس نبی پر جسے تو نے بھیجا) میں نَبِيِّكَ کے لفظ کو رَسُوْلِكَ کے لفظ سے بدل دیا جو تقریباً ہم معنیٰ الفاظ ہیں یعنی بجائے نبی کے رسول کا لفظ استعمال کیا۔ لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اپنی زبانِ مبارک سے نَبِيِّكَ کا لفظ ادا فرمایا تھا حکم ہوا کہ میں نے یہ نہیں کہا، وہی کہو جو میں نے بتایا۔ ظاہر ہے کہ قانونی طور پر سوتے کی دعا کی حیثیت ان شرعی حقائق کی نہیں ہے جنہیں فرض و واجب کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے لیکن باوجود اس کے ایک ایک لفظ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی سخت نگرانی تھی۔ بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام گفتگو کے متعلق یہ دوامی عادت بیان کی جاتی ہے کہ اَنَّهُ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثًا (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات کرتے تو اس کو تین دفعہ دہراتے) غالباً اس میں بھی زیادہ تر دخل اسی مقصد کو تھا۔ فعل کے متعلق مشہور حدیث ہے کہ ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے تمام ارکان یعنی قیام، رکوع و سجود میں کوئی کمی نہیں کی تھی، صرف ذرا عجلت اور جلد بازی سے کام لے رہے تھے، مگر نماز سے جب وہ فارغ ہوئے تو وہ یہ سن رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ (پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی) ارشاد فرما رہے ہیں۔ انہوں نے پھر نماز دہرائی لیکن اب بھی اس میں وہ وقار اور طمانیت نہیں پیدا ہوئی تھی جس سے صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (ٹھیک اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو) کے حکم کی تعمیل ہوتی۔ الغرض تیسری بار سمجھانے کے بعد انہوں نے اپنی نماز جیسی کہ چاہیے ادا کی۔ نماز میں سکینت و اطمینان کی حیثیت اکثر فقہاء امصار کے نزدیک فرض و واجب کی نہیں ہے لیکن جن لوگوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی اس کے ہر پہلو ظاہر و باطن اندر و باہر کا مورخ بنانا چاہتے تھے، ان پر آپ ان معاملات کے متعلق بھی پوری نگرانی رکھتے تھے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی تاریخ بھی موجود ہے جس نے اپنے مؤرخین کی اور راویوں کے بیان واداکی خود نگرانی کی ہو، اور ایسی کڑی نگرانی؟

تدوینِ حدیث کے قدرتی عوامل

تدوینِ حدیث کے سلسلے میں جن امور کی تعبیر میں نے غیر معمولی خاص قدرتی عوامل سے کی ہے اور عام تاریخی سرمایہ سے تاریخ کے اس حصہ کے لیے جن بنیادوں پر میں امتیاز کا مدعی ہوں، اس کے ٹھوس اور خصوصی اسباب تو یہ تھے لیکن خصوصیتوں کا یہ قصہ ان ہی پر ختم نہیں ہو جاتا۔ جن لوگوں کے ہاتھوں علم کے

اس حیرت انگیز ایوان کی تعمیر ہوئی ، ابھی ان کی اور بھی چند باتیں قابلِ لحاظ ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ان تمام ذمہ داریوں کے ساتھ جن کا ذکر آپ سن چکے، قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ دعوت جو شاعرانہ زبان میں بلکہ فی الحقیقت مولانا حالی مرحوم کی اس بلیغ تعبیر کی صحیح تصویر تھی ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
ایک آواز میں سوتی بستی جگا دی — نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی

اس نے صحابہ کرام کی ذہنی قوتوں اور عملی توانائیوں میں نئی زندگی کی روح بھر کر ان میں ایسی ہلچل پیدا کر دی تھی کہ بقول گاڈفرے ہگنس "عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام نے وہ نشہ آپ کے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ عیسائی ہی نہیں بلکہ دنیا کو چاہیے کہ یہ یاد رکھے کہ اس نشہ کی نظیر نہ اس سے پہلے دیکھی گئی اور نہ اس کے بعد دیکھی جا سکتی ہے۔" عروہ بن مسعود ثقفی نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کو صحابہ کرام کے اس نشہ کی خبر کتنے صحیح الفاظ میں دی تھی:

أَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ إِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ۔ (بخاری)

لوگو! خدا کی قسم مجھے بادشاہوں کے دربار میں بھی باریابی کا موقعہ ملا ہے قیصر (روم) کسریٰ (ایران) نجاشی (ابی سینیا) کے سامنے حاضر ہوا ہوں قسم خدا کی میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کی لوگ اتنی عظمت کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی کرتے ہیں قسم خدا کی جب وہ بلغم تھوکتے ہیں تو نہیں گرتا ہے وہ لیکن ان کے ساتھیوں میں سے کسی آدمی کے ہاتھ میں پھر وہ اپنے چہرہ اور اپنے بدن پر اسے مل لیتا ہے۔ (محمد) جب کسی بات کا انھیں حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کی طرف وہ جھپٹ پڑتے ہیں جب محمدؐ وضو کرتے ہیں تو اس وقت ان کے وضو کے پانی پر آپس میں الجھ پڑتے ہیں جب محمدؐ بات کرتے ہیں تو ان کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں، محمدؐ کو نگاہ بھر کر ان کی عظمت کی وجہ سے وہ نہیں دیکھ سکتے۔

یہ دوست کی نہیں بلکہ ایک دانا دشمن کی شہادت ہے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس جماعت کے نشہ کا یہ حال ہو، جو احکام وادامر تو بڑی چیزیں ہیں تھوک اور وضو کے غسالہ تک کو اپنے اندر پیوست کرتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے میں گویا باہم الجھ پڑتے تھے، ایک ایک موئے مبارک کے متعلق یہ حال تھا کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عبیدہ تابعی جنہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک ہاتھ آ گیا تھا فرماتے:

لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِیْ شَعْرَةٌ مِّنْهَا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا ؕ	میرے پاس کسی بال کا ہونا، اس سے زیادہ محبوب ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب کچھ میرے یہاں ہو۔

جن لوگوں کا تعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کا ہو، انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "زندگی" جس کے لیے خدا کی طرف سے بھی وہ محافظ اور مبلغ قرار دیے گئے تھے سوچنا چاہیے کہ ان ہی لوگوں نے اس "زندگی" کی نگہداشت میں کس اہتمام کس انہماک اور توجہ سے کام لیا ہو گا، ایک ایک موئے مبارک بھی جن کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھا ان ہی کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی، غور کرنا چاہیے کہ کیا قیمت تھی۔

اب ایک طرف حضرات صحابہ کرام کے ان جذباتی طوفانوں کو اپنے سامنے رکھئے اور اسی کے ساتھ اس پر بھی غور کیجیے کہ جس عہد میں اس "تاریخ" کی حفاظت و اشاعت کی ذمہ داری قدرت کی جانب سے انھیں سپرد ہوئی تھی اس زمانہ میں ان کے پاس کسی قسم کا کوئی دماغی مشغلہ قرآن مجید کے سوا موجود نہ تھا، عرب جاہلیت کی تاریخ ہم سب کے سامنے ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اس حیرت انگیز مدہش اچانک دماغی بیداری کے زمانہ سے پہلے وہ اور ان کا ملک تقریباً ان عام علمی اور ذہنی مشغلوں سے مفلس تھا جن کا پرچا عموماً حضارت و تمدن کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگرچہ میں اس کا تو قائل نہیں جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ عرب کے ایام جاہلیت کا یہ مطلب ہے کہ ان کی حالت ہندوستان کے بھیلوں اور گونڈوں کی تھی نہ صرف قریش بلکہ اور بھی دوسرے قبائل کے صحیح حالات سے جو واقف ہیں وہ ایک سیکنڈ کے لئے یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے بلکہ جیسا کہ عنقریب آپ کے سامنے اس کی تفصیل آئے گی۔ "جاہلیت" کا یہ ترجمہ کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے - عربی زبان اور قرآن مجید کے عام محاوروں کے خلاف ہے جو عربوں کی جہالت کا یہ مطلب سمجھتا ہے، وہ دراصل واقعات سے جاہل ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کے سلسلے میں عرب کا بھی تقریباً وہی حال تھا جو عموماً اس زمانہ میں اگر کامل متمدن ممالک نہیں تو نیم متمدن ممالک کا تھا یعنی جس طرح قدیم زمانے میں تقریباً ہر ملک اور قوم میں لکھنے پڑھنے والوں کا ایک خاص پیشہ ور طبقہ ہوتا تھا اور عام پبلک کو اس سے چنداں تعلق نہیں تھا، نہ اس کی اتنی اہمیت تھی، کسی ملک میں پادریوں، کسی میں موبدوں، کسی میں برہمنوں - الغرض اسی قسم کے لوگوں کے ساتھ یہ کام مخصوص تھا، اگر بالکلیہ نہیں تو قریب قریب عرب کا بھی یہی حال تھا۔ آئندہ یہ بتایا جائے گا کہ عرب میں بھی ایک خاصی تعداد خواندوں اور نویسندوں کی تھی۔ نہ صرف مرد بلکہ ایام جاہلیت میں بعض لکھی پڑھی عورتیں پائی جاتی تھیں۔ شرفا ہی نہیں بلکہ غلاموں میں بھی ایسے افراد موجود تھے۔ میں اپنے اس دعوے کی تھوڑی بہت تفصیل آگے بھی کروں گا لیکن بایں ہمہ یہ بھی صحیح ہے کہ عمومی نوشت و خواند جو چند گنے چنے لوگوں تک محدود تھی، اس سے آگے عربوں کی ذہنی اور دماغی قوتوں کے لئے اس زمانہ میں کوئی خاص اہم خوراک موجود نہ تھی، اور تھوڑی بہت اگر کچھ تھی بھی تو وہ بہت ادنیٰ درجہ کی تھی۔ ان کا سب سے بڑا دماغی مشغلہ شعر و شاعری کا تھا، یا باہم ایک دوسرے پر تفاخر یا توہین کے لیے۔ وہ انساب کے علم سے دلچسپی رکھتے تھے اور بھی ابتدائی نوعیت کی کچھ فنی چیزیں محدود سے چند افراد کے پاس تھیں لیکن اسلام نے شریفانہ کردار کا جو معیار مقرر کیا تھا اس میں گانے بجانے، رقص و سرود، مے نوشی، مفاخرت یا مشاجرت وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں رکھی تھی، ان کی خمری و مخزی

فحش و مبالغہ والی شاعری کی بھی اس نے کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ ایک طرف عربوں کی ذہنی و علمی بھوک کی وہ شدت اور دوسری طرف یونہی اُن کے ملک کا دماغی مشغلوں سے خالی ہونا، چندبچی کھچی ادنیٰ درجہ کی غذائیں جو ان کے پاس موجود تھیں ان کا بھی سامنے سے ہٹ جانا اور سب کو ہٹا کر اس شدید دماغی تشنگی کے وقت میں ان کے سامنے صرف قرآن اور مبلغ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا علم و فن کے رنگ میں پیش ہونا اور اسی کی کمی و بیشی پر سوسائٹی میں افراد کے مدارج کا قدرتاً مقرر ہو جانا، غور کرنے کی بات ہے کہ ایسے ماحول میں ہر چیز سے ٹوٹ کر ہمہ تن ان ہی دو چیزوں میں اگر وہ ڈوب گئے تھے تو آپ ہی اندازہ کیجیے کہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ ایسی حالت میں یقیناً یہی ہو سکتا تھا اور یہی ہو کر رہا۔

بلکہ اسی کے ساتھ ہم جب اس واقعہ کو بھی ملا لیتے ہیں کہ فاقہ کش غریب اور مفلس عرب جو اپنے ملک کے خاص حالات کے لحاظ سے ایام جاہلیت میں معاشی حیثیت سے انتہائی سخت کوشیوں کا شکار بنا ہوا تھا۔ تعیش و رفاہیت کی زندگی کا تو ذکر کیا ہے۔ ضروری معاشی رسد کی تکمیل میں بھی ان کو آسمان و زمین کے قلابے ملانے پڑتے تھے، ساری عمر عرب کے چٹیل ریگستانی اور سنگستانی صحراؤں میں بیچارے صرف اس لیے دوڑتے پھرتے تھے کہ دو وقت کی خشک روٹی خواہ کسی شکل میں ہو مل جائے اور وہ بھی بہ مشکل میسر آتی تھی، لیکن اسلام نے ایک طرف ان کے باطنی قویٰ اور ذہنی طلب میں یہ طوفان برپا کیا، دوسری طرف پندرہ بیس سال کی مدت میں جسمانی اور معاشی مطالبوں کے لیے رسد کا ایک ایسا بے تھاہ سمندر ان کے اس غیر آباد و قلیل التعداد ملک میں ٹھاٹھیں مارنے لگا کہ سچ یہ ہے کہ اس کی نظیر کبھی عرب کے آسمانوں نے نہ اس سے پہلے دیکھی تھی اور نہ آج تک پھر وہ تماشا دیکھنا اسے نصیب ہوا، ان خزائن اور دفائن، غنائم اور نفل کے سوا جو قرنہا قرن سے کسریٰ کے خزانے میں جمع ہوئے تھے یا وہ دولت جو زمین فرعون (مصر) سے یا ارض شام سے آئی تھی ستون فی ستین (یعنی ساٹھ گز چوڑا) والا جو ہر نگار بہار نامی ایرانی غالیچہ جس کے تمام نقش و نگار جن کا تعلق مختلف مناظر اور موسموں سے تھا انمول جواہرات کے ذریعہ سے کاڑھے گئے تھے، کسریٰ کا وہ مرصع تاج جو اپنے قیمتی اور وزنی پتھروں کی وجہ سے بجائے سر پہ رکھنے کے سونے کی زنجیر سے لٹکا دیا جاتا تھا اور کجِ کلاہِ ایران اسی میں اپنا سر داخل کر دیتا تھا، کھجوروں کے تنہ پر مدینہ میں جو مسجد کھڑی تھی اس میں یکے بعد دیگرے یہ سب کچھ ہر طرف سے چلا آرہا تھا۔ خوراکی رسد کا یہ حال تھا کہ عام رمادہ کے قحط میں حضرت عمرؓ نے مصر کے والی عمرو بن عاص کو غلہ کے لیے جب لکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اونٹوں کی ایسی قطار غلہ سے لاد کر پایۂ تخت خلافت میں بھیجتا ہوں جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں ہوگا اور آخری اونٹ کی دم میرے ہاتھ میں ہوگی۔ یہ سب تو وقتی دولت تھی اصل چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ دس پندرہ سال کے عرصے میں حجاز، یمن، یمامہ، بحرین، عراق، شام اور مصر کے لاکھوں مربع میل کے جو علاقے فتح ہوئے جن میں بجز حجاز کے تقریباً اکثر حصہ صرف ثروت و دولت کا بے پناہ سرچشمہ تھا، مصر سے پہلا خط عمرو بن العاصؓ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام آیا تھا کہ ایک ایسی زمین پر خدا نے قبضہ دلایا ہے جو اچانک موتی کی طرح سفید اور پھر عنبر کی مانند سیاہ اور اسی کے بعد ہیرے کی مانند سرسبز ہو جاتی ہے۔ ان سارے علاقوں کا ایک بڑا حصہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگیروں پر تقسیم کر دیا گیا تھا، کون اندازہ کر سکتا ہے کہ ان اموالِ غنیمت کے

حصوں کے ساتھ ساتھ ہر صحابی کے گھر میں سالانہ کتنی دولت ان جاگیروں سے آتی تھی، تاریخوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ عہد فاروقی تک پہنچتے پہنچتے مدینہ کے بازار کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ عہد نبوت میں جس گدھے کی قیمت پندرہ درہم تھی اب وہ پندرہ سو میں ملتا تھا۔ بخاری کی مشہور روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غابہ کی زمین جو مدینہ کے پاس ہے کل ایک لاکھ ستر ہزار درہم میں مول لی تھی لیکن ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے جب فروخت فرمایا تو اس کی قیمت سولہ لاکھ ملی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنی داد و دہش کی وجہ سے مرنے کے وقت ایک پیسہ نہ چھوڑ سکے، لیکن مکانات اور زمین کی شکل میں جو ان کی جائداد تھی اس کی قیمت جیسا کہ بخاری میں ہے پچاس کروڑ دو لاکھ لگائی گئی تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے انتقال کے وقت ترکہ چھوڑا اس کا حساب تو بہت طویل ہے لیکن فراخی و فراغبالی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اپنے ثلث مال سے انہوں نے وصیت کی تھی کہ ہر بدری صحابی کو (جن کی تعداد اس وقت تقریباً ایک سو کے قریب رہ گئی تھی) چار چار سو دینار دیے جائیں۔ صحابہ اور صحابہ کی اولاد جو ہی عرب تھے جن کے پاس ہزار کے اوپر عدد کے لیے کوئی لفظ ہی نہ تھا، لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ایک ایک وقت میں صرف خیرات کرتی تھی یا اپنے ملنے جلنے والے احباب اعزہ کو دے ڈالتی تھی۔ عام تاریخی کتابوں میں بکثرت ان کی داد و دہش کے واقعات کا ذکر ہے بخوف طوالت ان کی تفصیل ترک کی جاتی ہے

بہر حال مجھے حدیث کے ابتدائی رواۃ یا اس تاریخ کے ابتدائی مورخین کی دولت اور آمدنی کی تفصیل بتانا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ گزشتہ بالا حالات کے ساتھ جب ان کی معاشی فراغبالی کو بھی پیش نظر رکھا جائے اور پھر سوچا جائے کہ علم کی پیاس کی جو آگ ان کے دل میں لگائی گئی تھی اس کی تسکین کے لیے ان کے پاس کتنے وسیع مواقع قدرت نے مہیا کردیئے تھے۔ ہوسکتا تھا اور تھوڑے دنوں بعد ہو بھی گیا کہ مال و دولت کی اس فراوانی نے ان ہی صحابیوں کی دوسری اور تیسری پشت میں ان امیرانہ مشاغل کو پیدا کردیا جو اس کے لازمی نتائج ہیں۔ لیکن ہم جن لوگوں سے بحث کر رہے ہیں ان میں ایک ایسا روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا ہوچکا تھا کہ وہ اتنی آسانی کے ساتھ کردار کے اس بلند اسلامی معیار کو نہیں چھوڑ سکتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے ان میں پیدا کردیا تھا اور اس کی شہادت ان کی زندگی سے ملتی ہے بجائے رنگ رلیوں کے ان کے مصارف وہی تھے جو اسلام نے ان کے لئے مقرر کئے تھے۔ ہر ایک نیکی کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔ وہی عبدالرحمٰن بن عوفؓ جن کا ذکر ابھی گزرا، مشہور بات ہے کہ اپنے ذاتی روپے سے خرید خرید کر انہوں نے تقریباً تیس ہزار غلاموں کو آزاد کیا تھا، اور از یں قبیل سب کا یہی حال تھا۔ صرف یہی نہیں

---

[1] قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں روایت درج کی ہے کہ فارس کے غنائم جن میں الجواہر، اللولو، والذہب الفضہ کی کثیر مقدار تھی۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب ان کا ڈھیر لگایا گیا تو رونے لگے اور فرمایا کہ جس قوم کو یہ چیزیں ملیں بالآخر ان میں بغض و عداوت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

بلکہ ان میں اکثر خصوصاً جن کا زیادہ میلان تعلیم قرآن اور تدوین حدیث کی طرف تھا ان کی تمام جائداد وں اور مالی ذرائع کی نگرانی بھی قہرمانوں اور قیموں کے سپرد تھی، وہی وصول کرتے تھے اور وہی اس کا حساب کتاب رکھتے تھے۔ ان بزرگوں کو اپنے کام کے سوا اور کسی بات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ جو ترجمان القرآن حبرالامۃ وغیرہ عالمانہ القاب سے ملقب ہیں اور تدوین حدیث میں ان کا بڑا حصہ ہے، ان کے ایک بھائی عبیداللہ کی طبیعت کا میلان تو جود و سخا کی طرف تھا کہا جاتا ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر ہزار دل روپے لوگوں کو دے دیتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے آکر کہا کہ تم پر میرا حق ہے۔ بولے کیا ؟ اس نے کہا کہ تم چاہ زم زم پر پانی پی رہے تھے، چہرہ پر دھوپ پڑ رہی تھی، میں نے اپنی چادر سے سایہ کر دیا تھا ! بولے ہاں تیرا احسان یاد ہے۔ قیم (دارونہ) کو آواز دی پوچھا تیری تحویل میں اس وقت کتنی رقم ہے ؟ دس ہزار درہم نقرئی اور دو سو طلائی دینار ہیں ! اس نے جواب دیا۔ حضرت عبیداللہ نے حکم دیا سب اس شخص کو دے دو اور یہ ان کا عام حال تھا۔ لیکن وہی دولت جسے عبیداللہ اس طریقہ سے خرچ کرتے تھے ان کے بڑے بھائی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کی نشر و اشاعت پر صرف فرماتے تھے۔ بخاری میں ان کے مشہور شاگرد ابوجمرہ سے مروی ہے کہ صرف اس لئے تاکہ ابن عباسؓ کی آواز[1] دوسروں تک وہ پہنچایا کریں، حضرت نے اپنی آمدنی کا ایک حصہ ابوجمرہ کے لئے مخصوص فرما دیا تھا، اور یہ حال تو اس وقت کا ہے جب مسند درس پر جلوہ فرما ہو چکے تھے، لیکن یہی ابن عباسؓ باوجود اس ثروت و دولت کے اپنے طلب حدیث کے دنوں کو یاد کر کے فرماتے :

كُنتُ اٰتِي الرَّجُلَ فِي الْحَدِيْثِ يَبْلُغُنِيْ
اَنَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه
وسلم فَاَجِدُهٗ قَائِلًا فَاَتَوَسَّدُ رِدَائِيْ
عَلٰى بَابِهٖ تَسْفِي الرِّيْحُ التُّرَابَ عَلٰى وَجْهِيْ
حَتّٰى يَخْرُجَ فَاِذَا خَرَجَ قَالَ يَا ابْنَ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ؟
فَاَقُوْلُ بَلَغَنِيْ حَدِيْثٌ عَنْكَ اَنَّكَ تُحَدِّثُهٗ
عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْكَ فَيَقُولُ هَلَّا
بَعَثْتَ اِلَيَّ حَتّٰى اٰتِيَكَ فَاَقُوْلُ اَنَا اَحَقُّ
اَتَيْتُكَ (دارمی)

حدیث کی طلب میں میں کسی ایسے آدمی کے پاس جاتا جن کے متعلق مجھے خبر ملتی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے اور پاتا کہ وہ دوپہر میں آرام کر رہے ہیں تو اپنی چادر کو تکیہ بنا کر ان کے دروازے پر پڑ جاتا، ہوائیں دھول اٹھا اٹھا کر میرے چہرے پر ڈالتیں اور میں اسی حال میں پڑا رہتا تاآنکہ وہ صاحب باہر نکل آتے۔ باہر نکل کر جب مجھے دیکھتے تو کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ میں کہتا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تم کوئی حدیث روایت کرتے ہو، میں نے چاہا کہ اس حدیث کو تم سے سنوں۔ جواب میں وہ صاحب کہتے، آپ کسی کو بھیج دیے ہوتے میں خود حاضر ہو جاتا، میں کہتا کہ تمہارے پاس حاضر ہونے کا مستحق میں ہوں

---

[1] بعضوں کا خیال یہ بھی ہے کہ ابوجمرہ چونکہ فارسی جانتے تھے اس لئے حضرت ابن عباس کی باتوں کا ترجمہ عربی نہ جاننے والوں کو سنا دیا کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ دونوں کام کرتے ہوں۔

صحابہ کرام اور ان کے تلامذہ تابعین، تبع تابعین نیز دوسرے ائمہ اور بزرگوں نے اس فن کی تدوین میں کیا کیا مشقتیں برداشت کی ہیں ان کا تفصیلی ذکر آگے آ رہا ہے۔ اس مثال کے پیش کرتے کی غرض اس وقت صرف یہ تھی کہ دولت و امارت نے ان کو امیرانہ چونچلوں میں الجھا نہیں دیا تھا بلکہ ان میں کتنے ایسے تھے جن کی آمدنی کا اکثر حصہ اسی علم کی خدمت میں صرف ہوتا تھا۔ مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی اس علمی ولولہ کی کیفیت یہ تھی کہ معمولی معمولی عورتیں محض اس لئے کہ ان کا بچہ فن حدیث کا عالم ہو جائے ہزار ہا روپے خرچ کر ڈالتی تھیں اس موقعہ پر عہد صحابہ کا قصہ یاد آیا کہ فروخ نامی ایک معمولی آدمی تھے، آزاد شدہ غلاموں کے طبقہ سے اُن کا تعلق تھا۔ غالباً فوج میں ملازم تھے۔ لیکن اس وقت مدینہ کی دولت کا یہ حال تھا کہ ادنیٰ ادنیٰ غلام سپاہی بھی تمیں تیس چالیس ہزار دینار طلائی سکہ پس انداز کر سکتا تھا۔ تقریباً سیر کی اکثر کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ اپنا سارا اندوختہ بیوی کو سپرد کر کے وہ کسی نوکری پر طویل مدت کے لیے باہر چلے گئے۔ بندرہ بیس سال کے بعد واپسی ہوئی۔ جس وقت جا رہے تھے ان کی بیوی حاملہ تھی پیچھے لڑکا پیدا ہوا، نام ربیعہ رکھا گیا۔ اس نیک دل خاتون کے علمی ذوق کا حال سنئے کہ انہوں نے شوہر کے سارے اندوختہ کو بچے کی تعلیم و تربیت پر ختم کر دیا اور اس زمانہ کی تعلیم کیا تھی؟ یہی قرآن و حدیث کی خدمت۔ فروخ جب گھر واپس ہوئے تو لڑکا جوان ہو کر نہ صرف عالم بلکہ مسجد نبوی کے حلقہائے درس کے ایک ممتاز ترین معلم کی حیثیت حاصل کر چکا تھا۔ امام مالک، امام اوزاعی، سفیان ثوری جیسے لوگ جنہیں بعد کو امت میں امامت کا منصب عطا ہوا، وہ ان کے شاگردوں میں شریک تھے۔ فروخ باہر سے بھی چار پانچ ہزار روپیہ کما کر لائے تھے۔ دو تین دن کے بعد بیوی سے اپنے گزشتہ پس انداز کا حساب دریافت کیا بولیں کہ سب کو میں نے گاڑ رکھا ہے، کچھ دم لے لو تو انہیں نکالوں، لیکن ذرا کل تم صبح کی نماز کے بعد مسجد نبوی کے حلقہائے درس میں گشت تو لگانا۔ دوسرے دن انہوں نے یہی کیا، ایک حلقہ میں پہنچے تو خدا کی قدرت نظر آئی کہ ان کے لڑکے کو چاروں طرف سے شاگردوں کا حلقہ گھیرے ہوئے ہے۔ خوشی کے مارے پھولے نہ سمائے۔ گھر پہنچے اور بیوی سے حال بیان کیا۔ بیوی نے کہا کہو روپیہ لینا چاہتے ہو یا ایسا عالم لڑکا؟ میں نے تمہارے روپے اس کی تعلیم پر خرچ کر دیئے۔ فروخ نے اپنی بیوی کے فعل کی تحسین کی

علم حدیث کی تفصیل و تدوین و اشاعت دفتر میں عہد صحابہ اور اس کے بعد لوگوں نے کتنی حیرت انگیز مالی قربانیاں کی ہیں اس کے لیے ایک مستقل مقالہ کی ضرورت ہے میں اس وقت صرف دماغوں کو ادھر متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ منجملہ دیگر اسباب کے عہد صحابہ کی معاشی فراغبالی کو بھی دنیا کی تاریخ کے اس عجیب حصہ کی حفاظت میں غیر معمولی دخل ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ جو کام ؎

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منے
فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

کے ماحول میں انجام پا سکتا ہے جو خورد باہلہ و فرزندم کے سوال کے ہتھوڑوں سے چور دلوں میں بجز خاص استثنائی صورتوں کے عموماً ایسے پراگندہ روزدں سے پراگندہ دماغی ہی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

خصوصاً جو واقعہ خاص اس علم کے ساتھ پیش آیا ہے اس کے لیے تو یہ ہونا زیادہ ضروری تھا کیونکہ چند گنے گنائے آدمیوں سے اس کا تعلق نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو استثنائی قانون کا ممکن تھا کہ ظہور ہوتا لیکن آپ کو آئندہ معلوم ہوگا کہ تاریخ کے اس بسیط اور مختصر حصہ کے بیان کرنے والوں کی

تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اب تک حدیث کے ابتدائی راویوں یعنی صحابہ کرام کے کیفی حالات و خصوصیات سے میں بحث کر رہا تھا لیکن اس تاریخ کے مورخوں کا جو مقداری امتیاز ہے میرے خیال میں تدوین کے "تدرتی عوامل" میں غور و ذکر کے لیے ان کو بھی کچھ کم اہمیت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ایک لحاظ سے تو یہ اس فن کی ایک ایسی امتیازی شان ہے جس کی نظیر فن تاریخ ہی میں نہیں دوسرے علوم میں بھی مشکل مل سکتی ہے ڈاکٹر اشپرنگر کا یہ مشہور فقرہ کہ "کوئی قوم نہ دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح "اَسْمَاءُ الرِّجَال" کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔

اسماء الرجال اور اس کی ضرورت کی تفصیل تو آگے آئے گی میں اس وقت آپ کی توجہ اس تاریخ کے اساسی مورخوں کی تعداد اور ان کی مختلف نوعیتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

حدیث کے ابتدائی راویوں کی تعداد

غور کیجیے، انصاف سے کہنا چاہیے کہ علمی دنیا کے ہاتھ میں آج تاریخ کا جتنا کچھ بھی سرمایہ ہے، وہ جس کی تعلیم و تعلم پر جامعات اور یونیورسٹیوں میں اور نشر و اشاعت و تدوین و ترتیب پر تصنیف گاہوں اور مطابع و اشاعتی اداروں میں، حکومتوں اور عام پبلک کی جانب سے بلا مبالغہ ہر سال کروڑہا کروڑ روپے صرف ہو رہے ہیں اور ان تمام مصارف کا شمار بہترین علمی خدمتوں میں ہے اور بلا شبہ یہ بہت بڑی علمی خدمت ہے لیکن تھوڑی دیر کے لیے اپنے اس علمی و فنی سرمایہ کا جائزہ لیجئے، قدیم ہو یا جدید، تاریخ کے کسی حصہ پر نظر ڈالئے کہ ابتداً ان واقعات کے بیان کرنے والوں یا ان کو ریکارڈ کرنے والوں کی تعداد کیا تھی؟ قطع نظر اس سے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ واقعات کے عینی شاہدوں کا ان تاریخوں میں بجائے خود ایک پیچیدہ ترین سوال ہے۔ بالفرض اگر خوش قسمتی سے تاریخ کا کوئی حصہ ایسا مل بھی جائے جسے ہم خود چشم دید گواہوں کا بیان قرار دے سکتے ہوں اور اسی کے ساتھ یہ بھی مان لیا جائے کہ ہمیں ان کی دماغی اور اخلاقی منزلت کا بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے علم حاصل ہو گیا ہو، اگرچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے تاہم مان لیجیے کہ اس میں کامیابی ہو بھی جائے پھر بھی جہاں تک میرے معلومات ہیں اور میرا اندازہ ہے، ان تاریخوں کے ابتدائی راویوں کی تعداد بمشکل ایک دو سے متجاوز ہو سکتی ہے۔ آخر ہماری تاریخوں کی آج جو کچھ بھی بنیاد ہے وہ کوئی پرانے زمانے کی کسی پرانے مصنف کی کوئی یادگار، پرانی قبروں کا کوئی کتبہ پرانے سکوں کے ٹھپے، پرانے کھنڈروں کی کوئی سنگی یا برنجی تختی، یا از یں قبیل کوئی اور چیز ہے یقینی سے یقینی تر چیز کسی شخص کی ذاتی خود نوشت سوانح عمری ہو سکتی ہے — اس احتمال کے سوا کہ اس قسم کی بیوگرافیاں کیا موجودہ زمانہ کے مینوفسٹی بیانات نہیں ہو سکتیں اور مان لیا جائے کہ ان میں گفتنی کے ساتھ تمام گفتنیوں کے اندراج کا بھی التزام کیا گیا ہو یا یوں کہیے کہ صاحب شعر و دیوان ہونے کی حیثیت کے ساتھ محلہ والوں کے معلومات بھی اس میں بیان کئے گیے ہوں لیکن ان سب سے بھی اگر قطع نظر کر لیا جائے تو جب بھی اس یقینی ترین تاریخی سرمایہ دخود نوشت سوانح عمری کی حیثیت ایک شخصی بیان ہی کی ہو سکتی ہے اخلاقی اطمینان کے باوجود ایک شخصی دماغ پر نسیان

---

[1] یہ اکبر مرحوم کے مشہور شعر ؎
اکبر کی حقیقت کو تم کچھ پوچھو محلے والوں سے،
ہاں شعر تو اچھا کہتے ہیں، دیوان تو اُن کا دیکھا ہے
کی طرف تلمیح ہے۔

وذہول، بھول چوک کی راہیں جتنی کھلی ہوئی ہیں ظاہر ہے لیکن اب آپ تاریخ کے ایک اس نادرۂ روزگار حصہ پر نظر ڈالیے جس کا نام "حدیث" ہے جن چشم دید گواہوں اور عینی شاہدوں کے بیانات سے یہ واقعات حاصل کئے گئے ہیں ان کی تعداد کیا تھی؟ ابھی اس سلسلۂ روایت کی بعد کی کڑیوں سے بحث نہیں بلکہ آپ کے سامنے اس کا صرف پہلا حلقہ یعنی ان لوگوں کا سوال ہے جو خود اس واقعہ میں شریک تھے انہوں نے اس کو دیکھا اور اس نظر سے دیکھا جس سے ہر معمولی واقعہ نہیں دیکھا جاتا، بلکہ ایک امتی جس نظر سے اپنے پیغمبر کو، یا ایک مرید اپنے پیر کو یا صاف لفظوں میں کہیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب و غریب صحابیوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دیکھنے کے بھی وہ ذمہ دار تھے اور بیان کرنے کے بھی ذمہ دار تھے۔ جانتے ہیں کہ ان کی تعداد کیا تھی؟ علی بن ابی زرعہ جو فن رجال کے بڑے مشہور امام ہیں، ان سے یہی سوال پوچھا گیا، جواب میں انہوں نے فرمایا

تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ رَآهُ وَسَمِعَ مِنْهُ زِيَادَةٌ عَلٰى مِائَةِ أَلْفِ إِنْسَانٍ مِنْ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ كُلُّهُمْ قَدْ رَوٰى عَنْهُ سِمَاعًا وَرُؤْيَةً (اصابہ جلد ا ص۳)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت ان لوگوں کی تعداد جنہوں نے حضور کو دیکھا اور آپ سے سنا تھا ایک لاکھ سے زیادہ تھی ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ سب حضور سے سن کر اور دیکھ کر روایت کرتے تھے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ابن ابی زرعہ نے یہ صحابیوں کی تعداد نہیں بتائی ہے بلکہ ان خاص اصحاب کی تعداد ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد آپ کے متعلق کوئی نہ کوئی بات روایت کی ہے۔ حدیث "تاریخ کے جس حصہ کی تعبیر ہے اس کے ابتدائی رواۃ کی تعداد کیا کوئی معمولی بات ہے؟ عموماً اس کو سن لیا جاتا ہے اور لوگ گزر جاتے ہیں لیکن مقابلہ سے بات سمجھ میں آتی ہے۔ ایک طرف آپ کے سامنے "تاریخ" کا وہ ذخیرہ ہے جس کے ابتدائی راویوں کا حال اگر معلوم بھی ہو سکتا ہے تو ان کی تعداد دو تین سے آگے مشکل متجاوز ہو سکتی ہے اور بیچاری ایک تاریخ کیا بڑے بڑے مذہبی مستندات جن کے بھروسا پر آج کروڑہا کروڑ انسان ایمانی زندگی بسر کر رہے ہیں زیادہ تر ان کا بھی یہی حال ہے۔ خیال تو کیجیے کہ کہاں ایک لوقا[1] ایک مرقس یا ایک سنجے گاڑی بان کا بیان اور کہاں یہ ایک لاکھ سے اوپر چشم دید گواہوں کی شہادتیں۔ پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ عام تاریخی واقعات جیسا کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں، پراگندہ اور منتشر کثرتوں کا مجموعہ ہے اور ان بکھری ہوئی کثرتوں کے دیکھنے والے صرف ایک دو ہیں۔ ادھر ایک شخصی ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور ان کی سچی اور ہوبہو جیسے کہ وہ تھے، تصویر اتارنے کے لئے ارد گرد لاکھوں زندہ آنکھوں کے کیمرے قدرت کی جانب سے کھڑے کئے گئے ہیں۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

راویوں کی تعدادی مقدار کے روایت پر کیا کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، با دنیٰ تامل ہم اسے سمجھ سکتے ہیں۔

کثرتِ تعداد کا روایتوں کی وثاقت پر اثر

سب سے پہلی بات تو یہی ہے، ایک یا دو آدمی سے ظاہر ہے کہ اتنے واقعات کا احاطہ یقیناً ناممکن ہے، جو مشاہدہ کرنے والوں کی کثرت کی صورت میں

---

[1] مختلف انجیلوں کے مختلف ابتدائی راویوں کے نام ہیں اور سنجے اس گاڑی بان کا نام ہے جو ہندوؤں کی مشہور کتاب گیتا کا سری کرشن سے تنہا راوی ہے۔ محض اس کی روایت کی بنیاد پر ہندو گیتا کو گویا ایک قسم کی آسمانی کتاب سمجھتے ہیں۔

ممکن ہے ، پھر اسی کے ساتھ جب ہم اس کو بھی ملا لیتے ہیں کہ ان راویوں میں صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورتوں کی بھی ایک بڑی جماعت شریک ہے تو احاطہ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مورخین صرف مرد ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے محض وہی واقعات پہنچے ہیں جن کا تعلق گھر کے باہر کی زندگی سے ہے لیکن بجائے جلوت کے خلوت یا گھریلو زندگی کے حالات پر یقیناً پردہ پڑا رہتا اور ایسے بہت سے مسائل جن کا خصوصی تعلق صرف عورتوں سے ہے ان کے متعلق کوئی واضح ہدایت نامہ ہمارے پاس نہ ہوتا ۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو جلوت کا ہو یا خلوت کا کسی کو راز میں نہیں رکھا گیا ۔ راویوں کی کثرت اور ان کی مختلف نوعیتوں ہی کا نتیجہ ہے کہ دوست ہی نہیں آج دشمن بھی اس کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ "یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے ۔" یہ باسورتھ کی شہادت ہے جس کا اظہار اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت (ص۱۵) میں کیا ہے اور اسی کے ساتھ یہ نکتہ بھی اگر محفوظ رکھا جائے کہ باہر میں ہو یا اندر میں ، قدرت نے ایسے اسباب فراہم کر دیئے تھے کہ صحرائے عرب کے ایک دور افتادہ نخلستانی قصبہ میں تقریباً دنیا کے بڑے بڑے قابل ذکر مذاہب یعنی بت پرستی ، یہودیت ، عیسائیت ، مجوسیت کے ماننے والوں کو مسلمان کر کے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں پہنچا دیا تھا ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحی و تکمیلی تدین دنیا کے تمام مذاہب پر جو پڑ رہی تھیں اس کے سمجھنے کے لیے خود ان مذاہب کے جاننے والوں کی ضرورت تھی ، اور قدرت نے اس کا بھی سامان کر دیا تھا باہر میں بھی اور اندر بھی ، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اور عام طور پر لوگ اس سے واقف بھی ہیں ۔ عملی طور پر ان عینی شاہدوں کی کثرت کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ قطع نظر اس سے کہ ایک واقعہ کے جب بہت سے دیکھنے والے ہوتے ہیں تو ہر ایک دوسرے کی تکذیب کے خیال سے عموماً غلط بیانی کرنے میں ہچکچاتا ہے ۔ اگر صحابہ کرام کے جن خصوصیات کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے ان کی بناء پر یوں بھی ان سے قصداً کسی غلط بیانی کی کون توقع کر سکتا ہے لیکن جیسا کہ قرآن میں قانون شہادت کے ذکر کے سلسلے میں بیان کیا ہے ، ایک گواہ کے سمجھنے یا یاد رکھنے میں اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو دوسرا اس کی اصلاح کر سکتا ہے ۔ حدیث کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ایک موقعہ پر نہیں بلکہ متعدد مواقع اس قسم کے پیش آئے ہیں جہاں راویوں کی کثرت تعداد کی وجہ سے غلط فہمیوں کی اصلاح ہوئی ہے ۔ میرا مضمون بہت طویل ہو جائے گا ورنہ ان کے نظائر جن سے معمولی طلبہ تک واقف ہیں ، یہاں پیش کرتا ۔

ماسوا اس کے صحابی راویوں کی جو تعداد ابن ابی زرعہ کے حوالے سے میں نے اوپر نقل کی ہے ظاہر ہے کہ صحبت مبارک میں ان سب کا اجتماع ایک وقت میں نہیں ہوا تھا اور نہ یہ ممکن تھا کہ ہر لمحہ یا ہر جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ یہ سارا مجمع رہتا ، اگرچہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر تقریباً ایک لاکھ سے اوپر صحابیوں کا مجمع جمع ہو گیا تھا لیکن یہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے ورنہ عموماً مدینہ منورہ میں جو تعداد صحابہؓ کی رہتی تھی یا غزوات و اسفار میں جو لوگ آپ کے ساتھ ہوتے تھے ان کی ظاہر ہے کہ اتنی تعداد کبھی اکٹھی نہیں ہوئی ، بیس ہزار ، دس ہزار ، پانچ ہزار ، تین ہزار ، چار ہزار یا اس سے نیچے کی تعداد فوجی مہموں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عموماً رہی ہے ۔ اگرچہ مدینہ منورہ میں ابتداً انصار کے ساتھ مہاجرین کا ایک خاص گروہ آپ کے ساتھ تھا لیکن جس وقت غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا ہے ۔ کعب بن مالکؓ جو اس سفر میں رفاقت سے محروم

رہے تھے اور اس کا ایک دلچسپ واقعہ بخاری میں ان ہی کی زبانی منقول ہے۔ اس میں مدینہ کے اصحاب کا ذکر فرماتے ہوئے آپ نے یہ جملہ فرمایا تھا۔

وَالنَّاسُ كَثِيْرٌ لَا يُحْصِيْهِ دِيْوَانٌ — لوگ بکثرت تھے، کسی دفتر میں ان کی تعداد منضبط نہ تھی۔

بہر حال مدینہ منورہ میں بالآخر اچھی خاصی جماعت باہر کے مہاجرین کی بھی جمع ہوگئی لیکن ظاہر ہے کہ ان سب کو ہر وقت اپنے مختلف مشاغل کی وجہ سے مجلس مبارک میں حاضری میسر نہیں آتی تھی کسی وقت کوئی رہتا تھا، کسی وقت کوئی۔ اب اگر راویوں کی تعداد دو چار ہی پر ختم ہو جاتی تو وہ ذخیرہ جمع ہو سکتا تھا جو آج جمع ہوا ہے؟ یہ واقعہ ہے کہ گرد و پیش میں ان ہزاروں مردوں اور عورتوں کے رہنے، آنے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کسی نہ کسی واقعہ یا کسی قول کے محفوظ کرنے کا موقعہ ملا اور اپنی مذکورہ بالا ذمہ داریوں کی بنیاد پر بعض لوگوں نے تو یہ عام قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ اپنی حاضری کے دنوں میں اس عجیب و غریب شخصی تاریخ کے متعلق جن واقعات کا علم حاصل ہوتا تھا دوسرے دن اپنے غائب رفیق کو من و عن سنا دیا کرتے تھے۔ بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنْتُ اَنَا وَجَارٌ لِّيْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهٗ بِخَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهٖ وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں امیہ بن زید والوں کی بستی میں رہتے تھے جو مدینہ کے عوالی کی بستیوں میں سے ہے۔ ہم دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باری باری سے حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے، ایک دن میں حاضری دیتا۔ میں جس دن حاضر ہوتا اس دن کے حالات اور خبریں وحی وغیرہ کی ان کو سناتا اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے۔

ابتداءً اسلام میں محدود معاشی ذرائع ہونے کا یہ لازمی نتیجہ تھا۔ مہاجرین بیچاروں کو اپنے اپنے اہل و عیال کی پرورش کے لیے عموماً بیوپار یا صنعتی کاروبار میں مشغول ہونا پڑتا تھا۔ جس گاؤں کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا، یہاں آپ کی نگرانی میں کپڑے بننے کی کارگاہیں تھیں، سنح نامی گاؤں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارخانہ تھا۔ انصار عموماً اپنے باغوں اور کھیتوں پر کام کرتے تھے لیکن بایں ہمہ ایک جماعت ان لوگوں کی بھی تھی جو اپنے در گھر سے جدا ہو کر نومسلموں کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں صُفّہ نامی جو مدرسہ قائم فرمایا تھا اُس میں داخل ہو جاتے تھے، ان کے قیام و طعام کا نظام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا مدینہ کے خوش باش لوگ کیا کرتے تھے۔ اس لیے معاشی افکار سے الگ ہو کر ان کا زیادہ کام یہی تھا کہ قرآن سیکھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و سنن یاد کریں۔ اسی جماعت کے سرکردہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو ذخیرۂ حدیث کے سب سے بڑے راوی ہیں۔ لوگوں کو ان کی کثرتِ روایت پر کبھی

تعجب ہوتا تو خود ہی فرماتے:

إِنَّكُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهُ الْمَوْعِدُ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا أَصْحَبُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ يَشْغَلُهُمُ الْقِيَامُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ۔

(بخاری)

تم لوگ خیال کرتے ہو کہ ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حدیثیں بیان کیا کرتا ہے مگر قسم ہے خدا کی کہ میں ایک غریب مسکین آدمی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف پیٹ پر پڑا رہتا تھا، دراں حالیکہ مہاجرین بازاروں کے کاروبار میں مشغول رہتے اور انصار اپنے اموال (باغ اور کھیت) میں الجھے رہتے۔

ایک دوسرے موقع پر یہ بیان کرتے ہوئے کہ اس سلسلے میں وہ کیا کرتے تھے، خود تفصیل فرماتے ہیں:

قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ أَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ زِدْتُ عَلَى الثَّلٰثِينَ فَأَقَمْتُ مَعَهُ حَتّٰى مَاتَ وَأَدُورُ مَعَهُ بُيُوتَ نِسَائِهِ وَأَخْدُمُهُ وَأَغْزُو مَعَهُ وَأَحُجُّ۔

(ابن سعد)

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر کے مقام پر حاضر ہوا، اس وقت میری عمر تیس سال سے اوپر ہو چکی تھی، پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیام کر لیا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا رہتا، آپ اپنی بیویوں کے مکانوں پہ جاتے تو میں آپ کے ساتھ جاتا، ہر وقت آپ کی خدمت کرتا، حج میں اور جہاد کے سفروں میں آپ کے ساتھ جاتا۔

طالب العلمی کے ان دنوں میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا کیا گزری، بعد کو مزے لے لے کر بیان کرتے کبھی کہتے جیسا کہ امام بخاری راوی ہیں:

وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنْ كُنْتُ لَأَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ بِكَبِدِي مِنَ الْجُوعِ وَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي ۞

اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے کہ بھوک کی وجہ سے میں جگر تھام کر زمین پہ ٹیک لگا لیتا اور اپنے پیٹ پہ پتھر باندھتا۔

کبھی فرماتے:

رَأَيْتُنِي أُصْرَعُ بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے درمیان میں چکرا

فَيُقَالُ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِيْ جُنُوْنٌ اِنْ هِيَ اِلَّا الْجُوْعُ ۔ (صحاح)

کر گر پڑتا، خیال کیا جاتا کہ میں پاگل ہوں حالانکہ مجھے جنون سے کیا تعلق، وہ تو صرف بھوک کا اثر تھا۔

مگر یہ سب کچھ گزر رہا تھا، دوسرے ساتھیوں کو یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ کاروبار کر کے آرام اٹھا رہے ہیں، مگر تیس بتیس سال کا یہ دوسی یمنی نوجوان ؎

موجِ خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا

کہہ کر بیٹھ گیا تھا، اور اس وقت تک بیٹھا رہا جب تک کہ حتیٰ توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس قسم کے یہ ایک آدمی نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جن کا خطاب ہی صحابہ کی جماعت میں صاحب النعلین والسواک والوسادۃ تھا حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ہم جب یمن سے آئے تو ابن مسعودؓ کے متعلق مدت تک ہم سمجھتے رہے کہ:

اَنَّهُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اصابہ)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے کوئی آدمی ہیں جس کی وجہ ان کی اور ان کی ماں کی آمد و رفت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی رہتی تھی۔

ان کو دربارِ رسالت سے یہ حکم ملا ہوا تھا کہ

علی ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی (اصابہ)

ابن مسعود اِتم پردہ کو اٹھا کر میرے حجرہ میں آسکتے ہو اور تنہائی کی گفتگو سن سکتے ہو۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جو نو سال تک مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی خدمت میں رہے اور ان کے سوا بھی حضورؐ کے موالی مثلاً رافع، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو بہت کم مجلس رسالت کی حاضری سے محروم رہتے تھے۔ یہ تو مردوں میں اور عورتوں میں یہی حال امہات المؤمنین کا تھا، جن میں کوئی نہ کوئی خلوت کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھیں۔ ان ہی باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ صحابہ میں جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جن امور کا علم براہِ راست حاصل نہ ہوتا تھا ان کو وہ اپنے دوسرے بھائیوں اور ساتھیوں کے ذریعہ سے معلوم کر لیا کرتے تھے اور اس میں ٹبہ اور چھوٹے کی بحث نہیں تھی۔ خود حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ:

كَانُوْا يَعْرِفُوْنَ لُزُوْمِيْ فَيَسْأَلُوْنِيْ عَنْ حَدِيْثِهٖ مِنْهُمْ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ۔ (ابن سعد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری وابستگی کا حال لوگوں کو چونکہ معلوم تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ سے پوچھا کرتے، ان کے پوچھنے والوں میں عمرؓ بھی ہیں اور عثمانؓ بھی علیؓ بھی طلحہؓ بھی زبیرؓ بھی۔

حدیث کی کتابوں میں اس کا ایک ذخیرہ موجود ہے جس میں خلفائے راشدین اور دوسرے جلیل القدر اصحاب نے باہم ایک دوسرے

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوچھی ہے۔ مردوں میں اگر پتہ نہیں چلتا تو امہات المومنین کے پاس آدمی بھیجا جاتا کہ اگر ان کو کوئی علم ہو تو بیان کریں، ایک دن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا ابھی ذکر گزرا، حالانکہ نو سال تک صحبتِ نبوی میں ان کو ہمہ وقتی رفاقت کا موقعہ ملا ہے لیکن ایک حدیث بیان کر رہے تھے کہ حلقہ کے لوگوں میں سے کسی نے پوچھا،

أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کیا آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا:

مَا كُلُّ مَا نُحَدِّثُكُمْ بِهٖ سَمِعْنَاهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ كَانَ يُحَدِّثُ بَعْضُنَا بَعْضًا۔

(مستدرک حاکم)

ہم تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو باتیں بیان کرتے ہیں، سب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہم نے نہیں سنا ہے بلکہ ہم میں بعضوں نے بعض سے بھی سنا ہے (یعنی ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے سنا ہے)

اور یہ بھی تھا بہت بڑا عظیم نفع حضرات صحابہ کی کثرت تعداد کا۔ ہر ایک اپنی کمی دوسرے کے علم سے پوری کرتا تھا۔ اپنے علم کی تکمیل کے شوق ہی کا نتیجہ یہ تھا کہ تابعین یا اصاغر صحابہ ہی کے زمانے میں نہیں بلکہ خود باہم ایک صحابی سے اپنے علمی نقص کی تکمیل کے لیے کبھی کبھی لمبے لمبے سفر کئے ہیں اور قرآن نے اسوۂ حسنہ کی کامل اتباع اور پیروی کا ان سے جو مطالبہ کیا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا گھر مدینہ ہی میں تھا اور خاص طور پر حدیث کے مشہور سرمایہ داروں میں ان کا شمار ہے، جیسا کہ آگے بیان ہوگا، خود بیان کرتے ہیں۔

بَلَغَنِيْ حَدِيْثٌ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْتَعْتُ بَعِيْرًا فَشَدَدْتُ عَلَيْهِ رَحْلِيْ ثُمَّ سِرْتُ إِلَيْهِ شَهْرًا حَتّٰى قَدِمْتُ الشَّامَ فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَتَيْتُ مَنْزِلَهٗ وَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ أَنَّ جَابِرًا عَلَى الْبَابِ فَرَجَعَ إِلَيَّ الرَّسُوْلُ فَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَخَرَجَ إِلَيَّ فَاعْتَنَقْتُهٗ وَاعْتَنَقَنِيْ قَالَ قُلْتُ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكَ أَنَّكَ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَظَالِمِ لَمْ أَسْمَعْهُ أَنَا مِنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے ایک صاحب کے واسطے سے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پہنچی میں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوہ کس کر ایک ماہ تک چلتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچا اور عبداللہ بن انیس انصاری (جن سے حدیث پہنچی تھی) ان کے گھر پہنچا اور اندر آدمی بھیجا کہ دروازہ پر جابر کھڑا ہوا ہے آدمی نے واپس آکر پوچھا کہ کیا جابر بن عبداللہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں! عبداللہ بن انیس باہر نکل پڑے، دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ مجھے آپ کے ذریعہ سے ایک حدیث پہنچی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مظالم کے متعلق آپ نے سنی ہے

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الحدیث
(جامع بیان العلم ابن عبد البر ص ۹۳)

اور میں نہیں سن سکا ہوں۔ عبداللہ بن انیس نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے (پھر عبداللہ نے پوری حدیث سنائی)

اس سے بھی زیادہ دلچسپ واقعہ مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفونِ قسطنطنیہ[1] کا ہے کہ ایک حدیث انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خود سنی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ شک پیدا ہوا۔ آپ کے ساتھ اس حدیث کے سننے کے وقت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی بھی دربارِ رسالتؐ میں موجود تھے لیکن وہ مصر میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ سن کر حیرت ہوگی کہ صرف ایک حدیث میں معمولی شک مٹانے کے لیے حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے مصر روانہ ہوتے ہیں۔ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس حاضر ہو کر فرماتے ہیں:

حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَتْرِ الْمُسْلِمِ لَمْ یَبْقَ اَحَدٌ سَمِعَہٗ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ۔

مجھ سے اس حدیث کو بیان کرو جسے تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی عیب پوشی کے متعلق سنا ہے اب اس حدیث کے سننے والوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے سامنے اس حدیث کو دہراتے ہیں، حدیث یہ تھی، مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا اَخْزِیَۃً سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ وہ سنتے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے، وہ اس سے بھی عجیب تر ہے کہ

فَاَتٰی اَبُوْ اَیُّوْبَ رَاحِلَتَہٗ فَرَکِبَھَا وَانْصَرَفَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَمَا حَلَّ رَحْلَہٗ
(۹۴۔ جامع)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث سنتے ہی اپنی سواری کی طرف پلٹے، سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، آپ نے (مصر میں) اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے نام نامی سے حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی واقف ہے۔ ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان ابا سعید رحل فی حرف یعنی حدیث کے ایک حرف کی تصحیح کے لیے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باضابطہ کوچ کیا۔ دارمی میں ایک اور صحابی کے متعلق ہے۔

---

[1] قسطنطنیہ میں آپ کے دفن کا واقعہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمان قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے پڑے تھے جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اتفاق سے بیمار ہوئے اور یقین ہو گیا کہ آخری وقت ہے وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد جنازہ کو لے کر مسلمان حملہ کریں اور دشمن کی زمین میں جہاں تک گھس سکتے ہوں گھستے چلے جائیں آخری نقطہ جہاں تک تمہاری رسائی ہو، اسی میں مجھے دفن کر دینا۔ جنازہ لے کر مسلمانوں نے حملہ کیا اور غنیم کو پسپا کرتے ہوئے فصیل کی دیوار تک پہنچ گئے، وہیں قبر کھود کر حضرت کو دفن کر دیا گیا۔ محمد فاتح نے جب صدیوں بعد قسطنطنیہ فتح کیا تو خواب میں آپ نے اپنی قبر کا نشان دیا اسی پر جامع ابی ایوب تیار ہوئی۔

اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحَلَ اِلٰى فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَهُوَ بِمِصْرَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَمُدُّ لِنَاقَةٍ لَّهُ فَقَالَ مَرْحَبًا قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اٰتِكَ زَائِرًا وَلٰكِنْ سَمِعْتُ اَنَا وَاَنْتَ حَدِيْثًا مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَوْتُ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ ۔ (دارمی)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے ایک صحابی فضالہ بن عبداللہ کے پاس مصر پہنچے۔ فضالہ اس وقت اپنی اونٹنی کا چارہ تیار کر رہے تھے۔ انہوں نے خوش آمدید کہا۔ صحابی نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری ملاقات کو نہیں آیا ہوں بلکہ ہم نے اور تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی۔ میں یہ امید لے کر آیا ہوں کہ وہ تمھیں یاد ہوگی۔

یہ تو بڑے بڑے صحابیوں کا حال تھا۔ باقی ایسے کم سن اصحاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک سے اتنا فائدہ نہ اٹھا سکے تھے یا ان کے معاصر یا تلامذہ جنھیں تابعین کہتے ہیں، اس باب میں تو ان کے کارناموں کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں ہے۔ میں نے ذکر کیا تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا باوجود قرابتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے صحابہ کے دروازوں پر تلاشِ حدیث میں گرد کھاتے پھرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رض نے صحابہ کی کثرتِ تعداد کے اس فائدے کو محسوس کر لیا تھا کہ ان کے ذریعہ سے اپنی تاریخ کے تمام خط و خال کی تکمیل میں پوری مدد مل سکتی ہے۔ اس سلسلے میں اپنے ایام طلب کے قصے بیان کرتے ہوتے ہوئے فرماتے کہ میں نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ :

هَلُمَّ فَلْنَسْأَلْ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهُمُ الْيَوْمَ كَثِيْرٌ ۔	چلو بھائی! ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں سے چل کر دریافت کریں کیونکہ ابھی ان کی بڑی تعداد موجود ہے۔

لیکن ان کے رفیق بخت کے چھوٹے تھے، بولے :

يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَتَرَى النَّاسَ يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْكَ وَفِي النَّاسِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (دارمی)	ابن عباس کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ لوگ تمہارے بھی محتاج ہوں گے حالانکہ ابھی تو لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابی موجود ہیں۔

لیکن اس بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ یوں ہی چھوٹے بڑوں کے گزرنے کے بعد بڑے بنتے ہیں۔ بعد کو اپنے علمی سرمایہ کی بدولت جب ابن عباس رض مرجع انام بن گئے تو وہ بیچارے پچھتاتے تھے اور کہتے تھے، كَانَ هٰذَا الْفَتٰى اَعْقَلَ مِنِّيْ (یہ نوجوان مجھ سے زیادہ دانشمند تھا)۔ تابعین میں سعید بن المسیب، مسروق وغیرہ، جن کے حالات آگے آ رہے ہیں، ان کے بیانوں میں اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ حضرت سعید بن المسیب سے امام مالک رح راوی ہیں :

اِنِّيْ كُنْتُ لَاَسِيْرُ اللَّيَالِيَ وَالْاَيَّامَ فِيْ طَلَبِ الْحَدِيْثِ ۔ (جامع)	میں حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں مسلسل چلتا رہا ہوں۔

حضرت مسروق کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے کہ رحل فی حرف (یعنی صرف ایک لفظ کی تحقیق کے لیے کوچ کیا) ان تابعیوں کی نزاکتِ ذوق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بسا اوقات کوئی حدیث ان کو ایسے آدمی سے پہنچتی جو شرفِ صحبت سے فیض یاب نہ ہوتے، حالانکہ اس حدیث کا علم ان کو حاصل ہو چکا ہوتا، لیکن اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ جس صحابی سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے وہ زندہ ہیں تو خواہ وہ کسی مقام پر ہوتے، ان تک پہنچ کر کوشش کرتے کہ براہِ راست بھی اس روایت کو صحابی سے خود سن لیں۔ دارمی نے ابو العالیہ سے یہ روایت درج کی ہے:

كُنَّا نَسْمَعُ الرِّوَايَةَ بِالْبَصْرَةِ عَنْ أَصْحَابِ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَرْضَ
حَتّٰى رَكِبْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَسَمِعْنَاهَا
مِنْ أَفْوَاهِهِمْ۔ (دارمی)

ہم لوگ بصرہ میں ایک روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کے حوالے سے سنتے تھے مگر ہم صرف اسی پر قناعت نہیں کر لیتے تھے جب تک سوار ہو کر مدینہ پہنچ کر خود ان صحابیوں کی زبانی بھی اس روایت کو نہ سن لیتے۔

یہ کسی خاص شخص کا حال نہیں ہے بلکہ عام تابعین کے طرزِ عمل کا بیان ہے۔ طلب حدیث کے لیے رحلت کا ایسا عام مذاق پھیل گیا تھا کہ بطورِ امورِ عامہ کے بعض بعض تابعین کی زبان پر یہ لطیفہ جاری ہو گیا یعنی شاگرد دل سے حدیث بیان کرتے اور آخر میں انھیں مخاطب کر کے بطورِ طیب کے فرماتے:

خُذْهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ
فِيْمَا دُوْنَهَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ (ابن سعود)

بغیر کسی معاوضہ کے (مفت) یہ حدیث لیلو ورنہ حال یہ تھا کہ اس سے بھی کم چیز کے لیے لوگ مدینہ تک سفر کرتے تھے۔

یہ حضرت شعبی کا قول ہے جو کوفہ میں اپنے طلبہ سے مزاحاً کبھی کبھی کہا کرتے تھے۔ مذکورۂ بالا عوامل و موثرات پیچ پوچھئے تو بجائے خود ان میں ہر ایک حدیث یعنی تاریخ کے اس عجیب و غریب سرمایہ کی حفاظت کی کافی ضمانت ہے، لیکن جہاں یہ سارے اسباب اکٹھے ہو گئے ہوں؟ اور اب اسی کے ساتھ آپ اس عام تاریخی دعوے کو بھی اپنے سامنے رکھیے کہ:

مَذْهَبُ الْعَرَبِ أَنَّهُمْ كَانُوْا مَطْبُوْعِيْنَ
عَلَى الْحِفْظِ مَخْصُوْصِيْنَ بِذٰلِكَ۔ (جامع)

عرب کا عام طریقہ تھا کہ زبانی یاد رکھنے کی کچھ ان کی فطری عادت سی تھی، اس بات میں ان کو خاص خصوصیت حاصل تھی۔

عرب کا بدو کتابوں کے طومار کو دیکھ کر مذاق اڑاتا تھا۔ بدوؤں کا یہ عام چلتا ہوا فقرہ تھا۔ "حَرْفٌ فِيْ تَامُوْرِكَ خَيْرٌ مِّنْ عَشْرَةٍ فِيْ كُتُبِكَ" (دل میں ایک حرف کا محفوظ رہنا، کتابوں کی دس باتوں سے بہتر ہے)

عرب کا مشہور شاعر کہتا ہے ؎

لَيْسَ بِعِلْمٍ مَا حَوَى الْقِمَطْرُ ... مَا الْعِلْمُ إِلَّا مَا حَوَى الصَّدْرُ

علم وہ نہیں ہے جو کتابوں میں درج ہے
نہیں ہے علم لیکن صرف وہی جو سینہ میں محفوظ ہو،

دوسرا کہتا ہے ؎

اِسْتَوْدَعَ الْعِلْمَ قِرْطَاسًا فَضَيَّعَهُ ۔۔۔ وَبِئْسَ مُسْتَوْدَعُ الْعِلْمِ قَرَاطِيْسُ

جس نے علم کو کاغذ کے سپرد کیا اس نے اُسے ضائع کیا۔ علم کے بدترین مدفن کاغذ ہیں۔

تیسرے کا شعر ہے ؎

عِلْمِیْ مَعِیْ حَیْثُ مَا یَمَّمْتُ اَحْمِلُهُ ۔۔۔ بَطْنِیْ وِعَاءٌ لَّهُ لَا بَطْنُ صُنْدُوْقِ

میرا علم میرے ساتھ ہے جہاں جاتا ہوں اُٹھائے لئے جاتا ہوں، میرا باطن اس علم کا محافظ ہے نہ کہ شکمِ صندوق۔

اِنْ کُنْتُ فِی الْبَیْتِ کَانَ الْعِلْمُ فِیْهِ مَعِیْ ۔۔۔ اِذَا کُنْتُ فِی السُّوْقِ کَانَ الْعِلْمُ فِی السُّوْقِ

اگر گھر میں رہتا ہوں تو علم میرے ساتھ رہتا ہے، جب بازار میں ہوتا ہوں تو میرا علم بھی بازار میں ہوتا ہے۔

کم ازکم ان اشعار سے اس قوم کے خاص رجحان کا پتہ چلتا ہے۔ لکھنے اور کتابت کے متعلق شاید ہی کسی زبان میں اس قسم کے اشعار مل سکتے ہیں۔ سوسائٹی کے اس خاص مذاق کا یہ نتیجہ تھا کہ قدرتی طور پر ان کو اپنے حافظہ پر بھروسا کرنا پڑتا تھا۔ قاعدہ ہے کہ انسان اپنی جس قوت کو زیادہ استعمال کرتا ہے۔ اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے۔ مختلف اقوام کی مختلف چیزوں کے ساتھ خاص مناسبت کی یہی وجہ ہے۔ اسی لئے یہ مسلم ہے، اِنَّ الْعَرَبَ قَدْ خُصَّتْ بِالْحِفْظِ (عرب حافظہ کی قوت میں خصوصیت رکھتے تھے) ان کے حافظہ کی قوت کے جو واقعات کتابوں میں درج ہیں کتابی قوموں کے لیے حقیقت یہ ہے کہ ان کا باور کرنا دشوار ہے۔ حافظ عمر بن عبدالبر لکھتے ہیں:

کَانَ اَحَدُهُمْ یَحْفَظُ اَشْعَارَ بَعْضٍ فِیْ سَمْعَةٍ وَّاحِدَةٍ	ان میں بعض لوگ صرف ایک دفعہ سن کر لوگوں کے اشعار یاد کر لیا کرتے تھے۔

ابن عباسؓ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے سامنے عمر بن ابی ربیعہ شاعر آیا اور ستر شعر کا ایک طویل قصیدہ پڑھ گیا۔ شاعر کے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق گفتگو چلی، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مصرعہ اس نے یوں پڑھا تھا۔ جو مخاطب تھا اس نے پوچھا کہ تم کو پہلی دفعہ میں کیا پورا مصرعہ یاد رہ گیا؟ بولے کہو تو پورے ستر شعر سنا دوں اور سنا دیا۔ حدیث کے مشہور راوی امام زہری کا بیان لوگ نقل کرتے ہیں کہ:

اِنِّیْ لَاَمُرُّ بِالْبَقِیْعِ فَاَسُدُّ اُذُنِیْ مَخَافَةَ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهَا شَیْءٌ مِّنَ الْخَنَا فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلَ اُذُنِیْ شَیْءٌ قَطُّ فَنَسِیْتُهٗ، (ابن عبدالبر)	میں "بقیع" کی طرف گزرتا ہوں تو اپنے کانوں کو بند کر لیتا ہوں اس اندیشہ سے کہ ان میں کوئی فحش بات داخل ہو جائے، کیونکہ قسم خدا کی میرے کان میں کوئی بات اب تک ایسی داخل نہیں ہوئی ہے۔ جسے میں بھول گیا ہوں۔

شعبی بھی یہی کہتے تھے:

مَا کَتَبْتُ سَوْدَاءَ فِیْ بَیْضَاءَ وَمَا اسْتَعَدْتُ حَدِیْثًا	میں نے کبھی سیاہی سے سفیدی پر کچھ نہیں لکھا اور نہ کسی شخص

مِنَ النِّسْیَانِ۔ (ابن سعد) کی گفتگو میں نے کبھی بھولنے کے باعث دہرائی۔

غیروں پر تو حجت نہیں ہو سکتی، لیکن علمائے اسلام کا خیال ہے کہ علاوہ اس کے کہ عرب کا حافظہ قدرتی طور پر غیر معمولی تھا، یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق جس نے انا له لحافظون کا اعلان کیا تھا۔ اسی نے قرآن کی عملی شکل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی حفاظت جن کے سپرد کی تھی ان کے حافظوں کو غیبی تائیدوں کے ذریعے سے بھی کچھ غیر معمولی طور پر قوی تر کر دیا تھا اور یہ تو بخاری میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارِ رسالت میں نسیان کی جب شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ اور دعا کے ذریعے سے ان کا حافظہ ایسا ہو گیا کہ پھر وہ کوئی چیز بھول نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت تمام صحاح کی کتابوں میں مروی ہے۔ تقریباً شہرت کے انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

صحابۂ کرام حدیث کے زندہ نسخے تھے

بہرحال صحابہ کا ذوقِ اتباع میں حتی الوسع ممکنہ حد تک اپنے کو بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر کرنے کی کوشش اور اسی رنگ میں دوسروں کو رنگنے کا ان میں بے پناہ جذبہ، ان تمام خصوصیات کے ساتھ جن کا میں نے ذکر کیا، اس کے بعد میں دعویٰ کر دوں کہ جن واقعات اور حالات اور جن اقوال و ملفوظات کا ظہور آنحضرتؐ سے ہوا تھا، صحابۂ کرام اپنے اپنے علم کی حد تک آنحضرتؐ کے زندہ مثنی بنے ہوئے تھے اور اس طرح تاریخ کی وہ کتاب، یعنی حضورؐ کی زندگی عہدِ صحابہ میں بجائے ایک نسخہ کے ہزاروں نسخوں کی صورت میں موجود ہو چلی تھی تو کیا میرے اس دعوے کو کوئی غلط ثابت کر سکتا ہے؟ بس تدوینِ حدیث کی پہلی صورت تو خود صحابۂ کرام کی زندگی تھی اور یہی تھی حفاظتِ حدیث یا اس تاریخ کے محفوظ کرنے اور ہونے کی پہلی صورت۔ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر صحابی اپنی زندگی میں بالکلیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو بہو نقل تھے۔ اگرچہ خلفائے راشدین ہی نہیں بلکہ درجہ میں ان سے بھی جو فروتر اصحاب ہیں ہم کتابوں میں یہ الفاظ ان کے متعلق پاتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید سے ترمذی میں مروی ہے کہ میں نے حضرت حذیفہؓ صحابی رسول اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

حَدِّثْنَا بِاَقْرَبِ النَّاسِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيًا وَّ دَلًّا نَلْقَاهُ فَنَأْخُذُ عَنْهُ وَنَسْمَعُ مِنْهُ۔	مجھے بتایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرز و روش چال ڈھال میں جو آدمی سب سے زیادہ قریب ہو وہ کون ہے؟ تاکہ میں ان سے ملوں ان سے علم حاصل کروں حدیثیں سنوں۔

ایک معاصر دوسرے معاصر کے متعلق یہ شہادت ادا کرتا ہے، یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَقْرَبُ النَّاسِ هَدْيًا وَّ دَلًّا وَسَمْتًا بِرَسُوْلِ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرز و روش چال ڈھال وضع

لہ فنِ تنقید رجال میں انسانی فطرت کی اس کمزوری کا خیال کیا گیا ہے، جس کی تعبیر "المعاصرة اصل المنافرة" (ہم عصری باہمی نفرت کی بنیاد ہے) کے مشہور فقرہ سے کی گئی ہے، اس لئے معاصر کے متعلق تعریف بہت اہم سمجھی جاتی ہے۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ مَسْعُودٍ رضؓ

وانداز میں سب سے زیادہ قریب ترین آدمی ابن مسعودؓ ہیں۔

صرف ان ہی باتوں میں نہیں جن کا تعلق شریعت وقانون سے ہے بلکہ بعض صحابہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہوبہو تصویر اتارنے کے لیے یہاں تک کرتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عام طور پر مشہور ہے :

كَانَ يَتَتَبَّعُ اٰثَارَهٗ فِیْ كُلِّ مَسْجِدٍ صَلّٰى فِيْهِ وَكَانَ يَعْتَرِضُ بِرَاحِلَتِهٖ فِیْ طَرِيْقٍ رَاٰى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَّضَ نَاقَتَهٗ۔ (اصابہ)

جن جن مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (راستوں) میں نمازیں پڑھی تھیں، ابن عمرؓ ان مقامات کو تلاش کرتے تھے اور نمازیں پڑھتے تھے۔ راہ میں جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کا رخ پھیرا تھا۔ ابن عمرؓ بھی قصداً اس مقام پر یہی کام کرتے تھے۔

یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ سفر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر استنجا کے لیے اونٹ سے کہیں اتر کے بیٹھے تھے تو باوجود عدم ضرورت کے استنجا کرنے والوں کی شکل بنا کر ابن عمرؓ اونٹ سے اتر کر وہاں بیٹھا کرتے۔ اسی سلسلہ میں ان کی یہ عام عادت بیان کی جاتی ہے۔

يَسْئَالُ مَنْ حَضَرَ اِذَا غَابَ عَنْ قَوْلِهٖ وَفِعْلِهٖ۔ (اصابہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قول وفعل سے یہ غائب رہتے تو جو لوگ اس وقت حاضر ہوتے ان سے پوچھ لیتے۔

امام مالکؒ سے ان کے شاگرد یحییٰ نے ایک دن پوچھا کہ :

اَسَمِعْتَ الْمَشَائِخَ يَقُوْلُوْنَ، مَنْ اَخَذَ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ لَمْ يَدَعِ الْاِسْتِقْصَاءَ قَالَ نَعَمْ۔ (اصابہ)

کیا آپ نے بزرگوں سے یہ سنا ہے کہ ان کا خیال تھا جس نے ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کیا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی تکمیل میں کوئی چیز نہیں چھوڑی؟ بولے ہاں!

یہ استقصا یا سیرت طیبہ کی کامل "تصویر کشی" یا "ہوبہو نقل" اتارنا، نصب العین تو سب ہی کا تھا لیکن ہر شخص کے لیے اس کا میسر آنا آسان نہیں ہے۔ تاہم اسی کے ساتھ جتنے بھی صحابی تھے ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے قالب میں ڈھلا ہوا تھا اور اسی بنیاد پر میں ہر صحابی کو دراصل حدیث کا ایک نسخہ یا موجودہ اصطلاح میں اجازت دیجئے تو اڈیشن قرار دیتا ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ ان میں بعض اڈیشن بہت زیادہ کامل اور حاوی تھے اور بعض میں وہ کاملیت نہیں پائی جاتی تھی اور اگر صحابہ کی جو تعداد اوپر بیان کی گئی ہے صحیح ہے تو ایمان واسلام اور جوشِ عمل کی ان میں جو سینہ زوریاں تھیں، ان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا یقیناً مبالغہ نہ ہوگا کہ عہدِ نبوت میں ہی ہماری وہ تاریخ جس کا نام حدیث ہے۔ اس کے کامل وناقص زندہ نسخوں اور اڈیشنوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی تھی۔ کیا دنیا میں کوئی تاریخ یا کسی تاریخ کا کوئی حصہ ایسا موجود ہے جس کے عینی شاہد اپنی تعداد میں خود اس واقعہ کے مجسم آئینے بن کر دنیا کے سامنے پیش ہوئے ہوں؟ اور کیا آئندہ ان نسخوں کی تعداد میں کوئی کمی ہوئی؟ کاملیت کے

اعتبار سے جتنی بھی کمی ہوئی ہو لیکن کمیت اور تعداد کے لحاظ سے ہر شخص جانتا ہے کہ ان تیرہ ساڑھے تیرہ صدیوں میں ہر سال اس کی تعداد میں اضعافاً مضاعفۃً اضافہ ہی ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں آباد ہو، آج اس کی زندگی میں جتنے صحیح مذہبی اور اخلاقی عناصر شریک ہیں، کیا یا اسی تاریخ کے کسی حصہ کا عکس نہیں ہے؟ آج بھی کوئی مسلمان ہندوستان کے کسی کورہ دیہات میں جو نمازیں پڑھتا ہے۔ قسم کھا کر کہہ سکتا ہے اور یقیناً وہ اپنی اس قسم میں سچا ہے کہ وہ اسی طرح ہاتھ اٹھاتا ہے، جس طرح آں حضرتؐ اٹھاتے تھے، وہی کہتا ہے جو حضورؐ کہتے تھے۔ وہی پڑھتا ہے، جو حضورؐ پڑھتے تھے اسی طرح وہ جھکتا ہے جس طرح حضورؐ جھکتے تھے۔ اسی طرح زمین پر سر رکھتا ہے جس طرح حضورؐ رکھتے تھے، اسی پر مسلمانوں کے دوسرے مذہبی اور دینی اعمال و عقائد کو قیاس کر لیجئے، کچھ نہیں تو کم از کم اس تاریخ کی کوئی ایک آدھی بات کلمہ شہادت ہی سہی، اس تاریخ کا یہ جز تو ہر ایک مسلمان کے اندر اب تک محفوظ ہے۔

حدیث کا بہت بڑا حصہ متواتر ہے

اور اسی بنیاد پر کل کے متعلق لیکن تاریخ کے اس عظیم الشان ذخیرے کے ایک بڑے حصہ کو میں متواتر خیال کرتا ہوں یعنی کسی انقطاع کے نسلاً بعد نسلٍ لاکھوں اور لاکھوں کے بعد کروڑہا کروڑ انسانوں کے ذریعے سے مشرق و مغرب میں یہ حصہ منتقل ہوتا ہوا دنیا کے موجودہ دور تک پہنچا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ پہنچتا رہے گا۔ ان کی مقدار کیا ہوگی؟ اس کے لیے صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ امت اسلامیہ کے تمام فرقے جن مسائل پر متفق ہیں۔ تقریباً سب کا یہی حال ہے۔ عقائد و ایمانیات کے سوا طہارت، غسل، وضو، عبادات، نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، معاملات، عقوبات، سیاسیات، مباحات و محذورات وغیرہ وغیرہ مختلف ابواب سے ان اتفاقی مسائل کا اگر انتخاب کیا جائے جو عہد نبوت سے اس وقت تک ہر ملک اور ہر فرقہ کے مسلمانوں میں طبقۃً بعد طبقۃٍ خلفاً عن سلفٍ تواتر کے ساتھ اس حیثیت سے مسلّم ہیں کہ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور طرزِ عمل تھا تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز نہ ہوگی اور ان کا شمار کرنا زیادہ دشوار بھی نہیں ہے۔

گویا قرآن کے بعد ہم جس چیز کو بغیر کسی تذبذب و خدغہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کے ساتھ منسوب کر سکتے ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال و تقریرات کا یہی حصہ ہے جو ہم تک تعامل و توارث کے ذریعے پہنچا ہے، لیکن اس مسئلہ میں صرف اسی پر قناعت نہیں کی گئی ہے بلکہ اسی کے ساتھ ان معلومات کے ہر ہر جز کو مسلسل روایت کے ذریعے سے فنِ حدیث میں محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یوں باہم ایک کی دوسرے سے توثیق ہوتی ہے۔ اب روایتوں کے ذریعہ سے یہ چیزیں جس طرح مروی ہیں ان کو اور مسلمانوں نے تعامل کے ذریعے سے ان چیزوں کو جس طرح ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کیا ہے، دونوں کو سامنے رکھئے، ہر ایک کی تصدیق دوسرے سے ہوگی، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ حصہ جس کی منتقلی اس اتفاقی تعامل کے ذریعہ سے عمل میں نہیں آئی ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو ہمارے پاس وہی روایت کا ذریعہ ہے۔ روایت کے اس سلسلہ کی آئندہ کڑیوں پر تو آگے بحث آئے گی، عہدِ صحابہ میں جس حزم و احتیاط کے ساتھ ان چیزوں کو اپنی اصلی حالت پر محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کی داستان آپ سن چکے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر لفظ اور ہر ہر فعل کی نگرانی، صحابہ کرام کا ایک ایک لفظ کے شک مٹانے کے لئے سینکڑوں میل کا سفر طے

کرنا، اس کا ذکر بھی آپ سن چکے ہیں، لیکن بات اسی پر ختم نہیں ہو گئی بلکہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں خود صحابہ بھی ایک دوسرے سے اس معاملہ میں پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری رکھتے تھے، ہر ایک اپنے علم کو دوسرے کے علم پر پیش کرتا تھا۔ ان کے اس طرزِ عمل ہی سے روایت کی قوت بڑھتی چلی جاتی تھی۔

(۲)

قرآن کی طرح حدیث کے بھی حفظ کا اہتمام تھا

بلکہ روایات سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حفظ کرنے والے بچوں کو شروع ہی سے جیسے قرآن کے حفظ میں لگا دیا جاتا ہے اسی طرح قرآن کے ساتھ حدیث بھی بچوں کو زبانی یاد کرائی جاتی تھی اور صحابہ ہی کے عہد میں اس کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ جن کی تعلیم پر ابن عباسؓ نے خاص توجہ کی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ تابعین کے عہد میں چند ممتاز ائمہ میں ایک بہت بڑے امام کی حیثیت عکرمہ کی ہو گئی تھی۔ اپنی تعلیمی سرگزشت بیان کرتے ہوئے عکرمہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَضَعُ الْكَبْلَ فِيْ رِجْلِيْ عَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَنِ (تذکرہ صفحہ ۹۰)

ابن عباسؓ میرے پاؤں میں قرآن اور حدیثوں کی تعلیم دینے کے لیے بیڑی ڈال دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنے بچوں کو بعض لوگ بچپن ہی سے حدیث یاد کرنے کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔ ابن سیرینؒ بھی ان ہی لوگوں میں ہیں جن کے والد نے بچپن ہی سے ابوہریرہؓ کے سپرد کر دیا تھا۔ لکھا ہے کہ ابن سیرینؒ کے ایک بھائی یحییٰ نامی بھی تھے، دونوں بچوں کی قوتِ یادداشت اور حدیثوں کے زبانی یاد کرنے کی صلاحیت کا اندازہ ابوہریرہؓ نے کیا تو یحییٰ میں زیادہ صلاحیت نظر آئی، کہتے ہیں کہ:

فَكَنَاهُ اَبُوْهُرَيْرَةَ لِحِفْظِهٖ (ابن سعد ج ۷ ص ۱۵۰)

ابوہریرہؓ نے یحییٰ کی یادداشت دیکھ کر ان کی کنیت رکھی

جیسے قرآن کے حفظ میں سمجھا جاتا ہے کہ بچپن میں حفظ کا کام جتنا استوار اور مضبوط ہوتا ہے عمر ہونے کے بعد یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ:

طَلَبُ الْحَدِيْثِ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ (جامع ص ۸۲ ج ۱)

بچپن میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے پتھر میں نقش کرنا ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کے خلیفہ اور شاگردِ رشید علقمہ خود اپنے متعلق فرماتے:

مَا حَفِظْتُ وَاَنَا شَابٌّ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فِيْ قِرْطَاسٍ اَوْ وَرَقَةٍ (جامع ج ۱ ص ۸۲)

اپنے نوجوانی کے زمانہ میں جو چیزیں میں نے زبانی یاد کر لی تھیں اُن کی حالت ایسی ہے کہ کاغذ یا ورق میں رکھے ہوئے گویا وہ میرے سامنے ہیں۔

اور صرف یاد کر لینا ہی کافی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ یاد کرنے کے بعد بار بار ان ہی کی یاد کی ہوئی حدیثوں کو دہراتے رہنا یہ بھی ایسا مسئلہ تھا جس کی ہر استاذ اپنے شاگردوں کو تاکید کرتے ہوئے اصرار کرتا تھا۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے'

فرمایا کرتے تھے:

أَكْثِرُوا ذِكْرَ الْحَدِيثِ فَإِنَّكُمْ إِنْ لَمْ تَفْعَلُوا يَدْرُسْ عِلْمُكُمْ (جامع جلد اصفحہ ۱۰۱)	حدیث کو بار بار دہراتے رہو اگر ایسا نہ کروگے تو تمہارا علم فرسودہ ہو کر مٹ جائے گا۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے:

تَذَاكَرُوا الْحَدِيثَ فَإِنَّ حَيَاتَهُ مُذَاكَرَتُهُ (معرفۃ علوم الحدیث حاکم، صفحہ ۱۴۱)	بار بار حدیث کو دہراتے رہو کیونکہ اس کو زندہ رکھنے کی یہی شکل ہے۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

تَذَاكَرُوا الْحَدِيثَ	بار بار حدیث کو دہراتے رہو۔

حسن بصری اپنے شاگردوں کو فرماتے کہ یاد رکھو:

غَائِلَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانُ وَتَرْكُ الْمُذَاكَرَةِ (جامع ص۱۴۱)	علم کی آفت اس کا بھول جانا ہے اور دہرانے کو چھوڑ دینا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی اپنے تلامذہ سے کہتے:

إِنَّ إِحْيَاءَ الْحَدِيثِ مُذَاكَرَتُهُ فَذَاكِرُوا (جامع، صفحہ ۱۱۱)	حدیث کو زندہ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو بار بار دہرایا جائے پس چاہیے کہ تم لوگ دہراتے رہو۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ یاد کی ہوئی حدیثوں کو بار بار دہرانا یہ بھی حدیث کے پڑھنے پڑھانے والوں کے فرائض میں داخل تھا کہ درس کے رفقاً باہم مل جل کر یاد کی ہوئی حدیثوں کا اعادہ کریں ایک سے غلطی ہو تو دوسرا اس کی اصلاح کر دے۔ باہمی مذاکرے کے اس طریقے کا صحابہ ہی کے زمانے میں رواج پڑ گیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقہ درس حدیث جو مسجد نبوی میں قائم تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے عطار کہتے ہیں کہ

كُنَّا نَكُونُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَيُحَدِّثُنَا فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ تَذَاكَرْنَا حَدِيثَهُ (ابن سعد، جلد ۵، صفحہ ۳۵۴)	ہم لوگ جابر بن عبداللہ کے پاس ہوتے (یعنی ان سے حدیثیں سنتے) پھر جب ان کے حلقہ سے باہر نکل آتے تو ان کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو باہم مل کر ہم لوگ دہراتے۔

استاد کے پاس سے اُٹھ جانے کے بعد باہم ایک دوسرے کے ساتھ حدیثوں کا جو مذاکرہ کرتے تھے اس مذاکرے کی نوعیت کیا ہوتی تھی۔ سعید بن جبیر سے کسی نے پوچھا کہ ابن عباسؓ سے جتنی باتیں روایت کرتے ہو کیا سب براہ راست ان سے پوچھ کر تم نے سیکھی ہیں؟ بولے کہ نہیں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان کی مجلس میں حدیثیں بیان کی جاتیں میں خاموش بیٹھا سنتا رہتا۔ جب لوگ حلقہ سے اٹھ کر چلے جاتے اور يَتَحَدَّثُونَ فَأَحْفَظُ (ابن سعد جلد، صفحہ ۱۷۹) اور باہم ان ہی حدیثوں کا جب لوگ مذاکرہ کرتے تو میں ان حدیثوں کو یاد کر لیتا جس سے بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بار بار اپنی پڑھی ہوئی حدیثوں کو لوگ اتنا دہراتے تھے کہ دوسروں کو بھی وہ حدیثیں محض ان کے یاد کرنے اور دہرانے کی وجہ سے یاد ہو جاتی تھیں۔

تقریباً سارے محدثین بے مزد خدمتِ حدیث میں مشغول رہے

اس میں شک نہیں کہ اس راہ میں انتہائی بلند نظری اور علو ہمتی کی یہ مثالیں ہیں۔ قدرتاً اس قسم کے افراد کم ہی تھے مگر ایسے لوگ جو پیغمبر کی حدیثوں کی اشاعت و تبلیغ بغیر کسی اجر و مزد کے زندگی بھر کرتے رہے بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ معاوضہ اور اجرت لینے والوں کی چند مثالوں کے سوا تقریباً اس زمانے کے سارے محدثین اور حفاظِ حدیث کا یہ عام رویہ تھا۔ ان ہی بزرگوں کی کثرت کی وجہ سے ان چند لوگوں کو بدنام ہونا پڑا ورنہ تعلیم و تعلّم کا موجودہ متاجرانہ طریقہ اگر اس زمانہ میں بھی اسی طرح عام ہوتا جیسے آج کل ہے تو شاید ان بے چاروں کا کوئی نام بھی نہ لیتا مشہور ہے کہ "حمام میں بھی کیا کسی کے ننگے ہونے کی شکایت کبھی کی گئی ہے"؟ اس سلسلے میں بزرگوں نے جو نمونے چھوڑے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج مشکل ہی سے کوئی ان قصوں کو صحیح باور کر سکتا ہے۔ خیال تو کیجئے ذوق کی اس صفائی کا خطیب نے کفایہ میں نقل کیا ہے کہ مشہور حافظِ حدیث حماد بن سلمہ کا ایک شاگرد بحرِ چین کی تجارتی مہم پر روانہ ہوا اور وہاں سے کافی روپیہ کما کر واپس ہوا۔ حماد استاد تھے بطور تحفہ کے بعض چیزیں ان کی خدمت میں لے کر وہ حاضر ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ اس تحفہ سے خوش ہو کر آئندہ استاد کی توجہ میری طرف زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن سنتے ہیں وہ بے چارہ اپنے تحائف کو لئے کھڑا تھا اور سن رہا تھا۔ حماد فرما رہے ہیں:

اِخْتَرْ اِنْ شِئْتَ قَبِلْتُهَا وَلَمْ اُحَدِّثْكَ اَبَدًا وَاِنْ شِئْتَ حَدَّثْتُكَ وَلَمْ اَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ۔ (الکفایہ، صفحہ ۱۵۳)	ان دو باتوں میں سے کسی ایک شق کو قبول کر لو چاہو تو تمہارے تحائف قبول کر لیتا ہوں لیکن پھر حدیث تمہیں کبھی نہیں پڑھاؤں گا اور چاہتے ہو کہ حدیث تمہیں پڑھاؤ تو پھر تحفہ قبول نہیں کروں گا۔

لکھا ہے کہ اس بے چارے نے معذرت کی اور عرض کیا، میں حدیث ہی سنوں گا اور اپنے تحفوں کو واپس لیتا ہوں اور اس قسم کے قصے کہ مثلاً عیسیٰ بن یونس جو رواۃِ حدیث میں بڑے ممتاز مقام کے مالک ہیں، ذہبی نے الامام کے لفظ کے ساتھ ان کو ملقب کیا ہے۔ تین پشتوں سے مسلسل ان کے خاندان میں حفاظِ حدیث پیدا ہوتے چلے آرہے تھے۔ ہارون الرشید کا مشہور وزیر جعفر برمکی خود بیان کرتا تھا کہ میں نے ایک لاکھ درم اس شخص کی خدمت میں پیش کئے۔ لیکن قطعی طور پر اس نے یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ دنیا میں یہ مشہور ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی قیمت میں نے کھائی (تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۷۸) ان ہی عیسیٰ بن یونس کی خدمت میں مامون نے حدیث سننے کے بعد کافی رقم پیش کی لیکن صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا شُرْبَةَ مَاءٍ (تذکرہ جلد ا صفحہ ۲۵۹)	ہرگز نہیں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہیں

الذہبی نے زکریا بن عدی جو صحاح کے راویوں میں ہیں۔ ان کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ان کی آنکھیں دکھنے آئیں ایک شخص سرمہ لے کر حاضر ہوا، پوچھا کہ کیا تم بھی ان لوگوں میں ہو جو مجھ سے حدیث سنتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ زکریا نے کہا تب میں تم سے سرمہ کیسے لے سکتا ہوں۔ کیوں کہ حدیث سنانے کا معاوضہ ہو جائے گا۔ (دیکھو تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۳۵۸)

ابراہیم الحربی جن کا ذکر ابھی گزرا باوجودیکہ فقر و فاقے میں زندگی بسر ہوتی تھی معتضد باللہ خلیفۂ وقت نے متعدد بار ان کے پاس بڑی بڑی رقمیں بھیجیں ہمیشہ شکریہ کے ساتھ واپس کرتے رہے ایک دفعہ خلیفہ نے کہلا بھیجا کہ خود اگر نہیں لیتے ہیں

تو اپنے پڑوسیوں میں تقسیم کر دیجیے۔ ابراہیمؒ نے کہا کہ خلیفہ سے عرض کرنا کہ جس چیز کے جمع کرنے کی مصیبت میں نے برداشت نہیں کی تو اس کے خرچ کرنے کی مصیبت میں اپنے آپ کو کیوں مبتلا کروں اور آخر میں خلیفہ کے قاصد کو کہا کہ بار بار امیر المومنین بھیجنے کی زحمت برداشت کر رہے ہیں اور مجھے ہر دفعہ واپس کرنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ ان سے کہہ دیجیو کہ:

اَنْ تَرَكْتَنَا وَ اِلَّا تَحَوَّلْنَا مِنْ جِوَارِكَ (ص ۳۴) یا تو اس طریقے کو وہ ترک فرمائیں ورنہ آپ کی پڑوس سے میں منتقل ہو جاؤں گا۔

اس سلسلہ میں ابراہیم ایک بخیل آدمی کا ایک پُرلطف قصہ بیان کیا کرتے تھے یعنی یہ کہتے ہوئے کہ علم کے معاوضہ میں بحمداللہ میں نے کبھی کوئی چیز آج تک نہیں لی۔ صرف ایک دفعہ مجھے لینا پڑا۔ پھر اس قصے کو بیان کرتے جو کافی طویل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کسی بنئے سے ابراہیم نے کوئی چیز خریدی جس کی قیمت کچھ آنے اور ایک پیسہ طے ہوئی، ابراہیم نے آنے تو ادا کر دیئے پیسہ باقی تھا اتنے میں بنئے کو کچھ خیال آیا بولا کہ ابراہیم بزرگوں کا کوئی ایسا قصہ سناؤ جس سے میرا دل کچھ نرم پڑے۔ ابراہیم نے ایک عجیب قصہ سنایا۔[1] بنیا سن کر بہت متاثر ہوا اور اپنے آدمی سے کہا کہ ابراہیم سے اب ایک پیسہ جو باقی ہے وہ نہ لینا اور نہ ان کی چیز کم کرنا۔ ابراہیم فرماتے تھے کہ بس اسی دن ایک پیسہ کی یہ آمدنی علم کے معاوضہ میں مجھے ہوئی۔

ان بزرگوں کی سیر چشمی اور بے نیازی کے قصے کتابوں میں اتنے بیان کئے گئے ہیں کہ ایک مستقل کتاب ان سے تیار ہو سکتی ہے۔ ایوب سختیانی جن کا بکثرت حدیثوں کی سندوں میں ذکر آتا ہے اور حفاظِ حدیث کے مشاہیر میں ہیں۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ بنی امیہ کا خلیفہ یزید ابن الولید جس زمانے میں خلیفہ نہ تھا، ایوب میں اور اس میں گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ جس دن خلافت کے لیے اس کا انتخاب ہوا تو لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر ایوب یہ دعا کر رہے تھے:

---

[1] خطیب نے اس قصے کو بھی بیان کیا ہے، امام حسن علیہ السلام کی سخاوت سے اس کا تعلق تھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت امام ایک دن کسی باغ میں پہنچے جس کا محافظ ایک سیاہ حبشی تھا۔ ہاتھ میں اس کے ایک روٹی تھی، سامنے کتا بیٹھا تھا حبشی کو حضرت نے دیکھا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا توڑتا ہے خود کھاتا ہے اور دوسرا ٹکڑا کتے کو دیتا ہے مسلسل وہ یہی کر رہا ہے آپ نے پوچھا کہ تم اس التزام کے ساتھ جو کتے کے سامنے ٹکڑا ڈالتے جا رہے ہو گویا اس کو برابر کا حصہ دار بنا لیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ حبشی نے کہا کہ حضرت کتے کی آنکھ لقمے پر لگی ہوئی ہے، دل گوارا نہیں کرتا کہ اس پر اپنے کو ترجیح دوں۔ حضرت امام حسن کو اس غلام کی یہ ادا ایسی بھا گئی کہ اسی وقت آپ نے اس کا نام اس کے آقا کا نام دریافت کیا اور غلام کے ساتھ باغ کو بھی آپ نے خرید لیا۔ پھر اس حبشی کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے تجھے بھی خرید لیا ہے اور اس باغ کو بھی حبشی خوش ہوا آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا اور باغ بھی تجھے بخش دیا۔ حبشی نے سن کر کہا تو حضرت آپ نے جس کی راہ میں یہ باغ مجھے عطا فرمایا اسی کی راہ میں اس باغ کو میں نے بھی دے دیا یعنی خیرات کر دیا۔ بخیل بنیا اس قصے کو سن کر اچھل پڑا اور احسنت یا ابا اسحاق کہتے ہوئے اپنے آدمی سے وہی بات کہی کہ اب ابراہیم سے مزید ایک پیسہ نہ لینا اور نہ ان کی چیز کو کم کرنا (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۴) شاید اس بخیل کی بخالت پر اس پیسے کی یہی کافی چوٹ پڑی ہوگی۔ اس لئے ابراہیم نے اس پیسے کا واپس کرنا مناسب نہ خیال کیا۔

اَللّٰھُمَّ اَنْسِہٖ ذِکْرِیْ (ص ۱۲۳) پروردگار! میری یاد اس شخص (یعنی خلیفہ) کے دل سے بھلا دے۔

ذرا وارستہ مزاجیوں کا اس گروہ کے اندازہ تو کیجئے دوست اپنے وقت کی سب سے بڑی طاقت در سلطنت کا بادشاہ منتخب ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ اس کی دوستی سے استفادے کی توقعات قائم کرتے، دعا کرتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ "پروردگار اس شخص کے دل سے میری یاد بھلا دیجئے۔"

اسی قسم کے ایک واقعہ کا نصر بن علی محدث کے تذکرے میں ذہبی نے ذکر کیا ہے، یہ سفیان بن عیینہ وغیرہ کے شاگرد ہیں اور صحاح ستہ کے راویوں میں ہیں۔ لکھا ہے کہ خلیفہ مستعین باللہ نے ان کے پاس آدمی بھیجا تا کہ قاضی بنانے کے لئے ان کو مستعین کے پاس حاضر کرے۔ ان کو خبر ہوئی، بولے، استخارہ کر لوں تب جواب دوں گا۔ گھر آئے دو رکعت نماز پڑھی، سنا گیا کہ دعا کر رہے ہیں:

"پروردگار! خیر اور بھلائی اگر تیرے ہی پاس ہے تو مجھے اٹھا لے۔"

دعا کر کے سو گئے، جگانے والا جب جگانے کے لیے آیا تو دیکھا کہ واقعی وہ اٹھا لئے گئے۔ یعنی وفات ہو چکی تھی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۹۲)

غور کرنے کا مقام ہے، ہمتوں کی بلندیاں جن لوگوں میں عروج و ارتقا کے اس مقام تک پہنچ چکی تھیں کیا کوئی دشواری ایسوں کے لیے بھی دشواری باقی رہتی ہے جن کی رات بھی اپنی رات ہو اور دن بھی اپنا دن ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

سفیان ثوری اور شعبہ وغیرہ کے تلامذۂ حدیث میں ایک بزرگ قبیصہ بن عقبہ بھی ہیں۔ ذہبی نے "الحافظ الثقہ المکثر" کے الفاظ سے ان کے خصوصیات کا اظہار کیا ہے۔ ان ہی کے حال میں لکھا ہے کہ عباسیوں کے عہد کے امراء میں ابو دلف نامی جو بڑے امیر کبیر تھے۔ ان ہی ابو دلف کے صاحبزادے دلف اپنے خدم و حشم کے ساتھ ایک دن قبیصہ کے مکان پر حاضر ہوئے۔ اندر تھے۔ اطلاع دی گئی کہ فلاں امیر آپ سے ملنے آیا ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ دلف کے نام کو سنتے ہی گھر سے نکل پڑیں گے[1]۔ لیکن خلافِ

---

[1] شیر کو شیر پر قیاس کرنے والے عموماً اس قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن حقیقت جب سامنے آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سمجھنے والے جسے بسا اوقات کا تاج سمجھتے ہیں ان ہی کو اس دنیا میں خاک بلکہ خاک سے بھی بدتر سمجھنے والا ایک گروہ موجود تھا۔ اسلام کی تاریخ ان واقعات سے لبریز ہے۔

عہد نبوت کے قریب سے جو متاخر تھے وہ تو خیر، لیکن جو اس شرف سے محروم تھے ان میں بھی ان مثالوں کی کمی نہیں ہے ہندوستان ہی میں اورنگ زیب کے عہد کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ لاہور کے مشہور بزرگ "میاں میر" سے ملنے کے لیے اورنگ زیب حضرت کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ میاں میر اپنے مریدوں کے ساتھ خانقاہ کے اندر دھوپ میں بیٹھے ہوئے کپڑوں سے جوں نکال رہے تھے اچانک کسی نے اندر خبر پہنچائی کہ شہنشاہ عالمگیر تشریف لا رہے ہیں لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ میاں صاحب نے اس کھلبلی کو محسوس کر کے پوچھا، خیر ہے۔ لوگوں نے خبر دی کہ شہنشاہ آ رہے ہیں، مسکرا کر فرمانے لگے لاحول ولا قوۃ میں سمجھا کہ شاید کوئی فربہ جوں دھری گئی اس پر گڑبڑ مچی ہے، عالمگیر کے آنے پر اس ہنگامہ کی کیا ضرورت تھی۔ ملنے کے بعد عالمگیر جب واپس ہوئے تو کسی نے میاں میر کے اس لطیفہ کا بادشاہ سے ذکر کیا، سن کر کہا کہ ہاں بھائی! ان لوگوں کی نظر میں ایک موٹی جوں بھی عالمگیر سے زیادہ وزن رکھتی ہے۔

تو قع دیر تک انتظار کیا گیا وہ باہر نہ آئے۔ آخر لوگوں نے قریب جاکر کہنا شروع کیا:

اِبْنُ مَلِكِ الْجَبَلِ عَلَى الْبَابِ وَاَنْتَ لَا تَخْرُجُ۔	جبل (نام صوبہ) کے بادشاہ کا بیٹا دروازہ پر کھڑا ہے اور تم باہر نہیں نکل رہے ہو۔

بہر حال جب لوگوں نے زیادہ ہنگامہ مچایا تو دیکھا گیا کہ گھر سے باین شان نکل رہے ہیں کہ چادر میں روٹی کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا ہے۔ ولف سامنے کھڑا تھا اس کے ارد گرد حواشی کے لوگ تھے، سُن رہے تھے کہ قبیصہ کہہ رہے ہیں:

مَنْ رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِهٰذَا اَمَا يَقْنَعُ يَابْنِ مَلِكِ الْجَبَلِ وَاللّٰهِ لَا اُحَدِّثُهٗ ہ	جو اس دنیا میں اس ٹکڑے کی طرف اشارہ تھا) سے راضی ہو گیا۔ جبل کے بادشاہ کے بیٹے کی اسے کیا پروا، خدا کی قسم، میں اس شخص کے آگے حدیث بیان نہیں کروں گا۔

(ج ۱ ص ۳۴۰)

اور یہی واقعہ بھی ہے، مسعر بن کدام بھی کہا کرتے تھے کہ،

مَنْ صَبَرَ عَلَى الْخَلِّ وَالْبَقْلِ لَمْ يُسْتَعْبَدْ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۷)	سرکہ اور بھاجی پر جس نے صبر کر لیا وہ کبھی غلام بنایا نہیں جا سکتا۔

ہم جیسے لوگ جن کی ایک ایک سانس اور زندگی کا ایک ایک لمحہ دوسروں کے ہاتھ بکا ہوا ہے۔ ان پر احرار کے اس طبقہ کو قیاس کرنا قطعاً صحیح نہ ہوگا۔

جب روزمرہ کا یہ مشاہدہ ہے کہ یاد کرنے والے چند سال میں قرآن مجید حفظ کر لیتے ہیں تو جنہوں نے اپنے سارے وقت کو صرف اپنے ہی قبضے میں رکھا تھا۔ ان کے متعلق کیوں تعجب کیا جاتا ہے، جب کہا جاتا ہے کہ ان کو اتنی حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ آپ دیکھ چکے کہ حدیثوں کا بجائے سفینوں کے سینوں ہی کی حد تک محدود رہنے کا دعویٰ جس زمانہ کے متعلق کیا جاتا ہے کلیتہً یہ دعویٰ ہی صحیح نہیں ہے اور کچھ دن حدیثوں پر ایسے گزرے بھی ہیں تو ان کی مدت ہی کتنی تھی۔ آپ تو حدیثوں کے متعلق بھی بے اطمینانی میں مبتلا کئے جا رہے ہیں پھر جن مذاہب و ادیان کی بنیادی کتابیں یعنی دینِ اسلامی جو حقیقت قرآن کی ہے، یہی حقیقت ان کے ہاں جن کتابوں کی ہے وہ صدیوں ہی نہیں ہزاروں سال تک بجائے سفینوں کے سینوں ہی میں، حفاظت ان بنیادی کتابوں کے لیے کافی ہے۔

احتیاط کا حال

یہی امیر المومنین فی الحدیث شعبہ جن کے سجدوں اور رکوع کی کیفیت معلوم ہے۔ ان ہی کے متعلق اگر یہ بھی سنایا جاتا کہ:

كَانَ لَا يَرْضٰى اِلَّا اَنْ يَسْمَعَ الْحَدِيْثَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً۔	جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو شعبہ بیس مرتبہ نہیں سن لیتے تھے انہیں چین نہیں آتا تھا۔

جس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یعنی ایک ہی استاد کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو اسی استاد سے بیس دفعہ جب تک نہیں سن لیتے تھے ان کی تشفی نہیں ہوتی تھی اور محدثین یہ بھی کرتے تھے۔ ہشیم کے حالات میں خطیب نے لکھا ہے کہ ان کے شاگرد ابراہیم بن عبداللہ الہروی

کہا کرتے تھے:

مَامِنْ حَدِیْثِ هُشَیْمٍ اِلَّا وَسَمِعْتُهٗ مَابَیْنَ عِشْرِیْنَ مَرَّةً اِلٰی ثَلَاثِیْنَ مَرَّةً	ہشیم سے جو حدیثیں میں روایت کرتا ہوں، ان سے ہر ایک کو کم و بیش بیس سے تیس مرتبہ میں نے سنا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۱۹)

اسی طرح معن بن عیسیٰ کا بھی دعویٰ تھا کہ امام مالک سے جتنی حدیثیں روایت کرتے تھے ان کے متعلق کہتے تھے کہ

قَدْ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ نَحْوًا اَوْ اَکْثَرَ مِنْ ثَلَاثِیْنَ مَرَّةً (حلیۃ الاولیأ ج ۱ ص ۳۲۱)	میں نے امام مالک سے یہ حدیثیں تیس مرتبہ سنی ہیں یا اسی کے قریب قریب۔

اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو شعبہ جب تک کم از کم بیس استاذوں سے نہیں سن لیتے تھے ان کو اطمینان نہیں ہوتا تھا، جیسا کہ معلوم ہے یہی محدثین کا عام مذاق تھا۔

یحییٰ بن معین کو تو اس پر اتنا اصرار تھا کہ لوگوں سے وہ کہا کرتے تھے:

لَوْلَمْ نَكْتُبِ الْحَدِیْثَ مِنْ ثَلَاثِیْنَ وَجْهًا مَاعَقَلْنَاهُ۔ (ص ۶)	جب تک کسی حدیث کو تیس ذریعوں سے ہم لوگ نہیں لکھتے اس وقت تک اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔

اس زمانے کے حساب سے ٹھیک اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ایک ہی واقعہ ہوتا ہے، مختلف نیوز ایجنسیاں اپنے اپنے الفاظ اور اپنی اپنی تعبیر میں اس واقعہ کی خبر اخباروں کو بھیجتی ہیں۔ جو لوگ سیاسی کاروبار میں مشغول رہتے ہیں یا تحقیقی اخبار نویسی کا کام کرتے ہیں یا صحیح واقعات کے علم کا جن لوگوں کو ذوق ہوتا ہے وہ بجنسہ ایک واقعہ کی خبر کو مختلف اخباروں میں پڑھتے ہیں اور نیوز ایجنسی کی تعبیروں کو ملانے کے بعد واقعہ کی اصل نوعیت تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ لوگ اخباروں کا مطالعہ ان ہی التزام کے ساتھ کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے علم اور ان کے فیصلوں کی نوعیت عام اخبار بینوں سے بھلا کوئی نسبت رکھتی ہے[1]۔

جیسا کہ میں پہلے بھی کہیں بیان کر چکا ہوں کہ حدیثوں کی تعداد بتاتے ہوئے عام کتابوں میں لاکھوں لاکھوں تک ان کے شمار کو پہنچا دیا گیا ہے۔ جو نہیں جانتے ہیں وہ شاید باور کر لیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جن اقوال و افعال یا تقریرات

---

[1] مثلاً بہت سی باتیں کسی ایجنسی کی خبر میں مجمل رہ جاتی ہیں، دوسری نیوز ایجنسی کی خبر میں اسی اجمال کی تفصیل ہوتی ہے بعض دفعہ نامہ نگار میں سلیقہ اس کا نہیں ہوتا کہ گڑھ کی بات اور عام باتوں میں تمیز کر سکے، لیکن ہوشیار نامہ نگار بھیجی ہوئی خبروں میں اسی کا انتخاب کرتا ہے یا اسی پر زیادہ زور اپنے بیان میں خرچ کر دیتا ہے بعض دفعہ خبر کی نوعیت کا اظہار ایک ایجنسی کا نامہ نگار کرتا ہے اور دوسرا چھوڑ دیتا ہے۔ جن کی نظر سب پر ہوتی ہے وہ جانتے ہیں کہ کس حد تک خبر قابل اعتماد ہو سکتی ہے بلکہ مختلف اخباروں کے پڑھنے سے ان لوگوں کو اس کا بھی فائدہ ہو جاتا ہے کہ بعض بالکل بے بنیاد جھوٹی خبریں اخباروں میں کسی خاص غرض سے جو شائع ہو جاتی ہیں، محتاط اخبار یا ایجنسیاں ان کے ذکر سے پرہیز کرتی ہیں لیکن بعض اخباروں یا ایجنسیوں کو اسی میں مزہ آتا ہے۔

کو منسوب کیا گیا ہے ان کی تعداد لاکھوں لاکھ تک پہنچتی ہے، حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے[۱] میں بتا چکا ہوں الحاکم صاحبِ مستدرک کی یہ شہادت پیش کر چکا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کی معیاری حدیثوں کی تعداد۔

لَا یَبْلُغُ عَدَدُهَا عَشَرَةَ اٰلَافِ حَدِیْثٍ دس ہزار تک نہیں پہنچتی۔

(مدخل ص ۷)

اور قوی وضعیف، صحیح و حسن، معیاری غیر معیاری حدیثوں کی تعداد مکررات کو الگ کر لینے کے بعد میرے خیال میں تیس تیئس ہزار سے زیادہ نہیں

---

[۱] ابن جوزی سے بڑھ کر اس باب میں خود خیال کیجئے کس کا بیان قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے، انہوں نے اپنی کتاب "صید الخواطر" فصل ۱۷۵ میں حدیثوں کے متعلق اس عددی مغالطہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اَنَّہٗ لَوْ جُمِعَ الصَّحِیْحُ وَالْمُحَالُ الْمَوْضُوْعُ مِنْ کُلِّ مَنْقُوْلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَلَغَ خَمْسِیْنَ اَلْفًا (یعنی صحیح حدیثوں کے ساتھ ان ساری بے بنیاد جھوٹی اور گھڑی ہوئی جعلی حدیثوں کو بھی جمع کر لیا جائے جو کتابوں میں پائی جاتی ہیں تو وہ بھی پچاس ہزار تک نہیں پہنچ سکتی ہیں) انہوں نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے سارے اسلامی ممالک کا دو دفعہ دورہ ان ہی حدیثوں کے جمع کرنے کے لیے کیا لیکن ان کی مسند میں بھی چالیس ہزار حدیثیں پائی جاتی ہیں جن میں دس ہزار مکرر ہیں، بلکہ ابن عساکر سے تو ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکررات کو حذف کرنے کے بعد مسند احمد کی قوی و ضعیف حدیثوں کی تعداد تیس ہزار تک بہ مشکل پہنچ سکتی ہے۔ (دیکھو الکتانی ج ۲ ص ۲۰۷) دراصل معنوی اور لفظی تکرار کے لحاظ سے شاید گننے میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے، معناً یا مآلاً جن دو حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے، ابن عساکر نے ان کو بھی مکررات میں غالباً شمار کر لیا ہے اور ابن جوزی نے ان ہی حدیثوں کو مکرر خیال کیا ہے جن کے الفاظ بھی ایک ہی ہیں اور ابن جوزی کا شمار تو خیر تشدد پسندوں میں ہے لیکن ان کے مقابلہ میں جلال الدین سیوطی جیسے سہولت پسند بزرگ نے جمع الجوامع کے نام سے حدیثوں کے جمع کرنے کا جو آخری کام کیا ہے اور اسی کتاب کی فقہی ترتیب مشہور ہندی محدث علی متقی نے کنز العمال میں کی ہے، دیباچہ میں شیخ علی متقی نے لکھا ہے اس کتاب یعنی کنز العمال کے پڑھنے والوں کے سامنے نہ صرف جمع الجوامع ہی کی کل حدیثیں آجائیں گی بلکہ ایک حصہ ان حدیثوں کا بھی ان کو ملے گا جو جمع الجوامع میں نہیں پائی جاتیں۔ اب دیکھئے کنز العمال کی حدیثوں کے گننے والوں نے بتایا ہے کہ یہ کتاب چالیس ہزار نو سو انسٹھ (۴۰۹۵۹) حدیثوں پر مشتمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کنز العمال کا مطالعہ جن لوگوں نے کیا ہے ان کو اندازہ ہوا ہو گا کہ اس میں اب بھی کتنی حدیثیں مکرر ہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ ان مکررات کو اگر حذف کر دیا جائے تو چالیس ہزار کی یہ تعداد گھٹ کر قریب قریب تیس ہزار تک پہنچ جائے تو تعجب نہ کرنا چاہیے۔ کنز العمال کا خلاصہ بحذفِ مکررات خود علی متقی نے کیا ہے جو مسند احمد کے حاشیہ پر چھپ بھی چکا ہے۔ شمار کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ اس میں کل تیس ہزار اور دو حدیثیں درج ہوئی ہیں اور کون نہیں جانتا کہ حدیث کے ان مجامیع یا دائرۃ المعارف میں رطب و یابس ہر طرح کی حدیثیں لے لی گئی ہیں، اسی لیے میرا خیال ہے کہ صحیح اعلیٰ معیاری حدیثوں کی تعداد اگر دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتی تو ضعیف و حسن و صحاح سب کو ملانے کے بعد تیس تیئس ہزار سے آگے ان کی تعداد کا بڑھنا مشکل ہے ۱۲۔

ٹھہر سکتی۔ مگر ایک ایک حدیث کو مختلف راویوں سے سننے کا دستور اور یہ کہ جتنے راویوں سے حدیث سنی جاتی تھی، ایک اصطلاح بنالی گئی تھی کہ حدیث کی تعداد بھی وہی قرار پاتی تھی یعنی دس راویوں سے اگر سنی گئی ہے تو وہی ایک حدیث دس حدیث بن جاتی تھی، الذہبی وغیرہ نے اس سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ ابراہیم بن سعید الجوہری کے تذکرے میں نقل کیا ہے کہ ایک صاحب جن کا نام جعفر بن خاقان تھا۔ انہوں نے ابراہیم سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی روایت کی ہوئی ایک حدیث کے متعلق کچھ دریافت کیا۔ ابراہیم نے اپنی لونڈی (جاریہ) کو بلایا اور کہا کہ:

اَخْرِجِیْ لِی الْجُزْءَ الثَّالِثَ وَالْعِشْرِیْنَ	حضرت ابوبکرؓ کی روایت کردہ حدیثوں کی تیئسویں جلد
مِنْ مُسْنَدِ اَبِیْ بَکْرٍ رضؓ	نکال کر لا۔

جعفر نے ابراہیم کے ان الفاظ کو سن کر حیرت سے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ سے تو پچاس حدیثوں کا صحیح ثابت ہونا بھی مشکل ہے، یہ آپ نے ان کی حدیثوں کا اتنا بڑا مجموعہ کہاں سے جمع کر لیا جس کی اتنی جلدیں ہیں؟ یہ سن کر ابراہیم نے حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ:

کُلُّ حَدِیْثٍ لَا یَکُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ	ایک ایک حدیث جب تک سو سو طریقوں سے مجھے
مِائَةِ وَجْهٍ فَاَنَا فِیْهِ یَتِیْمٌ،	نہیں ملتی تو اس حدیث کے متعلق میں اپنے آپ کو یتیم
(تذکرہ ج ۲ ص ۸۹)	خیال کرتا ہوں۔

مطلب ابراہیم کا یہی تھا کہ ایک ایک حدیث سو سو طریقوں سے جب تک مجھے نہیں ملتی اس وقت تک تو اپنے آپ کو اس حدیث کے متعلق لاوارث یتیم آدمی خیال کرتا ہوں اور یوں ایک حدیث کو بجائے ایک کے وہ سو حدیث بنا لیتے تھے۔

ظاہر ہے کہ اس طریقے سے ابوبکر صدیقؓ کی حدیثوں سے مجلدات ابراہیم نے اگر بنا لئے تھے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میں نے کہیں ذکر کیا ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ والی حدیث واقع میں ظاہر ہے کہ ایک ہی حدیث ہے لیکن راویوں کے تعدد کی بنیاد پر محدثین نے بجائے ایک کے اس کی تعداد پانسو تک پہنچادی ہے، میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ "محدثین" کا یہ خاص کارنامہ ہے، حدیثوں کی صحت و سقم کے پتہ چلانے کا یہ بہترین طریقہ تھا جسے انہوں نے ایجاد کیا تھا۔

اس زمانے میں پروپاگنڈے کے لئے یا صرف اس لئے کہ خبر میں سنسنی پیدا کرنے کی صلاحیت ہے بے بنیاد جھوٹی خبروں کے پھیلانے کا جو عام رواج ہے، ان خبروں کے متعلق بھی صحیح رائے وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جو مختلف نیوز ایجنسیوں کی خبروں اور مختلف اخباروں میں شائع ہونے والی اطلاعوں سے باخبر رہتے ہیں، وہی جانتے ہیں اور ان ہی کو یہ جاننے کا موقعہ ہے کہ کن کن ایجنسیوں کی روش محتاط ہے، ان میں کس کس کی کیا کیا خصوصیت ہے، ان میں بھروسا اور اعتماد کے قابل خبریں کون مہیا کرتا ہے، کچھ اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ اس زمانے کے محدثین کا حال تھا۔ سفیان ثوری کا ایک قول حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں نقل کیا ہے، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ حدیثوں کے سننے کی غرض ایک ہی نہیں ہوتی، کہا کرتے تھے کہ:

"ہم بعضوں سے اس لیے حدیث سنتے ہیں کہ اس کو اپنے دین میں شریک کریں اور کبھی کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کے متعلق فیصلہ کو ملتوی کرنے کے لیے بھی ہم بعضوں سے اس حدیث کو سنتے ہیں، بعضوں کی بیان کی ہوئی

حدیث کو ہم جانتے ہیں کہ محقق تو جہنمی ہے لیکن پھر بھی بیان کرنے والے کی روش اور مذہب کا پتہ چلانے کے لیئے ہم اس سے حدیث سنتے ہیں۔" (معرفۃ علوم الحدیث، حاکم ص ۱۳۵)

حاکم نے احمد بن حنبل کی زبانی ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ہم جس زمانے میں صنعاءً (یمن) میں حدیث پڑھنے کے لیے مقیم تھے اور میرے ساتھ علاوہ دوسرے رفقاء کے یحیٰی بن معین بھی تھے، ایک دن میں نے یحیٰی کو دیکھا کہ گوشہ میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں اور کوئی آدمی جب سامنے آجاتا ہے تو اسے چھپا دیتے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت انسؓ کے نام جعلی حدیثوں کا ایک مجموعہ ابان کی روایت سے جو پایا جاتا ہے اسی کو یحیٰی نقل کر رہے ہیں، میں نے کہا کہ تم ان غلط اور جھوٹی روایتوں کو نقل کر رہے ہو۔ اس وقت یحیٰی بن معین نے کہا کہ

"بھائی! اسی لئے تو اس کو لکھ رہا ہوں کہ ان ساری روایتوں کو لکھنے کے بعد زبانی یاد کر لوں، میں یہ جانتا ہوں کہ یہ ساری روایتیں جعلی ہیں، غرض میری یہ ہے کہ ابان کی جگہ کسی معتبر راوی کا نام داخل کر کے غلط فہمی میں لوگوں کو اگر کوئی مبتلا کرنا چاہے گا تو میں اس غلط فہمی کا ازالہ اصل واقعہ کو ظاہر کر کے کرسکوں گا یعنی بتا سکوں گا کہ جس جگہ پر ثقہ راوی کا نام رکھا گیا ہے یہ غلط ہے درحقیقت ان روایتوں کا بنانے والا "ابان" ہے۔" (معرفۃ علوم الحدیث ص ۶۰)

"یحیٰی بن معین نے اسی غرض سے موضوع حدیثوں کا بھی ایک طومار نقل کیا تھا، کہا کرتے تھے کہ دروغ بافوں سے میں نے بڑا ذخیرہ روایتوں کا لکھا جس سے بعد کو میں نے اپنے تنور کو گرم کیا اور نہایت عمدہ پکی ہوئی روٹیاں اس سے تیار ہوئیں۔" (معرفۃ علوم الحدیث ص ۶۰)

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح واقعات سے واقفیت کے لئے جیسے اس زمانے میں ہر قسم کی نیوز ایجنسیوں اور ہر طرح کے اخباروں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ محدثین بھی یہی سمجھتے تھے کہ سچی روایتوں کو جھوٹی روایتوں سے جدا کرنے کے دوسرے ذرائع کے ساتھ ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ہر طرح کے راویوں سے حدیثوں کو سننے کی کوشش کی جائے۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر نے ایوب سختیانی کے حوالہ سے یہ تجربہ کی بات نقل کی ہے کہا کرتے تھے۔

"اپنے استاذ کی غلطیوں سے تم اس وقت تک واقف نہیں ہو سکتے جب تک کہ دوسروں کے پاس بھی جا کر نہ بیٹھو۔" (ص ۹۹ جامع)

بہرحال حدیثوں کی تعداد میں اضافہ کی وجہ بھی اور ایک ایک محدث کے سینکڑوں اساتذہ کا نام کتابوں میں جو لیا جاتا ہے، اسکی وجہ بھی محدثین کا یہی مذاق تھا یعنی جب تک سو سو طریقوں سے حدیث ان تک نہ پہنچی ہو، اس وقت تک اس حدیث میں اپنے آپ کو یتیم قرار دیتے ان کے اساتذہ کی کثرت کا اندازہ اسی سے کیجئے کہ شعبہ جو اپنی تسلی کے لیے ہر حدیث کا بیس دفعہ سننا ضروری قرار دیتے تھے، ان کے کل اساتذہ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی صحبت یافتہ بزرگوں یعنی تابعین میں ان کے استاذوں کی تعداد جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے

سَمِعَ مِنْ اَرْبَعِ مِائَۃٍ مِنَ التَّابِعِیْنَ (تذکرہ ج ا ص ۱۸۲)

"تابعین میں سے جن جن استاذوں سے شعبہ نے حدیث سنی تھی، ان کی تعداد چار سو ہے۔

محدثین کے زہد و تقویٰ کی چند مثالیں

مقصود اس طول طویل گفتگو سے یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے تن من دھن سب کو دین کے لیے مختص کر دیا تھا، یہی شعبہ نماز میں جن کے سجدوں اور رکوع کی وہ کیفیت تھی۔ ذہبی ہی نے لکھا ہے کہ باوجود اس جفاکشی کے صائم الدہر رہتے تھے، یعنی ہمیشہ روزے رکھتے تھے، دیکھ کر لوگوں کو رحم آتا، جلد بدن کی خشک نظر آتی تھی۔ بھلا سوچیئے تو جن لوگوں کا یہ حال ہو کہ پوچھنے والے نے پوچھا۔ اب پیرانہ سالی میں آپ کے مشاغل کی نوعیت کیا رہ گئی ہے تو جواب میں بولے کہ بھائی صرف ایک رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھ لیتا ہوں اور مہینے میں اب تین روزوں یعنی ایام بیض کے روزوں سے زیادہ رکھا نہیں جاتا۔ ابو اسحاق السبیعی کے حال میں ذہبی نے اس کا تذکرہ کیا ہے جن کے اساتذہ میں اڑتیس تو صرف صحابی ہیں (ج ۱ ص ۱۰۸) آخر اسی عہد کے محدثین میں جب ایسے لوگ بھی تھے، مثلاً ثابت البنانی کے متعلق لکھا ہے کہ:

"دن رات کے چوبیس گھنٹوں کے اندر معمول تھا کہ قرآن ختم کر لیتے تھے اور ہمیشہ صائم الدہر رہتے۔"

(جلد ۱ صـ ۱۱۸)

سلیمان تیمی بھی صائم الدہر تھے، عموماً صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھتے تھے، نفل کی نمازوں میں ان کا بھی حال یہی تھا کہ ستر دفعہ سے کم سجدے میں تسبیح نہ پڑھتے تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۴۲) اس عہد کے بزرگوں کے عبادات و ریاضات کی تفصیل کے لیے حلیۃ الاولیاء اور صفوۃ الصفوہ وغیرہ پڑھنی چاہیئے۔ نسبتاً ان میں جن لوگوں کو عافیت پسند اور آسائش و آرام، فراغت و رفاہیت کی زندگی بسر کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے، سمجھا جاتا ہے کہ بڑے خوش خوراک خوش پوشاک تھے لیکن ان کا حال یہ تھا، مثلاً امام نسائی کے متعلق ذہبی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہ بڑے وجیہ و شکیل آدمی تھے، بردِ نوبیہ (ایک قسم کی قیمتی چادر تھی) اور سبز دوشالے کو پسند کرتے تھے، لکھا ہے کہ۔

"کھانے میں نسائی زیادہ تر بڑے قد والے مرغ کو پسند کرتے تھے، جو خاص کر ان کے لیے خریدے جاتے تھے اور ان کو خصی کر کے خوب فربہ کر لیا جاتا تھا۔" (ص ۲۴۱)

لیکن باوجود ان تمام باتوں کے محمد بن مظفر بیان کرتے تھے کہ:

"میں نے مصر (جہاں امام نسائی نے قیام اختیار کر لیا تھا) وہاں کے سارے علما اور مشائخ کو پایا کہ وہ امام نسائی کی عبادت و ریاضت جس کا سلسلہ شب و روز جاری رہتا تھا۔ تعریف کرتے تھے۔"

(ص ۲۴۲)

ان کے دینی تصلب کے لیے یہی کیا کم ہے کہ محض حق گوئی کی وجہ سے گویا ان کو شہید ہونا پڑا[1]۔ کہتے ہیں کہ خواجہ حسن البصری بھی لطیف

---

[1] یعنی لکھا ہے کہ مصر سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے امام دمشق میں ٹھہرے، عام طور پر خوارج کا اس زمانہ میں شام کے علاقوں میں زور تھا، جامع مسجد میں کسی نے پوچھ لیا کہ آپ بڑے محدث ہیں امیر معاویہؓ کی تعریف میں بھی تو کچھ حدیثیں بیان کیجئے، باوجودیکہ شام والوں کے عقائد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

غذاؤں کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ ابن سعد نے حمید کا قول نقل کیا ہے، کہتے تھے کہ

مَا شَمَمْتُ مُرِقَةً قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ مَرَقَةِ الْحَسَنِ (ابن سعد ج، ص ۱۲۱)	حسن بصری کے شوربے سے زیادہ خوشگوار خوشبو میں نے کسی دوسرے آدمی کے شوربے میں نہیں سونگھی۔

یہ بھی اسی میں ہے کہ گوشت کا روزانہ آپ کے دستر خوان پر رہنا ضروری تھا، لیکن زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت مجاہدہ میں جوان کا حال تھا اس سے کون ناواقف ہے، ابن جوزی نے بیس جزوں میں ان کے حالات لکھے ہیں، اسی سے اندازہ کیجیے۔ یوسف بن اسباطؒ جیسے آدمی کا بیان ہے کہ :

"تیس سال سے یہ شخص ہنسا نہیں ہے اور چالیس سال اس حال میں گزارا کہ اس عرصے میں کسی سے مذاق نہ کر سکے۔" (صفوہ ج ۳ ص ۱۵۶)

روتے رہتے تھے، لوگ پوچھتے تو کہتے کہ معاملہ ایسے سے آپڑا ہے جسے کسی کی کوئی پروا نہیں ہے، کون جانتے کہ کل میں آگ میں نہ جھونکا جاؤں گا (صفوہ ج ۳ ص ۱۵۶)

حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز کے خوف کو دیکھ کر یزید بن حوشب کہا کرتے تھے کہ :

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے لئے حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز کے سوا اور کوئی پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔"

یا امام مالک ہی ہیں، کھانے پینے، رہنے سہنے میں ان کا نقطہ نظر عام طور پر مشہور ہے۔ ہمیشہ قیمتی لباس زیب تن فرماتے عطر اور خوشبو میں ڈوبے رہتے، ان کے دربار کے رعب اور وقار کو دیکھ کر لوگ کہا کرتے تھے كَانَّهٗ بَابُ اَمِيْرٍ (کسی امیر آدمی کی ڈیوڑھی ہے) آپ کا بھی معمول تھا کہ گوشت کے بغیر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے اور اپنے اس ذوق پر اتنا اصرار تھا کہ کسی دن اگر گوشت کے لئے پیسے نہ ہوتے اور اس کے لئے گھر کی کوئی چیز بیچنی پڑتی تو لکھا ہے کہ يَفْعَلُ (وہ چیز بیچ کر گوشت خریدتے) (الدیباج المذہب ص ۱۹) ہر جمعہ کو دستور تھا۔

كَانَ يَأْمُرُ خَبَّازَةً سَلمة اَنْ يَّعْمَلَ لَهٗ وَلِعِيَالِهٖ طَعَامًا كَثِيْرًا (ص ۱۹)	سلمہ نامی باورچی جو آپ کا تھا اس کو حکم دے رکھا تھا کہ امام اور امام کے گھر والوں کے لیے بہت زیادہ کھانا تیار کرے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱؎ امام نسائی واقف تھے، اس باب میں ان کا جو علم تھا اس کو چھپانا راست بازی اور تدین کے خلاف معلوم ہوا، بھری مجلس میں کہہ دیا کہ امیر معاویہؓ کے فضائل کیا پوچھتے ہو؟ معاملہ ان کا برابر سرابر بھی ہو جائے تو کیا تمہارے خوش ہونے کے لیے یہی کافی نہیں ہے۔ نتیجہ جو ہو سکتا تھا وہی ہوا کہ خوارج جن سے مسجد بھری پڑی تھی، ان پہ ٹوٹ پڑے اور بے تحاشا مارنا شروع کیا۔ لکھا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ شرمگاہ اور انڈوں پر بعضوں کو لاتوں سے لوگوں نے اتنا کچلا کہ اس کی تکلیف سے جانبر نہ ہو سکے۔ دمشق سے کسی طرح مکہ تو ان کو پہنچا دیا گیا لیکن مکہ پہنچ کر وفات ہو گئی۔

(ذہبی ج ۲ ص ۲۴۲)

مگر باوجود ان تمام باتوں کے ان کے علم و عمل تقویٰ و دیانت کے جو گہرے نقوش امت کے قلوب پر قائم ہیں کیا وہ قیامت تک مٹ سکتے ہیں۔ الغرض بارگاہِ رسالت پناہی کے ساتھ جس کی نیازمندیوں اور ادب شناسیوں کا یہ حال ہو، عبداللہ بن مبارک کی یہ چشم دید شہادت ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

> "امام مالک ہم لوگوں کو حدیث پڑھا رہے تھے، بچھو (جو اُن کے کپڑوں میں کسی طرح گھس گیا تھا) نے سولہ دفعہ ڈنک مارے، امام مالک کا چہرہ ہر نیش پر متغیر ہو کر زرد پڑ جاتا تھا لیکن حدیث جس طرح بیان کر رہے تھے بیان کرتے رہے، درمیان میں اس کے سلسلہ کو نہ توڑا۔ جب درس ختم ہو گیا اور لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے تب میں نے عرض کیا آج آپ کا یہ کیا حال ہو رہا تھا تب وجہ بیان کی اور فرمایا کہ اِنَّمَا صَبَرْتُ اِجْلَالاً لِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے احترام کی وجہ سے میں صبر کئے بیٹھا رہا)"
>
> (دیباج ص ۲۲)

دوسری کتابوں میں ہے کہ درس سے فارغ ہونے کے بعد اندر تشریف لے گئے، کپڑے اتارے تب بچھو نکالا گیا۔ باہر آ کر ابن مبارک سے چہرے کے تغیر کی وجہ بیان کی۔ یاد رہے اسی قسم کے بیسیوں واقعات کا تذکرہ اس طبقہ کے متعلق کیا جاتا ہے جو حدیثوں کی حفاظت و اشاعت کا صحابہ کے بعد ذمہ دار بن گیا تھا، کیا یہ صرف گزر جانے کی بات ہے؟ پیغمبر اور پیغمبر کی حدیثوں کا جس کے دل میں اتنا احترام ہو کہ بچھو ڈنک پر ڈنک مارتا چلا جا رہا ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں، سنانے والا صرف اس خیال سے اپنی جگہ سے ہلتا بھی نہیں

حفاظِ حدیث کے اس گروہ میں جنہیں وسعت عطا کی گئی تھی خود امام بخاری بھی ہیں۔ بخارا میں ان کی کافی جائداد تھی اور متعدد پن چکیاں ان کی چلتی تھیں، وسیع پیمانے پر تجارتی کاروبار بھی کرتے تھے جس میں ایک ایک دفعہ میں دس دس ہزار کا نفع ہوتا تھا لیکن بایں ہمہ صرف رمضان میں ان کے مجاہدے کا یہ حال تھا کہ علاوہ تراویح کے پچھلی رات کو نصف یا ایک تہائی قرآن تہجد میں ختم کرتے گویا ہر دوسرے یا تیسرے دن قرآن ختم ہو جاتا تھا، اور یہ اس تلاوت کے سوا تھا جو دن کو روزہ کی حالت میں کرتے تھے۔ دستور تھا کہ دن کو قرآن کو شروع کرتے اور افطار کے وقت تک ختم ہو جاتا تھا۔ امام بخاری کے ساتھ بھی کہتے ہیں امام مالک ہی کے قریب قریب حادثہ پیش آیا، امام مالک تو حدیث پڑھا رہے تھے اس وقت بچھو نے کاٹا تھا۔ امام بخاری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے شاگردوں میں سے کسی نے باغ میں حضرت کی دعوت کی تھی۔ اتنے میں ظہر کا وقت آگیا، فرض سے فارغ ہو کر نفل میں مشغول ہوئے کہ عین نماز میں بھڑ نے کاٹنا شروع کیا لیکن نماز نہ توڑی۔ جب سلام پھیرا تو لوگوں سے کہا کہ دیکھو میرے کرتے میں کوئی چیز تو نہیں ہے۔ دیکھا گیا تو بھڑ برآمد ہوئی۔ کئی جگہ اس کاٹنے کی وجہ سے ورم ہو گیا تھا۔ پوچھا گیا کہ نماز آپ نے توڑی کیوں نہیں؟ فرمایا کہ کُنْتُ فِیْ سُوْرَۃٍ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُتِمَّھَا میں ایک سورہ کی تلاوت میں مشغول تھا۔ جی یہی چاہا کہ اس کو ختم کر لوں۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۳)

اور میں ان قصوں کو کہاں تک بیان کروں، ان کی کوئی حد و انتہا بھی ہو۔ میرا تو خیال ہے کہ جن بزرگوں کے متعلق سمجھا گیا ہے کہ وہ

کچھ غیر معمولی طور پر خوش خوراک خوش پوشاک تھے۔ ان کی غرض بھی یہی تھی کہ اس ذریعہ سے کام زیادہ قوت اور زیادہ بشاشت کے ساتھ انجام پا سکتا ہے۔ خیال تو کیجیے کہ راتیں جن لوگوں کی اس طرح گزرتی تھیں جیسا کہ امام بخاری ہی کے متعلق ان کے اوراق (مسودہ) نویس محمد بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ:

> "سفر میں امام بخاری کے ساتھ میرا قیام اسی کمرے میں عموماً ہوتا تھا جس میں امام آرام فرماتے تھے، دیکھا کرتا تھا کہ رات کو جب ہم لوگ سو رہتے تو امام بخاری بار بار اُٹھ اُٹھ کر چقماق سے چراغ جلاتے اور لکھی ہوئی حدیثوں پر کچھ علامت بناتے پھر سو رہتے۔ ایک ایک رات میں پندرہ سے بیس دفعہ تک میں نے دیکھا ہے کہ اٹھتے ہیں اور لیٹتے ہیں، پھر اُٹھتے ہیں اور لیٹتے ہیں، میں عرض کرتا کہ جس وقت آپ اُٹھتے ہیں مجھے اٹھا لیا کیجئے تو فرماتے کہ میاں تم جوان آدمی ہو، تمہاری نیند کو میں خراب کرنا نہیں چاہتا۔" (ص ۱۴۱)

اس قسم کی محنت اور جفاکشی کے لیے خود ہی سوچنا چاہئے کہ کتنی غیر معمولی توانائی کی ضرورت ہے، ایک دلچسپ لیکن غیر معمولی نتائج کا حامل اسی سلسلے کے بزرگوں میں وکیع بن الجراح کا وہ وقت نامہ ہے جسے خطیب نے وکیع کے صاحبزادے سفیان بن وکیع کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ یہ وکیع صرف حدیث ہی کے نہیں بلکہ فقہ کے بھی امام ہیں، حنفیوں کو اس پر فخر ہے کہ وکیع زیادہ تر امام ابوحنیفہ کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر فتوی دیا کرتے تھے۔ سفیان ثوری کے تلمیذ خاص سمجھے جاتے ہیں عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی وغیرہم اکابر کے وکیع استاذ ہیں، امیر گھرانے کے آدمی تھے، صرف والدہ سے لکھا ہے کہ دس لاکھ درم وراثت میں ان کو ملے تھے۔ بہر حال چوبیس گھنٹے کا نظام اوقات آخر زمانے میں ان کا کیا تھا وہ سنئے، ان کے صاحبزادے کہتے تھے:

> میرے والد صائم الدہر تھے، قاعدہ ان کا یہ تھا کہ صبح سویرے (نمازِ صبح سے فارغ ہونے کے بعد) درس حدیث کے حلقہ میں تشریف لاتے، حدیث کے طلبہ کو پڑھاتے رہتے تا ایں کہ دن کافی چڑھ جاتا، حلقہ سے اُٹھ کر گھر تشریف لاتے اور سو جاتے، ظہر کے وقت تک سوتے اس کے بعد ظہر کی نماز کے لئے اٹھتے، نماز سے فارغ ہو کر اس سڑک کی طرف چلے جاتے جدھر پانی بھرنے والے بہشتے پکھالیں بھر بھر کر شہر کی طرف لاتے تھے اور ہر ایک سے دریافت کرتے کہ قرآن اس کو کتنا یاد ہے، جسے یاد نہ ہوتا اس کو قرآن کی اتنی سورتیں یاد کراتے جو نماز پڑھنے کے لیے کافی ہوں، یہ کام عصر کے وقت تک کرتے، عصر کی نماز اپنی مسجد میں ادا فرماتے اور نماز کے بعد وہیں بیٹھ کر قرآن کا درس دیتے، کچھ وقت بچتا اسے اللہ کی یاد میں گزارتے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لاتے تب افطار کا کھانا آپ کے آگے رکھا جاتا۔ قریب دس رطل (گویا) پانچ سیر سے کم مقدار مجموعی طور پر کھانے کی نہ ہوتی۔ کھانے کے بعد آپ کے سامنے نبیذ کا قرابہ پیش ہوتا۔ دس رطل کے قریب نبیذ[1] جس میں ہوتی، کھانے کے بعد اس قرابے سے جتنا ان کا جی چاہتا

---

[1] نبیذ کیا چیز ہے؟ جو نہیں جانتے ہیں یا نہیں جاننا چاہتے ہیں انہوں نے طرح طرح کی باتیں اس کے متعلق مشہور کر رکھی ہیں حالانکہ اس

(باقی صفحہ آئندہ)

پیتے رہتے اور جو بچ جاتا اس کو سامنے رکھ لیتے۔"
اس کے بعد کیا کرتے تھے، اسی کو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ سفیان بن وکیع کہتے ہیں کہ

وَيَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ وِرْدَهٗ مِنَ اللَّيْلِ، كُلَّمَا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ شَفْعٍ اَوْ وِتْرٍ شَرِبَ مِنْهَا حَتّٰى يُنْفِدَهَا ثُمَّ يَنَامُ۔	پھر کھڑے ہو جاتے اور رات میں نمازوں کا ان کا جو ورد تھا اُسے پورا کرتے اور دو رکعتوں یا ان سے زیادہ رکعتوں کے بعد خواہ طاق ہوں یا جفت (سلام پھیر کر) اسی قرابہ سے پیتے رہتے تا آنکہ ختم ہو جاتا پھر سو رہتے۔
(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۷)	

ظاہر ہے کہ دن بھر روزہ رکھنے کی وجہ سے جو ضعف پیدا ہو جاتا تھا اسی کی تلافی رات کو نبیذ سے فرماتے تھے، کیونکہ نبیذ کو نشہ آور عرق قرار دینا تو تجربہ سے پہلے خواہ مخواہ بدگمانی میں مبتلا ہو کر ایک دعویٰ کر بیٹھنا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ کھجور اور انگور سے جو عرق نبیذ کی شکل میں حاصل کیا جاتا تھا اس سے کافی قوت پیدا ہوتی تھی اسی لئے تو وکیع نبیذ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کو یوں سمجھنا چاہیے کہ اطباء جس دوا کو خیساندہ کہتے ہیں یعنی رات کو پانی میں عناب، گاؤ زبان، سپستان وغیرہ اسی قسم کی نباتاتی دوائیں ڈال دی جاتی ہیں اور صبح کو بقول ان ہی اطباء "مالیدہ صاف نمودہ نوشند" نبیذ بھی یہی چیز تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ بجائے نباتاتی دواؤں عناب، سپستان وغیرہ کے کھجور یا کشمش، منقیٰ کو پانی میں رات کو ڈال دیتے تھے "مالیدہ صاف نمودہ" صبح کو پیتے تھے اور صبح کو ڈالی ہوئی نبیذ رات کو استعمال کرتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں کہ دوائی خیساندہ کے استعمال کا موقع کسے نہ ملا ہوگا۔ پھر کیا اس میں نشہ یا سکر پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ نباتاتی اشیاء ہونے کی وجہ سے اس میں بھی الکحل پیدا ہو سکتا ہے، جیسے کھجور، کشمش منقی کے خیساندہ کو دھوپ میں رکھ دیجئے تو یقیناً اس عمل کے بعد اس میں جوش پیدا ہونے کف پھینک دینے کے بعد نشہ پیدا ہو جاتا ہے، لیکن نبیذ اس کے بعد تو شراب بن جاتی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ نبیذ کے نام سے ناجائز نفع اٹھاتے ہوئے بعض لوگوں نے شراب بنام نبیذ استعمال کیا ہو لیکن ائمۂ کوفہ نے نبیذ کی حلت کا جو فتویٰ دیا ہے میرے خیال میں اس کی حرمت پر اصرار کرنا ایسا ہی ہے کہ کسی حلال چیز کو خواہ مخواہ حرام ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ دوائی خیساندے کو بعض دفعہ آگ پر جوش دے کر بھی استعمال کرتے ہیں اس میں بھی نشہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح کھجور یا کشمش کے خیساندہ کو آگ پر اگر جوش دے دیا جائے تو گاڑھا ضرور ہو جائے گا لیکن نشہ اس میں پیدا ہوگا قطعاً یہ تجربہ کے خلاف ہے اگر اس میں نشہ کا پیدا ہونا ضرور ہے تو چاہیے کہ سارے دوائی خیساندے میں پیدا ہو جانا چاہئے۔ امام ابوحنیفہؒ کو لوگوں نے اس معاملہ میں بہت بدنام کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا وکیع امام ہی کے مسلک کی اتباع فقہ میں کرتے تھے اس لئے وہ خود بھی پیتے تھے اور دوسروں کو بھی پینے کا حکم دیتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے وکیع سے کہا کہ حضور میں نے نبیذ پی تو رات کو خواب دیکھا، کہنے والا کہتا ہے کہ تو نے شراب پی۔ وکیع نے سن کر فرمایا کہ شیطان ہوگا جس نے تجھ سے یہ کہا۔ کہتے تھے کہ فرات کے پانی اور نبیذ میں میرے نزدیک قطعاً فرق نہیں ہے۔ ۱۲۔

(خطیب ج ۱۳ ص ۴۷۱)

قرابے کو سامنے رکھ کر رات کی نماز پڑھا کرتے تھے، جہاں کچھ سستی محسوس ہوتی ایک پیالہ چڑھا لیتے تھے، جب وہ ختم ہو جاتا تو سو رہتے تھے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ وکیع ہی کے متعلق الذہبی نے جس واقعہ کا ذکر بطور ایک ظریفانہ لطیفہ کے کیا ہے مجھے تو ظرافت سے زیادہ اس میں حقیقت کی جھلک نظر آتی ہے، لکھا ہے کہ وکیع ذرا الجیم شحیم بھاری بدن کے آدمی تھے، جب مکہ پہنچے اور سرخیل صوفیہ فضیل بن عیاض سے ملاقات ہوئی تو ان کی فربہی کو دیکھ کر فضیل نے کہا کہ میں نے تو سنا ہے کہ تم راہب العراق ہو پھر یہ فربہی کیسی؟ جواب میں وکیع نے فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَرَحِيْ بِالْاِسْلَامِ۔ — اسلام کی وجہ سے جو نشاط کی جس کیفیت میں رہتا ہوں، یہ اس کا نتیجہ ہے۔

(تذکرہ ج ا ص ۲۸۲)

واللہ اعلم کہ ان کا واقعی مطلب کیا تھا لیکن میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ آدمی اپنے جسم کی بھی اگر نگرانی سے غفلت نہ اختیار کرے اور محنت و مشقت کا جو بار اس پر ڈالا جائے اس کی تلافی عمدہ اور لطیف غذاؤں سے کرتا رہے تو جن ذہنی بےچینیوں اور دماغی الجھنوں سے اسلام آدمی کو نجات عطا کر کے روحانی سکون بخشتا ہے ان دونوں باتوں کا مجموعی اثر وہی ہونا چاہئے جس کا وکیع کے وجود میں مشاہدہ کیا گیا تھا۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی، میں نے جیسا کہ عرض کیا، وکیع کے وقت نامے سے اور بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک تو اسی کا پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے کے بزرگوں کی ساری زندگی مقررہ اوقات کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ یہ ان کے ضبطِ اوقات ہی کا نتیجہ تھا کہ ان علمی مشاغل اور مجاہدات کے ساتھ جو بجائے خود حیرت انگیز ہیں وہ علم کا کام اور کیسا کام؟ انجام دے سکتے تھے۔ بعض لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اتنی نمازیں پڑھتے تھے اور اتنی مختصر مدت میں قرآن ختم کرتے تھے، آخر ان کو ہزار ہا ہزار حدیثوں کے یاد کرنے کا موقع کیسے مل جاتا تھا؟ لیکن سمجھا نہیں گیا، پہلی بات تو یہی ہے کہ اپنے اوقاتِ عزیز کو لایعنی مشاغل میں جو صَرف کرنے کے عادی ہیں وہ ان لوگوں کے اوقات کی برکتوں کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے تھے جو اپنی ایک ایک سانس کی قیمت حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ آخر عام لوگوں کا کیا حال ہے۔ تھوڑا وقت معاشی کاروبار میں وہ ضرور لگاتے ہیں لیکن اس کے بعد کھیل تماشوں، سینما بینی، تاش بازی اور اسی قسم کی مختلف بازیوں میں جتنا وقت بیکار وہ خرچ کر دیتے ہیں اگر اسی میں وہ کام کرنے کا تجربہ کریں تو خود ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ جو کچھ ان بزرگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ ماسوا اس کے محدثین کی زندگی کے دو مستقل دور تھے، ایک زمانہ ان کا طلبِ حدیث کا ہوتا تھا، گزر چکا کہ اس زمانہ میں عہدِ صحابہ اور اس کے بعد بھی سمجھا جاتا تھا کہ نفلی عبادات پر علمی اشتغال کو ترجیح دینا چاہیئے۔ اس سلسلے میں متعدد شہادتوں کا تذکرہ کر چکا ہوں، اسی کا نتیجہ تھا کہ جن سے نفلی عبادات کا ترک بالکلیہ ممکن نہ ہو سکتا تھا وہ اپنے اوقات خصوصاً اپنی راتوں کو چند حصوں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ عمرو بن دینار جو سفیان و شعبہ وغیرہ کے استاذ اور ابن عباسؓ و ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں، ان کے حال میں لکھا ہے کہ:

"رات کو انہوں نے چند حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک ثلث تو نیند کے لیے تھا دوسرے ثلث میں وہ حدیثیں یاد کرتے تھے اور تیسرے ثلث میں نمازیں پڑھتے تھے"

(جامع ص ۱۰۷)

اور طلبِ حدیث کا دَور جب گزر جاتا تھا تو ظاہر ہے کہ حدیث کے ان حافظوں کو اب حدیث کے یاد کرنے کے لیے وقت دینے کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ رات ان کی فارغ ہو جاتی تھی، البتہ ان کو شاگردوں کے سامنے اپنی یاد کی ہوئی حدیثوں کو دہراتے تھے اور اسی سے ان کی یاد تازہ رہتی تھی۔ بڑے بڑے حفاظ کا تو یہ حال تھا کہ ان کا حافظہ بھی غیر معمولی طور پر قوی تھا، اسی لئے اس قسم کے حضرات درسِ حدیث کے وقت اپنے ہاتھ میں کتاب کبھی نہیں رکھتے۔ کتابوں میں پڑھئے اس قسم کے فقرے مثلاً:

لَمْ يُرَ فِي يَدِ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَالثَّوْرِي وَشُعْبَةَ وَوَكِيعٍ كِتَابٌ قَطُّ۔

سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری اور شعبہ و وکیع کے ہاتھوں میں کتاب کبھی نہیں دیکھی گئی۔

اور

مَا رُؤِيَ لِوَكِيعٍ كِتَابٌ قَطُّ وَلَا لِهُشَيْمٍ وَلَا لِحَمَّادٍ وَلَا لِمَعْمَرٍ (خطیب ج ۱۳ ص ۴۷۵)

نہ وکیع ہی کے ہاتھ میں کبھی کتاب دیکھی گئی اور نہ ہشیم کے ہاتھ میں نہ حماد کے ہاتھ میں اور نہ معمر کے ہاتھ میں۔

یہ تو غیر معمولی حافظہ رکھنے والے بزرگوں کی عادت تھی، باقی جن لوگوں کی قوت یادداشت ایسی نہ تھی پڑھانے کے وقت اپنے ہاتھوں میں وہ کتاب رکھتے تھے اور جن بیچاروں کو درس کا موقعہ میسر نہ آتا تو گزر چکا کہ مکتب خانوں کے بچوں کے سامنے یا عام غرباء کے مجمع میں جا کر اپنی حدیثوں کو دہراتے تھے۔ بہرحال وکیع کے نظام الاوقات کا سب سے زیادہ عبرت انگیز جزو وہ ہے کہ سقوں کی گزرگاہ میں پہنچ کر ان کو قرآنی سورتیں یاد کراتے تھے۔ آج کسی مولوی کو کسی قصبہ یا شہر میں معمولی سا امتیاز بھی حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بیچارہ خدا جانے اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگتا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راست باز خادموں کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ وکیع ہیں وہی وکیع، امام فنِ رجال یحیی بن معین جن کے متعلق کہتے تھے کہ میری آنکھوں نے ان سے بڑا آدمی نہیں دیکھا۔ یہی دعویٰ امام احمد بن حنبل کا بھی تھا کہ علم میں وکیع جیسا آدمی میری نظر سے نہیں گزرا۔ امام احمد کی طرف یہ قول بھی منسوب کیا گیا ہے:۔

مَا رَأَتْ عَيْنِي مِثْلَهُ قَطُّ يَحْفَظُ الْحَدِيثَ جَيِّدًا وَيُذَاكِرُ بِالْفِقْهِ فَيُحْسِنُ مَعَ وَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ وَلَا يَتَكَلَّمُ فِي أَحَدٍ۔

(خطیب ص ۴۷۷)

وکیع جیسے آدمی کو میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حدیثیں بھی ان کو خوب یاد تھیں اور فقہی مسائل پر خوبی کے ساتھ بحث کرتے تھے۔ (ان علمی فضائل کے ساتھ) ان میں پارسائی اور عبادت میں جدوجہد کی خصوصیت بھی پائی جاتی تھی، وہ کسی پر اعتراض اور نکتہ چینی بھی نہیں کرتے تھے۔

لیکن جو اپنے وقت کا سب سے بڑا امام فقہ میں بھی تھا اور حدیث میں بھی وہ بہشتیوں کو قرآن کی ابتدائی سورتوں کے سکھانے کو بھی اپنی زندگی کا ایک فرض قرار دیئے ہوئے تھا، ایسے ہی آدمی کے گھر میں یہ ہو سکتا تھا جیسا کہ ان کے صاحبزادے ابراہیم کا بیان ہے :

"میرے والد تہجد کی نماز کے لئے جس وقت اٹھتے تھے تو ان کے ساتھ سارا گھر اس نماز کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا۔ حتیٰ کہ گھر میں جلشن چھوکری تک تہجد پڑھتی تھی"

(خطیب جلد ۱۳ ص ۲۷۱)

بہر حال ان چیزوں کو کہاں تک لکھوں۔ غرض یہ تھی کہ صحاح ستہ کے مصنفین سے پہلے اور عہدِ صحابہؓ کے بعد حدیث کی حفاظت و اشاعت کا کام ڈیڑھ سو سال کے اس درمیانی وقفہ میں جن لوگوں کے سپرد رہا خود ان کا اور جس ماحول کا ایک سرسری اجمالی خاکہ بقدرِ ضرورت لوگوں کے سامنے آجائے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ آپ کے سامنے اس وقت تک پیش کیا جا چکا ہے انشاء اللہ اس مقصد کے لیے وہ کافی ہے، اب اسی کے ساتھ اور بھی چند چیزوں کو اپنے سامنے رکھ لیجیے، اگرچہ ضمناً ان کی طرف بھی اشارہ کرتا چلا آیا ہوں۔

حفظ اور کتابت

اب ان سارے معلومات اور مقدمات کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ مصنفین صحاح اور عہد صحابہؓ کے اس درمیانی وقفہ میں مان بھی لیا جائے کہ حدیثوں کی حفاظت کی ایک ہی شکل یعنی کتابت نہیں صرف حفظ ہی تھی تو جو اُن کا ماحول تھا اور جس قسم کے ظاہری باطنی خصوصیات میں از سرتاپا قدم وہ ڈوبے ہوئے تھے ان کے لحاظ سے حدیثوں کو زبانی یاد کر لینا یہ کام ان کے لیے کچھ بھی دشوار تھا؟ ایک ایسے بدترین ناموافق حالات جن میں پچھلی صدی ڈیڑھ صدی سے مسلمان گزر رہے ہیں، ان کی زندگی کا سارا نظام الٹ پلٹ ہو چکا ہے، قلوب پر دین کی گرفت روز بروز ڈھیلی پڑتی چلی جا رہی ہے لیکن بایں ہمہ حفظ بے تکلف کے عام قانون کے تحت ہمارے اور آپ کے سامنے ذہلی بیش ورق ہی نہیں بلکہ اول سے آخر تک الحمد سے والناس تک کے حافظِ قرآن ہزار ہا ہزار کی تعداد میں جب پیدا ہو رہے ہیں تو جس زمانہ کا نقشہ صفحات بالا میں آپ کے آگے رکھا گیا ہے، حدیثوں کے حفظ کا مسئلہ کیا کوئی بڑی بات تھی؟ جس کی دشواریوں کو محسوس کر کے یا کرا کے آج حدیثوں کے متعلق بدگمانیاں پھیلائی جا رہی ہیں، خصوصاً جب اسی کے ساتھ ان نکات کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے کہ ان محفوظ حدیثوں میں ملفوظات نبویہ کے ساتھ ایک بڑا حصہ واقعات (یعنی افعال اور تقریرات) کا بھی شریک تھا اور میرا تخمینہ یہ ہے کہ حدیث کے ان تینوں اجزا میں دو تہائی حصہ ان ہی واقعات کا ہے بلکہ صحیح جستجو سے اگر کام لیا جائے تو شاید اس تخمینہ سے زیادہ بھی ہو، عرض کر چکا ہوں کہ واقعات کا یاد رکھنا آدمی کی قوت یادداشت کے لیے اتنا دشوار نہیں ہے جتنا کہ ملفوظات اور اقوال کے یاد کرنے میں حافظہ پر بار پڑتا ہے، پھر اسی کے ساتھ جب اس کو بھی سوچا جائے کہ سو ڈیڑھ سو سال کے اس درمیانی وقفہ کے ابتدائی ایام میں عموماً حدیث کا سرمایہ بکھری ہوئی شکل میں تھا۔ اجتماع اور تمرکز کی کیفیت اس میں بعد کو پیدا ہوئی، ظاہر ہے کہ اجتماع و تمرکز کی اس کیفیت سے پہلے ہر ایک پر حدیثوں کی محدود تعداد کے حفظ کی چونکہ ذمہ داری عائد ہوئی تھی اس لئے سمجھنا چاہئے کہ ایک خاص وقت تک اس سہولت سے بھی لوگ مستفید ہوتے رہے لیکن جیسے جیسے یہ سرمایہ مخصوص دماغوں میں

مٹنے لگا تو اس کو بھولنا نہ چاہیے کہ حدیثوں کے سیکھنے سکھانے پڑھنے پڑھانے کے نظام کا استحکام اور اس کی استواری بھی بڑھتی چلی گئی اور گو عددی لحاظ سے آخر زمانہ میں حدیثوں کی تعداد میں بظاہر عجیب اضافہ نظر آتا ہے لیکن پہلی بات تو اس سلسلہ کی وہی ہے کہ غیر معمولی اضافہ وقفہ کی اس درمیانی مدت کے بعد ہوا ہے نیز حدیثوں کے عددی اضافہ کا راز جب معلوم ہو چکا کہ وہ خود حدیثوں کا اضافہ نہ تھا بلکہ زیادہ تر سند یا متن میں لفظ دو لفظ کے اضافہ سے حدیثوں کے عدد میں اضافہ ہو جاتا تھا تو پھر اس کی بھی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ ایک یمنی عالم نے اپنی کتاب "اَلْعِلْمُ الشَّامِخ" نامی میں جلال الدین سیوطی کے اس دعوے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں، بڑے مزے سے لکھا ہے کہ لوگوں کو سیوطی کے اس دعویٰ سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ واقعی ان حضرات کو دو لاکھ حدیثیں یاد تھیں بلکہ ان کا یہ دعویٰ محدثین کی اسی اصطلاح پر مبنی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے:

قَدْ يَكُوْنُ الْوَاحِدُ فِيْ كِتَابِ السُّيُوْطِي اَرْبَعَةً اَوْعَشَرًا اَوْسِتِّيْنَ حَدِيْثًا بِاِعْتِبَارِهِمْ (العلم الشامخ ص ۲۹۹)	کہ ایک حدیث مذکورہ بالا حساب سے سیوطی کی کتاب میں چار یا دس یا ساٹھ تک کی تعداد تک پہنچ جاتی ہے۔

گویا سمجھنا چاہئے کہ حافظہ پر تو کل ساٹھ الفاظ کے یاد کرنے کا بار پڑا لیکن کہنے کے لئے ہو گیا کہ میں نے ساٹھ حدیثیں یاد کر لیں۔ ہوتا یہ تھا کہ مثلاً ایک ہی حدیث ہے، حضرت ابوہریرہؓ بھی اس کے راوی ہیں اور عائشہ صدیقہؓ بھی، ابن عمرؓ بھی، آپ کے نزدیک تو وہ ایک ہی حدیث ہے لیکن محدث بیان کرے گا کہ مجھے تین حدیثیں یاد ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک نام ابوہریرہؓ کے ساتھ عائشہؓ اور ابن عمرؓ ان دو ناموں کے یاد کر لینے سے ایک حدیث تین حدیث بن گئی۔ عوام جو فن اور اس کی اصطلاحات سے ناواقف ہیں ان کو حیرت ہوتی ہے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ خود ان ناموں کے یاد رکھنے میں حافظہ کو دوسری بہت سی چیزوں سے مدد ملتی ہے۔ فن کار ہی اس نکتہ کو سمجھ سکتے ہیں، مثلاً یوں سمجھئے کہ جیسے آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں فلاں فلاں صحابی سے حدیثیں زیادہ مروی ہیں، اسی طرح علم حدیث اور اسماء الرجال سے جو اشتغال رکھتے ہیں وہ صحابیوں کے متعلق بھی جانتے ہیں کہ تابعین میں فلاں فلاں صحابی سے زیادہ خصوصیت تھی، اسی طرح درجہ بدرجہ نیچے اترتے ہوئے اساتذہ اور تلامذہ کے خصوصی تعلقات کا عام علم فن کے جاننے والوں کو پہلے ہی سے ہوتا ہے، پس اسماء تو یونہی یاد رہتے ہیں، حافظہ کو ہر حدیث کے متعلق اتنا کام کرنا پڑتا ہے کہ ان ناموں میں سے کس نام کا کس حدیث کی سند سے تعلق ہے، پس اس کو مستحضر رکھنا چاہیے۔ سچ پوچھئے تو اس کی وجہ سے ناموں کے یاد کرنے میں بھی حافظہ کا کام آدھا رہ جاتا ہے۔ اسی طرح متونِ حدیث کا حال ہے کہ اصل حدیث تو ایک ہی ہے دوسرے طرق میں لفظ دو لفظ کا اضافہ ہوتا ہے اور اسی اضافہ کی وجہ سے حدیث کے نمبروں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں بھی حافظہ پر جو کچھ بار پڑتا ہے وہ لفظ دو لفظ ہی کے یاد کرنے کا پڑتا ہے۔ بہرحال اکثر ابواب کی حدیثوں کا یہی حال ہے کہ سند یا متن میں لفظ دو لفظ کو بڑھاتے چلے جائیے۔ حدیثوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔ اسی مسئلہ کے متعلق ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ابن راہویہ کے حالات

کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک بڑے پتہ کی بات لکھی ہے، بیان یہ کیا ہے کہ مشہور امام فن علل ابوحاتم رازی کی مجلس میں ابن راہویہ اور ان کی غیر معمولی قوتِ یادداشت کا ذکر ہو رہا تھا، ایک صاحب جن کا نام احمد بن سلمہ تھا، انہوں نے ابوحاتم سے کہا کہ ابن راہویہ صرف عام ابواب ہی کی حدیثیں نہیں بلکہ تفسیری روایتیں بھی شاگردوں کی زبانی بغیر کتاب سامنے رکھنے کے لکھوایا کرتے ہیں۔ ابوحاتم جو فن کے گُر سے واقف تھے۔ احمد سے یہ سن کر سنبھل گئے اور تعجب کے ساتھ کہنے لگے کہ:

هٰذَا اَعْجَبُ لِاَنَّ ضَبْطَ الْاَحَادِيْثِ الْمُسْنَدَةِ اَسْهَلُ وَاَهْوَنُ مِنْ ضَبْطِ اَسَانِيْدِ التَّفَاسِيْرِ وَاَلْفَاظِهَا۔

(ج ۲ ص ۴۱۳)

(تفسیری روایات کا زبانی لکھوانا، بلاشبہ بہت زیادہ عجیب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والی حدیثوں کا یاد رکھنا تفسیری روایتوں کی سندوں اور ان کے الفاظ کے یاد کرنے کے حساب سے بہت زیادہ آسان اور سہل ہے۔

سمجھا آپ نے ابوحاتم کیا کہہ رہے ہیں، قصہ یہ ہے کہ تفسیری روایات کے ذخیرے میں براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی کا سرمایہ بہت کم پایا جاتا ہے بلکہ زیادہ تر وہ صحابہ اور صحابہ سے بھی زیادہ بہت زیادہ ان لوگوں کے اقوال اس ذخیرے میں شامل ہیں جو صحابہ کے بعد تھے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ صحابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے زیادہ روایت کرنے والوں کی تعداد بھی محدود ہے۔ زیادہ تر روایتیں عموماً مکثرین صحابہ (ابوہریرہؓ، عائشہ صدیقہؓ، ابن عباسؓ ابن عمرؓ وغیرہم) حضرات سے مروی ہیں اکثر حدیثوں کے لئے صحابہ کے طبقہ میں ان چند ناموں کا یاد کر لینا کافی ہے۔ پھر ان بزرگوں کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ یعنی حدیث کی سندوں کی آخری کڑیوں میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو اپنے اپنے استادوں کے ساتھ خصوصی تعلقات کے لحاظ سے مشہور ہیں۔ حدیث کا ابتدائی طالب العلم ان محدود شخصیتوں سے واقف ہوتا ہے۔ سمجھنا چاہیے کہ ہزار ہا ہزار حدیثوں کی سندوں کے لیے چند محدود اسماء جن کی تعداد دو تین سو سے زیادہ نہ ہو گی، ان کو یاد رکھنا ان ساری سندوں کے رجال کا یاد رکھنا ہے اور متون میں بھی اختلاف زیادہ تر لفظ دو لفظ ہی کے حساب سے ہوتا ہے مگر تفسیری روایات کی سندیں بھی لامحدود اور ان کے متون کے الفاظ بھی زیادہ تر ایک دوسرے سے کم ملتے جلتے ہیں، اسی لئے تفسیری روایتوں کے یاد رکھنے اور زبانی بیان کرنے پر ابوحاتم کو تعجب ہوا اور یہی میں کہنا چاہتا تھا کہ حدیثوں کی عددی کثرت کو دیکھ کر بھڑکنے اور بدکنے کی ضرورت نہیں، ان کا معاملہ اتنا دشوار نہیں ہے جتنا کہ ان مہیب اور مدہش اعداد و شمار کو سن کر بظاہر فن کے نہ جاننے والے باور کئے بیٹھے ہیں، آدمی کی قوتِ یادداشت اس قسم کے مؤثرات سے شعوری اور زیادہ تر غیر شعوری طور پر امداد حاصل کرتی رہتی ہے۔

بات بہت طویل ہو گئی، حالانکہ کہنا صرف یہ چاہتا تھا کہ سو ڈیڑھ سو سال وقفہ کی موہوم درمیانی مدت ہے اس میں اگر حدیثوں کے

قلم بند کرنے کا جیسا کہ عام طور پر پھیلا دیا گیا ہے رواج نہ بھی ہوا ہو اور یاد کرنے والوں کی یادہی پر اس زمانے میں حدیثوں کے محفوظ رکھنے کا دارو مدار رہا ہو تو واقعات اور حالات سے جو واقف ہیں، ان کے نزدیک ہلکی سے ہلکی بے اعتمادی کی وجہ محض یہ واقعہ نہیں ہو سکتا ہے بلکہ سچی اور ٹھوس بات یہ ہے کہ کتابت ہو یا حفظ، معلومات کے محفوظ کرنے کے یہ دونوں قدرتی ذرائع ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ بتا رہا ہے کہ جیسے لکھ کر معلومات کو محفوظ کیا جاتا ہے اسی طرح یاد کر کے بھی چیزوں کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور رکھا جاتا ہے۔ عرض کر چکا ہوں کہ اس وقت اس کی زندہ مثال آپ کے سامنے قرآن ہی موجود ہے۔ مکتوبہ قرآن میں قرآن کی کسی آیت یا سورت کو پڑھئے یا کسی حافظ سے اسی آیت یا سورت کو سنئے، کیا دونوں کے اعتماد میں کسی قسم کا فرق آپ پا سکتے ہیں؟

پس مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ان میں کون معلومات کے محفوظ کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے اور کون نہیں بن سکتا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کتابت ہو یا حفظ و یادداشت دونوں میں سے جس کسی سے بھی کام لیا جائے، کام لینے والے پر کچھ ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں، ان ذمہ داریوں کی جیسا کہ چاہیے اگر تکمیل کی گئی ہے اور حزم و احتیاط کے لحاظ سے جن باتوں کی نگرانی کی ضرورت ہے ان سے لاپرواہی نہیں اختیار کی گئی ہے تو ان میں جس ذریعہ سے بھی کام لیا جائے گا قدرتاً انسانی فطرت اس ذریعہ سے محفوظ کی ہوئی چیزوں کے متعلق اپنے اندر اعتماد کی کیفیت کو محسوس کرتی ہے خواہ یہ کتابت کا ذریعہ ہو یا یاد کرنے کا طریقہ، لیکن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں اگر غفلت اور لاپرواہی برتی گئی ہو تو خود بخود اعتماد کی ضمانت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ خواہ لکھنے سے کام لیا گیا ہو یا یاد کرنے سے، جو واقعہ ہے وہ یہی اور صرف یہی ہے۔ نہ سوچنے والوں نے ایک شور برپا کر رکھا ہے کہ ان حدیثوں کا کیا اعتبار جو کئی سو سال بعد قلمبند ہوئیں۔ اس عامیانہ غوغا میں اور جو غلطیاں ہیں ان کو تو جانے دیجئے، میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ انہوں نے یہ کیسے باور کر لیا ہے کہ قید کتابت میں آجانے کے بعد اشتباہات و شکوک کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں؟ کیسی عجیب بات ہے، ایک طرف اس کا ہنگامہ مچایا جاتا ہے کہ عالم معنی پر مظالم کے جو پہاڑ کاتبوں کے ہاتھوں سے ٹوٹے ہیں، عالم صورت پر یہ ظلم چنگیز خاں کے ہاتھوں بھی نہ ہوا تھا۔ عصر حاضر میں طباعت اور ٹائپ کی بھی بوقلموں اقسام کے باوجود معمولی سی بے احتیاطیاں عبارتوں کو کیا سے کیا بنا دیتی ہیں، منفی کی جگہ مثبت اور مثبت کی جگہ منفی بن جانا معمولی بات ہے، روزمرہ کا یہ مشاہدہ ہے۔ ہندوستان کا مشہور مطبع نولکشور تقریباً ایک صدی سے اس کی شہادتیں فراہم کر رہا ہے اور فرض کیجیے کہ بے چارہ کاتب کتابت کی ذمہ داریوں کو نباہ بھی لے گیا ہو لیکن اس کے بعد بھی پڑھنے والوں کی نگاہیں ٹھوکروں سے کیا بالکلیہ

محفوظ ہو جاتی ہیں، بیسیوں لطائف اس سلسلہ کے عوام میں مشہور ہیں - اور ان لطائف کے متعلق تو نہیں کہا جا سکتا کہ آیا تراشیدہ اور خود آفریدہ ہیں یا واقعی پڑھنے والوں نے وہی پڑھا تھا جو مشہور ہو گیا ہے لیکن خود "تدوین حدیث" کی تاریخ ہی میں جن لطائف کا ذکر مسلسل سند کے ساتھ محدثین نے کیا ہے وہی کیا کم تعجب انگیز ہیں - اصل فہرست تو ان لطائف کی بہت طویل ہے بطور دل چسپی اور عبرت کے لیے چند نمونے نقل کئے جاتے ہیں - حاکم نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں نقل کیا ہے کہ علی نامی کسی صاحب کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ "عَلِيٌّ رَجُلٌ غَبِيْنٌ" (یعنی علی کم عقل آدمی تھے) پڑھنے والے صاحب نے پڑھا کہ "عَلِيٌّ رَجُلٌ عِنِّيْنٌ" (یعنی علی نامرد آدمی تھے)۔ حاکم نے حافظ ابو زرعہ کے حوالہ سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص جس نے استادوں سے حدیث پڑھی نہ تھی، کتاب کھول کر حدیث پڑھاتے بیٹھ گیا، مشہور حدیث آئی یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی جن کا نام ابو عمیر تھا، بچے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بطور طیبت (خوش مزاجی) کے فرمایا تھا "يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ" (ابو عمیر نغیر نے کیا کیا) نغیر[1] ایک چڑیا کا نام ہے جسے ابو عمیر ہاتھ میں لئے پھرتے تھے، غالباً اڑ گئی یا مر گئی تھی، حضور نے ان کے ہاتھ میں چڑیا کو نہ دیکھا تو یہ فرمایا - حدیث پڑھانے والے صاحب ان تفصیلات سے ناواقف تھے اور "نغیر" کا لفظ بھی کچھ غیر مشہور ہے اس لئے آپ نے بجائے نغیر کے یہ قرار دیا کہ یہ لفظ "بعیر" کا ہے، اور شاگردوں کو مطلب یہ سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو عمیر سے پوچھ رہے تھے کہ اونٹ کیا ہوا؟ ان ہی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ دوسری حدیث جس میں ہے کہ "لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا جَرَسٌ" جس کا مطلب یہ تھا کہ اونٹوں کے گلے میں گھنٹیاں ڈال دینے کی جو عادت عرب میں تھی اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا تھا کہ ملائکہ کی پسندیدگی سے وہ قافلہ محروم رہ جاتا ہے جس کے جانوروں کے گلے میں گھنٹی (جرس) ہو - محدث صاحب نے "جرس" کو "خرس" پڑھا اور فرمایا کہ ریچھ کو جو لوگ قافلہ کے ساتھ رکھتے ہیں ان کو مطلع کیا گیا ہے کہ ملائکہ کی پسندیدگی سے محروم ہو جاتے ہیں - یا جس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "الْبُزَاق" یعنی تھوک کو مسجد کی دیوار پر دیکھا، محدث صاحب نے فرمایا کہ "الْبُرَاق" کو دیکھا - اور سب سے زیادہ دلچسپ لطیفہ الحاکم نے اس سلسلہ میں مشہور محدث ابن خزیمہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یا اثر جو کتابوں میں منقول ہے کہ "تَوَضَّأَ فِيْ جَرِّ نَصْرَانِيَّةٍ" (یعنی حضرت عمرؓ نے ایک عیسائی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو کیا) پڑھنے والے صاحب نے جَرّ کے لفظ کو حِرِ پڑھا - اب کیا بتاؤں کہ انہوں نے کیا پڑھا، لغت میں دیکھ لیجئے کہ

---

[1] کہتے ہیں کہ "بلبل" کو نغیر کہتے تھے، یہ روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے مسائل اور احکام کے پیدا کرنے میں علماء اسلام نے جو کوششیں کیں ان کی ایک مثال یہ روایت بھی ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ ایک بچے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے تھے - الکتانی نے لکھا ہے کہ ابو العباس بن القاص نے صرف اس حدیث سے سو مسئلے پیدا کئے تھے - اسی طرح ابن صباغ نامی ایک مراکشی عالم کے متعلق لکھا ہے کہ چار سو فوائد اس حدیث سے انہوں نے پیدا کئے - دیکھئے الکتانی ج ا ص ۱۵۰ اور نفح الطیب ج ۴ ترجمہ ابن صباغ ۱۲۰ -

حِر کے کیا معنی ہیں[1]؟ دیکھا آپ نے بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ یہ ہے حال اس کتابت کا جس کے متعلق لوگوں نے غلط توقعات قائم کر لیے ہیں۔

لطف تو اس وقت آتا ہے جب پڑھنے والے اپنی غلط بینی یا غلط فہمی کی تصحیح و توجیہ شروع کر دیتے ہیں۔ ایک صاحب جن کا نام محمد بن علی المذکر تھا، غالباً وعظ گوئی کا پیشہ کرتے تھے، ایک حدیث پڑھی:

"قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَرْعُنَا تَرْ دَادُ حِنَّا"

لوگ حیران ہوئے کہ مطلب کیا ہوا؟ الحاکم نے لکھا ہے کہ تب محدث صاحب نے "فقص قصةً طويلة" یعنی ایک طویل قصہ بیان کرنا شروع کیا کہ کسی علاقے کے لوگ تھے اپنی زرعی پیداواروں کا عشر اور صدقہ ادا نہیں کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کرتے ہوئے پہنچے کہ ہم لوگوں نے کھیتی کی لیکن سب کی سب "حنا" یعنی "مہندی" کا درخت بن گئی، اسی قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا نقل کیا ہے سیوطی نے تدریب[۱۹۶] میں لکھا ہے کہ یہ دراصل مشہور حدیث:

زُرْ غِبًّا تَزْ دَدْ حُبًّا۔ ناغہ کر کرکے ملاقات کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے

کی خرابی تھی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کی غلطیاں ان ہی لوگوں سے صادر ہوئی ہیں یا آئندہ صادر ہو سکتی ہیں جن کے متعلق حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا ہے کہ

لَمْ يَكُنِ الْحَدِيثُ يَشَقُّهُمْ حدیث کا فن ان کا پیشہ نہ تھا۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۴۹)

لیکن بعض دفعہ تو حیرت ہوتی ہے کہ ایسے لوگ جو فن کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے مثلاً مصر کے قاضی ابن لہیعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور حدیث:

اِحْتَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی وغیرہ سے مسجد میں ایک جگہ گھیر لی تھی ابن لہیعہ نے بجائے اِحْتَجَرَ کے اس کو اِحْتَجَمَ پڑھا یعنی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا۔ ابن صلاح نے لکھا ہے کہ اس غلطی کی وجہ یہ تھی کہ:

أَخَذَهُ مِنْ كِتَابٍ بِغَيْرِ سَمَاعٍ۔ ابن لہیعہ نے استاذ سے سنے بغیر اس حدیث کو کتاب میں دیکھ کر) روایت کرنا شروع کیا تھا۔

(مقدمہ ص ۱۱۴)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ حدیث مکتوبہ شکل میں ابن لہیعہ کے سامنے پیش ہوئی لیکن زبانی استاذ سے حدیث کے الفاظ ابن لہیعہ نے چونکہ نہیں سنے تھے اس لیے کتابت ان کو غلطی سے نہ بچا سکی، اور اس کی ایک نہیں بیسیوں مثالیں محدثین نے جمع کی ہیں۔

---

[1] عورت کی شرمگاہ ۱۲

بعض لوگوں نے اسی قسم کی غلطیوں کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں، جن میں امام مسلم کی کتاب التمییز اور دارقطنی و ابواحمد عسکری کی کتابوں کا لوگوں نے خاص طور پر تذکرہ کیا ہے۔ ایک پر لطف قصہ اسی سلسلہ کا یہ بھی ہے کہ ایک محدث صاحب نے عام مجمع میں حدیث بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْنَ یُشَقِّقُوْنَ الْحَطَبَ۔ دراصل الحطب جس کے معنی لکڑی ہیں اس کی جگہ حدیث میں "اَلْخُطَبَ" کا لفظ تھا، درحقیقت تقریر اور وعظ میں لفاظی سے کام لینے والوں کو خدا کی نگاہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردود ٹھیرایا تھا لیکن محدث صاحب نے گویا یہ پڑھا کہ لکڑی چیرنے والوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ لکھا ہے کہ وعظ سننے والوں میں ملاحوں کا بھی ایک گروہ تھا ان میں سے کچھ لوگ آگے بڑھے اور بولے کہ :

فَکَیْفَ نَعْمَلُ وَالْحَاجَۃُ مَاسَّۃٌ — آخر ہم لوگ کیا کریں ؟ ضرورت تو لکڑی چیرنے کی بہرحال ہوتی ہے۔

(تدریب ص ۱۱۵)

یعنی بے چاروں کا روزگار ہی کشتی چلانے پر موقوف تھا اور کشتی ظاہر ہے کہ لکڑی چیرے بغیر کیسے بن سکتی ہے۔ لوگوں نے یہ نہیں لکھا کہ پھر محدث بیچارے نے اس کا کیا جواب دیا۔ تعجب ہے کہ ابن صلاح نے اس قصہ کو ابن شاہین جیسے آدمی کی طرف منسوب کیا ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ وہ بیچارے کیا، اس قسم کی غلطیوں کا تجربہ اکثروں کو کرنا پڑتا ہے، امام احمد بن حنبل کا قول سیوطی نے نقل کیا ہے کہ

وَمَنْ یَّعْرِیْ عَنِ الْخَطَاءِ وَالتَّصْحِیْفِ۔ — عام غلطی یا غلط خوانی سے کون محفوظ رہ سکتا ہے۔

(تدریب ص۱۹۶)

اسی لیے میری غرض ان تصحیفی غلطیوں کے ذکر سے خود ان غلطیوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان حضرات سے میرا خطاب ہے جنھوں نے اس زمانے میں حفظ اور یادداشت کی تحقیر کرتے ہوئے "کتابت" "کتابت" کا اتنا ہنگامہ بپا رکھا ہے کہ میں نے جیسا کہ عرض کیا ان کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب ہو جانے کے بعد پھر شکوک و شبہات کی گویا گنجائش باقی ہی نہیں رہتی۔ حالانکہ دونوں باتیں غلط ہیں اور صحیح بات وہی ہے کہ چیزوں کے محفوظ کرنے کے یہ دونوں قدرتی ذرائع ہیں، کام لیتے ہوئے جن احتیاطوں کی ضرورت ہے اگر ان کی پابندی کی جائے گی تو دونوں ہی ذرائع قابلِ اعتماد ہیں اور ان احتیاطوں سے جب لاپروائی برتی جائے گی تو شک و شبہ کی گنجائش دونوں میں پیدا ہو سکتی ہے، محدثین اس کو خوب سمجھتے تھے کہ محض کسی چیز کا قیدِ کتابت میں آجانا اس کو قابلِ اعتماد بنا دینے کے لئے قطعاً کافی نہیں ہے لکھنے کے بعد اسی لئے ہمیشہ اپنے شاگردوں کو شدید تاکید کیا کرتے تھے کہ اصل صحیح نسخے سے اس کو ملا لیا کریں، اس سلسلہ میں ان کے شدید تاکیدی الفاظ کتابوں میں منقول ہیں، پچھلے زمانے ہی میں نہیں بلکہ لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کی بہن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے عروہ بن الزبیر رض نے اپنے لڑکے ہشام بن عروہ رض سے پوچھا کہ جو حدیثیں میں نے بیان کیں تم نے ان کو لکھ لیا ؟ ہشام کہتے کہ جی ہاں لکھ لیا۔ عروہ نے کہا اس کا اصل سے مقابلہ بھی کر لیا ؟ ہشام نے کہا جی نہیں۔ یہ سن کر عروہ نے کہا کہ :

لَمْ تَكْتُبْ (الکفایہ ص ۲۳۷) تم نے پھر گویا لکھا ہی نہیں۔

قریب قریب اسی کے دوسرے محدثین سے الفاظ اس باب میں منقول ہیں اور یحییٰ بن ابی کثیر تو عموماً اپنے تلامذہ سے فرماتے کہ:

مَنْ كَتَبَ وَلَمْ يُعَارِضْ كَمَنْ دَخَلَ الْخَلَاءَ وَلَمْ يَسْتَنْجِ (کفایہ ص ۲۳۷)

جس نے لکھا، لیکن اصل سے اس کا مقابلہ نہ کیا تو اس کی حالت اس شخص کے مانند ہے جو بیت الخلاء گیا اور استنجا کئے بغیر نکل آیا۔

کتابتِ حدیث کی روایات و دلائل

یہ کتنی بڑی علمی خیانت ہے کہ حدیثوں کو مضمحل کرنے کے لئے تو اس زمانے کے بے باکوں کا طبقہ انتہائی فراخ دلی سے کام لیتا ہے، کمزور سی کمزور روایت سے ان کا کام چلتا ہو تو اس کے پیش کرنے سے وہ نہیں چوکتا اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ روایتوں کے متعلق بے اعتباری پھیلانے کے لیے لوگوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کی پیش کردہ روایتوں پر جو بہر حال روایتیں ہی ہیں ان پر اعتماد کیا جائے اس غیر منطقی طرزِ عمل کی وہی بتائیں کہ کیا توجیہ کر سکتے ہیں۔ حالانکہ دیانت و امانت کا اقتضا تو یہ تھا کہ جب روایتوں ہی سے کام لیا جا رہا ہے تو ساری روایتوں کو پیش نظر رکھ کر نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی آخر یہ بھی کوئی صحیح تحقیق و تلاش کا طریقہ ہوا کہ پہلے ایک نصب العین طے کر لیا جاتا ہے اور اس کے بعد روایتوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس مفروضہ نصب العین کی تائید جن روایتوں سے ہوتی ہو ان کو تو اچھال اچھال کر آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے اور جن سے اس طے شدہ نصب العین پر زد پڑتی ہو ان سے گزرنے والے آنکھیں میچ میچ کر گزر جاتے ہیں آخر اسی قصہ میں دیکھئے حدیثوں کے لکھنے کی پیغمبر نے ممانعت کر دی تھی۔ اس کا ذکر تو بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے لیکن جن روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر ہی نے حدیثوں کے لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ان کے ذکر سے خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے حالانکہ سنداً دونوں قسم کی روایتوں میں کسی قسم کا کوئی تفاوت نہیں ہے بلکہ اگر اسناد کا صحیح علم ان مسکینوں کو ہوتا تو شاید وہ اجازت والی روایتوں کو ممانعت کی روایتوں سے زیادہ قوی پا سکتے تھے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ پہلے اجازت دی گئی اور بعد کو ممانعت کی گئی کیوں کہ اجازت کی روایتوں میں بعض روایتوں کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے، یعنی آخری حج جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس میں جو خطبہ ارشاد ہوا گزر چکا کہ ابو شاہ یمنی کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُكْتُبُوا لِأَبِي شَاه — ابو شاہ کے لئے خطبہ کو لکھ دو

بہر حال ساری روایتوں کے جمع کرنے سے واقعہ کی صحیح شکل میرے سامنے تو یہی آتی ہے کہ ابتداءً میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو لکھنا شروع کیا، اور لکھنے میں اتنے مبالغہ سے کام لینا شروع کیا کہ جو کچھ سنتے تھے سب ہی کو لکھ لیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے اس وقت جب ان کا شمار اصغر القوم میں تھا یعنی صحابیوں میں سب سے چھوٹے تھے انہوں نے صحابیوں کو اسی حال میں پایا تھا جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ صورتِ حال ایسی تھی کہ اس کی اگر خبر نہ لی جاتی

تو جن روایتوں میں عمومیت اور استفاضہ کا رنگ پیدا کرنا مقصود نہ تھا ان میں یقیناً یہی غیر مطلوبہ کیفیت پیدا ہو جاتی۔ لازمی نتیجہ جس کا یہ تھا کہ آئندہ دین کے ان دونوں سرچشموں میں کوئی فرق باقی نہ رہتا جن میں چاہا جاتا تھا اور یہی چاہیے بھی تھا کہ فرق باقی رہے، اسی لیے فرمایا گیا کہ اَکِتَابٌ مَعَ کِتَابِ اللّٰہِ یعنی اللہ کی کتاب کے ساتھ ایک اور کتاب کو بھی کیا وہی اہمیت دینا چاہتے ہو؟ عام صحابہ ان نتائج کا اندازہ نہ کر سکتے تھے جن پر نبوت ہی کی نظر پہنچ سکتی تھی۔ اس کے بعد مَنْ کَتَبَ عَنِّیْ غَیْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْیَمْحُہٗ (جس نے قرآن کے سوا مجھ سے کچھ لکھا ہے اس کو محو کر دے یعنی مٹا دے) کا اعلان کیا گیا اور اگر وہ روایت صحیح ہے کہ صحابہ نے اپنے مکتوبہ مجموعوں کو ایک میدان میں جمع کر کے سب کو نذرِ آتش کر دیا تو سمجھا جائے گا کہ اسی محو کرنے کے حکم کی یہ تعمیلی شکل تھی اور اس تدبیر سے اس خطرے کا ازالہ ہو گیا جو عہدِ نبوت میں حدیثوں کی مختلف کتابوں اور مجموعوں کے تیار ہونے سے پیدا ہو سکتا تھا اور یوں عمومی طور پر حدیثوں کے لکھنے کا رواج صحابہ میں جو پھیل گیا تھا وہ مسدود ہو گیا۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کے اس عام اعلان سے اس خطرے کا تو دروازہ بند ہو گیا مگر احساسات کے جن نازک تاثرات کا تجربہ آدمی کی فطرت کے متعلق ہوتا رہتا ہے پھر وہی تجربہ سامنے آیا۔ گویا خطرے کے ازالہ کی اسی شکل نے ایک دوسرے خطرے کے سوراخ کو پیدا کر دیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ وہی عبداللہ بن عمرو بن عاص صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے بیان کیا تھا کہ ان صحابیوں نے جن میں سب سے میں چھوٹا اور کم سن تھا انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے بھائی کے بچے! ہم جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔" میں نے عرض کیا تھا کہ یہی صورتِ حال اس زمانہ میں پیدا ہو گئی تھی جس کا انسداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث کی ممانعت سے فرمانا چاہا تھا۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص کو اپنے بڑوں سے جہاں یہ معلوم ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو لوگ لکھا کرتے ہیں، وہیں کم عمری اور کم سنی کی وجہ سے وہ ممانعت کے حکم سے واقف نہ ہو سکے کیونکہ جہاں تک قرائن و قیاسات سے معلوم ہوتا ہے مدینہ منورہ میں ممانعت کے حکم کا اعلان جس وقت کیا گیا تھا عبداللہ ابن عمرو اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ ہجرت کے وقت بعض روایتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تین ہی سال کے تھے لیکن مان لیجئے کہ وہی روایت صحیح ہو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے جس سال مدینہ تشریف لائے ہیں عبداللہ کی عمر سات سال کی تھی، ہجرت کے کچھ ہی دن بعد یہ اپنے والد عمرو بن عاص سے پہلے ہی مدینہ منورہ آکر مسلمان ہو گئے تھے شاید اس وقت یہ آٹھ نو سال کے ہوں گے اس عمر کے بچوں کا ایسے اعلانوں سے ناواقف رہ جانا کچھ تعجب نہیں ہے، یا مان لیجئے کہ ان کو بھی کتابتِ حدیث کی ممانعت کا علم ہو چکا تھا۔ مگر انہوں نے خود سمجھ لیا، یا جیسا کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے پر ان کو معلوم ہوا کہ ممانعت کا تعلق عمومی رواج سے ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ بالکلیہ قطعی طور پر حدیثوں کا لکھنا گناہ ٹھہرا دیا گیا ہے۔ کچھ بھی ہوا ہو، ہوا یہ کہ جب عبداللہ سن رشد کو پہنچے اور نو عمری میں مدینہ منورہ آجانے کی وجہ سے ان کو نوشت و خواند میں مہارت حاصل کرنے کا کافی موقعہ مل گیا، کیونکہ یہی وہ

زمانہ تھا جس میں مسلمان بچوں کی نوشت و خواند کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ تھی۔ قیدیوں تک کا فدیہ یہ مقرر کر دیا تھا کہ مدینہ کے دس بچوں کو جو لکھنا سکھا دے گا، آزاد کر دیا جائے گا۔ بہر حال حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے صرف یہی نہیں کہ عربی خط میں کمال پیدا کیا بلکہ مدینہ منورہ کے یہودیوں سے سریانی اور عبرانی زبان اور ان زبانوں کے خطوط کے سیکھ لینے کا جو موقعہ میسر آ گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ ایک سے زائد آدمیوں سے ابن سعد وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو سریانی زبان جانتے تھے اور اس زبان کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے ایک خواب کا ذکر کیا ہے یعنی انہوں نے دیکھا کہ میرے ایک ہاتھ میں شہد ہے اور دوسرے میں گھی ہے کبھی میں اس ہاتھ کو چاٹتا ہوں اور کبھی اس کو۔ اس خواب کا وہی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو تعبیر بتاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تَقْرَأُ الْكِتَابَيْنِ التَّوْرَاةَ وَ الْقُرْآنَ — تم دونوں کتابیں یعنی تورات و قرآن کو پڑھو گے۔

(ج ۱۳ ص ۱۱۲)

راوی نے اس کے بعد بیان کیا ہے کہ وَكَانَ يَقْرَأُهُمَا (یعنی یہ واقعہ بھی تھا کہ عبداللہ دونوں کتابیں پڑھا کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں تورات وغیرہ کے پڑھنے کی صلاحیت وہ اپنے اندر پیدا کر چکے تھے[1]۔

---

[1] بعضوں کا خیال ہے کہ عہد فاروقی کے فتوحات کے بعد شام و مصر پہنچنے کے بعد عبداللہ بن عمرو نے سریانی و عبرانی زبانیں سیکھی تھیں لیکن میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ مدینہ منورہ ہی میں ان چیزوں کا سیکھ لینا کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے آخر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کے بیت المدارس میں ان کے خط اور زبان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے کیا نہیں سیکھا تھا؟ پھر حضرت عبداللہ کے لیے کیا چیز مانع ہو سکتی تھی، باقی توراۃ و قرآن دونوں کا پڑھنا یہ بھی ان کے ساتھ مختص نہیں ہے حضرت عبداللہ بن سلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ایک دن تورات اور ایک دن قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے (دیکھو ذہبی تذکرۃ الحفاظ) طبقات ابن سعد میں ابوالجلد الجونی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی لکھا ہے کہ سات دن میں قرآن اور چھ دن میں تورات کو ختم کرنے کا قاعدہ انہوں نے مقرر کر لیا تھا اور لوگوں کو ختم کے دن جمع کیا کرتے تھے، کہتے تھے کہ اس دن رحمت نازل ہوتی ہے، ابن سعد ج ۷، قسم ۱ ص ۱۶۲۔ باقی طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کے متعلق جو یہ روایت منسوب کی گئی ہے کہ تورات کا ایک مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے اور عرض کرنے لگے کہ بنی زریق میں مجھے اپنے ایک بھائی سے یہ مجموعہ ملا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس حال کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غضبناک ہو گیا، حضرت عمرؓ کو جب اس کا احساس ہوا تو معافی مانگنے لگے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ رہتے تو بجز میری پیروی کے ان کے لیے بھی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ جمع الفوائد میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابو عامر قاسم بن محمد الاسدی ایک شخص ہے دراصل یہ مجہول راوی ہے اس لئے روایت خود بھی مشتبہ ہے نیز یہ ممکن ہے اس یہودی کو بھائی قرار دینے پر عتاب کیا گیا ہو نیز اور بھی اسباب اس کے ہو سکتے ہیں۔ بہر حال یہ جانتے ہوئے کہ تورات کا نسخہ بہت کچھ محرف ہو چکا ہے پھر قرآن پڑھنے والے کو اسی محرف تورات کی تلاوت کی جو اجازت دی گئی تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ محرف تورات کا مصحح تو اس کے پاس موجود ہی تھا یعنی قرآن اور قرآن کو مصحح بنا کر جو بھی تورات کو پڑھے گا کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ گمراہی میں مبتلا ہو بلکہ کچھ فائدہ ہی حاصل کرے گا ۱۲

اسی کے ساتھ جیسا کہ بخاری وغیرہ میں ہے کہ نوجوانی کے زمانہ میں تدین، عبادات و مجاہدہ کا جوش ان کا اتنا بڑھا ہوا تھا کہ معلوم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فہمائش کرنی پڑی لیکن آپ کے سمجھانے کے باوجود وہ یہی کہتے جاتے تھے کہ جی نہیں میں اس سے زیادہ برداشت کر سکتا ہوں بعض روایتوں میں ان ہی سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ

فَمَا زِلْتُ أُنَاقِصُهُ وَيُنَاقِصُنِي ۔ (ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۰)	یعنی مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلسل رد و کد ہوتی رہی (آنحضرت نرمی پہ اصرار کرتے تھے اور یہ اپنے اوپر زیادہ بار ڈالنا چاہتے تھے)

اگرچہ آخر عمر میں پچھتاتے تھے اور کہتے تھے کہ بڑھاپے میں اب پتہ چلا کہ میرے لیے کیا اچھا ہوتا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے کو مان لیتا، خیر یہ تو تمہیدی قصہ تھا، اب اصل واقعہ کو سنئے۔

اصل واقعہ تو صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو یہ لکھا کرتے تھے ان کے اس لکھنے کا ذکر بخاری میں بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے کیا گیا ہے جس کا تذکرہ گزر چکا ہے یعنی ابوہریرہ کہا کرتے تھے۔

كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ	(عبداللہ بن عمرو بن عاص صحابی) لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

مگر پیش نظر اس وقت صرف ان کے لکھنے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ اسی قصہ سے ایک اور بات جو معلوم ہوتی ہے زیادہ تر میں لوگوں کی توجہ اس کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ ان کے لکھنے کے اس قصے کا ذکر علاوہ بخاری کے مختلف کتابوں میں خود ان کے حوالے سے بھی اور دوسروں کے حوالے سے پایا جاتا ہے اس وقت آپ کے سامنے ان تمام روایتوں میں سے سنن ابوداؤد جو ظاہر ہے صحاح میں شمار ہوتی ہے اور ابن سعد یا جامع ابن عبد البر وغیرہ کی روایتوں پہ اس روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہیے۔ بہرحال ابوداؤد کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ خود عبداللہ بن عمرو بیان کرتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنا کرتا تھا اسے لکھتا جاتا تھا، کہتے ہیں میرے اس طرز عمل کی خبر جب قریش کو ہوئی، بظاہر اس لفظ سے اشارہ انہوں نے اپنے بزرگوں کی طرف کیا، کیونکہ وہ خود قریشی تھے، یہ پتہ نہ چلا کہ یہ کون صاحب تھے، کوئی بھی ہوں لیکن تھے قریشی، عبداللہ کہتے ہیں کہ جب ان کو اس کی خبر ہوئی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہر بات کو لکھ لیا کرتا ہوں تو انہوں نے مجھے منع کیا بس ان ہی الفاظ کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ منع کرتے ہوئے ان ہی صاحب نے مجھ سے کہا کہ:

تَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ۔	تم ہر چیز کو (جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو) لکھ لیا کرتے ہو، رسول اللہ آدمی ہیں آپ غصہ کی حالت میں بھی بولتے ہیں اور خوشی کی حالت میں بھی۔

گو حضرت عبداللہ بن عمرو کی یہ حدیث اور اس حدیث کے الفاظ عام طور پر مشہور ہیں، عموماً لوگ سنتے پڑھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں لیکن جہاں تک میں خیال کرتا ہوں یہ ذرا ٹھہرنے اور سوچنے کا مقام تھا۔

پہلا سوال تو یہی ہوتا ہے کہ جن قریشی صاحب نے عبداللہ کو ٹوکا تھا اگر حضرت عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کرنے کے بعد لکھ رہے تھے تو ان کے ٹوکنے پر بآسانی جواب دے سکتے تھے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے بجائے اس کے ان کا خاموش ہو جانا، بلکہ آگے جو الفاظ ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ فامسکت (یعنی ٹوکنے پر عبداللہ کہتے ہیں کہ میں لکھنے سے رک گیا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا حالانکہ اگر پہلے سے اجازت یافتہ ہوتے تو اس کی بھی ضرورت نہ تھی اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کسی وجہ سے کتابتِ حدیث کی ممانعت کی خبر نہ پہنچ سکی تھی۔ اب اس میں ان کی کمسنی کو دخل ہو یا کوئی اور وجہ ہو، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کمسنی کے زمانہ میں جب وہ اصغر القوم تھے، اپنے سے بڑی عمر والے صحابیوں سے ان کو یہ خبر ملی تھی کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لوگ سنتے ہیں اُسے لکھ لیتے ہیں۔ خود اسی خیال میں رہے بلکہ ان کی طبیعت کا جو انداز تھا خصوصاً عنفوانِ شباب میں دین کا نشہ ان پر جو چڑھ گیا تھا خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اتارنے سے بھی جو نہیں اترتا تھا[1] میں جب اس کو سوچتا ہوں تو خیال گزرتا ہے کہ ان کے لکھنے پڑھنے کے جوش میں بھی کہیں اس خبر کو دخل نہ ہو، جو اپنے بڑوں سے انہوں نے سنی تھی، یعنی ان کو یہی خیال آیا ہو کہ جب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لکھا کرتے ہیں تو میں بھی کیوں لکھنا سیکھ کر اس سعادت کا حصہ دار نہ بن جاؤں۔ بلکہ اسی روایت کے بعض طریقوں میں یہ لفظ بھی بڑھا ہوا جو ملتا ہے یعنی عبداللہ کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اس لیے لکھا کرتا تھا تاکہ ان کو زبانی یاد کر دوں یعنی کہتے تھے کہ "ادید حفظہ" (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲) اس سے ان کی بلند ہمتی اور شدتِ ذوق و شوق کا اندازہ ہوتا ہے، کیونکہ ان بزرگوں میں یہ کسی نے نہیں کہا تھا کہ ہم لوگ جو کچھ لکھتے ہیں اسے زبانی یاد کرتے ہیں، کچھ بھی ہو ان ہی وجوہ کی بنیاد پر میں سمجھتا ہوں کہ بعض روایتوں میں اس قصہ کے بغیر صرف اتنا جو کہا گیا ہے کہ عبداللہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں کے لکھنے کی اجازت حاصل کر لی تھی اور رضاؤ غضب ہر حال کی گفتگو کے قلمبند کرنے کی مجھے اجازت تھی، وہ دراصل ان کی پوری گفتگو کا اختصار ہے

---

[1] عام کتابوں میں تو صرف اسی قدر ہے کہ رات کی شب بیداری، دن کے روزوں اور تلاوت قرآن ہی کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہتے تھے کہ اتنا زیادہ بار اپنے اوپر نہ ڈالا کرو، تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے لیکن وہ یہی کہتے جاتے کہ یا رسولؐ میری جوانی کا زمانہ ہے شباب کی قوت ہے میں سب برداشت کر لوں گا۔ لیکن بعض روایتوں میں خصوصاً مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ مدینہ پہنچ کر جب یہ جوان ہوئے تو ان کے والد عمرو بن عاص نے ایک اونچے گھرانے کی خاتون جو قریش خاندان کی تھیں ان سے نکاح کر دیا۔ تین چار دن بعد عمرو بن عاص ان کے والد دلہن کے کمرے میں گئے پوچھا کہ اپنے دولھے کو تم نے کیسا پایا۔ ممکن ہے عمرو بن عاص کو بیٹے کے طرزِ عمل سے شبہ ہوا ہو اسی لیے خود دلہن سے جا کر پوچھا بے چاری نے کہا کہ بڑے اچھے شوہر ہیں۔ آج تک اس کی خبر نہ لی کہ میں کہاں رہتی ہوں اور کس بستر پر سوتی ہوں۔ عمرو بن عاص کو بھی بیٹے سے یہی توقع تھی۔ باہر نکل کر جتنا کوئی باپ کسی جوان بیٹے کو کہہ سکتا ہے سب کچھ کہہ ڈالا لیکن دیکھا کہ یوں یہ لڑکا نہ مانے گا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا حال عمرو بن عاص نے پہنچایا۔ آپ نے بلا کر ان کو سمجھانا شروع کیا۔

جو راویوں نے کر لیا ہے اور ایسا روایتوں میں بکثرت ہوتا ہے، خیر یہ سوال تو چنداں اہم نہ تھا۔ دوسرا سوال جو بہت زیادہ مستحقِ توجہ اور محلِ غور ہے، وہ ان کے بیان کا یہ حصہ ہے یعنی قریش کے بزرگ نے کتابتِ حدیث سے منع کرتے ہوئے آگے جو یہ الفاظ بڑھائے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی ہیں آپ غصہ کی حالت میں بھی بولتے ہیں اور خوشی کی حالت میں بھی بولتے ہیں۔"

ان الفاظ سے بزرگ قریش کی غرض کیا تھی؟

حکمِ تحریرِ حدیث اور عصمتِ نبویؐ

پس عام حدیثوں کی کتابت ہو یا روایت، ان کے متعلق تحدیدی روایتوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ ان کے مطالبوں کی گرفت میں آتنی سختی نہ پیدا ہو، جو صرف ان ہی مطالبوں کی خصوصیت ہو سکتی ہے جن کا انتساب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر قسم کے شکوک و شبہات سے قطعاً پاک ہے۔ لیکن سمجھنے والوں نے ان روایتوں سے یہ سمجھ لیا کہ خدا کی کتاب کے سوا ان ساری چیزوں کا مسترد کرنا مقصود ہے جو پیغمبر کی طرف منسوب ہیں اور جب عہدِ نبوت ہی میں بعضوں کو یہ غلط فہمی لگ گئی کہ رضا کے حال کی چیزیں تو صحیح ہیں لیکن غصہ کے وقت کی جو باتیں پیغمبر کے منہ سے نکلتی ہیں ان کا غلطیوں سے پاک ہونا ضروری نہیں اور اپنے اسی غلط خیال میں مبتلا ہونے کے ساتھ یہ بھی چاہا کہ دوسروں کو بھی اسی غلط خیال میں مبتلا کر دیں یعنی عبداللہ بن عمروؓ کو بھی سمجھاتے ہوئے حدیث کے لکھنے سے منع کر دیا۔ حضرت عبداللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ قریش کی بزرگی اور اپنی خوردی کا خیال کر کے اس وقت تو قلم ہاتھ سے انہوں نے رکھ دیا لیکن اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا اظہار کیا۔ کتنی شدید بنیادی غلطی میں ٹوکنے والے یہ صحابی مبتلا تھے۔ ہم کو اور آپ کو اس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جو دنیا کے اغلاط ہی کی تصحیح کے لیے بھیجا گیا تھا صلوات اللہ علیہ وسلامہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سننے کے ساتھ ہی آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا جس کی زندگی کا ایک ایک پہلو رہتی دنیا تک پیدا ہونے والے انسانوں مردوں اور عورتوں سب ہی کے لیے اسوۂ حسنہ بنایا گیا ہے، اگر اس کی زندگی کے کسی پہلو میں ایک غلطی بھی رہ جائے گی تو وہ ایک غلطی نہ ہوگی۔ کروڑہا کروڑ بے شمار انسانوں کی غلطی بن جائے گی۔ ان صحابی صاحب کو اس کا اندازہ نہ ہوا۔

لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" — تمہارے لئے رسول اللہؐ میں بہت اچھا نمونہ ہے

کا اعلان جس ذاتِ گرامی کے متعلق قرآن میں کیا گیا ہو، کیا یہ ممکن ہے کہ قدرت اس کی زندگی کے کسی پہلو میں کسی غلطی کو باقی رکھ سکتی ہے[1]۔ اسی لیے تو یہ طے شدہ فیصلہ سلف سے لے کر خلف تک کا ہے کہ پیغمبر کی ذات معصوم ہوتی ہے۔

---

[1] حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز بانی دار العلوم دیوبند نے اس کی کتنی اچھی مثال دی ہے کہ سلوانے والا، درزی سے مثلاً قمیص سلوانا چاہتا ہے، نمونہ کے لئے تمام قمیصوں میں جو بہتر قمیص ہوتی ہے۔ اس کو درزی کے حوالے کر کے ہدایت کرتا ہے کہ بس اسی نمونے پر ساری قمیصوں کو تراش کر کے سی دو۔ اب اگر فرض کیجیے کہ نمونے ہی کی اس قمیص میں کوئی سقم یا خرابی ہو گی تو اس کا مطلب یہی

بہر حال حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مسمعِ مبارک میں جس وقت میرے الفاظ پہنچے اور معلوم ہوا کہ کتابتِ حدیث سے روکتے ہوئے ایسی بات مجھ سے کہی گئی ہے جس کا حاصل یہی ہے کہ پیغمبرؐ غصہ میں جو کچھ بولتے یا کرتے ہیں ان کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے، میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں اٹھیں جن کا رُخ دہنِ مبارک کی طرف تھا۔ عبداللہ بن عمروؓ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ:

فَاَوْمَا بِاِصْبَعِہٖ اِلٰی فِیْہِ — پس اشارہ کیا اپنی انگلی سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے دہنِ مبارک کی طرف۔

اور وہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کی طرف سے اس خطرے کے انسداد کے لئے کہ عام حدیثوں کے مطالبہ کی قوت قرآنی مطالبہ کی قوت کے برابر نہ ہو جائے چند دن پہلے یہ منادی کرائی گئی تھی کہ قرآن کے سوا جس کسی نے مجھ سے (یعنی میری طرف منسوب کرکے) جو کچھ لکھا ہے چاہیے کہ اسے محو کر دے، اسی پیغمبر کو دیکھا جا رہا ہے کہ ایک دوسرے خطرے کے انسداد کے لئے عبداللہ بن عمروؓ کو فرما رہے ہیں۔

اُکْتُبْ — تم (قرآن کے سوا بھی میری باتیں) لکھا کرو۔

اور جس خطرے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اور ماندیشہ کیا بلکہ مبتلا ہونے والے اس خطرے میں کلی طور پر نہیں تو کم از کم غصہ کی حالت کی باتوں کے متعلق اس غلط فہمی کے شکار ہو چکے تھے کہ ان کا غلطیوں سے پاک ہونا ضروری نہیں ہے، اس خطرے کا ازالہ کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے اور کتنے تاکیدی الفاظ میں ارشاد ہو رہا ہے، پہلے قسم کھائی جاتی ہے یعنی فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ کا (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے) فرماتے ہوئے اصل غلطی کا ازالہ ان الفاظ میں فرمایا جاتا ہے یعنی دہنِ مبارک کی طرف انگلیاں اٹھی ہوئی ہیں اور کہا جا رہا ہے:

لَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا حَقٌّ — نہیں نکلتا ہے اس سے (یعنی دہنِ مبارک سے) مگر صرف سچی بات

(ابو داؤد وغیرہ)

نبوت کے جو مذاق شناس نہ تھے ان کو پہلے حکم میں جس کی عام منادی کی گئی تھی یعنی حدیثوں کی کتابت کی ممانعت والے حکم میں، اور آج جو عبداللہ بن عمروؓ کو اُکْتُبْ (لکھا کرو) کے لفظ سے ان ہی حدیثوں کے لکھنے کی جو اجازت مرحمت فرمائی جا رہی ہے دونوں میں وہی منفی و مثبت حکم والا تضاد نظر آیا حالانکہ بات بالکل واضح تھی۔ ممانعت کے جس حکم کی منادی کی گئی تھی اس کا بالکلیہ رُخ حدیثِ نبوی کی عام کتابت کے رواج کے انسداد کی طرف تھا اور لکھنے والوں نے ایک میدان میں جمع ہو کر سب کو آگ میں جو جھونک دیا تھا اس سے اسی رواج کے دروازے پر قفل چڑھ چکا تھا اور بجائے عمومی اجازت کے ایک خاص آدمی کو رضا و غضب ہر حال کی باتوں

(بقیہ حاشیہ صفحۂ آئندہ) ہو گا کہ ساری قمیصیں جو اس نمونے پر تراشی جائیں گی خراب ہو کر رہ جائیں گی۔ پیغمبر کو بھی خدا نمونہ بنا کر پیدا کرتا ہے۔ بندوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنی اپنی زندگیوں کو اسی نمونے پر ڈھالتے چلے جائیں جو جس قدر اس نمونے سے قریب تر ہو گا خدا کے نزدیک وہی سب سے زیادہ پسندیدہ قرار پائے گا۔ پھر کیا یہ غیر ممکن ہے کہ غیر محدود طاقت و قدرت رکھتے ہوئے خدا کسی ایسے نمونے کو پیدا نہیں کر سکتا جس میں غلطی کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ ۱۲

کے لکھنے کی جو اجازت دی گئی تھی اس سے اس خطرناک غلطی پر زد لگانی مدِنظر تھی جو کتابتِ حدیث کی ممانعت کے عام حکم کی وجہ سے بعض دلوں میں پیدا ہو گئی تھی یعنی باور کر لیا گیا تھا کہ بشر ہونے کی وجہ سے نبی کی ہر گفتگو کا ورنہ کم از کم غصہ کی حالت میں جو کچھ وہ بولتے ہیں اس کا خطاؤں سے پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ ممانعت کے حکم سے بھی آئندہ پیدا ہونے والی غلطی کا انسداد ہی مقصود تھا اور اب اجازت جو دی گئی اس کی غرض بھی اسی غلطی کا ازالہ تھا جس کے پیدا ہونے کا صرف اندیشہ ہی آئندہ زمانہ میں نہ تھا بلکہ عبداللہ بن عمرو کی رپورٹ سے تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگ اس غلطی میں مبتلا بھی ہو چکے ہیں، اس کے سوا کہ رضاً وغضب دونوں حال کی گفتگو کے لکھنے کی اجازت ان کو دے دی جائے۔ خود ہی سوچا جائے کہ اس غلطی کے ازالہ کی عملی شکل اور کیا ہو سکتی تھی، چونکہ ایک واحد شخص کو انفرادی طور پر لکھنے کی یہ اجازت دی گئی تھی اس لئے اس سے اس کا اندیشہ بھی نہ تھا کہ ان مکتوبہ حدیثوں میں وہی عمومی رنگ پیدا ہو جائے گا، جسے آپ صرف ان چیزوں تک محدود رکھنا چاہتے تھے جن کا ہر مسلمان تک پہنچانا فرائضِ رسالت میں داخل تھا۔

یہ تھی پیغمبرانہ تدبیروں کی وہ داستان جن کی بدولت تیرہ سو سال سے یہ عجیب و غریب صورت مسلمانوں میں قائم ہے کہ ان میں ایسا کوئی نہیں ہے جو احاد یا خبر الواحد یا خبر الخاصہ عن الخاصہ کی راہوں سے منتقل ہونے والی نبوی حدیثوں کے متعلق اور ان سے پیدا ہونے والے احکام و نتائج کے متعلق یہ خیال رکھتا ہو کہ گرفت اور مطالبہ میں ان کی قوت قرآنی مطالبوں اور دین کے ان مطالبوں کی قوت کے مساوی ہے جو قرآن ہی کی طرح نسلاً بعد نسلٍ جیلاً بعد جیلٍ عمومیت کی راہوں سے منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں، اس سلسلہ میں علمائے مذہب کے جو فیصلے ہیں ان کا ذکر کر چکا ہوں مگر اس کے ساتھ ہر زمانہ میں ان بلند نظروں، عالی حوصلہ رکھنے والوں کے لیے بھی ہمیشہ اس کی راہ کھلی رہی اور اس وقت تک کھلی ہوئی ہے، انشاء اللہ قیامت تک کھلی رہے گی جو چاہتے ہیں کہ ممکنہ حد تک پیغمبر کی زندگی اور اس زندگی کے نمونوں کے مطابق جینے کا اگر موقعہ ملے تو اس میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے[1]۔

یہی کچھ وارد و مزید ہی کی تو پیغمبرانہ حکمتِ عملی تھی اور جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا، آپ کے خلفاءِ برحق نے بھی اسی حکمت کی نگہداشت میں پورا زور صرف کر دیا اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں ان شاہبازوں کی بلند پروازیوں کے لیے جہاں تک وہ پہنچ سکتے تھے کہیں رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (خدا تم کو اپنا محبوب بنالے گا) کا اعلان قرآن میں ہر اس شخص کے لیے کر دیا گیا تھا جو پیغمبر کے نقشِ قدم پر قدم رکھتا ہوا جہاں تک بڑھ سکتا ہو، بڑھتا چلا جائے پھر بڑھنے والے بڑھتے چلے گئے اور جن حدیثوں کا ہر شخص تک پہنچانا مقصود نہ تھا، ان کی روشنی ان لوگوں تک پہنچتی رہی جو دین کے اسی نفلی[2] حصہ سے اس مقام تک پہنچتے رہے جس کے متعلق یہ بشارت سنائی گئی ہے کہ پہنچنے کے بعد جو بندہ اور مخلوق ہے وہ عروج اور ارتقاء کی اس کیفیت کو پاتا ہے جس کی تعبیر

---

[1] حضرت بایزید بسطامیؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ عمر بھر خربزہ آپ نے اس لئے نہیں کھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کو کھاتے تھے اس کی ان کو تحقیق نہ ہو سکی۔ ۱۲

[2] میرا اشارہ اس مشہور روایت کی طرف ہے جس میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ "بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے تا اینکہ میں اس بندے کو چاہنے لگتا ہوں"۔ اسی کے بعد اس حدیثِ قدسی میں وہ بشارت سنائی گئی ہے جسے میں نے بجنسہٖ عربی الفاظ میں درج کر دیا ہے۔ ۱۲

خالق ہی کے الفاظ میں یہ سنائی گئی ہے کہ

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ	میں اس بندے کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ
الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ	سنتا ہے اور اس کی بینائی جس سے وہ دیکھتا ہے اور
بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا۔	اس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں
(صحاح بخاری وغیرہ)	جن سے وہ چلتا ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ "طبیعت ہی جن کی ادھر نہیں آتی" یہ غیر بجائے خود ان غریبوں کی مستقل بدبختی ہے مگر سوچئے تو سہی کہ ان حدیثوں کی اشاعت و تبلیغ میں عمومیت کی کیفیت پیدا کر کے اگر ان کے مطالبوں کو بھی ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک کر کے اسی طرح قطعی اور یقینی بن جانے کا موقعہ دے دیا جاتا، جیسے دین ہی کے ایک شعبہ میں اسی رنگ کو پیدا کیا گیا ہے تو ع

"پر طبیعت ادھر نہیں آتی"

کی معذرت کو معصیت بلکہ تمرد و بغاوت بن جانے سے کون روک سکتا تھا، آج تو ان کی یہ معذرت اسی لئے معذرت ہے کہ جن چیزوں کی طرف ان کی طبیعت نہیں جاتی، ان کے مطالبہ میں اتنی قوت ہی نہیں ہے جو معذرت کو معصیت اور بغاوت بنا دیتی ہے اور کیا اس طول کلامی کے بعد بھی مزید ضرورت اس کی باقی رہ گئی ہے کہ میں لوگوں کو پھر یہ سمجھاؤں کہ یہ سارا کرشمہ اسی "کچھ دارد مریز" کی حکمتِ عملی اور ان نازک تدبیروں کا نتیجہ ہے جن کے حدود کی پوری پوری نگرانی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشینوں نے فرمائی۔

بہر حال عبد اللہ بن عمروؓ ایک خوش قسمت آدمی تھے، اگر ٹوکنے والے صاحب ان کو مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ نہ ٹوکتے، بلکہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ میاں! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو لکھتے ہو، کیا اس کا علم تمہیں نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیثوں کے لکھنے کی ممانعت کر دی گئی ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر اتنی سی سیدھی سادی صاف بات وہ کہہ دیتے اور ان کے دماغ نے پیغمبر کے حکم کا جو فلسفہ پیدا کیا تھا یعنی بشری اغلاط کی گنجائش، انہوں نے یہ باور کر لیا تھا کہ اس حکم کے دینے کی یہی وجہ ہے۔ قریشی صاحب اپنے اس خود تراشیدہ فلسفہ کا اگر ذکر نہ کرتے تو عبد اللہ کو اتفاقاً جس سعادت سے بہرہ اندوزی کا موقعہ مل گیا، شاید نہ ملتا۔ گویا اس فلسفہ کے شر سے خیر کا ایک پہلو یہ پیدا ہو گیا اور یہی کیا اگر اس زمانہ میں پیدا ہو کر اس فلسفہ کی بنیاد ہی کے کھودینے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موقعہ نہ مل جاتا تو صرف قرآن کی ایسی آیتوں سے مثلاً :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا	پیغمبر نہیں بولتے "الہویٰ" (یعنی اپنی ذاتی خواہش سے)،
وَحْيٌ يُّوْحٰى۔	نہیں ہے وہ (یعنی پیغمبرؐ کا بول) مگر وحی، جس کی وحی
	ان پر کی جاتی ہے۔

وغیرہ سے مغالطہ کی ان گتھیوں کا سلجھانا کیا آسان تھا، جن میں دعویٰ اسلام کے باوجود اس زمانے میں حدیثوں کی ان ہی تحدیدی روایتوں کی بنیاد پر لوگ الجھ الجھ کر بھڑ بھڑا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا تعلق بھی صرف قرآن سے ہے اسی لیے وہ پیغمبر کو صرف قرآن کی حد تک پیغمبر مانتے ہیں۔ قرآن سے الگ کر لینے کے بعد العیاذ باللہ پیغمبر کی زندگی ہیں اور جو پیغمبر نہیں ہیں ان کی زندگی میں ان پر کنڈ؟ باد

آنکھوں کے نزدیک کوئی فرق باقی نہیں رہا ہے، مگر بحمد اللہ اس فلسفہ کے شر نے ایک ایسے خیر کو پیدا کیا جس نے ثابت کر دیا کہ مذکورہ بالا قرآنی آیت کا واقعی مطلب بھی وہی ہے جو اس کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جا رہا ہے یعنی قرآن ہی نہیں بلکہ مطلقاً نطق اور گفتگو جو بھی پیغمبر کی زبان سے نکلتی ہے اس کا قطعاً الھوٰی (پیغمبرؐ کی ذاتی خواہش) سے تعلق نہیں ہے بلکہ قرآنی نطق ہو یا غیر قرآنی نطق، پیغمبر کا ہر نطق اور ان کی ہر گفتگو وحی ہے جو ان پر خدا کی طرف سے کی جاتی ہے۔ آیت کے الفاظ سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے اور حضرت عبداللہ کو سمجھاتے ہوئے قسم کھا کر دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے بھی اسی مفہوم کی مزید تائید اور تاکید ہو گئی، اور محقق ہو گیا کہ پیغمبر کی زندگی ہر حال میں اسوہ اور نمونہ ہے اور ان کی زبان کا ہر بول ذاتی فکر و نظر یا خواہش کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ سب وحی ہے خواہ خوشی کے حال میں بات کی گئی ہو یا غصہ کی حالت میں۔ سچ پوچھئے تو اس قرآنی نص کی بنیاد پر پیغمبر کی معصوم زندگی کا ہر پہلو مسلمانوں کی دینی زندگی کے لئے روشنی کا مینار ہے، فرق آئندہ صرف ان ذرائع کی قوت و ضعف سے پیدا ہوتا ہے جن کی راہ سے امت تک پیغمبر کی زندگی، زندگی کے آثار گفتار و رفتار کے متعلق معلومات پہنچی ہیں، ان ہی کی قوت و ضعف کے ساتھ ان احکام و نتائج کی گرفت اور مطالبوں کی قوت و ضعف کا مسئلہ وابستہ ہے جو ان معلومات سے نکلتے ہیں یا نکل سکتے ہیں۔

حجیتِ حدیث کے چند قرآنی دلائل

فلسفہ کے اس شر سے خیر کا یہ پہلو جو پیدا ہوا وہ تو اتنا اہم ہے کہ رہتی دنیا تک اسی سے قرآن کے اجمالی آیات کا مطلب معین کیا جائے گا، یعنی مذکورہ بالا آیات مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى یا مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا کے سوا قرآن ہی میں بار بار پلٹ پلٹ کر اسی قسم کی آیتوں کا جو اعادہ کیا گیا ہے مثلاً قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (النساء)

پس کچھ بھی نہیں تیرے رب کی قسم ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک تجھے (اے پیغمبرؐ) ان تمام باتوں میں حکم اور فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں جو ان کے باہمی جھگڑوں میں پیدا ہوتی ہیں پھر اپنے اندر کسی قسم کی تنگی اس فیصلہ کے متعلق نہ پائیں جو تم نے کر دیا ہو، اور کلیۃً اس فیصلہ کے آگے جھک جائیں۔

یا ارشاد ہوا ہے:

مَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ

نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو مگر اسی لیے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے۔

یا دھمکایا گیا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (نور)

پس چاہیے کہ جو پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ ڈریں اس بات سے کہ کسی آزمائش اور فتنہ میں نہ وہ مبتلا ہو جائیں یا ان کو دکھ بھرا عذاب پکڑ لے۔

یا صلائے عام دیا گیا ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيراً ٥	تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں بہت اچھا نمونہ ہے، جو اللہ کی اور پچھلے دن کی اُمید رکھتے ہیں اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔

یہ یا اسی نوعیت کی دوسری آیتیں جن سے خواص کیا عوام مسلمین بھی شاید ناواقف نہیں ہیں، اب ان اطلاقی آیات پر تحدید عائد کرنے کی راہ ہی کیا باقی رہی، صاف معلوم ہو گیا کہ پیغمبرؐ کی زندگی کے مثبت و منفی، ایجابی و سلبی، غرض ہر پہلو میں مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے، رضا اور غضب کی تقسیم کرنے والے دراصل اپنے ایمان کے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔

أَعَاذَنَا اللهُ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْهَفَوَاتِ۔

(۳)

تاریخ تدوین حدیث

آنحضرتؐ کے دَور میں تدوین حدیث

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ معلومات کے حفظ و نگہداشت اور ان پر اعتماد کے لئے خواہ مخواہ نہ سوچنے والوں نے کتابت کے طریقہ کو غیر معمولی جو اہمیت دے رکھی ہے اور اس کے مقابلہ میں زبانی یاد کرنے کے طریقہ کو اس سلسلہ میں بے قیمت ٹھہرانے پر غل غپاڑہ مچایا جا رہا ہے۔ یہ دونوں ناسمجھی کی باتیں ہیں۔ علم کی حفاظت کے یہ دونوں قدرتی ذرائع ہیں، ہر ذریعہ اعتماد کے لیے ذمہ داریوں کو ان لوگوں پر عائد کرتا ہے جو اس سے کام لینا چاہتے ہیں اور ان ذمہ داریوں کی تکمیل خود بخود آدمی کی فطرت کو اعتماد پر مجبور کر دیتی ہے اور جیسے یہ انسانی فطرت کا ایک طبعی قانون ہے، اسی طرح ان ذمہ داریوں سے لاپروائی ہر حال میں اشتباہ اور بدگمانیوں کی گنجائش پیدا کر دیتی ہے، خواہ کتابت کے ذریعے کو اختیار کیا جائے، یا زبانی یادداشت کے طریقے کو، تاہم عصر حاضر کے نابالغ عقول کے طفلانہ تقاضوں کی تسکین کا ایک ذریعہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی کتاب بھی بن گئی ہے آج کل کے متکلمین اسلام نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے، کچھ بھی ہو ایک پہلو نفع کا اس واقعہ میں یہ بھی نکل آیا ہے، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ بعض کتابوں مثلاً مستدرک حاکم اور البغوی کی کتاب میں یہ روایت جو پائی جاتی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا لکھا ہوا ایک مجموعہ تھا جس کے متعلق وہ بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیش کی ہوئی کتاب ہے، اس روایت کا ذکر کر چکا ہوں، ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی اسی اجازت کو دیکھ کر حضرت انسؓ کے دل میں بھی ان کی ریس کا جذبہ پیدا ہوا ہو۔ بہرحال حضرت انسؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ دس سال کی عمر میں ان کی والدہ ام سلیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا تھا کہ

هٰذَا ابْنِيْ وَهُوَ غُلَامٌ كَاتِبٌ (ابن سعد ج ۷، قسم اول)	یہ میرا لڑکا ہے اور ایسا لڑکا ہے جو کاتب ہے یعنی لکھنے سے واقف ہے۔

حضرت انسؓ چونکہ آخر وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے، خود فرماتے تھے، نو سال تک حضورؐ کی خدمت میں رہا گویا وہ اور عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ہمجولی تھے لکھنا بھی آتا ہی تھا اور پھر بارگاہِ نبوت میں رسوخ کا حال یہ تھا کہ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو یا بُنَیَّ (میرے بیٹے) کے لفظ سے پکارتے تھے، ایسے چہیتے خادم کی بات کا ٹال دینا اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بامروت طبیعت سے آسان نہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ان ہی وجوہ سے ان کو بھی حدیثوں کے قلمبند کرنے کی اجازت مل گئی کیونکہ دو آدمی کے لکھنے سے ظاہر ہے کہ عمومیت کا وہ رنگ کیسے پیدا ہو سکتا تھا جو قرآن کے صحیفوں کی عام اشاعت سے پیدا ہو چکا تھا، کچھ ایسا خیال بھی ہوتا ہے کہ گو حضرت انسؓ بچپن ہی سے لکھنا جانتے تھے اور کاتب ہو چکے تھے، مگر ظاہر ہے کہ کہاں عبداللہ بن عمروؓ کی مہارت و حذاقت، بھلا جس شخص نے عربی چھوڑ سریانی اور عبرانی خطوط اور زبان کو بھی سیکھ لیا ہو، ان کا مقابلہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کر سکتے تھے، حضرت انسؓ جو یہ کہتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس نسخہ کو پیش بھی کر لیا تھا اسکی وجہ دہی معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے خود ان کو غالباً مشورہ دیا ہو گا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے مجھے سنا بھی دو، عبداللہ بن عمروؓ کے نسخے کے متعلق پیش کرنے کا ذکر کسی روایت میں نہیں آیا ہے، شاید ان کی تحریری حذاقت پر اعتماد تھا اور ان پر اعتماد نہ کیا جاتا تو کس پر کیا جاتا۔ آئندہ یعنی عہدِ نبوت کے بعد ان دونوں کتابوں کی حیثیت کیا رہی، اس تفصیل کا ذکر انشاء اللہ اپنے مقام پر کیا جائے گا۔ اس وقت تو عہدِ نبوت تک کے واقعات کا صرف ذکر مقصود ہے۔

بہر حال عام حدیثوں کے متعلق "کج دار و مریز" کی مذکورہ بالا حکمتِ عملی یعنی جو پا نا چاہیں، ان تک پہنچ بھی جائے لیکن اس طور پر نہ پہنچے کہ ان حدیثوں کے مطالبات کی قوت عمومی راہ سے منتقل ہونے والے دینی عناصر کے برابر ہو جائے انتہائی نزاکتوں کے ساتھ اس حکمت عملی کی نگرانی کرتے ہوئے ایک خاص حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ان حدیثوں کو چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے جو آج خبر آحاد کی شکلوں میں پائی جاتی ہیں۔ گویا سمجھنا چاہیے کہ علاوہ ان خطوط، معاہدے نامے یا مختلف اقوام و افراد کے نام ہدایت نامے یا صدقات وغیرہ کے تحریری ضابطے جن کے چند نسخوں کا اب تک پتہ چلا ہے یا حجۃ الوداع کے خطبہ کو ابوشاہ یمنی کے لئے لکھوا کر عطا فرمانے کا جو حکم دیا گیا تھا جن کا تفصیلی ذکر کر چکا ہوں، ان متفرق چیزوں کے سوا حدیث کی یہی دو کتابیں (یعنی عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ والا نسخہ اور دوسری کتاب حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی ان دو کتابوں کے سوا اب تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے کہ واقعہ تحریق (جلانے) کے بعد صحابہ کرام نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی حدیثوں کو کتابی شکل دی ہو یا ان کو قلمبند کیا ہو ممکن ہے کہ ڈھونڈھنے والوں کو آئندہ شاید اس سلسلہ میں کوئی اور نئی چیز ہاتھ آئے۔ کچھ بھی ہو، حدیثوں کے ان انفرادی نسخوں سے وہ حکمتِ عملی متاثر نہیں ہو سکتی تھی جو اپنی عام حدیثوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی تھی جیسے ان مکتوبہ خطوط و معاہدات وغیرہ میں بھی محض قلمبند ہو جانے کی وجہ سے وہ کیفیت نہ پیدا ہوئی اور نہ پیدا ہو سکتی تھی جو مثلاً قرآن میں پیدا ہو چکی تھی، کیونکہ عمومیت یا استفاضۂ عام شہرت بین الانام کا تعلق کتابت سے نہیں بلکہ تعدد و کثرت سے ہے، ایک خط اگر لکھا گیا تو ظاہر ہے کہ وہ ایک ہی خط کی شکل میں رہ گیا بھلا وہ قرآن کے ان نسخوں کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا جو گھر گھر میں پھیلا ہوا تھا۔ مشہور حدیث جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فرما رہے تھے کہ مسلمانوں سے آخر یہ علم اُٹھ جائے گا یعنی پیغمبرؐ سے جو جدید علم مسلمانوں کو میسر آیا ہے اس کا چرچا باقی نہ رہے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک

صحابی جن کا نام زیاد بن لبید انصاری رضؓ تھا، انہوں نے عرض کیا کہ اب یہ علم کیسے مٹ سکتا ہے، قرآن کی اشاعت جس وسیع پیمانے پر اس وقت تک ہو چکی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے زیاد نے اس وقت عرض کیا تھا کہ

كَيْفَ يُرْفَعُ الْعِلْمُ مِنَّا وَبَيْنَ أَظْهُرِنَا كِتَابُ اللهِ وَقَدْ تَعَلَّمْنَا مَا فِيْهِ وَعَلَّمْنَاهُ نِسَاءَنَا وَذُرِّيَاتِنَا وَخَدَمَنَا. (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۰)	ہم لوگوں میں سے علم کیسے اُٹھ جائے گا بحالیکہ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے، اس کتاب میں جو کچھ ہے اسے ہم نے خود سیکھا ہے اور اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو، اپنے خادموں کو سکھایا ہے۔

الفاظ کے تھوڑے رد و بدل سے ترمذی وغیرہ صحاح کی کتابوں میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ عورتوں، بچوں، حتیٰ کہ خادم و ملازمین تک کو اس زمانے میں جب یہ کتاب پڑھائی جا چکی تھی تو اس عمومیت و استفاضہ کا مقابلہ بھلا وہ مکتوبہ سرمائے کیا کر سکتے تھے جو اکے دُکے گنتی کے چند آدمیوں کے پاس موجود تھے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ دین کے جس حصہ کی تبلیغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمومی رنگ میں فرمائی تھی، جس کی بدولت آئندہ ہر زمانے میں ان کی حیثیت ان امور کی ہو گئی جن کا علم تواتر و توارث و تعامل کی شکل میں اس وقت تک منتقل ہوتا ہوا مسلمانوں کی اگلی نسلوں سے پچھلی نسلوں تک پہنچ رہا ہے، اسلامی دین کے ان قطعی اور یقینی عناصر و اجزا کے متعلق علم و یقین کی جو کیفیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے صحابیوں کی تھی، قطعاً یہی کیفیت اس علم کی بھی ہے جو ان ہی امور کے متعلق مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ تواتر کی راہ سے پیدا ہونے والے علم میں اور وہ علم جو مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے، دونوں میں قطعیت اور یقین کے لحاظ سے کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا، میں پوچھتا ہوں جن لوگوں نے مثلاً لندن کو دیکھا ہے اور اس شہر کے متعلق مشاہدے نے جس یقین کو پیدا کیا ہے، اس یقین میں اور ان لوگوں کے یقین میں جنہوں نے لندن کو خود نہیں دیکھا ہے مگر تواتر کی راہ سے اس بات کا یقین ان میں پیدا ہوا ہے کہ دنیا کے شہروں میں ایک شہر لندن بھی ہے، اس حد تک یعنی لندن کا وجود یقینی ہے، کیا ان دونوں یقینوں میں کسی قسم کا فرق پیدا کیا جا سکتا ہے؟ بلاشبہ جن لوگوں نے لندن کو نہیں دیکھا ہے، محض اس لئے ان کے یقین میں شک اور احتمال اسی قسم کا شک و احتمال ہو گا جیسے ان لوگوں کے متعلق جو لندن جا چکے ہیں وہاں رہ چکے ہیں، ان کے متعلق شبہ پیدا کرنے والا یہ شبہ پیدا کرے کہ انہوں نے جو کچھ دیکھا، سب خواب کی حالت میں دیکھا تھا، یا آنکھ کا دھوکہ تھا جو لندن کی شکل میں ان کے سامنے آیا تھا واقع میں کچھ نہ تھا ظاہر ہے کہ اس قسم کے احتمالات وہی لوگ پیدا کر سکتے ہیں جن کی عقل کسی بیماری کی وجہ سے اپنے فطری حدود سے ہٹ گئی ہو۔ فخر الاسلام بزدوی نے اسی لئے شریعت کے اس حصہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جو تواتر کی راہ سے مسلمانوں میں منتقل ہوتا ہوا چلا آ رہا ہے، یہ الفاظ لکھے ہیں کہ

حَتّٰى صَارَ كَالْمُعَايَنِ الْمَسْمُوْعِ (ج ۲ ص ۳۶۰)	ان کی حالت ایسی ہے جیسے خود کسی معائنہ کی ہوئی یا براہ راست سنی ہوئی شئے کی ہو سکتی ہے۔

ان کا دعویٰ ہے کہ یہ حال صرف قرآن ہی کا نہیں ہے بلکہ قرآن کے ساتھ انہوں نے اسی راہ سے منتقل ہونے والی بہت سی چیزوں کو گنواتے ہوئے اپنے مافی الضمیر کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے

مِثْلَ نَقْلِ الْقُرْاٰنِ وَالصَّلَوٰاتِ الْخَمْسِ وَاَعْدَادِ الرَّكَعَاتِ وَمَقَادِيْرِ الزَّكٰوةِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ -	جیسے قرآن کے منتقل ہونے کا حال ہے اور یہی حال پانچوں وقتوں کی نمازوں کا، نمازوں کی رکعتوں کا، زکوٰۃ کی مقررہ مقداروں کا اور ان ساری چیزوں کا ہے جو اسی راہ سے منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔
(ج ۲ ص ۳۶۱)	

جس کا مطلب یہی ہوا کہ صحابہ جو عہدِ نبوت میں موجود تھے، شریعت کے اس حصہ کے متعلق ان کے یقین کی جو نوعیت تھی، یہی نوعیت اس یقین کی مسلسل باقی رہی ہے، اسی بلئے ان امور کے لحاظ سے سارے مسلمان برابر ہیں خواہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے، یا اس کے بعد پیدا ہوئے، علامہ ابوزید دبوسی نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تقویم میں لکھا ہے:

وَمَتَى ارْتَفَعَتِ الشُّبْهَةُ صَارَ الْمُتَّصِلُ مِنْهُ بِكَ الحاسة سمعك -	(تواتر کی وجہ سے) جب شبہ باقی نہ رہا تو اس راہ سے جتنی چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہوکر تم تک پہنچی ہیں ان کی حالت ایسی ہوگئی کہ براہِ راست اپنے کان سے تم نے ان کو سُنا ہو۔
(کشف ج ۲ ص ۳۶۲)	

اسی طرح صاحبِ مسلّم کے ان الفاظ کے تحت یعنی:

اِنَّ التَّوَاتُرَ لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عِلْمِ الْاِسْنَادِ -	تواتر کا تعلق ان مباحث سے نہیں ہے جن میں روایت کی سند سے بحث کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے بھی لکھا ہے کہ

بَلِ التَّوَاتُرُ كَالْمُشَافَهَةِ فِيْ اِفَادَةِ الْعِلْمِ	یقین آفرینی میں تواتر کا حال وہی ہے جو حال مشاہدہ کا اس سلسلہ میں ہے۔
(فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ مصر)	

پھر مولانا نے ایک دلچسپ مثال سے اس کو سمجھانا چاہا ہے یعنی بخاری میں بعض روایتوں کو ثلاثیاتِ بخاری کہتے ہیں، یہ ان روایتوں کا نام ہے جن میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کل تین آدمی کا واسطہ واقع ہوتا ہے۔ مولانا بحرالعلوم نے ان ہی ثلاثیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بخاری کے بعد تو ان کی کتاب متواتر ہوگئی اس لیے بخاری کے بعد آئندہ صحیح بخاری کے ان سارے ثلاثیات کی حیثیت ہر مسلمان کے لئے رباعیات کی ہوگئی ہے۔ مولانا کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

وَمِنْ ثَمَّةَ كَانَ ثُلَاثِيَّاتُ الْبُخَارِيِّ رُبَاعِيَّاتٍ لَنَا لِاَنَّ صَحِيْحَهٗ مُتَوَاتِرٌ عَنْهُ فَكَاَنَّا سَمِعْنَا مِنْ	اسی بنیاد پر سمجھنا چاہیے کہ بخاری کے ثلاثیات (یعنی تین واسطوں والی روایتیں) ہمارے لئے رباعیات کی حیثیت رکھتی ہیں (یعنی چار واسطوں والی روایتوں کی حیثیت ان کی ہوگئی) وجہ

اَلْبُخَارِیَ فَلَمْ یَزِدْ اِلَّا وَاسِطَۃً وَھِیَ نَفْسُہٗ۔

(فواتح ج ۲ ص ۱۱۹)

یہ ہے کہ امام بخاری کی کتاب (صحیح بخاری) امام بخاری کے لحاظ سے تو متواترہ ہو چکی ہے پس گویا یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم نے اس کتاب کو براہِ راست امام بخاری ہی سے سنا ہے اس لئے (ثلاثیات کے متعلق) صرف ایک ہی واسطہ کا تو اضافہ ہوا یعنی خود امام بخاری کی ذات نے چوتھے واسطے کی حیثیت اختیار کر لی۔

بہرحال شروع ہی سے اس کا باضابطہ نظم کر دیا گیا تھا کہ دین کے ایک حصہ کی حیثیت تو ایسی ہو جائے جس کے علم میں قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمانوں کے اعتماد کا حال قدرتی طور پر ایک ہو جائے۔ قرآن اور ایسی ساری چیزیں جو اسی راہ سے مسلمانوں میں پیغمبرؐ کے زمانے سے چلی آ رہی ہیں جس رنگ میں قرآن منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے ان کی یہی کیفیت ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دین کے اس حصہ کو اسی حال میں چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ کی طرف تشریف لے گئے اور بحمداللہ اس وقت دین کا یہ حصہ اسی رنگ میں مسلمانوں میں منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ آئندہ بھی خدا سے اُمید ہے کہ اس کی اس کیفیت کی حفاظت فرماتا رہے گا۔ دین کے اس حصہ کے علم و یقین میں اشتباہ و اضمحلال کے پیدا ہونے کی وہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ خدانخواستہ مسلمانوں کو تاریخ کے آئندہ زمانہ میں محکومیت کی کسی ایسی ملعون کیفیت میں اپنے کرتوتوں کی بدولت مبتلا ہونا پڑے، جیسے یہود وغیرہ گزشتہ ملعون قوموں کے ساتھ یہ صورت پیش آئی کہ غیر قوموں کو ان پر مسلط کیا گیا اور یہ تسلط اتنا سخت تھا کہ اپنے دین کے نام لینے کی بھی اجازت محکومیت کی حالت میں ان کو نہیں دی جاتی تھی، ان کی کتابیں غائب ہو گئیں، ان کے علماء چن چن کر قتل کر دیئے گئے، کوشش کی گئی کہ آئندہ ان کی پیدا ہونے والی نسلوں کے کانوں میں دینِ موسویؑ اور اس کی کسی بات کی کوئی بھنک بھی نہ پڑنے پائے، صدیاں اسی حال پر گزر گئیں، جو جانتے تھے وہ مر گئے اور جو زندہ رہے انھیں کچھ خبر نہ تھی کہ ان کے آباؤ اجداد کا کوئی دین بھی تھا یا اللہ کے کسی برگزیدہ رسول کی وہ بھی اُمت ہیں، ان کے رسول کی بھی کوئی کتاب تھی؟ یہودیوں کی تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعات سے ان کو تاریخ کے طویل ادوار میں دوچار ہونا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسی جگر خراش روح فرسا شکل حق تعالیٰ کے عتاب کی ہے کہ خدا کے غصہ کی اس آگ میں جو کچھ بھی جل جائے اس پر متعجب نہ ہونا چاہیے، تاہم بے چارے یہودیوں کو جب کبھی سر اٹھانے کا موقعہ ملا، ادھر اُدھر سے ڈھونڈ ڈھانڈھ کر پھر اپنے گمشدہ دین کو کسی راہ سے جیسا کہ ان کا خیال ہے پا لینے میں وہ کامیاب ہوئے لیکن پھر بھی درمیان میں ایسی تاریکیوں میں ان کو گھرنا پڑا ہے کہ مشکل ہی سے یہ کہا جا سکتا ہے جو دین ان کے پاس اس وقت جس شکل میں پایا جاتا ہے وہ واقعی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیا ہوا اور پہنچایا ہوا صحیح دین ہے۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کے دین کی ابتدا ہی سلطنت سے ہوئی اور گو پچھلی چند صدیوں سے دنیا کی سیاسی امامت کی باگ ان کے ہاتھوں سے نکل گئی ہے لیکن دین کی حد تک بحمداللہ کوئی ایسا واقعہ ان کے ساتھ اب تک پیش نہیں آیا ہے کہ درمیان میں صدی دو صدی تو بڑی بات ہے گھنٹے دو گھنٹے کے لئے بھی اس دین سے وہ جدا نہیں ہوئے ہیں جیسے وراثت میں ان کے

پچھلے اگلوں سے باتتے چلے آرہے ہیں۔ اگرچہ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں اور مہیب خطرات آنکھیں دکھارہے ہیں لیکن اسی کے ساتھ اس واقعہ کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ گزشتہ زمانے کے معلومات کی حفاظت کے اتنے بیشمار اسباب وذرائع قدرتی طور پر اس عہد میں پیدا ہوچکے ہیں اور پریس وطباعت وغیرہ کے رواج کی بدولت ایک ایسی حالت پیدا ہوگئی ہے کہ اس زمانے میں معمولی چیزوں کا مٹنا یا مٹانا آسان نہیں ہے۔ پھر اسلامی بینات جو اس وقت دنیا کے اکثر حصے کے کرورہا کروڑ باشندوں میں کتابی وعملی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے یقین میں اضمحلال پیدا کرنے کی کوشش بظاہر مشکل ہی سے کامیاب ہوسکتی ہے۔ کچھ اس کا خیال بھی آتا ہے کہ "اسلام کی محمدی شکل" جب انسانی زندگی کے اس دستور العمل کی جس پر پیدا کرنے والا اپنے بندوں کو چلانا چاہتا ہے اسی کی جب یہ آخری شکل ہے تو ارحم الراحمین کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ نہ چلنے والے باغیوں کی وجہ سے دین پر چلنے کی راہ ان لوگوں کے لیے بھی بند کر دے گا۔ جو بہر حال اسی راہ پر چلتے ہوئے جینا اور مرنا چاہتے ہیں، امید تو اسی کی ہے کہ ان کے لیے سچے دین پر چلنے کا امکان بہر حال باقی رکھا جائے گا جیسا کہ عرض کیا گیا حالت ناگفتہ بہ حد و د تک بگڑتے ہوئے پہنچ چکی ہے جس کے بدلنے کے لئے دوسری عام تدبیروں کے ساتھ ساتھ زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ خود مسلمان دین پر چلنے کے جذبہ کو نئے سرے سے زندہ کریں ورنہ قدرت ہی کا ایک قانون ہے کہ طلب کسی چیز کی جب باقی نہیں رہتی تو رسد بھی بند کر دی جاتی ہے پچھلے دنوں کے سارے جاں گداز حالات سچ پوچھئے تو ان کے ذکر سے بھی شرم آتی ہے لیکن واقعہ کا اظہار کیسے نہ کروں بہ نسبت دوسروں کے یہ حال زیادہ تر اکتا جانے کی اسی کیفیت سے پیدا ہوا ہے جو دین کے متعلق خود مسلمانوں میں شعوری یا غیر شعوری طور پر بدقسمتی سے پیدا ہو گیا ہے اور آہ! کہ اس وقت تک بجائے گھٹنے کے عملی طور پر[1] اس کیفیت میں کمی تو کیا پیدا ہوتی بظاہر شدت ہی پیدا ہوتی چلی جارہی ہے۔

خیر میں کدھر نکل گیا، آئندہ کیا ہونے والا ہے، علیم وخبیر ہی اسے جان سکتا ہے اور اس وقت مستقبل کے متعلق مجھے کچھ لکھنا بھی نہیں ہے بلکہ اس وقت تک جن حالات سے گزرتے ہوئے موجودہ نسلوں تک دین پہنچا ہے میری بحث کا دائرہ اسی حد تک محدود ہے۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم امت میں دین کو جس حال میں چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے، اس وقت ایک حصہ

---

[1] "عملی طور پر" کا اضافہ میں نے جس لئے کیا ہے، ہر مسلمان جو اپنے حال سے واقف ہے غالباً اس اضافہ کی ضرورت تسلیم کرلے گا بعض علاقوں میں جہاں غیر قوموں سے مسلمانوں کو کش مکش کرنے کی ضرورت پیش آگئی ہے، وہاں دیکھا جارہا ہے کہ دین کی طرف واپسی کا چرچا زبانوں پر کچھ دنوں سے ذرا زیادہ چڑھ گیا ہے۔ لیکن جس سے معاملہ ہے کاش! بجائے "سمیع وعلیم" ہونے کے وہ صرف "سمیع" ہی ہوتا تو امید کی جاسکتی تھی کہ صرف سنا کر اس کو منا لینے میں ہم کامیاب ہوجائیں گے۔ لیکن سننے کے ساتھ جو دیکھتا بھی ہے اور ہر چیز جس حال میں ہے اس کو جانتا بھی ہے اس کے سامنے اس قسم کے چرچے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہیں کہ ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ رَبَّنَا تُبْ عَلَیْنَا وَارْحَمْنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۱۲

کی حالت تو وہی تھی جسے تبلیغ عام کی راہ سے ایک ایسا قالب عطا کر دیا گیا تھا کہ اس کی یافت میں اگلوں پچھلوں کی حالت کا ایک ہو جانا ناگزیر تھا۔ بحمد اللہ ہزار سال کے بعد بھی چند صدیاں گزر چکی ہیں، اس وقت تک دین کا یہ حصہ اسی حال میں موجود ہے۔ اور دوسرا حصہ دین ہی کا تھا جس کے متعلق اگلوں اور پچھلوں کو تو کیا برابر کیا جاتا خود عہدِ نبوت میں جو موجود تھے اُن لوگوں میں بھی اس کی اشاعت عمومی شکل میں اسی لئے نہیں کی گئی تھی کہ اس میں قصداً وارادۃً اس رنگ کو چاہا جاتا تھا کہ نہ پیدا ہو، جو دین کے پہلے حصہ میں اور اس حصہ کے مطالبہ میں یا اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔

آنحضرتؐ سے روایت کرنے والوں کی تعداد

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں کا یہ ثانی الذکر حصہ کچھ تو مذکورہ بالا کتابی شکل میں افراد کے پاس تھا لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا اس کی تعداد بہت محدود تھی اور زیادہ تر یہ ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا جن کے دل و دماغ کی تربیت دنیا کے سب سے بڑے معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ طیبہ میں ہوئی تھی اور جن واقعات کے تجربے و مشاہدہ کا موقعہ صحبتِ نبوت میں ان کو ملا تھا ان ہی کا تذکرہ دوسروں سے وہ کرتے تھے بعض لکھنے والوں نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ دین کا یہ حصہ جن لوگوں میں پھیلا کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تھے ان کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر تھی۔ اصابہ میں علی بن زرعۃ الرازی کے حوالہ سے یہ مشہور قول منقول ہے کہ :

توفّی النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم ومن رّاٰہ وسمع منہ زیادۃٌ علٰی مائۃ الفِ انسانٍ من رّجلٍ وّامرءۃٍ کلّھم قد روٰی عنہ سماعاً اوْ رُؤْیۃً۔ (اصابہ ج ۶ ص ۳۰)	وفات پا گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ جن لوگوں نے آپ کو دیکھا تھا اور آپ سے آپ کی باتیں سنی تھیں ان کی تعداد ایک لاکھ انسانوں سے زیادہ تھی جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں یہ ایک لاکھ سے زیادہ تعداد والی جماعت وہ ہے جس نے سن کر یا دیکھ کر آپ سے ان میں ہر ایک نے روایت کی ہے۔

[1] لیکن الخطیب نے خود ابوزرعہ رازی سے اپنی متصل سند کے ساتھ اس قول کو جو نقل کیا ہے اس میں بجائے ایک لاکھ کے ایک لاکھ چودہ ہزار ان صحابیوں کی تعداد بتائی گئی ہے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار یا رفتار کے متعلق کسی قسم کا علم لوگوں تک پہنچایا ہے۔ ابوزرعہ سے پوچھا بھی گیا تھا کہ اتنی بڑی تعداد ان صحابیوں کی کیسے ہو سکتی ہے۔ آخر اتنے آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کیسے سنیں اور آپ کو کہاں دیکھا۔ اس کے جواب میں ابوزرعہ نے کہا کہ مدینہ والے مکے والے اور ان دو شہروں کے بیچ میں جو لوگ آباد تھے اسی طرح عام اعراب و صحرا کے باشندے جو خدمت مبارک میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ نیز حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ جو شریک تھے اور عرفات کے میدان میں جن لوگوں نے آپؐ کی باتیں سنیں یا آپؐ کو کچھ کرتے دیکھا (تدریب الراوی ص ۲۰۶)۔ اسی کتاب میں سیوطی نے رافعی کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ساٹھ ہزار مسلمان (باقی بر صفحہ آئندہ)

لیکن اس سلسلہ میں جن بزرگوں کے معلومات حدیث کی کتابوں میں جمع ہو سکے ہیں یا اس وقت جن کے معلومات تک رسائی ممکن ہے غالباً ان کی تعداد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے الحاکم نے لکھا ہے کہ :

قَدْ رَوٰی عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّحَابَةِ اَرْبَعَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ وَّامْرَاَةٍ (مدخل ص ۷)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کی جماعت میں روایت کرنے والوں کی تعداد چار ہزار ہے جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روپوشی یعنی وفات کے بعد دین کا یہی حال تھا اس کے بعد کیا ہوا؟ اب کچھ قصہ اس کا سنئے :

عہدِ صدیقی اور تدوینِ حدیث

ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت کا زمانہ اگرچہ مدتاً ایک مختصر زمانہ ہے، کُل ڈھائی سال حکمرانی کا ان کو ملا اور وہ بھی ایسے حال میں کہ اچانک مختلف قسم کے فتنے اور فساد خود عرب میں بھی پھوٹ پڑے اور عرب سے باہر بھی ایسی تیاریاں تھیں جن کی طرف توجہ ضروری تھی، تاہم ان ہی حالات میں حدیث کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ کے تین اصولی اقدامات کا کتابوں میں تذکرہ کیا جاتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

حضرت ابوبکرؓ نے پانسو حدیثیں قلمبند کیں

جیسا کہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اگرچہ بظاہر ابوبکر صدیقؓ نے بہت زیادہ تجلد اور صبر و ثبات استقلال و استقامت کا اظہار کیا لیکن درحقیقت یہ ان کا ظاہر حال تھا ورنہ واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد ابوبکرؓ پر ان کی زندگی دوبھر ہو گئی تھی، عبداللہ بن عمر اور زیاد بن حنظلہ کے حوالہ سے ابن اثیر وغیرہ نے یہ قول نقل کیا ہے کہ

كَانَ سَبَبُ مَوْتِ اَبِیْ بَكْرٍ الْكَمَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۴)	ابوبکرؓ کی موت کی وجہ وہ اندرونی سوز و غم تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ان میں پیدا ہو گیا تھا۔

ایک ایسا جان لیوا اور جاں گداز غم جو آخر موت ہی پر منتج ہوا، شاید اسی اندرونی خلش اور سوزش کی تسکین کی یہ تدبیر حضرت

(باقی صفحہ گذشتہ) آپ کے بعد عرب میں موجود تھے جن میں تیس ہزار مدینہ میں اور تیس ہزار مختلف عربی قبائل میں پھیلے ہوئے تھے مگر خود اس تخمینہ کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ بخاری کی اس روایت کا لوگ اکثر تذکرہ کرتے ہیں جس میں کعب بن مالک جن کے ساتھ تبوک کی مہم میں بچھڑ جانے کی وجہ سے بڑا قصہ پیش آیا۔ وہ اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے کہ لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ ایک دیوان (دفتر) میں ان کے نام کا احاطہ نہیں کیا گیا تھا یا نہیں کیا جا سکتا تھا یعنی فرمایا کہ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَثِیْرٌ لَا یَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ یَعْنِی الدِّیْوَانَ ۔ یہ حضرت کعب کے اصلی الفاظ ہیں لیکن اس سے بھی کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوتی۔ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے کہ صحابہ کے حالات پر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں دس ہزار سے زیادہ تعداد نہیں پائی جاتی، حالانکہ لکھنے والوں نے سب ہی کا تذکرہ کیا ہے یعنی جن لوگوں کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو گیا تھا یا جو آپ کے سامنے پیدا ہو چکے تھے لیکن کمسن اور چھوٹے تھے۔

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سمجھ میں آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو معلومات ان کے دماغ میں تھے ان کو قلم بند کر کے اپنا جی بہلائیں مشاغل کے اس ہجوم اور کثرت کے باوجود جن میں خلافت کے بعد وہ گھر گئے تھے، اتنا وقت انہوں نے نکال لیا کہ دس بیس نہیں بلکہ پانسو حدیثوں کا ایک مجموعہ جو قریب قریب موطا امام مالک کی مرفوع حدیثوں کی تعداد کے مساوی[1] ہے۔ اپنے قلم سے لکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے تیار کر لیا۔ الذہبی نے ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ سے یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ

جَمَعَ اَبِی الْحَدِیْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَتْ خَمْسَ مِائَۃِ حَدِیْثٍ	جمع کیا میرے والد ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو اور یہ پانسو حدیثیں تھیں ۔

جس کے معنی یہی ہوئے کہ جس کام کو سو سال بعد حضرت امام مالکؒ نے موطا کی شکل میں انجام دیا۔ یہی کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ایک ایسی صورت میں انجام پا چکا تھا جس سے زیادہ بہتر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تدوینِ حدیث کے سلسلہ میں سوچی نہیں جا سکتی جو کہتے ہیں کہ ابتداً اسلام میں حدیثوں کو قلم بند نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں کاغذ دستیاب نہیں ہوتا تھا یا لکھنے والے میسر نہیں آتے تھے یا جہاد وغیرہ کے مشاغل کی وجہ سے اس قسم کے علمی کام کے لیے مواقع نہیں تھے، ان سارے احتمالات کا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عملی جواب دیا جا چکا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کفِ افسوس ملنے والے آج تدوینِ حدیث کی عام تاریخ پڑھ کر جو کفِ افسوس مل رہے ہیں ان کی آرزو ایسی شکل میں پوری ہو چکی تھی جس سے بہتر شکل سوچی نہیں جا سکتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے دینی اور سیاسی جانشین کے براہِ راست قلم کا لکھا ہوا حدیثوں کا یہ نسخہ حکومت کی طرف سے مسلمانوں میں اگر شائع ہو جاتا تو خیال کیجیے کہ آج پیغمبر کی ان حدیثوں کے متعلق کیا کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ سکتی تھی، الغرض آرزو کرنے والے حدیثوں کے متعلق جو کچھ آرزو اس زمانے میں کر رہے ہیں، ان کی وہی آرزو واقعہ کا قالب اختیار کر چکی تھی۔

جنھوں نے پیغمبر کے دین کے مصالح کو نہیں سمجھا ہے ان کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام کتنا بڑا مبارک اور ضروری اقدام قرار دیا جا سکتا ہے لیکن خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مصلحتوں کے پیشِ نظر دین کے اس حصہ کی اشاعت میں پوری کوشش اس پہلو پر صرف فرمائی تھی کہ عمومیت کا رنگ اس میں نہ پیدا ہو کیا ان پیغمبرانہ مصلحتوں پر پانی نہ پھر جاتا، اگر لکھنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی حکومت کی طرف سے عام مسلمانوں میں اس کو شائع بھی فرما دیتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ع

---

[1] موطا کے مختلف نسخے پائے جاتے ہیں جو حدیثوں کے تعداد کی کمی و بیشی کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے مسوّی شرح موطا میں ابوبکر ابہری کے حوالہ سے جو قول نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موطا میں مسند مرفوع حدیثیں چھ سو ہیں لیکن ابن حزم کا قول شاہ صاحب ہی نے نقل کیا ہے کہ شمار کردم آنچہ در موطا است پس یافتم از مسند پانصد و چند حدیث ص۱ مسوّی شرح موطا۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

اس جذبہ کی تائید تھوڑی دیر کے لئے ان کو عقل سے مل گئی۔ خیال آیا ہوگا کہ پیغمبر نے بھی تو اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بعض لوگوں کو حدیثوں کے لکھنے کی اجازت دے دی تھی پھر میں بھی اگر کچھ لکھ رہا ہوں تو اجازت کے اس دائرے سے باہر تو میرا یہ کام نہیں ہے لیکن اسی کے ساتھ اپنے اس جذباتی فیصلہ کے وقت شاید ادھر ان کا دھیان نہ گیا کہ جن کو کتابت حدیث کی انفرادی اجازت بارگاہِ نبوت سے ملی تھی ان میں کوئی ابوبکر بھی نہ تھا اور نہ ان میں نبی کا کوئی جانشین اور مسلمانوں کا دینی و سیاسی امیر تھا اور نہ ان میں کوئی ایسی ہستی تھی جس کا کام حکومت کا کام سمجھا جا سکتا تھا۔

اسی روایت میں صدیقہ رض کے بعض الفاظ جن کا ابھی ذکر آ رہا ہے، ان سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے کے بعد بجائے عام اشاعت کے اس نسخہ کو حضرت ابوبکر صدیق رض نے عائشہ صدیقہ رض کو رکھنے کے لئے دے دیا تھا، میں تو ان الفاظ سے یہ سمجھتا ہوں کہ کسی فوری جذبہ سے مغلوب ہو کر اس کام کو گو ابوبکر صدیق رض کر گزرے تھے لیکن ظاہر ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رض ہی کیوں ہوتے اور نبی کی جانشینی کے لیے ان کا انتخاب ہی کیوں ہوتا اگر اس مصلحت سے وہ قطعی طور پر خالی الذہن ہو کر اپنے اس کام کو اسی طرح بڑا کام تصور فرما لیتے جیسے اس زمانے کے آرزو کرنے والے سوچ رہے ہیں ان کا تو یہ حال ہے کہ آج یورپ یا امریکہ میں ابوبکر صدیق کے اس نسخہ کا اگر پتہ چل جائے تو اس کو اپنی ایک بڑی کامیابی قرار دے کر شاید آسمانوں کو سر پہ اٹھا لیں۔

تحقیق حدیث کے لئے اصولِ شہادت کی بنیاد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھی

پس اصلی کام دین کے اس حصے کے متعلق وہی "گج دار و مریز" کے اصول کی نگرانی تھی ایک طرف تو حضرت ابوبکر رض نے اس خطرے کے انسداد کے لئے کہ دین کے اس حصے میں عمومیت کا رنگ نہ پیدا ہو جائے جس کی عمومی اشاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی اپنے لکھے ہوئے مجموعہ کو ضائع بھی فرما دیا، لیکن اسی کے ساتھ آپ نے خبروں کی تحقیق و تنقید کے عام اصول کے سوا حضرت مغیرہ کے بیان کرنے پر جو یہ فرمایا کہ هل معك غيرك (کیا تمہارے ساتھ اس خبر میں کوئی دوسرا آدمی بھی شریک ہے) اگرچہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا تو صحیح نہ ہوگا کہ جیسے فصلِ خصومات کے لئے کم از کم شہادت کا نصاب دو ہے، اسی طرح اس نوعیت کی حدیثوں پر اعتماد کرنے کے لیے کم از کم دو راویوں کا ہونا ضروری ہے کیونکہ دین کے اس حصہ پر اعتماد کرنے کے لیے اس کو قانونی نصاب کی شکل اگر دے دی جائے گی تو ثابت کرنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نوعیت کی حدیثوں کی تبلیغ کم از کم دو آدمیوں کو ضرور فرماتے تھے حالانکہ یہ قطعاً غیر ضروری ہے، ایک ذخیرہ روایات کا پایا جاتا ہے جن کے متعلق خود صحابی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا ذکر اور کسی سے نہ کیا تھا۔ نیز دنیا کے عام کاروبار میں جیسے اس وقت تک دیکھا جا رہا ہے عہدِ نبوت میں بھی بقول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہی دستور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً ضرورتوں کے لیے ایک ہی آدمی کو روانہ فرمایا کرتے تھے لیکن یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے اس آدمی پر لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہو کہ:

اَنْتَ وَاحِدٌ وَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَاْخُذَ — تم تنہا اکیلے آدمی ہو اس لیے تمہیں اس کا حق نہیں ہے کہ ہم سے

مِنَّا مَالَمْ نَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ بَعَثَکُمْ عَلَیْنَا۔ (الرسالہ ص ۱۱۰)

کچھ اس وقت تک وصول کرو جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم یہ سن لیں کہ ہم لوگوں سے (صدقہ وغیرہ) وصول کرنے کے لئے، تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔

خود ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایتیں ایسی مروی ہیں جن کے تنہا وہی راوی ہیں خصوصاً وراثتِ انبیاءؑ والی روایت، اور پیغمبر کے مدفون ہونے کی جگہ وہی ہوتی ہے جہاں ان کی وفات واقع ہو۔ ان دونوں حدیثوں کے وہ تنہا راوی ہیں، اور ایک وہی کیا آپ کے بعد خلفاء اور دوسرے صحابہ صرف ایک صحابی کے بیان پر بھروسا کر کے حدیثوں کو عموماً مانتے رہے ہیں اس کے متعلق واقعات کی اتنی کثرت ہے کہ ان کو ایک جگہ اگر جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب ان سے تیار ہو سکتی ہے۔ الخطیب نے اپنی کتاب کفایہ میں لکھا ہے کہ ان روایتوں کو مستقل کتاب کی شکل میں انہوں نے جمع کر دیا ہے۔

بہر حال جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قسم لینا مزید اطمینان کی ایک تدبیر تھی نہ کہ اعتماد کی شرط تھی، بجنسہٖ یہی حال حضرت ابوبکرؓ کے اس طرزِ عمل کا ہے کہ اعتماد میں زیادہ قوت پیدا ہو جائے اس لیے آپ نے چاہا کہ کوئی اور صاحب بھی جانتے ہوں تو بیان کریں، اتفاقاً محمد بن مسلمہ بھی اس روایت کے جاننے والے نکل آئے۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ اگر محمد بن مسلمہ کی تائید نہ ملتی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مغیرہ کے بیان کو مسترد فرما دیتے۔

تاہم ان کے اس طرزِ عمل سے یہ سبق مسلمانوں کو ضرور ملا کہ دین کا یہی حصہ کیوں نہ ہو یعنی خبر الخاصہ بالواحد بعد الواحد کی راہ سے جو پہنچایا گیا ہے اس کے رد و قبول میں لاپروائی سے کام نہ لینا چاہیے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے بیان کرنے کے بعد بھی مزید تائید کا انہوں نے مطالبہ کیا تو جو صحابی نہیں ہیں خود سمجھنا چاہیے کہ ان کی روایتوں کے قبول کرنے میں مسلمانوں کو کس درجہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور غالباً وہ مزید اطمینان کے لئے شاید یہ سبق بھی اپنے اس طریقۂ کار سے دینا چاہتے تھے کیونکہ ان کے بعد ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں کہ اسی سنّتِ صدیقی کی پیروی کرتے ہوئے بعض صحابیوں کی روایت پر مزید تائید کا آپ نے بھی مطالبہ فرمایا بلکہ اپنی خاص فطرت کے لحاظ سے اس مطالبہ میں کچھ شدت کی راہ بھی اختیار کی[1]

---

[1] میرا اشارہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مشہور دلچسپ روایت کی طرف ہے۔ جو نسائی کے سوا صحاح ستہ کی ہر کتاب میں پائی جاتی ہے حاصل جس کا یہی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ اندر تھے۔ جیسا کہ اسلامی دستور ہے کہ اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے اجازت حاصل کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ باہر ہی سے حضرت عمرؓ کو سلام کیا لیکن جواب نہ آیا۔ دوسری دفعہ تیسری دفعہ بھی جب ان کو جواب نہ ملا تو لوٹ گئے۔ ان کا لوٹنا تھا کہ حضرت عمرؓ نے پیچھے سے اپنا آدمی یہ ہدایت کر کے روانہ کیا کہ ابوموسیٰ کو بلا کر لے آؤ۔ جب وہ آئے تو فرمایا تم نے جو کچھ آج کیا ہے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعلیم تم نے پائی ہے؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بتایا تھا کہ اجازت تین دفعہ لی جائے نہ ملے تو آدمی واپس لوٹ جائے اسی پر میں نے عمل کیا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اس طرح سچ پوچھئے تو خبر آحاد کے متعلق اس طرزِ عمل کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن رکھ دی تھی جس دن مغیرہ کی روایت کو سن کر آپ نے مزید شہادت کا مطالبہ فرمایا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہدِ خلافت

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت عمرؓ نے ذرا آنکھ نکالتے ہوئے فرمایا لتقیمن علیہ بینۃ (تم کو اس پر شہادت پیش کرنی پڑے گی) بعض روایتوں میں ہے کہ اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لافعلن (میں تمہارے ساتھ کچھ کروں گا) گویا دھمکی کی ایک شکل تھی، بعضوں میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ

اِنْ کَانَ ھٰذَا شَیْئًا حَفِظْتَہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھَا وَاِلَّا لَاَجْعَلَنَّکَ عِظَۃً۔ (جمع الفوائد بحوالہ خمسہ ص۱۴۴)

اگر یہ کوئی ایسی بات ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر تم نے یاد کر لیا ہے تو خیر ورنہ تم کو میں دوسروں کے لئے باعث عبرت بناؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقۂ گفتگو کے اس خاص انداز سے ابوموسیٰ کچھ گھبرا سے گئے۔ انصار کا ایک مجمع کہیں قریب میں تھا اسی مجمع میں پریشان حال پہنچے۔ سید القرا حضرت ابی بن کعب اس جماعت میں سب سے بڑے تھے۔ ان ہی سے یہ دریافت کرتے ہوئے کہ آپ لوگوں میں کوئی صاحب ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا ہو اور حضرت عمرؓ نے جو برتاؤ ان کے ساتھ کیا تھا اس کا بھی اظہار کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے جو مذاق شناس تھے وہ ان کے اس طرزِ عمل کو سن کر ہنس پڑے لیکن حضرت اُبیؓ نے ان لوگوں کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ یہ بیچارے تو پریشان ہیں اور تم لوگ ہنستے ہو۔ پھر کہا کہ اس حدیث سے تو غالباً ہم انصار میں جو سب سے عمر میں چھوٹا ہے وہ بھی واقف ہوگا۔ ابوسعید خدریؓ سب سے عمر میں چھوٹے تھے۔ ان ہی کو حکم دیا گیا، ابوموسیٰؓ کے ساتھ گئے اور ان کی حضرت عمرؓ کے سامنے توثیق کی۔ بہرحال یہ قصہ تو ختم ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوموسیٰؓ کو خوف زدہ پاکر کچھ حضرت ابی بن کعبؓ کو خیال آیا۔ اسی وقت یا اس کے کچھ دیر کے بعد وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا:۔

یَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَلَا تَکُوْنَنَّ عَذَابًا عَلٰی اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی اے ابن الخطاب (خدا نے تم کو مسلمانوں کا اگر امیر بنا دیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کے لئے تم عذاب نہ بنو۔

ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس شکایت کو سن کر جو واقعہ تھا اس کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ

سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّمَا سَمِعْتُ شَیْئًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُثْبِتَ

سبحان اللہ سبحان اللہ میں نے ایک بات سنی میں نے یہ چاہا کہ پایۂ ثبوت تک وہی بات پہنچائی جائے۔

بعض روایتوں میں اتنا اور اضافہ ہے کہ اسی کے ساتھ حضرت عمرؓ نے ابوسعید خدری کی مزید تائید کے بعد ابوموسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ

اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَتَّھِمْکَ وَلٰکِنْ خَشِیْتُ

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ غلط بیانی کے ساتھ تم کو میں متہم نہیں

یں وقتاً فوقتاً اس بنیاد کو زیادہ مستحکم کرنے کی کوشش کرتے رہے، ابوموسیٰ کے ساتھ نہیں بلکہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اوروں کے ساتھ بھی حضرت عمرؓ نے کئی دفعہ اسی طرزِ عمل کو دہرایا۔ ـلہ

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) اَنْ یَّتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کرتا لیکن مجھے اس کا اندیشہ پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی باتیں لوگ نہ منسوب کرنے لگیں۔

اور بات درحقیقت یہی تھی یہ نہ تھا کہ تنہا ابوموسیٰؓ کی روایت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعتماد نہ تھا ان کے حالات پڑھئے خدا جانے اس نوعیت کی حدیثوں میں یعنی صرف ایک صاحب کے بیان پر ان ہی حضرت عمرؓ نے کتنی دفعہ اعتماد کیا ہے، لیکن اس وقت ذرا سختی دکھا کر جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے صحابی جیسے ابوموسیٰ تھے ان کے ساتھ یہ سب کچھ کیا جا سکتا ہے تو جو صحابی نہیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ پیغمبر کی طرف لا پرواہی کے ساتھ باتوں کے منسوب کرنے کا انجام کیا ہو سکتا ہے اور میں تو سمجھتا ہوں کہ محدثین میں بعد کو "شواہد و متابعات" کا جو ذوق پیدا ہوا یعنی ایک ہی حدیث ممکنہ حد تک جتنے زیادہ طریقوں سے مل سکتی ہو ان طریقوں کے تلاش کرنے اور جمع کرنے میں عجیب و غریب والہانہ جذبات کا ظہور ان سے جو ہوا ہے کچھ تفصیل اس کی بھی گزر چکی ہے اور آئندہ بھی اپنے موقعہ پر ان کوششوں کا ذکر انشاء اللہ آئے گا خصوصاً امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں کی روایتوں کا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ منجملہ دوسرے امتیازات کے ایک بڑا امتیاز یہ بھی ہے یعنی شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں عموماً ان دونوں کتابوں کی روایتوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ

" طرق متعددہ دارد کہ یکے گواہِ دیگر تواند بود و ہر یکے متماسک بود۔" (مکتوبات شاہ ولی اللہؒ ص۲۱)

اور اسی چیز نے منجملہ دوسری خصوصیتوں کے ان دونوں کتابوں کے درجہ کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ حدیثوں کا کوئی مجموعہ ان کے ہم پلہ باقی نہیں رہا ہے۔ ۱۲

ـلہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ پُر لطف قصہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مکان کا ہے جو مسجد نبوی سے متصل تھا بیان یہ کیا جاتا ہے کہ مدینہ کی آبادی عہدِ فاروقی میں جب بہت زیادہ بڑھ گئی اور مسجد نبویؐ میں تنگی محسوس ہونے لگی تو اطراف و جوانب کے مکانات کو حضرت عمرؓ نے بیت المال سے خرید خرید کر مسجد کے ساتھ ملانا شروع کیا۔ آخر میں حضرت عباسؓ کا مکان رہ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بھی حکم دیا کہ فروخت کر دیجئے لیکن وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکم کی وجہ سے وہ اڑ گئے گو حضرت عمرؓ مختلف قسم کی رعایتوں کا ان کے ساتھ وعدے کرتے رہے لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔ آخر ایک دن طے ہوا کہ اس قصے کو پنچایت میں دے دیا جائے۔ ابی بن کعب سید القراء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دونوں نے حَکَم تسلیم کر لیا۔ قصہ ان کے پاس پیش ہوا۔ اُبَیؓ نے دونوں کے بیانات کو سن کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کا حکم داؤد علیہ السلام کو جب ہوا اور تعمیر میں جب وہ مشغول ہوئے تو کسی آدمی کا مکان درمیان میں کچھ ایسا حائل ہوا کہ اس مکان کا نقشہ اس سے بگڑتا تھا (یعنی تربیع یا چاروں سمت برابر ہو) اس میں نقص پیدا ہوتا تھا۔ اس شخص سے حضرت داؤدؑ نے کہا کہ فروخت کر دو مگر وہ راضی نہ ہوا آخر حضرت داؤدؑ نے دل میں طے کیا کہ (بزورِ حکومت) اس پر قبضہ کروں گا۔ حق تعالیٰ کو ان کا یہ ارادہ ناگوار گزرا۔ وحی ہوئی کہ داؤد میں نے تم کو حکم دیا کہ میری یاد کے لئے گھر بناؤ سو تم نے ارادہ کیا کہ غصباً اور زبردستی چھینی ہوئی زمین کو اس مکان میں شریک کرو، اگر میری شان یہ نہیں ہے کہ میرے گھر میں مغصوبہ زبردستی چھینی ہوئی چیز داخل ہو۔ اسی لئے کی تم کو یہ سزا دی (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)۔

حدیث سے متعلق عہدِ صدیقی کا ایک اہم وثیقہ اور اس پر مبسوط بحث

ہوا یہ جیسا کہ ہونا چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں راہوں سے یعنی خبر آحاد کے معلومات میں کمی و بیشی یا ان کے متعلق علم و عدم علم کی وجہ سے نیز رہتی دنیا تک تفقہ کی راہ دینی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے جو کھولی گئی تھی اس راہ میں نتائج و نظریات کے اختلاف کی وجہ سے قدرتی اختلاف کی جن شکلوں کا پیدا ہونا ناگزیر تھا، ان کی پیدائش کا سلسلہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے زمانے میں شروع ہو گیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ابن ابی ملیکہ کے حوالہ سے الذہبی نے جو یہ روایت نقل کی ہے کہ

اِنَّ الصِّدِّيْقَ جَمَعَ النَّاسَ بَعْدَ وَفَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكُمْ تُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهَا وَالنَّاسُ بَعْدَكُمْ اَشَدُّ اخْتِلَافًا فَلَا تُحَدِّثُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ شَيْئًا فَمَنْ سَاَلَكُمْ فَقُوْلُوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَاسْتَحِلُّوْا حَلَالَهٗ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهٗ۔
(تذکرۃ الحفاظ الذہبی ۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں روایت کیا کرتے ہو جن میں باہم اختلاف کرتے ہو اور تمہارے بعد کے لوگ اختلاف میں زیادہ سخت ہو جائیں گے پس چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کوئی بات نہ بیان کیا کرو پھر تم سے اگر کوئی کچھ پوچھے تو کہہ دیا کرو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اشتراک کا نقطہ اللہ کی کتاب ہے پس چاہیے کہ اس کتاب نے جن چیزوں کو حلال کیا ان کو حلال قرار دو اور جن باتوں کو حرام ٹھہرایا ان کو حرام ٹھہراؤ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ "تدوینِ حدیث" کی تاریخ میں عہدِ صدیقی کا یہ وثیقہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے خصوصاً اس کی اہمیت اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ یہ حکم کسی وقتی تاثر کا نتیجہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ روایت کے الفاظ سے جیسا کہ معلوم ہو رہا ہے صدیقِ اکبر نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی باضابطہ ایک مجلس منعقد کی اور اس مجلس میں انہوں نے اپنی اس تجویز کو پیش کیا ہے لیکن اس کا کیا مطلب ہے؟

مجھے اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ تجویز کے واقعی اگر یہی الفاظ تھے جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں تو ہر پڑھنے والا ان سے اسی نتیجہ تک پہنچے گا کہ حدیثوں کی روایت کے سلسلے کو حضرت ابوبکرؓ چاہتے تھے کہ آئندہ ہمیشہ کیلئے روک دیا جائے۔

فَلَا تُحَدِّثُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ شَيْئًا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کسی قسم کی کوئی بات نہ بیان کیا کرو

سے زیادہ واضح تعبیر اس مقصد کی اور کیا ہو سکتی ہے؟

مگر سوال یہ ہے کہ واقعی ان کا اگر یہی مطلب تھا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی اس تجویز کو مسلمانوں نے قطعی طور پر مسترد کر دیا

نہ صرف پچھلے ہی زمانے میں بلکہ صحابہ بھی ہمیشہ حدیثوں کی روایت میں مشغول رہے اور دوسروں کو کہا کہا جائے اس تجویز کا علم تو ہم تک ایک ہی روایت اور سند کی راہ سے پہنچا ہے لیکن بیسیوں روایتیں دلالت کرتی ہیں کہ ابوبکر صدیق رضؓ خود اپنی تجویز کی مخالفت کرتے رہے ازالۃ الخفاءؔ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تخمینہ ہے کہ

نزدیک بصدؔ و پنجاہ حدیث از مرویاتِ او درست محدثین باقی ماندہ است (ج ۲ص ۲۴)

تقریباً ایک سو پچاس حدیثیں حضرت ابوبکر کی روایت کی ہوئیں محدثین کے ہاتھوں میں باقی رہ گئی ہیں۔

ابن جوزی نے ایک سو بیالیس [۱۴۲] حدیثوں کا ذکر بقی بن مخلد کی مسند کے حوالہ سے کیا ہے (دیکھو تلقیح صفحہ ۱۸۵) کچھ بھی ہو مذکورہ بالا تجویز والی ایک روایت کے مقابلہ میں سوڈیڑھ سو روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ بلکہ متعدد روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دوسروں سے صدیقِ اکبر رضؓ پوچھتے تھے کہ کوئی حدیث پیش آنے والے واقعہ کے متعلق ان کو معلوم ہو تو بیان کریں۔ مجھ ہی سے کچھ دیر پہلے یہ سن چکے کہ میراثِ جدہ میں حضرت ابوبکر رضؓ نے صحابیوں سے پوچھا کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کا علم کسی کے پاس ہو تو بیان کرے۔

سوال یہی ہے کہ پھر آخر ان کی اس تجویز کا واقعی مقصد کیا تھا، قطع نظر ان باتوں کے کہ نہ عام مسلمانوں ہی نے ان کی اس تجویز پر عمل کیا اور نہ صحابہ نے ان کے اس حکم کی پروا کی بلکہ خود ان کا طرزِ عمل ان کی اس تجویز کے خلاف ہی نظر آتا ہے۔ اصولی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو منع نہیں کیا تھا بلکہ گزر چکا کہ تکثیر سے روکتے ہوئے لوگوں کو اس کے عمل پہ آمادہ فرمایا تھا یعنی کثرتِ اشاعت سے روکتے ہوئے حدیثوں کی روایت کرنے والوں کی ہمت افزائیاں کی گئی ہیں جن پہ تفصیلی بحث گزر چکی۔

بہر حال میرا مطلب یہ ہے کہ کسی روایت کے چند الفاظ کو لے کر اس پہ اس لئے اصرار کرنا کہ اپنی خواہش کی ان سے تائید

لہ شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے یہ سوال اٹھا کر کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل صحبت پیغمبر کے ساتھ ان کے گوناگوں تعلقات وغیرہ امور کے لحاظ سے مذکورہ بالا تعداد حدیثوں کی بہت تھوڑی معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ خود ہی جواب دیا ہے کہ حدیثوں کی روایت کا زیادہ تر موقعہ صحابیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ملا۔ بیچارے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چونکہ آنحضرتؐ کے بعد دنیا میں رہنے ہی کا زیادہ موقعہ نہ ملا اور جو ملا بھی سو خلافت اور اس زمانے کی سیاسی پیچیدگیوں کے نذر ہو گیا۔ نیز ان کے زمانے میں ایسے لوگ جن کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں حاضری کی سعادت میسر نہیں آئی تھی بہت کم مدینہ پہنچے تھے، صحابہ زیادہ تر ان ہی لوگوں سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ ورنہ جو خود شرفِ صحبت سے فیض یاب تھے "محتاج نشاندہی نیابے از احادیث توسط لے بلکہ اکثر آں حدیث از زبانِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ بودند" (ج ۲ ص ۲۴) نیز ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ حدیثوں کے بیان کرنے کی ضرورت واقعات و حوادث کے پیش آنے کے وقت ہوئی تھی ابوبکر صدیق رضؓ کو اتنی تھوڑی مدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملی کہ وقائع ان کے سامنے کم پیش آئے۔

ہوتی ہے، نہ یہ دین ہی کا تقاضا ہے، اور نہ علمی دیانت داری میں اس قسم کی خیانتوں کی گنجائش ہے حقیقت جوئی یا واقعہ کی تحقیق کا طریقہ یہ نہیں ہے بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اپنے خود تراشیدہ اوہام یا من مانے خیالات کو دوسروں پر خواہ مخواہ مسلط کرنے کی یہ ایک غلط اور مجرمانہ تدبیر ہے۔

آئیے اب اس روایت کے سارے الفاظ کا مطالعہ دوسرے واقعات کی روشنی میں کیجئے پہلے اس کو دیکھئے کہ مجلس میں اپنی تجویز کو رکھنے سے پہلے تمہیدی تقریر حضرت ابو بکرؓ نے جو فرمائی تھی اس کے الفاظ کیا تھے۔

اِنَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَادِیْثَ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْہَا وَالنَّاسُ بَعْدَکُمْ اَشَدُّ اِخْتِلَافًا۔	تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں روایت کیا کرتے ہو، جن میں باہم اختلاف کرتے ہو اور تمہارے بعد لوگ اختلاف میں زیادہ سخت ہو جائیں گے۔

میرے خیال میں حضرت ابو بکرؓ کے یہ الفاظ معمولی الفاظ نہیں ہیں بلکہ ناگزیر قدرتی اختلافات کو ذریعہ بنا کر مسلمانوں میں ارادی و اختیاری مخالفتوں کے طوفان جو اٹھائے گئے ان ہی اختلافات کی طویل تاریخ میں یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ دوسرا حادثہ تھا جس سے مسلمان دوچار ہوئے تھے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پہلا حادثہ تو اس سلسلہ کا وہی تھا جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی قرآن کے قرأتی اختلافات سے قریب تھا کہ پھوٹ پڑے اور قریب تھا کیا معنی؟ جن واقعات کا ذکر کر چکا ہوں، ان کو دیکھتے ہوئے تو کہا جا سکتا ہے کہ فتنہ کی آگ بھڑک چکی تھی اور آپ نے دیکھا کتنی بڑی بڑی ہستیاں اس مغالطہ کی شکار ہو چکی تھیں، بلکہ بعضوں کا تو ایمان ہی خطرے میں آ چکا تھا وہ تو نبوت کا مبارک عہد تھا، سر اٹھانے کے ساتھ ہی نبوت کی طاقت سے فساد کے شعلوں کو دبا دیا گیا میں تو سمجھتا ہوں کہ:

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ لَیْسَ مِنْہَا اِلَّا شَافٍ کَافٍ	اتارا گیا ہے قرآن سات حرفوں پر نہیں ہے ان حروف میں کوئی حرف مگر سب کے سب شفا بخش اور کافی ہیں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد و مسند و النسائی)

کے مسلسل اعلانات کے ساتھ ساتھ عملی طور پر آں حضرتؐ قرأت قرآن کے قدرتی اختلافات کی برداشت کرنے کی صلاحیت و عادت صحابہ میں اگر پیدا نہ کر دیتے، تو مسلمانوں کی ارادی مخالفتوں کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہمیت شاید یہی اختلاف حاصل کر لیتا کیونکہ براہِ راست اس کا تعلق قرآن سے تھا، اختلاف پسند جھگڑالو طبائع کے لئے قرآن کا لفظ ایک ایسی طاقت کی حیثیت رکھتا تھا کہ چاہنے والے جتنا چاہتے اسے بڑھا سکتے تھے لیکن فتنہ کی اس آگ کو چونکہ ابتداء ہی میں نبوت کی قوت بجھا چکی تھی، اگرچہ ماننے والوں نے گو پچھلی صدیوں میں کرید کرید کر اس کو بھڑکانے کی کوششیں کیں، لیکن رائے عامہ نے ان اغوائی کوششوں کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ کم از کم میں نہیں جانتا کہ قرأت قرآن کے قدرتی اختلافات نے کسی اسلامی ملک میں کسی زمانے میں کسی اجتماعی فتنہ کی شکل اختیار کی ہو[1] بظاہر ایسا معلوم

---

[1] اور چاہنے والوں نے اس سلسلہ میں کمی کیا کی؟ جن لوگوں نے قرآنی الفاظ کے خاص تلفظ اور خاص لہجوں کی مشق کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے اور "القراء" کا لفظ جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں عام علماء کے مفہوم کو ادا کرتا تھا بتدریج عام علماء سے ہٹتے ہوئے خاص ان ہی پیشہ ورو ں
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ہوتا ہے کہ اس قرآنی اختلاف کے مذکورہ بالا حادثہ کے بعد مسلمانوں کی ارادی مخالفتوں کی تاریخ میں یہ دوسرا حادثہ تھا۔ جو

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کے لیے مختص ہو گیا، یعنی خاص تلفظ اور خاص لہجہ میں قرآن پڑھنے کی مشق جن لوگوں نے حاصل کی ہے ان ہی کا نام "قرأ" ہو گیا خواہ اس مشق کے سوا اسلامی علوم میں سے کسی علم کا ایک حرف بھی ان کو نہ آتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ عرب جس طریقہ سے عربی الفاظ کا تلفظ کرتے ہیں، اسی تلفظ کے ساتھ قرآنی الفاظ کو ادا کرنا ایک اچھی بات ہے اور میرے نزدیک تو ایسے لہجہ میں قرآن کا پڑھنا جس سے اس کی تاثیری کیفیت میں اضافہ بھی ہو، یہ بھی کوئی بُری بات نہیں ہے اگرچہ بعض لوگوں کو اس سے اختلاف ہے، بہرحال بجائے خود تلفظ اور لہجہ کے متعلق "القرأ" کی کوششیں محمود کوششیں ہیں۔ لیکن یہ کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ جس پر قرآن نازل ہوا اس نے تو قولاً و فعلاً بار بار اس اس پر اصرار کیا کہ تلفظ کے قدرتی اختلافات کو ارادی مخالفتوں کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور جس سے جس طرح بن آئے اسی طرح قرآن پڑھنے کی اسے اجازت دی جائے۔ عربی لہجہ یا تلفظ میں قرآن پڑھنے والوں کو ان بیچاروں کے تلفظ اور لہجہ کو برداشت کرنا چاہیے جو خالص عربی تلفظ کے ساتھ قرآنی الفاظ کو ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے ابوداؤد وغیرہ صحاح کی کتابوں میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ہم لوگ قرآن پڑھ رہے تھے وَفِيْنَا الْاَعْرَبِيُّ وَالْاَعْجَمِيُّ یعنی ہم میں بعض لوگ عربی (عرب کے باشندے) تھے اور بعض عجمی (غیر عربی ممالک) کے بھی لوگ تھے۔ آگے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو خطاب کر کے فرمایا "اِقْرَءُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ" یعنی "پڑھے جاؤ سب ٹھیک ہے"۔ صحاح ہی کی مختلف کتابوں مثلاً ترمذی میں ہے کہ اس کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے جو ملی کہ قرآن سات حرفوں میں نازل ہوا ہے اور سب کافی اور شفا بخش ہے تو بارگاہِ الٰہی میں یہ اس درخواست کے جواب میں بشارت ملی تھی جو حضورؐ نے یہ کہتے ہوئے پیش کی کہ میری امت میں بوڑھے مرد بھی ہیں بوڑھی عورتیں بھی ہیں، جوان لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ لَمْ يَقْرَءُوْا كِتَابًا (جس نے کوئی کتاب نہیں پڑھی) یعنی ناخواندہ لوگ بھی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ایسی صورت میں ایک عجمی مسلمان پر اس لئے طعن کرنا کہ وہ بیچارا ضاد کے حروف کو اس مخرج سے ادا کرنے پر قادر نہیں ہے جس سے عرب اس لفظ کو نکالتے ہیں، کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے۔ السیوطی نے اتقان میں امام ابوشامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بعض کم علم لوگوں نے پھیلا دیا ہے کہ حدیث میں "سبعۃ احرف" کے الفاظ جو آئے ہیں ان سے مراد قرأت کے مشہور سات مکاتب ہیں، ان لوگوں کی اس جرأتِ بے جا کی بھی انہوں نے شکایت کی ہے جو کہتے ہیں کہ قرأت کے مقررہ طریقوں سے جو قرآن نہیں پڑھتا وہ خطاکار ہے بلکہ بعضوں نے تو کفر تک کا فتویٰ صادر کر دیا دیکھو اتقان ج ۱ ص ۱۱۵۔ کچھ بھی ہو اجمالی طور پر بحمد اللہ مسلمانوں پر پیغمبر کی تعلیم ہی کا اثر ہے کہ ان پیشہ ور قاریوں نے جیسا کہ آپ نے دیکھا کفر تک بات پہنچائی ہے لیکن محض اس لئے کہ ان قاریوں کے طریقے سے قرآن پڑھنا چونکہ نہیں آتا اس لئے قرآن کی تلاوت کسی نے ترک نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ وقت اور موقع ہو تو پیشہ ور قاریوں سے آدمی ضرور مشورہ لے لے لیکن قرآن کی تلاوت کو ان کے مشورہ پر موقوف نہ رکھے۔

اِقْرَءُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ (پڑھے جاؤ سب ٹھیک ہے)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی سعادت حاصل کرتے چلے جانا چاہیے ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافتِ صدیقی کے زمانہ میں رونما ہوا جیسا کہ صدیقِ اکبرؓ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ باہمی مخالفت کی اس شکل نے ان ہی حدیثوں کی راہ سے سر اٹھایا تھا جن کا علم کئی ہزار صحابہ میں بکھرا ہوا تھا اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ان حدیثوں کے پہنچانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خاص طریقہ اختیار کیا تھا، یہ اس کا لازمی نتیجہ تھا، یعنی عام طور پر ان حدیثوں کے متعلقہ معلومات کے علم میں لوگوں کی حالت متفاوت اور مختلف تھی اختیار تو کیا گیا تھا یہ طریقہ اس لئے کہ مسلمانوں کی زندگی میں اس سے سہولت پیدا ہوگی بڑھنے والوں کے لیے بڑھنے کی راہیں کھلی رکھی گئی تھیں لیکن اسی کے ساتھ مجرم ہونے سے ان لوگوں کو بچا لینا مقصود تھا جو آگے بڑھنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں رکھتے۔

مگر جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس قسم کی حدیثوں کا یہ اختلاف اور تفقہ کے جس دروازے کو قیامت تک پیش آنے والی دینی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے کھلا رکھا گیا تھا جس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کا شرعی کلیات و نصوص کی روشنی میں ایک ہی نتیجہ تک پہنچنا ضروری نہ تھا۔ ناگزیر اختلافات کی یہ دونوں شکلیں ایسی تھیں کہ ہلکی سی لغزش سے یہ آتش فشاں پہاڑوں کی شکل اختیار کر سکتے تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان اس کی ایک تاریخی شہادت ہے کہ سابق الذکر یعنی حدیثوں والے اختلاف سے لادی مخالفت کی پیدائش کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ان کے زمانے میں شروع ہو چکا تھا۔ اسی لیے "تدوین حدیث" کی تاریخ میں ان کی تمہیدی تقریر کے ان الفاظ کو ایک خطرناک منزل کا نشان سمجھتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ طیبہ میں جن بزرگوں کی تربیت ہوئی تھی خصوصاً قرآنی قرأت کے اختلافات کے ذریعہ سے اس قسم کے اختلافات کی برداشت کرنے کی صلاحیت جن لوگوں میں آپ پیدا کر چکے تھے جب ان ہی میں حدیثوں کے اس اختلاف نے یہ رنگ اختیار کرنا شروع کیا تھا تو آئندہ اختلاف کی اس شکل میں کتنی شدت پیدا ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ اس کی پیش بینی اور کون کر سکتا تھا انہوں نے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا اسی لئے باضابطہ صحابہ کی ایک مجلس کو انہوں نے مدعو کیا ان کی پیش بینی نے جس خطرے کو ان کے سامنے بے نقاب کیا تھا مجلس کے سامنے اسی کو واضح کرتے ہوئے اس خطرے کے انسداد کی جو تدبیر ان کی سمجھ میں آئی تھی، اسی کو ایک تجویز کی شکل میں ان لوگوں کے سامنے آپ نے رکھا، میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تمہیدی تقریر کے مطلب کو سمجھ لینے کے بعد ان کی انسدادی تدابیر کے سمجھنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی، کیونکہ جس خطرے کے پیش آجانے کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ دے رہے ہیں۔ اس خطرے سے تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً دوچار ہونا پڑا ہے، حتیٰ کہ ابھی کچھ دن پہلے اسی سرزمینِ ہند میں مسلمانوں کی حکومت کا اقتدار جس وقت ختم ہوا خواہ بجائے خود اسلام اور اسلامی قوانین سے اس حکومت کے تعلق کی نوعیت کچھ بھی ہو لیکن آتا تو بہرحال ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ کسی نئی بات کو چھیڑ کر مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کی آگ بھڑکانا آسان نہیں ہے لیکن حکومت کے اس دباؤ کے ختم ہونے کے ساتھ ہی جائز یا ناجائز مزاحمتوں کا اندیشہ دلوں سے نکل گیا۔ اور خواہ نیک نیتی سے ہو یا بدنیتی سے طرح طرح کے مشورے مسلمانوں کو ملنے لگے۔ اسی سلسلے میں جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے یہاں سب سے مجھے بحث نہیں ہے، بلکہ ان احباب سے معافی چاہتے ہوئے جن کے دل کے آبگینوں کو ٹھیس لگاتے ہوئے مجھے خود بھی تکلیف محسوس ہو رہی ہے مگر کیا کروں، واقعہ کے اظہار کے بغیر شاید صحیح طور پر میں اس چیز کے سمجھانے میں کامیاب بھی نہیں ہو سکتا جس کے سمجھانے رہنے

اس تازہ تاریخی مثال کا میں نے انتخاب کیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس تاریخی مثال کے جو اعاظم رجال وا کابر ابطال تھے اب وہ بیچارے تو دنیا میں موجود بھی نہیں ہیں پھر بھی بچے کھچے ان کے نام لیواؤں کا خیال آہی جاتا ہے جو اپنے گزرے ہوئے ان ہی بزرگوں کے نشان سرمزار کی حیثیت سے اس طویل دعریض ملک کے بعض گوشوں میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں، اب کچھ بھی ہو کہنا یہ چاہتا ہوں کہ احیاءِ سنت و قمع بدعت اور خدا جانے کن کن الفاظ، کن کن ارادوں، کن کن نیتوں کے ساتھ کچھ دن پہلے اسی ملک ہندوستان میں اٹھنے والے یہ کہتے ہوئے جو اٹھے تھے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی زندگی جس کے صدیوں سے وہ پابند چلے آرہے ہیں غیر مسنون زندگی ہے، پھر اس غیر مسنون زندگی کو مسنون زندگی بنانے کے لئے اسی خبر الخاصہ یا خبر الآحاد والی حدیثوں کے ذخیروں سے ان بزرگوں نے جن جن کمان ہی حدیثوں کا انتخاب کیا جو ابتداءً اسلام ہی سے ناگزیر قدرتی اختلافات کے رنگ سے رنگین تھے، وہ خود بھی جانتے تھے یا ان کو جاننا چاہئے تھا کہ اختلافات کی یہ صورت کوئی نئی بات نہیں ہے نیز آگاہ کرنے والے ہر زمانہ میں جیسے مسلمانوں کو آگاہ کرتے چلے آئے تھے ہندوستان کے مسلمانوں پر بھی جہاں تک میں جانتا ہوں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا تھا جس میں ان کو چونکانے والے یہ کہہ کہہ کر نہ چونکاتے رہے ہوں کہ ان اختلافات کی حیثیت وہ حیثیت نہیں ہے جو کفر و اسلام بلکہ طاعت و عصیان کے اختلافات کی ہوتی ہے۔ خود حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ ضریحہ، جن کی طرف منسوب کرنے والے یہ چاہتے ہیں کہ اسی غلط تحریک کی قیادت اور اولیت کو منسوب کر دیں وہی ایک جگہ نہیں بلکہ اپنی مختلف کتابوں میں صاف صاف لفظوں میں یہ اعلان کر چکے تھے کہ ان اختلافات کی ہر صورت اور ہر شکل صحیح اور درست ہے صرف ان ہی مسائل اور نتائج کی حد تک شاہ صاحب کا یہ فیصلہ محدود نہ تھا، جن کا تعلق تفقہ اور اجتہاد سے تھا۔ میں نے اپنی کتاب "تدوینِ فقہ" میں فقہی و اجتہادی اختلافات کے متعلق شاہ صاحب کے اقوال مختلف کتابوں سے نقل کر کے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں اور صحیح محل ان کے ذکر کا وہی کتاب تھی بھی، بہرحال ان ہی اجتہادی مسائل کی حد تک نہیں بلکہ خبر آحاد والی حدیثوں کی بنیاد پر جو اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، ان کے متعلق بھی شاہ ولی اللہؒ اس قسم کی عبارتیں چھوڑ کر دنیا سے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ روانہ ہوئے تھے مجھے خیال آتا ہے کہ اسی مضمون میں کسی موقعہ پر شاہ صاحب کے اس قول کو ان کی کتاب انصاف سے میں نقل کر چکا ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ

> "ایسے اختلافی مسائل جن میں صحابہ کے اقوال ہر پہلو کی تائید میں ملتے ہیں مثلاً عیدین و تشریق کی تکبیریں، محرم کا (بحالت احرام حج) نکاح کرنے کا حکم، یا تشہد (التحیات) کے کلمات جو ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہیں یا آمین یا بسم اللہ کو آہستہ یا زور سے پکار کر کہنا یا نماز کی اقامت میں بجائے دو دو دفعہ کے ایک ایک دفعہ اقامت کے کلمات کو ادا کرنا یہ اور اس قسم کی ساری باتوں میں اختلاف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی صورت یہ سمجھی جاتی ہے کہ شریعت کے مطابق ہے اور اس کی مخالف شکل غیر شرعی شکل ہے بلکہ سلف کا اختلاف اگر تھا بھی تو اس میں تھا کہ ان دو مختلف صورتوں میں اولیٰ اور بہتر شکل کیا ہے ورنہ دونوں شکلوں کو شرعی شکل قرار دینے پر سب ہی متفق تھے"۔
>
> (انصاف ص ۸۹)

اسی موقعہ پر شاہ صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہی وجہ تو ہے کہ ہر مسلک کے فقیہوں کے فتووں اور ہر مسلک کے قاضیوں کے فیصلوں کی سب ہی تصحیح کرتے ہیں، بضرورت ایک امام کے مسلک کو ترک کر کے دوسرے امام کے مسلک کے اختیار کرنے کی مسلمانوں کو جو اجازت

دی گئی ہے تو اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ فقہ کے سارے اختلافی مسائل کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ شریعت کے دائرہ سے کوئی باہر نہیں ہے۔

اور ایک شاہ ولی اللہ صاحب کیا ؟ اسلام کے جلیل القدر ائمہ ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ان سارے بزرگوں کے اقوال اسی نقطۂ نظر کی تائید میں کتابوں میں موجود ہیں، ان ائمہ سے پہلے تبع تابعین بھی ہمیشہ مسلمانوں کو یہی سمجھاتے رہے ۔ چونکہ زیادہ تر ان اقوال کا تعلق ان اختلافات سے ہے جن کا اجتہاد و تفقہ کے نتائج سے تعلق ہے اس لیے بجائے تدوینِ حدیث کے جیسا کہ میں نے عرض کیا ان کے ذکر کا موزوں مقام وہی کتاب تھی۔ لیکن خبرِ آحاد کی حدیثوں سے اختلافات کے متعلق تنہا شاہ ولی اللہ تنہا آدمی نہیں ہیں ان سے پہلے بھی علماء اور ائمہ نے اسی نقطۂ نظر کا اظہار ان اختلافات کے متعلق بھی کیا ہے یعنی زیادہ سے زیادہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ان مسائل میں بہتر شکل کیا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے زیادہ مطابق صورت اس مسئلہ میں کیا ہو سکتی ہے ؟ ابوبکر الجصاص نے خبرِ الواحد بعد الواحد کے اختلافات کا تذکرہ کر کے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ :

"ان حدیثوں کی بنیاد پر مسائل کی جتنی شکلیں پیدا ہوتی ہیں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان میں جس شکل کو چاہیں اختیار کریں فقہاء اور ائمہ میں یہ اختلاف صرف اس میں ہے کہ ان شکلوں میں افضل و بہتر شکل کیا ہے"۔

(تفسیر جصاص ج ۱ ص ۴۰۴)

بلکہ الجصاص اور ان کے سوا معتبر علماء کا ایک گروہ وہ بھی ہے جو خبر احاد کی ان اختلافی روایتوں کے متعلق ایک خیال یہ بھی رکھتا ہے کہ

"مختلف روایتوں کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ یہ بتانے کے لئے کہ مسلمان ان شکلوں اور پہلوؤں میں سے جس شکل اور جس پہلو کو چاہیں اختیار کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کر کے دکھایا ہو تاکہ معلوم رہے کہ ساری صورتیں جائز ہیں"۔

(تفسیر جصاص ج ۱ ص ۴۰۴)

ائمہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان ان اختلافی آثار و روایات کے متعلق زیادہ تر یہی تھا (جس کی تفصیل تدوینِ فقہ میں ملے گی کیونکہ امام کی اہمیت فقہ کے باب میں زیادہ تر ان کے اسی رجحان کی وجہ سے ہے)۔

یہی نہیں بلکہ براہِ راست جن لوگوں کی دینی و علمی تربیت صحابۂ کرام کے زیرِ سایہ ہوئی تھی اپنے زمانے میں ان کی طرف سے بھی بار بار اسی نقطۂ نظر کا اعلان ہوتا رہا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کے صاحبزادے قاسم بن محمد کا شمار مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں ہے وہ بچپن ہی میں اپنی پھوپھی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آغوشِ تربیت میں یتیم ہو جانے کی وجہ سے آ گئے تھے۔ اجتہادی مسائل کے اختلافات کے متعلق ان کے اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے جو اقوال کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان دونوں حضرات میں جو گفتگو ان اختلافات کے متعلق ہوئی اور آخر میں دونوں نے ان اختلافات کے ہر پہلو کے جواز پر جو اتفاق فرمایا، بقدرِ ضرورت ان سارے قصوں کو اپنی کتاب "تدوینِ فقہ" میں نسبتاً زیادہ تفصیل سے میں نے بیان کیا ہے[1] یہی نہیں کہ

---

[1] حافظ ابو عمر بن عبدالبر نے اپنی متصل سند کے ساتھ رجاء بن جمیل کے حوالہ سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

صرف اجتہادی و فقہی نتائج ہی کی حد تک ان بزرگوں کا یہی نقطۂ نظر تھا بلکہ خبر احاد والی حدیثوں سے جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی اس کا اندازہ حافظ ابو عمرو بن عبدالبرؒ کی اس روایت سے ہو سکتا ہے جس کا ذکر اپنی کتاب جامع بیان العلم میں متصل سند کے ساتھ انہوں نے کیا ہے یعنی اسامہ بن زید کہتے ہیں :-

سَأَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْمَا لَمْ تَجْهَرْ فِيْهِ فَقَالَ اِنْ قَرَأْتَ فَلَكَ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسْوَةٌ وَاِذَا لَمْ تَقْرَأْ فَلَكَ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسْوَةٌ۔	میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا کہ جن فرض نمازوں میں زور سے قرأت نہیں کی جاتی ان میں امام کے پیچھے پڑھنے (یعنی سورۂ فاتحہ کے پڑھنے) کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اس پر قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اگر تم پڑھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں تمہارے لیے نمونہ ہے اور نہ پڑھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں ہی میں اس کا نمونہ تمہارے لیے موجود ہے۔

(جامع ج ۲ ص ۸۰)

جاننے والے جانتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کی قرأۃ کے مسئلہ میں جو اختلافات ہیں ان اختلافات کا تعلق تفقہ و اجتہاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور قاسم بن محمد دونوں حضرات جمع ہوئے اور حدیثوں کا تذکرہ شروع ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا جا رہا تھا کہ قاسم جس حدیث کا تذکرہ کرتے عمر بن عبدالعزیز اس کے مقابلہ میں ایسی روایت پیش کر دیتے جس کا مفہوم قاسم کی پیش کردہ روایت کے مخالف ہوتا آخر دیر تک جب گفتگو اسی رنگ میں ہوتی رہی تو عمر بن عبدالعزیز نے محسوس کیا کہ قاسم بن محمد ان کے طریقۂ کار سے کچھ گرانی محسوس کر رہے ہیں یہ دیکھ کر عمر بن عبدالعزیز نے قاسم سے کہنا شروع کیا، آپ اس کی گرانی کیوں محسوس کر رہے ہیں۔ آخر میں عمر بن عبدالعزیز کا اس باب میں جو خیال تھا اسی کو ان الفاظ میں ظاہر فرمانے لگے :

"صحابہ کی روایتوں میں جو اختلافات پائے جا رہے ہیں میں سچ کہتا ہوں کہ ان اختلافات کے معاوضہ میں سرخ اونٹوں سے میں اتنا خوش نہیں ہو سکتا جتنا کہ ان اختلافی روایات سے خوش ہوں "

"سرخ اونٹ" ایک عربی محاورہ تھا انہوں جس کی قیمت کا مقابلہ کوئی دوسری چیز نہ کر سکے اسے عرب "سرخ اونٹ" کہتے تھے کیوں کہ سرخ اونٹ سے زیادہ قیمتی چیز عربوں کی نگاہ میں کوئی دوسری چیز نہ تھی۔ بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی اسی گفتگو ہی کا شاید یہ اثر تھا کہ بعد کو قاسم بن محمد مختلف جلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں روایات کا اختلاف اگر نہ ہوتا تو میرے نزدیک یہ کوئی خوشگوار بات نہ ہوتی۔" آج ان ہی اختلافات کا نتیجہ ہے کہ لوگ اس تنگی میں نہیں ہیں جو ایک ہی قول یا روایت کی وجہ سے پیدا ہو جاتی۔ اب تو آزادی سے ان بزرگوں کے مختلف اقوال میں سے جس قول پر بھی عمل میسر آ جائے وہ کامیاب ہے۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۸۰)

سے نہیں بلکہ خبر احاد کی حدیثوں کے اسی ذخیرے سے ہے جس میں امام کے پیچھے پڑھنے اور نہ پڑھنے دونوں طرح کی ایسی حدیثیں ملتی ہیں جنہیں روایت کرنے والوں نے قولاً و فعلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، بلکہ اگر میں یہ دعویٰ کردوں تو اس کی مشکل ہی سے تردید ہوسکتی ہے کہ خبر احاد کی روایتوں سے جتنے اختلافات پیدا ہوئے ہیں، ان میں قرأت خلف الامام کا مسئلہ غالباً سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے نہ صرف پچھلی صدیوں میں بلکہ عہد صحابہ میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ خصوصی طور پر بحث و تمحیص کا مرکز یہ مسئلہ بنا ہوا تھا مگر اس سلسلہ میں ایسے شدید "مختلف فیہ" کے متعلق بھی ہمارے پاس اتنا واضح اور صاف تاریخی فیصلہ جب موجود ہے تو نسبتاً ان ہی حدیثوں کی بنیاد پر جن اختلافات کی اہمیت بہت کم ہے ان کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ حدیثوں ہی کی بنیاد پر سہی، جو اختلافات پائے جاتے ہیں ان کی نوعیت ایسے حلال وحرام امور کی ہے جن پر حرمت و حلت کا حکم شریعت کے اس حصہ کے نصوص پر مبنی ہے جس کی تعبیر قرآن نے "البینات" سے کی ہے۔ امام مصر لیث بن سعد جن کے حالات کا تذکرہ کسی موقعہ پر گزر چکا ہے، ان کے حوالہ سے یحییٰ بن سعید القطان نے یہ کتنی پختہ بات نقل کی ہے یعنی لیث کہا کرتے تھے:

مَا بَرِحَ أُولُوا الْفَتْوٰى يُفْتُوْنَ
فَيُحِلُّ هٰذَا وَيُحَرِّمُ هٰذَا
فَلَا يَرَى الْمُحَرِّمُ أَنَّ الْمُحِلَّ
هَلَكَ لِتَحْلِيْلِهٖ وَلَا يَرَى
الْمُحِلُّ أَنَّ الْمُحَرِّمَ هَلَكَ
لِتَحْرِيْمِهٖ۔

فتویٰ دینے والے لوگ ہمیشہ سے فتویٰ دیتے ہوئے اگرچہ
کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام ٹھہراتے چلے آرہے ہیں
لیکن ان فتویٰ دینے والوں میں سے کسی کو نہیں پایا گیا کہ حرام
قرار دینے والے یہ سمجھتے ہوں کہ حلال ٹھہرانے والے تباہ ہوگئے
یعنی دین سے خارج ہوکر نجات سے محروم ہوگئے، اسی طرح
حلال ٹھہرانے والوں نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ اسی مسئلہ کے متعلق
حرمت کا فتویٰ دینے والے ہلاک و تباہ ہوگئے۔

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۸۰)

اور سچ پوچھئے تو کتابوں میں اگرچہ اس قسم کے اختلافی نتائج پر بھی حلال و حرام کے الفاظ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے لیکن یہ صرف خطرناک قسم کی غلطی ہی نہیں بلکہ میرے نزدیک تو بڑی جسارت ہوگی، اگر حرام و حلال کے الفاظ کا وہی مطلب یہاں بھی سمجھا جائے جو شریعت کے "بیناتی" حصہ میں حلال و حرام کے الفاظ کا مطلب ہوتا ہے، آخر اتنی بات تو تقریباً ہر عامی مسلمان بھی جانتا ہوگا کہ جس چیز کو "البینات" کے نصوصِ صریحہ میں مثلاً حرام قرار دیا گیا ہے اس کی حرمت کا انکار کرکے جو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دے گا، یا برعکس اس کے "البینات" میں جو چیزیں حلال ٹھہرائی گئی ہیں ان کو حرام قرار دینے والا دونوں کا اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا وہ گناہ کے نہیں بلکہ جرم بغاوت کے مجرم بن جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے منکر کا جو انجام ہوگا وہی انجام اس قسم کے باغیوں کے سامنے بھی آئیگا۔

پھر کیا کسی حدیث کی بنیاد پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کسی چیز کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اور حنفی مذہب میں بجائے حلت کے اسی چیز کی حرمت کے پہلو کو ترجیح دی گئی ہو، کیا حلت و حرمت کے یہ اختلافات جو خبر احاد کی حدیثوں پر مبنی ہیں، محض ان کی بنیاد پر مجال ہے کسی حنفی کی جو امام شافعی رح کے متعلق اس کا بھی اندیشہ کر سکتا ہے کہ اس فتوے کی وجہ سے فضل و قرب کے مدارج و مراتب میں ان کے کسی قسم کی کوئی کمی ہو گئی ہے، یقیناً نہ کوئی حنفی یہ تصور کر سکتا ہے اور نہ کرتا ہے اسی طرح میں نہیں جانتا کہ باوجود ان تمام اختلافات

کے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ یا دعائے خیر کرنے سے کسی شافعیؒ کے دل میں تنگی پیدا ہوتی ہو۔ فقہی مسائل کے اختلافات کی کیا نوعیت ہے اور خود ائمہ اجتہاد و تفقہ سے ان اختلافات کے متعلق جو باتیں کتابوں میں ملتی ہیں میں نے کتاب "تدوین فقہ" میں سب کو سمیٹ کر ایک ہی جگہ پر جمع کر دیا ہے یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی معلومات کے تازہ کرنے کے لئے اس کا مشورہ ضرور دوں گا کہ ناظرین "تدوین فقہ" کے اس حصہ کا اس موقعہ پر مطالعہ کر لیں[1]۔

میں ذکر مسلمانانِ ہند کی تاریخ کے اس حادثہ کا کر رہا تھا جس میں زوالِ حکومت کے بعد اچانک اس ملک کے مسلمان مبتلا ہو گئے تھے وہی حادثہ جس میں دیکھا گیا تھا کہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں نے رزم گاہوں کا قالب اختیار کر لیا، نماز کی صفیں نماز کی صفیں نہیں بلکہ باضابطہ جنگ کی صفیں بن گئی تھیں جو نماز نہیں پڑھتے تھے ان کو نہیں بلکہ نماز پڑھنے والوں کو نمازوں ہی کے پڑھنے والے اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹک رہے تھے۔ آپس میں لاٹھیاں اور جوتے صرف اس لئے چل رہے تھے کہ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ہاتھ بھی تم نے کیوں نہیں اٹھایا، یا امام ولا الضالین پر جب پہنچا تو اس پر نہیں کہ تم نے آمین کیوں نہ کہی کیوں کہ آمین تو سب ہی کہتے ہیں جھگڑا اس پر تھا کہ صرف خدا ہی کو تم نے آمین کا یہ لفظ کیوں سنایا، خدا کے بندے جو تمہارے دائیں بائیں کھڑے تھے ان کو بھی اس لفظ کے سننے کا موقعہ کیوں نہ دیا۔ مسلمانوں ہی کا ایک گروہ دوسرے گروہ کو مسلمانوں ہی کی مسجدوں سے نکال رہا تھا، اس لئے نکال

---

[1] "تدوین فقہ" میں علاوہ ائمہ اربعہ دوسرے ائمہ اجتہاد کے اقوال بھی آپ کو ملیں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کہنے والے یہ جو کہتے ہیں کہ ائمہ نے یا علماء نے اختلاف کیا بجائے اس کے یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ علماء نے وسعتِ نظر سے کام لیا۔ امت کے لئے سہولت بہم پہنچائی ہے' امام احمد بن حنبل سے پوچھنے والے نے جب پوچھا اور کہا کہ کیا آپ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں جس کا وضو آپ کے فتویٰ کی رو سے باقی نہیں رہا ہے اگرچہ دوسرے ائمہ کے قول کے مطابق اس کا وضو نہ ٹوٹا ہو، اسی طرح کے بعض دوسرے جزئیات کا بھی اس نے ذکر کیا تو جواب میں فرمانے لگے کہ اے شخص تو کیا کہتا ہے میں سعید بن المسیب (جو افضل التابعین سمجھے جاتے ہیں) ان کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا کیونکہ اس مسئلہ میں سعید کا مذہب بھی یہی تھا کہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی موقعہ پر میں نے یہ بھی نقل کیا ہے اور تقریباً یہ روایت درجۂ شہرت تک پہنچی ہوئی ہے کہ امام مالک سے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے باصرار بلیغ کہا کہ آپ کے فقہی اجتہادات کو میں بزورِ شمشیر مسلمانوں میں چاہتا ہوں کہ نافذ کرا دوں اس پر امام مالک نے شدت سے اس کو منع کیا اور کہا کہ جس علاقہ کے مسلمان جن امور کے پابند ہو چکے ہیں ان کو اسی حال میں چھوڑ دو۔ میں پوچھتا ہوں کہ امام مالک اگر ان مسائل کو جو ان کے اجتہادی مسائل سے مخالف تھے قطعی طور پر خلاف شرع سمجھتے تھے تو کوئی وجہ ہو سکتی تھی کہ جن کے نفاذ کا ایک بہترین ذریعہ ان کو مل گیا تھا اس سے نفع نہ اٹھاتے اور مسلمانوں کو غلط مسائل پر قائم رکھنے کا مشورہ دیتے؟ الغرض اسی قسم کی باتیں تقریباً تمام ائمہ کے حوالہ سے اس کتاب میں نقل کی گئی ہیں، کتاب "تدوینِ فقہ" جو ابھی غیر مطبوع ناکمل حال میں ہے اس کا یہ حصہ جس میں فقہی اختلافات کے اس پہلو کا ذکر آیا ہے مجلہ تحقیقاتِ علمیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں شائع ہو چکا ہے جامعہ کے تحقیقاتی شعبہ سے غالباً یہ مل سکتا ہے۔ نیز برہان وغیرہ شہری مجلات میں بھی قسط وار یہ سلسلہ شائع ہو چکا ہے۔ ناشرین چاہیں تو صرف اسی مطبوعہ حصہ کو بھی شائع کر کے دین کی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ بڑی تقطیع کے سو صفحات پر ٹائپ کے حروف میں یہ مقالہ شائع ہوا ہے

رہا تھا کہ امام نماز میں قرآن کے جس حصہ کو پڑھتا ہے تم نے اُسے سُنا کیوں؟ بجائے سننے کے تم بھی اسی کے دہرانے میں کیوں مشغول نہ ہو گئے جیسے امام اپنی طرف سے اور تمہاری طرف سے پڑھ رہا تھا اور بات اسی تک ختم ہو جاتی تو سمجھا جا سکتا تھا کہ خیر ایک حد پر پہنچ کر وہ ختم ہو گئی لیکن قصہ تو یہاں تک دراز ہوا کہ مسلمانوں کی دنیا جن لوگوں نے جبراً ان سے چھینی تھی ان ہی کے سامنے بخوشی و رضا یہ اپنے دین کو لے کر بھی پہنچے جن کی عدالتوں میں پیٹ کے جھگڑوں کے لیے جانے پر تو سمجھا جاتا تھا کہ مسلمان مجبور ہیں ان ہی عدالتوں کے حکام کے پاس وہ اللہ کی کتاب اور جن کتابوں میں انکے رسولؐ کی حدیثیں تھیں ان سب کتابوں کو لے کر حاضر ہوئے یہ کہتے ہوئے حاضر ہوئے کہ آپ ہی بتائیے کہ ہم دونوں فریقوں میں ان کتابوں کی رُو سے واقعی مسلمان کون ہے اور مسلمانوں کی مسجدوں کے استعمال کا قانونی حق کسے حاصل ہے۔ طیش کی آگ اور غصہ کے شعلوں میں ایمانی غیرت اور اسلامی حمیت کا سارا سرمایہ جل کر بھسم ہو چکا تھا ان فیصلوں پر خوشی کے شادیانے بجائے جاتے تھے جو اللہ اور رسول کے جھٹلانے والوں کی طرف سے کوئی فریق حاصل کرتا تھا اور ان ہی فیصلوں کی آڑ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولؐ ماننے والی امت کی ایک جماعت عبادت گاہوں سے دھکیلی جا رہی تھی جو نہ عیسائیوں کے گرجے تھے اور نہ یہودیوں کی سنی گاگ، بلکہ یہ کیسا دل خراش منظر تھا کہ مسلمانوں کی مسجدوں سے مسلمانوں ہی کو نکالا جا رہا تھا کہ جو مسلمان نہیں تھے ان ہی حکام سے ان کے نکالنے کا فیصلہ خود مسلمانوں نے مسلمانوں کے لیے حاصل کیا تھا۔

سوال یہی ہے کہ زیادہ دن نہیں آج سے تیس چالیس سال پہلے غیروں کی تالیوں اور اپنوں کی گالیوں کے درمیان رسوائیاں اور برسر بازار فضیحتوں کے مذکورہ بالا قصے جن کی آگ نصف صدی کے قریب قریب ہندوستان کے مختلف گوشوں کے تقریباً ہر اس گھر میں بھڑکی ہوئی تھی جس میں قرآن کی پڑھنے والی اور رسول کو ماننے والی امت آباد تھی۔ یہی میں پوچھتا ہوں کہ ارادی مخالفتوں کی اس آگ کے سلگانے میں کام لینے والوں نے کس چیز سے کام لیا تھا؟ الی اختلافات کے سوا آپ ہی بتائیے اور بھی کوئی چیز تھی جن کا ان حدیثوں کے علم و علم کی وجہ سے پیدا ہو جانا ایک قدرتی بات تھی جو پیغمبر کی ہی طرف سے عمومی رنگ میں اس لئے نہیں پھیلائی گئی تھیں کہ ان کے مطالبہ اور گرفت میں نرمی اسی تدبیر سے پیدا ہو سکتی تھی اور اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فَلَا تُحَدِّثُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ شَیْئًا (رسول اللہ ؐ کی طرف منسوب کر کے کوئی بات نہ بیان کرو) اس کا مطلب بھی مذکورہ بالا تفصیلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے سوا اور کیا سمجھا جائے کہ ارادی مخالفتوں کو پیدا کرنے کے لئے حدیثوں کے بیان کرنے سے وہ منع فرما رہے ہیں، ورنہ جیسا کہ گزر چکا روایتِ حدیث سے مطلقاً ممانعت کی تجویز اگر ہم اس کو قرار دیں گے تو خود ان کے طرزِ عمل، صحابہ کے طرزِ عمل بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے خلاف العیاذ باللہ یہ تجویز ہو گی، بلکہ آگے انہوں نے جو یہ فرمایا کہ

"جب تم سے کوئی بات پوچھے تو کہہ دیا کرو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔"

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس تجویز کا تعلق ان ہی لوگوں سے ہے جو ارادی مخالفتوں کی آگ بھڑکانے کے لیے حدیثوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتے اور پھیلاتے ہیں انہوں نے اسی لئے قاعدہ ہی بتا دیا کہ جب کبھی اختلافی اغراض کے لیے حدیثوں کے متعلق کوئی پوچھ گچھ، کنج وکاؤ شروع کرے تو اعلان کر دینا چاہئے کہ مسلمانوں کو اتفاقی نقطہ پر سمٹے رہنے کے لئے وہی باتیں کافی ہیں جنھیں

"البینات" کی شکل میں قرآن میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ حاصل یہی ہوا کہ قرآن کے "البینات" پر متحد ہو جانے کے بعد ضرورت نہیں ہے کہ غیر بنیاتی مسائل بھی ایک ہی نقطہ پر مسلمانوں کو جمع کرنے کی فضول کوشش کی جائے کہ اس کوشش سے بجائے ختم ہونے کے اختلاف بڑھے گا۔ بڑھتا ہی چلا جائیگا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلیں تم سے زیادہ اختلاف میں سخت ہو جائیں گی۔ بہرحال دین کے غیر بنیاتی حصے کے متعلق صحیح مسلک یہی ہے اور اسی کو ہونا چاہیئے کہ باہم مسلمان اس سلسلہ میں ایک دوسرے کے اختلاف کے برداشت کرنے کی صلاحیت اور گنجائش اپنے اندر پیدا کریں، قرآن کے قرأتی اختلاف کو ذریعہ بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں اسی گنجائش کے پیدا کرنے کی مشق صحابہ سے کرائی اور ابوبکر صدیقؓ نے اپنی مذکورہ بالا تجویز کو پیش کرتے ہوئے میرا خیال یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مبارک منشا کی تعمیل پر ان مسلمانوں کو آمادہ کرنا چاہا تھا جو ان کے زمانہ میں موجود تھے اپنے عہد کے لوگوں کو بھی انہوں نے اسی حکم کی تعمیل کی طرف توجہ دلائی۔ خبر احاد والی روایتوں کی بنیاد پر اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں فساد اور فتنے سے بچنے کی ایک دوامی تدبیر یہ بتا دی کہ جب وہ پیدا ہو یا اس کے پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو اس زہر کے ازالہ کی یہی صورت ہے کہ قرآن کے "البینات" پر سمٹ جانے اور جمع ہونے کی دعوت مسلمانوں کو دی جائے، دین کے غیر بنیانی مسائل کے ناگزیر قدرتی اختلافات ارادی واختیاری جنگ و جدال کی شکل اختیار نہ کرنے پائیں، اس خطرے کے انسداد کی واحد تدبیر یہی ہے ورنہ "البینات" سے ہٹ کر "غیر بنیاتی" مسائل میں بھی ایک ہی مسلک کا پابند مسلمانوں کو بنانے کا ارادہ جب کبھی کیا جائے گا درحقیقت یہ اجتماع و اتفاق کی دعوت نہ ہوگی بلکہ مسلمانوں کو مختلف ٹکڑیوں میں بانٹنے کی طرف خطرناک اقدام ہوگا، پس سیدھا، صاف، روشن راستہ "لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ" کا یہی ہے کہ "البینات" میں جو ایک ہیں وہ بہرحال ایک ہیں خواہ "غیر بنیاتی مسائل" میں وہ جس حد تک مختلف ہوں۔ اس اختلاف سے ان کا اتحاد قطعاً متاثر نہیں ہوتا۔ اختلاف کے ساتھ اتحاد' اور اتحاد کے ساتھ اختلاف کی یہی حکیمانہ درمیانی راہ تھی، جس کی عملی مشق کا موقعہ مسلمانوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی ملا اور ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں قریب تھا کہ راہ سے مسلمان ہٹ جائیں لیکن یہ ہونے سے پہلے فتنے کے اس سرچشمہ پر ہمیشہ کے لئے آپ نے ایک ایسی ڈاٹ لگا دی کہ وقت پر اگر اس کی خبر نہ لی جاتی تو بقول سعدیؒ ہاتھیوں سے بھی اس سیلاب کا روکنا ناممکن تھا[1]۔ صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانے میں بھی لوگوں کو اسی مسلک پر قائم رکھنے کی کوشش کی اور آئندہ رہتی دنیا تک کے لئے آپ نے اختلاف کے ساتھ اتحاد کو باقی رکھنے کا یہ کارگر بے خطا نسخہ مسلمانوں کے حوالہ فرما دیا کہ اتحاد کا معیار ہمیشہ دین کے بنیاتی حصہ کو رکھا جائے جس کی تعبیر حضرت والا نے "کتاب اللہ" کے لفظ سے فرمائی۔

جیسا کہ شروع میں میں نے عرض کیا تھا کہ اپنی تیرہ ساڑھے تیرہ سو سال کی طویل تاریخ میں مسلمانوں کی وسیع و عریض امت جو کروڑہا کروڑ کی تعداد میں دنیا کے اکثر حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ دین کے غیر بنیاتی حصہ میں اختلافات رکھتے ہوئے بھی ان کی اکثریت عظیمہ اہل السنت والجماعت کی ایک ہی جماعت کی شکل میں جو پائی جا رہی ہے تو یہ اسی حکیمانہ تدبیر کا نتیجہ ہے اور جب کبھی غیر دینی یا اندرونی یا بیرونی مؤثرات کے دباؤ نے مسلمانوں کو اس راہ سے منحرف کیا ہے تو وہی صدیقی دعوت جس کا حاصل یہی ہے کہ:

---

[1] گلستان سعدی کے مشہور مکتبی شعر

سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل چو پر شد نہ شاید گرفتن بہ پیل

کی طرف اشارہ ہے۔

"ہمارے اور تمہارے درمیان (اشتراک کا نقطہ) اللہ کی کتاب ہے آؤ ہم سب اس کی حلال کی ہوئی باتوں کے حلال ہونے پر اور حرام کی ہوئی باتوں کے حرام ہونے پر جمع ہو جائیں۔"

ہمیشہ کام آئی، اور مسلمانوں کی دینی وحدت کی محافظ بن گئی۔ پچھلے دنوں ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی غیر بنیاتی مسائل کے اختلافات شروع ہوئے اور بعض لوگوں میں اس کا جوش پیدا ہوا کہ اختلافی حدیثوں سے پیدا ہونے والے نتائج میں جن پہلوؤں کو اپنے معلومات کی بنیاد وہ زیادہ بہتر اور راوِلی سمجھتے تھے ان ہی پہلوؤں کا پابند ہندوستان کے ہر مسلمان کو بنا دیں لیکن پوری صدی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ ان کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ "البینات" پر متحد ہو جانے کے بعد غیر بنیاتی مسائل کے اختلافات کے برداشت کرنے کی گنجائش اب ان میں بھی پیدا ہو چکی ہے اب وہ بھی کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں محسوس کرتے جو آمین زور سے نہیں کہتا یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے ہوئے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ حقیقت ان پر واضح ہو چکی ہے بطور نام نہاد کے اپنے مسلک کو ایک خاص نام سے موسوم کر کے جی رہے ہیں۔ شاید یہ نام بھی زیادہ دن تک باقی نہ رہے گا۔[1]

---

[1] پچھلے چند دنوں سے دیکھا جا رہا ہے کہ نام پر بھی اتفاق ان میں باقی نہیں رہا ہے، بعض اپنے آپ کو بجائے اہل حدیث یا عامل بالحدیث یا محمدی وغیرہ الفاظ کے کبھی "شافعی" کبھی "حنبلی" وغیرہ بھی کہنے لگے ہیں۔ "حنبلی" ہو جانے کے بعد وہی بات سامنے آ جائے گی جو پہلے سے چلی آ رہی تھی، میں عرض کر چکا ہوں کہ لفظ "حنفی" کے ساتھ حنفی یا شافعی وغیرہ الفاظ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ سارے حنفی و شافعی وغیرہ مسلمانوں میں جس کی شخصیت قدسیہ "غوثیتِ کبریٰ" کے مقام سے سرفراز سمجھی جاتی ہے اور مانا جاتا ہے کہ جن کا قدم مبارک "علی رقبۃ کل ولی" ہے یعنی سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ "حنبلی" ہیں۔ اس موقعہ پر ایک لطیفہ کا بار بار خیال آ رہا ہے، میں نے براہِ راست بانی ندوۃ العلماء حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت سنی ہے کہ حضرت کے پیر و مرشد مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس اللہ بغفرانہ کی خدمت میں فرقۂ اہلِ حدیث کے ایک ممتاز و نمایاں عالم وہیں حاضر ہوئے۔ مولانا ابراہیم سے جب ملاقات ہوئی تو حضرت گنج مرادآبادی نے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ عامل بالحدیث ہیں۔ بولے جی ہاں الحمد للہ۔ مولانا نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے وقت کونسی دعا پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت یاد نہیں ہے پوچھا کہ گھر سے نکلتے وقت کیا پڑھتے تھے بولے وہ بھی یاد نہیں ہے الغرض یوں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات اور مقامات میں جو دعائیں پڑھا کرتے تھے جیسے اکثر مولویوں کو عموماً یاد نہیں ہوتیں، مولوی صاحب بیچارے کو بھی یاد نہ تھیں۔ تب مولانا نے ان ہی اہلِ حدیث مولوی صاحب کو خطاب کر کے کہنا شروع کیا کیوں مولانا! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اختلافی حدیثوں کو یاد کیا ہے لیکن جن حدیثوں کے متعلق کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے ان کے یاد کرنے کی ضرورت کو عمل بالحدیث کے لیے آپ نے ضروری خیال نہ کیا۔ کیا اسی کا نام "عمل بالحدیث" ہے۔ کہتے ہیں کہ مولوی ابراہیم جھینپ سے گئے۔ مولانا محمد علی مرحوم یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ کی حاضری کے زمانہ میں مولوی ابراہیم نے ایک خواب دیکھا اور اسی خواب کے بعد حنفی مسلک پر واپس ہو گئے تھے۔ شاید اس مضمون کا ایک مکتوب بھی مولوی ابراہیم کا لکھا ہوا حضرت مولانا محمد علی کے پاس موجود تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ایک مختصر سی بات کے لئے غیر معمولی طور پر مجھے طول کلامی سے کام لینا پڑا لیکن سچ پوچھئے تو دیکھنے کی حد تک ابوبکر صدیق رضؓ کے مذکورہ بالا الفاظ مختصر نظر آتے ہیں لیکن سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ "تدوینِ حدیث" کی تاریخ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خدمت ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے عہد صدیقی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے متعلق صرف دو مسئلے اہمیت رکھتے تھے یعنی ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ یہ تو پہلی خدمت تھی جس کی نگرانی ہر مسلمان کے فرائض میں داخل تھی اس کے ساتھ دوسری اہم خدمت جیسا کہ بہ تفصیل بیان کر چکا ہوں یہی تھی کہ ان حدیثوں کی اشاعت میں چاہا جاتا تھا کہ عمومیت کا ایسا رنگ نہ پیدا ہوتے پائے جس کے بعد نرمی اور مساحت کی وہ کیفیت ان میں باقی نہیں رہ سکتی تھی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان حدیثوں کے مطالبہ اور گرفت میں بہر حال باقی رکھنا چاہتے تھے۔ ہر شخص تک ان حدیثوں کو نہ پہنچانا، مکتوبہ مجموعے جو آپ کے زمانے میں لکھے جا چکے تھے ان کا ضائع کرا دینا عمومی طور پر آئندہ ان حدیثوں کے لکھنے سے لوگوں کو منع کر دینا۔ ابوبکر صدیق رضؓ کا اپنے ہاتھ سے جمع کی ہوئی حدیثوں کو نذرِ آتش کر دینا یہ اور اس کے سوا اس سلسلہ میں جن دوسرے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے، بتا چکا ہوں کہ غرض و غایت سب کی یہی تھی اور عہدِ صدیقی سے ان ہی حدیثوں کے متعلق مسلمانوں کے ذمہ یہ تیسری خدمت سپرد ہوئی کہ مسلمانوں کو لڑانے بھڑانے، ان کی ایک ٹولی کو دوسری ٹولی سے جدا کرنے کا ذریعہ ان حدیثوں کو نہ بنایا جائے۔ بالفاظِ دیگر گویا سمجھنا چاہیئے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضؓ نے مسلمانوں کو اس کا ذمہ دار بنایا کہ خبرِ احاد کی حدیثوں میں انفرادی معلومات کے لحاظ سے قدرتاً جو اختلافات رہ گئے ہیں ان کو ارادی اختیاری مخالفتوں کی آگ بھڑکانے کا ایندھن اگر کوئی بنانا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے اس غلط استعمال سے اس کو روکا جائے اس میں شک نہیں عملی طور پر تدوینِ حدیث کی تاریخ میں حضرت ابوبکر رضؓ کی اس خدمت کا اور اس کی قدر و قیمت کا لوگوں نے بہت کم تذکرہ کیا ہے بلکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ابوبکر صدیقؓ کی طرف مذکورہ بالا روایت جو منسوب کی گئی ہے گزرنے کی حد تک تو تاریخ حدیث کے پڑھنے والوں کے سامنے دوسری روایتوں کے ساتھ یہ روایت بھی گزرتی رہی ہوگی لیکن اس کا واقعی کیا مطلب ہے، ٹھہر کر سوچنے کی ضرورت شاید ہی کسی نے محسوس کی ہو لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ عملاً ابوبکر صدیق رضؓ کی عائد کی ہوئی اس ذمہ داری کو صحابہؓ نے قبول کیا اور بعد کو بھی تقریباً ہر زمانہ میں مسلمانوں کو اس باب میں ہم صحابۂ کرامؓ کی اس روش کا پابند پاتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کے جو مختلف معلومات ان حدیثوں کے متعلق تھے، اور ان میں ہر ایک اسی پر عامل تھا جو وہ جانتا تھا، لیکن عملی اختلاف کے باوجود آج تک کوئی ایسا واقعہ منقول نہیں ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے کسی صحابی نے دوسرے صحابی کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کیا ہو یا ان اختلافات کی بنیاد پر اپنے دین کو کسی صحابی نے دوسرے کے دین سے الگ قرار دیا ہو، بلکہ جہاں تک میں جانتا ہوں شاید ہی کسی صحابی نے اپنی دینی زندگی کو دوسرے صحابی کی دینی زندگی سے افضل و برتر خیال کیا ہو، کم از کم کوئی روایت مجھ تک تو ایسی نہیں پہنچی ہے، صحابہ کا بھی طرزِ عمل یہی تھا، جسے ان کے فیض یافتوں یعنی تابعین نے دیکھا تھا کچھ دیر پہلے حضرت قاسم بن محمد کا یہ فتویٰ جو میں نے نقل کیا تھا کہ پوچھنے والے نے امام کے پیچھے قراءت کے متعلق جب حضرت سے سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"کہ اگر پڑھو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں اس کا نمونہ موجود ہے اور نہ پڑھو گے تو اس کا نمونہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں تم کو ملے گا۔"

اپنی حکمرانی کے زمانے میں سلف صالح کے جن بزرگوں اور ان بزرگوں کے علم و تحقیق پر بھروسا کر کے دین کے غیر بنیادی شعبہ میں جن پہلوؤں کو ہندوستان کے مسلمانوں نے افضل و اولیٰ قرار دے کر غیروں کے سامنے اس کفرستان میں اپنے مذہبی نظام کی وحدت و یک رنگی کے دل آویز سماں کو سیکڑوں سال محفوظ اور قائم رکھا تھا مگر زوالِ حکومت کے ساتھ ہی نہ معلوم کن اسباب و مؤثرات کے تحت اچانک بعضوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کا علم اور ان کی تحقیق سلف کے ان بزرگوں کے علم و تحقیق سے زیادہ بہتر اور صحیح ہے جن پر مسلمانانِ ہند نسلاً بعد نسل بھروسا کرتے چلے آتے تھے اس خیال کے زیرِ اثر عام مسلمانوں سے ہٹ کر اگر اپنے علم اور اپنی تحقیق کے وہ صرف پیرو بن جاتے تو شاید شکایت کرنے والوں کو ان سے کوئی شکایت نہ ہوتی لیکن وہ آگے بڑھے اور عہدِ صحابہ و تابعین کے تربیت یافتہ دماغوں، اسی عہد کے تقویٰ و طہارت سے منور قلوب کے فیصلوں سے بدکا بدکا اور بھڑکا بھڑکا کر وہ اپنے دماغوں کے پیدا کیے ہوئے نتائج کی تقلید کی دعوت احیاءِ سنت یا اتباعِ سنت کے نام سے اس ملک میں مسلمانوں کو دینے لگے، قرآن جس فعل کو جرم ٹھہرا چکا تھا اور مختلف الفاظ میں اس کے حرام ہونے کا قطعی اعلان کر رہا تھا تفریق بین المسلمین کا یہ فعل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک نہ جرم ہے اور نہ کوئی ایسا کام ہے جو نص قطعی کے رو سے حرام قرار پا چکا تھا، وہ بدترین جرم کا ارتکاب صرف اسی لیے کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو ایسی باتوں کے پابند بنانے میں شاید وہ کامیاب ہو جائیں جن کی پابندی سے انحراف خود ان کے نزدیک بھی نہ جرم تھا اور نہ گناہ۔ ان جائز پہلوؤں میں جن کا ہر پہلو شرعی حدود سے باہر نہ تھا زیادہ سے زیادہ وہ پہلو بہتر اور افضل تھا جس کے لیے وہ یہ سب کچھ کر رہے تھے۔

اللہ اللہ خبر احاد کی حدیثوں کے اختلاف کا قصہ جو نرم تھا، موم سے بھی زیادہ نرم تھا، اس میں سختی اور شدت ابھری گئی ایسی سختی اور ایسی شدت کہ پتھر اور لوہا بھی اس کے سامنے شاید پانی نظر آتا تھا، اختلافی حدیثوں کا یہی سرمایہ ان کا گویا اسلحہ خانہ تھا۔ پیغمبر کی ایک ایک حدیث، حدیث نہیں بلکہ حرب کا آلہ اور ضرب کے اوزار بن چکی تھی وہ اس پر ان ہی حدیثوں میں سے کسی حدیث کو "السکین" (چھری) بنا کر وار کرتا تھا اور یہ اس پر حبل (ڈوری) کی شکل میں حدیثوں ہی کی کمند پھینکتا تھا اور اپنی اسی جنگ میں کبھی اس صف سے "ظفر مبین" کا شادیانہ بجایا جاتا تھا[1] اور کبھی اس صف سے "فتح مبین" کا نرسنگھا پھونکا جاتا تھا، تحقیق کے بعد ہمیشہ یہی ثابت ہوتا تھا کہ ہر فریق جنگ کے پہلے گھنٹے پر جس مقام پر تھا وہاں سے نہ ایک قدم آگے بڑھا ہے اور نہ پیچھے ہٹا ہے، بلکہ نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے کہ ہر ایک ہتھیاروں کے نہ ختم ہونے والے لامحدود ذخیرے پر قابض تھا۔

بہر حال کچھ بھی ہو اس سارے طول طویل قصے کے ذکر سے میری غرض یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے ساتھ ان گنت خانہ بازی گریوں کو دیکھتے ہوئے اللہ کا کوئی بندہ جھگڑنے والوں کے اس گروہ کو اگر یہ مشورہ دے کہ جب تمہارا یہی حال ہے تو ایسی صورت میں حدیثوں کا بیان کرنا ہی ترک کر دو، تو کیا مشورے کے ان الفاظ کا یہ مطلب لینا صحیح ہوگا کہ مشورہ دینے والا رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] پچھلی صدی میں جو رسالے اور کتابیں اس سلسلہ میں شائع ہوتی رہی ہیں ان ہی کے ناموں کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ واقعتاً ان ساتوں میں ایک رسالے کا نام "السکین" (چھری) تھا جو مسئلہ اس کے متعلق لکھا گیا تھا اسی مسئلہ میں دوسرا رسالہ حبل المتین تھا، باقی الظفر المبین اور الفتح المبین تو اس سلسلے کی مشہور کتابیں ہیں۔ بہر حال یہ ایک بڑی طویل تاریخی داستان ہے۔ ۱۲

علیہ وسلم کی حدیثوں کو دنیا سے ناپید کرنا چاہتا ہے، یا پیغمبر نے اپنی جن حدیثوں سے استفادے کی راہیں امت پر کھلی رکھی ہیں ان کے فوائد سے امت کو محروم کرنا چاہتا ہے۔

کن لوگوں سے کہہ رہا ہے، کیوں کہہ رہا ہے، کن حالات میں کہہ رہا ہے، گفتگو کی ان تمام ماحولی خصوصیتوں سے قطع نظر کرکے مذکورہ بالا دعوائی گفتگو کے الفاظ، صرف الفاظ سے تہمت تراشی کی میرے خیال میں یہ بدترین مثال ہوگی۔

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرامؓ کو اس واقعہ سے مطلع کرنے کے بعد یعنی تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں بیان کرتے ہو، اور باہم ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے ہو، تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے وہ ان اختلافات میں اور زیادہ سخت ہو جائیں گے، ان الفاظ کے ساتھ جو مشورہ دیا تھا کہ

فَلَا تُحَدِّثُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ شَيْئًا۔ — تم لوگ رسول اللہ کی طرف منسوب کرکے کوئی بات نہ بیان کیا کرو۔

تو صرف ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلیۃً حدیثوں کے بیان کرنے سے صحابہ کو روک دینا چاہا خود ہی سوچئے کہ بہتان وافترا کے سوا اور بھی کچھ ہے، صاف اور واضح مطلب اس کا وہی ہے اور وہی ہو سکتا ہے کہ مخالفانہ اغراض کو ہوا دینے کے لیے حدیثوں کے بیان کرنے سے لوگوں کو وہ روکنا چاہتے تھے[1] غرض حضرت کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان حدیثوں کا صحیح استعمال یہ نہیں ہے کہ ان کے متعلق جس شخص کے جو معلومات و تاثرات ہیں خواہ مخواہ ان کی پابندی کا مطالبہ اپنے معلومات کے زور پر دوسروں سے کرے بلکہ صحیح مسلک ان اختلافات کے متعلق جو اس قسم کی حدیثوں میں پائے جاتے ہیں بالفقہ کے سلسلے میں اجتہادی نتائج کے اندر جو اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں مسلمانوں کو اس قسم کے اختلافات کے متعلق چاہیے کہ ایک دوسرے کے اختلافات کی برداشت کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں دین کے اس غیر بیناتی حصہ کے اختلافات کے بارے میں مسلمانوں کو ایک ہی نقطہ پر جمع کرنے کی کوشش غلط کوشش ہے اس کوشش کے لئے ہمارے پاس "البینات" کے احکام و مسائل ہیں ان کے متعلق کسی مسلمان میں خدانخواستہ کسی قسم کا انحراف اگر محسوس ہو تو بلاشبہ اس وقت فرض ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت کی جائیں نصوصِ صریحہ کو پیش کرکے اس انحراف اور اختلاف سے اس کو روکا جائے کہ ان میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی گئی ہے۔ دین کا یہی وہ حصہ ہے قرآن میں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خبر دی گئی ہے کہ "بینات" کے ہوتے ہوئے گزشتہ قومیں جدا جدا ہو کر آپس میں مختلف ہو گئی ہیں جس کا حاصل یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین کے اس حصہ کو اتنا واضح اور روشن شکل میں رکھا گیا ہے کہ عام و خاص اعلیٰ و ادنیٰ، عالم و جاہل سب ہی اس پر متفق ہو کر

---

[1] فلا تحدثوا کی ابتدا میں جو ف کا حرف ہے عربی زبان کی معمولی واقفیت رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ یہ ترتیب پر دلالت کرتا ہے یعنی اس سے پہلے جو بات بیان کی جاتی ہے اسی کے نتیجہ کا اظہار جب کرنا چاہتے ہیں تو اس کے شروع میں ف کے حرف کا اضافہ کرتے ہیں پس صاف مطلب اس کا یہی ہے کہ ان کا یہ حکم اسی واقعہ کے ساتھ مربوط ہے جس سے لوگوں کو آپ نے مطلع کیا تھا اور وہ واقعہ کیا تھا؟ یہی تو کہ حدیثوں کو اردی مخالفتوں کا ذریعہ بنانے والے بنانے لگے ہیں، اگر آج ہی اس کی روک تھام نہ کی گئی تو آئندہ اس کے نتائج زیادہ سخت اور زیادہ ہولناک شکلوں میں سامنے آئیں گے ۱۲۔



مسجد نبویؐ (اندرونی حصّہ)

ایک ہو سکتے ہیں" البینات کے ہوتے ہوئے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دین میں ایسی کوئی چیز تھی ہی کب جس پر ہم سب اپنے اختلافات کو ختم کر کے سمٹ جاتے ہیں تو سمجھتا ہوں کہ یہی مطلب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان الفاظ کا بھی ہے جو آخر میں فرمایا کہ یعنی

فَمَنْ سَأَلَكُمْ فَقُولُوا بَيْنَنَا وَ	پھر تم سے اگر کوئی پوچھے تو کہہ دیا کرو، کہ ہمارے تمہارے
بَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ فَاحِلُّوا	درمیان (اشتراک کا نقطہ) اللہ کی کتاب ہے پس چاہئے کہ
حَلَالَهُ وَحَرِّمُوا حَرَامَهُ۔	اس کتاب نے جن چیزوں کو حلال کیا ان کو حلال قرار دو اور
(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲)	جن باتوں کو حرام ٹھہرایا ان کو حرام ٹھہراؤ۔

"تابعین کے بعد بھی مسلمانوں کو ہم اسی مسلک کا پابند پاتے ہیں معلومات کا اختلاف صرف علم تک محدود تھا لیکن "عمل" میں اختلاف کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ البتہ دوسری صدی ہجری کے وسط میں حضرت امام شافعی رح کے بعض اہم اصلاحی اقدامات کے بعد ان کے ماننے والوں میں سے بعضوں کے اندر پھر ان اختلافات کی کچھ لہریں اٹھی تھیں لیکن زہر کے ساتھ ساتھ سیدنا امام احمد بن حنبلؒ کی شکل میں ایک تریاق بھی وجود اسلام کو عطا ہوا، آپ نے اپنی بے لاگ صداقت بے پناہ علم، مستحکم تقوے کے زور سے ان اٹھنے والی لہروں کو اتنی قوت سے دبا دیا کہ پھر صحیح معنوں میں ان اختلافات کو پھلنے پھولنے کا موقعہ مسلمانوں کی عمومیت میں کبھی نہ ملا بعض پیشہ ور مولوی ان میں اور ادی مخالفتوں اور مخاصمتوں کا رنگ اپنے خاص اغراض کے تحت بھرنا بھی چاہتے تھے تو ان کے خاص تعلیمی حلقوں سے آگے اس کا اثر عام مسلمانوں تک بحمداللہ کبھی نہیں پہنچا۔ ممکن ہے کہ میرے اس خیال سے بعضوں کو اختلاف ہو لیکن میرا یہ ذاتی خیال ہے کہ طبقۂ صوفیہ سے لوگوں کو اور جتنی بھی شکایتیں ہوں اس وقت ان سے بحث نہیں ہے لیکن انصاف کی یہ بات ہے کہ غیر بنیاتی مسائل کے اختلافات کے جس رنگ کو مولویوں کا ایک گروہ پختہ کرنا چاہتا تھا صوفیہ کا عام گروہ اس کے مقابلہ میں ہمیشہ اس رنگ کو دھیما اور پھیکا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ کچھ نہیں تو صوفیہ کے گروہ کا مسلمانوں پر یہی ایک احسان کیا کم ہے۔ بہر حال یہ ایک بڑی مفصل اور مبسوط بحث ہے۔ اہل علم کے لئے تو شاید یہ چند اشارے بھی کافی ہو سکتے ہیں۔ لیکن جن کے لئے اتنے اشارے ناکافی ہیں ان کو میری کتاب "تدوین فقہ" کا انتظار کرنا چاہئے کہ ان مسائل کی تفصیل کے لیے وہی کتاب موزوں ہو سکتی ہے امام شافعی کے اصلاحی اقدامات کیا تھے، ان سے بعضوں کو کیا غلط فہمیاں ہوئیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کن تدبیروں سے کیا، ظاہر ہے کہ فقہ اور ائمہ فقہ کے حالات سے ان سوالوں کا حقیقی تعلق ہے ضمناً و ذیلاً تدوین حدیث کے سلسلہ میں بھی ان کا ذکر کر دیا گیا[1]

---

[1] مختصراً یہ ہے کہ امام شافعیؒ حجاز سے تعلیم پا کر جب دارالخلافت بغداد پہنچے تو خود ان کا بیان ہے کہ جامع مسجد میں درس کے چالیس حلقوں میں بیٹھنے کے بعد مجھ پر ظاہر ہوا کہ ہر پڑھانے والا نہ اللہ کا نام لیتا ہے اور نہ رسول کا۔ یعنی نہ کوئی قال اللہ کہتا ہے اور نہ قال الرسول بلکہ ہر ایک قال اصحابنا یعنی میرے استادوں نے یہ کہا۔ پس یہی سنا تک ہے صرف ڈیڑھ سو سال کے اندر دین کے اصل سرچشمے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے علمائے اسلام کی اس بے تعلقی کو دیکھ کر قدرتاً امام میں برہمی پیدا ہوئی اور اعلان کیا کہ علماء جن کا حوالہ دیا جاتا ہے ان میں ہر ایک کے تشریحات اور اجتہادی فیصلوں کو میں پھر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر پیش کر کے جانچوں گا۔ آپ نے بغداد میں بیٹھ کر حنفی مذہب پر تنقید کی اور مصر جہاں ان کے استاد امام مالک کا مذہب زیادہ عروج پر تھا وہاں پہنچ کر مالکی مذہب پر تنقید فرمائی سا امام شافعیؒ کو (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

بہر حال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں حدیث کے متعلق جو اہم خدمت انجام پائی وہ یہی تھی اسی حال میں پیغمبر کے دین اور پیغمبر کی امت کو چھوڑ کر آپ اپنے محبوب نبیؐ کے بازو میں جا کر سو گئے۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ آتا ہے

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَخُلَفَائِهٖ اَجْمَعِيْنَ -)

عہدِ فاروقی اور تدوینِ حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہونے پائے، اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض احتیاطی طریقۂ عمل کا ذکر عہدِ صدیقی کے واقعات کی ذیل میں کر چکا ہوں اور کوئی وجہ بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ اَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ کی اشدیت دین کے دوسرے شعبوں میں جیسے نمایاں ہے حدیث کا شعبہ بھی اس سے کیوں مستفید نہ ہوتا۔ عدل و انصاف، سیاست و حکومت اور از یں قبیل دوسرے معاملات میں فاروقِ اعظمؓ کے بے لاگ فیصلوں کا جیسے لوگ آج تک ذکر کرتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث کی تاریخ کا بھی حضرت عمرؓ کے رعب داب کا وہی اثر ہے انکے بہت بعد یعنی تقریباً اس وقت جب دوسری صدی ہجری گزر رہی تھی مشہور محدث حضرت سفیان عیینہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حدیث کے طلباء ان کے حلقہ میں جب آتے تو ان کی طرف خطاب کر کے کہتے کہ :۔

لَوْ اَدْرَكْنَا وَاِيَّاكُمْ عُمَرُ لَاَوْجَعَنَا	اگر پا لیتے ہمیں اور تمہیں عمرؓ تو مار کر دکھ پہنچاتے
ضَرْبًا	(جامع ج ۲ صفحہ ۱۳۱)

دراصل سفیان کا اشارہ اشدیت کے ان ہی واقعات کی طرف ہے جن کا روایتِ حدیث کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی طرف انتساب کیا گیا ہے۔ اس زمانے میں بعض فاسد اغراض کے تحت اسی نوعیت کی فاروقی روایات کی کافی تشہیر کی گئی ہے مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ابوسلمہ راوی ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ جس آزادی کے ساتھ آج کل آپ حدیثیں بیان کیا کرتے ہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی ایسا کر سکتے تھے۔ جواب میں ابوہریرہؓ نے جو بات کہی تھی یعنی

لَوْ كُنْتُ اُحَدِّثُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ مِثْلَ مَا	اگر عمرؓ کے زمانے میں اسی طرح میں حدیثیں بیان کرتا
اُحَدِّثُكُمْ لَضَرَبَنِيْ بِمِخْفَقَتِهٖ	جیسے تم سے بیان کرتا ہوں تو اپنے کوڑے سے عمر
(الذہبی ج ۱ ص ۷)	مجھے مارتے

اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو صرف اندیشہ ظاہر کیا تھا سعید بن ابراہیم کے حوالہ سے الذہبی ہی نے یہ دوسری روایت درج کی ہے کہ ان کے والد ابراہیم کہتے تھے کہ :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس کا اجر ملتا رہے گا کہ جنّے کے بعد دین کے حقیقی سرچشموں کتاب اللہ اور سنت کی طرف مسلمان ان ہی کے طرزِ عمل کی وجہ سے لوٹتے رہے ہیں مگر فروعی اختلافات کو امام شافعی کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت جب حاصل ہو گئی تو امام احمد نے مفاہمت و مصالحت کی راہ کھول دی کی طرف ایک ہی مسئلہ کے مختلف پہلو کے جواز و عدمِ جواز کا عموماً انتساب کتابوں میں جو کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر پہلو اس مسئلہ کا ان کے نزدیک شرعی حدود سے باہر نہیں سمجھا جاتا ہے۔

اِنَّ عُمَرَ حَبَسَ ثَلَاثَةً اِبْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاَبَا الدَّرْدَاءِ وَاَبَا مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيَّ فَقَالَ اِنَّكُمْ قَدْ اَكْثَرْتُمُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حضرت عمرؓ نے تین آدمیوں کو روک[1] دیا تھا، ابن مسعودؓ کو ابو درداؓ کو اور ابو مسعود انصاری کو اور ان سے کہا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کر کے بہت زیادہ حدیثیں روایت کیا کرتے ہو۔

(الذہبی ج ا ص ۷)

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اندیشہ واقعہ کی صورت بھی بعض لوگوں کے ساتھ اختیار کر چکا تھا، یہ اور اسی قسم کی بعض دوسری روایتوں کو درج کر کے حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"جن لوگوں کو واقعات کا صحیح علم نہیں تھا اور بدعات (نئی باتوں) کے پیدا کرنے کا جن میں زیادہ شوق پایا جاتا تھا سنت (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں) سے جن کے قلوب میں گرانیاں تھیں انہوں نے مذکورہ بالا روایتوں سے جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہیں، یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہا ہے کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے دین سے حدیثوں کو بالکلیہ خارج کر دینا چاہتے تھے"

(جامع ج ۲ ص ۱۲۱)

پھر اس غلط نتیجہ کی تردید میں حافظ نے ایک طویل بحث کی ہے اور آخر میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض لوگوں کو ان روایتوں کی صحت میں بھی شبہ ہے، ابن حزم نے بھی کتاب الاحکام میں حضرت عمرؓ کی طرف اس سلسلہ کی منسوبہ روایات کے راویوں پر جرح کر کے ان روایتوں کو مشتبہ و مشکوک قرار دیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی روایات کی تعداد

مگر میں کہتا ہوں اور پہلے بھی کہا ہے کہ باوجود روایت ہونے کے اعتماد کرنے والوں نے ان ہی روایتوں پر جب اعتماد کیا ہے تو انصاف کی بات یہی ہے کہ ان حدیثوں کو بھی چاہئے تھا کہ یہ لوگ نہ بھولتے جو روایات ہی والی کتابوں میں خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں بلکہ یہ واقعہ ہے کہ جن روایتوں سے یہ گروہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہے ان کے اسناد کو یعنی جن راویوں سے یہ روایتیں مروی ہیں اور حضرت عمرؓ سے جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن راویوں کے توسط سے مروی ہیں دونوں میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی یہ حدیثیں عموماً صحاح ستہ بلکہ بخاری اور مسلم میں پائی جاتی ہیں اور جن روایتوں کو مخالفتِ حدیث میں یہ لوگ پیش کرتے ہیں کم از کم صحاح کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے - ابن جوزی نے تلقیح میں ان حدیثوں کی تعداد جو حضرت عمرؓ سے مروی ہیں پانسو سینتیس بتائی ہے۔ فرض کیجئے کہ متون کے ساتھ طرق کو بھی اس میں شمار کر لیا گیا ہو لیکن ابو نعیم اصفہانی کے اس بیان میں تو اس شبہ کی بھی گنجائش نہیں ہے ابو نعیم حافظ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ

اَسْنَدَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بعض لوگوں نے حبس کا ترجمہ قید بھی کیا ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تینوں صحابیوں کو قید کر دیا تھا۔

وَسَلَّمَ مِنَ الْمُتُوْنِ سِوَى الطُّرُقِ مِائَتَيْ حَدِيْثًا وَّنَيِّفًا (تنقیح ص ۱۸۴)

کی دو سو سے کچھ اوپر حدیثیں مروی ہیں اس تعداد میں صرف متون کو شمار کیا گیا ہے طرق کی کثرت کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے

مان لیجئے کہ دو سو حدیثیں سہی۔ خیال تو کیجئے کہ جس شخص کا مسلک یہ قرار دیا جاتا ہو کہ وہ دنیا سے حدیثوں کے قصے ہی کو ختم کر دینا چاہتا تھا، وہی کیا وہ ایک نہیں دو دو سو حدیثوں کا خود راوی بن سکتا ہے؟

اور تعداد کا یہ قصہ تو محدثین کی خاص اصطلاح کی بنیاد پر ہے ورنہ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں فن حدیث کے بعض نکات کا ذکر کر کے دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت کرنے والوں میں حضرت عمرؓ کا شمار صحابہ کے اس طبقہ میں کرنا چاہیئے جنھیں مکثرین کہتے ہیں۔ جن کی حدیثوں کی تعداد ہزار یا ہزار سے بالا ہو۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

"پس ایں عزیزانؓ از مکثرین باشند و شواہد ایں مقدمہ بسیار است لکن بسط مقال در آں باب فرصتے می طلبد" (ازالہ ج ۲ ص ۲۱۴)

یعنی ان بزرگوں کو چاہئے کہ طبقہ "مکثرین" (ہزار یا ہزار سے بالا حدیثوں کی روایت کرنے والوں) میں ان کو شمار کیا جائے۔ اس دعویٰ کی تائید میں بہت سی شہادتیں پیش ہو سکتی ہیں مگر اس کی تفصیل کے لئے فرصت کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن روایتوں کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ حدیثوں کی روایت کے قصے ہی کو ختم کر دینا چاہتے تھے قطع نظر ان کمزوریوں کے جو ان روایتوں کی سندوں میں پائی جاتی ہیں میں پوچھتا ہوں کہ ان کے مقابلہ میں صحاح کی ان حدیثوں کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے جن کی اتنی بڑی تعداد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے کتابوں میں ملتی ہیں اور یہ بحثیں تو اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب خواہ مخواہ یہ مان لیا جائے کہ حضرت عمرؓ کی طرف بہر روایتیں جو منسوب کی گئی ہیں ان کا مقصود وہی ہے جو حدیث کے مخالفین ان سے سمجھنا یا سمجھانا چاہتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ معمولی تامل سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو روایتوں کے اکثار سے منع فرماتے تھے یعنی چاہتے تھے کہ کَمًّا وَّ کَیْفًا حدیثوں کے بیان کرنے میں کثرت کی راہ لوگ نہ اختیار کریں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن صحابیوں کو آپ نے روکا تھا، ان پر الزام حضرت کا یہی تھا کہ تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے بیان کرنے میں اکثار کی راہ اختیار کی آپ کے الفاظ اِنَّكُمْ اَكْثَرْتُمُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ کثرت حدیثوں کی روایت کو وہ روکنا چاہتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے کس لفظ سے یہ سمجھ لیا گیا کہ سرے سے کلیۃً روایتِ حدیث کے رواج ہی کو وہ مسدود کرنا چاہتے تھے بلکہ اسی سلسلہ میں قرظہ بن کعب صحابی سے شعبی نے یہ قصہ جو نقل کیا ہے اور مخالفین حدیث اس کو بھی عموماً اپنے خیال کی تائید میں پیش کرنے کے عادی ہیں۔ یعنی شعبی کہتے تھے کہ حضرت قرظہ بن کعب نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ:

لہ شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں چند اور صحابیوں کو بھی شمار کیا ہے "عزیزانؓ" کے لفظ سے سب ہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں حضرت عمرؓ بھی شریک ہیں ۱۲

خَرَجْنَا فَشَيَّعَنَا عُمَرُ إِلَى صِرَارٍ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ أَتَدْرُونَ لِمَ خَرَجْتُ مَعَكُمْ قُلْنَا أَرَدْتَ أَنْ تُشَيِّعَنَا وَ تُكْرِمَنَا قَالَ إِنَّ مَعَ ذٰلِكَ لِحَاجَةٍ خَرَجْتُ إِنَّكُمْ تَأْتُونَ بَلْدَةً لِأَهْلِهَا دَوِيٌّ بِالْقُرْاٰنِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ فَلَا تَصُدُّوْهُمْ بِالْأَحَادِيْثِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشْغَلُوْهُمْ جَوِّدُوا الْقُرْاٰنَ وَأَقِلُّوا الرِّوَايَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْضُوْا وَأَنَا شَرِيْكُكُمْ۔

(جامع ج ۲ ص ۱۲۰ و تذکرۃ الحفاظ)

ہم (مدینہ سے) نکلے تو میری مشایعت میں حضرت عمرؓ صرار نامی مقام تک آئے پھر آپ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا، پھر فرمایا تم لوگوں نے سمجھا بھی کہ تمہارے ساتھ میں بھی (مدینہ سے نکل کر یہاں تک) کیوں آیا، میں نے عرض کیا ہم لوگوں کی مشایعت کے لیے آپ تشریف لائے اور ہماری عزت افزائی فرمائی حضرت عمرؓ نے تب کہا کہ اس کے سوا ایک اور ضرورت بھی تھی جس کے لئے میں مدینہ سے نکل کر تمہارے ساتھ یہاں تک آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ایک ایسے شہر میں پہنچو گے جس کے باشندوں میں قرآن کی تلاوت اس طرح گونجتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے گونج پیدا ہوتی ہے، تو دیکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو بیان کر کرکے تم لوگ ان لوگوں کو (قرآن کی مشغولیت سے) روک نہ دینا قرآن کو استوار کرتے چلے جائیو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حدیثوں کے بیان کرنے میں کمی کیجیو۔ اب جاؤ میں تمہارا ساتھی ہوں۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان تین صحابیوں والی روایت میں حضرت عمرؓ نے حدیثوں کے اکثار کی جہاں شکایت کی وہیں قرظہ کی اس روایت میں اپنے منشا کو ظاہر کرتے ہوئے قطعی طور پر حدیثوں کی روایت سے لوگوں کو منع نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ

أَقِلُّوا الرِّوَايَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حدیثوں کے بیان کرنے میں کمی کیجیو۔

ممانعت تو خیر دور کی بات ہے، میں تو حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کو روایت حدیث کا حکم سمجھتا ہوں، البتہ یہ حکم ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے، یعنی کثرت کی راہ نہ اختیار کی جائے ورنہ اقلال او رکمی کی شرط کی تکمیل کرتے ہوئے اپنے مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ حضرت عمرؓ حدیثوں کی روایت کا یقیناً حکم دے رہے ہیں، حافظ ابن عبدالبر نے بھی ان روایتوں کا تذکرہ کرکے یہی لکھا ہے کہ

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى نَهْيِهِ عَنِ الْإِكْثَارِ وَأَمْرِهِ بِالْإِقْلَالِ مِنَ الرِّوَايَةِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۱۲۲)

حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ روایت حدیث میں کثرت اور زیادتی کو وہ روکنا چاہتے تھے اور اس کا حکم دے رہے ہیں کہ روایت حدیث میں کمی کی راہ اختیار کی جائے۔

پھر آگے چل کر وہی لکھتے ہیں اور بالکل سچ لکھتے ہیں کہ :

وَلَوْ كَرِهَ الرِّوَايَةَ وَذَمَّهَا لَنَهَى عَنِ الْإِقْلَالِ وَالْإِكْثَارِ۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت مطلقاً ان کے نزدیک ناپسند ہوتی تو چاہیے تھا کہ روایتوں کے بیان کرنے میں کثرت و زیادتی اور قلت و کمی دونوں ہی سے لوگوں کو روک دیتے۔

تدوین حدیث کا خیال لیکن پھر بربنائے مصلحت تامل

بہر حال طاعون زدہ علاقوں میں رہنے نہ رہنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے پیش کیا یا وجوب غسل کے مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے متعلق صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو علم تھا یا اسی قسم کے متعدد ایسے واقعات حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں پیش آتے رہے ہیں جن سے ایک طرف تو اس نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ دین کے اس حصہ کی تبلیغ ایسے ڈھنگ میں کی گئی تھی کہ مہاجرین و انصار صحابہ کا عام گروہ بسا اوقات اس سلسلہ کی حدیثوں سے ناواقف نظر آتا ہے اور کتنا ناواقف کہ ہزارہا ہزار صحابیوں کے درمیان ایک دو صاحب تک ان حدیثوں کا علم محدود تھا اور دوسری طرف جہاں تک میں سمجھتا ہوں غالباً ان ہی تجربات کے تسلسل نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان حدیثوں کے متعلق طرزِ عمل کے بدلنے پر شاید آمادہ کیا، میرا مطلب یہ ہے کہ بیہقی نے مدخل میں اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں زہری کے حوالہ سے حضرت عروہ بن زبیرؓ کے اس بیان کو جو نقل کیا ہے کہ

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ السُّنَنَ فَاسْتَفْتَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَأَشَارُوْا عَلَيْهِ أَنْ يَكْتُبَهَا۔

عمر بن خطابؓ نے چاہا کہ سنن یعنی حدیثوں کو لکھوایا جائے تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں سے فتویٰ طلب کیا تو لوگوں نے یہی کہا کہ حدیثیں لکھوائی جائیں۔

(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۴)

صحابہ سے فتویٰ لینے کے لیے ان کی مجلسِ شوریٰ میں حضرت عمرؓ کا اپنی تجویز کو رکھنا۔ بظاہر اس کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے کہ ان حدیثوں کی تبلیغ میں بجائے عمومیت کے خاص خاص افراد تک ان کے علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مصلحت کے پیشِ نظر پہنچایا تھا اور ایک زمانہ تک خود حضرت عمرؓ بھی اسی مصلحت کی بنیاد پر ان حدیثوں کے بیان کرنے میں اقلال پر جو اصرار کرتے رہے تھے یہی دریافت کرنا چاہتے تھے کہ کیا اس مصلحت کی رعایت کی ضرورت اب بھی باقی ہے؟ کیونکہ پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں کہ اس خدمت کی نوعیت ایک وقتی خدمت کی تھی، نبوت اور نبوت سے قریب تر زمانوں میں عمومیت کا رنگ ان حدیثوں میں اگر پیدا ہو جاتا تو یقیناً آئندہ زمانے میں ان کے مطالبات میں زیادہ سختی پیدا ہو جاتی جو شارع علیہ السلام کا مقصود نہ تھا، سوال یہی تھا کہ وہ زمانہ گزر گیا یا ابھی ان اسباب کی مزاحمت کے سلسلے کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے جن سے ان حدیثوں کے مطالبات میں شدت کے پیدا ہونے کا خطرہ پیش آ سکتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی اس مجلسِ شوریٰ نے یہی طے کیا کہ وہ وقت گزر گیا اور اب قلم بند ہو کر مسلمانوں کی ایک نسل سے دوسری نسل تک اگر حدیثیں منتقل بھی ہوتی رہیں گی تو لوگ ان کے مطالبات کو اسلام کے بنیادی مطالبات کے برابر نہ قرار دیں گے۔

لیکن مجلسِ شوریٰ کے اس فیصلہ سے حضرت عمرؓ کا قلب مطمئن نہیں ہوا، لکھا ہے کہ استشارہ کے بعد حضرت عمرؓ نے دوسرے مسنون طریقہ یعنی استخارہ سے بھی فیصلہ کی یکسوئی میں مدد حاصل کرنی چاہی، فاروقی احتیاط اور اس کی نزاکتوں کی یہ انتہا ہے کہ بجائے ایک دو دفعہ کے عروہ کا بیان ہے کہ:

فَطَفِقَ عُمَرُ يَسْتَخِيْرُ اللّٰهَ فِيْهَا شَهْرًا ۔ (ص ۶۴)

کامل ایک مہینے تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس معاملہ میں استخارہ کرتے رہے (یعنی جو پہلو خیر کا ہو اسی پر عمل کی توفیق عطا ہو، اس کی دعا کرتے رہے)

ایک ماہ تک استخارہ کی نماز اور جو دُعا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اس کے لئے سکھائی ہے حضرت عمرؓ نے اس کو جاری رکھا آخر ایک ماہ کے بعد جس فیصلہ کو اپنے قلب مبارک میں آپ نے پایا، عروہ نے اس کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

ثُمَّ اَصْبَحَ يَوْمًا وَقَدْ عَزَمَ اللّٰهُ لَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ كُنْتُ اُرِيْدُ اَنْ اَكْتُبَ السُّنَنَ وَ اِنِّیْ ذَكَرْتُ قَوْمًا كَانُوْا قَبْلَكُمْ كَتَبُوْا كِتَابًا فَاَكَبُّوْا عَلَيْهَا وَ تَرَكُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَاِنِّیْ لَا اَشُوْبُ كِتَابَ اللّٰهِ بِشَیْءٍ اَبَدًا ۔ (ج ۱ ص ۶۴)

پھر ایک دن جب صبح ہوئی اور اس وقت حق تعالیٰ نے فیصلہ میں یک سوئی کی کیفیت ان کے قلب میں پیدا کر دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ میں نے حدیثوں کو قلمبند کرانے کا ارادہ کیا تھا پھر مجھے ان قوموں کا خیال آیا جو تم سے پہلے گزری ہیں کہ انہوں نے کتابیں لکھیں اور ان ہی پر ٹوٹ پڑیں اور اللہ کی کتاب کو چھوڑ بیٹھیں اور قسم ہے اللہ کی کہ میں اللہ کی کتاب کو کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط کرنا نہیں چاہتا۔

بیہقی کے مدخل سے صاحب فتح الملہم نے اسی روایت کو درج کیا اس میں بجائے "لَا اَشُوْبُ" لَا اُلْبِسُ كِتَابَ اللّٰهِ بِشَیْءٍ (یعنی اللہ کی کتاب کو کسی دوسری چیز کے ساتھ مشتبہ ہونے نہ دوں گا۔) کے الفاظ ہیں۔

معنیً "اشوب" اور "البس" دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں اور یہی چیز دراصل دریافت طلب تھی یعنی کتاب اللہ کے طالبوں کی جو کیفیت ہے آیا وہی کیفیت ان حدیثوں میں بھی تو نہیں پیدا ہو جائے گی اگر اسی زمانہ میں ان کو قلمبند کر دیا گیا؟ استخارے نے حضرت عمرؓ میں اسی احساس کو استوار اور مستحکم کیا کہ ابھی اس کا خطرہ باقی ہے۔

اور واقعہ بھی یہی تھا کیونکہ گو نبوت کا زمانہ گزر چکا تھا، نبوت کے بعد خلافت کا ایک دور بھی ختم ہو چکا تھا اور دوسری خلافت پر بھی کافی عرصہ گزر چکا تھا، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ خلافت اور حکومت کی جانب سے حضرت عمرؓ کی مدون و مرتب کی ہوئی یا کرائی ہوئی حدیثوں کی کوئی کتاب دنیا میں اس وقت اگر موجود ہوتی تو کیا نفسیاتی طور پر مسلمانوں کے قابو کی یہ بات تھی کہ ان حدیثوں کے ساتھ اور ان سے پیدا ہونے والے احکام و مطالبات کے ساتھ تعلق کی اسی کیفیت کو کیا باقی رکھ سکتے تھے جو آج خبر آحاد کی روایتوں کے ساتھ ان کے دلوں میں پائی جاتی ہے، چونکہ واقعہ سامنے نہیں ہے اس لئے کہنے والے جو کچھ چاہیں کہہ سکتے ہیں لیکن میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کو اپنے

استخارے کی دعاؤں میں جس خطرے کا احساس ہوا تھا یعنی اللہ کی کتاب کے ساتھ خلط ملط التباس اور گڈمڈ ہو جانے کا خطرہ جس کا اظہار

فَوَاللّٰہِ لَا اُلْبِسُ کِتَابَ اللّٰہِ بِشَیْءٍ — خدا کی قسم اللہ کی کتاب کو کسی دوسری چیز کے ساتھ مشتبہ ہونے نہ دوں گا۔

کے الفاظ میں انہوں نے فرمایا ہے۔ یقیناً یہ اندیشہ واقعہ کی شکل اختیار کر لیتا آخر مسلمان بھی انسان ہی ہیں ان کے عواطف و جذبات، احساسات و تاثرات بھی وہی ہیں جو دوسرے انسانوں کے ہیں ان ہی بے احتیاطیوں اور مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھنے کا نتیجہ دوسری قوموں میں بایں شکل ظاہر ہو چکا تھا جس کی طرف حضرت عمرؓ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کہ میں نے تم سے پہلی قوموں کو دیکھا کہ انہوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن پر وہ اس طرح ٹوٹ کر گریں کہ اللہ کی کتاب چھوڑ دی گئی بظاہر ان کا اشارہ یہود و نصاریٰ کی طرف تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ دنیا کے سارے مذاہب و ادیان میں یہی خلط مبحث پیدا ہوا یعنی ان کے یہاں دین کے مِنَاقی اور غیر مِنَاقی حصہ کی کوئی تقسیم باقی نہ رہی۔ مذہب کی طرف کسی چیز کا انتساب اس طاقت کو پیدا کر دینے کے لئے کافی ہے جس قوت کو صرف ان مطالبات ہی کی حد تک محدود رہنا چاہیے جن کی براہ راست حق تعالیٰ کی طرف سے ذمہ داری بندوں پر عائد کی گئی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ کتاب و سنت و قیاس سے پیدا ہونے والے نتائج کی گرفت اور لزوم کی قوت میں فرق سمجھا جاتا ہے[1]

بہر حال کچھ بھی ہو، عروہ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ خیال کر کے کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہی سوچ کر پانسو حدیثوں کا مجموعہ تیار بھی کر لیا تھا لیکن بعد کو اپنے خیال کی غلطی آپ پر واضح ہوئی اور اسی وقت اس مجموعہ کو نذر آتش

---

[1] یہ واقعہ ہے کہ آج بائیبل کے نام سے کتابوں کا جو مجموعہ پایا جاتا ہے، ان کے متعلق اس کا پتہ چلانا کہ براہ راست موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف سے جو چیزیں عطا کی گئی تھیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام مشکوٰت نبوت کی روشنی میں جو باتیں فرماتے تھے اور بعد کو موسیٰ علیہ السلام کے جانشینوں نیز احبار و فقہاء یہود نے دینِ موسوی میں جن اجتہادی امور کا اضافہ کیا ان سب سے پیدا ہونے والے نتائج کے مطالبات میں کسی قسم کا کوئی فرق پایا نہیں جاتا۔ پھر خدا کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کی تشریح و توضیح و تفسیر بعد کو جو لوگوں نے کی اصل متن تورات کے ساتھ سب مخلوط ہو چکے ہیں، ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ناخن سے گوشت کو جدا کرنے کے مرادف ہے اور یہود کا دین تو خیر کسی نہ کسی شکل میں پایا بھی جاتا ہے، کچھ نہیں تو دوسری چیزوں کے ساتھ موسیٰؑ کی کچھ باتیں ان میں ابھی باقی ہیں دوسرے مذاہب کا حال تو یہ ہے کہ کتابوں پر کتابوں کا اضافہ ہوتا چلا گیا، تا آنکہ آخر میں چند رزمی افسانوں پر ان کے دین کی بنیاد آج قائم ہے۔ ہندوستان میں جس دین کا رواج تھا کہنے کو تو اس میں آسمانی کتاب کا بھی پتہ دیا جاتا ہے، تصوف و کلام (اپنشد) اور فقہ (شاستر) کا بھی نام لیا جاتا ہے لیکن پرانوں کے مروج ہونے کے بعد عمومی طور پر کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہر چیز کو چھوڑ کر ایک سچا مخلص ہندو صرف بالمیکی کی رزمیہ نظم رامائن اور مہابھارت کو رو پانڈو کے جنگ نامے کو پڑھ لینا کافی سمجھتا ہے قطعی طور پر اس کتاب کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ "برہما" پر وہ نازل ہوئی تھی ۱۲

فرما دیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے ابتدائی سالوں میں تو اسی پر مصر رہے کہ حدیثوں کی اشاعت میں عمومیت کی کیفیت کو پیدا ہونے نہ دیا جائے لیکن جیسا کہ میرا خیال ہے خلافت کے آخری سالوں میں ان تجربات سے متاثر ہو کر جس کی چند مثالیں میں نے درج کی ہیں، آپ کے ارادے میں بھی تذبذب پیدا ہوا اور جو صورت حال بھی تھی اسی کو دیکھتے ہوئے اس کیفیت کا پیدا ہونا بعید بھی نہ تھا۔ خیال تو کیجیے کہ مہاجرین اولین بلائے جاتے ہیں اور طاعون زدہ علاقہ کے متعلق کوئی علم ان کے پاس نہیں ہوتا، انصار آتے ہیں ان سے بھی دریافت کیا جاتا ہے ان کے پاس بھی قطعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی روایت اس باب میں نہیں ملتی۔ فتح مکہ کے قریش سرداروں کو بلایا جاتا ہے وہ اس علم سے خالی نظر آتے ہیں آخر میں ایک آدمی عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ملتی ہے اور ایک مسئلہ جس میں مہاجرین میں بھی انصار میں بھی شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا خود حضرت عمرؓ کے پاس بھی کوئی علم اس باب میں پیغمبر کا عطا کیا ہوا موجود نہ تھا اپنی بصیرت سے وہ ایک رائے کو ترجیح دیتے ہیں، لیکن بعض جلیل القدر صحابی کا حضرت عمرؓ کے اس اجتہادی فیصلہ پر اعتراض باقی رہتا ہے، مسلمانوں میں خلفشار مچا ہوا ہے کہ اچانک ایک جاننے والا ان کے سامنے اس علم کو پیش کرتا ہے جس سے مسئلہ صاف ہو جاتا ہے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے جس علم کے نتائج اتنے قیمتی ہوں جس وقت خیال حضرت عمرؓ کو آتا ہو گا کہ یہی علم افراد میں منتشر بکھرا ہوا ہے۔ مرنے والے مر رہے ہیں جس کے پاس جو علم ہے اپنے ساتھ لئے چلا جا رہا ہے اگر اس حال کو دیکھ کر حضرت عمرؓ کے خیال میں تبدیلی پیدا ہوئی تو یقیناً یہ چیز ہی ایسی تھی کہ اس مقام پر جو بھی ہوتا اس کی بھی یہی کوشش ہوتی کہ علم کے اس قیمتی ذخیرے کو ضائع ہونے سے بچا لیا جائے مگر دوسری طرف خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء مبارک تھا کہ معلومات کے اس ذخیرے کو اتنی اہمیت نہ دی جائے کہ آئندہ مسلمانوں کی بدبختیوں میں بدبختیوں کے اضافہ کا ذریعہ وہ بن جائے اور یہ چیز بھی ایسی نہ تھی کہ اس سے قطع نظر کر کے کوئی اقدام کر دیا جاتا، آج لوگوں کے سامنے اس قسم کی روایتیں گزرتی ہیں پڑھنے والے ان کو پڑھ کر گزر جاتے ہیں، ٹھہر کر ذرا کوئی نہیں سوچتا کہ پیغمبر کی حدیثوں کے قلم بند کرانے کا مسئلہ بھی کیا کسی مشورے کا محتاج تھا۔ نیکی کے کام میں بھی کیا پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے پھر حضرت عمرؓ صحابہ کے مجلس شوریٰ میں اسی نیکی کے کام کو آخر کیوں پیش کرتے ہیں اور پیش کرنے کے بعد مجلس کی رائے ان کو مطمئن کیوں نہیں کرتی، کام بھی نیک مشورہ دینے والوں کی جماعت بھی نیک؛ اس میں فکر و تامل کی کیا ضرورت تھی لوگ اپنا فیصلہ دے چکے تھے۔ چاہئے تھا کہ اسی کے مطابق جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کی تدوین کا ایک دفتر خلافت کی طرف سے قائم کر کے قرآنی سورتوں کو ایک ہی جلد میں مجلد کرانے کا کام انجام دلا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ بھی "تدوین حدیث" کا ایک دفتر قائم کر دیتے، چند ہی دنوں میں "قرآن" کے ساتھ اس زمانہ میں حدیثوں کا بھی ایک مجموعہ حکومت کی طرف سے مدون کرایا ہوا مسلمانوں کو مل جاتا۔ اس سے بہتر تجویز اور کیا ہو سکتی تھی۔ لیکن عمرؓ یہی نہیں کہ صرف تامل سے کام لیتے ہیں بلکہ مخلوق سے ہٹ کر مسئلہ کی اہمیت ہی کا تو تقاضا تھا کہ خالق کے آستانہ پر اپنے آپ کو گرا دیتے ہیں اور کامل ایک مہینے تک خدا کی چوکھٹ پر ان کی جبین نیاز جھک جھک کر "جو خیر ہو، اسی کی توفیق عطا کی جائے" کی مسلسل درخواست میں مصروف رہتی ہے۔

آخر بات اگر اتنی ہی آسان تھی تو ان طول طویل قصوں کی ضرورت ہی کیا تھی؟ مگر سچ یہ ہے کہ جس دین کے بعد قدرت

طے کر چکی تھی کہ نسلِ انسانی کو کوئی دین نہیں دیا جائے گا، اگر شروع ہی سے اس کے ہر ہر پہلو کی نگرانیوں میں ان نزاکتوں سے کام نہ لیا جاتا تو آج جس روزِ روشن کی شکل میں اس دین کے سارے عناصر ہر عامی و خاصی کے سامنے واضح ہیں، کیا یہ کیفیت ان کوششوں کے بغیر یوں ہی پیدا ہو جاتی۔

بلاشبہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ الہامی فیصلہ تھا کہ اپنی خلافت و حکومت کی جانب سے حدیثوں کے قلم بند کرانے کا خیال جو ان کے اندر حالات نے پیدا کر دیا تھا، اس خیال کو آپ نے دماغ سے باہر نکال دیا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس استشارہ و استخارہ نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو اور جن خطرات کا اندیشہ تھا ان کے تمام گوشوں کو نئے سرے سے تازہ کر کے آپ کے سامنے پیش کیا بظاہر اسی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف حکومت ہی کی طرف سے "تدوینِ حدیث" کے کام کو اپنے زمانہ میں ایک خطرناک اقدام آپ نے قرار دیا بلکہ آپ کے عہدِ خلافت تک تقریباً ایک قرن یا جگ (بارہ سال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو گزر چکا تھا، اس عرصہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر لوگ حدیثوں کو پھر قلم بند کرنے لگے تھے۔ ابنِ سعد نے قاسم بن محمد کے حوالہ سے جو روایت طبقات میں درج کی ہے اس کے ان الفاظ سے یعنی:

اِنَّ الْاَحَادِیْثَ قَدْ کَثُرَتْ عَلٰی عَھْدِ	عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں حدیثوں کی پھر کثرت ہو گئی
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَنْشَدَ النَّاسَ	تب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو قسمیں دے دے کر حکم
اَنْ یَّاْتُوْہُ بِھَا۔	دیا کہ ان حدیثوں کو ان کے پاس پیش کریں۔

سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ سال کے عرصہ میں پھر حدیثوں کے کافی مجموعے لکھے جا چکے تھے۔ شاید اس عرصہ میں حضرت عمرؓ کی طرف سے کچھ ڈھیل بھی لوگوں کو مل گئی ہو کیونکہ جب خود ان ہی کے دل میں حدیثوں کے لکھوانے اور مدون کرانے کا خیال پیدا ہو چکا تھا، تو ایسے زمانے میں دوسروں کو روکنے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی مگر استخارہ نے آپ کے اندر جس عزمِ راسخ کو پیدا کیا اس کے بعد خود تو خیر آپ اس ارادے سے ہٹ ہی گئے لیکن اسی کو کافی خیال نہ کیا۔ آپ کو محسوس ہوا ہو گا کہ حکومت کی طرف سے نہ سہی لیکن عمر فاروقؓ کے زمانے کی مدون کی ہوئی حدیث کی کتاب بھی عہدِ فاروقی ہی کی تدوین یافتہ قرار پائے گی۔ بہر حال قاسم بن محمد کا بیان ہے۔

فَلَمَّا اَتَوْہُ بِھَا اَمَرَ بِتَحْرِیْقِھَا۔	جب الحکم حضرت عمرؓ کے پاس اپنے اپنے مجموعہ کو لوگوں
(طبقات ج ۵ ص ۱۴۱)	نے پیش کر دیا تب آپ نے ان کو جلانے کا حکم دیا۔

گویا سمجھنا چاہئے کہ حدیثوں کے نذرِ آتش کرنے کا یہ تیسرا تاریخی واقعہ ہے جو حضرت عمرؓ کے زمانے تک پیش آ رہا ہے۔ پہلی دفعہ تو خود آنحضرتؐ نے اپنے صحابیوں سے لے کر اس کو ختم کیا پھر ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مدونہ مجموعہ کے ساتھ یہی کارروائی کی اور تیسرا واقعہ "تدوینِ حدیث" کی تاریخ میں یہ پیش آیا کہ بکثرت حدیثوں کے مجموعے تیار ہوئے لیکن سب کو قسمیں دے دے کر حضرت عمرؓ نے منگوایا پھر سب کو تیسری دفعہ آپ نے نذرِ آتش فرما دیا[1]۔

---

[1] اور ان لوگوں کو جنھوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ سامانِ کتابت کی کمی یا جہالت وغیرہ کی وجہ سے ڈھائی تین سو سال تک (باقی صفحہ آئندہ پر)

اور یہ کام تو پایۂ تختِ خلافت میں کیا گیا، باقی فتوحاتِ فاروقی نے اسلامی علاقوں کے طول و عرض کو جتنا پھیلا دیا تھا اور ان علاقوں کی حفاظت و صیانت کے لئے "الامصار" یعنی مسلمانوں کی جو چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں اور صحابہ کی بہت بڑی تعداد ان ہی "الامصار" میں جا جا کر جو آباد ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان امصار میں ہر مصر اور چھاؤنی میں بھی حضرت عمرؓ نے گشتی فرمان جاری کیا۔ حافظ ابو عمرو بن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں یحییٰ بن جعدہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ السُّنَّةَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ لَا يَكْتُبَهَا ثُمَّ كَتَبَ فِي الْأَمْصَارِ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَمْحُهُ۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (پہلے تو) چاہا کہ حدیثوں کو قلمبند کر لیا جائے مگر پھر ان پر واضح ہوا کہ قلم بند کرانا ان کا مناسب نہ ہوگا تب الامصار (یعنی چھاؤنیوں اور دوسرے اضلاعی شہروں) میں یہ لکھ کر بھیجا کہ جس کے پاس (حدیثوں کے سلسلے کی) کوئی چیز ہو چاہیے کہ اسے محو کر دے یعنی ضائع کر دے۔

(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۵)

اس روایت سے بھی حضرت عروہ کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے کہ ارادہ کرنے کے بعد حدیثوں کے لکھوانے کے خیال سے حضرت عمرؓ دست بردار ہو گئے۔ اور دوسرے مسلمانوں سے بھی آپ نے مطالبہ کیا کہ قرآن کے سوا ان کے زمانے کا لکھا ہوا کوئی دوسرا نوشتہ آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں میں نہ پہنچنے پائے اس میں ان کی مدد کریں۔ یہ مسئلہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس گشتی فرمان کی تعمیل میں کتنی سرگرمی دکھائی گئی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا کہ بجز دو تین مکتوبہ سرمایہ کے حدیثوں کے متعلق ایسا کوئی نوشتہ سرمایہ مسلمانوں میں باقی نہ رہا جس کے متعلق قطعیت کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہو کہ عہدِ فاروقی سے پہلے وہ کتابی شکل اختیار کر چکا تھا۔

بحث کے ختم کرنے سے پہلے ایک شبہ کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مذکورۂ بالا روایتوں میں عموماً "السنن" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ میں نے کسی موقعہ پر دعویٰ کیا ہے کہ عام حالات میں "السنن" کا لفظ جب "الفرائض" کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے تو عموماً اس سے مراد قرآنی مطالبات یعنی الفرائض کے عملی تشکیلات ہی ہوتے ہیں، اس بنیاد پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کیا قرآنی مطالبات کے عملی تشکیلات کو لکھوانے کا ارادہ کیا تھا، یا ان کے سوا عام خبر آحاد کی ان حدیثوں کو قلم بند کرا لینا چاہتے تھے جن کا علم انفرادی طور پر صحابہ میں پھیلا ہوا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) حدیثوں کو قلمبند ہونے کا موقع نہ ملا سوچنا چاہئے کہ واقعات سے وہ کس درجہ جاہل ہیں۔ حضرت عمرؓ ہی کے عہد تک آپ دیکھ رہے ہیں کہ تین تین دفعہ قلم بند ہونے کے بعد حدیثیں تذرِ آتش کی گئی ہیں۔ عہدِ فاروقی میں قاسم بن محمد کا یہ کہنا کہ قَدْ كَثُرَتِ الْأَحَادِيْثُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ کیا اس سے نہیں معلوم ہوتا کہ حدیثوں کے بکثرت مجموعے ان کے زمانے میں لکھے جا چکے تھے مگر مطالعہ کے بغیر رائے قائم کرنے والوں کو اس زمانہ میں کون روک سکتا ہے ۱۲

جہانتک میرا خیال ہے ان روایتوں میں چونکہ "السنن" کا استعمال "الفرائض" کے مقابلہ میں نہیں کیا گیا ہے اس لئے اس کو صرف قرآنی مطالبات کے عملی تشکیلات تک محدود کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، اگر مان بھی لیا جائے کہ یہاں بھی "السنن" سے مراد قرآنی مطالبات کے عملی تشکیلات ہی تھے تو مسئلہ اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے آخر قرآن کے سوا جب قرآنی مطالبات کی عملی شکلوں کو بھی مکتوبہ شکل میں آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے پر حضرت عمرؓ آمادہ نہ ہوئے تو عام انفرادی حدیثوں کے متعلق اس باب میں جو منشا ہوگا وہ ظاہر ہے۔

بہرحال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی طے کیا کہ قرآن کے سوا جو چیز بھی ان کے زمانہ تک نوشتہ کی شکل میں آئندہ نسلوں میں پہنچے گی وہ تورات کے مثناۃ[1] کی حیثیت اختیار کرلے گی اسی لئے نہ خود اپنی حکومت کی جانب سے اس کام کے انجام دلانے پر آمادہ ہوئے اور جہاں تک ان کے بس میں تھا دوسروں سے بھی انہوں نے یہی چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کی تبلیغ میں عمومیت کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا تھا ان کو ایسے زمانے میں قلمبند نہ کریں جس کے بعد اس مصلحت کے متاثر ہونے کا اندیشہ پیدا ہو سکتا تھا جسے پیشِ نظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انتظام کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اندیشے کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو بعد کو پیش آیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حدیثوں کے نہ لکھواتے کے اس ارادے کو طے کرنے کے بعد بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی بعض علمی وعملی چیزیں جن کا قرآن میں کم از کم صراحۃً ذکر نہ تھا یعنی چاہنے والا چاہے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن کے رد سے ان کا ماننا ضروری نہیں ہے اپنے اس فیصلہ کے بعد

---

[1] مثناۃ کا یہ لفظ خود حضرت عمرؓ کا ہے جس کا ذکر ابن سعد نے طبقات میں اور دوسری کتابوں میں بھی لوگوں نے کیا ہے کہ اپنے زمانے میں حدیثوں کے قلم بند کرانے کے متعلق حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ یہودیوں کے ہاں توراۃ کے ساتھ جو مثناۃ کی حیثیت ہے وہی حیثیت قرآن کے ساتھ حدیثوں کی اسلام میں ہو جائے گی۔ یہ مثناۃ کیا چیز ہے؟ یہودیوں کا خیال ہے کہ تورات کے ساتھ موسیٰؑ کو زبانی روایات کا بھی ایک ذخیرہ دیا گیا تھا تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک زبانی روایتوں کا یہ سلسلہ یہودیوں کے ہاں قلم بند نہ ہوا، دوسری صدی عیسوی یعنی حضرت موسیٰؑ سے ایک ہزار سات سو سال بعد ابی یہودا حق دوکش نے پہلی دفعہ ان کو قلم بند کیا۔ یہی کتاب مثناۃ کے نام سے مشہور ہوئی پھر ایک شرح اس کی یروشلم میں ہوئی اور دوسری بابل میں اسی شرح کو گمرا کہتے ہیں جس کے معنی کمال ہیں مثناۃ اور گمرا کو ملا کر تالمود کہتے ہیں آدم کلارک اور ہارن وغیرہ مفسرین توراۃ نے لکھا ہے کہ پچھلے زمانے میں یہودیوں کے ہاں مثناۃ اور تالمود کی اہمیت تورات سے بہت زیادہ بڑھ گئی۔ توراۃ کو علماء یہود ناقص، مغلق غیر مفہوم قرار دیتے تھے اور دین کی حقیقی بنا انہوں نے بجائے تورات کے مثناۃ پہ آخر زمانہ میں قائم کر دی تھی جیوئش اور دوسری انسائیکلوپیڈیاؤں میں تفصیلات پڑھئے انگریزی نہ جاننے والوں کو مولانا رحمۃ اللہ الہندی کی کتاب اظہار الحق عربی ایڈیشن مطبوعہ مصر ۱۳۱۵ھ ج ۲ ص ۶۵ میں اس سلسلہ میں معلومات مل سکتی ہیں ۱۲

یعنی قرآن کے سوا نوشتہ کی شکل میں کوئی چیز باقی نہ رہے۔ حضرت عمرؓ کو ایک دوسرا خطرہ ستانے لگا یعنی ایسا نہ ہو کہ آئندہ کسی زمانہ میں انکار کرنے والے ان چیزوں کا انکار کر بیٹھیں اور دلیل میں اسی واقعہ کو پیش کریں کہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے خصوصاً شادی شدہ

زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کے متعلق رجم (سنگسار) کرنے کی جو سزا ہے اس کے متعلق تو یہی نہیں کہ قرآن اس کے ذکر سے ساکت ہے بلکہ سورۃ النور میں زانی اور زانیہ کی سزا جلد (تازیانہ) جو بیان کی گئی ہے یعنی فرمایا گیا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ	زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ہر ایک
مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ (رکوع ۱، پ ۱۸)	کے سو سو کوڑے مارو۔

اس کو پیش کرکے یہ غلط فہمی بھی پھیلائی جا سکتی ہے کہ "رجم" کے قانون کی قرآن سے تو نفی ثابت ہوتی ہے، حالانکہ ایک بے بنیاد غلط فہمی کے سوا یہ اور کچھ نہیں ہے [1]

بہرحال قانونِ رجم کے انکار کے اس خطرے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درجہ متاثر تھے کہ قرآن کے سوا حالانکہ طے کر چکے تھے کہ اپنے زمانہ کی کسی نوشتہ چیز کو مسلمانوں میں منتقل ہوتے نہ دوں گا، لیکن اس انکار کے خطرے کی شدت کا احساس کبھی کبھی اتنا بڑھ جاتا تھا کہ اپنے خطبوں میں آپ فرماتے:

لَوْلَا اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُوْنَ زَادَ عُمَرُ فِيْ	اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ کہنے والے یہ کہنے لگیں گے کہ عمرؓ نے
كِتَابِ اللّٰهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ لَكَتَبْتُ فِيْ	اللہ کی کتاب میں اس چیز کا اضافہ کر دیا جو قرآن کا جزء نہ تھا تو
نَاحِيَةِ الْمُصْحَفِ (بخاری ص۱۳۶، صحاح)	قرآن کے حاشیہ پر اس کو (یعنی رجم کے قانون کو) لکھ دیتا۔

لیکن مصحف کے حاشیہ پر لکھنے کی جرأت تو وہ کیا کرتے یوں بھی آپ نے اس قانون کو قلم بند کر دینے کی ہمت نہ فرمائی۔ کبھی کبھی "رجم" کے اس قانون کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کا بھی ذکر ان الفاظ میں فرماتے کہ:

اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِكُمْ قَوْمٌ يُّكَذِّبُوْنَ	کچھ لوگ عنقریب آئندہ زمانے میں ایسے بھی آنے والے
بِالرَّجْمِ وَبِالدَّجَّالِ وَبِالشَّفَاعَةِ وَبِعَذَابِ	ہیں جو رجم کے قانون کا اور دجال کے ظہور کا، واقعۂ شفاعت
الْقَبْرِ وَبِقَوْمٍ يَّخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ	کا، عذاب قبر کا اور اس بات کا کہ جلنے کے بعد جہنم سے
مَا امْتَحَشُوْا [2]	بعض لوگ نجات یاب ہوں گے ان ساری باتوں کا انکار
(ازالۃ الخفاء ج۲ ص۱۳۶)	کریں گے۔

کیونکہ بظاہر قرآنی آیات سے ان چیزوں کا استنباط بھی ہر شخص کے لئے آسان نہ تھا اسی لئے ان کو خطرہ گزرتا تھا کہ لوگ ان

---

[1] معتزلہ وغیرہ فرقوں نے اس کا دعویٰ کیا بھی ہے حالانکہ رجم کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن میں تو صرف جلد (تازیانہ) کی سزا کا ذکر ہے لیکن زانی کو رجم کی سزا نہ دی جائے یقیناً قرآن سے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے بخاری میں ان کا یہ قول جو نقل کیا گیا ہے کہ رَجَمْتُهَا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اس عورت کو رجم کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی بنیاد پر میں نے دی ہے) اس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ قرآن پر نہیں بلکہ سنت پر اس قانون کی بنیاد قائم ہے۔ یوں بھی کنوارے اور محصن (شادی شدہ) زانیوں کی سزا میں فرق ایک قدرتی امر ہے ۱۲۔

[2] جن امور کا ذکر حضرت عمرؓ کے اس بیان میں کیا گیا ہے ان میں عذاب قبر کا مسئلہ ایسا ہے جس کے (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

باتوں کا کسی زمانہ میں انکار نہ کر بیٹھیں، بظاہر اسی خطرے کے انسداد کی یہ تدبیر حضرت عمرؓ نے نکالی کہ اقلال یعنی جہاں تک ممکن ہو روایتیں کم بیان کی جائیں بجائے اس اقلال کے ان خاص امور کے متعلق اکثار یعنی کثرتِ ذکر کا طریقہ اختیار فرمایا، خصوصاً اپنے خطبوں میں چرچا کر کے ان باتوں کو آپ نے اتنا مشہور کر دیا کہ خبر احاد کی حیثیت باقی نہ رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ علما کو آنحضرتؐ کی حدیثوں کے متعلق مزید ایک اور قسم کا اضافہ کرنا پڑا یعنی متواتر اور خبرِ آحاد کے بیچ میں مشہور حدیثوں کی ایک اصطلاح مقرر کی گئی جن کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ ان کی حیثیت نہ تو دین کے ان قطعی عناصر اور یقینی اجزا کی ہے جن کا انکار آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے یعنی تواتر کی راہ سے مسلمانوں کی ہر اگلی نسل سے پچھلی نسلوں میں جو چیزیں منتقل ہوتی چلی آ رہی ہیں یہ حیثیت بھی مشہور روایتوں کی نہیں ہے اور نہ ان کی حیثیت خبرِ آحاد کی ہے۔ لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ درجۂ شہرت کو طے کر کے مسلمانوں تک جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو کر پہنچی ہیں ان کا انکار بھی دین سے انکار کرنے والوں کو خارج کر دیتا ہے سمجھتے ہیں کہ مشہور حنفی امام ابوبکر جصاص کا یہی خیال تھا لیکن عام طور پر علماء اس کے قائل نہیں ہیں، میں نے شاید پہلے بھی شمس الائمہ سرخسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قانونِ رجم اور مسح خفین جیسے مسائل کے منکر کے متعلق ان کا خیال تھا کہ :

لٰكِنْ يُخْشٰى عَلَيْهِ الْإِثْم   گناہ کا اندیشہ کیا جاتا ہے۔

بعضوں نے ان مشہور روایات کو بھی مختلف مدارج میں تقسیم کیا ہے، رجم والے قانون کی مثال دے کر لکھا ہے کہ اس قسم کی مشہور روایتوں کے منکر کو گمراہ قرار دیا جائے گا۔ صاحب کشف بزدوی نے علیٰ بن ابان حنفی امام کا قول نقل کیا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اشارات قرآن میں بھی ملتے ہیں، آل فرعون والی آیت اور يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ میں بھی لوگوں نے ان اشاروں کو پایا ہے موت کے وقت مرنے والوں کے سامنے جن غیبی حقائق کا ظہور ہوتا ہے ان کا ذکر بھی ایک سے زائد جگہ پر قرآن میں کیا گیا ہے ماسوا اس کے سورہ النبا کی آخری آیتیں یعنی اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (ہم نے دھمکایا تم کو قریب والے عذاب سے جس دن دیکھے گا آدمی ان چیزوں کو جنہیں اس نے اپنے آگے روانہ کیا تھا، اور کہے گا منکر کہ کاش ہم ہوتے خاک) اس آیت میں "عذاب قریب" میں قریب کا لفظ بتاتا ہے کہ کسی بعید عذاب کے مقابلہ میں آدمی قریبی زمانے میں اس سے دوچار ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جہنم کے عذاب بعید کے مقابلہ میں یہ قبر ہی کا عذاب عذابِ قریب ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ آگے جو یہ کہا گیا کہ بھیجے ہوئے اعمال کو دیکھے گا یہ بھی برزخی عذاب ہی کی خاصیت ہے کہ بجائے بدلہ بھگتنے کے آدمی کے اعمال مختلف شکلوں میں اس کے آگے پیش ہوں گے جن کو دیکھ دیکھ کر گھبرائے گا اور اذیت محسوس کرے گا اور یہی وہ وقت ہے جب آدمی تمنا کرے گا کہ موت کے متعلق اس کا جو یہ خیال تھا کہ ازالہ احساس کی یہ تعبیر ہے یعنی مر کر آدمی مٹی میں مل جاتا ہے خاک دھول بن کر اڑ جاتا ہے کاش وہی واقعہ ہوتا، لیکن صورتِ حال اس سے بالکل مختلف نظر آئے گی یہ ہے وہ مطلب جو ان آیتوں سے میری سمجھ میں آیا ہے۔ اسی بنیاد پر برزخی عذاب کو قرآنی عذاب قرار دیتا ہوں یعنی عذاب قریب میرے نزدیک عذابِ قبر ہی کی تعبیر ہے نیز سورۃ الانعام میں اور سورۃ الواقعہ کی بعض آیتوں سے عذاب قبر کی طرف اشارے ملتے ہیں جس کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں ہے۔ اسی طرح دجال کے شخصی وجود کے سوا شفاعت اور اہل ایمان کا آخری انجام نجات پر ہوگا۔ ان مسائل کو قرآن سے چاہا جائے تو تکرو تامل کے بعد مستنبط کیا جا سکتا ہے ۱۲

قِسْمٌ يُضَلَّلُ جَاحِدُهُ وَلَا يُكَفَّرُ مِثْلَ خَبَرِ الرَّجْمِ ۔ (کشف ج ۲ ص ۳۶۹)	ایک قسم مشہور روایتوں کی ایسی بھی ہے کہ اس کے منکر پر کفر کا فتویٰ تو نہیں لگایا جائے گا مگر اس کو گمراہ ٹھہرایا جائے گا مثلاً رجم کی روایت کا یہی حال ہے ۔

بہرحال ان مسائل کی تفصیل میرے سامنے نہیں ہے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ مشہور روایتوں کے متعلق یہ مانتے ہوئے کہ

هُوَ اسْمٌ لِخَبَرٍ كَانَ مِنَ الْآحَادِ فِي الْأَصْلِ أَيْ فِي الْاِبْتِدَاءِ (کشف ص ۳۶۸)	کہ خبر مشہور درحقیقت ان ہی خبروں کو کہتے ہیں جو ابتدا میں آحاد ہونے کی حیثیت رکھتی تھیں ۔

لیکن محض اس لیے یعنی

لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي عَلَىٰ قُبُولِهٖ ۔ (ص ۳۶۹)	صدر اول (عہد صحابہ) اور دوم (یعنی عہد تابعین) کے علمائے چونکہ ان کے ماننے پر اتفاق کر لیا تھا ۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ خبر آحاد کی جو نوعیت ہوتی ہے وہ ان کی باقی نہ رہی بلکہ "صدر اول" میں نہ سہی اس کے بعد بھی یعنی قرن ثانی و ثالث تک کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس زمانے تک جن خبروں میں شہرت کا رنگ پیدا ہو گیا تھا، ان کا شمار بجائے خبر آحاد کے خبر مشہور میں کیا جائے گا۔ صاحب کشف نے لکھا ہے کہ :

وَالْاِعْتِبَارُ لِلْاِشْتِهَارِ فِي الْقَرْنِ الثَّانِي وَالثَّالِثِ وَلَا عِبْرَةَ لِلْاِشْتِهَارِ فِي الْقُرُوْنِ الَّتِيْ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلٰثَةِ[1] (کشف ص ۳۶۹)	بہرحال قرن دوم و سوم (تابعین و تبع تابعین) کے عہد میں جو چیزیں شہرت کے درجہ تک پہنچ گئی تھیں (ان کی شہرت کا تو اعتبار کیا جائے گا) مگر ان تینوں قرون کے بعد کی شہرت ناقابلِ لحاظ غیر مؤثر قرار پائے گی ۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ "خبر آحاد" والی حدیثوں کے ذخیرہ سے جن روایتوں میں شہرت کی کیفیت عہد صحابہ ہی میں نہیں بلکہ عہد تابعین و تبع تابعین میں پیدا ہو گئی ہو، ان کو بھی مشہور خبروں میں شمار کر لیا گیا ہے[2]

اور یہی میں کہنا چاہتا ہوں کہ قلم بند ہوئے بغیر صرف زبانی چرچے کی زیادتی کی وجہ سے عہد صحابہ ہی نہیں بلکہ اس کے بعد والے دو قرنوں میں بھی جن محدودے چند روایتوں میں شہرت کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، جب ان کو "خبر آحاد" کے زمرے سے علمائے خارج کر دیا تو اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلافت و حکومت کی طرف سے لکھوایا ہوا حدیثوں کا کوئی مجموعہ مسلمانوں کی پچھلی نسلوں تک منتقل ہوتا ہوا اگر پہنچتا تو اس کے ساتھ لوگوں کے قلبی تعلقات کی جو کیفیت ہو سکتی تھی وہ ظاہر ہے ۔

---

[1] لکھا ہے کہ قرونِ ثلثہ کے بعد تو تقریباً ساری آحاد خبریں چونکہ مشہور ہو گئیں اس لئے پچھلے قرون کی شہرت کا اعتبار نہ کیا جائے گا ۔ ۱۲

[2] اگرچہ ان مشہور روایتوں میں ایسی روایتیں جن میں شہرت کا رنگ عہد صحابہ میں پیدا ہو چکا تھا اس کو مشہور روایتوں کی ان قسموں پر ترجیح دی جاتی ہے جن میں یہی کیفیت بعد والے قرون میں پیدا ہوئی، تاہم اجمالی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ شہرت کے درجہ تک ان تینوں قرون میں سے کسی قرن کے اندر جو روایتیں پہنچ گئی تھیں ان کو خبر آحاد کی مد سے نکال کر مشہور روایتوں میں داخل کر دیا جائے گا تفصیل کے لیے اصولِ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے ۱۲

رہا یہ مسئلہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو احاد خبروں کی شکل میں چھوڑا تھا ان میں سے بعض چیزوں میں حضرت عمرؓ نے خواہ زبانی تذکروں کے ذریعے سے شہرت کا رنگ کیوں پیدا کیا؟ یا حضرت عمرؓ کے بعد قرن ثانی و ثالث والوں نے ان روایتوں کو کیوں مشہور کر دیا یہ ایک جداگانہ بحث ہے ۔ علاوہ "مصالح مرسلہ" کے جیسے خلفائے راشدین کے خصوصی اختیارات میں شمار کیا جاتا ہے قرون مشہود لہا بالخیر کے فیصلوں کے متعلق بھی یہ مانا گیا ہے کہ خاص دینی بصیرت ہی کے تحت ان کو بھی مناسب نظر آیا کہ بجائے خبر آحاد کی شکل میں باقی رکھنے کے ان میں شہرت کی کیفیت پیدا کر دی جائے ۔

کچھ بھی ہو مجھے اس سے بحث بھی نہیں اور علمائے نے لکھا بھی ہے کہ صحابہ کے بعد والے قرون میں جو روایتیں مشہور ہوئی ہیں، ان کے انکار کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ خطاکار قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن کفر ہی نہیں بلکہ گمراہی کا انتساب بھی انکار کرنے والے کی طرف مشکل ہے[1] جیسے خلفائے راشدین کے عہد میں مشہور ہونے والی روایتوں کے منکروں کی تضلیل کا فیصلہ کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں کو گمراہ سمجھا جائے گا جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں مشہور ہو جانے والی روایتوں کے نتائج کا انکار کرتے ہیں اور میرے نزدیک مومن کے ایمان کا اقتضا بھی یہی ہے ۔

یہ تھی روداد ان خدمات کی جو عہد فاروقی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے متعلق انجام دی گئی جن کا حاصل یہی ہے کہ بجز چند خاص روایتوں کے خبر آحاد کے سارے ذخیرے کو خبر آحاد ہی کی شکل میں باقی رکھنے کی جو ممکنہ تدبیریں ہو سکتی تھیں حضرت عمرؓ نے ان کے اختیار کرنے میں پوری مستعدی اور بیدار مغزی سے کام لیا ۔ کوشش کا کوئی دقیقہ اس راہ میں اٹھا نہ رکھا، اور ان چند روایتوں کو شہرت کے درجہ تک پہنچانے کی کوشش آپ نے جو کی اس کی وجہ یا تو یہی ہو سکتی ہے کہ ان کی بصیرت کو اسی میں مصلحت نظر آئی، یا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص منشار کا علم ان امور کے متعلق کچھ ہو جس سے نبوت کے خصوصی مذاق شناس حضرات ہی واقف ہو سکتے تھے ۔

یہاں ایک بات یاد رکھنے کی یہ بھی ہے کہ "مشہور حدیث" کا مطلب چونکہ یہ ہے کہ ابتداءً میں خبر احاد کی شکل میں رہنے کے بعد صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں عام طور پر اتنی مشہور ہو گئی کہ

رَوَتْہُ جَمَاعَۃٌ لَا یُتَصَوَّرُ تَوَاطُؤُہُمْ عَلَی الْکِذْبِ ۔ (کشف ج ۲ ص ۳۶۷)

اتنے آدمیوں نے اس کو بیان اور روایت کیا ہے جن کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ خواہ مخواہ وہ جھوٹ پر متفق ہو گئے تھے ۔

جس کا حاصل یہ ہوا کہ متواتر اور مشہور میں فرق صرف اس قدر ہے کہ متواتر روایات میں تو ضروری ہے کہ ابتدا سے آخر تک ایسی جماعت اس کو بیان کرتی ہو جس کے متعلق غلط بیانی کا احتمال باقی نہ رہے ۔ عقل کے لئے ناممکن ہو جائے کہ اس کو جھوٹ قرار دے اور مشہور روایتوں میں بھی گو یہی کیفیت پائی جاتی ہے الا یہ کہ ابتداءً میں اس کی حیثیت چونکہ خبر آحاد کی تھی اس لئے متواتر روایتوں کی قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس معیار پر عہد فاروقی میں مشہور ہو جانے والی روایتوں کی تعداد بہت تھوڑی نکلے گی، شاید وہی چند باتیں جن کا تذکرہ حضرت عمرؓ اپنے خطبات میں کرتے تھے اور ان کو خطرہ تھا کہ آئندہ انکار کرنے والے کہیں ان کے انکار پر جری نہ ہو جائیں، ان کے سوا مشکل ہی سے کسی چیز کا ان پر اضافہ ہو سکتا ہے ۔

---

[1] تفصیلات اصول فقہ کی کتابوں خصوصاً کشف بزدوی میں پڑھیے ۱۲

اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی بھولنا نہ چاہیئے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جیسے مشہور روایتوں کی شکل ان چند چیزوں نے اختیار کی، وہیں آپ ہی کے زمانے میں یہ بھی طے کیا گیا کہ کسی واحد خبر کا مفاد اگر قرآنی نص کے خلاف ہو تو ترجیح ہمیشہ قرآن ہی کو دی جائے گی۔ غیر حاملہ یعنی حائل عورت کو جب ایسی طلاق دی جائے جس کے بعد نکاح جدید کے بغیر پھر اس عورت کو طلاق دینے والا زن وشو کے تعلقات کو جاری نہیں رکھ سکتا۔ اس کے نان ونفقہ اور سکنیٰ (جائے سکونت) کے متعلق یہ سوال جب اٹھا کہ عدت کے زمانے میں طلاق دینے والے شوہر پر یہ چیزیں یعنی نان ونفقہ وغیرہ واجب ہے یا نہیں اور ایک خاتون صاحبہ فاطمہ بنت قیس نامی جن کے ساتھ طلاق کی یہی صورت پیش آئی تھی انہوں نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفقہ اور سکنیٰ کو شوہر پر عائد نہیں کیا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک چونکہ فاطمہ بنت قیس کی یہ روایت کتاب یعنی قرآنی نص کے خلاف تھی آپ نے اعلان کیا کہ

لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ بِقَوْلِ امْرَأَةٍ حَفِظَتْ اَمْ نَسِيَتْ۔	ہم اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی کے طریقہ کو کسی ایسی عورت کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے جس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی۔
(صحاح)[1]	

عہد عثمانی اور تدوین حدیث

بہر حال عہد فاروقی ان ہی حالات میں ختم ہوا آپ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ آیا، علمی خدمات کے لحاظ سے عثمانی عہد خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ وہ ہے جس کی وجہ سے آج تیرہ ساڑھے تیرہ سو سال تک سارے جہاں کے مسلمانوں میں قرآن مجید کا ایک ہی نسخہ مروج ہے۔ "تدوین قرآن" نامی کتاب میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے[2]

حدیث کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ سے تدوین حدیث کی تاریخوں میں لوگوں نے کسی خاص واقعہ کا ذکر اگرچہ نہیں کیا ہے لیکن حضرت عثمانؓ سے جو روایتیں کتابوں میں نقل کی گئی ہیں ہم ان ہی میں ایک اس روایت کو بھی پاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

مَا يَمْنَعُنِيْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَكُوْنَ اَوْعٰى اَصْحَابِهٖ عَنْهُ وَلٰكِنِّيْ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے بیان کرنے میں مجھے یہ چیز نہیں روکتی کہ دوسرے صحابیوں سے حدیثوں کے یاد رکھنے میں کچھ کم ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے میری طرف

---

[1] یہ مسئلہ کہ قرآن کی کس آیت کے خلاف حضرت عمرؓ نے فاطمہ والی روایت کو قرار دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس سنت کا حضرت کو علم تھا فاطمہ کی روایت اس کے مخالف تھی یہ بڑا تفصیلی مسئلہ ہے حدیث وشروح حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل ملے گی۔ ۱۲

[2] اسی کتاب کا جوہری خلاصہ ہمارے عزیز شاگرد مولوی غلام ربانی ایم اے حیدرآبادی نے کیا، ندوۃ المصنفین دہلی کے مکتبہ نے اس کو شائع بھی کر دیا ہے اس خلاصہ کے بعد یہ واقعہ ہے کہ میری اصل کتاب بھی شائع نہ ہو تو اس کی ضرورت باقی بھی نہیں رہتی ہے ۱۲۔

قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (ص ۶۵)

کوئی ایسی بات منسوب کی ہے جو میں نے نہ کہی ہو تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا وہ دوزخ میں بنالے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کافی حدیثیں حضرت عثمان رضؓ کو بھی یاد تھیں، لیکن ان کی عمومی اشاعت سے آپ بھی پرہیز کرتے تھے، کیوں کرتے تھے؟ ممکن ہے کہ مذکورہ الفاظ سے یہ نتیجہ بھی نکالا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کے منسوب ہو جانے کا اندیشہ حضرت عثمان رضؓ کو تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جب دوسرے صحابیوں کے مقابلہ میں خود ان کا دعویٰ تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کم حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔ تو حفظ و یاد کے اس دعوے کے بعد ان کے کلام کو اس پر محمول کرنا کہ اپنی یاد پر حضرت رضؓ کو کامل بھروسا نہ تھا اس لئے روایت سے پرہیز کرتے تھے، کچھ بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے۔

میرا تو خیال یہی ہے کہ وہی بات یعنی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی اشاعتِ عام کا طریقہ اگر وہ اختیار کرتے تو ظاہر ہے کہ ہر طرح کے لوگ ان سے سنی ہوئی روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کرتے۔ حضرت عثمان رضؓ کو زیادہ سے زیادہ اعتماد اپنے حافظہ اور اپنی یاد پر ہو سکتا تھا لیکن ان سے سن کر روایت کرنے والے بھی صحیح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی بات کو منسوب کریں گے، جو کچھ انہوں نے سنا ہے حضرت عثمان رضؓ کو چونکہ اس پر بھروسا نہ تھا اندیشہ تھا کہ اس راہ سے پیغمبر کی طرف غلط بات منسوب نہ ہو جائے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں آپ نے سنی تھیں ان کی اشاعت عام نہیں فرماتے تھے اور اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خبر آحاد کی ان روایتوں کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں میں اشاعت ضروری خیال نہ فرمائی، اسی طرح آپ کے خلفاءؓ نے بھی یہی طریقِ عمل دین کے اس غیر بیناتی حصہ کے متعلق اپنے اپنے زمانہ میں اختیار فرمایا اسی سے اندازہ کیجئے کہ ایک دفعہ برسرِ منبر حضرت عثمان رضؓ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے، مسند احمد ہی میں ہے:-

عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ كَتَمْتُكُمْ حَدِيْثًا سَمِعْتُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَاهِيَةَ تُفَرِّقُكُمْ عَنِّيْ۔

(ص ۶۵)

حضرت عثمان رضؓ کے غلام ابو صالح سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے لوگو! ایک حدیث جسے میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے اسے تم لوگوں سے اب تک اس لئے چھپاتا رہا کہ تم کو یہ حدیث مجھ سے جدا کر دے گی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ:

ثُمَّ بَدَا لِيْ اَنْ اُحَدِّثَكُمُوْهُ لِيَخْتَارَ امْرُءٌ لِنَفْسِهٖ مَا بَدَا لَهٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رِبَاطُ

مگر مجھے یہی محسوس ہوا کہ میں اس حدیث کو تم سے بیان ہی کر دوں، پھر اس حدیث کے سننے کے بعد جو اپنے لئے جس پہلو کو چاہے آدمی اختیار کرے میں نے رسول اللہ

يَوْمٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ تَعَالٰى خَيْرٌ مِّنْ اَلْفٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا رباط (یعنی اسلامی سرحدوں کی چھاؤنیوں میں بہ نیت جہاد قیام) دوسری جگہوں میں ہزار دن گزارنے سے بہتر ہے۔

اور یہی خبر آحاد کی حدیثوں کے استعمال کا صحیح مقام ہے جس کی طرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ ان سے عمل کی محرومی عام دینی ثمرات سے گو آدمی کو محروم نہیں کرتی۔ لیکن دین میں جو آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ چاہیں تو ان حدیثوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

لیکن بایں ہمہ حضرت عثمانؓ ہی کو ہم دیکھتے ہیں کہ الواحد بعد الواحد ہی کی راہ سے ہی جب کبھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء مبارک کی خبر ہو جاتی تھی تو بجائے اپنی رائے کے اسی خبر واحد کی تعمیل کو اپنی سعادت خیال فرماتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک دلچسپ قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ حج کے ارادے سے مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے جب قدید نامی مقام پر پہنچے تو آپ کے باورچی خانے میں چند چکور گاؤں والوں نے شکار کر کے پہنچا دیئے، چکوروں کو بھون کر اور کھانوں کے ساتھ طشت میں مرتب کر کے حضرت عثمانؓ کے دستر خوان پر لوگوں نے چن دیا، راوی کا بیان ہے کہ:

كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْحَجَلِ حَوَالِي الْجِفَانِ

ہم ان بھنے ہوئے چکوروں کو گویا طشت کے کنارے چنا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عثمانؓ اپنے رفقاء کے ساتھ جب دستر خوان پر بیٹھے تو دیکھا کہ بعض لوگ کھانے سے رک رہے ہیں وجہ دریافت کی تو لوگوں نے کہا کہ قافلہ میں حضرت علیؓ بھی ہیں، ان کا بیان ہے کہ حج کے احرام کی حالت میں شکار کے گوشت کا کھانا جائز نہ ہوگا، سننے کے ساتھ ہی حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ نے بلا بھیجا، دونوں میں گفتگو ہوئی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ:

"یہ شکار ہے جسے نہ میں نے شکار کیا ہے، اور نہ اس کے شکار کرنے کا حکم میں نے دیا تھا۔ گاؤں والے جو احرام کی حالت میں نہ تھے یہ ان کا شکار کیا ہوا ہے اور میرے پاس ان ہی لوگوں نے کھانے کے لئے بھیجا ہے، پھر اس کے کھانے میں کیا مضائقہ ہے۔"

علی کرم اللہ وجہہ نے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا کہ:

احرام ہی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گورخر کی ران تحفہ میں ایک شخص نے پیش کی تھی لیکن رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہم لوگ احرام کی حالت میں ہیں، بس چاہئے کہ یہ ران ان لوگوں کو کھلا دی جائے جو احرام کی حالت میں نہیں ہیں۔

بعض دوسرے صحابی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں ساتھ تھے، انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ جوں ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ روایت حضرت عثمانؓ کو پہنچی لکھا ہے کہ دستر خوان سے اٹھ گئے اور

فَدَخَلَ رَحْلَهٗ وَاَكَلَ ذٰلِكَ الطَّعَامَ

اپنے خیمے میں چلے گئے اور گاؤں والوں نے

اس کھانے کو کھا لیا۔ (مسند احمد ص ۱۰۰) اَحِلُّ الثَّمَاءِ[۱]۔

اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد و تفقہ کی روشنی میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نتیجہ تک پہنچے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر اس سے دست بردار ہو گئے حالانکہ چاہتے تو گفتگو کر سکتے تھے اور بعد کو جیسا کہ حاشیہ کے تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا ائمۂ اجتہاد کی اکثریت نے حضرت علیؓ کی بیان کی ہوئی اس روایت کے مقابلہ میں ابو قتادہؓ[۲] کی روایت کو ترجیح دی حنفیوں اور مالکیوں کا وہی مذہب

---

[۱] اس مسئلہ میں کہ خشکی کے شکار کو بحالتِ احرام کسی نے خود شکار نہ کیا ہو بلکہ جو حالتِ احرام میں نہ ہو اسی کا شکار کیا ہوا ہو، محرم یعنی جو احرام باندھے ہوئے ہو کیا اس شکار کے گوشت کو استعمال کر سکتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہی نقل کیا جاتا ہے کہ کھا سکتے ہیں لیکن شوافع حضرت علیؓ کی اسی روایت کی بنیاد پر کھانے کی اجازت نہیں دیتے مسئلہ میں ہر فریق کے دلائل فقہ و حدیث کی شروح میں تلاش کیجیے۔ حنفیہ کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ران اس لیے واپس نہ کی تھی کہ اس کا کھانا بحالتِ احرام ناجائز تھا کیونکہ دوسری روایت صحاح ہی کی حضرت ابو قتادہ والی سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے خود بھی احرام کی حالت میں اس قسم کے شکار کے گوشت کو استعمال فرمایا اور دوسروں کو بھی اجازت دی۔ پس ران کے واپس کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنے کی ہمت افزائی نہ ہو یعنی ممانعت سد اللذریعہ کے تحت کی گئی تھی ۱۲

[۲] یہ روایت صحاح ستہ کی ہر کتاب میں مل سکتی ہے، روایت چونکہ ذرا دلچسپ ہے جی چاہتا ہے۔ کہ اس کا تذکرہ کر دوں، ابو قتادہ صحابیؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھ کر صحابیوں کے ساتھ مکہ معظمہ کے قصد سے تشریف لے جا رہے تھے، یہ صلح حدیبیہ والے سفر کا واقعہ ہے، ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے احرام نہیں باندھا تھا لیکن احرام بند لوگوں کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے آگے تشریف لے جا رہے تھے بہر حال میں ان ہی احرام بند لوگوں کے قافلہ میں تھا میری چپل ٹوٹ گئی تھی اُسے درست کر رہا تھا۔ اچانک ان ہی لوگوں کی جو احرام کی حالت میں تھے ایک گورخر پر نظر پڑی، میں تو چپل کے سینے میں مشغول تھا گورخر کے دیکھنے والے چونکہ حالتِ احرام میں تھے اور قاعدہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنے کی بھی ممانعت ہے اور شکار کی طرف اشارہ کرنے کی بھی، گورخر کے دیکھنے والے سخت کش مکش میں تھے مجھ سے وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے، لیکن دل سب کا چاہتا تھا کہ میں چونکہ احرام کی حالت میں نہیں ہوں کاش میری نظر اس گورخر پر پڑ جاتی۔ ابو قتادہؓ سے بعض روایتوں میں یہ بھی مروی ہے کہ گورخر کے دیکھنے والی جماعت میں بعض لوگوں نے بعض کو دیکھ کر آپس میں ہنسنا شروع کیا۔ شاید ان کے ہنسنے پر ان کی نظر اٹھی، سامنے دامنِ کوہ میں گورخر کھڑا ہوا تھا، اس پر نظر پڑ گئی، ابو قتادہ بڑے مشتاق شکاری تھے۔ نظر پڑنے کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ گورخر پر حملہ کریں لیکن جلدی میں نہ کوڑا ہی لے سکتے تھے اور نہ نیزہ تب ان احرام بند لوگوں سے کہا کہ میرا کوڑا اور نیزہ تو دے دو لیکن سبھوں نے شکار کرنے کے اس فعل میں امداد دینے سے انکار کیا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے ان کے انکار پر غصہ بھی آیا مگر کرتا کیا گھوڑے سے اترا، کوڑے اور نیزے کو لے کر میں نے گھوڑے کو گورخر پر ڈال دیا بہت جلد وہ میری زد میں آ گیا نیزے سے میں نے اس کو گرا دیا جب شکار ہو چکا تو ان احرام بندوں نے گوشت کے کھانے میں شرکت کی مگر بعد کو لوگ شک میں مبتلا ہوئے۔ ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ اس گورخر کی ایک ران میں نے چھپا لی تھی۔ اسی حال میں قافلہ آگے روانہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قصہ پیش کیا گیا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ گوشت باقی بھی رہ گیا ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

ہے جسے حضرت عثمان رضؓ نے ان الفاظ میں پیش کیا تھا۔

صَیْدٌ لَمْ نَصْطَدْہُ وَلَمْ نَامُرْ بِصَیْدِہٖ اِصْطَادَہٗ قَوْمٌ حِلٌّ فَاَطْعَمُوْنَاہُ فَمَا بَأْسٌ۔	شکار ہے جسے نہ ہم نے خود شکار کرنے کا اس کے حکم دیا، یہ ان لوگوں نے شکار کیا ہے جو احرام بند نہ تھے انہوں نے میرے پاس کھانے کے لیے بھیجا تو اس کے کھانے میں کیا مضائقہ ہے۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ فطرۃً وہ بڑے نرم دل آدمی تھے، اختلاف اور مقابلہ پہ ڈٹنے سے ان کی طبیعت کو دور کا لگاؤ بھی نہ تھا۔ حدیث پیش کی گئی، خاموش ہوگئے اور اسی پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔

مگر اسی کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی اسی فطری نرم مزاجی اور شرمیلی طبیعت نے لوگوں کی ہمتیں بلند کر دیں گو اپنی حد تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کے متعلق جو کچھ وہ کر سکتے تھے کرتے رہے لیکن عنقریب معلوم ہوگا کہ "حدیث" میں فتنے کی ابتداً جن لوگوں کی راہ سے ہوئی یہ وہی تھے جن کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرم حکومت نے بدبختانہ جسارتوں کے ارتکاب کے مواقع فراہم کر دیئے تھے۔

عہدِ مرتضوی اور تدوینِ حدیث

میں نے پہلے بھی کہیں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی عام عادت تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے کوئی بات آپ کے سامنے اگر کوئی بیان کرتا تو آپ اس سے قسم لیتے تھے شاید اس کی ایک وجہ عہدِ عثمانی کے وہ فتنے اور فساد بھی ہوں جو مسلمانوں میں پھوٹ پڑے تھے، یوں بھی اسلام کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو چکا تھا نہ صرف مقبوضات کا بلکہ مختلف اقوام اور طبقات کے لوگ مسلمان ہو ہو کر اسلامی جماعت میں فوج در فوج شریک ہوتے چلے جاتے تھے اور جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا ان میں طرح طرح کے لوگ تھے، سب کے ایمان و اسلام کی وہی حالت نہ تھی جو صحابۂ کرام کی تھی۔ ان ہی امور کے احساس کا غالباً یہ نتیجہ بھی تھا کہ حضرت علی رضؓ عموماً منبر سے اس حدیث کا اعلان فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لَا تَکْذِبُوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ یَکْذِبْ عَلَیَّ یَلِجُ فِی النَّارِ۔	میری طرف جھوٹی بات ہرگز منسوب نہ کیا کرو جو میری طرف منسوب کرکے جھوٹی بات بیان کرے گا وہ آگ میں جھونکا جائے گا۔
(مسند احمد ج ۱ ص ۸۳)	

نہ صرف دوسروں ہی کے متعلق یہ فرماتے تھے بلکہ خود اپنی طرف اشارہ کرکے آپ نے متعدد موقعوں پر اس فقرے کو دہرایا ہے کہ :

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہاں جسے ہیں نے چھپا رکھی تھی رسول اللہؐ کی خدمت میں اس کو پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا حالانکہ آپ بھی احرام ہی کی حالت میں تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دریافت کیا کہ احرام بندوں سے کسی نے شکار کی طرف اشارہ تو نہیں کیا تھا!؟

لَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔
(مسند احمد ج ۱ ص ۸۱)

آسمان سے میں گر پڑوں یہ میرے لیے زیادہ آسان ہے اس بات سے کہ رسول اللہ کی طرف غلط بات کو منسوب کرکے بیان کردوں۔

اور جیسے دوسروں سے آپ قسم لیتے تھے اسی طرح یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ پوچھنے والا حضرت علیؓ کی کسی حدیث کے بیان کرنے کے بعد اگر پوچھتا کہ کیا واقعی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے تو جواب میں خود بھی قسم کھاتے ہوئے فرماتے:

اِیْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۱)

ہاں! (آنحضرتؐ نے فرمایا) قسم ہے کعبہ کے رب کی۔

حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت تک نبوت سے زمانہ کا فاصلہ کافی دور ہو چکا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو باتیں آحاد کی شکل میں حضرت علیؓ تک پہنچی تھیں، میں نے پہلے بھی کہیں لکھا ہے کہ خود ذاتی طور پر ان کا ایک حصہ حضرت علیؓ کے پاس کتوبہ شکل میں بھی تھا جس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان حدیثوں کو آپ نے کس زمانہ میں قلمبند فرمایا تھا تاہم لکھی ہوئی شکل میں ان کے پاس کچھ حدیثیں ضرور تھیں۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر جن کے متعلق آپ یہ اقرار بھی فرماتے تھے کہ میری تلوار کی نیام میں وہ نوشتہ رکھا ہوا ہے لیکن اس کی اشاعتِ عام نہ ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں آپ نے کی اور نہ عمرؓ کے عہد میں اور نہ عثمانؓ کے عہد میں حتی کہ خود آپ کے خلافت کے زمانہ میں بھی لوگوں نے چاہا کہ عام لوگوں میں ان حدیثوں کی اشاعت کر دی جائے مگر جہاں تک روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس سے انکار ہی کرتے رہے، لیکن جب اصرار حد سے زیادہ لوگوں کا گزر گیا۔ نیز خیال بعضوں کا یہ ہونے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کچھ خاص باتوں کی وصیت کی ہے اور اس سے مختلف قسم کے خود آفریدہ مغالطوں میں مبتلا کرنے کا موقعہ ان لوگوں کو مل رہا تھا جنھوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فساد اور فتنے کا ایک باضابطہ پروگرام تیار کیا تھا تو جیسا کہ مسندِ احمد میں ہے کہ آخر ایک دن آپ نے کہا کہ

مَا عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا خَاصَّةً دُوْنَ النَّاسِ اِلَّا شَیْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ فَهُوَ فِیْ صَحِيْفَةٍ فِیْ قِرَابِ سَيْفِیْ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لوگوں سے الگ مجھ سے کوئی ایسی بات بطورِ عہد کے نہیں فرمائی ہے بجز اس کے کہ میں نے آپ سے چند باتیں سنی ہیں وہ اس صحیفہ میں لکھی ہوئی ہیں جو میری تلوار کی نیام میں رکھا ہوا ہے۔

آگے راوی کا بیان ہے کہ

فَلَمْ يَزَالُوْا بِهٖ حَتّٰى اَخْرَجَ الصَّحِيْفَةَ ۔ (مسند احمد ص ۱۱۹)

لوگ اس (صحیفہ کے دکھانے) پر مُصر ہوئے یہاں تک کہ آپ نے اس صحیفہ کو (نیام سے) نکالا۔

ظاہر ہے کہ اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کی خواہش تو یہی تھی کہ ان حدیثوں کی اشاعت جنھیں آپ نے اپنی یادداشت کے لئے قلم بند فرمایا تھا، عمومیت کا رنگ پیدا نہ ہو، لیکن لوگوں کی طرف سے اصرار میں شدت بڑھتی چلی گئی۔ نیز خطرہ اس کا ہوا کہ خدا جانے لوگ کیا سمجھ بیٹھیں، آپ نے لوگوں کو دکھا دیا کہ اس میں معمولی دینی مسائل ہیں، اس قسم کے شکوک کا اس سے ازالہ بھی ہو گیا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے صیغۂ راز میں ان کو کچھ خاص رموز و اسرار کی نوعیت کی چیزیں وصیت فرمائی تھیں جنھیں مختلف طریقوں سے لوگوں نے پھیلانا شروع کیا تھا، خود ان ہی روایتوں سے جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے اس صحیفہ کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے متعلق اس قسم کی باتیں لوگوں میں پھیلنی شروع ہوگئی تھیں، مثلاً قتادہ ابوحسان کے حوالے سے اسی صحیفۂ علی کے قصے کو جب بیان کیا کرتے تھے تو شروع میں کہتے کہ ابوحسان کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے اور لوگ آکر عرض کرتے کہ جو حکم دیا گیا تھا اس کی تعمیل ہوگئی تو زبانِ مبارک پر بے ساختہ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ (اللہ اور اللہ کے رسول نے سچ کہا) کے الفاظ جاری ہوجاتے الاشتر النخعی نے ایک دن حضرت سے آکر کہا کہ آپ کے اس طریقہ کا یعنی اس قسم کے مواقع میں صدق اللہ ورسولہ عام طور پر جو آپ فرما دیتے ہیں اسی لوگوں میں آپ کے متعلق یہ بات پھیل گئی ہے اشتر نے اس کے بعد کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خاص باتیں آپ سے کہی ہیں؟ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ غلط فہمیاں ضرور پھیلی ہوئی تھیں، مسند احمد ہی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

یَرْحَمُ اللّٰہُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ
کَانَ مِنْ کَلَامِہٖ لَا یَرٰی شَیْئًا یُعْجِبُہٗ اِلَّا
قَالَ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَیَذْھَبُ
اَھْلُ الْعِرَاقِ یَکْذِبُوْنَ عَلَیْہِ وَیَزِیْدُوْنَ
عَلَیْہِ فِی الْحَدِیْثِ۔ (ج ۱ ص ۸۶)

علیؓ پر خدا رحم کرے بات کرنے میں ان کی عادت تھی جب کوئی حسب دلخواہ بات دیکھتے تو کہتے کہ سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے، عراق والے (ان کے اسی عام فقرے کی بنیاد پر) ان کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے لگے اور بڑھا چڑھا کر ان کی طرف باتوں کو منسوب کرنے لگے۔

بلکہ مسند احمد ہی میں طارق بن شہاب کے حوالہ سے جو روایت نقل کی گئی ہے، یعنی طارق کہتے تھے :

رَاَیْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِ
یَخْطُبُ وَعَلَیْہِ سَیْفٌ حلیتہ مِنْ حَدِیْدٍ
فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا عِنْدَنَا
کِتَابٌ نَقْرَءُہٗ عَلَیْکُمْ اِلَّا کِتَابُ اللّٰہِ
وَھٰذِہِ الصَّحِیْفَۃُ اَعْطَانِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْھَا فَرَائِضُ الصَّدَقَۃِ
(ج ۱ ص ۱۱۹)

میں نے منبر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ان کی کمر میں تلوار تھی جس کے (قبضے کی) زینت لوہے سے کی گئی تھی میں نے اس وقت سنا وہ فرما رہے تھے کہ اللہ کی قسم ہے ہمارے ہاں اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس صحیفہ کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جسے تم لوگوں کے آگے پڑھوں اور یہ صحیفہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں صدقہ کے حصوں کی تفصیل ہے۔
(یعنی قانونِ زکوٰۃ کی تفصیل)

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں حضرت والا نے ضرورت محسوس فرمائی کہ برسرِ منبر ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے جو آپ کے متعلق پھیل گئی تھیں یا پھیلائی جا رہی تھیں عنقریب جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

لیکن کچھ بھی ہو، باوجود ان تمام باتوں کے کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اپنے "نیامی صحیفہ" کی نقل لینے کی عام اجازت

مسلمانوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دی ہو، بلکہ یہ واقعہ یعنی "صحیفہ علی" کے مضامین جن متعدد راویوں سے حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں، ان میں یہ بات جو پائی جاتی ہے کہ ایک راوی جن اجزاء کا ذکر کرتا ہے دوسرا ان کے ذکر سے خاموش ہے بلکہ بجائے اس کے وہ دوسرے اجزاء کا تذکرہ کرتا ہے، اگرچہ بعض اجزاء ساری روایتوں میں مشترک ہیں، میرے نزدیک تو یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ان راویوں میں سے کسی راوی کے پاس اس صحیفہ کی نقل موجود نہ تھی، بلکہ سن سنا کر جو باتیں جسے یاد رہ گئی تھیں ان ہی کو وہ بیان کرتا تھا۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں سے دریافت کرنے سے پہلے اس صحیفہ کے مضامین کو اپنی ذات ہی کی حد تک محدود رکھنا پھر ان لوگوں کے اصرار پر ان کو بتانا، بتانے کے بعد بھی عام نقل اس صحیفہ کی لوگوں میں جو نہ پھیلی تو اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جیسے آپ کے پیش رو خلفاء راشدین نے یہ خیال کیا تھا کہ ان کے زمانہ میں عمومیت کا رنگ اختیار کر کے آئندہ نسلوں تک جو چیزیں پہنچیں گی ان میں شریعت کے ان عناصر اور اجزاء کی وہی کیفیت پیدا ہو جائے گی جسے شارع علیہ السلام نے صرف "البینات" کی حد تک محدود رکھنا چاہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے بھی اپنے عہدِ خلافت تک یہ خیال باقی رہا تھا، جہاں تک ممکن تھا اس کی نگرانی میں آپ نے کبھی کمی نہیں فرمائی۔

لیکن پھر بھی اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس مسئلہ میں حزم و احتیاط اور اس کے متعلق دار و گیر میں جس تشدد اور سختی سے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے کام لیا تھا، حضرت علیؓ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی شدت اور کڑی نگرانی آپ کے نزدیک ضروری نہ رہی تھی، آخر سوچنا چاہیے کہ اسی خبر آحاد کے مجموعہ کو لکھ لینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے جلا دیا تھا یا استشارہ و استخارہ کے بعد حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ کہ ان کے عہدِ خلافت میں حدیثوں کا جو مجموعہ حکومت کی طرف سے مدون کرا دیا جائے گا آئندہ چل کر قرآن کی ہمدوش و ہم سطح تک یہ (یعنی مثناۃ کمثناۃ تورات) کی شکل اختیار کرے گا اور اسی فیصلہ کی بنیاد پر صرف یہی نہیں کہ اس خیال سے خود ہی دست بردار ہوئے بلکہ گزر چکا کہ آپ کے زمانہ میں جس کسی کے پاس لکھی ہوئی حدیثیں تھیں جہاں تک آپ کے امکان میں تھا سب کو ضائع کر دینے کا جو حکم آپ نے دیا تھا ان بزرگوں کے اس عمل کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس طریقہ سے کیا نسبت ہے اپنی ذاتی یادداشت ہی کے لئے سہی، لیکن بہرحال آپ نے چند خاص حدیثوں کو قلم بند تو فرمایا اور اپنی تلوار کی نیام میں ان کو محفوظ کر دیا تھا۔

سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ طرزِ عمل کے اس اختلاف کے اسباب کیا تھے؟ آخر یہ بات تو ظاہر ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] مسند احمد میں پانچ راویوں سے "صحیفۂ علی" کے مضامین منقول ہیں یعنی ابو حسانؒ، یزیدؒ بن شریک (ابراہیم تیمی کے والد) طارقؒ بن شہاب قیسؒ بن عباد، حارثؒ بن سوید، سبھوں نے بیان کیا ہے کہ صحیفہ علی میں فلاں فلاں مسائل تھے بعض مسائل تو سب کے بیان میں مشترک ہیں لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک کی روایت میں ہیں اور دوسرے کے یہاں بجائے ان کے دوسرے مسائل کا تذکرہ پایا جاتا ہے اسی حال کو دیکھ کر علماء نے لکھا ہے کہ صحیفہ علی میں کافی مسائل تھے بظاہر ملاطفہ کی شکل میں یہ صحیفہ تھا اسی لئے تلوار کی نیام میں لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ کے فتووں کی ایک کتاب کا ذکر آگے آ رہا ہے جس کی بہت سی چیزوں کو ابن عباس نے قلم زد کر دیا تھا۔ لکھا ہے کہ وہ بھی "ملاطفہ" ہی کی شکل میں تھا ۱۲۔

عنہا کی خلافت کا جو زمانہ تھا، عہد نبوت کے قرب کی وجہ سے قدرتاً خود اس زمانے کے متعلق اور اس زمانے کی چیزوں کے متعلق مسلمانوں کے قلوب میں احترام و تقدس کے جو جذبات تھے، جیسے جیسے دن گزرتے جاتے تھے احترام و تقدس کی اس کیفیت میں اضمحلال کا پیدا ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے طرزِ عمل کی تبدیلی میں کچھ اس کو بھی دخل ہو، ماسوا اس کے سیاسی حالات کے پیش رفت نے مدینہ منورہ چھوڑ کر حضرتؓ کو اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کو پایۂ تخت خلافت جو قرار دینا پڑا اور اس کی وجہ سے کوفہ میں آپ کو قیام کرنا پڑا

جیسا کہ معلوم ہے یہاں مسلمانوں کی بہت بڑی فوجی چھاؤنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قائم ہو گئی تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ

هَبَطَ الْكُوْفَةَ ثَلَاثُمِائَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ وَ سَبْعُوْنَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ۔ (ابن سعد ج ۶ ص ۴)

کوفہ کو وطن بنا کر رہنے والوں میں تین سو تو ایسے صحابی تھے جنہوں نے الشجرہ (درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر موت کی بیعت کی تھی) اور ستر صحابی وہ تھے جو میدان بدر میں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) ساتھ جنگ میں شریک تھے

لیکن جس کوفہ کا حال یہ ہو جیسا کہ طبقات ہی میں ہے کہ

بِهَا بُيُوْتَاتُ الْعَرَبِ (ص ۶)

اس میں عرب کے تمام قبیلوں اور خاندانوں کے لوگ تھے۔

اور بقول ابن خلدون عرب کے ان بیوتات کا حال یہ تھا کہ اس میں۔

سَائِرُ الْعَرَبِ مِنْ بَنِيْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ وَعَبْدِ الْقَيْسِ وَسَائِرُ رَبِيْعَةَ وَالْاَزْدُ وَكِنْدَةُ وَتَمِيْمٌ وَقُضَاعَةُ وَغَيْرُهُمْ فَلَمْ يَكُوْنُوْا مِنْ تِلْكَ الصُّحْبَةِ بِمَكَانٍ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ۔ (ج ۲ ص ۱۲۸)

سارے عرب قبائل کے لوگ آکر آباد ہو گئے تھے (یعنی) بنو بکر بن وائل والے عبد القیس والے اور ربیعہ قبیلہ کی تمام شاخوں کے لوگ اور قبیلہ ازد کے کندہ والے تمیم والے قضاعہ والے اور ان کے سوا بھی ان لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے استفادہ کرنے والے بہت کم تھے۔

جس کا مطلب یہی ہے کہ ان میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دولت سے تو سرفراز ہوئے تھے لیکن ان بیچاروں کو جمال جہاں آرائے محمدی سے اپنی مشتاق آنکھوں کو روشن کرنے کی سعادت میسر نہ آئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے قرظہ بن کعب الانصاری کو رخصت کرتے ہوئے جو یہ فرمایا تھا:

اِذَا رَاَوْكُمْ مَدُّوْا اِلَيْكُمْ اَعْنَاقَهُمْ وَقَالُوْا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (جمع الفوائد ص ۲۸ بحوالہ دارمی)

جب تمہیں وہ دیکھیں گے تو اپنی گردنیں تمہاری طرف دراز کریں گے اور کہا کریں گے کہ دیکھو یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

یہ فاروقی بصیرت تھی جس نے اندازہ کر لیا تھا کہ صحبت نبوت سے محروم رہ جانے والے مسلمانوں کے قلوب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کے جاننے کا ولولہ اور شوق کس طرح بھڑک اٹھے گا اور رسول اللہؐ کے صحابیوں کو دیکھ کر اپنے پیغمبر کے حالات کے جاننے کے لئے بیتابانہ کس طرح دوڑ پڑیں گے۔ حضرت عمرؓ کی یہ پیش گوئی کتنی سچی نکلی اس کا اندازہ اسی سے کیجئے کہ صحابہ نہیں بلکہ صحابہ

کے دیکھنے والوں کے ساتھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ان ہی چھاؤنیوں میں رہنے والے مسلمانوں کے تعلقات کی نوبت یہ ہو گئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ثابت البنانی ان لوگوں سے جو ان سے حدیث سننے کے لیے آیا کرتے تھے، کہتے۔

لَوْلَا تَصْنَعُوْا بِیْ مَا صَنَعْتُمْ بِالْحَسَنِ لَحَدَّثْتُکُمْ اَحَادِیْثَ مُؤَنَّقَۃً۔	اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے ساتھ بھی وہی معاملہ تم لوگ نہ کرنے لگو گے جو (خواجہ) حسن بصری کے ساتھ تم ہی لوگوں نے کیا تو میں تم ہی لوگوں کو بہت اچھی اچھی حدیثیں سناتا۔

پھر حسن بصری کے متعلق اپنی چشم دید شہادت یہ بیان کیا کرتے تھے کہ۔

مَنْعُوْہُ الْقَائِلَۃَ وَ مَنَعُوْہُ النَّوْمَ۔	بے چارے کو لوگ نہ دن ہی کو لیٹنے کا موقعہ دیتے اور نہ سونے کا۔
(طبقات ابن سعد حصہ دوم ج ۷، ص ۱۲)	

حسن بصریؒ جو تابعی یعنی صحابہ کرام کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں ان کا یہ حال، پھر عبد اللہ بن عون جو تابعی نہیں بلکہ تبع تابعین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اپنی داستان سناتے ہوئے اسی سلسلہ میں وہ کہا کرتے تھے کہ

قَدْ قَطَعُوْا عَلَیَّ الطَّرِیْقَ مَا اَقْدِرُ اَنْ اَخْرُجَ لِحَاجَتِیْ یَعْنِیْ مِمَّا یَسْئَلُوْنَہٗ عَنِ الْحَدِیْثِ۔	لوگوں نے میرا راستہ روک رکھا ہے۔ کسی ضرورت سے بھی میں نہیں نکل سکتا یعنی لوگ مجھ سے حدیث پوچھنا شروع کر دیتے ہیں۔
(ابن سعد حصہ دوم ج ۷، ص ۲۵)	

سمجھا آپ نے ابن عون کیا کہہ رہے ہیں؟ اپنے پیغمبر کے حالات کے دریافت کرنے والوں کا حال ان کے ساتھ یہ ہو گیا تھا کہ راستہ تک چلنا ان کیلئے دشوار ہو گیا تھا، پوچھنے والوں کے ڈر کے مارے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

خیال تو کیجئے کہ جب حسن بصری جو خود صحابی نہیں ہیں بلکہ صحابیوں کے دیکھنے والے اور ان سے استفادہ کرنے والوں یعنی "تابعین" میں شمار کئے جاتے ہیں، اور ابن عون تو تابعی بھی نہیں، "تبع تابعین" کے طبقہ سے ان کا تعلق ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی صحبت میں رہنے والے بزرگوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ جب "تابعین اور تبع تابعین" کی یہ حالت تھی، تو خود اپنی آنکھوں سے جن لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا اور براہ راست مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضوری کی سعادت جنھیں میسر آئی تھی اُن کو دیکھ کر ان مسلمانوں کا کیا حال ہو جاتا ہوگا جنھوں نے صرف سنا تھا، لیکن اپنے محبوب پیغمبر (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) کو دیکھا نہیں تھا۔

میرا خیال ہے کہ کوفہ آجانے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اسی قسم کے حالات سے سابقہ پڑا، مدینہ منورہ میں جب تک تھے تو وہاں ان کے زمانے تک صحابیوں ہی کی کثرت تھی جس کا مطلب یہی ہوا کہ نہ پوچھنے والوں ہی کی وہاں اتنی کثرت تھی اور نہ بتانے والوں کی اتنی کمی تھی جو کیفیت مدینہ منورہ کے سوا دوسرے مقامات کی پائی جاتی تھی یا اس کو پایا جانا چاہئے تھا ما سوا اس کے بارگاہ نبوت میں قرب و نزدیکی کے جو مواقع مختلف وجوہ سے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل تھے ظاہر ہے کہ یہ ان ہی کی خصوصیت تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں تقلیل فی الروایۃ یعنی حدیثوں کے بیان کرنے میں زیادتی سے پرہیز اسی اصول کی آپ نے

بھی پابندی کی لیکن زیادہ دن یہ چیز آپ کے عہد میں معلوم ہوتا ہے کہ نبھ نہ سکی۔ آخر میں پوچھتا ہوں کہ ایک طرف آپ ہی کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ تلوار کے نیام والے صحیفہ کی حدیثوں کے دکھانے پر بھی آمادہ نہ تھے لیکن اصرار لوگوں کا حد سے زیادہ گزر گیا، نیز غلط فہمیوں کے پھیلنے کا اندیشہ ہوا، تب آپ نے لوگوں کو اس صحیفہ کی حدیثوں سے مطلع فرمایا۔ اب ایک طرف کتابوں سے حضرت علیؓ کے طرزِ عمل کے متعلق یہ معلومات بھی ملتے ہیں اور دوسری طرف ان ہی جیسی کتابوں میں حضرت ہی کے متعلق ہمیں ایسی چیزیں بھی ملتی ہیں: ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ

اَنَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ مَنْ یَّشْتَرِیْ عِلْمًا بِدِرْهَمٍ فَاشْتَرَی الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ صُحُفًا بِدِرْهَمٍ ثُمَّ جَاءَ بِهَا عَلِیًّا فَکَتَبَ لَهٗ عِلْمًا کَثِیْرًا (ج ۶ ص ۱۱۶)

ایک دن (کوفہ) میں حضرت علی خطبہ دے رہے تھے اسی خطبہ میں فرمایا کہ ایک درم میں کون علم خریدنا چاہتا ہے، حارث اعور ایک درم میں کچھ کاغذ خرید کر لائے اور ان کاغذوں کو لیے ہوئے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت والا نے حارث کے لائے ہوئے اوراق میں بہت سا علم لکھ دیا۔

اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا روایت میں صراحۃً اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حارث کو حدیثیں لکھ کر دی تھیں لیکن میں نے پہلے بھی کہیں ذکر کیا ہے اور یوں بھی جاننے والے جانتے ہیں۔ اس زمانہ کی اصطلاح ہی یہ تھی کہ "علم" کے لفظ کا زیادہ تر اطلاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں ہی پر کیا جاتا تھا، اگر کل نہیں تو اس اصطلاح کی بنیاد پر اتنا تو تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ اس میں کچھ حصہ حدیثوں کا بھی چاہیے کہ شریک ہو اور بات کیا صرف اسی حد تک محدود رہی۔ حجر[1] بن عدی جن کی شہادت کا قصہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کے واقعات میں خاص اہمیت رکھتا ہے، ابن سعد نے ان ہی کے متعلق یہ لکھتے ہوئے کہ

کَانَ ثِقَةً مَعْرُوْفًا وَلَمْ یَرْوِ عَنْ غَیْرِ عَلِیٍّ شَیْئًا (ج ۶ ص ۱۵۴)

وہ بڑے معتبر مشہور آدمی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا اور کسی سے کوئی روایت انھوں نے نہیں کی ہے۔

ان ہی کے متعلق یہ روایت بھی درج کی ہے کہ پانی سے استنجا کرنے کا ذکر ان کے سامنے ہوا تو حجر نے کہا کہ:

---

[1] امیر معاویہ کے زمانہ میں زیاد بن ابیہ جب عراق کا گورنر تھا حجر پر حکومتِ قائمہ کے خلاف بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا خود کوفہ کے لوگوں نے ان کے خلاف شہادتیں دیں زیاد نے ایک جماعت کے ساتھ جن پر بغاوت میں حجر کی رفاقت کا الزام تھا۔ امیر معاویہؓ کے پاس شام بھیج دیا فیصلہ ان سب کے قتل کا امیر معاویہ نے صادر کیا مشکیں کسے ہوئے مقتل میں سب لائے گئے۔ حجر نے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی۔ لوگوں نے الزام لگایا کہ نماز میں قصداً دیر لگائی تاکہ جتنی دیر قتل سے بچ سکوں قسم کھا کر بولے کہ آج تک وضو کرنے کے بعد اس سے زیادہ خفیف نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی۔ جلاد نے کہا کہ گردن بڑھاؤ۔ بولے کہ اپنے قتل پر اعانت نہیں کر سکتا، آخر شہید کر دیے گئے۔ حجر بن عدی کی جلالتِ شان کا اسی سے اندازہ کیجیے کہ کوفہ سے شام گرفتار کر کے بھیجے گئے اور یہ خبر مدینہ پہنچی تو عائشہ صدیقہؓ نے اسی وقت امیر معاویہؓ کے پاس قاصد دوڑایا کہ حجر کو ہرگز ہرگز قتل نہ کرنا لیکن قاصد اس وقت پہنچا جب وہ شہید ہو چکے تھے۔ (طبقات ج ۶ ص ۱۵۲)

فَنَاوِلْنِي الصَّحِيْفَةَ مِنَ الْكُوَّةِ فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا مَا سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَذْكُرُ اَنَّ الطُّهُوْرَ نِصْفُ الْاِيْمَانِ - (ص۱۵۴)

طاق میں جو صحیفہ (نسخہ) رکھا ہوا ہے ذرا اسے لا کر مجھے دو۔ (جب لا کر دیا گیا) تو ابن عدی یہ پڑھنے لگے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ روایتیں ہیں جنھیں میں نے علی بن ابی طالبؓ سے سُنا ہے وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ طہور ایمان کا نصف ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ سے سُنی ہوئی حدیثوں کا کوئی لکھا ہوا مجموعہ حجر بن عدی کے پاس بھی تھا، اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے پاس بھی حضرت علیؓ کی حدیثوں کا کوئی مکتوبہ مجموعہ تھا عبد الاعلیٰ بن عامر کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ،

كُلُّ شَيْءٍ رَوٰى عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ اِنَّمَا هُوَ كِتَابٌ اَخَذَهٗ وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ (ص۹۴)

عبد الاعلیٰ محمد بن حنفیہ سے جو کچھ روایت کرتے ہیں وہ دراصل ایک کتاب تھی اور عبد الاعلیٰ نے براہِ راست محمد بن حنفیہ سے ان روایتوں کو نہیں سنا تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حالات جو رجال کی کتابوں میں ملتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس بھی حدیثوں کا کوئی مکتوبہ مجموعہ تھا، فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں سے جو حدیثیں بیان کیا کرتا ہوں یہ

رِوَايَةٌ رَوَيْنَاهَا عَنْ اٰبَائِنَا - (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۳)

یہ وہ روایتیں ہیں جو اپنے باپ دادوں سے ہم لوگ روایت کرتے ہیں۔

اور فرماتے کہ اپنے والد امام باقرؒ کے حوالہ سے جن حدیثوں کو میں بیان کرتا ہوں۔

اِنَّمَا وَجَدْتُّهَا فِيْ كُتُبِهٖ - (تہذیب ج ۲ ص۱۰۳)

میں نے ان سب کو ان کے (امام باقر کی) کتابوں میں پایا۔

اگر مذکورہ بالا روایات پر اعتماد کیا جائے تو حاصل یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؓ کی حدیثوں کے تین چار مجموعے لوگوں میں پھیلے ہوئے تھے جن میں حارثؒ اعور والا نسخہ تو براہِ راست حضرتِ والا کے دستِ مبارک ہی کا لکھا ہوا تھا۔ کچھ بھی ہو اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کوفہ پہنچنے کے بعد "تقلیل فی الروایہ" کے اصول پر حضرت علیؓ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے اور روایتوں کی عمومیت کے جس دروازے کو ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد میں شدت کے ساتھ بند رکھنے کی کوشش کی گئی تھی وہ دروازہ کھل گیا، آخر حارث والی روایت اگر صحیح ہے تو اس کے معنیٰ بجز اس کے اور کیا ہیں کہ خود کاغذ منگوا کر آپ نے لکھا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان دو صحابیوں یعنی عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے سوا حضرات صحابہ میں سے جن جن بزرگوں کی طرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ صلعم کی حدیثیں قلمبند کی تھیں یہ سارے قصے حضرت علیؓ کے طرزِ عمل کی تبدیلی ہی کے بعد کے واقعات ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جس زمانے میں یہ حکم دیا تھا کہ جس کسی کے پاس حدیثوں کا مکتوبہ مجموعہ ہو، اس کو وہ

---

[1] بعضوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عامر بن جہنی نامی شخص نے ابن الحنفیہ کی ان حدیثوں کو قلمبند کیا تھا۔ عامر کو اگرچہ ابن حبان نے "ثقات" میں شمار کیا ہے لیکن عام طور پر محدثین کو اس شخص پر اعتماد نہیں ہے دیکھو میزان لسان المیزان وغیرہ۔

ضائع کر دیے ان دو نوں بزرگوں یعنی عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت انسؓ نے اس حکم کی تعمیل اپنے لیے ضروری خیال نہ کی، ان کا عذر غالباً یہی ہوگا کہ براہِ راست رسالت مآبؐ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے لکھا تھا۔ بلکہ انس بن مالک کا بیان جیسا کہ گزر چکا یہ تھا کہ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملاحظہ میں اس کو پیش بھی کر چکا ہوں۔ بہر حال ان دو استثنائی خاص واقعے اور جن جن صحابیوں کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کی روایتیں قلم بند ہو چکی تھیں جن کا تفصیلی ذکر ابتدائے کتاب میں گزر چکا ہے۔ میرا خیال یہی ہے کہ حضرت علیؓ کے طرزِ عمل کی تبدیلی سے ان صحابیوں میں اس کی جرأت پیدا ہوئی اور کیسی ہمت افزائی؟ کسی اور موقعہ پر بھی میں نے تذکرہ کیا ہے یعنی کوفہ میں خلیفہ ہونے کے بعد حضرت علیؓ کے دستِ راست آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق مغازی کے امام موسیٰ بن عقبہ کہتے تھے کہ:

وَضَعَ عِنْدَنَا كُرَيْبٌ (مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ) حِمْلَ بَعِيْرٍ أَوْ عِدْلَ بَعِيْرٍ مِنْ كُتُبِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔ (ج ۵ ص ۲۱۶)

میرے پاس عبداللہ بن عباسؓ کے غلام کریب نے ابن عباسؓ کی کتابیں رکھوائی تھیں جو ایک یا نصف بار شتر تھیں

"حمل بعیر او عدل بعیر" (یعنی ایک بار شتر یا نصف بار شتر) یہ شک کس کی طرف سے ہے ابن سعد نے اس کو واضح نہیں کیا ہے، شک کسی کی طرف سے ہو، اگر مان لیا جائے کہ کتب ابن عباس ایک بار شتر نہ سہی، اس کا نصف ہی سہی ان کی آنکھوں کے کھولنے کے لیے کیا کم ہے جو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے زہری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں قلم بند کیں، میں یہ مانتا ہوں کہ کتب ابن عباس کے اس ذخیرے میں اس کی تصریح نہیں کی گئی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا بھی کوئی مجموعہ تھا لیکن اس روایت کے آخر میں جب یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں:

كَانَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ إِذَا أَرَادَ الْكِتَابَ كَتَبَ إِلَيْهِ ابْعَثْ إِلَيَّ الصَّحِيْفَةَ كَذَا وَكَذَا فَيَنْسَخُهَا فَيَبْعَثُ إِلَيْهِ بِأَحَدِهِمَا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے علی کو (ابن عباس) کی ان کتابوں میں سے کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو لکھ بھیجتے کہ فلاں فلاں صحیفہ بھیج دو تو اس صحیفہ کی کریب نقل کرتے پھر نقل یا اصل کو علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بھیج دیتے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف عنوانوں اور مختلف مضامین پر مشتمل الگ الگ صحیفے "کتب ابن عباسؓ" کے اس ذخیرے میں تھے پس اس میں اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن جب ہمیں معلوم ہے کہ ابن عباسؓ ان صحابیوں کے پاس جا جا کر جو ان سے بڑے تھے رسول اللہؐ کی حدیثیں دریافت کرتے تھے اور صرف دریافت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ الکتانی نے رویانی کی مسند سے بسند متصل یہ روایت ابن عباسؓ ہی کے متعلق جو نقل کی ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْتِيْ أَبَا رَافِعٍ فَيَقُوْلُ مَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ كَذَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ يَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ۔ (ج ۲ ص ۲۴۷)

ابن عباس کا حال یہ تھا کہ ابو رافع (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے مولیٰ و صحابی کے پاس آتے اور کہتے کہ فلاں دن رسول اللہ نے کیا کیا اور ابن عباسؓ کے ساتھ ایک شخص ہوتا جو ان ساری باتوں کو جنہیں ابو رافع بیان کرتے لکھتا

شخص لکھتا جاتا۔

اور اس میں تو خیر اسی قدر ہے کہ ابن عباسؓ کا منشی حدیثوں کو لکھتا جاتا تھا، الکتانی ہی نے بحوالہ طبقات ابن سعد ابو رافع کی بیوی سلمیٰؓ[1] کی یہ روایت جو نقل کی ہے کہ۔

رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مَعَهُ أَلْوَاحٌ يَكْتُبُ عَلَيْهَا عَنْ أَبِي رَافِعٍ شَيْئًا مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے ابن عباسؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس تختیاں ہیں جن پر وہ ابو رافع کی بیان کی ہوئی ان روایتوں کو لکھا کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے متعلق ابو رافع بیانؓ کرتے تھے۔

(الکتانی فی التراتیب الاداریہ ص ۲۴۷)

ظاہر ہے کہ کتب ابن عباس میں اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن حدیثوں کو انہوں نے خود قلم بند فرمایا تھا یا اپنے کاتب سے لکھوایا تھا ان کا ابن عباسؓ کی ان کتابوں میں نہ رہنے کے معنی ہی کیا ہو سکتے ہیں۔

بہرحال کتب ابن عباس کا یہ ذخیرہ ہو یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق میں نے جو نقل کیا تھا کہ حسن ابن عمرو بن امیہ الضمری کو اپنے گھر لے گئے اور لکھی ہوئی حدیثوں کا جو سرمایہ ان کے پاس تھا اُسے جب دکھایا تو حسن ابن عمرو کہتے تھے کہ

فَأَرَانَا كُتُبًا كَثِيرَةً مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مجھے ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی بہت سی لکھی ہوئی کتابیں دکھائیں۔

اور پھر ابوہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ :

قَدْ أَخْبَرْتُكَ إِنِّي إِنْ كُنْتُ حَدَّثْتُكَ بِهِ

میں نے تم کو مطلع کیا تھا کہ تم سے جو کچھ بھی حدیثیں میں نے

---

[1] سلمیٰ آنحضرتؐ کی لونڈی تھیں، ابن سعد وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے جتنے بچے پیدا ہوئے قابلہ کا کام سلمیٰ ہی نے انجام دیا تھا اور ابراہیمؑ ماریہ قبطیہ کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جب پیدا ہوئے تھے تو اس وقت بھی قابلہ سلمیٰ ہی تھیں، ابو رافع جو دراصل حضرت عباس کے غلام تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عباس نے ہبہ کر دیا تھا ان کی شادی سلمیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی تھی اور ابو رافع کو آزاد کر دیا تھا ان کے لڑکے جن کا نام عبیداللہ بن ابی رافع تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کے کاتب (سکریٹری) تھے غلاموں کو یہ بلندیاں اسلام نے عطا کی تھیں اس موقعہ پر بیساختہ سلمیٰ اور ابو رافع کا قصہ جس کا مسند احمد میں تذکرہ کیا گیا ہے یاد آ گیا۔ سلمیٰ ایک دن روتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی کہ ابو رافع نے بلاوجہ مجھے آج مارا ہے۔ ابو رافع بلائے گئے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ بھائی تم نے اس بے چاری کو کیوں مارا۔ ابو رافع نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ ستاتی ہے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمیٰ سے دریافت کیا کہ تم نے ابو رافع کو کیا تکلیف پہنچائی۔ سلمیٰ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص نماز پڑھ رہا تھا اسی حال میں اس کا وضو ٹوٹ گیا اس پر میں نے کہا کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ریاح اگر خارج ہو جائے تو وضو کر لیا کریں۔ بس اسی پر یہ شخص مجھے مارنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میاں بیوی کے اس قصے کو سن کر ہنسنے لگے اور ابو رافع سے کہا کہ اس بیچاری نے تم سے اچھی بات تو کہی تھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲)

فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدِیْ۔ (مقدمہ فتح الباری)　　　　بیان کی ہیں وہ سب میرے پاس لکھی ہوئی ہیں۔

جس کے معنی یہی ہوئے کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن حدیثوں کو بیان کیا کرتے تھے جن کی تعداد پانچ ہزار سے اوپر بتائی جاتی ہے یہ سب ان کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔

اس کے سوا اور بھی جن جن صحابیوں کے متعلق ذکر کر چکا ہوں کہ ان کی زندگی ہی میں ان کی روایتیں قلم بند ہو چکی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرزِ عمل کی تبدیلی کے بعد ہی کے یہ واقعات ہیں، آخر جب خود رسول کا خلیفۂ راشد اپنے دستِ مبارک سے لکھ لکھ کر لوگوں کو دینے لگا ہو تو دوسروں کو اس سے روکنے والی اور کون سی چیز ہو سکتی تھی، رہی وہ مصلحت جس کی وجہ سے عہدِ نبوت اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں حدیثوں کی کتابت اور عام اشاعت میں مزاحمت کی جاتی تھی اور خود حضرت علیؓ کو بھی اسی مسلک کی رعایت کرتے ہوئے شروع میں پایا جاتا ہے پھر کتابت و اشاعت کی اس عام اجازت اور اس کی ہمت افزائی کے بعد اسی خطرے کے پیدا ہونے کا اندیشہ کیا باقی نہیں رہا تھا؟ مانا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں اور عہدِ نبوت میں نسبتاً کافی فاصلہ پیدا ہو چکا تھا، لیکن کتنا فاصلہ؟ پچیس سے تیس سال ہی تک کا تو فاصلہ؟ پھر کیا یہ بڑا فاصلہ تھا؟ آخر کچھ بھی ہو اس پر تو امت کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ خلافتِ راشدہ ہی کا زمانہ تھا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ کی مکتوبہ چیزوں کے متعلق یہ خطرہ کہ آئندہ نسلوں میں غیر معمولی اہمیت ان روایتوں کو حاصل ہو جائے گی، اسی وجہ سے تو تھا کہ خلافتِ راشدہ کا وہ زمانہ تھا پس اسی خلافتِ راشدہ کا عہد جب حضرت علیؓ کے زمانہ تک موجود تھا تو اس خطرے کا احساس علی کرم اللہ وجہہ کو کیوں نہیں ہوا؟

بلاشبہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور اس کو پیدا کرنا چاہئے، میں تو سمجھتا ہوں کہ اسی سوال کے اٹھانے سے بعض ایسے واقعات و حقائق لوگوں کے سامنے آجائیں گے جن کی طرف اس وقت تک بہت کم توجہ کی گئی ہے

اجمالی جواب تو اس سوال کا یہی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے زمانہ میں یا اس کے بعد جو چیزیں لکھی گئیں پچھلی نسلوں میں ان کو وہ اہمیت جو نہیں حاصل ہوئی جس کا اندیشہ کیا جا سکتا تھا، آخر یہ تو ایک واقعہ ہے پھر وقوع سے پیشتر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی پیش آنے والے واقعہ کو اگر سمجھ لیا تو تاریخی رفتار نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو جن نقاط تک پہنچا دیا تھا ان کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت علیؓ تو خیر حضرت علیؓ ہی تھے میں تو سمجھتا ہوں کہ معمولی فہم و فراست رکھنے والے آدمی کے لیے بھی اس کا اندازہ چنداں دشوار نہ تھا، میں کیا کہنا چاہتا ہوں تفصیل اس کی یہ ہے۔ میرے نزدیک تدوینِ حدیث کی تاریخ کی چند اہم منزلوں میں ایک بڑی اہم منزل یہ بھی ہے پڑھنے والوں سے امید کرتا ہوں کہ ذرا زیادہ سنبھل کر اس تفصیل کا مطالعہ کریں گے۔

تدوینِ سنّت

عبد الغفار حسن

تحریف دین کی ایک صورت انکار سنت کی شکل میں آج کل منظر عام پر آرہی ہے۔ اس گروہ کے سرخیل سنت کی عظمت و اہمیت کم کرنے کے لئے مختلف نوع کے شبہات لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ:

ا۔ سنت کا کیا اعتبار۔ یہ تو دوسری تیسری صدی ہجری میں تحریری شکل میں مرتب ہوئی تھی۔

ب۔ سنت اگر واقعی اسلامی شریعت کا ماخذ اور سرچشمہ ہوتی تو کیوں نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں اسے کتابی شکل میں مدون اور مرتب فرمادیا۔

ج۔ بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری شدت کے ساتھ حدیث کو قلمبند کرنے سے روک دیا تھا۔

ذیل کے مضمون میں محولہ بالا حدیث کے صحیح مفہوم کو متعین کرتے ہوئے اس سلسلے کی غلط فہمیوں یا مغالطوں کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی تدوین سنت کی مختصر تاریخ بھی پیش کر دی گئی ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ (باب التثبت فی الحدیث صحیح مسلم۔ ج ۲ ص۴۱۴)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو اور جس نے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہو تو اسے مٹا دے۔

عام طور پر منکرین سنت اس حدیث کے صرف مذکورہ بالا الفاظ ہی بیان کرتے ہیں۔ پوری حدیث نقل نہیں کرتے۔ آخر یہ کونسی دیانت اور قرآنی اتباع ہے کہ ایک ہی روایت میں سے اپنے مطلب کے الفاظ لوگوں کے سامنے انتہائی زور شور سے پیش کئے جائیں، اور باقی اجزا کو نظر انداز کر دیا جائے۔

اسی روایت میں مزید یہ الفاظ ملتے ہیں

وحدثوا عنی ولاحرج، ومن کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار

اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

حدیث کے ان دونوں آخری جملوں سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ غیر قرآن کے لکھنے کی ممانعت اس بنا پر نہ تھی کہ دین میں حدیث کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اگر یہی منشا ہوتا، تو آپ حدیثوں کو بیان کرنے کا حکم کیوں دیتے۔ اور جھوٹی من گھڑت کے نقل و روایت پر

وعید کیوں سناتے۔

اس سے واضح ہوا کہ صحیح روایات کے سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے احادیث یاد کرنے والے اور دوسروں تک پہنچانے والے کے لئے دُعا فرمائی ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امرأً سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا

(مشکوٰۃ صـ۳۵ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ اور خوش و خرم رکھے، جس نے میری بات سنی اور اسے خوب محفوظ رکھا اور دوسروں تک اسے پہنچایا۔

یہ تاکید و ترغیب اسی لئے دی جا رہی ہے کہ سنت اسلامی شریعت کا دوسرا ماخذ ہے۔ اس کے بغیر قرآن کا فہم ہی ناممکن ہے۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے:

لولا السنۃ مافھم احد منا القرآن

(قواعد الحدیث صـ۲۱)

اگر سنت نہ ہوتی، تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کا فہم حاصل نہ کر سکتا۔[1]

سنت کی تفصیلات کو قلم بند کرنے کا حکم نہ صرف یہ کہ حدیث سے ملتا ہے، بلکہ خود قرآن بھی اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن اور کتابتِ حدیث:۔ قرآن میں ارشاد ہے:

ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیراً اوکبیراً الیٰ اجلہ ذالکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ و ادنیٰ الاّ ترتابوا۔

(پ۳۔ البقرہ)

یعنی قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو، اس کو مدت کے تعین کے ساتھ لکھو۔ یہ لکھا خدا کے ہاں انصاف کی بات ہے اور شہادت کو ٹھیک رکھنے والا ہے اور یہ طرزِ عمل اس امر کے زیادہ قریب ہے کہ تم شک و شبہ سے بالاتر رہو گے۔

امام ابوحنیفہؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما امر اللہ بکتابۃ الدین خوف الریب کان العلم الذی حفظہٗ اصعب من حفظ الدین احریٰ ان یباح کتابتہ خوف الریب والشک فیہ۔

(شرح معانی الآثار طحاوی ج ۲ صـ ۲۸۴)

جب اللہ تعالیٰ نے شک و شبہ سے بچنے کے لئے قرض کے لکھنے کا حکم دیا ہے، تو علم (حدیث) کا یاد رکھنا قرض کے یاد رکھنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اسی بنا پر علم حدیث میں شک و شبہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے لکھنے کی اجازت ضروری ہے۔

---

[1] یہ قول خاص طور پر یہاں اس لئے نقل کیا گیا ہے کہ منکرین سنت امام ابوحنیفہ کو اپنے گروہ میں شمار کرتے ہیں۔
(مقام حدیث شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام)

دوسرا استدلال: کتابت حدیث کے لئے علامہ ابوالملیح نے دوسری آیت سے استدلال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

یعیبون علینا الکتاب وقد قال اللہ تعالیٰ علمها عند ربی فی کتاب	لوگ ہم محدثین کو حدیث لکھنے کا طعنہ دیتے ہیں، حالانکہ پہلی قوموں کا حال خود اللہ تعالیٰ کے پاس لکھا ہوا موجود ہے۔ جس کی شان یہ ہے کہ نہ وہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے، تو انسان جو سراپا نسیان ہے آخر وہ کیسے کتابت (لکھنے) سے بے نیاز رہ سکتا ہے۔
(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۳)	

واضح رہے کہ محدثین میں کتابت حدیث کے بارے میں دو رائیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ صحابہ کا ایک گروہ اس کا قائل اور حامی تھا۔

۲۔ بعض صحابہ اس بنا پر اس کے مخالف تھے کہ اس طرح اہل علم حافظہ سے کام لینے کے بجائے سارا اعتماد اپنے نوشتوں پر کریں گے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۱)

لیکن بعد کے دور میں کتابتِ حدیث کے جواز پر اجماع ہو گیا۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۷)

اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ بعض اہل علم کے نزدیک سرمایہ سنت قلم بند کرنے سے اختلاف اس بنا پر نہ تھا کہ ان کے نزدیک حدیث شرعی حجت نہ تھی۔ بلکہ اس کی اصل وجہ وہی ہے جس کی وضاحت سطور بالا میں کی گئی ہے۔

کتابتِ حدیث کی ممانعت کیوں: زیر تشریح حدیث غیر قرآن لکھنے کی ممانعت دائمی اور قیامت تک کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک وقتی اور ابتدائی دور میں حکم دیا گیا تھا تاکہ کہیں روایات اور قرآنی آیات کے اختلاط سے قرآن کی امتیازی شان ختم نہ ہو جائے۔

علماء حدیث نے اس روایت کا یہی مفہوم متعین کیا ہے:

۱۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

النھی مقدم والاذن ناسخ له (فتح الباری ص ۱۸۲ پ ۱)

۲۔ ابن الجوزی کا بیان ہے:

نھی فی اول الامر ثم اجاز الکتابة (رسالہ الناسخ والمنسوخ ص ۱۳)

۳۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

نھی فی اول الامر عن ان یکتب شیء ای ان تکتب وتقید (تاویل مختلف الحدیث ص ۳۶۵)

ان سب عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ پہلے آپ نے لکھنے کی ممانعت کی تھی، بعد میں اس کی اجازت دے دی۔

کتابتِ حدیث کی اجازت: کتابتِ حدیث کی اجازت پر مشتمل احادیث قولی بھی ہیں اور فعلی بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں مرض الموت کی حالت میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا تھا:

اشتونی بکتاب اکتب لکم (صحیح بخاری مصری جلد ۱ ص ۳۹) میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں تمہیں کچھ لکھوا دوں۔

ظاہر ہے کہ یہاں "کچھ لکھوا دوں" سے مراد قرآن تو ہو نہیں سکتا کیونکہ قرآن کا نزول مکمل ہو چکا تھا اور آیت

"الیوم اکملت لکم دینکم" نازل ہو چکی تھی۔ اس لئے قرآن کے سوا کچھ اور باتیں آپؐ لکھوانا چاہتے تھے۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی منقول ہے:

حسبنا کتاب اللہ۔ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔

منکرین سنت نے حضرت عمرؓ کے اس قول کو تو خوب اچھالا لیکن ارشاد نبویؐ ائتونی بکتاب اکتب لکم کو بالکل پی گئے۔ حالانکہ اس سے کتابت حدیث کا جواز واضح طور پر سامنے آتا ہے (حضرت عمرؓ کے اس قول کا صحیح مطلب بعد میں عرض کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ) کتابت حدیث کے بارے میں آنحضورؐ کی فعلی احادیث کی وضاحت سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین سنت کے اس شبہ کو صاف کر دیا جائے کہ اگر حدیث شرعی حجت ہوتی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اسے کتابی شکل میں مدون کروا دیتے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر قرآن کی کون سی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز دین میں حجت ہو، اس کا کتابی شکل میں ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ تو اسی قسم کا مغالطہ یا مطالبہ ہے جو قرآن کے مقابلہ میں قریش مکہ کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے:

او ترقیٰ فی السمآء ولن نؤمن لرقیك حتیٰ تنزل علینا کتابا نقرؤہ (پ: ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل)	یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے پر یقین نہیں کریں گے۔ تاوقتیکہ تو ہم پر ایسی کتاب اتار کر نہ لائے جسے خود ہم پڑھ سکیں۔

اسی طرح اہل کتاب نے مطالبہ کیا تھا:

یسئلك اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السمآء	اہل کتاب سوال کرتے ہیں کہ آپ آسمان سے کتاب اتار کر لائیں۔

یعنی جب تک قرآن کتابی شکل میں لکھا لکھایا ان کے سامنے نہ آجائے، وہ ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھے۔ قرآن نے ان کے اس مطالبے کے جواب میں کہا:

ولو نزلنا علیك کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم قال الذین کفروا ان ھذا الا سحرٌ مبین۔ (پ۷ سورہ انعام)	اور اگر ہم آپ پر کاغذ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کر دیتے، جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے مس بھی کر لیتے، تب بھی یہ لوگ کہتے کہ نہیں ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو۔

قرآن نے ان کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کے بجائے، قرآنی عظمت کی نشانی یہ قرار دی کہ وہ اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔ بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم (سورہ عنکبوت پ۲۱) ٹھیک اسی طرح سنت کے ذخائر بھی شروع شروع سینوں میں محفوظ رہے اور پھر آہستہ آہستہ سفینوں میں منتقل ہوتے چلے گئے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ سنت نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر[1] کا۔ اور آپؐ کے قول، فعل اور تقریر کا سلسلہ آپؐ کی زندگی کے آخری سانس تک جاری رہا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ سنت کا سارا ذخیرہ آپؐ کی زندگی ہی میں کتابی شکل میں

---

[1] تقریر کے معنی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا گیا ہو اور اس پر آپؐ نے انکار نہ فرمایا ہو۔

مدون ہو جاتا۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظ عہد نبویؐ ہی میں مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے تھے۔ ان کو یکجا کئے بغیر کسی وسیع اور جامع مجموعہ حدیث کی تدوین کیسے ہو سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں اس قسم کا اہتمام قطعاً ناممکن تھا۔ پھر یہاں یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ سنت کے وسیع سرمایہ کو قلم بند کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ بہت سے کاتبوں کو یکجا کیا جائے اور ان کو دوسرے کاموں سے فارغ کر کے صرف اسی کام پر لگا دیا جائے۔ یہ شکل بھی اس وقت ناممکن تھی۔ مسلمانوں میں کاتبین کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ اسی بنا پر آپ نے بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے کتابت کی تعلیم کو زرِ فدیہ کے ہم پلہ قرار دے دیا تھا۔

(مسند احمد، جلد ۱، صـ ۲۴۶)

ویسے عقلی طور پر بھی یہ اعتراض غلط ہے کہ چونکہ عہد نبویؐ میں حدیثیں کتابی شکل میں مدون نہیں ہوئی تھیں، اس لئے ان کو حجت تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

آج کے "ترقی یافتہ" دَور میں بھی متعدد ملکوں کا کاروبار مملکت غیر مدون دساتیر پر چل رہا ہے۔ اس کی واضح مثال انگلستان کا روایاتی، غیر تحریری دستور ہے۔ مذکورہ بالا تمام مشکلات اور مجبوریوں کے باوجود سنت کا ایک بہت بڑا ذخیرہ عہد نبویؐ اور عہدِ صحابہؓ میں قلم بند کر لیا گیا تھا۔ اس بارے میں مستند اور قابل اعتماد شواہد و نظائر ملتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا انتہائی غلط ہے کہ سنت کی کتابت و تدوین کا آغاز دوسری یا تیسری صدی ہجری میں ہوا۔

سنت کا تحریری سرمایہ: احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک تین قابل اعتماد ذرائع سے پہنچی ہیں:

۱۔ تعامل اُمت،
۲۔ تحریری یادداشتیں اور صحیفے،
۳۔ حافظہ کی مدد سے روایت یعنی سلسلۂ درس و تدریس،

اس لحاظ سے جمع و ترتیب اور تصنیف و تالیف کے پورے زمانے کو چار امور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ عہدِ نبویؐ سے پہلی صدی ہجری کے خاتمہ تک: اس دور کے جامعین حدیث اور قلم بند کی ہوئی یادداشتوں اور مجموعوں کی تفصیل یہ ہے:

مشہور حافظین حدیث

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ (عبدالرحمٰن) وفات ۵۹ھ ہجری بعمر ۷۸ سال، تعداد روایات ۵۳۷۴۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ۸۰۰ تک پہنچتی ہے۔
۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عباسؓ۔ وفات ۶۸ھ ہجری بعمر ۷۱ سال۔ تعداد روایات (۲۶۶۰)
۳۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ وفات ۵۸ھ ہجری بعمر ۶۷ سال۔ تعداد روایات (۲۲۱۰)
۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ وفات ۷۳ھ ہجری بعمر ۸۴ سال۔ تعداد روایات (۱۶۳۰)
۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔ وفات ۷۸ھ ہجری بعمر ۹۴ سال تعداد روایات (۱۵۶۰)

۶۔ حضرت انس بن مالکؓ۔ وفات ۹۳ھ ہجری بعمر ۱۰۳ سال۔ تعداد روایات (۱۲۸۶)

۷۔ حضرت ابوسعید خدریؓ۔ وفات ۷۴ھ ہجری بعمر ۸۴ سال۔ تعداد روایات (۱۱۷۰)

یہ وہ جلیل القدر صحابہؓ ہیں، جن کو ہزار سے زیادہ احادیث حفظ تھیں۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ وفات ۶۳ھ ہجری، حضرت علیؓ وفات ۴۰ھ ہجری، حضرت عمرؓ وفات ۲۳ھ ہجری کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے، جن کی روایات کی تعداد پانسو اور ہزار کے درمیان ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ وفات ۱۳ھ ہجری، حضرت عثمانؓ وفات ۳۶ھ ہجری، حضرت ام سلمہؓ وفات ۵۹ھ ہجری، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ وفات ۵۲ھ ہجری، حضرت ابوذر غفاریؓ وفات ۳۲ھ ہجری، حضرت ابوایوب انصاریؓ وفات ۵۱ھ ہجری، حضرت ابی بن کعبؓ وفات ۱۹ھ ہجری اور حضرت معاذ بن جبلؓ وفات ۱۸ھ ہجری سے سو سے زیادہ اور پانسو سے کم روایات منقول ہیں۔

ان کے ماسوا اس دور کے ان کبار تابعین کو بھی نہیں بھلایا جا سکتا جن کی سرفروشانہ اور پُر خلوص کوششوں کی بدولت سنت کے خزانوں سے اُمتِ محمدیہ قیامت تک مالا مال ہوتی رہے گی۔

چند بزرگوں کا تعارف درج ذیل ہے :

۱۔ سعید بن مسیبؓ :۔ عہدِ فاروقی کے دوسرے سال مدینہ میں ان کی ولادت ہوئی اور ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا۔

۲۔ عروہ بن زبیرؓ :۔ آپ کا شمار مدینہ کے ممتاز اہلِ علم میں ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے خواہر زادے ہیں۔ زیادہ تر انہوں نے اپنی خالہ محترمہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ نیز حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ صالح بن کیسانؒ اور امام زہری جیسے اہلِ علم ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی۔

۳۔ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ :۔ مدینہ کے فقہا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد محترم اور دوسرے صحابہ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ نافع، زہری اور دوسرے مشہور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔ ۱۰۶ھ میں رحلت فرمائی۔

۴۔ نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؓ :۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خاص شاگرد اور امام مالک کے استاد ہیں۔ محدثین کے نزدیک یہ سند (مالک عن نافع عبداللہ بن عمرؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سلسلۃ الذہب (طلائی زنجیر) شمار ہوتی ہے۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

دورِ اوّل کا تحریری سرمایہ :۔ ۱۔ صحیفہ صادقہ : یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (وفات ۶۳ھ بعمر ۷۷ سال) کا مرتب کیا ہوا ہے۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا خاص ذوق تھا۔ یہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کرتے اسے قلم بند کر لیا کرتے تھے۔ اس بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی ہوئی تھی[1]۔ یہ مجموعہ تقریباً ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھا۔ عرصہ تک ان کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اب یہ مسند امام احمد میں بہ تمام و کمال مل سکتا ہے۔

---

[1] مختصر جامع البیان العلم ص ۳۶، ۳۷۔

۲۔ صحیفہ صحیحہ : مرتبہ ہمام بن منبہ (وفات ۱۰۱ھ) یہ حضرت ابوہریرہؓ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے استادِ محترم کی روایات کو یکجا قلمبند کر لیا تھا۔ اس کے قلمی نسخے برلن اور دمشق کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ نیز امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مشہور مسند میں ابوہریرہؓ کے زیرِ عنوان یہ پورا صحیفہ بجنسہٖ سمو دیا ہے۔[1] (ملاحظہ ہو مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۲ تا ص ۳۱۸) یہ مجموعہ کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی کوششوں سے طبع ہو کر حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں ۱۳۸ روایات ہیں۔ واضح رہے کہ صحیفہ صحیحہ کے قلمی نسخے اور امام احمد بن حنبلؒ کی روایت کردہ احادیث دونوں کے الفاظ اگرچہ یکساں ہیں لیکن سلسلہ اسناد مختلف ہے۔ راویوں کے اختلاف کے باوجود متن حدیث میں اختلاف نہ ہونا اس امر کی واضح شہادت ہے کہ محدثین نے کتنی محنت و جانفشانی سے علم حدیث کی حفاظت کی ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ کے دوسرے شاگرد بشیر بن نہیک نے بھی ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جس کی انہوں نے رخصت ہوتے وقت حضرت ابوہریرہؓ کو سنا کر تصدیق کرائی تھی۔[2]

۴۔ مسند ابوہریرہؓ : اس کے نسخے عہدِ صحابہ ہی میں لکھے گئے تھے۔ اس کی ایک نقل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز بن مروان دگورنر مصر وفات ۸۶ھ کے پاس بھی تھی۔

انہوں نے کثیر بن مرہ کو لکھا تھا کہ تمہارے پاس صحابہ کرامؓ کی جو حدیثیں ہوں، ان کو لکھ کر بھیج دو۔ لیکن حضرت ابوہریرہؓ کی روایات بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔[3]

مسند ابوہریرہؓ کا ایک نسخہ امام ابن تیمیہؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا جرمنی کے کتب خانے میں موجود ہے۔[4]

۵۔ صحیفہ حضرت علیؓ : امام بخاری کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ کافی ضخیم تھا۔[5] اس میں زکوٰۃ، حرمتِ مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامی دستور کے نکات موجود تھے۔

۶۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری خطبہ : فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوشاہ یمنی کی درخواست پر اپنا مفصل خطبہ قلم بند کرنے کا حکم دیا تھا۔[6] یہ خطبہ حقوق انسانی کی اہم تفصیلات پر مشتمل ہے۔

۷۔ صحیفہ حضرت جابرؓ : حضرت جابر بن عبداللہ کی روایات کو ان کے تلامذہ وہب بن منبہؒ (وفات ۱۱۰ھ) اور سلیمان بن قیس[7] لشکری نے تحریری طور پر مرتب کر لیا تھا۔ یہ مجموعہ مناسک حج، خطبہ حجۃ الوداع پر مشتمل تھا۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دیباچہ صحیفہ ہمام مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب۔

[2] جامع العلم۔ ج ۱ ص ۷۲۔ تہذیب التہذیب۔ ج ۱۔ ص ۴۷۰

[3] دیباچہ صحیفہ ہمام ص ۵ بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۵۷

[4] مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص ۱۶۵

[5] صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج ۱، ص ۵۱،

[6] صحیح بخاری، مطبع احمدی ج ۱، ص ۲۰، مختصر جامع العلم ص ۳۶۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹۔ [7] تہذیب التہذیب ج ۴۔ ص ۲۱۵

۸۔ روایاتِ حضرت عائشہ صدیقہؓ: حضرت عائشہؓ کی احادیث ان کے شاگرد عروہ بن زبیر نے قلمبند کر لی تھیں۔[1]

۹۔ احادیث ابن عباسؓ: حضرت عبداللہ بن عباس کی روایات کے متعدد مجموعے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر تابعی بھی ان کی روایات تحریری طور پر مرتب کرتے تھے۔

۱۰۔ انس بن مالکؓ کے صحیفے: سعید بن ہلال کہتے ہیں کہ حضرت انس اپنی قلمی یادداشتیں نکال کر ہمیں دکھاتے اور فرماتے یہ روایات میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اور قلم بند کرانے کے بعد آپ کو سنا کر تصدیق بھی کرالی ہے۔[2]

۱۱۔ عمرو بن حزمؓ: جن کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریری ہدایت نامہ دیا تھا انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس ہدایت نامہ کو محفوظ رکھا بلکہ اسکے ساتھ اکیس دوسرے فرامینِ نبویؐ بھی شامل کر کے ایک اچھی خاصی کتاب مرتب کر لی۔[3]

۱۲۔ رسالہ سمرہ بن جندب: یہ ان کے صاحبزادے کو وراثت میں ملا۔ یہ روایات کے ایک بہت بڑے ذخیرے پر مشتمل تھا۔[4]

۱۳۔ صحیفہ سعد بن عبادہؓ: حضرت سعد بن عبادہ صحابی، دورِ جاہلیت سے ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

۱۴۔ مکتوباتِ حضرت نافعؒ: سلیمان بن موسیٰ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر املا کرا رہے تھے اور نافع لکھتے جاتے تھے۔[5]

۱۵۔ معن سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود نے میرے سامنے کتاب نکالی اور حلف اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ میرے والد عبداللہ بن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔[6] اگر تحقیق و تفتیش کا یہ سلسلہ جاری رکھا جائے تو ان کے علاوہ بہت سی مزید مثالیں اور واقعات مل سکتے ہیں۔

اسی دور میں صحابہ کرام اور کبار تابعین نے زیادہ تر اپنی ذاتی یادداشتوں کو قلم بند کرنے پر توجہ دی۔ لیکن دوسرے دور میں جمع و تدوین کا کام مزید وسعت اختیار کر گیا۔ جامعین حدیث نے اپنی ذاتی معلومات کے ساتھ ساتھ اپنے شہر یا علاقہ کے اہلِ علم سے مل کر ان کی روایات بھی منضبط کر لیں۔

دوسرا دور: یہ دوسرا دور تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف پر منتہی ہوتا ہے۔ اس دور میں تابعین کی ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی۔ جس نے دورِ اول کے تحریری سرمایہ کو وسیع تر تالیفات میں سمیٹ لیا۔

جامعین حدیث: ۱۔ محمد بن شہاب زہری۔ وفات ۱۲۴ھ۔ یہ اپنے زمانے کے ممتاز محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے

۱؎ تہذیب التہذیب۔ ج ۷۔ ص ۱۸۳

۲؎ دیباچہ صحیفہ ہمام ص ۳۲۔ بحوالہ خطیب البغدادی۔ نیز مستدرک حاکم۔ ج ۳۔ ص ۵۷۴

۳؎ الوثائق السیاسیہ ص ۱۰۵۔ از ڈاکٹر حمید اللہ بحوالہ طبری ص ۱۰۴۔

۴؎ تہذیب التہذیب۔ ابن حجر۔ ج ۴۔ ص ۲۳۶۔

۵؎ دارمی ص ۶۹۔ نیز دیباچہ صحیفہ ہمام ص ۴۵ بحوالہ طبقات ابن سعد۔

۶؎ مختصر جامع العلم ص ۳۷

علم حدیث مندرجہ ذیل جلیل القدر شخصیتوں سے حاصل کیا ہے :

صحابہ میں سے : عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ، سہل بن سعد

تابعین میں سے : سعد بن مسیب، محمود بن ربیع وغیرہ۔

آپ کے تلامذہ میں امام اوزاعی، امام مالک اور سفیان بن عیینہ جیسے ائمہ حدیث کا شمار ہوتا ہے۔ ان کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۱۰۱ھ میں احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کے گورنر ابوبکر محمد بن عمر بن حزم کو ہدایت بھیجی تھی کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس جو احادیث کا ذخیرہ ہے اسے قلم بند کر لیں۔

یہ عمرہ حضرت عائشہؓ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور قاسم بن محمد ان کے برادر زادے ہیں۔ حضرت عائشہ نے اپنی نگرانی میں ان کی تربیت و تعلیم کا اہتمام کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۷، ص۱۷۲)

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مملکت اسلامی کے تمام ذمہ داروں کو ذخائر حدیث کے جمع و تدوین کرنے کا تاکیدی فرمان جاری کر دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں احادیث کے دفتر کے دفتر دارالخلافہ دمشق پہنچ گئے۔ خلیفۂ وقت نے ان کی نقلیں مملکت کے گوشے گوشے میں پھیلا دیں۔[1]

امام زہری کے مجموعہ حدیث مرتب کرنے کے بعد اس دور کے دوسرے اہلِ علم نے بھی تدوین و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ عبدالملکؒ بن جریج (۱۵۰ھ) نے مکہ میں، امام اوزاعیؒ (ف ۱۵۷ھ) نے شام میں، معمرؒ بن راشد (ف ۱۵۳ھ) نے یمن میں، امام سفیانؒ ثوری (ف ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں، امام حمادؒ بن سلمہ (ف ۱۶۷ھ) نے بصرہ میں اور امام عبداللہ بن المبارک (۱۸۱ھ) نے خراسان میں احادیث کے جمع و تدوین کے کام میں سبقت کا شرف حاصل کیا۔

۸۔ امام مالک بن انس (ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ) : امام زہری کے بعد مدینہ میں حدیث نبویؐ کی تدوین کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا ہے۔ آپ نے نافع، زہری اور دوسرے ممتاز اہل علم سے استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد نو سو تک پہنچتی ہے۔ آپ کے چشمہ فیض سے براہِ راست حجاز، شام، عراق، فلسطین، مصر، افریقہ اور اندلس کے ہزاروں تشنگانِ سنت سیراب ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں لیث بن سعد (ف ۱۷۵ھ)، ابن مبارک (ف ۱۸۱ھ)، امام شافعی (ف ۲۰۴ھ)، امام محمد بن حسن الشیبانی (ف ۱۸۹ھ) جیسے مشاہیر شامل ہیں۔

اس دور میں حدیث کے بہت سے مجموعے مرتب ہوئے۔ جن میں امام مالک کی مؤطا کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس کا زمانہ تالیف ۱۳۰ھ کے درمیان ہے۔ کل روایات کی تعداد ۱۷۰۰ ہے، جن میں سے مرفوع ۶۰۰، مرسل ۲۲۸، موقوف ۶۱۳، اور اقوال تابعین ۲۸۵ ہیں۔ اس دور کی چند دوسری تالیفات کے نام یہ ہیں۔

جامع سفیان ثوری (ف ۱۶۱ھ)، جامع ابن المبارک (ف ۱۸۱ھ)، جامع امام اوزاعی (ف ۱۵۷ھ) جامع ابن جریج (ف ۱۵۰ھ)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۱، ص۱۰۶۔ مختصر جامع العلم ص۳۸

کتاب الخراج۔ قاضی ابو یوسف (ف ۱۸۲ھ)، کتاب الآثار۔ امام محمد (ف ۱۸۹ھ) اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، آثار صحابہ اور فتاوئ تابعین کو ایک ہی مجموعہ میں مرتب کر لیا جاتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی وضاحت ہو جاتی تھی کہ یہ صحابی یا تابعی کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث۔

تیسرا دَور :۔ یہ دور تقریباً دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے چوتھی صدی ہجری کے خاتمہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دَور کی خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ احادیث نبویؐ کو آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے الگ کر کے مرتب کیا گیا۔

۲۔ قابل اعتماد روایات کے علیحدہ مجموعے تیار کئے گئے اور اس طرح چھان بین اور تفتیش کے بعد دوسرے دور کی تصانیف تیسرے دور کی ضخیم کتابوں میں سما گئیں۔

اس دور میں نہ صرف یہ کہ روایات جمع کی گئیں، بلکہ علم حدیث کی حفاظت کے لئے محدثین کرام نے سو سے زیادہ علوم کی بنیاد ڈالی، جن پر اب تک ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ شکر اللہ سعیہم وجزاھم عنا احسن الجزاء

مختصر طور پر چند علوم کا تعارف یہاں کرایا جاتا ہے۔

۱۔ **علم اسماء الرجال** : اس علم میں راویوں کے حالات، پیدائش وفات، اساتذہ، تلامذہ کی تفصیل۔ طلب علم کے لئے اسفار و ثقہ، غیر ثقہ ہونے کے بارے میں ماہرین علم حدیث کے فیصلے درج ہیں۔ یہ علم بہت ہی وسیع، مفید اور دلچسپ ہے۔

بعض متعصب مستشرقین بھی یہ اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ اس فن کی بدولت پانچ لاکھ راویوں کے حالات محفوظ ہو گئے۔ یہ وہ خصوصیت ہے، جس میں مسلمان قوم کی نظیر ملنا مشکل ہے۔[1] اس علم میں سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں۔

۱۔ (ا) تہذیب الکمال : مولفہ امام یوسف مزی (وفات ۷۴۲ھ) اس علم میں یہ سب سے زیادہ اہم اور مستند کتاب ہے۔

(ب) تہذیب التہذیب : مولفہ حافظ ابن حجر۔ شارح بخاری۔ یہ بارہ جلدوں میں ہے۔ حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

(ج) تذکرۃ الحفاظ : مرتبہ علامہ ذہبی (وفات ۷۴۸ھ)

۲۔ **علم مصطلح الحدیث** (اصول حدیث) اس علم کی روشنی میں حدیث کی صحت و ضعف کے قواعد و ضوابط معلوم ہوتے ہیں۔ اس علم کی مشہور کتاب علوم الحدیث معروف بہ مقدمہ ابن الصلاح ہے۔ مولفہ ابو عمرو عثمان ابن الصلاح (وفات ۵۷۷ھ) ماضی قریب میں اصول حدیث پر دو کتابیں شائع ہوئی ہیں :

(ا) توجیہ النظر : مولفہ علامہ طاہر بن صالح الجزائری (ف ۱۳۳۸ھ)

(ب) قواعد التحدیث : مرتبہ علامہ سید جمال الدین قاسمی (وفات ۱۳۳۲ھ)

اوّل الذکر وسعتِ معلومات اور آخر الذکر حسن ترتیب میں ممتاز ہیں۔

---

[1] مقدمہ الاصابہ انگریزی شائع شدہ ۱۸۶۴ء۔ از کلکتہ مرتبہ مستشرق اسپرنگر

۳۔ **علم غریب الحدیث** : اس علم میں حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی ہے۔ اس علم میں علامہ زمخشری (وفات ۵۳۸ھ) کی الفائق اور ابن الاثیر (ف ۶۰۶ھ) کی نہایہ مشہور ہیں۔

۴۔ **علم تخریج الاحادیث** : اس علم کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ مشہور کتب تفسیر، فقہ، تصوف اور عقائد میں جو روایات درج ہیں، ان کا اصل ماخذ اور سرچشمہ کیا ہے، مثلاً ہدایہ از برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (ف ۵۹۲ھ) اور احیاء العلوم (امام غزالی ف ۵۰۵ھ) میں بہت سی روایات بلا سند اور بلا حوالہ مذکور ہیں۔

اب اگر کسی کو یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ روایات کس پایہ کی ہیں اور کون کون سی حدیث کی اہم کتابوں میں ان کا ذکر ہے تو اول الذکر کے لئے حافظ زیلعی (وفات ۷۹۳ھ) کی نصب الرایہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۶ھ) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور آخر الذکر کے لے حافظ زین الدین عراقی (ف ۸۰۶ھ) کی تالیف المغنی عن حمل الاسفار موزوں رہے گی۔

۵۔ **علم الاحادیث الموضوعہ** : اس فن میں اہلِ علم نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ موضوع (من گھڑت) روایات کو الگ چھانٹ دیا گیا ہے۔ اس بارے میں قاضی شوکانی (ف ۱۲۵۵ھ) کی الفوائد المجموعہ اور حافظ جلال الدین سیوطی (ف ۹۱۱ھ) کی اللآلی المصنوعہ زیادہ نمایاں ہیں۔

۶۔ **علم الناسخ والمنسوخ** : اس فن میں امام محمد بن موسیٰ حازمی (ف ۵۸۴ھ بعمر ۳۵ سال) کی تصنیف کتاب الاعتبار زیادہ مستند اور مشہور ہے۔

۷۔ **علم التوفیق بین الاحادیث** : اس علم میں ان روایات کی صحیح توجیہہ بیان کی گئی ہے جن میں بظاہر تعارض اور ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے۔ سب سے پہلے امام شافعی (ف ۲۰۴ھ) نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ ان کا رسالہ مختلف الحدیث کے نام سے مشہور ہے۔ امام طحاوی (ف ۳۲۱ھ) کی مشکل الآثار بھی اس فن کی مفید کتاب ہے۔

۸۔ **علم مختلف والموتلف** : اس علم میں خاص طور پر ان راویوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کے اپنے نام کنیت، لقب، آباؤ اجداد کے نام یا اساتذہ کے نام ملتے جلتے ہیں اور اس اشتباہ کی بنا پر ایک ناواقف انسان مغالطہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس فن میں حافظ ابن حجر کی تبصیر المنتبہ زیادہ جامع کتاب ہے۔

۹۔ **علم اطراف الحدیث** : اس علم کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں روایت کس کتاب میں ہے اور اس کے راوی کون کون سے ہیں مثلاً آپ کو " انما الاعمال بالنیات " حدیث کا ایک جملہ یاد ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ اس کے تمام مآخذ روایت کے پورے الفاظ اور راوی معلوم ہو جائیں تو آپ کو اس علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس عنوان پر حافظ مزی (ف ۷۴۲ھ) کی کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف زیادہ مفصل ہے۔ اس میں صحاح ستہ کی روایات کی پوری فہرست آگئی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں حافظ یوسف مزی کے ۲۶ سال صرف ہوئے ہیں۔ انتہائی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب مکمل ہوئی ہے

آج کے مستشرقین نے ایسی ہی کتابوں سے خوشہ چینی کر کے ذرا نئے ڈھب سے احادیث کی فہرست مرتب کی ہے۔ مثلاً مفتاح کنوز السنہ انگریزی میں شائع ہوئی تھی۔ جس کا عربی میں ترجمہ ۱۹۳۴ء میں مصر سے شائع ہوا ہے اور اب ایک وسیع فہرست

المعجم المفہرس کے نام سے زیر ترتیب ہے۔ جس کے کم و بیش بیس اجزاء شائع ہو چکے ہیں۔

۱۰۔ **فقہ الحدیث:** اس علم میں احکام پر مشتمل احادیث کے اسرار اور حکمتیں بے نقاب کی گئی ہیں۔ اس موضوع پر حافظ ابن قیم (ف ۷۵۱ھ) کی کتاب اعلام الموقعین اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اہلِ علم نے زندگی کے مختلف مسائل پر الگ الگ تصانیف بھی مرتب کی ہیں۔ مثلاً مالی معاملات میں ابوعبید قاسم بن سلام (ف ۲۲۴ھ) کی تالیف کتاب الاموال مشہور ہے اور زمین کے مسائل عشر اخراج وغیرہ پر قاضی ابویوسف کی کتاب الخراج بہترین تصنیف ہے۔ نیز سنت کے ماخذ شریعت ہونے اور منکرین حدیث کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تصانیف کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے۔

کتاب الام جلد ۷۔ الرسالہ امام شافعی۔ الموافقات جلد چہارم مؤلفہ ابو اسحاق شاطبی (ف ۷۹۰ھ)، صواعق مرسلہ جلد ۲۔ ابن قیم۔ الاحکام ابن حزم الاندلسی (ف ۴۵۶ھ)، مقدمہ ترجمان السنہ اردو از مولانا بدر عالم میرٹھی۔ اثبات الخبر مؤلفہ والد محترم مولانا حافظ عبدالستار حسن عمر پوری (وفات ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء بعمر ۴۴ سال) حدیث اور قرآن مرتبہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

نیز انکار حدیث کا منظر اور پس منظر کے نام سے جناب افتخار احمد بلخی کی تصنیف بھی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ اب تک اس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل علامہ مصطفیٰ سباعی نے احادیث کے حجت ہونے پر رسالہ المسلمون (دمشق) میں نہایت ہی مفید سلسلہ مضامین شائع کیا تھا۔ جس کا اردو ترجمہ محترم رفیق ملک غلام علی صاحب نے کیا ہے۔ سنتِ رسول کے نام سے یہ کتابچہ شائع ہو چکا ہے۔

تاریخ علم حدیث اور متعلقہ مباحث پر مندرجہ ذیل تصانیف اپنے اندر جامعیت اور افادیت کا پہلو رکھتی ہیں۔

مقدمہ فتح الباری، حافظ ابن حجر۔ جامع بیان العلم (از حافظ ابن عبدالبر اندلسی وفات ۴۶۳ھ)، معرفت علوم الحدیث، امام حاکم (وفات ۴۰۵ھ)، مقدمہ تحفۃ الاحوذی، مؤلفہ عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارک پوری (ف ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۵ء) ماضی قریب کی تصانیف میں یہ کتاب اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے ایک شاہکار ہے۔ اسی طرح مقدمہ فتح الملہم مرتبہ مولانا شبیر احمد عثمانی اور اردو میں تدوین حدیث مرتبہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم وسیع معلومات کا گنجینہ ہیں۔

تیسرے دور کے جامعین حدیث: اس دور کے ممتاز اور مشہور جامعین حدیث اور مستند تالیفات کا تعارف ذیل میں کرایا جاتا ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل (ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ) آپ کی اہم تالیف مسند احمد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تیس ہزار روایات پر مشتمل ہے۔ اس کی چوبیس جلدیں ہیں۔ قابلِ ذکر احادیث سب اس میں آگئی ہیں۔ اس میں عنوان کے لحاظ سے ترتیب کے بجائے ہر صحابی کی تمام روایات یکجا مرتب کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تبویب یعنی عنوان وار ترتیب حسن البنا شہید کے والد محترم احمد عبدالرحمٰن ساعاتی نے شروع کی تھی۔ اس وقت تک ۱۴ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری (ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ) آپ کی تاریخ ولادت "صدق" اور تاریخ وفات "نور" سے نکلتی ہے۔ امام بخاری کی تصانیف میں سے سب سے اہم اور مستند کتاب صحیح بخاری ہے۔ جس کا پورا نام یہ ہے "الجامع الصحیح المسند

المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ایامہ"۔

اس کتاب کی تالیف میں ۱۶ سال صرف ہوئے۔ آپ سے براہ راست صحیح بخاری پڑھنے والے تلامذہ کی تعداد نوے ہزار تک پہنچتی ہے۔ بعض دفعہ ایک ہی مجلس میں حاضرین کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ اس قسم کے اجتماعات میں املا کرانے والوں کا شمار ۳۰۰ سے متجاوز ہو جاتا تھا۔ کل تعداد روایات مع تعلیقات ۹۰۸۲، مرفوع مسند روایات ۷۲۷۵، غیر مکرر روایات ۴۰۰۰۔ امام بخاری نے دوسرے محدثین کی بہ نسبت راویوں کے پرکھنے کا معیار زیادہ بلند رکھا ہے۔

۳۔ امام مسلم ابن حجاج قشیری: (ولادت ۲۰۲ھ، وفات ۲۶۱ھ) امام بخاری، امام احمد بن حنبل ان کے اساتذہ میں شامل ہیں اور امام ترمذی، ابو حاتم رازی، ابوبکر بن خزیمہ کا شمار ان کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ اس کی کتاب صحیح مسلم حسن ترتیب کے لحاظ سے زیادہ ممتاز مانی جاتی ہے۔

۴۔ امام ابوداؤد اشعث بن سلیمان سجستانی (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ) ان کی اہم تالیف سنن ابوداؤد کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں زیادہ تر احکام پر مشتمل روایات کو پوری جامعیت کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے۔ فقہی اور قانونی مسائل کا یہ بہترین ماخذ ہے۔ یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے۔

۵۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی (ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ) ان کی کتاب میں فقہی مسالک کی تفصیل وضاحت سے کی گئی ہے۔

۶۔ امام احمد بن شعیب نسائی (وفات ۳۰۳ھ) ان کی تصنیف کا نام السنن المجتبیٰ ہے۔

۷۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی: (وفات ۲۷۳ھ) ان کی کتاب سنن ابن ماجہ کے نام سے مشہور ہے۔ مسند احمد کے علاوہ ان چھ کتابوں کو محدثین کی اصطلاح میں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے بجائے ابن ماجہ کے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں شمار کیا ہے۔

ان کے علاوہ اس دور میں اور بھی بہت سی مفید اور جامع تالیفات شائع ہوئی ہیں۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی جامع کہلاتی ہیں۔ یعنی عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات وغیرہ تمام عنوانات پر ان میں احادیث موجود ہیں اور ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ سنن کہلاتی ہیں۔ یعنی ان میں زیادہ تر عملی زندگی سے متعلق روایات درج ہیں۔

طبقات کتب حدیث: محدثین نے روایات کی صحت و قوت کے لحاظ سے تمام کتب حدیث کو چار طبقات پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ موطا امام مالکؒ، صحیح بخاریؒ، صحیح مسلمؒ۔ یہ تینوں کتابیں صحت، سند اور راویوں کی ثقاہت کے اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔

۲۔ ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ۔ ان کتابوں کے بعض راوی ثقاہت کے اعتبار سے طبقہ اول سے فروتر ہیں۔ لیکن ان کو بہرحال قابلِ اعتماد مانا جاتا ہے۔ مسند احمد کا شمار شاہ ولی اللہ کی تحقیق کے مطابق طبقہ (۲)، اور (۳) کے درمیان ہوتا ہے۔

۳۔ دارمی (وفات ۲۲۵ھ)، ابن ماجہ، بیہقی، دارقطنی (ف ۳۸۵ھ)، کتب طبرانی (ف ۳۶۰ھ)، تصانیف طحاوی (ف ۳۲۱ھ) مسند شافعی، مستدرک حاکم (ف ۴۰۵ھ) ان کتابوں میں صحیح، ضعیف ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ لیکن قابل اعتماد روایات کا عنصر غالب ہے۔

۴۔ تصانیف ابن جریر طبری (ف ۳۱۰ھ) کتب خطیب بغدادی (ف ۴۶۳ھ) ابونعیم (ف ۴۰۳ھ) ابن عساکر (ف ۵۷۱ھ) دیلمی صاحب فردوس (ف ۵۰۹ھ)، کامل ابن عدی (ف ۳۶۵ھ)، تالیفات ابن مردویہ (ف ۴۱۰ھ)، واقدی (ف ۲۰۷ھ) اور اسی نوع کے دوسرے مصنفین کی کتابیں اسی طبقہ میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ تالیفات رطب ویابس کا مجموعہ ہیں۔ موضوع (من گھڑت) روایات تک بھی ان میں بکثرت موجود ہیں۔ زیادہ تر عام واعظین، مورخین اور اصحاب تصوف کا سہارا یہی کتابیں ہیں لیکن اگر چھان بین سے کام لیا جائے تو ان تالیفات میں سے بھی بیش بہا جواہر ریزے نکالے جاسکتے ہیں۔

چوتھا دور: تقریباً پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے اور اس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اس عرصہ میں تیسرے دور کا اندازِ تدوین اختتام کو پہنچ گیا تھا۔ اس طویل مدت میں جو کام ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ حدیث کی اہم کتابوں کی شرحیں، حواشی اور دوسری زبانوں میں تراجم لکھے گئے۔

۲۔ جن علوم حدیث کا ذکر اوپر آیا ہے، ان پر بہت سی تصانیف اسی دور میں وجود میں آئی ہیں اور ان کی شرحیں اور خلاصے لکھے گئے ہیں۔

۳۔ اہل علم نے اپنے ذوق یا ضرورت کے مطابق تیسرے دور کی تالیفات سے احادیث منتخب کرکے مفید کتابیں مرتب کی ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ا۔ مشکوٰۃ المصابیح : مؤلفہ ولی الدین خطیب۔ اس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، آداب اور حشر و نشر سے متعلق روایات جمع کر دی گئی ہیں۔

ب۔ ریاض الصالحین : مرتبہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شارح مسلم (ف ۶۷۶ھ) یہ زیادہ تر اخلاق و آداب پر مشتمل احادیث کا انتخاب ہے۔ ہر باب کے شروع میں عنوان کے مطابق قرآنی آیات بھی ذکر کی گئی ہیں۔ یہ اس کتاب کی اہم خصوصیت ہے صحیح بخاری کا بھی اندازِ تالیف و ترتیب یہی ہے۔

ج۔ منتقی الاخبار مؤلفہ مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن تیمیہ (ف ۶۵۲ھ) : یہ مشہور شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کے جدِ امجد ہیں۔ اس کتاب کی شرح آٹھ جلدوں میں قاضی شوکانی نے نیل الاوطار کے نام سے مرتب کی ہے۔

د۔ بلوغ المرام : مرتبہ حافظ ابن حجر شارح بخاری (ف ۸۵۲ھ) اس میں زیادہ تر عبادات اور معاملات سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اس کی شرحِ سبل السلام عربی میں محمد بن اسماعیل صنعانی (وفات ۱۱۸۲ھ) کے قلم سے شائع ہوئی ہے۔ اور دوسری مسک الختام کے نام سے فارسی میں نواب صدیق حسن خان (ف ۱۳۰۷ھ) نے ترتیب دی ہے۔ ان میں سے اکثر کے تراجم عرصہ ہوا، اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔

غیر منقسم ہندوستان میں سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی بن سیف الدین ترک (وفات ۱۰۵۲ھ) نے علم حدیث کی شمع روشن کی۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ (وفات ۱۱۷۶ھ) اور ان کی اولاد، احفاد اور ارشد تلامذہ کی جانفشانیوں اور جگر کاویوں سے اس ملک کی سرزمین نورِ سنت سے جگمگا اٹھی۔ واشرقت الارض بنور ربھا۔

شاہ ولی اللہؒ کے بعد سے اس ملک میں تراجم شروح اور منتخب احادیث کے مجموعوں کی ترتیب و اشاعت کا مقدس سلسلہ اب تک جاری ہے۔

اس پوری تفصیل کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ عہدِ نبویؐ سے لے کر اب تک کوئی دور بھی ایسا نہیں گزرا ہے، جس میں حدیث کے لکھنے اور روایت کرنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہو۔ یہ وہ سلسلۂ علم ہے، جس کا دن بھی روشن ہے اور جس کی رات کا دامن بھی درخشانیوں اور تابناکیوں سے بھرپور ہے۔ لیلها کنهارها

سنتِ نبویؐ اور خلفائے راشدین: ذیل میں ان روایات کی تشریح کی گئی ہے، جن کی بناء پر عام طور پر منکرین حدیث و سنت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک قرار دیتے ہیں ضمنی طور پر بعض دوسرے مباحث بھی آگئے ہیں۔

عن بن عباسؓ لما اشتد بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعہٗ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدہ قال عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط' قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع

(صحیح بخاری مصری باب کتابۃ العلم ج ۱، ص۳۲)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد جب شدت اختیار کر گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ، میں کچھ لکھوا دوں۔ تاکہ بعد میں تم گمراہی میں مبتلا نہ ہونے پاؤ، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف کی شدت کا غلبہ ہو گیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے۔ وہ کافی ہے، صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا اور شور بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا۔ میرے پاس سے اٹھ کھڑے ہو میرے پاس نزاع مناسب نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں مزید یہ الفاظ ملتے ہیں:

وقالوا ماشانہ اہجر استفہموہ. قال قال دعونی فالذی انا فیہ خیر اوصیکم بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد لنحو ماکنت اجیزہم قال و سکت عن الثالثۃ اوقال فانسیتہا.

(ج ۲۔ ص۴۲۔ باب ترک الوصیتہ)

حاضرین نے کہا: کیا آپؐ (دنیا کو) چھوڑ چلے ہیں۔ دریافت تو کر لو (بعض روایات میں یہ الفاظ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہیں) راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ میں جس حال میں ہوں، وہ بہتر ہے۔ میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرو (۲) غیر ملکی یا قبائلی وفود (مہمانوں) کی اسی طرح عزت کرو جس طرح میں کرتا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ تیسری بات کے ظاہر کرنے سے یا تو حضرت ابن عباس خاموش رہے یا مجھے یاد نہ رہی۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

ائتونی بالکتف والدواۃ او اللوح والدواۃ.

یعنی شانے کی ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات (لکھنے کا سامان) لے کر آؤ تاکہ میں کچھ لکھوا دوں۔

اس حدیث کے مطالعہ کے وقت مختلف قسم کے سوالات ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

۱۔ آپؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے کہ جس کی بنا پر گمراہی کا امکان باقی نہ رہتا۔

۲۔ ضلالت سے کیا مراد ہے؟ کیا حاضرین کے اختلاف و نزاع کی وجہ سے پیغمبر کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسی بات کو ظاہر نہ کرے، جس کی بنا پر امت ضلالت سے بچ سکے۔

۳۔ بعض صحابہ خصوصاً حضرت عمرؓ نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی؟

۴۔ اس موقع پر صحابہ کے اختلاف کی نوعیت کیا تھی؟

۵۔ ھَجَرَ کے معنی عام طور پر ہذیان کے لئے جاتے ہیں۔ کیا اس میں گستاخی اور سوءِ ادبی کا پہلو نہیں پایا جاتا۔ کیا اس قسم کے کلمات صحابہ خصوصاً حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلنے کسی درجہ میں بھی مناسب تھے؟

۶۔ حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟ کیا ان کا یہ ارشاد مسلک انکار سنت کی تائید نہیں کر رہا ہے؟

سوال نمبر ۱، ۲، ۳ کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ آپؐ کے فرمان "لا تضلوا البعدہ" سے یہی سمجھے تھے کہ لاتجمعون علی الضلالۃ ولاتسری الضلالۃ الی کلکم یعنی جو چیز میں لکھوانا چاہتا ہوں۔ اس کی بنا پر پوری امت اجتماعی طور پر ضلالت سے محفوظ رہے گی نہ کہ ہر ہر فرد گمراہی سے امن میں رہے گا۔ کیونکہ انفرادی طور پر ضلالت کے بارے میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ارشادات موجود ہیں، جن کی بنا پر افراد کی گمراہی کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً روایات میں ملتا ہے کہ: ستفترق الأمّۃ کہ امت کئی فرقوں میں بٹ جائے گی یا مثلاً آپ نے فرمایا: "ملت کے مجموعی نظم میں سے لوگ خروج کریں گے اور قسم قسم کے فتنے ظہور میں آئیں گے"۔

باقی رہا پوری امت کا ضلالت پر مجتمع اور متفق ہو جانا، تو اس کی نفی پر کتاب اللہ و سنت کی واضح نصوص موجود ہیں:

۱۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (سورہ نور پارہ ۱۸)
تم میں سے جو لوگ ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ضرور ہی انکو زمین میں منصب خلافت عطا فرمائے گا۔

۲۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۴۔ سورۃ آل عمران)
تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے لئے برپا کی گئی ہے بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

۳۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ
میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ (ترمذی مشکوٰۃ صہ۳۰)

۴۔ لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق اوکما قال (بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ۵۸۳)
میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جس کو راہ حق پر استقامت حاصل ہوگی۔

ان واضح شواہد و دلائل کے ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ یہ کیسے سمجھ سکتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس آخری

مرض میں جس تحریر کے لکھوانے کا ارادہ فرمایا ہے، اگر اسے قلم بند نہ کیا گیا تو امت گمراہ ہو جائے گی۔ بلکہ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انتہائی احتیاط اور امت پر کمال شفقت و رحمت کی وجہ سے کچھ نصائح لکھوانا چاہتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس چیز کو بھانپ لیا اور معاملہ کی اصل حقیقت تک پہنچ گئے۔ اسی بناء پر آنحضورؐ کے درد کی شدت کو دیکھتے ہوئے رائے ظاہر کی کہ اس وقت دوات قلم لا کر آپؐ کی تکلیف میں اضافہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان کو یہ یقین تھا کہ اللہ کی کتاب جب تک ہمارے درمیان موجود ہے امت مجموعی طور پر گمراہ نہیں ہو سکتی۔ یہ عدول حکمی یا ارشادِ نبویؐ سے سرتابی نہ تھی۔ بلکہ آپؐ کو زحمت سے بچانے کے لئے اپنی خیر خواہی اور مخلصانہ محبت کا اظہار تھا۔

اس صورت حال سے ملتا جلتا واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ملتا ہے، جب کہ مشرکین کے اعتراض کی بناء پر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھ دیں لیکن انہوں نے لفظ رسول اللہ کے مٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ نافرمانی نہ تھی بلکہ ادب و احترام اور اخلاص و محبت کا پہلو غالب تھا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ یہ یقین تھا کہ امت مجموعی طور پر گمراہ نہ ہو گی، اس کے باوجود آپؐ کا یہ فرمانا کہ "کچھ لکھوا دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہو"۔ اس فرمان کی جو توجیہہ و تشریح کی گئی ہے، یہ کوئی انوکھی نہیں ہے۔ سیرت میں اسی قسم کے دوسرے واقعات بھی ملتے ہیں۔

اسی نوعیت کا ایک نمونہ غزوہ بدر کے موقع پر ملتا ہے۔ جنگ بدر میں فتح و کامرانی کا وعدہ خدا کی طرف سے ہو چکا تھا اس غزوہ میں مارے جانے والے مشرکین کے گرنے کی جگہیں بھی آپؐ کو بتا دی گئی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود آپؐ نے انتہائی الحاح و تضرع سے (گڑگڑا کر) دعا کی اور یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کی اس مشقت اور آہ و زاری پر صبر نہ کر سکے اور ان کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے: "آپ کب تک یہ مشقت برداشت کریں گے اب اس الحاح و تضرع کو ختم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔"

جس طرح یہاں حضرت ابوبکرؓ نے کمال محبت اور انتہائی وفادارانہ جذبہ کی بنا پر طویل مناجات کے سلسلے کے ختم کرنے کی درخواست کی، اسی طرح حضرت عمرؓ کو بھی اسی جذبہ نے مجبور کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید مرض کی حالت لکھنے، لکھوانے اور املا کرانے کی زحمت سے بہر حال محفوظ رہیں۔

نیز جس غزوہ بدر کے موقع پر کامل فتح و نصرت کے الٰہی وعدے کے باوجود آپ نے طویل عرصہ تک سلسلہ دعا و مناجات جاری رکھا اور اس بناء پر انتہائی مشقت برداشت کی۔ ٹھیک اسی طرح مرض الموت میں اس علم کے باوجود کہ امت ضلالت پر مجتمع نہیں ہو سکتی، آپ نے سامانِ کتابت لانے کا حکم صادر فرمایا۔ (مستفاد از تعلیقات السندیؒ علی البخاری)

مذکورہ بالا تفصیلات کی تائید میں یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپؐ کے مرض میں تخفیف ہوئی اور کئی دن تک آپؐ بقید حیات رہے۔ اس کے باوجود آپؐ نے دوبارہ قلم دوات طلب نہ کی۔ اگر واقعی کوئی ضروری وصیت پیش نظر تھی تو ان ایام میں اس کا اظہار ہو سکتا تھا۔ انبیاء کرام کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ محض چند افراد کے اختلاف و نزاع کی بنا پر

فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں کوتاہی کریں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری مصری جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

سوال نمبر ۴ کے جواب میں یہ ہے کہ دین کے بارے میں اختلاف تین قسم کا ہو سکتا ہے:

۱۔ وجودِ خالق اور اس کی وحدانیت کے بارے میں اختلاف، یہ صریح کفر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اختلاف، یہ بدعت ہے۔

۳۔ ایسے فروعی مسائل میں اختلاف، جن کے بارے میں ایک سے زیادہ کا احتمال خود کتاب و سنت کے الفاظ میں موجود ہے۔ یہ اختلاف امت کے لئے زحمت کی بجائے رحمت کا باعث ہے۔ اس قسم کے اختلاف کو حدیث میں اختلاف امتی رحمۃٌ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۲ صفحہ ۴۳ کلام خطابیؒ)

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسا کہ حدیث لا یصلین احدکم صلوٰۃ العصر الا فی بنی قریظۃ کے مہم میں ہو گیا تھا۔ (یعنی تم میں سے کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے، مگر بنو قریظہ کے علاقے میں) واقعہ یہ ہے کہ صحابہ جب اس ارشاد کو سن کر مدینہ سے روانہ ہوئے تو راستہ ہی میں عصر کا وقت ہو گیا۔ اس موقع پر ایک گروہ نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر غور کرتے ہوئے بنی قریظہ کے علاقے میں پہنچ کر ہی نماز قضا کی۔ یہ لوگ عشاء کے بعد ہی مقررہ مقام پر پہنچ سکے (زاد المعاد۔ ج ۱ صفحہ ۳۲۸) دوسرے گروہ نے حدیث کے اصل منشا کو پیش نظر رکھتے ہوئے راستہ ہی میں بروقت نماز ادا کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ سارا معاملہ پیش ہوا، تو آپؐ نے کسی کو بھی ملامت نہ کی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ فہم و اجتہاد کے اختلاف کی بنا پر کسی کو بھی زجر و توبیخ اور طعن و تشنیع کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا بشرطیکہ نیت خالص اور مقصد صالح پیش نظر ہو۔ (فتح الباری ج ۱ صفحہ ۱۶۹)

سوال نمبر ۵ کا جواب "ھجر" کے کئی معنی آتے ہیں۔ اگر اسے ہُجْر سے مشتق مانا جائے، تو اس کے معنی ہذیان کے ہوں گے اور اگر ہجرت ہجران سے ماخوذ ہو، تو اس کے معنی مفارقت اور ترک وطن کے ہوں گے۔ اس حدیث میں دوسرے معنی مراد لینا صحابہ کے زیادہ شایانِ شان ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایک لفظ کے صحیح معنی بن سکتے ہیں، تو بلا وجہ ایسے معنی مراد لینا جس سے بے ادبی کا پہلو نکلے مناسب نہیں ہے۔ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً۔ یہ ربانی ہدایت اس موقع پر نگاہوں سے اوجھل نہیں رہنی چاہیئے۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی آپ دنیا کو چھوڑ چلے ہیں؟ اور کیا یہ آپ کی زندگی کے آخری لمحات ہیں؟ آپؐ سے دریافت کر لیا جائے۔ اگر واقعی صورتِ حال یہی ہے، تب تو تعمیل ارشاد فوراً ضروری ہے، ورنہ درد کی شدت کا خیال کرتے ہوئے مرض میں تخفیف کا انتظار کرنا مناسب ہوگا۔ اس تشریح سے حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی وابستگی اور انتہائی مخلصانہ محبت ظاہر ہوتی ہے نہ کہ گستاخی اور سوءِ ادبی کا پہلو۔

سوال نمبر ۶ کا جواب: حسبنا کتاب اللہ، حضرت عمرؓ کا یہ جملہ عام طور پر منکرین سنت کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ وہ اسے اپنے مسلک کی حمایت میں زور شور سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات واضح ہے کہ حضرت عمرؓ ہوں یا دوسرے خلفائے راشدینؓ ان کے مسلک کو متعین کرنے کے لئے ایک دو مبہم اقوال سے استناد کرنے کے بجائے ضروری ہے کہ ان کی زندگی کے مجموعی طرز عمل کو

دیکھتے ہوئے اصل حقیقت کا سراغ لگایا جائے۔ حسبنا کتاب اللہ، کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک شریعت کے بنیادی اصول کا تعلق ہے، وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔ باقی رہا جزئیات اور تفصیلات کے تعین اور وضاحت کے لیے سنت کی طرف رجوع کرنا تو یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس پر خود حضرت عمرؓ شدت کے ساتھ کاربند تھے، چند اقوال و آثار ملاحظہ ہوں۔ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا:

۱۔ قال عمر بن الخطابؓ، سیأتی قوم یجادلونکم بشبھاتِ القرآن، فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ

(مقدمہ المیزان شعرانی مطبوعہ قاہرہ صـ۶۲)

تمہارے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے، جو قرآن کے بارے میں شبہات پیدا کرکے تم سے بحث و مناظرہ کریں گے۔ ان لوگوں پر روایات کے ذریعہ گرفت کرو۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ علماءِ سنت قرآن مجید سے زیادہ باخبر ہیں۔

(۲) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا سنت کے بارے میں کیا موقف تھا۔ اس کی وضاحت میمون بن مہران کے اس بیان سے ہوتی ہے:

"حضرت ابوبکرؓ کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس کوئی فیصلہ طلب معاملہ آتا، تو پہلے کتاب اللہ میں غور فرماتے۔ اگر اس میں حکم مل جاتا، تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے، ورنہ سنتِ نبویؐ کی طرف رجوع کرتے۔ اگر یہاں بھی ناکامی ہوتی تو صحابہ کرامؓ کو جمع کرکے ان سے دریافت فرماتے۔ حضرت عمرؓ کا طریقِ کار بھی اسی سے ملتا جلتا تھا" (اعلام الموقعین امام ابن قیم۔ ج ۱ صـ۲۲)

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر۔ ج ۶ صـ۳۰۱)

میری اطاعت کرو جب تک کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی سنت پر کاربند رہوں۔ اور جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں، تو تم پر میری اطاعت لازم نہ ہوگی۔

اس خطبہ میں اطاعت رسولؐ سے سنت ہی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن کی اطاعت کا ذکر تو پہلے ہی "ما اطعت اللہ" میں مذکور ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رُواۃ کے لحاظ سے یہ خطبہ قابل اعتماد ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس خطبہ کے الفاظ سے اس وہم کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے کہ اطاعت کا لفظ صرف زندہ شخصیت ہی کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جیسے اہل زبان اطاعت کا لفظ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے لئے بول رہے ہیں۔ عمر بن خطاب فرمایا کرتے تھے۔

۳۔ ان عمر بن الخطاب کان یقول اصحاب الرائی اعداء السنن اعیتھم الاحادیث ان یعوھا، واستحیوا حین سئلوا ان یقولوا لا نعلم فعارضوا السنن برایھم فایاکم وایاھم

(اعلام الموقعین۔ ج ۱ صـ۴۵)

رائے اور قیاس کے دلدادہ سنت کے دشمن ہیں۔ احادیث کا یاد رکھنا ان کیلئے دشوار ہو گیا ہے۔ جب کوئی ان سے مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے، تو ان کو "لا نعلم" (ہم نہیں جانتے) کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ یہ لوگ اپنی ذاتی آراء اور دماغی اختراعات کو سنت کے مقابلہ میں لے آئے ان سے دُور رہو۔

(۴) قال عمرؓ رُدُّوا الجهالات الی سنة — حضرت عمرؓ نے فرمایا جن باتوں کا علم نہ ہو ان کو سنت کی طرف لوٹاؤ
(جامع بیان العلم - ج ۲ - ص ۱۸۷)

(۵) قال عمرؓ تعلموا الفرائض والسنة کما تتعلموا القرآن۔ — حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ احکام وراثت اور سنت اس طرح سیکھو، جس طرح قرآن سیکھتے ہو۔
(جامع بیان العلم ابن عبدالبر - ج ۲ - ص ۱۲۳)

عملی نمونے: اب تک حضرات شیخین (ابو بکرؓ، عمرؓ) کے چند اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ جو قابلِ اعتماد راویوں کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ اب ذیل میں چند عملی مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

۱۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے اسلام مباح امور میں قابلِ اعتماد اہل علم سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ تاکہ سہل ترین راہ اختیار کر سکیں۔ جب کتاب و سنت کا واضح حکم سامنے آجاتا تو پھر دوسری چیز کی طرف رُخ نہ کرتے، اور یہ محض اس بناء پر کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ اقتداء سے باہر نہ ہونے پائیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے (حدیث رسول پیش کرتے ہوئے) ٹوکا کہ آپ ان پر کیسے فوج کشی کر سکتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد ہے، مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھ لیں۔ اسی طرح مجھ سے وہ اپنی جانیں اور مال محفوظ کر لیں گے مگر یہ کہ اسلام کا کوئی حق ان سے وابستہ ہو۔

حضرت ابو بکرؓ نے ان کے مشورہ کی پروہ نہ کی، کیونکہ ان کے پاس نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کے قائلین کے بارے میں حکم رسول موجود تھا، یہ لوگ دین کے احکام بدلنا چاہتے تھے۔ آپ کا فرمان ہے۔ "من بدل دینہ فاقتلوا" (جو اپنا دین تبدیل کر لے، اسے قتل کر ڈالو)۔ (بخاری مصری - ج ۴ - ص ۱۹۲)

اس سلسلے میں غور طلب معاملہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو مانعین زکوٰۃ سے جہاد و قتال کرنے سے حدیث کی بناء پر روکا تھا۔ اب اگر حضرت ابو بکرؓ حدیث کو تاریخِ دین سمجھتے تھے تو صاف طور پر کہنا چاہیئے تھا، کہ یہ کیا تم حدیث پیش کر رہے ہو، قرآن لاؤ۔ اس کے بجائے انہوں نے حدیث کا ایسا مطلب بیان کیا، جس سے حضرت عمرؓ کی غلط فہمی بھی رفع ہو گئی اور ان کی پیش کردہ روایت کا مفہوم سامنے آگیا۔

۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب دورِ صدیقی میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نے اپنے اپنے حصہ کا مطالبہ کیا اور ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کے ذریعہ اپنا حق وراثت طلب کیا (بخاری، مسلم) تو ابو بکرؓ نے سب کو ایک ہی حدیث سُنا کر مطمئن کر دیا۔ یعنی لا نورث ما ترکنا صدقة۔ انبیاء کرام کا متروکہ مال میراث کے طور پر تقسیم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ امت کے غرباء و مساکین کا حق ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۵۰) حضرت فاطمہؓ نے ابتداً اس پر اصرار کیا تھا، لیکن بعد میں وہ بھی راضی ہو گئیں۔ (بیہقی - ج ۶ - ص ۳۰۱)

حضرت ابو بکرؓ کے اس طرز عمل پر نہ حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا اور نہ دوسرے صحابہ نے کسی قسم کے اختلاف کا اظہار کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پاکیزہ دور میں سنت کے شرعی ماخذ ہونے پر سب کا اتفاق و اجماع تھا اور سب کے نزدیک

یہ طریقہ "سبیل المومنین" کی حیثیت رکھتا تھا۔

۳۔ حضرت عمرؓ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ مقتول شوہر کی دیت سے اس کی بیوی حصہ پائے گی یا نہیں؟ حضرت عمرؓ اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ اس موقعہ پر ضحاک بن سفیانؓ حضرت عمرؓ سے کہتے ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نوشتہ موجود ہے کہ آپ نے اشیم ضبابی کی بیوی کو اپنے شوہر کی دیت میں حصہ دار ٹھہرایا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا، اور حدیث کے مطابق حکم صادر فرمایا۔ (ابوداؤد، مؤطا امام مالک صہ ۲۳۹ باب میراث العقل)

۴۔ حضرت ابوبکرؓ سے جب دادی کے حقِ وراثت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے صحابہ سے دریافت کیا، تو اس موقع پر محمد بن مسلمؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلوایا ہے۔ (مؤطا امام مالک صہ ۲۲۵)

۵۔ اسی طرح جنین کی دیت کے بارے میں حضرت عمرؓ حمل بن مالک کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نہ تو ضحاک بن سفیان سے کہتے ہیں کہ بھائی تم نجد کے رہنے والے ہو، تمہیں ان روایات کا کیا علم اور نہ آپ حمل بن مالک سے فرماتے ہیں کہ تم تہامہ کے باشندے ہو، تم کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا بہت کم موقعہ ملا۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ تمہاری یہ روایتیں مہاجرین اور انصار کے علم میں نہ آئیں اور تمہیں یہ شرف حاصل ہو گیا۔

ایک شخص کی روایت کے بارے میں بھول چوک کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، بیان کرنے میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے ان دونوں حضرات کی روایت کو بغیر کسی ردّ و قدح کے قبول فرما لیا۔

زیرِ عنوان حدیث کی مناسبت سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال و آثار کی تفصیل تو کافی حد تک ناظرین کے سامنے آچکی ہے۔ لگے ہاتھوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا موقف بھی سنت کے بارے میں واضح کر دیا جائے۔

حضرت عثمانؓ اور حدیثِ نبویؐ : ۶۔ حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے، وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ لیکن جب ابوسعید خدریؓ کی بہن فریعہ بنت مالک نے اپنا واقعہ پیش کیا کہ میرے شوہر کے قتل ہونے پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے شوہر کے مکان پر عدت گزارنے کا حکم دیا، تو حضرت عثمانؓ نے اس حدیث کے مطابق اپنی رائے کو بدل لیا۔ (مؤطا امام مالکؒ۔ باب مقام المتوفی عنہا زوجہا)

حضرت علیؓ اور سنتِ نبویؐ : ۷۔ حضرت علیؓ کے پاس چند مرتد افراد لائے گئے۔ آپ نے ان کو آگ میں جلا ڈالنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حدیث پیش کی کہ :

من بدّل دینہ فاقتلوہ یعنی "جو اپنا دین بدل ڈالے، اسے قتل کر دو" یہاں قتل کا حکم ہے نہ کہ جلا ڈالنے کا۔ حضرت علیؓ نے یہ حدیث سن کر فرمایا صدق ابن عباس (ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے)۔ (ترمذی ابواب الحدود صہ ۱۷۶ مجتبائی دہلی)

احادیث جلانے کا واقعہ : حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں احادیث کے مجموعے جلا ڈالے تھے لیکن یہ دونوں واقعات سند کے لحاظ سے انتہائی ناقابلِ اعتماد ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ والی روایت میں ایک راوی علی بن صالح مدنی ہے، جس کو محدثین نے مستور الحال قرار دیا ہے۔ یعنی اس کے احوال و کوائف

معلوم نہیں ہو سکے۔ اس لئے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ (تقریب التہذیب)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص۵ پر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد اس کی سند پر جرح بھی کر دی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ انکار سنت کے حامی اس روایت کو تو بڑے زور شور سے نقل کر جاتے ہیں، لیکن مصنف کتاب نے اس پر جو جرح کی ہے، اس کا نام تک نہیں لیتے۔ آخر یہ کونسی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے؟

اگر بالفرض اس روایت کو درست بھی مان لیا جائے، تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابوبکرؓ حدیث کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی دوسری وجہ ہو، جیسا کہ قرآن مجید کے بارے میں مستند روایات میں ملتا ہے:

وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة اذا اختلفتم انتم و زيد بن ثابت في شيئ من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتىٰ اذا نسخوا الصحف في المصاحف ردّ عثمان الصحف الىٰ حفصة وارسل الىٰ كل افق مصحف مما نسخوا وامر بما سواه من القرآن في كل صحيفة او مصحف ان يحرق

(بخاری مصری مع حاشیہ السندی ج ۳۔ ص۲۲۶ باب جمع القرآن)

حضرت عثمانؓ نے (اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں کو اختلافِ قرأت سے بچانے کے لئے) تین قریشی صحابہ (عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاصؓ اور عبداللہ بن الحارثؓ) سے فرمایا کہ اگر تمہارے اور زید بن ثابتؓ کے درمیان اختلاف ہو جائے تو قرآن کو قریش کی زبان میں لکھو۔ اس لئے کہ قرآن ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ قرآن کے اجزاء کو مصاحف میں لکھ چکے تو حضرت عثمانؓ نے اصلی قرآنی اجزاء حضرت حفصہؓ کے پاس واپس بھجوا دیئے اور ان کی نقلیں تمام اسلامی صوبوں میں بھجوا دیں۔ ان کے علاوہ جو مصاحف بچے۔ ان کے جلانے کا حکم دے دیا۔

اس روایت کے مضمون کو منکرین حدیث کے مشہور رہنما حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری نے بھی تسلیم کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"بیان کیا جاتا ہے کہ مصحف اصلی کی نقل لینے کے بعد حضرت عثمانؓ نے متفرق صحیفوں کو، جو لوگوں کے پاس تھے اور صحیح قرأت کے مطابق نہ تھے جلا ڈالنے کا حکم دے دیا۔ بعض فرقے اس کو حضرت عثمانؓ کے مصائب میں بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور ان پر تحریق کا الزام لگاتے ہیں لیکن عقل کے نزدیک اگر انہوں نے ایسا کیا، تو ان کا یہ فعل مستحسن تھا، کیونکہ ان اجزاء سے اختلافِ قرأت کا اندیشہ تھا جس سے وہ امت کو بچانا چاہتے تھے۔ اس لئے ایسی حالت میں جب کہ باتفاق صحابہؓ قرأت صحیحہ کے مطابق قرآن لکھ لیا گیا۔ ان اختلافی مواد کا جلا دینا امت پر بہت بڑا احسان تھا۔"

(تاریخ القرآن ص۶۰)

اس اقتباس میں خط کشیدہ الفاظ انتہائی غور طلب ہیں۔ کیا جس طرح قرأت صحیحہ پر صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا اور اس کو منکرین سنت نے بھی حجت تسلیم کیا، تو کیا ٹھیک اسی طرح کا اتفاق سنت کے حجت ماننے پر صحابہ کرام کے درمیان نہیں پایا جاتا؟ کیا اس کی مخالفت میں کسی ایک صحابی کا قول پیش کیا جا سکتا ہے؟ پھر لطف یہ ہے کہ قرآن کی قرأت صحیحہ پر اتفاق کا علم ہمیں کس طرح ہوا۔ اسی روایت و روایت کے ذریعہ جس پر منکرین سنت ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ابن سعد نے طبقات ج ۔ ۵ میں نقل کیا ہے ۔

الاحادیث کثرت علی عهد عمرؓ فانشد الناس ان یأتوهٗ بها فلما اتوه بها امر بتحریقها

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں احادیث کثرت سے پھیل گئی تھیں ۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو قسم دے کر کہا وہ احادیث ان کے پاس لائیں ۔ جب لوگ ان کے پاس احادیث لے کر پہنچے ، تو وہ ان کو جلا ڈالتے۔

یہ واقعہ بھی سند کے لحاظ سے ناقابلِ اعتبار ہے ۔ یہ روایت منقطع ہے ۔ حضرت عمرؓ سے اس واقعہ کے راوی حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد ہیں ۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کا زمانہ ہی نہیں پایا ۔ قاسم کی ولادت ۳۶ھ میں ہوئی ہے ، یعنی حضرت عمرؓ کی شہادت کے تیرہ سال بعد ۔ اس روایت کی سند میں ایک کڑی غائب ہے ۔ جب تک اس کا علم نہ ہو اور اس کی ثقاہت قابلِ اعتماد نہ ہو یہ روایت بھی ناقابلِ قبول ہے ۔ اگر کسی درجہ میں اس روایت کو قبول کر بھی لیا جائے ، تو بھی حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے اس اقدام کو احتیاط پر محمول کیا جائے گا ۔ یعنی ان کو یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ بے احتیاطی کے ساتھ حدیثِ رسول بیان کرنے میں بیباک ہو جائیں ۔ جیسا کہ دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :

"اقلوا الروایة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم" یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کم بیان کرو۔

(تذکرۃ الحفاظ ۔ ج ۔ ۱ ۔ ص ۷)

اس قسم کی ضعیف اور ناقابلِ اعتماد روایات و آثار اور بھی ہیں ، جن کو پیش کر کے عام طور پر منکرینِ سنت کی طرف سے مغالطہ دیا جاتا ہے ۔ ان کی تفصیل کسی دوسرے موقع پر عرض کی جائے گی ۔ ان شاء اللہ !

اس حدیثِ زیرِ عنوان سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کا حکم عارضی تھا ۔ اس روایت سے غیر قرآن لکھنے کا ثبوت ملتا ہے ۔ یہ واقعہ آپ کی زندگی کے آخری دور میں پیش آیا ۔ اس لئے علماءِ امت کے نزدیک اس کو سابقہ ممانعت کا ناسخ قرار دیا گیا ہے ۔ فللہ الحمد

حدیثوں کی جمع وتدوین

ضیاءُ الدین اصلاحی

حدیثوں کے معتبر و مستند ہونے کا ایک بڑا ثبوت وہ سعی و کاوش اور اہتمام بلیغ ہے، جو ان کے نقل و روایت میں پیش نظر رہا ہے۔ ذیل میں اس پہلو کی وضاحت کی جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے رہنما اور قائد ہیں، اور وہ آپؐ کی اتباع و اطاعت کو عین دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضؓ کی زندگی میں آپؐ کی اطاعت و پیروی سے ایک بہت بڑی تبدیلی واقع ہوگئی تھی۔ اس لیے جب وہ اپنی گزشتہ زندگی کا اس موجودہ زندگی سے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھی، مقابلہ کرتے، تو خدا کا شکر بجالاتے۔ خدا نے بھی اپنے اس احسان و انعام کا ذکر اس طرح کیا ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم
رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیتہٖ
ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ و
ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران ۱۶۴)

اللہ نے مسلمانوں پر احسان کیا، جب ان میں ان ہی کے اندر سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے

دوسری جگہ فرمایا:۔

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ان کنتم اعداءً
فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً
وکنتم علی شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم
منھا۔ (آل عمران

اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے، لیکن اللہ نے تمہیں بچالیا۔

اس لیے وہ کامل ذوق و شوق اور پوری توجہ و کاوش سے دین کو سیکھتے اور رسولؐ کی ہر بات معلوم کرتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کو عزت و وقار کی زندگی اسی سے ملی ہے، اور یہ بھی جانتے تھے کہ دین اس سانچے اور رنگ میں ڈھل اور رنگ جانے کا نام ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈھالنا اور رنگنا چاہتے تھے۔

ایک طرف صحابۂ کرام رضؓ کے یہ احساسات کہ دین ہی کی بدولت ان کو ہدایت و سعادت ملی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مذہبی قائد و رہنما ہیں، اس لیے فطری طور پر ان میں آپؐ کی ہر ہر بات معلوم کرنے کی خواہش تھی۔ دوسری طرف قرآن اور حدیث نے دین سیکھنے کی ترغیب اور احکام و مسائل دین کی تحصیل کو ضروری قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃً فلولا نفر من

سارے مسلمانوں کے لیے کوچ کرنا ممکن نہیں، تو کیوں نہ ہر فرقہ کا ایک

كُلِّ فِرْقَةٍ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ

(توبہ ۱۲۳)

حصّہ نکلے، تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور تاکہ خبر پہنچا دیں اپنی قوم کو جب وہ لوٹ کے آئیں، اُن کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں۔

اس آیت میں اعراب کو جو مدینہ سے دور دیہاتوں میں رہتے تھے، ہدایت دی گئی ہے کہ اگر سارے لوگ دربارِ نبوی میں جا کر دینی بصیرت نہیں حاصل کر سکتے، تو ہر طبقہ و جماعت سے کچھ افراد اور لوگوں کو تو ضرور ہی اس کام کے لیے مدینہ جانا چاہیے، تاکہ جب وہ وہاں سے واپس ہوں تو اپنی پوری بستی اور جماعت کے لوگوں کو رسولؐ کی باتوں سے واقف کرا دیں۔ یہی وجہ تھی کہ صحابۂ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کو نہایت غنیمت جانتے تھے۔ اور آپؐ سے سب کچھ جان اور سیکھ لینا چاہتے تھے۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کی خدمت میں گزارے تاکہ دین کو حاصل کر سکے۔ معاش اور اہل و عیال کی ضرورتیں اگر اس راہ میں رکاوٹ بنتیں، تو وہ بقدرِ استطاعت اس کے لیے قربانی دیتے۔ دو آدمیوں کی باری بن جاتی کہ ایک دن ایک آدمی دربارِ نبویؐ میں جائے اور دوسرا اپنی روزی کا انتظام کرے اور دوسرے دن دوسرا جائے اور پہلا بال بچوں کے لیے کمائے۔ تاکہ ہر ایک کو وہ ساری باتیں، جو آپؐ کے یہاں ہوتی ہیں، معلوم ہو جائیں اور بال بچوں کے گزر بسر کا بھی سامان ہو جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ اور اُن کے ایک پڑوسی کا ایسا ہی واقعہ مذکور ہے۔

یہ تو دین و شریعت معلوم کرنے میں ان کے جوش و سرگرمی کا حال تھا۔ لیکن وہ جس سرگرمی سے دین سیکھتے تھے، اسی مستعدی سے دوسروں کو سکھاتے اور بتاتے بھی تھے اور اسے اپنا فریضہ مذہبی سمجھتے تھے۔

احادیث میں بھی علم دین کی نشر و اشاعت کی تلقین کی گئی ہے، فرمایا:

نضر اللہ امرأ سمع منا شیئاً فبلغه کما سمعه فرب مبلغ اوعی من سامع

اللہ اس شخص کو شاداب کرے، جس نے ہم سے کوئی چیز سنی اور اسے ویسے ہی دوسروں تک پہنچا دیا۔ جیسے اس نے سُنی تھی۔ بعض لوگ جن تک کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، وہ سُننے والے سے زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے بار بار بتاکید فرمایا کہ جو باتیں میں تم کو بتلا رہا ہوں، وہ دوسرے لوگوں کو بھی ذمہ داری کے ساتھ بتا دینا۔

فلیبلغ الشاھد الغائب۔

موجود غیر موجود تک (میرے احکام) پہنچا دے

ان احکام و تعلیمات کا نتیجہ یہ ہُوا کہ صحابہ کرامؓ جو کچھ جانتے تھے، اسے دوسروں تک پہنچاتے تھے اور یہی ذوق و جذبہ اُن کے بعد تابعین، تبع تابعین اور آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتا رہا۔

یہ ذوق و جذبہ اس قدر بڑھا ہُوا تھا کہ اگر کوئی بزرگ کسی روایت کے متعلق یہ سن لیتے کہ فلاں مقام پر فلاں بزرگ سے معلوم ہو سکتی ہے، تو وہ سخت مشقت جھیل کر سفر کرتے اور اسے معلوم کر کے ہی چین لیتے۔ مسلمانوں نے اس سلسلہ میں اس قدر غیر معمولی جد و جہد کی ہے کہ آنحضورؐ کی سیرت مبارکہ اور حیاتِ طیبہ کا کوئی گوشہ اور پہلو مخفی نہ رہنے دیا۔ اس سلسلے میں ان کو بڑی آسانی اس سبب سے رہی کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اُن ہی کے ساتھ آپؐ کا کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا سب کچھ ہوتا تھا۔ لوگ آپ کی خلوت و جلوت ہر ایک میں شریک ہوتے تھے۔ آپؐ کی حیثیت بادشاہوں اور بڑے آدمیوں جیسی نہ تھی، جو اپنے کو بالکل الگ تھلگ رکھتے ہیں اور جنہیں لوگوں سے ملنا جلنا بھی گوارا نہیں ہوتا، بلکہ آپؐ سب کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے اور سکھلاتے تھے۔ ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ کوئی بیمار ہوتا، تو اس کے گھر جا کر اس کی عیادت کرتے۔ جنازوں میں شریک ہوتے اور ہر شخص کے معاملات اور جھگڑوں کا تصفیہ کرتے۔ اس طرح آپؐ کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب تھی، جسے ہر شخص پڑھتا اور دیکھتا تھا اور بقدرِ حوصلہ ظرف اس سے استفادہ کرتا تھا۔

اس سلسلہ میں ایک خاص قابلِ لحاظ بات یہ بھی ہے کہ عربوں کا حافظہ نہایت قوی تھا، اس لیے وہ جو بات بھی سنتے تھے، اسے محفوظ کر لیتے تھے۔ سینکڑوں طویل قصائد اور ہزاروں اشعار ان کی زبان پر رہتے تھے۔ قدیم وقائع و ایّام کے متعلق اُن کے سینوں میں جو کچھ ازبر اور محفوظ تھا، مشکل سفینوں میں وہ محفوظ رہ سکتا تھا۔ اپنا، اپنے قبیلہ کا اور دوسروں کے پشتہا پُشت بلکہ اصیل گھوڑوں تک کے نسب نامے اُن کے حافظہ میں ہوتے تھے، اور فطرت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جس قوت سے جس درجہ زیادہ کام لیا جائے، اُسے اسی قدر زیادہ ترقی ہوتی ہے، اور جب اُن کے حافظہ کا یہ عالم رہا ہو، تو پھر نبیؐ کے اعمال و اشغال جنہیں وہ اپنا دین و ایمان اور جن کی تحصیل کو وہ دین و دُنیا دونوں کی سعادت و برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے، کیوں نہ پوری مستعدی اور ذمہ داری سے محفوظ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثیں محفوظ اور اس درجہ مستند شکل میں آج موجود ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ صحابہؓ کے حافظہ نے وہ کام کیا، جو تحریری یادداشتیں بھی نہیں کر سکتی تھیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں حدیثوں کی تحریر و کتابت سے جو منع کیا تھا، اس کی وجہ علاوہ قرآن میں التباس و اختلاط کے یہ بھی تھی کہ یہ چیز ان کی ذہانت اور حافظہ پر اثر انداز ہوتی ہے، تاہم یہ ممانعت آخر میں ختم ہوگئی تھی اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے احکام و ہدایات نقل بھی کر لیے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی یادداشت پر زیادہ اعتماد نہ تھا۔

اُن وجوہ و اسباب کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیثوں کی نشر و اشاعت میں صحابہ کرامؓ نے پورے شوق، دلچسپی اور توجہ سے حصہ لیا اور اُن کے حافظہ نے اس شوق کے لیے مہمیز کا کام کیا، اس درجہ کامل انہماک و اشتغال کے بعد یہ ناممکن ہے کہ آنحضورؐ کے اعمال و اشغال کا معتدبہ حصہ محفوظ ہونے سے رہ گیا ہو۔

ایک طرف اگر اس درجہ جوش و ولولہ تھا کہ رسولؐ اللہ کی کوئی بات مخفی نہ رہ جائے اور جو کچھ بھی آپؐ نے فرمایا ہے، اُسے جان لیا جائے اور دوسروں کو بھی بتا دیا جائے، تو دوسری طرف ہوش سے بھی کام لیا گیا۔ یعنی یہ بات ہمیشہ مدِنظر رکھی گئی کہ جو کچھ بھی آپؐ سے بیان کیا جائے، وہ پُورے وثوق و احتیاط اور کامل اطمینان کے بعد ہی بیان کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ جوشِ عقیدت میں سرشار ضرور تھے، لیکن اس جوش نے غلط و صحیح میں امتیاز کی قوت و صلاحیت کو ختم نہیں کر دیا تھا کہ غلط سلط سب کچھ وہ نقل و بیان کر دیتے۔ اس احتیاط کا اندازہ درج ذیل باتوں سے کیا جا سکتا ہے۔

قرآن و حدیث نے جس طرح کتمان علم کی مذمت کی ہے، اسی طرح روایت حدیث میں تحقیق و تفتیش اور چھان پھٹک کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ ‏ ‏ ‏ مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے، تو تم اچھی طرح

كُلِّ فِرْقَةٍ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ — حصہ نکلے، تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور تاکہ خبر پہنچا دیں اپنی قوم کو جب وہ لوٹ کے آئیں، اُن کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں۔

(توبہ ۱۲۳)

اس آیت میں اعراب کو جو مدینہ سے دور دیہاتوں میں رہتے تھے، ہدایت دی گئی ہے کہ اگر سارے لوگ دربارِ نبویؐ میں جا کر دینی بصیرت نہیں حاصل کر سکتے، تو ہر طبقہ و جماعت سے کچھ افراد اور لوگوں کو تو ضرور ہی اس کام کے لیے مدینہ جانا چاہیے، تاکہ جب وہ وہاں سے واپس ہوں تو اپنی پوری بستی اور جماعت کے لوگوں کو رسولؐ کی باتوں سے واقف کرا دیں۔ یہی وجہ تھی کہ صحابۂ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کو نہایت غنیمت جانتے تھے۔ اور آپؐ سے سب کچھ جان اور سیکھ لینا چاہتے تھے۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کی خدمت میں گزارے تاکہ دین کو حاصل کر سکے۔ معاش اور اہل و عیال کی ضرورتیں اگر اس راہ میں رکاوٹ بنتیں، تو وہ بقدرِ استطاعت اس کے لیے قربانی دیتے۔ دو آدمیوں کی باری بن جاتی کہ ایک دن ایک آدمی دربارِ نبویؐ میں جائے اور دوسرا اپنی روزی کا انتظام کرے اور دوسرے دن دوسرا جائے اور پہلا بال بچوں کے لیے کمائے۔ تاکہ ہر ایک کو وہ ساری باتیں، جو آپؐ کے یہاں ہوتی ہیں، معلوم ہو جائیں اور بال بچوں کے گزر بسر کا بھی سامان ہو جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ اور اُن کے ایک پڑوسی کا ایسا ہی واقعہ مذکور ہے۔

یہ تو دین و شریعت معلوم کرنے میں ان کے جوش و سرگرمی کا حال تھا۔ لیکن وہ جس سرگرمی سے دین سیکھتے تھے، اسی مستعدی سے دوسروں کو سکھاتے اور بتاتے بھی تھے اور اسے اپنا فریضہ مذہبی سمجھتے تھے۔

احادیث میں بھی علم دین کی نشر و اشاعت کی تلقین کی گئی ہے، فرمایا:

نضر اللّٰہ امرأ سمع منا شیئًا فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی من سامع — اللہ اس شخص کو شاداب کرے، جس نے ہم سے کوئی چیز سنی اور اسے ویسے ہی دوسروں تک پہنچا دیا۔ جیسے اس نے سُنی تھی۔ بعض لوگ جن تک کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، وہ سُننے والے سے زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے بار بار بتاکید فرمایا کہ جو باتیں میں تم کو بتلا رہا ہوں، وہ دوسرے لوگوں کو بھی ذمہ داری کے ساتھ بتا دینا۔

فلیبلغ الشاھد الغائب۔ — موجود غیر موجود تک (میرے احکام) پہنچا دے

ان احکام و تعلیمات کا نتیجہ یہ ہُوا کہ صحابۂ کرامؓ جو کچھ جانتے تھے، اسے دوسروں تک پہنچاتے تھے اور یہی ذوق و جذبہ اُن کے بعد تابعین، تبع تابعین اور آئندہ نسلوں میں منتقل ہوتا رہا۔

یہ ذوق و جذبہ اس قدر بڑھا ہُوا تھا کہ اگر کوئی بزرگ کسی روایت کے متعلق یہ سن لیتے کہ فلاں مقام پر فلاں بزرگ سے معلوم ہو سکتی ہے، تو وہ سخت مشقت جھیل کر سفر کرتے اور اسے معلوم کر کے ہی چین لیتے۔ مُسلمانوں نے اس سلسلہ میں اس قدر غیر معمولی جد و جہد کی ہے کہ آنحضورؐ کی سیرتِ مبارکہ اور حیاتِ طیبہ کا کوئی گوشہ اور پہلو مخفی نہ رہنے دیا۔ اس سلسلے میں ان کو بڑی آسانی اس سبب سے رہی کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اُن ہی کے ساتھ آپؐ کا کھانا پینا، اُٹھنا بیٹھنا سب کچھ ہوتا تھا۔ لوگ آپ کی خلوت و جلوت ہر ایک میں شریک ہوتے تھے۔ آپؐ کی حیثیت بادشاہوں اور بڑے آدمیوں جیسی نہ تھی، جو اپنے کو بالکل الگ تھلگ رکھتے ہیں اور جنہیں لوگوں سے ملنا جلنا بھی گوارا نہیں ہوتا، بلکہ آپؐ سب کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے اور سکھلاتے تھے۔ ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ کوئی بیمار ہوتا، تو اس کے گھر جا کر اس کی عیادت کرتے۔ جنازوں میں شریک ہوتے اور ہر شخص کے معاملات اور جھگڑوں کا تصفیہ کرتے۔ اس طرح آپؐ کی زندگی ایک کھُلی ہوئی کتاب تھی۔ جسے ہر شخص پڑھتا اور دیکھتا تھا اور بقدرِ حوصلہ ظرف اس سے استفادہ کرتا تھا۔

اس سلسلہ میں ایک خاص قابلِ لحاظ بات یہ بھی ہے کہ عربوں کا حافظہ نہایت قوی تھا، اس لیے وہ جو بات بھی سنتے تھے، اسے محفوظ کر لیتے تھے۔ سینکڑوں طویل قصائد اور ہزاروں اشعار ان کی زبان پر رہتے تھے۔ قدیم وقائع و ایّام کے متعلق اُن کے سینوں میں جو کچھ ازبر اور محفوظ تھا بمشکل سفینوں میں وہ محفوظ رہ سکتا تھا۔ اپنا، اپنے قبیلہ کا اور دوسروں کے نسب نامے پشت ہا پشت بلکہ اصیل گھوڑوں تک کے نسب نامے اُن کے حافظہ میں ہوتے تھے، اور فطرت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جس قوت سے جس درجہ زیادہ کام لیا جائے، اُسے اسی قدر زیادہ ترقی ہوتی ہے، اور جب اُن کے حافظہ کا یہ عالم رہا ہو، تو پھر نبیؐ کے اعمال و اشغال جنہیں وہ اپنا دین و ایمان اور جن کی تحصیل کو وہ دین و دُنیا دونوں کی سعادت و برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے، کیوں نہ پوری مستعدی اور ذمّہ داری سے محفوظ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثیں محفوظ اور اس درجہ مستند شکل میں آج موجود ہیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ صحابہؓ کے حافظہ نے وہ کام کیا، جو تحریری یادداشتیں بھی نہیں کر سکتی تھیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں حدیثوں کی تحریر و کتابت سے جو منع کیا تھا، اس کی وجہ علاوہ قرآن میں التباس و اختلاط کے یہ بھی تھی کہ یہ چیز ان کی ذہانت اور حافظہ پر اثر انداز ہوتی ہے، تاہم یہ ممانعت آخر میں ختم ہو گئی تھی اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے احکام و ہدایات نقل بھی کر لیے تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی یادداشت پر زیادہ اعتماد نہ تھا۔

ان وجوہ و اسباب کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیثوں کی نشر و اشاعت میں صحابہ کرامؓ نے پورے شوق، دلچسپی اور توجہ سے حصّہ لیا اور اُن کے حافظہ نے اس شوق کے لیے مہمیز کا کام کیا، اس درجہ کامل انہماک و اشتغال کے بعد یہ ناممکن ہے کہ آنحضورؐ کے اعمال و اشغال کا معتدبہ حصّہ محفوظ ہونے سے رہ گیا ہو۔

ایک طرف اگر اس درجہ جوش و ولولہ تھا کہ رسول اللہؐ کی کوئی بات مخفی نہ رہ جائے اور جو کچھ بھی آپؐ نے فرمایا ہے، اُسے جان لیا جائے اور دوسروں کو بھی بتا دیا جائے، تو دوسری طرف ہوش سے بھی کام لیا گیا۔ یعنی یہ بات ہمیشہ مدِ نظر رکھی گئی کہ جو کچھ بھی آپؐ سے بیان کیا جائے، وہ پُورے وثوق و احتیاط اور کامل اطمینان کے بعد ہی بیان کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ جوشِ عقیدت میں سرشار ضرور تھے، لیکن اس جوش نے غلط و صحیح میں امتیاز کی قوت و صلاحیت کو ختم نہیں کر دیا تھا کہ غلط سلط سب کچھ وہ نقل و بیان کر دیتے۔ اس احتیاط کا اندازہ درج ذیل باتوں سے کیا جا سکتا ہے۔

قرآن و حدیث نے جس طرح کتمانِ علم کی مذمت کی ہے، اسی طرح روایت حدیث میں تحقیق و تفتیش اور چھان پھٹک کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ   مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے، تو تم اچھی طرح

بنباءٍ فتبینوا (حجرات ۵) تحقیق کرلو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف مواقع پر اس سلسلہ میں نہایت ضروری ہدایات دیں۔ اس قسم کی چند روائتیں مسلم شریف کے مقدمہ سے نقل کی جاتی ہیں:-

حضرت ابو ہریرہ رضؓ، جو مخالفین حدیث کے طبقہ میں کثرتِ روایت کی وجہ سے خاص طور پر مطعون ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ — جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ گھڑا، تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنائے۔

انہی سے ایک اور روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا:

کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکلِ ما سمع۔ — آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جو کچھ بھی سُنے، اُسے وہ (بے تحقیق) بیان کرنے لگے۔

حضرت علیؓ اپنے خطبوں میں کہا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔

لا تکذبوا علیّ فانہ من یکذب علیّ یلج النار۔ — مجھ پر جھوٹ مت گھڑو، کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ گھڑے گا، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین — جس نے میری طرف سے کوئی ایسی حدیث بیان کی، جسے وہ جھوٹ سمجھ رہا ہے تو ایسا شخص بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

غور فرمائیے کہ صحابہ کرامؓ جن کا مقصد زندگی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال اور طرز و ادا کی تقلید تھا اور جنہوں نے پورے ذوق و شوق اور مستعدی سے آپؐ کے اقوال و اعمال اس لیے سیکھے اور سکھائے ہوں کہ آپؐ کے سانچے میں خود ڈھلیں اور دوسروں کو ڈھال دیں، کیا یہ غلط سلط روائتیں بیان کر سکتے تھے۔ غلط سلط روائتیں بیان کرنا یوں ہی کیا کم قابلِ مذمت فعل ہے، لیکن جب معاملہ دین کا ہو اور غلط سلط روائتیں بیان کرنے پر ایسی سخت اور شدید وعیدیں بھی ہوں، تو اس کا کوئی ادنیٰ سا احتمال بھی کہاں رہ جاتا ہے۔

اب صحابہ رضؓ کی احتیاط پسندی کی مختصر کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

بعض صحابہ کے طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تکثیر روایت کو پسند نہیں کرتے تھے، لیکن اس کا یہ سبب ہرگز نہ تھا کہ وہ حدیثوں کو معتبر نہیں خیال کرتے تھے، بلکہ اس لیے کہ آپؐ کی جانب کوئی غلط بات نہ منسوب ہو جائے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ، جو کثیر الروایت ہیں، حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں اس قدر آزادی سے حدیثیں نہیں بیان کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ وہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک دُنیا میں رہے۔ ان کے سامنے متعدد واقعات پیش آتے رہے۔ اُن کا خود بیان ہے کہ: "اگر قرآن مجید میں دو آئتیں اِنّ الذین یکتمون ما انزلنا الیٰ قولہٖ انا التواب الرحیم۔ نہ ہوتیں، تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا۔ ہمارے

مہاجر بھائی بازاروں میں اپنی روزی روزگار میں لگے رہتے تھے اور انصار اپنی کھیتوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے اور میں برابر خدمتِ نبویؐ میں حاضر اور آپ کے ارشادات سنتا رہتا تھا۔"

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اپنے والد حضرت زبیرؓ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ فلاں فلاں بزرگوں کی طرح روایتیں کیوں نہیں بیان کرتے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ مجھے آپؐ کی صحبت میں رہنے کا ضرور موقعہ ملا ہے' لیکن میں نے آپؐ سے سنا ہے۔ من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار ——— حضرت زید بن ارقمؓ سے حدیثیں بیان کرنے کے لئے کہا گیا' تو ارشاد فرمایا کہ ہم بوڑھے ہو چکے ہیں اور ہمارا حافظہ کمزور ہو گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرنے کا معاملہ نہایت اہم ہے۔

سائب بن زید فرماتے ہیں کہ میں سعد بن مالک کے ساتھ مدینہ سے مکہ گیا' لیکن میں نے ان سے کوئی حدیث نہ سنی۔

شعبی کا بیان ہے کہ میں ایک برس تک حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں رہا لیکن اُن کو آنحضرتؐ کی طرف کوئی بات منسوب کر کے بیان کرتے ہوئے نہ سنا۔

حضرت انس بن مالکؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات بیان کرتے' تو اس خوف سے کہ آپؐ کی جانب کوئی غلط بات منسوب ہو جائے اوکما قال بھی کہہ دیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضورؐ کے متعلق جب کوئی بات بیان کرتے تھے' تو کانپ اُٹھتے اور لرز جاتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ یہ یا اسی طرح کی بات آپؐ نے بیان کی ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی احتیاط پسندی تو مشہور ہی ہے۔ وہ بسا اوقات ایک شخص سے کوئی روایت سنتے تھے' تو مزید اطمینان کے لئے کسی اور شخص کو بھی ثبوت و شہادت کے لئے طلب کرتے تاکہ وہ بھی اس روایت کی تائید کر دے۔

حضرت علیؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ روایت بیان کرنے والے سے قسم لے کر اطمینان حاصل کرتے تھے۔

جرح و تعدیل کا اصلاحی فن گو محدثین کی ایجاد ہے' لیکن عہد صحابہؓ ہی میں اس کی بنیاد پڑ چکی تھی اور وہ باقاعدہ روایتوں اور راویوں پر نقد کرتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے جب رویتِ الٰہی کے متعلق روایتیں بیان کی گئیں تو اُنہیں ان کے قبول میں تامل ہوا اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی: لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی اس روایت کو کہ "مردہ پر اگر نوحہ کیا جائے' تو اسے قبر میں عذاب ہوتا ہے"، یہ کہہ کر رد فرمایا کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ "من حمل جنازۃ فلیتوضاء" جس نے جنازہ اٹھایا اُسے وضو کر لینا چاہیے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خشک لکڑیوں کے چھونے یا اُٹھانے سے وضو لازمی نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے حضرت ابن عباس سے یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے پکی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔" حضرت ابن عباس نے کہا۔ تب تو گرم پانی کے استعمال سے بھی وضو لازمی ہے" حضرت ابوہریرہ نے کہا۔ "بھتیجے جب تم آنحضورؐ کی کوئی حدیث سنو' تو کہاوتیں نہ کہا کرو۔"

ام المومنین حضرت عائشہؓ تو راویوں کے حفظ و ضبط کا امتحان بھی لیتی رہتی تھیں۔ چنانچہ اپنے بھتیجے حضرت عروہ بن زبیر سے ایک مرتبہ کہا کہ ہمارے اس سفر حج میں عبداللہ بن عمر بھی شریک ہیں۔ اُن کے پاس علم حدیث کا وسیع ذخیرہ ہے اس لئے ان کی ملاقات کر کے کچھ روایتیں سنو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا کیا اور منجملہ متعدد روایات کے اُنہوں نے عبداللہ بن عمر سے یہ حدیث بھی سنی کہ: اِنَّ اللّٰہ لا ینزع العلم من الناس انتزاعا ولکن یقبض العلماء فیرفع العلم معھم ویبقی فی الناس رؤس جھال یفتونھم بغیر علم فیضلون ویُضلون" حضرت عروہ نے جب اس روایت کا ام المومنین سے ذکر کیا تو اُنہوں نے ناگواری ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کیا اُنہوں نے تم سے ایسے بیان کیا اور یہ کہا ہے کہ اُنہوں نے اس کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ عروہ نے اثبات میں جواب دیا۔ دوسرے سال پھر حج کے موقع پر حضرت عائشہؓ نے عروہ سے کہا ابن عمر کے پاس جا کر پھر علم والی حدیث معلوم کرو۔ چنانچہ حضرت ابن عمر نے اسے بعینہٖ اسی طرح بیان کیا۔ جس طرح گزشتہ سال بیان کیا تھا تو ام المومنین نے فرمایا کہ بے شک ابنِ عمر صحیح بیان کرتے ہیں کیونکہ اُنہوں نے روایت میں کوئی کمی بیشی نہیں کی ہے۔

صحابہ کرام کے زمانہ سے یہ احتیاط بھی چلی آ رہی ہے کہ جن روایتوں کے عام لوگ متحمل نہ ہو سکیں اور وہ ان کی فہم سے بالاتر ہوں، اُنہیں نہ بیان کیا جائے۔ اس سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ایک مشہور واقعہ ہے، جس کو امام بخاری نے کتاب العلم میں نقل کیا ہے، حضرت معاذ بن جبلؓ سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ صدق قلب سے اگر کسی نے لا اِلٰہ الا اللہ کہہ دیا تو اللہ تعالےٰ اس پر جہنم کو حرام قرار دے گا۔ حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا میں یہ بشارت لوگوں کو بھی سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! ایسا نہ کرو۔ ورنہ لوگ اسی پر اکتفا کر لیں گے حضرت معاذ نے اپنی وفات کے وقت یہ روایت اس لئے بیان کی کہ وہ کتمان علم کے گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔

اسی طرح کی ایک روایت امام مسلم نے کتاب الایمان میں نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جب آنحضورؐ سے یہ بشارت سنی کہ من قال لا اِلٰہ الا اللہ صدقا من قلبہ دخل الجنۃ تو اس کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو اُنہیں زدو کوب کیا اور آنحضورؐ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ کیا آپؐ نے ابوہریرہؓ سے اس طرح کی بات کہی ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے، اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ لوگ اسی پر تکیہ کر لیں اور عمل سے باز آ جائیں، اُنہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے کہ وہ عمل کرتے رہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم کسی جماعت سے اگر ایسی بات کی روایت کرو گے جو اس کی عقل و فہم سے ماوراء اور بالاتر ہو تو وہ اس کے لئے باعث فتنہ ہوگی۔

حضرت ابُوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسُول کریمؐ سے دو طرح کی باتیں سیکھی ہیں۔ ایک طرح کی باتیں تو میں نے لوگوں سے بیان کر دیں۔ لیکن اگر دوسری قسم کی باتیں بھی ان سے بیان کر دوں تو یہ گردن کٹ جائے گی۔

اس قسم کی روایتیں بیان کرنے میں متعدد مفسدے ہو سکتے ہیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ چونکہ اس نوعیت کی احادیث لوگوں کی فہم سے بالاتر ہوتی ہیں اس لئے وہ راوی ہی کو جھوٹا سمجھنے لگتے ہیں جس سے ثقہ و ضابط لوگوں کی ثقاہت و ضبط پر اثر پڑتا ہے اس لئے ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ جو کچھ سُنے اُسے بیان بھی کر دے۔

دوسرے ان روایتوں کا کچھ سے کچھ مطلب نکال کر لوگ احکام شرع کے تارک و مخالف ہو جائیں گے۔

تیسرے لوگوں کو دین کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہوں گے اور وہ خدا اور رسولؐ کی تکذیب و تردید پر آمادہ ہوں گے۔ اسی لئے حضرت علیؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

حدثوا الناس بما یعرفون اتریدون ان یکذب اللہ و رسولہ — لوگوں کو وہی باتیں بیان کرو جن کو وہ جانتے رہوں۔ (جو ان کی فہم سے ماوراء اور جو ان کے نزدیک مستبعد نہ ہو) کیا تم پسند کرتے ہو کہ لوگوں کی سمجھ سے بالاتر روایتیں بیان کرنے کی وجہ سے خدا اور رسولؐ کی تکذیب کی جائے۔

غرضیکہ صحابہ کرام نے احادیث کے نقل و روایت میں نہ تو کسی طرح کی کوئی کوتاہی کی اور نہ اُن کی صحت کی چھان بین اور احتیاط میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت رکھا۔

ان کے بعد تابعین، تبع تابعین، فقہاء محدثین اور علمائے اسلام نے بھی روایات کے نقل کرنے میں اسی طرح کا وسعی اور تحقیق و احتیاط سے کام لیا ہے اور یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے حدیثوں کے ضبط و روایت میں جس قدر تحقیق و کاوش، چھان بین اور احتیاط سے کام لیا ہے، اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ سید سلیمان ندوی مرحوم فرماتے ہیں:۔

"اس باب میں تمام دنیا متفق ہے کہ اس حیثیت سے اسلام نے اپنے پیغمبرؐ کی اور نہ صرف پیغمبر کی بلکہ ہر اس چیز کی، جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی حضرتؐ کی ذات مبارک سے تھا، جس طرح حفاظت کی ہے، وہ عالم کے لئے مایہ حیرت ہے، ان لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اقوال، افعال اور متعلقات زندگی کی روایت، تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے تھے، راویانِ حدیث و روایت یا محدثین اور ارباب سیر کہتے ہیں، جن میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں۔ جب تمام سرمایہ روایت تحریری صورت میں آگیا تو ان تمام راویوں کے نام و نشان، تاریخ زندگی، اخلاق و عادات کو بھی قید تحریر میں لایا گیا، جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور ان سب کے مجموعہ اقوال کا نام اسماء الرجال ہے۔" (خطبات مدراس طبع سوم ۳۴)

علامہ شبلی دوسری قوموں اور مسلمانوں کے اصولِ سیرت اور تحریر واقعات کا فرق بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"اس قسم (زبانی روایتوں کے قلمبند کرنے) کا موقع جب دوسری قوموں کو پیش آتا ہے، یعنی کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کئے جاتے ہیں، تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں، جن کے راویوں کا نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتا۔ ان افواہوں میں سے وہ واقعات انتخاب کر لئے جاتے ہیں، جو قرائن اور قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں۔ یورپ کی تاریخی تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئی ہیں۔

لیکن مسلمانوں نے اس فنِ سیرت کا جو معیار قائم کیا، وہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے، اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کا نام بترتیب بتایا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کیا جائے کہ جو اشخاص سلسلۂ روایت میں آئے۔ کون لوگ تھے ؟ کیسے تھے ؟ اُن کے کیا مشاغل تھے ؟ چال چلن کیسا تھا ؟ حافظہ کیسا تھا ؟ سمجھ کیسی تھی ؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ ؟ سطحی الذہن تھے یا دقیقہ رس ؟ عالم تھے یا جاہل ؟ ان جزئی باتوں کا پتا

رکھنا سخت مشکل بلکہ تقریباً ناممکن تھا۔ سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اس کام میں صرف کر دیں۔ ایک ایک شہر میں گئے۔ راویوں سے ملے ان کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہم پہنچائیں۔ جو لوگ ان کے زمانہ میں موجود نہ تھے۔ ان کے دیکھنے والوں سے حالات دریافت کیے۔ ان تحقیقات کے ذریعہ اسماء الرجال (بیوگرافی) کا وہ عظیم الشان فن تیار ہو گیا جس کی بدولت کم از کم لاکھ شخصوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ محدثین نے حالات کے بہم پہنچانے میں کسی شخص کے رتبہ اور حیثیت کی پروا نہ کی۔ بادشاہوں سے لے کر بڑے بڑے مقتداؤں تک کی اخلاق سراغ رسانیاں کیں اور ایک ایک کی پردہ دری کی۔"

(سیرت النبیؐ جلد اول ص ۳۸، ۳۹۔ طبع چہارم)

پھر یہ نہیں کہ راویانِ حدیث کے متعلق ہی اس قدر چھان بین کی گئی۔ بلکہ نفس روایت کی تحقیق و صحت کے لیے بھی جس حد تک احتیاط و تحقیق ممکن تھی، وہ سب کی گئی۔ مثلاً روایت کے متن کو پرکھا گیا۔ اس کے متعلق صحیح، حسن، ضعیف، متصل، مرسل، مرفوع، منقطع، منفصل، مقلوب، مشہور، غریب، متواتر، آحاد، افراد، معروف، شاذ، منکر، معلل، موضوع، مدرج، ناسخ، منسوخ، خاص، عام، مجمل، مبین اور دوسرے مختلف و متعدد انواع کی معلومات حاصل کی گئیں اور یہی امور علم حدیث کا اصل موضوع ہیں، علامہ نووی فرماتے ہیں۔

ان المراد من علم الحديث تحقيق معانى المتون وتحقيق علم الاسناد والمعلل - والعلة عبارة عن معنى فى الحديث خفى يقتضى ضعف الحديث مع ان ظاهره السلامة منها وتكون العلة تارة فى المتن وتارة فى الاسناد وليس المراد من هذا العلم مجرد السماع ولا الاسماع ولا الكتابة بل الاعتناء بتحقيقه والبحث عن خفى معانى المتون والاسانيد والفكر فى ذلك ودوام الاعتناء به ومراجعة اهل المعرفة به ومطالعة كتب اهل التحقيق فيه وتقييد ما حصل من نفائسه وغيرها فيحفظها الطالب بقلبه ويقيدها بالكتابة ثم يديم مطالعة ما كتبه ويتحرى التحقيق فيهما يكتبه ويتثبت فيه فانه فيما بعد ذلك يصير معتمدا عليه ويذاكر بمحفوظاته من ذلك من يشتغل بهذا الفن سواء كان مثله فى المرتبة اوفوقه اوتحته فان بالمذاكرة يثبت المحفوظ ويتحرر ويتاكد ويتقرر ويزداد بحسب كثرة

علمِ حدیث کا مقصد معانی متون، علم اسناد اور معلل کی تحقیق ہے۔ حدیث کے اندر علت اس معنی خفی کو کہتے ہیں، جو اس کے ضعف کے متقاضی ہو، لیکن بظاہر حدیث اس عیب سے پاک معلوم ہوتی ہو۔ یہ علت کبھی متن میں اور کبھی اسناد کے اندر ہوتی ہے۔ علم حدیث کا مقصد محض سُننا سنانا اور کتابت نہیں بلکہ تحقیق حدیث میں اعتناء، متون و اسانید میں بحث و تفتیش، اس میں غور و فکر اور ہمیشہ اس کی جانب توجہ و انہماک اور اس فن کے واقف کاروں سے مراجعت، ماہرین و محققینِ فن کی کتابوں کے مطالعہ اور اس کا عمدہ انتخاب کرنا وغیرہ سب علم حدیث کے مقصود میں داخل ہے تاکہ طالب حدیث اسے یاد کرے اور قید تحریر میں لائے۔ نیز جو کچھ اس نے لکھا اس کا بار بار مطالعہ اور اس میں غور و فکر اور تحقیق و جستجو کرنا کیونکہ اس کے بعد وہ خود معتمد و مرجع بنے گا۔ طالب حدیث کا یہ بھی کام ہے کہ اس فن میں اشتغال رکھنے والوں سے اپنے محفوظات کے متعلق مذاکرہ کرے۔ خواہ اس طرح کے لوگ اس کے ہمسر ہوں یا بلند تر اور کمتر ہوں۔ کیونکہ مذاکرہ سے اس کی یاد کی ہوئی چیز اور زیادہ ثاقب و پختہ ہوگی اور کثرت مذاکرہ سے اس کے علم میں خود بھی اضافہ ہوگا اور کسی حاذق و ماہر سے ایک گھنٹہ کا مذاکرہ کئی گھنٹوں بلکہ کئی دنوں کے مطالعہ و حفظ سے

المذاكرة ومذاكرة حاذق فی الفن ساعة انفع من المطالعة والحفظ ساعات بل ایاما ولیکن فی مذاکرته متحریا الانصاف قاصد الاستفادة او الافادة غیر مترفع علی صاحبه بقلبه ولا بکلام ولا بغیر ذٰلک من حاله مخاطباله بالعبارة الجمیلة اللینة فبهذا ینمو علمه وتزکو محفوظاته والله اعلم۔

زیادہ مفید ہے، لیکن مذاکرہ میں انصاف، استفادہ یا افادہ کا قصد ہونا چاہیے اور افادہ کی صورت میں جس سے مذاکرہ کیا جائے۔ اس پر اپنی برتری اور ترفع کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، نہ دل سے، نہ بات سے اور نہ کسی اور ادا سے بلکہ نہایت نرم و خوبصورت انداز میں گفتگو کرنی چاہیے۔ اس طرح سے اس کے علم میں اضافہ اور یادداشتوں میں زیادتی ہوگی۔

شرح نووی برحاشیہ مسلم۔ جلد اول ص۴۷، ۴۸
مطبع مصریہ ازہر ۱۳۴۷ھ
۱۹۲۹ء

امام مسلم بھی اس کے متعلق نہایت اہم اور قابلِ غور حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

واعلم وفقک الله تعالیٰ ان الواجب علی کل احد عرف التمییز بین صحیح الروایات وسقیمها وثقات الناقلین لها من المتهمین ان لا یروی منها الا ما عرف صحة مخارجه والستارة فی ناقلیه وان یتقی منها ما کان منها عن اهل التهم والمعاندین من اهل البدع والدلیل علی ان الذی قلنا من هذا هو اللازم دون ما خالفه قول الله جل ذکره (یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ) وقال جل ثناءه (مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ) وقال عزوجل (وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ) فدل بما ذکرنا من هذه الآی ان خبر الفاسق ساقط غیر مقبول وان شهادة غیر العدل مردودة والخبر وان فارق معناه معنی الشهادة فی بعض الوجوه فقد یجتمعان فی اعظم معانیهما اذ کان خبر الفاسق غیر مقبول عند اهل العلم کما ان شهادته مردودة

جس شخص کو صحیح و سقیم روایات اور ثقہ و متہم راویوں کی تمیز اور پرکھ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف ایسی روایتیں بیان کرے، جن کے صحت مخارج اور ناقلین کی ثقاہت کے متعلق اسے واقفیت ہو اور ان روایتوں کے نقل و بیان سے احتراز کرنا چاہیے جو متہم اور اہلِ بدع معاندین سے مروی ہوں۔ اس بات کے لازمی اور ضروری ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تم اچھی طرح تحقیق کر لو ورنہ کہیں نادانی سے کسی قوم پر جا پڑو۔ اور پھر اپنے کیے پر پچھتانے لگو) نیز خدا نے فرمایا مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (ان لوگوں میں سے جن کو پسند کرتے ہو گواہوں میں) اور یہ بھی فرمایا کہ " وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ (اور گواہ بناؤ اپنے اندر سے دو معتبر شخصوں کو) ان آیتوں سے ثابت ہو گیا کہ فاسق کی خبر ساقط اور غیر مقبول ہے اور غیر عادل شخص کی شہادت مردود ہے شہادت اور خبر کے مفہوم میں گو بعض اعتبار سے فرق ضرور ہے لیکن اہم اور عظیم مفہوم میں دونوں یکساں ہیں۔ اس لئے کہ جس طرح

عند جمیعھم ودلت السنة علی نفی روایة المنکر من الاخبار کنحو دلالة القرآن علی نفی خبر الفاسق وھو الاثر المشھور عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فاسق کی خبر تمام اہل علم کے نزدیک غیر مقبول ہوتی ہے اسی طرح اس کی شہادت بھی سب کے نزدیک قابلِ رد ہے اور حدیث و سنت سے منکر روایت کا عدمِ قبول و نفی اسی طرح ثابت ہے، جس طرح قرآن مجید سے خبرِ فاسق کا عدمِ قبول ثابت ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور روایت ہے کہ: من حدث عنی بحدیث یری انہ

من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین -

کذب فھو احد الکاذبین (جس نے مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جس کو وہ جانتا تھا کہ یہ غلط اور جھوٹی ہے تو وہ بھی ایک جھوٹا ہوا۔) صدا ۶ ۔۶۲ مطبع مصریہ ازہر ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۹ء

احادیث کے متعلق اس درجہ احتیاط سے کام لیا گیا کہ محدثین نے کتب حدیث کے جو مجموعے مرتب و مدون کئے اور جو اس زمانہ میں متداول ہیں وہ بار بار کی حک و اصلاح اور انتخاب کا نتیجہ ہیں۔ امام احمد اپنی مسند کے متعلق فرماتے ہیں۔

ھذا الکتاب جمعة وانتقیة من اکثر من سبعمائة الف حدیث وخمسین الف الحدیث والمحدثون صد ۳۴۱

یہ مجموعہ میں نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں سے منتخب کیا ہے

امام بخاری کی صحیح میں مکررات کو شامل کر کے سات ہزار سے کچھ زیادہ حدیثیں ہیں لیکن علماء کا بیان ہے۔

انہ اختارھا وصحت عندہ من ستمائة الف حدیث کانت متداولة فی عصرہ فجر الاسلام صد ۲۵۳

اس کو انہوں نے چھ لاکھ حدیثوں سے منتخب کیا جو خود ان کے نزدیک صحیح اور اس زمانہ میں متداول تھیں۔

امام ابوداؤد نے ۵ لاکھ حدیثوں سے صرف ۴ ہزار آٹھ سو منتخب حدیثیں اپنی سنن میں شامل کیں۔

امام نسائی نے پہلے سنن کبریٰ مرتب کی تھی۔ لیکن پھر اس میں انتخاب سے کام لے کر سنن صغریٰ الموسوم بہ المجتبیٰ مرتب کی۔

امام ترمذی نے اپنی جامع کے متعلق جب پورا اطمینان کر لیا اور عام علماء نے اس کی توثیق و تحسین کر دی تب اسے منظرِ عام پر لائے۔

عرضت ھذا الکتاب علی علماء الحجاز والعراق وخراسان فرضوابہ واستحسنوہ (الحطہ صد ۱۰۳)

میں نے اس کتاب کو حجاز، عراق اور خراسان کے علماء کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے اس پر رضامندی اور پسندیدگی کا اظہار کیا

یہی حال حدیث کی دوسری کتابوں کا بھی ہے اس موقع پر یہ نکتہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ ائمہ فن نے جن حدیثوں کو نظر انداز کر دیا اور انہیں اپنی کتابوں میں شامل نہیں کیا وہ سب غلط نہ تھیں بلکہ ان کے خاص معیار و اصول اور سخت شرائط پر وہ پوری نہیں اترتی تھیں۔

اس تفصیل سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حدیثوں کی روایت اور تحریر میں جس طرح جوش و خروش اور غیر معمولی سرگرمیوں سے کام لیا گیا اور اس کی کوشش کی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حدیث ضبطِ تحریر میں آ جائے اور آپ کا کوئی فعل و عمل عام نگاہوں سے مستور نہ رہ جائے اسی طرح ان کے نقل و بیان میں مکمل ہوش و احتیاط کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا اور اس بات کی سعی و کاوش میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب کوئی غلط اور جھوٹی بات منسوب نہ ہو جائے۔

کیا اس قدر سعی و کاوش اور انتہائی احتیاط و ضبط کے بعد بھی حدیثوں کو ناقابلِ تسلیم و حجت اور غیر مستند کہنے کے لئے کوئی گنجائش اور وجہ جواز باقی رہ جاتی ہے۔

یہ بات اگر کہی جائے تو کچھ قرینِ قیاس بھی ہے کہ یہ تمام کاوش و احتیاط انسان کی ہے اور انسانی کاوش و احتیاط میں غلطیوں کا امکان ہوتا ہے لیکن ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس امکان کی بھی تو ایک حد ہوگی، بالیقین ایسا تو نا ممکن ہے کہ ساری کاوشیں لاحاصل اور تمام کوششیں ہی بے سود ہوں اور جملہ احتیاط کے بعد بھی سارا ذخیرۂ احادیث باطل اور دفتر بے معنی رہے۔

غالباً اسی امکان کی بنا پر علماء نے اخبار آحاد کو موجب علم و یقین کہنے میں تامل اور احتراز کیا ہے اور اسی بناء پر نقلی حیثیت سے متعدد حدیثوں کی قطعیت اور صحت پر خود محدثین و فقہا کے زمانے میں کافی بحث ہو چکی ہے اور عقلی پہلو سے بھی بعض احادیث پر اعتراضات کئے گئے ہیں قرآن مجید کو بھی احادیث کی صحت کا معیار قرار دیا گیا ہے اور جو حدیثیں اس کے مخالف نظر آئی ہیں، ان کو خود صحابہ نے بھی ناقابل تسلیم قرار دیا ہے لیکن بایں ہمہ اصولی حیثیت سے اتنا سب نے تسلیم کیا ہے کہ حدیث ایک حجت شرعی اور اس کا ایک معتدبہ حصہ عقلی و نقلی اعتراضات سے محفوظ ہے باقی حدیثوں کو سرے سے لائقِ اعتناد و قابلِ تسلیم و حجت نہ سمجھنا تو ہمارے زمانے کے بعض ذہین اور بدعت و اختراع پسند لوگوں کا کام ہے اور ان لوگوں کا سب سے بڑا سہارا محدثین کا وہ اصول ہے کہ حدیثیں اگر قرآن و عقل صریح کے خلاف ہوں تو ناقابلِ قبول ہیں، لیکن قرآن سے ان لوگوں کی واقفیت کا حال بڑا ہی دردناک ہے اپنی طبیعت و مزاج سے یہ اس کی جیسی غلط سلط تعبیریں چاہتے ہیں کر لیتے ہیں۔ اور ان تاویلات بارد اور دور از کار تعبیروں کو بنیاد بنا کر حدیثوں کو رد کر دیتے ہیں۔ اقبال نے ایسے ہی "متجددین" کے متعلق کہا تھا۔

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

رہا عقل کا معاملہ تو اس کا ہرگز یہ معاملہ نہیں ہے کہ عقل عمومی کے بجائے محض انفرادی عقول کو معیار بنا لیا جائے کسی حدیث کے کسی خاص انسان کی عقل کے نزدیک خلاف عقل ہونے اور واقعتہً خلاف ہونے میں بڑا فرق ہے۔ پھر ان حضرات کے نزدیک وہی عقل قابلِ معیار ہے جسے یورپ نے پیش کیا ہے لیکن اپنی گرہ کی عقل، اپنے مذاق، اپنی روایات اور اپنی خصوصیات کو سامنے رکھنا تو ان کے نزدیک رجعت پسندی اور بے عقلی ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی فکر و نظر کا کوئی فساد اور بگاڑ ہو سکتا ہے کہ اختراع و اکتشاف پسندی کے مدعی لوگ یورپ کی اندھی تقلید کو تو اپنے لئے قابلِ فخر تصور کرتے ہیں لیکن اس ذات گرامی کی اتباع و تقلید نہ تو خود کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرتے دیکھ سکتے ہیں۔ جس کی آمد سے دنیا سے ظلمت و جہالت کی بنیادیں ڈھے گئیں غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آج کل مذہب کے خلاف اس کی اصلاح کے پردہ میں جو آوازیں بلند کی جا رہی ہیں، وہ سب یورپ ہی کی صدائے باز گشت ہیں اور اس میں صرف یہ جذبہ کام کر رہا ہے کہ دینی حدود و قیود سے آزادی حاصل کی جائے اور یورپ کی غلامی و تقلید کے مضبوط بندھنوں میں اپنے کو جکڑ دیا جائے اور لطف و حیرت کی بات یہ ہے کہ اس اندھی تقلید و غلامی کو آزادی فکر و اجتہاد کا نام دیا جاتا ہے۔

———

صدرِ اسلام میں حدیث کی کتابت و تدوین

از محمد عجاج الخطیب ، ترجمہ : احمد خاں ایم اے

یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ بعض صحابہؓ نے جیسے عبداللہ بن عمروؓ الانصاری جو حدیث کو یاد نہیں رکھ سکتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی اجازت کے تحت کچھ احادیث لکھ رکھی تھیں۔ ان کے علاوہ اور صحابہؓ نے بھی کچھ حدیثیں تحریر کر رکھی تھیں۔ ہمارے پاس اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ کئی صحابہؓ نے صحیفے لکھ رکھے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم حتمی طور پر یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ صحیفے کن کن احادیث پر مشتمل تھے۔ اس لیے کہ بعض صحابہؓ اپنی وفات سے قبل ان صحیفوں کو نذرِ آتش کر دیتے تھے یا انہیں دھو ڈالتے تھے۔ ایسا فعل بعض تابعین نے بھی کیا ہے۔ مگر بعض مرتے وقت اس کی وصیت کر جاتے تھے کہ اُن کا صحیفہ کسی کو دیا جائے۔ یہ وصیت اس خدشہ کے تحت کرتے تھے کہ مبادا وہ صحیفہ کسی غیر اہل کے پاس نہ پہنچ جائے؎۔ یہ بات بلا شک و شبہ کہی جا سکتی ہے کہ صحابہؓ کے اکثر صحیفے رسولِ مقبولؐ کی حیات ہی میں احاطۂ تحریر میں آ چکے تھے اور اکثر صحیفوں کی نقول صحابہؓ کی عین حیات ہی میں لے لی گئی تھیں، یا پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں، پوتوں اور دیگر رشتہ داروں کے توسط سے حاصل کی گئی تھیں، ابن عبدالبر نے ابوجعفر محمد علی کی سند سے بیان کیا ہے کہ:

"رسولِ مقبولؐ کی تلوار کے قبضے میں ایک صحیفہ موجود پایا گیا جس میں تحریر تھا:

ملعونٌ من سرق تخوم الارض ملعون من تولی غیر موالیہ او قال

ملعون من جحد نعمۃ من انعم علیہ؎

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عظیم الشان صحیفے کو بہت شہرت حاصل ہو چکی تھی جو آنحضورؐ نے مہاجرینؓ، انصار، اہلِ یثرب اور یہود کے حقوق کی تعیین کے سلسلے میں سن ہجری کے پہلے سال میں تحریر کروایا تھا۔ اس صحیفہ میں "اصل الصحیفہ" کا لفظ پانچ مرتبہ آیا ہے۔ وہ صحیفہ یوں شروع ہوتا ہے۔

"ھذا کتاب محمد النبی رسول اللہ بین المؤمنین والمسلمین من قریش واھل یثرب ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم، انھم امۃ واحدۃ من دون الناس ۔۔۔ الخ؎

یہ صحیفہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ اس نوخیز مملکتِ اسلامیہ کا یہ دستور نہ صرف احاطۂ تحریر میں آ چکا تھا، بلکہ بہت شہرت بھی پا چکا تھا، اور پھر متواتر اس کی نقول بھی ہو چکی تھیں۔

اپنے عُمّال کی طرف آنحضورؐ نے بعض احکام تحریری شکل میں ارسال فرمائے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے آنحضورؐ کا خط پڑھ کر سنایا گیا، جس میں لکھا تھا: ان لا تنتفعوا من المیتۃ باھاب ولا عصب؎

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مالک بن انسؓ کو ایک خط لکھا تھا، جس میں زکوٰۃ و صدقات کے بارے میں آنحضورؐ کے

تفصیلی احکامات تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس خط پر آنحضورؐ کی خاتم مبارک ثبت تھی [5]

عبداللہ بن عمرؓ سے نافع روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کی تلوار کے قبضے میں چوپایوں کی زکوٰۃ کے احکام کے بارے میں ایک تحریر دیکھی تھی۔[6] یہ تحریر سالم بن عبداللہ ابن عمر نے وراثت میں پائی تھی اور اس کو امام ابن شہاب الزہری نے ان کے سامنے بھی پڑھا تھا۔[7] اس امر کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جو محمد بن عبدالرحمٰن الانصاری نے کی ہے۔

لما استخلف عمر بن عبد العزیز ارسل الی المدینة یلتمس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصدقات وکتاب عمر بن الخطاب ..... ووجد عند آل عمر کتاب فی الصدقات مثل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: فنسماله [8]

امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کی ایک تحریر کو بڑی شہرت حاصل ہے، جسے وہ اپنی تلوار کی نیام میں رکھتے تھے۔ اس تحریر میں اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب، کسی کو زخمی کرنے کی پاداش کا ذکر، مدینہ کے حرم ہونے کا حکم اور کوئی مسلم کافر کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، تحریر تھا۔[9]

ابن الحنفیہ محمد بن علی بن ابی طالب (م ۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا اور کہا: یہ لیجیے خط اور اسے حضرت عثمانؓ کے پاس لے جائیے۔ اس کے اندر آنحضورؐ کے زکوٰۃ کے بارے میں احکام درج ہیں۔[10]

حضرت مسعر، حضرت معن سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ نے مجھے ایک تحریر نکال کر دی اور قسم کھائی کہ اسے میرے باپ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔[11]

سعد بن عبادۃ الانصاری (م ۱۵ھ) کے پاس ایک تحریر یا چند تحریریں تھیں، جن میں کچھ احادیثِ رسولؐ لکھی ہوئی تھیں۔ سعد بن عبادہ کے بیٹے نے اپنے والد کی تحریرات سے آنحضورؐ کے چند اعمال کی روایت کی ہے۔[12] امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ تحریر عبداللہ بن ادنی کے صحیفے کی نقل تھی، جس میں وہ اپنے ہاتھ سے حدیثیں لکھا کرتے تھے اور لوگ ان کے اس مجموعے کو انہی کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔[13]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع (م ۳۵ھ) کے پاس ایک تحریر تھی، جس میں نماز کے ابتدائی جملے تحریر تھے۔ انہوں نے یہ اوراق سات عظیم فقہائے ملت میں سے ایک حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث (م ۹۴ھ) کو دے دیے تھے۔[14]

حضرت اسماءؓ بنت عمیس (م ۳۸ھ) کے پاس ایک تحریر تھی، جس میں انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث جمع کر رکھی تھیں۔[15]

محمد بن سعید سے روایت ہے کہ جب محمد بن سلمہ انصاریؓ[16] (م ۴۳ھ) نے وفات پائی، تو ہم نے ان کی تلوار کی پیٹی میں ایک تحریر پائی، جس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان لربکم فی بقیة دھرکم نفحات فتعرضوا لہ .....[17]

سبیعۃ الاسلمیہ نے عبداللہ بن عقبہ کو لکھا تھا کہ حضرت رسولِ اکرمؐ نے ان کو خاوند کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جب انہیں بچہ ہو چکا تھا، تو نکاح کا حکم دیا تھا۔[18]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وائل بن حجر کو ان کے قبیلے کے لیے، جو حضر موت میں مقیم تھا، ایک تحریر عطا کی تھی، جس میں اسلام کی بنیادی باتیں، زکوٰۃ کے بعض نصاب، زنا کی حد، تحریم خمر اور ہر مسکر کے حرام ہونے کے بارے میں تحریر تھا۔[۱۹]

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزام (م ۵۳ھ) کو یمن کا والی بنا کر بھیجا، تو انہیں ایک خط دیا جس میں فرائض، سنن، دیت اور دیگر امور کے بارے میں ہدایات درج تھیں۔[۲۰]

حضرت ابوہریرہؓ (م ۵۹ھ) کے پاس کئی تحریریں محفوظ تھیں۔ جن میں آنحضورؐ کی حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔

الفضل بن حسن بن عمرو بن امیہ الضمری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے: "میں نے حضرت ابوہریرہؓ (م ۵۹ھ) کے سامنے ایک حدیث کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے اس حدیث کے بارے میں لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے، تو حضرت ابوہریرہؓ فرمانے لگے: اگر تو نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے، تو میرے ہاں لکھی ہوئی ہو گی۔ پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ وہاں انہوں نے آنحضورؐ کی احادیث پر مشتمل بہت سی تحریریں ہمیں دکھائیں۔ چنانچہ وہ حدیث بھی ان میں مل گئی۔ تب فرمانے لگے، میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ اگر تو نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے، تو میرے ہاں تحریر ہو گی۔[۲۱] مجھ سے قبل جو تحریر بشیر بن نہیک نے حضرت ابوہریرہؓ سے لکھ رکھی تھی، میرے سامنے پڑھ کر سنائی۔[۲۲]

سمرہ بن جندب (م ۶۰ھ) نے احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ جمع کر رکھا تھا، جو ان کے بیٹے سلیمان نے اُن سے روایت کیا ہے[۲۳] اور بعید نہیں کہ یہی وہ تحریریں ہوں، جو سمرہ بن جندب نے اپنے بیٹوں کو لکھ کر بھیجی تھیں۔ اس مجموعے کے بارے میں محمد بن سیرین کہتے ہیں۔ فی رسالة سمرة الی بنیه علم کثیر[۲۴]

عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۵ھ) کا صحیفہ صادقہ

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو احادیث کی کتابت کی اجازت دے رکھی تھی۔ وہ بہت اچھے خوشنویس تھے، انہوں نے آنحضورؐ کی بہت سی حدیثیں لکھ رکھی تھیں۔ عبداللہ ابن عمرو کا صحیفہ کاتب کی مرضی کے مطابق "صحیفہ صادقہ" کے نام سے مشہور تھا۔ اس لیے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست لکھا گیا تھا۔ اس صحیفے کو مجاہد بن جبیر (۲۱، ۱۰۴ھ) نے عبداللہ بن عمرو کے ہاں دیکھا تھا۔ مجاہد اس صحیفے کے حصول کے لیے اُن کے پاس گئے، تو حضرت عبداللہ نے فرمایا: بنو مخزوم کے لڑکے رہنے دو! مجاہد نے کہا: کیا آپ نے کچھ نہیں لکھا ہے؟ حضرت عبداللہ فرمانے لگے: هذه الصادقة فيها ما سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس بيني وبينه احد[۲۵] یہ صحیفہ عبداللہ کو بہت ہی عزیز تھا، وہ کہا کرتے تھے: ما يرغبني في الحيوة الا الصادقة والوهط[۲۶]۔ وہ اس صحیفے کو ضائع ہونے کے ڈر سے ایک مضبوط صندوق میں رکھا کرتے تھے[۲۷]۔ بعد میں ان کی اولاد نے اس صحیفے کو محفوظ کیا۔ غالب قیاس یہ ہے کہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب اسی صحیفہ سے حدیث کی روایت کرتے تھے۔[۲۸] ابن اثیر کے قول کے مطابق یہ صحیفہ عبداللہ ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھا[۲۹] مگر جن احادیث کو عمرو بن شعیب نے عن ابیه عن جده روایت کی ہے، ان کی تعداد پانچ سو تک نہیں پہنچتی[۳۰] اگر صحیفہ صادقہ بخط عبداللہ بن عمرو بجنسہٖ ہم تک نہیں پہنچا، مگر امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس کے مشتملات کو نقل کر دیا ہے۔[۳۱] اسی طرح حدیث کی دیگر کتب میں بھی اس کا بہت سا حصہ نقل ہو گیا ہے۔[۳۲]

بحیثیت ایک تاریخی اور علمی وثیقہ کے اس صحیفہ کی اہمیت غیر معمولی ہو گئی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ صحیفہ باجازت رسولِ مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم انہیں کے سامنے احادیث نبویؐ کی کتابت کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔[۳۳]

حضرت عبداللہ اپنے شاگردوں کو حدیث لکھوایا کرتے تھے۔[۳۴] ان کے شاگرد حسین بن شفی ابن ماتع الاصبحی نے مصر میں دو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک میں یہ تھا: قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کذا، وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا؛ اور دوسری کتاب میں تھا: ما یکون من الاحداث الی یوم القیامۃ۔[۳۵]

اگرچہ ہم یہاں صحیفہ صادقہ پر بحث کر رہے ہیں، مگر ضمناً عرض کر دیتے ہیں کہ ابن عمرو کے پاس اہل کتاب کے علم پر مشتمل بھی کئی کتابیں تھیں، یہ کتابیں انہیں جنگ یرموک میں دو اونٹوں پر لدی ملی تھیں۔[۳۶] بشر المریسی کا خیال ہے کہ عبداللہ بن عمرو ان تمام کتب کو آنحضورؐ سے روایت کیا کرتے تھے۔ ان سے کہا جاتا تھا کہ اونٹوں والی کتب سے ہمیں حدیث نہ سنائیں مگر ان کا یہ گمان غلط ہے، اس لیے کہ عبداللہ بن عمرو کی روایت حدیث اور اس کی نقل میں امانت مسلمہ امر ہے۔ وہ ان روایات کو بھی کبھی توڑتے یا موڑتے نہ تھے۔ جو حضورؐ نے اہل کتاب کے خلاف کہی ہیں اور اس طرح نہ وہ ان روایات کو خلط ملط کرتے، جو اہل کتاب نے آنحضورؐ کے خلاف کہی ہیں۔[۳۷]

حضرت عبداللہ بن عمرو کے لیے یہ فخر کچھ کم نہیں ہے کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ان کی مختلف حالتوں یعنی غضب اور رضا دونوں میں خود آنحضورؐ کی اجازت سے احادیث کو لکھا ہے۔

ابن عباس کی تحریریں

حضرت ابن عباسؓ حدیثوں کی طلب اور ان کے حصول کی جد و جہد کے لیے مشہور ہیں۔ وہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام سے پوچھ پوچھ کر لکھ لیا کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی: اللّٰھم الھمہ الحکمۃ وعلمہ التاویل۔[۳۸] ابن عباس کی وفات کے وقت ان کی کتابیں ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھیں۔[۳۹]

روایات میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ (۱۰ ق - ۷۳ ھ) جب بازار کی طرف نکلتے تھے، تو اپنی کتابوں پر نگاہ ڈالتے نکلتے تھے راوی نے تیقن سے کہا ہے کہ یہ کتابیں حدیثِ رسولؐ پر مشتمل تھیں۔[۴۰]

صحیفہ جابر بن عبداللہ الانصاری (۱۶ ق - ۷۸ ھ)

اس امر کا احتمال ہے کہ یہ صحیفہ اس چھوٹے سے ہدایت نامہ حج کے علاوہ ہو جسے امام مسلم بن الحجاج نے اپنی کتاب الجامع الصحیح کے باب الحج میں نقل کیا ہے۔[۴۱] ابن سعد نے اس امر کے بارے میں مجاہد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جابر اس صحیفے سے حدیث بیان کیا کرتے تھے۔[۴۲] جلیل القدر تابعی قتادہ بن دعامہ السدوسی (م ۱۱۸ھ) اس صحیفے کی قدر و منزلت کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ لانا بصحیفۃ جابر بن عبداللہ احفظ منی لسورۃ البقرۃ۔[۴۳] ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ قتادہ، سلیمان الیشکری کے صحیفے سے حدیث بیان کرتے تھے اور سلیمان کے پاس جابر بن عبداللہ کا صحیفہ تھا۔[۴۴] یہ بعید نہیں کہ سلیمان الیشکری نے یہ صحیفہ جابر سے نقل کیا ہو، کیونکہ سلیمان ان کے شاگرد تھے۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ سلیمان، جابر کے ہاں بیٹھتے تھے اور ان کے صحیفے نقل کیا کرتے تھے۔[۴۵] غالباً قتادہ نے جابر بن عبداللہ کے صحیفے کی روایت سلیمان الیشکری سے کی ہے۔ سلیمان کی والدہ ایک صحیفے کو لائیں اور وہ صحیفہ ثابت، قتادہ اور ابو البشر کے سامنے پڑھا گیا۔ انھوں نے ان احادیث کی روایت کی ہے۔ مگر ثابت نے صرف ایک حدیث اس واسطے

سے بیان کی ہے[۴۶] جابر بن عبداللہ کا صحیفہ کافی مشہور و معروف تھا۔ اسی طرح اس سے ملی ہوئی وہ نقل بھی شہرت پا چکی تھی، جو سلیمان الیشکری نے حاصل کی تھی اس امر کی تائید کئی روایات سے ملتی ہے۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے، شعبہ کا خیال تھا کہ ابوسفیان طلحہ بن نافع نے حضرت جابر بن عبداللہ سے جو روایتیں کی ہیں، وہ سلیمان الیشکری کے صحیفے کی ہیں[۴۷] حضرت جابر بن عبداللہ کے شاگردوں کا ایک حلقہ تھا، جنہیں وہ مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر احادیث لکھوایا کرتے۔ ان سے کئی لوگوں نے حدیثیں لکھی ہیں، جن میں سے ایک وہب بن منبہ (م ۱۱۴ھ) بھی ہیں[۴۸] ابوالزبیر، ابوسفیان اور الشعبی نے جابر سے روایت کی ہے، انہوں نے حضرت جابر سے یہ احادیث سن رکھی تھیں، جن میں سے اکثر اس صحیفے میں مرقوم تھیں[۴۹] عروہ بن الزبیر (۲۲-۹۲ھ) کہتے ہیں کہ اکتبت الحدیث ثم محولہ فوددت انی فدیتہ بالی وولدی وانی لم امحہ[۵۰] غالباً انہوں نے اس کے علاوہ بھی احادیث لکھی تھیں۔ مگر وہ سب الحرہ کی جنگ میں جل کر خاکستر ہو گئی تھیں جس پر انہیں بہت ہی ملال تھا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ وددت لوان عندی کتبی باھلی ومالی[۵۱]

خالد بن معدان الکلاعی الحمصی (م ۱۰۴ھ) کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اس میں انہوں نے علم (یعنی احادیث) جمع کر رکھا تھا[۵۲] اس کی ایک نقل جبیر بن سعید کے پاس بھی تھی۔[۵۳]

ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی (م ۱۰۴ھ) نے اپنے نوشتوں کو ایوب سختیانی کے حوالے کرنے کی وصیت کی تھی۔ وہ نوشتے ایک اونٹنی کے کجاوے میں لائے گئے[۵۴] اور ایوب نے اس کام کی اجرت کچھ اوپر دس درہم دی تھی[۵۵]

الحسن البصری سے الاعمش روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس لکھے ہوئے کتابچے تھے، جو ہم آپس میں دہرایا کرتے تھے[۵۶]

محمد الباقر بن علی بن الحسین (۵۶-۱۱۴ھ) کے پاس بہت سی تحریرات تھیں، اُن کے بیٹے جعفر الصادق نے ان سے کچھ تو سُن رکھی تھیں اور کچھ پڑھ لی تھیں[۵۷]

مکحول الشامی[۵۸] اور الحکم بن عتیبہ کے پاس بھی کتابچے تھے[۵۹] بکیر بن عبداللہ بن الاشج (م ۱۱۷ھ) جو مدینہ منورہ کے جید عالم تھے، اپنے پاس کئی کتابچے رکھتے تھے، جو بعد میں اُن کے بیٹے مخرمہ کے پاس منتقل ہو گئے[۶۰]

قیس بن سعد المکی (م ۱۱۷ھ) کے پاس ایک نوشتہ تھا، جو حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ) کے پاس پہنچا[۶۱]

یہ بات بلاشبہ کہی جا سکتی ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں علماء نے کئی کتابیں تالیف کی تھیں۔ ان کے سامنے ہی ان کتابوں کی تعداد بے شمار ہو گئی۔ امام زہریؒ کی کتابوں کا کافی بڑا مجموعہ تھا۔ الولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان (۸۸-۱۲۶ھ) کے قتل کے بعد وہ کتابیں امام زہریؒ کے کتب خانہ سے کئی اونٹوں پر لاد کر دوسری جگہ منتقل کی گئیں[۶۲]

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں حدیث کے عام ہونے اور اس میدان میں علماء کی خدمات کے ذکر سے قبل ہم صحیفہ ہمام بن منبہ کی تدوین اور اس کی تاریخی اور علمی حیثیت کو واضح کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔

صحیفہ ہمام بن منبہ (۴۰-۱۳۱ھ)[۶۳]

ہمام بن منبہ کو جو ایک ممتاز تابعی تھے، حضرت ابوہریرہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے بہت سی احادیث لکھیں۔ انہیں ایک صحیفہ یا کئی صحیفوں میں جمع کیا اور ان کا نام "الصحیفۃ الصحیحہ" رکھا[۶۴] ممکن ہے، انہوں نے ان تحریرات کا نام عبداللہ بن عمرو کے صحیفہ صادقہ کی طرز پر

رکھا ہو۔ وہ اپنے صحیفے کا نام صحیحہ رکھنے کے مجاز بھی تھے۔ اس لیے کہ جس صحابیؓ سے وہ نقل کرتے ہیں، وہ آنحضورؐ کے ساتھ چار سال تک متواتر رہے اور ان سے بہت سی احادیث کی روایت کی۔

یہ ہماری خوبیٔ قسمت ہے کہ ہمام بن منبہ کا صحیفہ بعینہٖ ہم تک پہنچا جس طرح کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے لکھ کر روایت کی ہے۔ اس صحیفے کو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے دمشق اور برلن کے دو مخطوطوں کے مطابق اپنی تحقیق اور مقدمہ کے ساتھ المجمع العلمی العربی دمشق کی وساطت سے ۱۹۵۲ء میں چھاپ دیا ہے۔[65]

اس صحیفے کی حفاظت کا ثبوت اس طرح بھی ملتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں تمام کا تمام نقل کر دیا ہے۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے اس صحیفے کی بہت سی احادیث اپنی کتاب کے کئی ابواب میں درج فرمائی ہیں۔[66]

تدوینِ حدیث کے ضمن میں اس صحیفے کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ یہ ایک قطعی دلیل اور حجت ہے کہ حدیثِ نبویؐ ابتدائے عہد میں مدوّن ہو چکی تھی۔ یہ اس غلط نظریے کو رفع کرتی ہے کہ حدیث دوسری صدی ہجری کے اوائل میں مدوّن ہوئی تھی۔[67] یہ حقیقت ہے کہ ہمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے ملاقات کے دوران یہ حدیثیں لکھیں اور حضرت ابوہریرہ کی وفات کا سن ۵۹ھ ہے، تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہ صحیفہ اس سن سے قبل یعنی پہلی صدی ہجری کے وسط میں لکھا گیا۔ یہ معلوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضورؐ کے عہد ہی میں صحیفہ لکھ لیا تھا، اور یہ صحیفہ ہمام بتاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں لکھا گیا۔ یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم کتابتِ حدیث سے پہلے ہی علماء نے حدیث کی تدوین عملاً شروع کر دی تھی۔ ہم اس صحیفے کا تذکرہ حضرت ابوہریرہؓ کے کتابچوں میں بھی کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ صحیفہ انہی کی املا ہے۔ مگر یہ چونکہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مشہور ہے، اس لیے ہم نے انہی کے ساتھ ذکر کیا۔ ہمام سے ان کے شاگرد معمر بن راشد پھر ان سے عبدالرزاق پھر ان سے دیگر حضرات نے روایت کی ہے۔[68]

ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک ہی سند کے ساتھ کوئی ایک سو چالیس احادیث سُنی تھیں[69] مگر اس وقت صحیفہ ایک سو اڑتیس احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ امر بھی اس صحیفہ کی صداقت پر عین دلیل ہے کہ جو کچھ تعداد علماء نے بتائی تھی، تقریباً وہی تعداد اس وقت صحیفے میں موجود ہے۔

دوسری صدی ہجری کے وسط میں تدوینِ حدیث اس قدر عام ہو چکی تھی کہ حدیث کی ایسی کوئی کتاب نظر نہ آتی تھی۔ جس میں باقاعدہ ابواب نہ ہوں، بلادِ اسلامیہ کے مختلف علاقوں میں جو کچھ اس میدان میں تالیف ہوا، اس کا تفصیلی تذکرہ اوپر کیا گیا ہے، اس عرصہ میں جن حضرات کے ہاں اس قسم کی کتابیں پائی گئی ہیں، وہ ان حضرات کی اپنی تالیفات تھیں یا غیروں کی، اُن کے اسماء ذیل میں دیے جا رہے ہیں

یحییٰ بن ابی کثیر (م ۱۲۹ھ) امام زہریؒ کے معاصر تھے۔[70] محمد بن سوقہ (م ۱۳۵ھ)[71] زید بن اسلم (م ۱۳۶ھ) کے پاس ایک تفسیر کی کتاب تھی، جس میں زیادہ حصہ احادیث پر مشتمل تھا۔[72] موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ) کے پاس عبداللہ بن عمر کے غلام نافع کی حدیثوں کا ایک مجموعہ تھا۔[73] الاشعب بن عبدالملک الحمرانی (م ۱۴۲ھ) کے پاس ایک کتابچہ تھا، جو بعد میں سلیمان بصری کو ملا۔[74] عقیل بن خالد بن عقیل (م ۱۴۴ھ) نے امام زہری سے بہت سی احادیث لکھی تھیں، بلکہ یہ شخص امام زہری کی احادیث سے باقی تمام لوگوں کی نسبت زیادہ واقف تھا۔[75] یحییٰ بن سعید الانصاری (م ۱۴۳ھ) کے ہاں ایک نوشتہ تھا، جو بعد میں حماد بن زید کے پاس پہنچا۔[76]

عوف بن ابی جمیلہ العبدی (م ۱۴۶ھ) نے حسن بصری سے کچھ اطراف احادیث نبویؐ لکھی تھیں[۷۷] یہ اطراف بعد میں یحییٰ ابن سعید القطان (۱۲۰-۱۹۸ھ) کے پاس رہے تھے[۷۸] جعفر صادق بن محمد الباقر (۸۰-۱۴۸ھ) کے پاس، جو ایک ثقہ محدث تھے، احادیث کے کئی کتابچے اور دیگر تحریریں پائی گئیں۔[۷۹] یونس بن یزید ابی النجار (م ۱۵۲ھ) کے پاس ایک کتاب تھی، جس کی صحت کی شہادت ابن المبارک نے دی ہے[۸۰]

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ مسعودی (م ۱۶۰ھ) کے پاس کئی کتابچے تھے، جن کو شعبہ بغداد سے لائے تھے۔[۸۱] زائدہ بن قدامہ (م ۱۶۱ھ) کے ہاں کچھ کتابچے تھے، جو انہوں نے سفیان ثوری کو دکھائے تھے[۸۲] زائد بن قدامہ اور شعبہ ابن الحجاج ہمسر تھے۔[۸۳] حضرت سفیان ثوری نے بہت سی کتب لکھی تھیں، جن میں سے حدیث پر الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر تھیں۔[۸۴]

ابن المبارک کا قول ہے کہ ابراہیم بن طہمان (م ۱۶۳ھ) اور ابو حمزہ السکری (م ۱۶۷ھ) کی کتابیں بالکل صحیح تھیں۔[۸۵]

شعبہ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ) کی غرائب الحدیثؒ میں ایک کتاب تھی۔[۸۶] عبدالعزیز ابن عبداللہ ماجشون (م ۱۶۴ھ) نے بہت سی کتب تالیف کیں، جو انہوں نے ابن وہب سے روایت کی ہیں،[۸۷] عبداللہ بن عبداللہ بن اُدلیس (م ۱۶۹ھ) جو مالک کے چچیرے بھائی اور اُن کے بہنوئی تھے۔ ان کے پاس کئی کتابچے تھے، جو اُن کے اسماعیل تک پہنچے۔[۸۸]

سلیمان بن بلال (م ۱۷۲ھ) نے اپنی کتابوں کے بارے میں وصیت کی تھی کہ وہ عبدالعزیز بن ابی حازم کو دے دی جائیں۔[۸۹] یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مصر کے محدث علی بن لہیعہ (م ۱۷۴ھ) کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ یہ سب کتابیں صحیح السند تھیں، مگر افسوس کہ سن ۱۶۹ھ میں جل کر راکھ ہوگئیں۔[۹۰] علی بن لہیعہ نے حدیث میں ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جو قدیم مجموعات میں شامل ہوتا ہے، یہ مجموعہ اوراق بردی کے مجموعات میں محفوظ ہے جو ہائیڈل برگ (جرمنی) میں محفوظ ہیں۔[۹۱] دیارِ مصر کے شیخ لیث بن سعد کی بہت سی تصانیف تھیں۔[۹۲]

اس میدان میں علماء کی بے شمار تالیفات کی ہمیں خبر ہے، مگر ان کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، مذکورہ بالا کتب ہی اس ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں لاتعداد کتب موجود تھیں۔ کیا علی بن عبداللہ المدینی (۱۶۱-۲۳۴ھ) نے حدیث کے مختلف الابواب، رجال حدیث، غریب حدیث اور حدیثوں کے علل پر کچھ زیادہ سو کتابیں نہیں لکھی تھیں؟ ان میں سے کچھ اوپر پچیس کا ذکر تو محمد بن صالح الہاشمی نے کیا ہے ان میں سے ہر کتاب کئی اجزاء پر مشتمل تھی اور بعض تو تیس اجزا تک پہنچتی ہیں۔[۹۳]

یُوں علمائے ملت نے اپنے سینوں اور کتابوں میں حدیثِ نبویؐ کی حفاظت کی ہے، علی بن عبداللہ المدینی کا یہ قول سچ ہے کہ میں نے جب غور کیا، تو معلوم ہُوا کہ ساری اسناد ان چھ اشخاص کے گرد گھومتی ہیں: اہلِ مدینہ کے لیے یہ مرکز مسلم بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) اور اہلِ مکہ کے لیے عمرو بن دینار (م ۱۲۶ھ)۔[۹۴] اہلِ بصرہ کے لیے قتادہ بن عامہ السدوسی (م ۱۱۷ھ) اور یحییٰ بن ابی کثیر (م ۱۲۹ھ)[۹۵] اور اہلِ کوفہ کے لیے ابو اسحٰق عمرو بن عبداللہ السبیعی[۹۶] (م ۱۲۷ھ) اور سلیمان بن مہران الاعمش (م ۱۴۸ھ) مرکزی حیثیت رکھتے ہیں، اس کے بعد علی بن عبداللہ المدینی نے یہ بھی کہا ہے کہ ان چھ بزرگوں کی جمع کردہ احادیث بعد کے مؤلفین تک پہنچیں۔[۹۷]

حوالہ جات و حواشی

[۱] حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو تحریرات تھیں، اُن کے دھونے اور جلانے کے بارے میں ملاحظہ ہو: شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ط

حیدر آباد دکن، ۱۳۲۳ھ: ۱/۵، اس کے علاوہ باقی دیکھیے، خطیب البغدادی، تقیید العلم ط دمشق ۱۹۴۹ء: ۵۹-۶۳، زہیر بن حرب: کتاب العلم (مخطوطہ) المکتبۃ الظاہریۃ، دمشق: ۱۹۲، خطیب البغدادی: الجامع الاخلاق الراوی تصدیر دار الکتب المصریۃ: ۴۴

۲ عبدالبر: جامع بیان العلم وفضلہ ط المطبعۃ المنیریۃ: ۱/۷۱

۳ ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ تحقیق محی الدین ط قاہرہ ۱۳۵۶: ۲/۱۱۹، قاسم بن سلام: کتاب الاموال ط مصر ۱۳۵۲ھ: ۲۰۲، ڈاکٹر حمید اللہ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ ط قاہرۃ، ۱۹۵۸ء: ۱۵۔

۴ تقی الدین الشہرزوری علوم الحدیث ط مصر ۱۳۲۶ھ، ۸۶، الحاکم نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی اس حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہو جاتی ہے، جس میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بشاۃ میتۃ فقال: ھلا استمتعتم بجلدھا قالو یا رسول اللہ انہا میتۃ فقال، انما حرم اکلھا۔ ملاحظہ فرمائیں: اخبار اھل الرسوخ فی الفقہ والحدیث، از ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی ط مصر ۱۳۲۲ھ: ۲۷۔

۵ عثمان بن سعید الدارمی، الرد علی الجہمیۃ (رد الدارمی علی بشر المریسی) ط قاہرہ، ۱۳۵۸: ۱۳۱، امام احمد بن حنبل نے اس خط کا ذکر اپنی مسند میں کیا ہے، دیکھیے: مسند احمد بن حنبل ط دار المعارف مصر: ۱/۱۸۳-۱۸۴۔

۶ خطیب البغدادی: الکفایۃ فی علم الروایۃ ط ہند، ۱۳۵۷ھ: ۳۵۳، ۳۵۴، طاہر الجزائری: توجیہ النظر الی اصول الاثر ط مصر ۱۹۱۰ء، ۸: ۳۴،

۷ الاموال: ۳۶۰، رد الدارمی علی بشر: ۱۳۱۔

۸ الاموال: ۳۵۸، ۳۵۹، کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس عہد نامہ جات اور مواثیق کے نسخے ایک صندوق میں محفوظ تھے، مگر وہ جنگِ الجماجم (۸۳ھ) کے موقع پر جل گئے۔ ان میں جو بچ رہے، وہ دست بُردِ زمانہ کی نذر ہو گئے، یا پھر تاتاری حملہ کی بھینٹ چڑھ گئے۔ الوثائق السیاسیۃ کے مقدمہ میں ہے کہ آنحضورؐ کے کچھ خطوط نویں صدی ہجری تک محفوظ رہے بشمول وہ خط جو آپؐ نے تمیم الداری کی زمینوں کے بارے میں لکھا تھا۔ دیکھیے: ابن فضل اللہ العمری: مسالک الابصار دار الکتب المصریۃ: ۱۸۳، ۱۷۵

۹ مسند امام احمد: ۲/۳۵۴، ۴۴، ۱۲۱، ۱۳۱، ابن حجر عسقلانی، فتح الباری ط قاہرہ ۱۹۵۹ء، ۷۰/۸۳، رد الدارمی علی بشر المریسی: ۱۳۰۔

۱۰ رد الدارمی علی بشر ص ۱۳۰، ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ج ۲ ص ۲۳،

۱۱ جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱، ص ۷۲ ۔

۱۲ جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۷۲ ۔ ڈاکٹر علی حسین عبدالقادر نظرۃ عامۃ، تاریخ الفقہ الاسلامی ط مصر ۱۹۵۶ء ص ۱۱۸، ڈاکٹر حمید اللہ: صحیفہ ہمام بن منبہ ط المجمع العلمی العربی دمشق ۱۹۵۳ء ص ۱۶

۱۳ صبحی الصالح، علوم الحدیث ومصطلحہ، ط دمشق ۱۹۵۹ء ص ۱۳، اور حاشیہ بھی جس میں ہے۔ عبداللہ بن ادنی مگر یہ طباعت کی غلطی ہے اور صحیح ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی ملاحظہ ہو: محمد بن عبدالہادی السندی، صحیح البخاری ط دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ، باب الصبر عند القتال ج ۲ ص ۱۴۳۔ عبداللہ بن ابی اوفی صحابی ہیں، رسولِ مقبولؐ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہے۔ بالآخر ۸۷ ہجری میں وفات پائی

آپ کوفہ میں مرنے والے آخری صحابی تھے۔ دیکھیے : ابنِ حجر العسقلانی : تہذیب التہذیب طہ حیدرآباد دکن، ۱۳۲۵ھ ج ا ص ۴۰۲

۱۴ الکفایہ ص ۳۰۳، کہتے ہیں کہ ابو رافع کی وفات شہادتِ عثمان رضؓ کے بعد ہے اور بعض کا خیال ہے کہ خلافتِ علی رضؓ میں انتقال فرمایا :

۱۵ نظرۃ عامہ فی تاریخ الفقہ الاسلامی، ص ۱۱۸

۱۶ محمد بن مسلمہ صحابہ کبار میں سے تھے۔ یہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے کعب بن الاشرف کو قتل کیا تھا۔ بعض غزوات میں آنحضورؐ نے انہیں مدینہ ہی میں رہنے دیا۔ فسادات کے زمانے میں گوشہ نشین رہے۔ اس لیے جنگِ جمل اور صفین میں شریک نہیں ہوئے ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دیکھیے : تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۵۴۔

۱۷ الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامہرمزی : المحدث الفاصل۔ بین الراوی والواعی (مخطوطہ) دار الکتب المصریۃ ص ۱۱۲۔

۱۸ الکفایۃ ص ۳۳۲، یہ سبیعۃ الحارث کی بیٹی اور سعد بن خولہ کی بیوی تھیں، ملاحظہ فرمائیں : تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۲۴

۱۹ ابن حجر العسقلانی : الاصابہ فی تمییز الصحابہ طہ ۱۳۲۳ھ ج ۶ ص ۳۱۲ اس کی تفصیل کیلیے ملاحظہ ہو : المصباح المضیء از محمد بن علی الانصاری (مخطوطہ) مکتبہ الاوقاف حلب، ورق ۱۱۲)

۲۰ الاصابہ ج ۴ ص ۴۹۳ - ابوداؤد، النسائی، ابن حبان اور دارمی وغیرہ نے بھی اس خط کا ذکر کیا ہے، دیکھیے : ردالدارمی علی بشر ص ۱۳۱، فتوح البلدان از البلاذری طہ قاہرہ ۱۹۵۹ ا ص ۸۱۔ پھر اس کا مقابلہ کتاب الاموال (۲۵۵ - ۲۵۹) کے ساتھ کیجیے۔

۲۱ دیکھیے جامع بیان العلم ج ا ص ۷۲۔ اس اطلاع کے بعد عبدالبر کہتے ہیں کہ "جو پہلے باب میں ابوہریرہ رضؓ کے بارے میں گزرا ہے کہ انہوں نے حدیث نہیں لکھی، یہ امر اس کے خلاف ہے۔ اور عبداللہ بن عمرو نے حدیثیں لکھی ہیں۔ اس لئے عبداللہ بن عمرو کی احادیث نقل میں حضرت ابوہریرہ سے صحیح ہیں اس لئے بھی کہ حضرت عبداللہ نے اسناد بھی ساتھ دی ہیں" ابن حجر نے ان سے زیادہ مضبوط جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کے ہاں لکھی ہوئی احادیث کا ہونا یہ لازمی قرار نہیں دیتا کہ وہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔ ممکن ہے کسی اور سے لکھوا کر رکھی ہوئی ہوں۔ دیکھیے فتح الباری ج ا ص ۲۱۸۔ میں کہتا ہوں کہ ابوہریرہ کا حدیث نہ لکھنا ان کے ہاں لکھی ہوئی حدیث کے وجود کی نفی نہیں کر سکتا۔ یہ بعید نہیں کہ جو لوگ لکھ سکتے تھے، ان سے لکھوائی ہو۔

۲۲ محمد بن سعد : الطبقات الکبریٰ طہ بریل لیڈن ۱۳۲۲ھ ج ۷ ص ۱۶۲، زہیر بن حرب : کتاب العلم، ۱۹۳ ب، اجامع الاخلاق الراوی : ص ۱۳۷ ب، المحدث الفاصل ص ۱۲۸۔

۲۳ تہذیب التہذیب : ج ۴ ص ۱۹۸

۲۴ تہذیب التہذیب : ج ۴ ص ۲۳۶، امام بخاری نے سمرۃ بن جندب کے بیٹوں کے نام پہلے خط کا ذکر محمد بن ابراہیم بن خبیب کے تذکرے میں کیا ہے اس میں ہے : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من سمرۃ بن جندب الی بنیہ : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمرنا ان نصلی کل لیلۃ من المکتوبۃ ما قل او کثر و نجعلھا وترًا۔ اس کے لئے دیکھیے : التاریخ الکبیر از امام بخاریؒ (جلد اول) طہ ہند ۱۳۶۱ھ : ص ۲۶

۲۵ المحدث الفاصل (مخطوطہ) دمشق ج ۴ ص ۲ ب، طبقاتِ ابن سعد ج ۷، حصّہ دوم ص ۱۸۹، اسی طرح تقیید العلم ص ۸۴ پر ہے۔

۲۶ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی: سنن ط دمشق ۱۳۴۹ھ ج ۱ ص ۱۲۷، اور الوہط عمرو بن العاص کی زمین تھی، جس کی یہ خبر گیری کرتے تھے۔

۲۷ مسند امام احمد: ص ۱۷۱ ج ۱: عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی۔ کتاب العلم (مخطوطہ) دار المکتبۃ الظاہریۃ دمشق: ص ۳۰

۲۸ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۸-۴۹۔

۲۹ اسد الغابۃ ج ۳۔ ص ۲۳۳

۳۰ ملاحظہ ہو: مسند عبداللہ بن عمرو و صحیفۃ الصادقۃ: از محمد سیف الدین علیش۔

(یہ ایم۔ اے کا مقالہ ہے، جو کلیۃ دار العلوم قاہرہ میں ہے) صفحہ ۱۷۰، اس میں صحیفہ صادقہ کی احادیث کی یوں تفصیل ہے۔
اصل ۶۳۲ حدیثوں سے ۲۰۲ حدیثیں امام احمد نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہیں۔
″ ۲۳۲ ″ ″ ۸۱ ″ داؤد نے اپنی سنن میں ″ ″ ″ ″ ″ ″
″ ۱۲۸ ″ ″ ۵۳ ″ النسائی ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
″ ۱۱۷ ″ ″ ۶۵ ″ ابن ماجہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
″ ۸۹ ″ ″ ۳۵ ″ الترمذی ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
صحیفہ صادقہ کی حدیثوں کی تعداد تقریباً ۴۳۶ ہوتی ہے۔ مسند امام احمد اور دوسری سنن میں کئی احادیث مکرر بھی ذکر ہوئی ہیں

۳۱ مسند امام احمد ج ۹ ص ۲۳۵، حدیث نمبر ۶۴۷۷ سے لے کر ج ۱۰ ص ۵۰، حدیث نمبر ۷۱۰۳ تک۔

۳۲ مسند عبداللہ بن عمرو و صحیفۃ الصادقۃ ص ۱۷۶۔

۳۳ اہلِ علم میں سے المغیرہ بن مقسم الضبی جیسے لوگوں نے صحیفہ صادقہ پر شک و شبہ کا اظہار کیا ہے، جیسے تاویل مختلف الحدیث از ابن قتیبہ طامصر ۱۳۲۶ھ ص ۹۳ و میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۹۰۔ اگر مغیرہ کی روایت درست ہے، تو اس کا اخذ و قبول جائز نہیں ہے، اس لیے جس سیاق میں وہ اس بات کو کہہ رہے ہیں، وہ مسئلہ ضعیف روایات کا ہے، اور اگر یہ صحیفہ بھی ضعیف قرار دیتے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صحیفہ اُن تک وجادہ کے ذریعے پہنچا ہے، تو اس صورت میں وہ اس صحیفے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، اس لیے کہ وجادہ اخذِ حدیث میں کمزور ترین ذریعہ ہے، وہ لوگ صحیفوں سے روایت کو پسند نہیں کرتے تھے، ہاں البتہ شیوخ سے اخذ مقبول ترین طریقہ تھا اس کے سوا کوئی ایسی تاویل نہیں ہے، جس سے اس صحیفے کا دفاع کیا جاسکے، کیونکہ بالفعل یہ صحیفہ آنحضورؐ کے سامنے لکھا گیا۔ اس ضمن میں دوسرے علماء کے اقوال کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے، چنانچہ دیکھیے: میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۸۹، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۸-۵۵، فتح المغیث ج ۴، ص ۶۸، ۶۹۔ ان کتب میں صحیفے کی صحیح قدر و قیمت بتائی گئی ہے اور ساتھ ہی اس کے راوی عمرو بن شعیب کی ثقاہت کے ثبوت مہیا کیے گئے ہیں۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ نے اس صحیفے کے دفاع میں بہت کچھ کہا ہے۔ دیکھیے: قواعد التحدیث از جمال الدین قاسمی ط دمشق ۱۹۲۵ء ص ۳۶، ۳۷۔

۳۴؎ تاریخ دمشق از علی بن حسن ہبتہ اللہ (مخطوطہ) دار الکتب المصریہ ج ۶، ص ۴۹۔

۳۵؎ المقریزی: خطط المقریزی، ط مصر ۱۸۵۲ء ج ۲، ص ۳۳۲، ۳۳۳۔

۳۶؎ زاملۃ: اونٹ جس پر کھانے پینے کی اشیا لادی جاتی ہیں، لسان العرب مادہ زمل۔

۳۷؎ رد الدارمی علی بشر ص ۱۳۶۔ ابوریۃ صاحب کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ نے ص ۱۲۶ کے حاشیہ نمبر ۳ پر عبداللہ بن عمرو کے بارے میں بتایا کہ وہ ان سب کتابوں کو نبی اکرمؐ سے روایت کرتے تھے۔ مگر یہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ ابوریۃ کی بدنیتی کا اظہار کئی مقامات پر ہو چکا ہے۔

۳۸؎ الکفایہ ص ۲۱۳، تقیید العلم ص ۹۱-۹۲، ۱۰۹۔

۳۹؎ طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۲۱۶۔

۴۰؎ الجامع الاخلاق اسرادی، ص ۱۰۰ ا؛ طبقات ابن سعد ج ۶، ص ۱۶۹۔

۴۱؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۴۱۔

۴۲؎ طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۴۲۲۔

۴۳؎ ایضاً ج ۷، حصہ دوم ص ۲۰۱۔

۴۴؎ القیاس از ابن قیم الجوزیہ، ص ۱۰۸

۴۵؎ تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۲۱۴، تقیید العلم ص ۱۰۸

۴۶؎ الکفایۃ، ص ۳۵۴

۴۷؎ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی: تقدمۃ المعرفۃ الکتاب الجرح والتعدیل ط ہند ۱۹۵۲ء

۴۸؎ صحیفہ ہمام بن منبہ ص ۱۴، تقیید العلم ص ۱۰۴، تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۴۴۴ - ۴۴۱

۴۹؎ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۲۱۴، المحدث الفاصل، ص ۹۱ ب۔

۵۰؎ تقیید العلم ص ۶۰؛ المحدث الفاصل نسخہ دمشق ج ۴، ص ۴ ب

۵۱؎ جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱، ص ۷۱، طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۱۳۲۔

۵۲؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۸۸

۵۳؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۶۶

۵۴؎ طبقات ابن سعد ج ۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۸۸

۵۵؎ طبقات ابن سعد ج ۷ حصہ دوم، ص ۲۱۷

۵۶ المحدث الفاصل نسخہ دمشق، ج ۴، ص ۳ ب؛ طبقات ابن سعد، ج ۷، حصہ دوم، ص ۱۷

۵۷ تہذیب التہذیب جلد ۲، ص ۱۰۴، محمد الباقر اثنا عشریہ کا ایک جید امام ہے۔ ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۰۔ وشذرات الذہب از ابن العماد الحنبلی طبع قاہرہ ۱۳۵۰ھ ج ۱ ص ۱۴۹۔

۵۸ الفہرست از ابن الندیم طبع قاہرہ ص ۳۱۰

۵۹ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۳۰۔

۶۰ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۷۰ - ۷۱، علوم الحدیث ص ۱۱۰

۶۱ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۰

۶۲ تاریخ الاسلام از ذہبی طبع قاہرہ ۱۹۴۷ء ج ۵، ص ۱۴۱

۶۳ ڈاکٹر صبحی الصالح نے ہمام کی وفات ۱۰۱ھ لکھی ہے مگر میرے نزدیک ۱۳۱ھ صحیح ہے۔ دیکھیے: تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۶۷، جس میں ہے کہ معمر بن راشد ہمام سے ملے ہیں۔

۶۴ صحیفہ ہمام بن منبہ ص ۲۰

۶۵ ایضاً ص ۲۱ - ۲۳

۶۶ ایضاً ص ۲۰

۶۷ ڈاکٹر صبحی الصالح، علوم الحدیث ومصطلحہ، ص ۲۷۔

۶۸ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص ۲۰

۶۹ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۶۷

۷۰ معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۱۰، المحدث الفاصل ص ۹۴، ایک روایت میں ہے کہ وہ ۱۳۲ھ میں یمامہ میں مرے، دیکھیے المحدث کاہی ص ۱۵۶۔

۷۱ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۵۷، تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۲۱۰

۷۲ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۴، تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۳۹۵۔

۷۳ الکفایہ: ص ۲۶۶۔

۷۴ المحدث الفاصل، ص ۱۳۶ ب

۷۵ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۱۵۲

۷۶ تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص ۱۷۸،

۷۷ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۶۷

۷۸ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۳۶۔

۷۹؎ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۴

۸۰؎ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۵۰، تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۰۲، یونس امام زہری سے نقل کیا کرتے تھے۔ دیکھیے تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۰۵

۸۱؎ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۴۵

۸۲؎ ایضاً ص ۸۰

۸۳؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۰

۸۴؎ الفہرست ص ۲۱۵

۸۵؎ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۷۰

۸۶؎ الرسالۃ المستطرفۃ از محمد بن جعفر الکتانی، ط بیروت ۱۳۳۲ھ ص ۵۸۔

۸۷؎ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۴۳

۸۸؎ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۸۰

۸۹؎ الاصابہ ج ۷ ص ۱۹۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۷۔

۹۰؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۰

۹۱؎ نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی ص ۱۱۸

۹۲؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۹

۹۳؎ الجامع لاخلاق الرازی ص ۱۹۴۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۳۱۹

۹۴؎ تاریخ الاسلام از ذہبی ج ۵ ص ۱۱۴، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۰

۹۵؎ رامہرمزی نے ان کی وفات یمامہ میں ۱۳۲ھ بتائی ہے مگر مجھے اس کی صحت نہیں مل سکی۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۱، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۶۸۔

۹۶؎ یہ ثقہ تابعین میں سے تھے۔ کوفہ کے شیخ و امام تھے۔ ان کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ۴۸ صحابہ سے حدیث سنی ہے، تاریخ الاسلام از ذہبی ج ۵ ص ۱۱۶، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۶۳

۹۷؎ المحدث الفاصل ص ۱۵۶ و ۰ب، تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۴۴، ۱۲۹۔

کتابتِ احادیث عہدِ نبویؐ میں

خلیق نقوی

ذیل کا مضمون ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی صاحب کے ایک مضمون کا ترجمہ ہے اصل مضمون انگریزی زبان میں ہے۔ اور "رودادِ ادارۂ معارف اسلامیہ"، ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا ہے۔ مضمون صاحبِ مضمون کی محنت اور کدوکاوش کا نتیجہ ہے۔ بعض مقامات پر البتہ قلم کی تیز روی سلامتیٔ طبع پر کچھ گراں گزرتی ہے۔ مثلاً اگناتس گولڈ سیہر کے تبحرِ علمی و سلامتِ فکر اور بالخصوص اس کی غیر جانبدارانہ علمی تحقیقات کی مدح سرائی میں موصوف حقیقت سے دور ہو گئے ہیں۔ اس کی کتاب (MOHAMMDISCHE STUDIEN ") جس کا انھوں نے بار بار حوالہ دیا ہے، تعصب کی آلودگیوں سے پاک نہیں۔ مشارقہ و مغاربہ میں وہ کونسا مرد صالح ہے، جس نے اسلام سے بیگانگی کے ساتھ ساتھ اپنی تصنیف و تالیف میں کج نظری و تعصبات کے رنگ نہ بھرے ہوں۔

ترجمہ کرتے وقت خیال آیا کہ جمع و تدوین احادیث کے موضوع پر دوسرے فضلائے وقت نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی بھی ایک مختصر فہرست دے دی جائے تاکہ ان ناظرین کو جو اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں، نہ صرف تلاش و تحقیق میں آسانی ہو، بلکہ وہ راہِ یقین و استقامت سے بھٹکنے والوں کی گمراہیوں اور ضلالتوں کا معاملہ بھی سمجھ لیں۔ ہم اپنے وقت کے علمائے محققین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس موضوع کی جانب زیادہ سے زیادہ توجہ فرمائیں کہ انکارِ حدیث کی ضلالتیں ہر طرف گھر رہی ہیں، گمراہیوں کے افسون پھونکے جا رہے ہیں، جادۂ توفیق مٹایا جا رہا ہے، لوگوں کے دلوں کو شک و ظن، انکار و جحود سے زخمی رکھنے کے لیے طرح طرح کی بے سروپا باتیں بنائی جا رہی ہیں، جھوٹے سچے ثبوت فراہم کیے جا رہے ہیں اور پوری امکانی کوشش سے آثارِ رسولؐ کی عظمت کو جہالت و نامرادی کے زعم میں مٹایا جا رہا ہے۔

اب ہم ذیل میں ناظرین کی سہولت کے لیے چند محققانہ و فاضلانہ مقالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ خطباتِ مدراس ــــ علامہ سید سلیمان ندوی

۲۔ سیرت النبیؐ ــــ شبلی نعمانی (جلد اول)

۳۔ تدوین احادیث از مولانا مناظر احسن گیلانی (مجموعہ تحقیقاتِ علمیہ جامعہ عثمانیہ۔ اس مقالہ کی بعض قسطیں تشنۂ تکمیل ہیں)

۴۔ تدوین احادیث کی ابتدائی تاریخ، از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب، اسلامک ریویو ووکنگ، مورخہ جولائی ۱۹۴۴ء

۵۔ عظمتِ حدیث۔ از مولانا ضیا احمد صاحب بدایونی (استاذ شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

۶۔ تاریخ تدوین حدیث۔ مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

(خلیق نقوی)

علم حدیث کا شمار اہم ترین اسلامی علوم میں ہے اور یہ اسلامی الٰہیات اور قانون کے اہم ترین ماخذوں میں بھی ہے، اور بڑی حد تک اس کا اثر عقائد پر بھی رہا ہے۔ حدیث کے مطالعہ ہی سے بہت سے علوم عربیہ کی بنیاد پڑی اور ان کو عروج حاصل ہُوا۔ مثلاً تاریخ تذکرہ نگاری، جغرافیہ، لغت اور قدیم عربی اشعار کی تدوین و تالیف وغیرہ، اسی کے ساتھ بہت سے بیرونی علوم طب اور فلسفہ وغیرہ بھی حدیث کے اثرات قبول کیے بغیر نہ رہ سکے۔ وسٹن فیلڈ (WASTEN FELD) کے قول کے مطابق دورِ عباسیہ میں مسلمانوں کی ساری علمی سرگرمیوں کا سرچشمہ دراصل قرآن و حدیث ہی ہے ہیں۔[1]

جہاں تک علم حدیث کا تعلق ہے، کتابت احادیث کے نقطۂ آغاز کا تعین ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا احادیث کا معتدبہ حصہ دورِ نبوت ہی میں قلمبند کر لیا گیا تھا، یا کل کا کل مجموعہ احادیث ایک سو سال تک سفینوں کے بجائے سینوں میں محفوظ رہا اور عہدِ نبویؐ میں اگر کچھ حصہ قلمبند بھی کیا گیا، تو وہ بہت ہی خفیف تھا؟

بڑی حد تک اس مسئلہ کے حل پر احادیث کی ایک کثیر تعداد کا قابلِ اعتماد ہونا اور اسلام کے متعدد و اہم الٰہیاتی، قانونی، معاشرتی اور سیاسی اصول کا مستند ہونا موقوف ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ احادیث کا یہ مجموعہ پہلی صدی ہجری تک محض مسلمانوں کی قوتِ حافظہ کے سہارے زندہ رہا، تو یقیناً ان علوم اسلامیہ کا کافی حصہ جن کی بنا احادیث پر ہے، کالعدم ہو جائے گا۔

حقیقتہً اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے۔ کیونکہ وہ احادیث جن کا موضوع زیرِ بحث سے تعلق ہے، ایک دوسرے سے متضاد پائی جاتی ہیں۔ متقدمین میں صاحب سنن دارمی، خطیب بغدادی[2]، ابن عبدالبر[3] اور دوسرے علماء محدثین جنھوں نے اس موضوع پر کافی مواد جمع کیا ہے، کوئی آخری و قطعی حکم نہ لگا سکے، اور بعد کے علما محققین کا حال یہ ہے کہ وہ جمع و ترقیم احادیث میں کوئی امتیاز ہی نہیں سمجھتے۔

یورپ کے محققین میں اسپرنگر (SPRENGER) کا جو اپنے اس دعویٰ میں حق بجانب ہے کہ موجودہ زمانہ میں وہ پہلا شخص ہے، جس نے احادیث کے مطالعہ میں نقد و نظر سے کام لیا ہے، خیال ہے کہ احادیث کی کتابت و تحریر عہد نبوت ہی میں ہوئی۔ اسپرنگر کے بعد گولڈ سیہر (GOLD ZIHER) نے بھی، جو وسیع علم کا مالک کہا جاتا ہے، مدلل طریق سے یہ ثابت کیا ہے کہ احادیث عہد نبویؐ ہی میں قلمبند کی گئی تھیں۔

اگر کتب احادیث اور ان کے موضوعات کو امعانِ نظر سے دیکھا جائے، تو صاف طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ صحابہؓ میں سے اکثر کے پاس صحیفے تھے، جن میں اقوال و اعمال کو جمع کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، اس کو ساتھ ہی قلمبند بھی کر لیا[4] اور ایک ہزار حدیثیں اپنے صحیفہ میں رقم کیں، جس کو وہ الصادقہ[5] سے موسوم کرتے تھے۔ مجاہد[6] نے یہ صحیفہ اُن کے پاس دیکھا تھا اور ان کی وفات کے بعد یہ صحیفہ شعیب کے قبضہ و تصرف میں آیا، جو حضرت عبداللہ کے پوتے تھے۔[7] اسی طرح

---

[1] عرابشس اکاڈمے میین [2] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ج ۲۵ ص ۳۰۲ تا ۳۲۹، ۳۷۵ تا ۳۸۶ [3] جامع بیان العلم حصہ اول ص ۶۳ تا ۷۰ [4] طبقات ابن سعد جلد چہارم حصہ دوم صفحہ ۸، بخاری، علم کتابت، ترمذی باب العلم، مسند (امام احمد بن حنبل) جلد دوم صفحات ۱۶۴، ۲۰۷، ۲۱۵، ۲۴۸ [5] اسد الغابۃ تذکرہ عمرو بن العاص [6] طبقات ابن سعد جلد چہارم حصہ دوم صفحہ ۸

[7] MUNST (جرمن کتاب) تحقیقات اسلامیہ، جلد دوم، ص ۱۰

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل کے پاس پانسو احادیث کا مجموعہ تھا، لیکن انہوں نے یہ مقدس بیاض اس خیال سے تلف کر دی کہ ممکن ہے کہ بعض احادیث ان تک غیر معتبر رواۃ سے پہنچی ہوں[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی حضرت علیؓ کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا، جس میں کچھ قوانین درج تھے۔[2] ایک دوسرے صحیفہ کے متعلق روایت ہے کہ سمرہ بن جندبؓ کے پاس تھا۔ گولڈ سیہر کے قول کے مطابق یہ وہی رسالہ ہے، جو انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے لکھا تھا۔ اس میں بہت سی احادیث درج تھیں۔[3] جابر بن عبداللہؓ کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا، جس کی محتویات کے حوالہ سے قتادہ بعد کے زمانہ میں حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔[4] عبادہ بن سعیدؓ کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا جس کے حوالہ سے ان کے صاحبزادہ نے بعض اعمال رسولؐ بیان فرمائے ہیں۔[5] امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں ایک حدیث بیان کی ہے، جو ان کے نزدیک دراصل عبداللہ بن ابی اوفی کی کسی کتاب سے لی گئی تھی۔[6] معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک سے زیادہ کتابوں میں احادیث جمع کی تھیں۔ کیونکہ امام ترمذی اپنی "سنن" میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص شہر طائف سے ان ہی کتابوں سے کوئی کتاب ان کے پاس لایا اور وہ ان کو پڑھ کر سنائی۔ گویا سند و اجازت حاصل کی[7] حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت اس قدر کتابیں چھوڑیں کہ ایک بار شتر کے مساوی ہوئیں[8] بعد کو ان ہی کتابوں سے ان کے بیٹے علی نے استفادہ کیا[9] اور یہی وہ کتابیں ہیں جن سے کچھ مواد واقدی نے بھی جمع کیا تھا، جیسا کہ ایک عبارت سے جو مواہب میں منقول ہے، متبادر ہوتا ہے۔[10] حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق غالب خیال یہ ہے کہ بعض احادیث انہوں نے اپنی زندگی کے آخر زمانہ میں قلمبند فرمائیں اور ان قلمبند شدہ احادیث کو انہوں نے ابن وہب[11] اور امیہ الضمری[12] کو دکھایا تھا۔ صحیفہ ہمام جو حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث پر مبنی ہے، کافی مشہور ہے[13]

بہت سی روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان صحائف و کتب کے علاوہ اصحاب رسولؐ اور ان کے تلامذہ نے بعض جستہ جستہ احادیث بھی قلمبند کیں۔ سنن ترمذی کی ایک روایت کے مطابق انصار میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کمزوری حافظہ کی شکایت کی۔ ارشاد ہوا کہ اپنے دستِ راست کو کام میں لاؤ یعنی لکھ لیا کرو[14] حضرت ابو رافعؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث لکھنے کی اجازت مانگ لی تھی۔[15] حضرت ابو شاہؓ نے سال فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطباتِ عالیہ سن کر التجا کی کہ یہ خطبات ان کے لیے قلمبند کرا دیے جائیں۔ چنانچہ ان کی درخواست منظور ہوئی[16] حضرت عتبان بن مالک انصاری نے ایک حدیث کو اس درجہ پسند فرمایا کہ انہوں نے وہ حدیث لکھ لی[17]

ان صحائف و کتب کے علاوہ جن کی تعداد میں مزید تحقیق و تلاش کے بعد مزید اضافہ ممکن ہے اور نیز ان متفرق احادیث کے علاوہ

---

[1] طبقات الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۵، [2] بخاری، دیت عاقلہ [3] MUHST [4] ایضاً [5] ترمذی باب الیمین مع الشاہد [6] باب الصبر علی القتال [7] علل ترمذی [8] جامع البیان العلم حصہ اوّل [9] طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱۶ [10] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۲۵ صفحہ ۲۸۰۔ [11] فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ [12] جامع البیان العلم حصہ اوّل [13] تہذیب التہذیب جلد اوّل شمارہ ۵۷۴۔ نیز دیکھو مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ تا ۳۱۸ [14] سنن ترمذی [15] تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۱۴۴ [16] بخاری باب العلم [17] جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۲۵۔

جن کو صحابۂ کرام رضؓ نے اپنی اپنی پسند سے نقل کیا تھا، جن میں ممکن ہے کہ بعض صحیح نہ ہوں یا بعض مکرر ہوں۔ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زکوٰۃ[1]، صوم و صلوٰۃ[2] اور صدقہ و دیت[3] کے متعلق قوانین املا فرمائے۔ ایک فرمان، جس میں صدقات کے متعلق احکام درج تھے۔ جو ہنوز عمال کے ہاتھوں تک نہیں پہنچا تھا۔ آپؐ کی وفات پر آپؐ کی تلوار سے لپٹا ہوا پایا گیا، جو بعد کو خلفائے راشدین کے قبضہ میں آیا[4]

بعض احادیث ایسی بھی ملتی ہیں، جن میں قرآن کے علاوہ کسی دوسری چیز خصوصاً احادیث کو نقل کرنے کی مخالفت آئی ہے۔ چنانچہ ابوسعید سعد بن مالک الخدری، حضرت زید بن ثابت رضؓ (کاتبِ رسولؐ) اور حضرت ابوہریرہؓ سے ایسی احادیث مروی ہیں[5]۔ صحابہ میں تابعین میں سے بھی بعض بزرگوں نے احادیث کو قلمبند کرنا ناپسند فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ، حضرت ابوموسیٰ رضؓ، ابن سیرینؒ، ضحاک، عبیدہؒ، ابراہیم، ابن المعتمر، اوزاعی، علقمہ، عبیداللہ بن عبداللہ، ابن عیینہ کے نام خاص طور پر بیان کیے جاتے ہیں[6]

ان میں سے بعض مثلاً حضرت علی رضؓ اور حضرت ابن عباس رضؓ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خود بھی احادیث قلمبند فرمائیں اور ان کے پاس اپنی کتابیں اور صحیفے بھی موجود تھے۔ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، ان میں سے بعض مثلاً ضحاک، ابراہیم اور علقمہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ احادیث کو بصورتِ کتاب مُرتّب کرنے کے خلاف تھے مگر بطور یادداشت قلمبند کرنے کے مخالف نہ تھے کہ جس سے حافظہ کو مدد مل سکے۔ مگر ان میں سے بعض مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن سیرین کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ کتابت احادیث کی ہر شکل کو ناپسندیدہ خیال کرتے تھے[7]

علمائے اسلام نے اس ظاہری تضاد و تخالف کی، جو کتابت احادیث کے بارہ میں پایا جاتا ہے، مختلف توجیہات کی ہیں، ابن قتیبہ "تاویل مختلف الحدیث" (صفحہ ۳۶۵ تا ۳۶۶) میں فرماتے ہیں کہ یا تو یہ امتناعی احادیث (جن میں تحریر حدیث سے روکا گیا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہیں اور بعد کی احادیث سے، جو ان کی متضاد ہیں منسوخ قرار پاتی ہیں، یا یہ ممانعت محض ان صحابہ رضؓ کے لیے تھی، جو فن تحریر سے واقف نہ تھے۔ اس کے برعکس جن صحابہ رضؓ کے متعلق یہ یقین تھا کہ وہ صحیح طور پر لکھنا جانتے ہیں کتابت احادیث کی اجازت تھی۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم (کتاب الزہد) میں اس ظاہری تضاد کی اور بھی متعدد توجیہات کی ہیں۔

اگرچہ عرب میں فن تحریر کا رواج بعثت نبویؐ سے کچھ عرصہ پہلے ہی ہو چکا تھا اور نثریات سے بھی اہل عرب بالکل ناآشنا نہ تھے۔[8] لیکن قبل از اسلام نہ تو فنِ تحریر ہی عرب میں عام تھا اور نہ عربی میں نثر کی کتابیں۔ پُورے شہر مکہ میں، جو جزیرۂ عرب میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر تھا، کُل سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے[9] مدینہ میں جہاں یہودیوں کا اثر تھا اور جن کے متعلق شہرت ہے کہ وہ فنِ تحریر میں عربوں کے اُستاد تھے۔ اس فن کے واقف کاروں کی تعداد ایک درجن سے بھی کم تھی۔ طبقات ابن سعد میں اس زمرہ کے صرف ۹

---

[1] دار قطنی صفحہ ۲۰۴، ۲۰۹، ۴۸۵، [2] طبرانی ص ۲۱۔ [3] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۷، طبقات ابن سعد جلد اول حصّہ دوم صفحہ ۱۹، دارمی صفحہ ۲۹۳، [4] ابوداؤد، زکوٰۃ السائمہ [5] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۴۰۳، ج ۳ ص ۱۲، ج ۵ ص ۱۸۳، دارمی ص ۶۴، مسلم باب الزہد [6] جامع بیان العلم ص ۶۳ تا ۶۴، جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ج ۲۵۔ [7] دارمی ص ۶۴ (MUIAST) ج ۲ ص ۲۰۴ تا ۲۰۵۔ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۲۵ ص ۳۷۵ وغیرہ، [8] فتوح البلدان ص ۴۷۷ تا ۴۸۰۔ [9] ان ۹ شخصوں کے نام یہ ہیں: ابو عبس، ابی بن کعب، عبداللہ بن رواحہ، اوس بن خولی، منذر بن عمر، اسید بن حضیر اور ان کا باپ، سعد بن عبادہ، رافع بن مالک

آدمیوں کا ذکر آیا ہے۔ ابن سعد کا بھی یہ بیان ہے کہ قبل از اسلام فنِ تحریر سے شاذ ہی کام لیا جاتا تھا اور اس کا جاننا عربوں میں بڑا کمال سمجھا جاتا تھا۔ جو شخص فنِ تحریر، شناوری، تیراندازی تین فن جانتا تھا، اس کو الکامل[1] کے لقب سے پکارتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی روایت ہے کہ ذوالرمہ نے جو عرب کا آخری خضرمی شاعر تھا۔ تحریر سے واقفیت کے باوجود اس نے محض اس لیے کام نہیں لیا تھا کہ حلقۂ ناس اسے نظرِ حقارت سے نہ دیکھیں[2]

گولڈ سیہر کہتا ہے کہ: "بدو لوگ، آج بھی لکھنے پڑھنے کو حقیر خیال کرتے ہیں[3]"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں میں اس فن کو فروغ دینے کے لیے کافی کوشش فرمائی۔ آپ کی توجہات کے بغیر یہ ناممکن تھا کہ جن مسلمانوں کو نبوت کے ابتدائی دور میں آپؐ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہوا۔ مثلاً حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن عباس، وہ اس فن سے محروم رہتے۔ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص مکی سے ارشاد فرمایا: کہ وہ اہلِ مدینہ کو فنِ تحریر سکھائیں[4]۔ شفاء بنت عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کو تحریر کی تعلیم دیں[5]۔ غزوہ بدر کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اسیرانِ جنگ میں سے جو مفلس و نادار فدیہ ادا کرنے سے قاصر ہوں اور فنِ تحریر سے واقف ہوں، وہ دس مسلمان بچوں کو یہ فن سکھائیں، اس کے بدلہ میں ان کو رہا کر دیا جائے[6]۔ ان ہی اسیرانِ جنگ میں کسی شخص سے حضرت زید بن ثابتؓ نے یہ فن حاصل کیا۔ آپ کی رضامندی کے بغیر یہ ناممکن تھا کہ حضرت عبادہ بن الصامت۔ بعض اصحابِ صفہ کو قرآن اور فنِ تحریر کی تعلیم دیتے۔ ان ہی اصحاب الصفہ میں سے کسی نے حضرت عبادہ کو ایک کمان بھی نذر کی تھی[7]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں میں فنِ تحریر کی بالواسطہ بھی ترویج و اشاعت فرمائی۔ ایک باضابطہ مملکت کے قیام کے لیے یہ ضروری تھا کہ دوسرے قبیلوں سے تحریری معاہدے کیے جائیں، مختلف فرمانرواؤں کو خطوط اور عمالِ مملکت کو احکام لکھے جائیں اور امورِ مملکت کے لیے قوانین قلمبند کیے جائیں۔ اس لیے تاریخ کے صفحات ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفا نے فنِ تحریر کو تمام ان مدارس میں، جو انہوں نے قائم کیے، لازمی قرار دے دیا تھا۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ آپؐ کو کاتبین سے نفرت تھی۔ بےمعنی سی بات ہے۔ بعض وہ احادیث جن میں حدیث کا بالخصوص اور قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کا بالعموم ضبطِ تحریر میں لانا ممنوع قرار دیا ہے، ان احادیث کے مقابلہ میں جو کتابت احادیث کی تائید میں ہیں، ضعیف بھی ہیں اور تعداد میں بھی کم ہیں۔ ان احادیث کی بنا یقیناً یا تو اس فن سے بیزاری و ناپسندیدگی ہوگی، جو نبوت کے ابتدائی دور میں عربوں میں عام تھی یا اس کا محرک یہ خوف و خطرہ ہوگا کہ کہیں حدیثیں متنِ قرآن میں خلط ملط نہ ہو جائیں، جس کی تقدیس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد عزیز تھی۔ جب آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ اب اس کا کوئی امکان نہیں ہے، تو حکم دے دیا کہ احادیث اور قرآن کے علاوہ دوسری چیزیں بھی تحریر میں لائی جا سکتی ہیں۔ بخاری کی ایک حدیث سے بھی، جس میں فتح مکہ میں حضرت ابوشاہؓ کے لیے رسول اللہ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۳ حصہ ۲ [2] کتاب الاغانی جلد ۱۶ ص ۱۲۱ [3] MUH. ST. جلد اول ص ۱۱۲ [4] اسد الغابہ عبداللہ بن سعید بن العاص ج ۳ ص ۱۷۵ [5] فتوح البلدان ص ۴۷۷ ، [6] طبقات ابن سعد جلد ۲ حصہ اول صفحہ ۱۴ [7] ابو داؤد۔ کتب العلم

صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کی تحریر وتہذیب کی اجازت کا ذکر ہے، اس خیال کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ جن احادیث میں رقم و تحریر احادیث کی اجازت ہے، وہ ان احادیث کے مقابلہ میں، جن میں اس کی ممانعت ہے بعد کی ہیں، اس لیے وہ پہلی احادیث کی ناسخ ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین تحریر کرانے سے اس خیال کی مزید توثیق ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کا جمع و تالیف احادیث کے بارے میں جو عمل تھا۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جو احکام مانع تحریر حدیث تھے، اس وقت منسوخ ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے جمع احادیث کا قصد فرمایا، تو دوسرے صحابہؓ سے بھی مشورہ لیا۔ سب نے بالاتفاق اُن کے خیال کی تائید کی۔ حضرت عمرؓ نے پورے ایک ماہ تک اس پر غور فرمایا اور استخارہ کرکے اس مصلحت کی بنا پر فی الحال اس کام کو ملتوی کر دیا کہ مسلمان کہیں احادیث کے شغف میں قرآن سے بے پروا؛ اور غافل نہ ہو جائیں یہ کسی طرح عقل و قیاس میں نہیں آسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود حضرت عمرؓ اس مسئلہ پر پورے ایک ماہ تک سنجیدگی سے غور فرماتے اور دوسرے تمام صحابۂ کرام بالاتفاق جمع احادیث کی صلاح دیتے۔ پھر حضرات صحابہ کرامؓ کی متفقہ رائے کے خلاف اس کام کو ملتوی رکھنے کے بارے میں قولِ رسولؐ نقل کرنے کے بجائے یہ عذر پیش کرتے کہ ڈر ہے کہ جمع و تدوین احادیث کے بعد مسلمان قرآن سے غفلت و بے اعتنائی نہ برتنے لگیں۔

یورپ کے ان مستشرقین کا جنھوں نے اس موضوع کا مطالعہ ناقدانہ نظر سے کیا ہے، خیال ہے کہ بعض احادیث ایسی بھی ہیں، جو زمانۂ رسالت میں لکھی جا چکی تھیں، چنانچہ ڈاکٹر اے سپرنگر (سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ) لکھتا ہے۔

"عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری تک احادیث کی حفظ و صیانت کا طریقہ محض زبانی یادداشت تھا۔ یورپ کے محققین ایک غلط تخیل کے تحت (جس کا سبب لفظ "حدثنا" ہے جو عموماً روایت احادیث ان ہی الفاظ سے شروع ہوتی ہے) یہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاری نے جو احادیث نقل کی ہیں، ان میں سے ایک حدیث بھی ان سے قبل نہیں لکھی گئی۔ یہ ایک غلط خیال ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اور بعض دوسرے صحابہؓ نے خود اقوالِ رسولؐ قلم بند کیے تھے اور ساتھ ہی بہت سے تابعین نے بھی ان حضرات کی پیروی کی۔" [1]

یہ محقق اور فاضل مستشرق اپنے پر از معلومات مقالہ "تاریخ نویسی کا آغاز و ارتقاء" جو ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے مجلہ جلد [2] ۲۵ میں شائع ہوا ہے) اس مسئلہ کے ماله و ما علیہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"تاہم متکلمین و محدثین میں سے بعض بالکل ابتدائی دور ہی سے جو چیز محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اس کو قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں شخصیت عبداللہ بن عمروؓ، انس بن مالکؓ اور ابن عباسؓ کی ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور دوسروں کی بہ نسبت ان بزرگوں نے اخبار و آثار رسول اللہؐ کو سب سے زیادہ تعداد میں محفوظ کیا۔ ان بزرگوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی احادیث اُن کے بعد اُن کے خاندانوں میں محفوظ رہیں۔"

اگناتس گولڈ سیہر جو ایک بڑا فاضل مستشرق اور علم الحدیث کا مبصر سمجھا جاتا ہے، اپنی کتاب MOHAMMADISCHE STUDIEN

---

[1] LIFE OF MOHAMMAD (حیاتِ محمد) ص ۶۶ تا ۶۷ [2] ص ۳۰۰

میں جو اس کی دوسری تصانیف کی طرح خزینۂ معلومات اور تنقید و تاریخ حدیث کی ایک مستند کتاب ہے، لکھتا ہے۔

"حدیث کی کسی عبارت کے لیے لفظ "متن" کا استعمال (جو لفظ "اسناد" یعنی سلسلۂ رواۃ سے الگ چیز ہے) خود اس خیال کی تردید کے لیے کافی ہے کہ مسلمانوں میں احادیث کا لکھا جانا ممنوع و ناجائز تھا اور وہ صرف زبانی یاد کی جاتی تھیں۔ یہ بات ماننا پڑے گی کہ حدیثوں کا لکھنا حفظ و صیانت احادیث کا بہت پرانا طریقہ ہے۔ دراصل تحریر حدیث سے کراہت کا نتیجہ ہے، ان خیالات کا جو بعد میں پیدا ہوئے۔ ان احادیث کو جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پہلی صدی ہی میں لکھ کر محفوظ کرلی گئی تھیں، متن حدیث کا قدیم ترین عنصر خیال کرنا چاہیے۔ اس خیال میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے تلامذہ سہو و نسیان کے خوف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احکام لکھ کر محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ایسے معاشرہ میں جہاں معمولی انسانوں کے حکیمانہ اقوال تک تحریراً محفوظ کر لیے جاتے تھے، پیغمبر خدا کے اقوال و ارشادات کو محض زبانی یادداشت پر چھوڑ دیا گیا ہوگا۔ بہت سے صحابہ اپنے ساتھ صحیفے رکھا کرتے تھے۔ ان صحیفوں کی مدد سے اپنے تلامذہ کو تعلیم و تربیت دیتے تھے اور ان صحیفوں کی محتویات "متن الحدیث" کہلاتی تھیں۔ یہی مصنف اپنی تصنیف کے باب ہفتم (صفحہ ۱۹۵) میں لکھتا ہے:

"ان روایات سے پتا چلتا ہے کہ اصحاب الحدیث اس نظریہ کی تردید نہیں کرتے کہ احادیث رسولؐ بالکل ابتدائی زمانہ ہی میں قلمبند کر لی گئی تھیں۔ درحقیقت تحریر حدیث کی قدامت کے بارے میں ہمیں بہت سے ثبوت ملتے ہیں، مثلاً بعض صحابہؓ کے صحیفے۔"

عربی کی بعض قدیم اور مستند کتابوں اور یورپ کے بعض ممتاز ترین علم الحدیث کے مبصرین کے مذکورہ بالا بیانات ان لوگوں کو بھی، جو حدیث کی جانب سے شک و شبہ میں گرفتار ہیں، اس امر کا یقین دلانے کے لیے کافی ہیں کہ درحقیقت احادیث رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں سپرد قلم کی گئی تھیں اور اس زمانہ کے حدیث کے صحیفے بھی اس امر کا ثبوت ہیں کہ تاریخ اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں کثیر التعداد احادیث ضبط تحریر میں لائی جا چکی ہوں گی۔

لہ MUH ST جلد نمبر ۲ صفحہ ۸ تا ۹

حدیث کے ظنی ہونے کا ثبوت

عبد الغفار حسن

حدیث کی عظمت و اہمیت گھٹانے اور انکارِ سُنّت کی راہ ہموار کرنے کے لیے عموماً ان آیات و روایات کا سہارا لیا جاتا ہے، جن میں "ظن" کی مذمت اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ذیل کے مضمون میں "ظن" کی اصلی حقیقت قرآن و سُنّت اور لغتِ عرب سے واضح کرتے ہوئے یقین و ظن کے لحاظ سے سُنّت و حدیث کا جو مقام ہے، اس کو بھی متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

"ظنیت" کی مذمت میں مندرجہ ذیل آیات پیش کی جاتی ہیں۔

۱- یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ۔ (حجرات ۱۲)	اے ایمان والو! گمان کی بہت سی قسموں سے بچو۔
۲- اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی۔ (النجم ۲۳)	وہ مشرکین صرف ظن اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، حالانکہ اُن کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آچکی ہے۔
۳- اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (یونس ۶۶)	وہ نہیں پیروی کرتے، مگر گمان کی، وہ تو صرف اٹکل سے کام لیتے ہیں۔
۴- وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا، اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (یونس ۳۶)	ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں، بلاشبہ ظن حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرتا۔
۵- وَقَالُوْا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ وَمَا لَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ (جاثیہ ۲۴)	اور کہا انہوں نے نہیں وہ مگر دنیا کی زندگی۔ ہم مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا، مگر زمانہ اور ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں۔ وہ تو صرف ظن و تخمین میں مبتلا ہیں۔
۶- اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ (جاثیہ ۳۲)	ہم صرف گمان ہی کرتے ہیں اور ہم یقین نہیں رکھتے۔
۷- وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل ۳۶)	جس بات کا تمہیں علم نہیں، اُس کے پیچھے مت پڑو۔

ان آیات کے علاوہ بخاری و مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے:

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ (الحدیث)	ظن سے بچو۔ بیشک "ظن" سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

"ظن" کی اصل حقیقت

مذکورہ بالا آیات اور حدیث میں "ظن" کے مفہوم کو متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی اصل حقیقت کو لغت عرب اور قرآنِ حکیم کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

امام راغب کہتے ہیں:

الظن اسم لما یحصل عن امارۃ ومتی قویت ادت الی العلم ومتی ضعفت جدًّا لم یتجاوز حد التوھم۔ (مفردات راغب ص ۳۱۹)

علامات و قرائن سے جو شے حاصل ہو اُسے ظن کہا جاتا ہے۔ اگر یہ علامات و قرائن قوی ہوتے ہیں، تو ظن کی سرحد علم و یقین سے مل جاتی ہے اور اگر یہ قرائن بہت ہی زیادہ کمزور ہوں، تو پھر انتہائی درجہ وہم ہے۔

یعنی علامات و قرائن کی قوت و ضعف کے لحاظ سے ظن کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔

ظن کے مراتب و اقسام

۱۔ کسی شے کے وجود یا عدم پر قرائن و علامات انتہائی قوی اور شکوک و شبہات سے بالاتر ہوں، تو ظن کی یہ شکل یقین کے ہم معنی ہے۔ قرآن مجید میں ظن بمعنی یقین متعدد جگہ استعمال ہوا ہے۔

ا۔ الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم و انھم الیہ راجعون (بقرہ ۴۶)

جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں، اور یہ کہ وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ب۔ قال الذین یظنون انھم ملاقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ (بقرہ۔ ۲۴۹)

ان لوگوں نے، جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے ملنے والے ہیں، کہا کتنے ایسے گروہ تھے جو قلتِ تعداد کے باوجود کثیر التعداد گروہ پر اللہ کے حکم سے غالب آگئے۔

اِن آیات میں "ظن" بمعنی یقین یا قریب بہ یقین مراد لینے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید نے مومنوں کی ایک نمایاں صفت یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا وہ بالاخرۃ ھم یوقنون۔ واضح رہے کہ آخرت اور لقاء رب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

۲۔ ظن کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ کسی شے کے وجود یا عدم پر سو فی صدی قرائن موجود نہ ہوں بلکہ اس سے کم ہوں، مثلاً ۶۰ فی صدی اور اس سے بھی زیادہ۔ اس کو اُردو میں گمان غالب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے ظن پر اعتماد و اعتبار نہ صرف یہ کہ پسندیدہ ہے بلکہ بعض حالات میں ضروری اور واجب ہے۔ ظن کا یہ مفہوم مندرجہ ذیل آیات میں ملتا ہے:

ا۔ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرًا (نور)

کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا، مومن عورتوں اور مومن مردوں کے بارے میں اچھا گمان کرتے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ کے بارے میں حُسنِ ظن (خوش گمانی) سے کیوں نہ کام لیا کیونکہ زیادہ قرائن و علامات اسی بات کے حق میں تھے کہ حضرت عائشہ رضؓ کا دامن اس قسم کی تہمت سے پاک ہے۔

ب۔ فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنّا ان یقیما

دونوں میاں بیوی پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ آپس میں رجوع کرلیں،

حدود اللہ ۔ (بقرۃ ۲۳۰) اگر ان کو یہ گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدُود کو قائم کر سکیں گے۔

طلاق رجعی کی شکل میں میاں بیوی سے کہا جا رہا ہے کہ اگر دونوں اپنے حالات اور قرائن کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم کرنے پر آمادہ ہُوں اور اس کے لیے گمان غالب کی حد تک روشن امکانات موجود ہُوں، تو میاں بیوی اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں۔

۲ ۔ ظن بمعنی شک، یعنی کسی چیز کے وجود اور عدم پر یکساں قرائن و علامات موجود ہُوں، دونوں میں سے کسی ایک کے قرائن کو ترجیح دینا ناممکن ہو۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے۔

وَان الذین اختلفوا فیہ لفی شکٍّ منہ مالھم بہٖ من علم الّا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً ۔ (نساء)

اور بلاشُبہ جن لوگوں نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کیاہے، وہ اس کی جانب سے شک میں ہیں، ان کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم ویقین نہیں ہے۔ سوائے ظن کی پیروی کے اور انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا۔

اس آیت میں یہود کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کے قتل کے سلسلے میں ان کے اقوال و آرا کی بنیاد شک پر ہے علم ویقین پر نہیں ہے۔ اسی شک اور عدم علم ویقین کو اتباعِ ظن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہُوا کہ اس آیت میں ظن بمعنی شک استعمال ہُوا ہے۔

"شک" کے مفہوم کی وضاحت کے لیے مُلاحظہ ہو "مفردات راغب صـ۲۶۶"۔

الشک اعتدال النقیضین عند الانسان وتساویھما وذالکَ قد یکون لوجود امارتین متساویتین عند النقیضین او العدم الامارۃ منھما۔

۴ ۔ "ظن" بمعنی وہم یعنی ایسا خیال وگمان، جس کی بنیاد کسی دلیل پر نہ ہو بلکہ واضح نص اس کے خلاف موجود ہو۔ مضمون کے شروع میں جن آیات کو نقل کیا گیا ہے، ان میں اس قسم کے بے بنیاد وہم وخیال کی مذمت کی گئی ہے اور حدیث میں اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۵ ۔ "ظن" بمعنی تہمت، جیسا کہ ایک قرأت میں ہے: وماھو علی الغیب بظنین (سُورہ تکویر ۲۴) یہاں ظنین متہم کے معنی میں ہے۔ قرآن وسُنت کی روشنی میں ظن کی تیسری، چوتھی اور پانچویں قسم مذمُوم اور قابلِ اجتناب ہیں اور اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے ملتی جُلتی ہیں۔ مذکورہ بالا زیرِ بحث آیات پر غور کیا جائے، تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آیت نمبر ۱ میں فرمایا گیا ہے کہ گمان کی بہت سی قسموں سے بچو۔ معلوم ہوا کہ گمان "ظن" کی ہر شکل قابلِ مذمت نہیں ہے، اس لیے بعد میں ارشاد ہُوا:

ان بعض الظن اثم ۔ بلاشُبہ گمان کی بعض صورتیں گناہ ہیں۔

آیات (۲، ۳، ۴) میں مشرکین کے عقیدہ شرک اور اُن کے مشرکانہ اقوال اور رسم ورواج کو بیان کیا گیا ہے، اور آخر میں ان کے عقائد کی بنیاد ظن وتخمین کو قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اُن کے ان عقائد، رسوم کی پشت پر کوئی قابلِ اعتماد دلیل موجود نہیں ہے، حالانکہ اس کے برعکس شرک کی تردید اور توحید کے اثبات میں نہایت قوی، عقلی اور کائناتی دلائل وقرائن موجود ہیں۔

آیت (۵) میں حشر و نشر کے انکار کو "ظن" یعنی بے بنیاد وہم قرار دیا گیا ہے، کیونکہ حشر و نشر (زندگی بعد موت) کا ثبوت متعدد عقلی اور نقلی دلائل و براہین سے واضح ہو چکا ہے۔ اس کا انکار کسی یقین اور علمی استدلال پر مبنی نہیں ہے۔

آیت (۶) میں مشرکین کا مقولہ نقل کیا گیا ہے، جو انہوں نے قیامت کا انکار کرتے ہوئے کہا تھا۔

آیت (۷) میں ان باتوں کے پیچھے پڑتے اور اُن کے بارے میں زبان کھولنے سے منع کیا گیا ہے جن کی بنیاد وہم و خیال پر ہو، اس لحاظ سے یہ آیت، آیت ۱ کے ہم معنی ہے۔ اسی طرح حدیث "وایاکم والظن" میں اس ظن سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جو شکی اور وہمی مزاج کی پیداوار ہو۔

"ظن" کے یہ مراتب و اقسام اسی طرح ہیں، جس طرح کہ "یقین" کے متعدد مراتب و اقسام قرآن مجید سے معلوم ہوتے ہیں۔

مراتب یقین

قرآن مجید میں یقین کے تین مراتب و منازل بیان کیے گئے ہیں، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ امام ابن تیمیہ نے ان تینوں مراتب کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "علم الیقین" علم کے اس درجہ کا نام ہے، جو کسی شخص کو کسی بات سُننے، کسی دوسرے شخص کے بتلانے اور کسی امر میں قیاس اور غور و فکر کرنے سے حاصل ہو، پھر جب اُسے آنکھوں سے مشاہدہ اور معائنہ کرے گا، تو اسے "عین الیقین" کا مرتبہ حاصل ہو جائے گا، اور جب دیکھنے کے بعد اسے چھوئے گا، محسوس کرے گا، اُسے چکھے گا اور اس کی حقیقت کو پہچان لے گا، تو اُسے "حق الیقین" کا مقام حاصل ہو جائے گا۔ علم الیقین کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے خبر دی کہ فلاں مقام پر شہد ہے۔ اب راوی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تصدیق کرنا علم الیقین ہے، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ خود آنکھوں سے شہد کے چھتے کا مشاہدہ کر لیا جائے یہ عین الیقین کا مرتبہ ہے۔ یہ درجہ پہلے مرتبہ کی بہ نسبت اعلیٰ اور یقین و اذعان کے لحاظ سے اونچا مقام رکھتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ولیس الخبر کالمعائنۃ یعنی جو کان سے سُن لے وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو آنکھ سے دیکھ لے۔ حق الیقین کی مثال یہ ہے کہ کسی نے شہد کو چکھ کر اس کا مزہ اور اس کی مٹھاس محسوس کر لی یہ تیسرا درجہ دوسرے درجہ کی نسبت اعلیٰ و ارفع ہے

اب یوں سمجھنا چاہیئے کہ جہاں سے یقین کا ابتدائی درجہ شروع ہوتا ہے، وہاں ظن کی اعلیٰ ترین قسم کی سرحد ختم ہوتی ہے یقین سے یہ تینوں مراتب درجہ بدرجہ شریعت اسلامیہ میں مطلوب ہیں۔ لیکن "ظن" کی مذکورہ بالا پانچ اقسام میں سے دو یعنی ظن بمعنی یقین اور ظن یعنی گمان غالب مستحسن نہیں، بلکہ بعض حالات میں ان پر اعتماد کرنا واجب ہے باقی رہیں آخری تین قسمیں، تو ان سے احتراز و اجتناب ضروری ہے اصول حدیث کی کتابوں میں حدیث کو ظنی یا مفید کہا گیا ہے۔ اس سے مراد ظن کے پہلے یا دوسرے معنی ہو سکتے ہیں نہ کہ تیسرے اور چوتھے معنیٰ۔

واضح رہے کہ گمان غالب کے لحاظ سے مفید ظن روایات کو اخبار آحاد کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس کے راوی تعداد کے اعتبار سے حد تواتر کو نہ پہنچے ہوں۔

خبر متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں، جس کے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ رہے ہوں کہ عادۃً ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناممکن ہو۔

اب یقین کے مختلف مراتب اور ظن کی متعدد صورتوں کے اعتبار سے حدیث کی حسبِ ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ ایسے عملی مسائل پر مشتمل احادیث، جو امت میں شروع سے اب تک بغیر کسی اختلاف کے ایک دَور سے دوسرے دَور میں منتقل ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً اذان و اقامت کے کلمات، صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، رکوع و سجود کی تعداد۔ اس قسم کے بیسیوں وہ امور ہیں، جو حدیث کی مستند کتابوں میں درج نہیں اور ان کی تائید میں پوری اُمت کا تعامل (عملدرآمد) بغیر کسی شائبہ اختلاف کے موجود ہے۔ سُنت و حدیث کا یہ وہ سرمایہ ہے، جس کا یقینی پہلو قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کی طرح محکم اور مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے کاتبوں اور حافظوں کی تعداد اگر ہر دَور میں لاکھوں رہی ہوگی، تو نمازیوں اور روزہ رکھنے والوں کی گنتی کروڑوں سے کم نہ ہوگی۔ تواتر اور راویوں کی ان گنت تعداد کے لحاظ سے حدیث کا یہ سرمایہ قرآن ہی کی طرح یقینی ہے، اس کا انکار خود قرآن کے انکار کے ہم معنی ہے۔

حدیث کا یہ سرمایہ شک و شبہ سے بالاتر ہونے کے اعتبار سے حق الیقین کا مقام رکھتا ہے۔

۲۔ تواتر کی دوسری قسم علم کی اصطلاح میں تواتر طبقہ عن الطبقہ کہلاتی ہے۔ یعنی ایک دور کے ان گنت افراد دوسرے اور بے شمار لوگوں کی طرف کامل اتفاق کے ساتھ کسی بات کو منتقل کرتے ہیں۔ اس کی واضح مثال قرآن مجید کا ایک دَور سے دوسرے دَور کی طرف تواتر کے ساتھ منتقل ہونا ہے۔ یہ قسم بھی حق الیقین کے درجہ میں ہے۔

۳۔ تواتر اسناد: یعنی حدیث کا ایک متن متعدد سندوں سے مروی ہو۔ یہ تعداد بھی اتنی ہو کہ حدِ تواتر تک پہنچ جائے۔ مثلاً حدیث من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار (یعنی جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔)

یہ روایت ۶۲ صحابہ سے منقول ہے، جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ ایک دوسری تحقیق کے مطابق صحابہ کی تعداد سو سے بھی متجاوز ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ابن اصلاح ص۱۳۵

اسی طرح ختم نبوت پر احادیث ۱۵۰ اصحاب سے مروی ہیں، جن میں سے تیس ۳۰ صحابہؓ کے اسمائے گرامی صحاح ستہ میں ملتے ہیں۔
مقدمہ فتح الملہم شرح مُسلم ص۶

۴۔ تواتر قدر مشترک یا تواتر معنوی: یعنی کسی واقعہ کے بارے میں منقول تمام جزئیات و تفصیلات تو حدِ تواتر کو نہیں پہنچتیں، لیکن مختلف روایات میں جو قدر مشترک پایا جاتا ہے، اس کے متواتر ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً حاتم طائی کی سخاوت کے بارے میں جو تفصیلات زبان زدِ عوام ہیں، وہ سب کی سب متواتر نہیں ہیں لیکن ان سب حکایات و واقعات میں ایک بات قدر مشترک کی حیثیت سے پائی جاتی ہے اور وہ ہے حاتم کی بے پناہ جود و سخا۔ اس کا انکار بداہت کے انکار کا ہم معنی ہے۔ سُنت کے مستند ذخیرے میں اس تواتر کی نمایاں مثال احادیثِ معجزات ہیں۔ یہ روایات اپنی سند اور راویوں کی تعداد کے لحاظ سے متواتر کی حد سے کم ہیں، لیکن ان میں جو قدر مشترک پایا جاتا ہے، اس کے متواتر ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان احادیث میں یہ بات قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض ایسے افعال کا صدور ہوا ہے جو خارق عادت اور سلسلہ اسباب سے ماوراء ہیں۔

حدیث کی اقسام (۳، ۴) سے یقین و اطمینان کی وہی کیفیت حاصل ہوتی ہے، جو "عین الیقین" سے حاصل ہو سکتی ہے۔

حدیث متواتر کی ان اقسام کے بعد خبر واحد کا نمبر آتا ہے۔ راویوں کی تعداد اور ان کی ثقاہت کے لحاظ سے اس کی بھی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے بعض اقسام مفید یقین ہیں۔ (یعنی ان سے علم الیقین کی سی اطمینانی کیفیت حاصل ہوتی ہے) اور بعض انواع مفید ظن ہیں۔ یعنی گمان غالب کی حد تک انسان ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ایسی روایات، جو راویوں کی تعداد کے لحاظ سے حد تواتر کو نہ پہنچ سکیں۔ ان کو اخبار آحاد (خبر واحد) شمار کیا جاتا ہے۔ خبر واحد کی راویوں کی تعداد کے اعتبار سے چند قسمیں ہیں۔

۱۔ مشہور۔ ایسی روایت جس کے سلسلہ سند میں شروع سے آخر تک (یعنی ہر دور میں) راویوں کی تعداد دو سے زیادہ ہو۔

۲۔ عزیز۔ ایسی حدیث جس کی تعداد رواۃ ہر دور میں دو سے کم نہ ہو۔

۳۔ غریب۔ ایسی روایت جس کی سند کسی دور میں یا تمام ادوار میں ایک راوی پر مشتمل ہو۔

واضح رہے کہ محدثین کے نزدیک اگر کسی روایت کی سند کے اکثر ادوار میں راویوں کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہو لیکن کسی ایک دور میں ایک ہی راوی ہو، تو اس روایت پر "غریب" ہی کا اطلاق ہوگا۔ یہی حال خبر واحد کی دوسری انواع کا بھی ہے مثلاً بعض محدثین کی بعض روایات کی سند اس طرح پر ہے۔ عن احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سند میں مولف کتاب اور حضرت عبداللہ بن عمر کے درمیان چار واسطے پائے جاتے ہیں۔ اب اگر تین واسطوں کے ساتھ بہت سے راوی موجود ہوں لیکن ایک واسطہ بھی اپنی جگہ منفرد رہ جائے، تو یہ حدیث غرابت سے خالی نہ ہوگی اس قسم کی احادیث کے راوی اگر ثقہ اور قابل اعتماد ہوں، تو یہ محدثین کے نزدیک قابل قبول ہوتی ہیں، لیکن خبر واحد کی ان انواع کو ظنی (مفید ظن) قرار دیا گیا ہے یہاں ظن سے مراد گمان غالب ہے، جس کی سرحدیں علم الیقین سے انتہائی قریب ہوتی ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں ان تمام ذرائع پر اعتماد کیا گیا، جن کی بنیاد گمان غالب ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت: واشھدوا ذوی عدل منکم کی روشنی میں دو عادل گواہوں کی شہادت پر اعتماد کیا گیا ہے اور اس شہادت کی بنا پر قتل جیسے فوجداری معاملات کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے حالانکہ اس شہادت کا درجہ سو فی صدی یقینی نہیں ہے، بلکہ جو کچھ بھی ہے، وہ ظن (گمان غالب) ہی ہے یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس مسلمان کی جان کا تحفظ (عصمت) قرآن اور سنت متواترہ کے ذریعہ ثابت ہے، اسی کو دو عادل گواہوں کی شہادت کی بنا پر قتل کا مجرم قرار دیتے ہوئے قصاص میں پھانسی پر لٹکایا جا سکتا ہے۔

خبر واحد کا یقینی پہلو

محدثین کرام نے جہاں خبر واحد کو مفید ظن کہا ہے، وہاں یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ اگر خبر واحد کے ساتھ دوسرے قرائن و شواہد وابستہ ہوں، تو یقین کا پہلو نکل آتا ہے۔ یعنی خبر واحد مشتمل بر قرائن و شواہد علم الیقین کا فائدہ دیتی ہے۔

اصول حدیث کی کتابوں میں ان قرائن و شواہد کی تین مثالیں دی گئی ہیں۔

۱۔ بخاری و مسلم کی وہ تمام روایات، جو محدثین کے نقد و تبصرے سے بالاتر رہی ہیں صحت و قوت اور قبولیت عام کے لحاظ سے ان کا درجہ ان روایات سے کہیں زیادہ بلند ہے، جو صرف راویوں کی ثقاہت کی بنا پر قابل اعتماد ٹھہرائی گئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو تلقی

بالقبول (قبولیت عام) کا مقام حاصل ہونا اور ان کی صحت قابلِ اعتماد جمہور اُمت کا اجماع و اتفاق ہونا' ایسے مضبوط قرائن و شواہد ہیں کہ جن کی بنا پر یہ احادیث مفید علم یقین قرار پاتی ہیں۔

حدیث مشہور بھی مفید علم لیقین ہے' جب کہ وہ متعدد الگ الگ سندوں سے مروی ہو۔ اور ہر قسم کی فنی خامی اور راویوں کے ضعف سے پاک ہو۔

۳۔ حدیث مسلسل بالائمۃ : یعنی ایسی حدیث جس کے راوی ہر دور میں مشہور اہل علم میں سے ہوں' بشرطیکہ وہ اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد نہ ہوں' بلکہ علم و تقویٰ کے لحاظ سے اُن کے ہم پایہ کوئی دوسری شخصیت بھی ان کی ہم نوا ہو۔ مثلاً امام احمد بن حنبل' امام شافعی سے روایت کریں اور وہ بھی امام مالک سے۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں بزرگوں کی ثقاہت اور علمی جلالت و عظمت سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے۔ اب اگر ان میں سے ہر امام کے ساتھ ایک دوسرا جلیل القدر عالم بھی شریک روایت ہو' تو سہو و نسیان کا امکان انتہائی کم سے کم رہ جاتا ہے اور اگر مذکورہ بالا تینوں شکلیں کسی ایک ہی حدیث میں یکجا ہو جائیں' تو اس صورت میں قطعیت اور یقین کا پہلو اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے یعنی جب ایک روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں درج ہو۔ راویوں کی تعداد کے لحاظ سے مشہور ہو' اور راوی بھی اکابر ائمہ دین میں سے ہوں۔

ان کے علاوہ اور بھی قرائن و شواہد ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل کی اس وقت ضرورت نہیں ہے۔ اس تفصیل سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خبر آحاد کی بھی متعدد انواع مفید علم الیقین ہیں' اب صرف وہ اخبار احاد رہ جاتی ہیں' جن کے راوی تقویٰ اور حافظہ کے لحاظ سے تو قابل اعتماد ہیں' لیکن دوسرے قرائن و شواہد سے ان کو تقویت اور تائید حاصل نہیں ہو سکی ہے' ان روایات کو بھی صحت و قوت کے لحاظ سے مختلف مراتب میں تقسیم کیا گیا ہے مثلاً صحیح لذاتہ' حسن لذاتہ' صحیح لغیرہ' حسن لغیرہ۔

۱۔ صحیح لذاتہ سے مراد وہ روایت ہے' جس کے راوی عدالت (تقویٰ) اور قوتِ حافظہ کے لحاظ سے قابلِ اعتماد ہوں' سند کی تمام کڑیاں باہم متصل و مربوط ہوں' انقطاع کے نقص سے پاک ہوں' اور ہر قسم کی ان فنی خامیوں سے مبرا ہوں' جن کو فن حدیث کے ماہرین ہی جان سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ روایت ہر قسم کے شذوذ سے پاک ہو۔ (شذوذ کا مطلب محدثین کی اصطلاح میں یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ قابلِ اعتماد راوی سے حدیث میں دو یا تین ثقہ راویوں سے سند یا متن حدیث کے بیان میں اختلاف کرے) یہ پانچ شرطیں جس حدیث میں پورے کمال کے ساتھ پائی جائیں' وہ "صحیح لذاتہ" شمار ہو گی۔

۲۔ اگر تمام شرائط کے باوجود حافظہ کے لحاظ سے کچھ کمی پائی جاتی ہے' تو اس روایت کو "حسن لذاتہ" کہا جاتا ہے۔

۳۔ اگر کسی روایت میں ضعف کے متعدد وجوہ موجود نہ ہوں' لیکن اس ضعف کی تلافی اس بنا پر ہو گئی ہو' کہ وہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے' تو ایسی حدیث کو "حسن لغیرہ" کہا جاتا ہے۔ محدثین کرام نے کسی روایت کو غرابت یا ضعف سے پاک کرنے کے لیے توابع و شواہد کی جستجو کا بھی اہتمام کیا ہے۔

۴۔ "صحیح لغیرہ" اگر کئی طرق (سندوں) سے مروی ہو' تو اس کا نام "صحیح لغیرہ" ہے۔

مثلاً ایک شخص مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اساتذہ کے واسطے سے ایک قول شاہ ولی اللہؒ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اب اگر تلاش و جستجو سے مولانا مرحوم کا کوئی دوسرا شاگرد بھی اس قول کا راوی نکل آتا ہے' تو اُسے محدثین کی اصطلاح میں تابع کہتے ہیں' لیکن اگر کسی دوسری

سند مثلاً مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے اس قول کی تائید ہو جاتی ہے، تو اسے شاہد کہتے ہیں۔ اصول حدیث میں توابع و شواہد کی جستجو کا نام اعتبار ہے۔ محدثین کے ہاں اس "اعتبار" کی بڑی قدر و قیمت ہے، انہوں نے انتہائی کوشش اور جانفشانی سے ہزاروں روایات کے شواہد و توابع کو ڈھونڈ نکالا ہے، اس لیے پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ احکام و مسائل کے بارے میں شاید ہی ایسی کوئی منفرد روایت ہو، جس کے توابع و شواہد کا کھوج محدثین نے نہ لگا لیا ہو، واللہ درھم جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیرا۔

ان شواہد و توابع کی بنا پر بہت سی غریب یا حسن روایات گمان غالب سے بڑھ کر یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔

چند شبہات

علم حدیث پر جو مسلمانوں کو وثوق و اعتماد ہے، اس کو متزلزل کرنے اور ذخیرۂ روایات کو مشکوک ٹھہرانے کے لیے منکرین سُنّت کی طرف سے متعدد شبہات پھیلائے گئے ہیں۔

ایک لاکھ روایات

کہا جاتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب (صحیح بخاری جو سات ہزار روایات پر مشتمل ہے) کا انتخاب ایک لاکھ احادیث میں سے کیا ہے، امام بخاری کا اتنی بڑی تعداد کو نظر انداز کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ تیسری صدی ہجری تک احادیث کے نام سے بہت سی رطب و یابس روایات کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے انبار میں سے اصل حقیقت کا سراغ لگانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ایک لاکھ کا عدد پیش کرتے ہوئے جو مغالطہ دیا جاتا ہے، اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حقائق پیش نظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ محدثین کی اصطلاح میں اگر ایک متن حدیث متعدد سندوں سے آیا ہے، تو یہ متن اپنی ہر سند کے لحاظ سے ایک حدیث شمار ہوتا ہے مثلاً مشہور حدیث انما الاعمال بالنیات سات سو سندوں سے مروی ہے یعنی ایک حدیث کے سینکڑوں توابع و شواہد ہیں، فن حدیث میں یہ ایک حدیث نہیں بلکہ سات سو حدیثیں شمار ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ جب امام بخاری کی ایک ہی حدیث کی سندیں سینکڑوں تک پہنچتی ہیں تو باقی روایات کے توابع و شواہد کی تعداد کہاں تک پہنچے گی۔ اس کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے:۔

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

(تلقیح ابن جوزی مقدمہ ابن الصلاح ص۱۱)

واضح رہے کہ محدثین کی تحقیق کے مطابق تمام رطب و یابس روایات پچاس ہزار سے زیادہ نہیں ہیں، امام حاکم کا قول ہے کہ صحت و وثوق کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔

۲۔ محدثین "حدیث" کا وسیع مفہوم لیتے ہوئے اس کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے آثار و اقوال پر بھی کر دیتے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ امام بخاریؒ نے ایک لاکھ میں سے خالص مرفوع احادیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور اسوۂ حسنہ پر مشتمل روایات کو چھانٹ لیا۔ ظاہر ہے کہ امام محترم کا یہ طرز عمل امت اسلامیہ پر ایک بہت بڑا احسان ہے نہ کہ حدیث کے بارے میں بدگمانی کا موجب۔

۳۔ قرآنی کلمات "ساعون" کی تفسیر میں صحابہ اور تابعین سے سات قول اور نعیم (سورہ تکاثر) کے بارے میں دس قول منقول ہیں، اہل علم کے ہاں ہر قول پر لفظ حدیث کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص۲)

اس ساری تفصیل سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک لاکھ کے عدد کو ہوّا بنا کر پیش کرنا کس قدر مغالطہ انگیز ہے۔

روایت بالمعنیٰ

دوسرا شبہ روایت بالمعنی کی بنیاد پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی استاذ اپنے شاگرد کی طرف سے ان الفاظ کو منتقل نہیں کرتا، جو اس نے اپنے اُستاذ سے سُنے ہیں بلکہ اُن کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہے، اس طرح بہت سے معانی اور مطالب میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔

۱۔ روایت بالمعنی فی نفسہٖ ناجائز یا ناقابلِ نفرت نہیں ہے۔ خود قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایک ہی قصّہ کو اور ایک ہی شخص یا گروہ کی گفتگو کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد ہوا۔ ھل اتاک حدیث موسیٰ ۝ اذ رای نارا فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اٰتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدًی (پ ۱۶ سورۃ طٰہٰ۔ ع ۱)

دوسری جگہ فرمایا: فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اٰتیکم منھا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون (پ ۲۰ سورہ قصص۔ ع ۳)

تیسرے مقام پر ارشاد ہوا: اذ قال موسٰی لاھلہ انی انست نارا سااٰتیکم منھا بخبر او اٰتیکم بشھاب قبس لعلکم تصطلون (پ ۱۹ سورہ النمل ع ۱)

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت میں ایمان لانے والے جادوگروں کی گفتگو متعدد مقامات پر مختلف الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ اصل مفہوم سب جگہ ایک ہے، لیکن الفاظ میں تفاوت پایا جاتا ہے۔

۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا بہت بڑا حصہ بعینہٖ الفاظِ نبویؐ کے ساتھ منقول ہے۔ مثلاً اذان و اقامت کے کلمات، اذکار و ادعیہ کے الفاظ اور احادیثِ قدسیہ۔

ان کے علاوہ احکام و اخلاق کے متعلق احادیث کا دو تہائی حصہ فعلی اور تقریری روایات پر مشتمل ہے (تقریر کے معنی ہیں کہ آپؐ کے سامنے کوئی کام کیا گیا ہو اور اس پر آپؐ نے انکار نہ فرمایا ہو۔) روایت بالمعنیٰ کا اگر سوال پیدا ہو سکتا ہے، تو وہ صرف قولی احادیث کے بارے میں ممکن ہے۔ اس طرح پورے ذخیرہ روایات پر غور کرنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جن احادیث میں روایت بالمعنی کا احتمال ممکن ہے وہ ایک ثلث سے زیادہ نہیں ہیں۔ روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا گیا ہے، تو اس کے لیے محدثین نے بڑی شرطیں لگائی ہیں۔ یعنی یہ طریق کار وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں، جو زبان کے ماہر اور لغت کی وسعتوں پر پوری طرح قابو پا سکتے ہوں۔

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں:

ولا یجوز تعمد تغییر المتن مطلقاً ولا الاختصار منہ بالنقص، ولا ابدال اللفظ المرادف باللفظ المرادف لہ العالم بمدلولات الالفاظ	متنِ حدیث کے الفاظ میں عمداً تبدیلی کرنا یا اختصار کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ایک ہم معنی لفظ کو دوسرے ہم معنی لفظ سے بدلنا جائز ہے، ہاں یہ کام اس کے لیے جائز ہو سکتا ہے جو الفاظ کے معانی و مطالب سے بخوبی واقف اور باخبر ہو (شرح نخبۃ الفکر)

نیز تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شرح صحیح مسلم مقدمہ امام نووی و فتح المغیث شرح الحدیث العراقی صد ۵۷۶

۳۔ اگر اہلِ علم اور ماہرینِ لغت کے لیے بھی روایت بالمعنیٰ کی اجازت نہ ہو تو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ بھی حرام قرار پاتا ہے اور ترجمانی بھی ناجائز ٹھہرتی ہے، حالانکہ اس بارے میں اہلِ علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ نے متعدد مواقع پر غیر عربی لوگوں سے ترجمانی کے واسطے سے گفتگو کی ہے، اور اسلام کا پیغام پہنچایا ہے، سر دست انہی دو شبہات کے جوابات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

احادیث میں تمثیلات

مولانا جعفر شاہ پھلواروی

ہر قسم کی مادی تعلیم اور روحانی تربیت کی تکمیل تمثیل و تشبیہہ ہی سے ہوتی ہے اور دنیا کا کوئی لٹریچر خواہ وہ انسانی ہو یا آسمانی اس سے خالی نہ رہ سکا اور نہ یہ ہونا ممکن تھا۔ کلام الٰہی کے بعد سب سے زیادہ اہم کلام رسولؐ ہے۔ ہم اس مضمون میں احادیث نبویؐ سے صرف چند تمثیلاتی نمونے پیش کر رہے ہیں۔

مقام نبوت کی تمثیل

اہلِ مکہ کا یہ دستور تھا کہ جسے کسی اہم معاملے کی اطلاع دینی ہوتی، وہ کوہِ صفا پہ چڑھ جاتا اور حسبِ ضرورت خاندان کو بلانا ہوتا، آواز دے کر بلاتا۔ جب سب جمع ہو جاتے، تو ان کو اس معاملے سے آگاہ کر دیتا۔ نبوت کا تیسرا سال تھا اور ابھی چھپ چھپ کر تبلیغ ہوتی تھی۔ جب آیت "فاصدع بما تؤمر" نازل ہوئی، تو اہلِ مکہ کے رواج کے مطابق حضورؐ صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور قریش کے مختلف خاندانوں کو آواز دے کر بلایا۔ حسبِ دستور لوگ جمع ہو گئے، تو حضورؐ نے ان لوگوں سے پوچھا:

ارئیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی تریدان تغیر علیکم کنتم مصدقی

(دیکھو اگر میں تم سے کہوں کہ شہسواروں کا ایک دستہ دوسری طرف کے دامنِ کوہ سے تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے۔)

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

نعم ما جربنا علیک الا صدقا

(ہاں ہمارا ہمیشہ کا تجربہ یہ ہے کہ تم سچ ہی بولتے ہو۔)

اپنی صداقت پر حاضرین کی زبان سے مہرِ تصدیق ثبت کرا لینے کے بعد حضورؐ نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:۔

فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔

(اچھا تو مجھے سچا سمجھتے ہو تو ایک سچی حقیقت اور بھی سنو کہ میں تم سب کے لیے ایک بڑے سخت عذاب کی وارننگ دیتا ہوں۔)

(رواہ الشیخان والترمذی عن ابن عباس)

اس واقع میں تشبیہہ و تمثیل کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ لیکن یہ پورا واقعہ ہمہ تن تشبیہہ و تمثیل ہے۔ مقامِ نبوت کی اور اس سے بہتر تشبیہہ ممکن نہیں۔

حضورؐ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور سامنے ایک طرف دامنِ کوہ میں سب لوگ کھڑے ہیں، وہ سب حاضرین صرف پہاڑ کے اسی ایک طرف کا حال دیکھ رہے ہیں، جس طرف وہ خود کھڑے ہیں۔ یہ پہاڑ کی پشت پر اس طرف کیا کچھ ہے، اس کا انہیں کوئی علم نہیں۔ اس لئے کہ بیچ میں پہاڑی

حائل ہے۔ مگر حضورؐ کی حیثیت یہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور دونوں طرف دیکھ رہے ہیں۔ حضورؐ کی نظر ادھر حاضرین پر بھی ہے اور پہاڑ کے پس پشت کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ نیچے کھڑے ہونے والے لوگوں کو اس طرف پسِ پشت کی کوئی خبر نہیں ہو سکتی۔ ان کو اس طرف کی اگر کوئی اطلاع مل سکتی، تو صرف اس شخص کے اطلاع دینے سے جو اوپر کھڑا پہاڑ کے دونوں رخوں کو یکساں دیکھ رہا ہے۔ بالکل یہی مثال ہے مقامِ نبوت کی۔ پیغمبر حال کے اعمال کو بھی دیکھتا ہے اور مستقبل کے نتائج پر بھی اس کی نظر جمی رہتی ہے۔ وہ دنیا کو بھی دیکھتا ہے اور آخرت کو بھی۔ اس کا تعلق خدا سے بھی ہوتا ہے اور خدا کے بندوں سے بھی۔ ادھر سے لیتا ہے ادھر پہنچا دیتا ہے۔ وہ آغاز کو بھی دیکھتا ہے اور اس طرح اسے انجام بھی نظر آتا ہے۔ بندوں کے سامنے ایک ہی رُخ ہوتا ہے۔ پیغمبر کی نگاہیں آخرت پر، انجام پر، غیوب پر، دماغِ انسانی سے ورا الورا حقائق پر بھی ہوتی ہیں اور یہ حقائق انسانوں پر منکشف ہی نہیں ہو سکتے تا آنکہ انھیں پیغمبر نہ بتائے۔ عام انسانوں کی نگاہ اور نبوی بصیرت میں جو فرق ہے، اس کی تشبیہ و تمثیل اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی ہے، جو حضورؐ نے عملی طور پر پیش فرما دی۔

خاتم النبیین کا صحیح مقام

اپنی مدح میں مبالغہ اور دوسروں کے فضل کے اعتراف میں تنگ دلی کا مظاہرہ عام انسانی فطرت میں داخل ہے۔ لیکن پیغمبر اس قسم کی انسانی کمزوریوں سے ارفع ہوتا ہے اور وہ ہر بات کو اتنا ہی بیان کرتا ہے، جتنی وہ حقیقت کے مطابق ہو۔ عدل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ حضورؐ اپنی اور پیشرو انبیاؑ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کرجل	میری اور جو انبیاء مجھ سے پہلے گزرے ہیں، ان کی مثال
بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع	یوں ہے، جیسے کسی نے ایک بڑی خوبصورت اور عمدہ عمارت بنائی
لبنة من زاویة من زوایاہ	ہو اور اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ
فجعل الناس یطوفون به ویعجبون	دی ہو۔ لوگ اس عمارت کے گرد گھوم گھوم کر حیرت زدہ
له ویقولون هلا وضعت هذه فانا	ہو رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔
تلك اللبنه وانا خاتم النبیین۔	بس سمجھ لو کہ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں

(رواہ الشیخان عن ابی ہریرہ)

اس حدیث میں ایک بڑی حقیقت یہ پوشیدہ ہے کہ تکمیلِ دین میں بھی ارتقائی منازل طے ہوتی رہی ہیں۔ عقل انسانی کے ساتھ ساتھ دینی تصورات میں بھی ارتقا ہوتا رہتا ہے۔ جب ایک عمارت بنتی ہے تو بنیاد کھودنے سے لے کر تکمیل عمارت تک ہر قدم ارتقائی ہی قدم ہوتا ہے۔ دین کی عمارت میں بھی یہی صورت رہی ہے۔ ہر پیغمبر نے ایک اینٹ رکھ کر اس مقصد کو آگے بڑھایا ہے اور عمارت کو قریب تر کر دیا۔ لیکن تکمیل خاتم النبیین کے ہاتھوں ہوئی:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت	آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام
علیکم نعمتی ..... الخ	پورا کر دیا۔

یہ اسلام ایک دین اور نظامِ زندگی کی حیثیت سے تمام انبیاؑ کا واحد اور مشترک دین تھا۔ یعنی سب کا دین اسلام ہی تھا، اور سب نے اس عمارت کو پروان چڑھانے میں اپنی استطاعت بھر حصہ لیا مگر تکمیل و اختتام اور اس نعمت کا اتمام محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

ہاتھوں ہوا اور نبوت کا مقصد پورا ہوگیا۔ اسی لیے نبوت بھی ختم ہوگئی۔ گویا معمارِ دین تو سبھی پیغمبر ہیں لیکن آخری معمار خاتم النبیینؐ ہیں۔ اس سے یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ حضورؐ کی مقدارِ خدمت بس اتنی ہی نسبت رکھتی ہے جتنی پوری عمارت میں ایک اینٹ۔ یہ نسبت پوری عمارت کے مقابلے میں رکھ کر نہ دیکھیے۔ الگ الگ اینٹوں کے مقابلے میں رکھ کر دیکھیے، جو ایک ایک پیغمبر نے رکھی۔ یہ ساری اینٹیں الگ الگ بھی قابلِ قدر ہیں، لیکن سب مل کر بھی عمارت کی تکمیل نہیں کرتیں۔ صرف حضورؐ کی رکھی ہوئی آخری اور کامل اینٹ نے تکمیلِ عمارت کی۔ اس لحاظ سے اظہارِ حقیقت کی جو مثال اس تشبیہ میں دی گئی ہے۔ اس سے بہتر تمثیل نہیں ہو سکتی۔

صدیقؓ و فاروقؓ کی تمثیل جنگِ بدر میں ستر افراد قید ہو کر آئے تھے۔ ان قیدیوں کے متعلق جب حضورؐ نے مشورہ فرمایا، تو حضرت ابوبکرؓ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ انھیں توبہ کی توفیق دے۔ حضرت عمرؓ بولے کہ ان لوگوں نے حضورؐ کو بے وطن کیا اور جھٹلایا، اس لیے سب کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا:

مثلك یا ابابکر کمثل ابراھیم قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانك غفور رحیم وکمثل عیسٰی قال ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم ومثلك یا عمر کمثل نوح قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا" وکمثل موسٰی، قال واشدد علی قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔

(رواہ ابوداؤد عن ابن مسعود)

اے ابوبکر! تمہاری مثال تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسٰیؑ جیسی ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ (ترجمہ) جو میری پیروی کرے، میرا ہے اور جو نافرمانی کرے تو اللہ غفور و رحیم ہے اور عیسٰیؑ نے فرمایا کہ (ترجمہ) اگر تو انھیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کی مغفرت فرمائے، تو عزیز و حکیم ہے اور اے عمر! تمہاری مثال نوحؑ اور موسٰیؑ جیسی ہے۔ نوحؑ نے یہ دعا کی تھی کہ (ترجمہ) ان کافروں میں کسی کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ اور موسٰیؑ نے یہ دعا کی کہ (ترجمہ) ان کے دلوں میں اور سختی پیدا کر دے تاکہ عذابِ الیم کو دیکھے بغیر یہ ایمان ہی نہ لا سکیں۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرتوں کے ساتھ سیدنا ابراہیمؑ و عیسٰیؑ اور سیدنا نوحؑ و موسٰیؑ کی سیرتوں سے جو واقف ہوگا، وہ یہ اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ان دونوں بزرگوں کے لیے اس سے بہتر تشبیہ و تمثیل ممکن نہیں۔

صراطِ مستقیم صراطِ مستقیم اور اس کے ساتھ کئی متعلقہ چیزوں کی تشبیہ حضورؐ نے یوں دی ہے:

ضرب اللہ مثلا صراطا مستقیما وعن جنبتی الصراط سوران فیھما ابواب مفتحۃ وعلی الابواب ستور مرخاۃ وعند راس الصراط داع یقول استقیموا علی الصراط ولا تعوجوا وفوق ذالك داع یدعو کلما ھم عبد ان یفتح شیئا من تلك الابواب قال ویحك لا تفتحہ فانك ان فتحتہ تلجہ ثم فسرہ بان الصراط ھو الاسلام وان الابواب المفتحۃ محارم اللہ وان الستور المرخاۃ حدود اللہ والداعی علی راس الصراط ھو القرآن والداعی فوقہ ھو واعظ اللہ فی قلب کل مومن۔

اللہ تعالیٰ نے (قرآن حکیم میں) صراطِ مستقیم کا جو تذکرہ فرمایا، اس کی مثال یہ ہے، جیسے ایک سیدھا راستہ ہو، جس کے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ان میں جا بجا دروازے کھلے ہوئے ہوں جن پر پردے آویزاں ہوں اور سرِراہ ایک نقیب پکار رہا ہو کہ دیکھ بھال کر چلنا اور ادھر اُدھر نہ مڑنا۔ اس کے آگے دوسرا نقیب ہے جس کا کام یہ ہے کہ اگر کسی نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور وہ چلا اٹھا کہ اسے بدنصیب اسے نہ کھولنا ورنہ اندر چلا جائے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا۔ یہ صراط اسلام ہے۔ دروازے خدا کی طرف سے حرام کردہ اشیا، پردے حدود اللہ، پہلا نقیب قرآن حکیم اور دوسرا مومن کا نفسِ لوامہ ہے۔

واعظِ بے عمل

اس کے متعلق حضورؐ نے نہایت لطیف مثال دی ہے۔ فرمایا:

مثل الذی یعلم الناس الخیر — جو شخص دوسروں کو نیکی کی تعلیم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔

وینسی نفسہ کمثل السراج یضئ — اس کی مثال چراغ کی سی ہے، جو اوروں کو تو روشنی دے

الناس و یحرق نفسہٗ — اور اپنے آپ کو جلاتا رہے۔

نماز اور مغفرت گناہ

ارایتم لوان نہراً بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمس مرات ما تقولون ذالک یبقی من درنہ قالوا لا یبقی من درنہ شیئا قال فذالک مثل الصلوٰت الخمس یمحوا اللہ بہا الخطایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے گھر کے سامنے نہر بہ رہی ہو اور ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کیا جائے تو جسم پر ذرہ برابر میل رہ سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا، ہرگز نہیں رہ سکتا۔ فرمایا یہی مثال نماز پنجگانہ کی ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ (رواہ الشیخان و موطاً و نسائی)

یہ تمثیل بہت اعلیٰ ہے۔ مگر یہ صرف ان کے لیے ہے، جو حقیقت صلوٰۃ سے واقف ہوں۔ نماز ہوتی ہی ہے تطہیرِ قلب و نگاہ کے لیے اخلاق و سیرت کی بلندی کے لیے۔ نفسِ امارہ کے تزکیے کے لیے جو دن رات میں کئی بار خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنی بندگی و عبدیت کا اقرار کرے اور اس کے تقاضوں کو سمجھے، اس کے گناہ دھل جانے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے تقاضوں کو غلط طریقے سے سمجھا جائے، تو پھر یہ ہوگا کہ نمازی دل کھول کر ارتکاب گناہ کرتا جائے گا اور دل میں یہ خیال کرے گا کہ بس نمازیں پڑھ لیں، گناہ معاف ہو گئے۔ یہ زاویۂ نگاہ ایسا ہے، جو بجائے پاک کرنے کے اور زیادہ ناپاک کرتا جاتا ہے اور نمازی مستحق رحمت ہونے کے بجائے وعید کا مستحق ہو جاتا ہے۔ قصور نماز کا نہیں، نمازی کی فطرت و استعداد کا ہے۔ کھانا تو توانائی کے لیے کھایا جاتا ہے، لیکن اگر معدے کی استعداد ہی صحیح نہ ہو، تو وہی کھانا زہر بن جاتا ہے۔ قصور کھانے کا نہیں کھانے والے کی صلاحیت و استعداد کا ہوتا ہے۔

مجمعے کو چیرنا

مجلس کے آداب یہ ہیں کہ جو پہلے آئے، وہ آگے بیٹھے اور جو پیچھے آئے وہ پیچھے جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ یہی صورت مجمعے میں بھی ہونی چاہیے۔ لیکن بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ آئیں گے تو سب کے بعد لیکن بیٹھنے کی کوشش کریں گے سب سے اگلی صف میں۔ اس کا مقصد ہوتا ہے اپنے آپ کو ممتاز و نمایاں رکھنا یا یہ فقہی خیال کہ آگے ہونے سے ثواب زیادہ ملیگا۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ ایسے لوگ مجمعے کو چیر کر لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے مجمعے کے سروں پر سے گزر جاتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے کہ ان کی اس حرکت سے کسی کو کیا تکلیف ہوگی۔ حضورؐ کو آدابِ مجلس کے علاوہ یہ بھی انتہائی خیال رہتا تھا کہ کسی سے دوسرے کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اس لیے فرمایا:

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسراً الی جہنم — جو شخص جمعے میں حاضرین کو پھاندتا ہوا آگے جاتا ہے، اپنے لیے جہنم کا پل بناتا ہے۔

(رواہ الترمذی عن معاذ بن انس الجہنیؓ)

فی الواقع لوگوں کے سروں اور گردنوں کو اپنا راستہ بنانے کے لیے اس سے بہتر تمہیدی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ایک پل سے گزر رہا ہے، جو سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔

جان و مال کا احترام

بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں، جو عام حالات میں موثر نہیں ہوتے، لیکن ایک خاص موقع پر ان کی تاثیر بے پناہ ہو جاتی ہے۔ بلاغت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بات ٹھیک موقع محل پر کہی جائے۔ مثلاً ایک مومن کی جان و مال کے متعلق سب جانتے ہیں کہ یہ حرام اور قابلِ احترام ہے۔ اس بات کو آپ جس موقعے پر بھی کہیں ٹھیک ہوگی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ مؤثر بھی ہو۔ لیکن دیکھیے حضورؐ اس بات کو کس زمان و مکان کا لحاظ کرتے ہوئے کتنے ٹھیک موقع پر فرماتے ہیں۔ لاکھ سوا لاکھ پروانہ ہائے شمع رسالت سرورؐ کے ساتھ حج کرتے ہیں۔ ایسا حج جو حکمِ فرضیت کے بعد پہلا حج اور آخری حج ہے، جو حضورؐ کے ساتھ ادا کرنے کا شرف حاصل کیا جا رہا ہے۔ زمانہ حج کا ہے، جسے شہر حرام کہتے ہیں۔ جگہ وہ پاک سرزمین ہے، جسے مسجد حرام کہتے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کا احترام اس حد تک ہے کہ ایک جانور مارنا اور ایک پتا توڑنا بھی حرام ہے اور یہ ایسی رسم کہن ہے، جو قدیم الایام سے دلوں میں راسخ بھی ہے اور اسلام بھی اسے باقی رکھتا ہے۔ ایسے موقعے پر حضورؐ ایک بلیغ خطبہ دیتے ہیں، جس کا ایک ایک لفظ دلوں میں گھر کیے لیتا ہے۔ اشاروں میں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس کے بعد آئندہ میری تمہاری یکجائی اس جگہ نہ ہوگی۔ اور سمجھنے والے اسے رخصتی کا پیغام سمجھ کر رونے بھی لگتے ہیں۔ تکمیلِ دین کی آیت بھی نازل ہو جاتی ہے۔ کتنا روح پرور، کس درجے مؤثر اور کس قدر دلگداز منظر ہے۔ ٹھیک اس موقعے پر حضورؐ لوگوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ کونسا مقام ہے؟ یہ کونسا مہینہ ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ حضورؐ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ مسجد حرام اور ماہِ حرام نہیں؟ سب اثبات میں جواب دیتے ہیں اور دل ان دونوں زمان و مکان کی حرمت کے جذبات سے بھرپور ہو جاتے ہیں۔ لوہا گرم ہو گیا اور حکیم الامت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلیغ برمحل موقع پر ایک چوٹ لگائی اور یوں گویا ہوئے:

ان دماءکم و اموالکم حرام علیکم	اچھا تو سن لو کہ تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر
کحرمة یومکم ھذا فی شھرکم ھذا	اس طرح حرام اور واجب الاحترام ہیں، جس طرح آج
فی بلادکم ھذا (رواہ مسلم، ابوداؤد عن جعفر بن محمد بن علی)	کا دن، اس مہینے میں اور اس شہر مکہ میں حرام اور واجب الاحترام ہیں۔

اس تشبیہ کو دیکھیے اور موقع و محل کو دیکھیے۔ اس کے بعد فیصلہ کیجیے کہ دنیا میں اس سے بہتر کوئی اور تشبیہ بھی ممکن ہے؟

اقامتِ حدود اللہ

کسی تعزیر یا حدود یا سزا کا تصور سلیم طبائع کے لئے خوشگوار نہیں ہوتا۔ سزا بہر حال ایک سخت دلی کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اسے بالکل ترک کر دیا جائے، تو دنیا سے امن و امان اٹھ جائے۔ کیونکہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ اگر سزا کا خوف نہ ہو، تو وہ ہر بدی کے ارتکاب پر جری ہو جائیں۔ یہ صرف تصورِ سزا ہے، جو بے شمار انسانوں کو فساد فی الارض سے روکے ہوئے ہے۔ اس کے لیے حضورؐ نے جو مثال دی ہے، وہ یہ ہے:

مثل القائم فی حدود اللہ والواقع فیھا کمثل قوم استھموا	حدود اللہ کو جو نافذ کرتا ہے اور جس پر وہ نافذ ہوتی ہیں، ان دونوں

اعلیٰ سفینۃ فاصاب بعضھم اعلاھا وبعضھم اسفلھا اذا استقوا من الماء مروا علیٰ من فوقھم فقالوا لوانا خرقنا فی نصیبنا ولم نوذ من فوقنا فان وما ارادوا اھلکوا جمیعا وان اخذوا علیٰ ایدیھم نجوا جمیعاً ۔

(رواہ البخاری والترمذی عن نعمان بن بشیر)

کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ ایک کشتی میں اپنی اپنی جگہیں تقسیم کر کے بیٹھ گئے ہوں۔ بعض اوپر کی منزل میں ہوں اور بعض نیچے کی منزل میں پھر نیچے والوں کو پانی کی ضرورت محسوس ہو اور اوپر والوں سے جا کر کہیں ہم اپنے والے حصے میں پانی لینے کے لیے ایک سوراخ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو ہم کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے ایسی حالت میں اگر اوپر والے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے آزادی دے دیں، تو نتیجے میں سب کے سب ہلاک ہو گئے اور اگر وہ ان کے ہاتھ پکڑ لیں، تو وہ بھی اور یہ بھی سب بچ جائیں گے۔

تلاوتِ قرآن اور اثرِ صحبت

تلاوت کرنے والوں کی قسموں کو یوں سمجھیے کہ قرآن مجید کی تلاوت کوئی کرتا ہے، کوئی نہیں کرتا۔ تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں مومن متقی بھی ہو سکتے ہیں اور مومن فاسق بھی۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے حضورؐ نے الگ الگ تشبیہیں دی ہیں۔ گویا چار تمثیلیں ہیں۔ ایک مومن قاری کی، دوسری غیر مومن قاری کی، تیسری فاسق قاری کی اور چوتھی فاسق غیر قاری کی ——— اس کے ساتھ ساتھ حضورؐ نے نیک و بد کی صحبت کے اثر کی بھی تمثیلیں بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد ہوا :-

مثل المومن الذی یقرأ القرآن مثل الاترج ریحھا طیب وطعمھا طیب ومثل المومن الذی لا یقرأ القرآن کمثل التمرۃ طعمھا طیب لاریح لھا ومثل الفاجر الذی یقرأ القرآن کمثل الریحانۃ ریحھا طیب طعمھا مرٌ ومثل الفاجر الذی لا یقرأ القرآن کمثل الحنظلۃ طعمھا مرٌ ولاریح لھا ومثل الجلیس الصالح کمثل صاحب المسک ان لم یصبک منہ شیٔ اصابک من ریحہ ومثل جلیس السوٓء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبک من سوادہ اصابک من دخانہ (رواہ ابوداؤد عن انس)

جو مومن قرآن حکیم پڑھتا ہو، اس کی مثال ترنج (لیموں یا نارنگی) جیسی ہے جس کا مزہ بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی۔ جو مومن تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو، وہ گویا چھوہارا ہے جس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن خوشبو کوئی نہیں۔ لیکن وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہو، ایسا ہے جیسا ریحان (خوشبو دار پودا) جس کی مہک اچھی اور مزہ کڑوا اور جو فاجر تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو، اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) جیسی ہے جس کا مزہ کڑوا اور بو کوئی نہیں اور صالح کا ہمنشین جیسے مشک پاس رکھنے والا یعنی اگر مشک میسر نہ آئے تو لپٹ تو آ ہی جائے گی اور بُری صحبت میں رہنے والا ایسا ہے جیسے بھٹی والا کہ اگر سیاہی سے بچ [illegible]

حُبِ جاہ و مال

دنیا میں کون انسان ہے جسے عزت اور دولت مرغوب و محبوب نہ ہو۔ یہ چیزیں صرف مرغوب ہی نہیں بلکہ انسان ہر روز ان میں اضافہ چاہتا ہے اور کوئی مقام ایسا نہیں، جہاں یہ ہوس جا کر رک جائے۔ جب یہ محبت روح میں پیوست ہو جاتی ہے، تو زندگی کا نصب العین بن جاتی ہے اور پھر ہر فتنہ و فساد اسی سے پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انسان سیاست و مذہب کے نئے نئے روپ دھارتا ہے اور ہر راہ سے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ ہوسِ زر ہو یا ہوسِ اقتدار دونوں انسانیت اور دین کے لیے زہر ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمثیل یوں فرمائی :-

ما ذئبان ضاریان فی حظیرۃ یا کلان ویفسدان باضرفیھا من حب الشرف وحب المال فی دین المرء المسلم (رواہ بزار عن ابن عمر)

دو خونخوار بھیڑیوں کا کسی زخم کو چاٹ چاٹ کر خراب کرنا زخم کے لیے اتنا مضر نہیں جتنی مضر ایک مسلمان کے دین کے لیے حُبِ جاہ و مال ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

اور نہ وُہ اپنی خواہشِ نفسانی سے باتیں بناتے ہیں ، اُن کا کلام تو تمام تر وحی ہی ہے -

(النجم ۳-۴)



اقوالِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم [احادیث]

اقوالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ

مولانا سید محمد متین ہاشمی

سنّت وحدیث اور ان کی تشریعی حیثیت

سیّد محمد متین ہاشمی، ڈائریکٹر مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور

لغوی معنیٰ [1]۔ لغت میں سنّت طریق مستقیم، سیرت مستمرہ (خواہ وہ حسنہ ہو یا سئیہ) کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ اہل عرب کے قول سنّ الماء سے ماخوذ ہے یعنی آہستہ آہستہ اگر کسی چیز پر پانی بہایا جائے تو اس موقع پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جب ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تھا، تو آپ نے اس پر ایک ڈول پانی بہایا۔ اس موقع پر حدیث میں جو جملہ استعمال ہوا ہے، وہ اس طرح ہے

"فدعا بدلوٍ من ماءٍ فسنّه علیه" ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا منگوایا اور اس جگہ پر بہا دیا۔ چونکہ چشمے اور دریا کا پانی مسلسل ایک ہی نہج پر بہتا رہتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی عمل انسان مواظبت کے ساتھ کرتا رہے، تو اسے "اس مشابہت کی بنا پر "سنّت" کہنے لگے۔

قرآن کریم میں "سنّة الاوّلین" [2] انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَبْدِیْلاً [3]

ترجمہ: اور تم ہماری سُنّت (طریق مستمرہ) میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں پاؤ گے۔

اصطلاحی معنیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد علمائے اسلام نے اس لفظ کو صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق اور سیرت کے لیے مخصوص کر دیا۔

آگے چل کر یہ لفظ "طریقہ محمودہ و مستقیمہ" کے معنوں میں استعمال ہونے لگا چنانچہ "اہل طریقہ محمودہ و مستقیمہ" کو "اہل السنۃ" کہنے لگے [4]۔ یہی سنّت ہے جس کی اتباع کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل حدیث میں حکم فرمایا ہے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله [5]

ترجمہ (میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے، تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک تو اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت۔

سنّت اصطلاح فقہا میں فقہا کی اصطلاح میں سنّت اس عمل کو کہتے ہیں، جس کا جانب وجود جانب عدم کے مقابلے میں قابل ترجیح ہو اور اس کا کرنے والا مستحق ثواب ہوتا ہے۔ گو کہ سنّت فرض یا واجب کے درجے میں نہیں ہوتی تاہم چونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہوتی ہے، اس لیے لائق اتباع اور قابل ترجیح ضرور ہو گی۔

---

[1] ابن منظور الافریقی: لسان العرب: ۱۷: ۹۲ طبع مصر ۱۳۰۳ھ [2] الکہف: ۵۵ [3] الفتح ۲۳ [4] لسان العرب: ۱۷: ۶۰

[5] ابن عبدالبر: جامع بیان العلم: ۲: ۱۱۰ طبع مصر ۱۳۴۶ھ

سنّت اصطلاحِ محدثین میں

محدثین کے نزدیک سنّت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات، آپؐ کی ہئیت صفات خلقیہ، صفات خُلقیہ، شمائل اور ان تمام امور کو کہتے ہیں جو قبل رسالت یا بعد بعثت آپؐ کی طرف منسوب ہوں، خواہ ان سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔

محدثین یہ تعریف اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے علم کا موضوع ہر اس امر کا ثبات ہے، جو آپ سے تعلق رکھتا ہو۔[1]

سنّت اور حدیث

حدیث کا لفظ بھی "السنۃ" ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

علومُ الحدیث

علوم الحدیث دو علوم پر مُشتمل ہیں۔

(۱) علم الراویہ جس میں سلسلۂ روایت، ضبط اور ابلاغ سے بحث کی جاتی ہے۔

(۲) علم الدرایہ۔ جس میں مفہوم حدیث زیر بحث آتا ہے۔

ان دونوں سے مندرجہ ذیل شاخیں نکلی ہیں۔

(الف) علم اسماء الرجال۔ اس میں راویوں کے حالات۔ مزاج اور ان کے درجۂ ثقاہت سے بحث کی جاتی ہے۔

(ب) علم النظر فی الاسناد۔ اس میں حدیث کی سند سے بحث کی جاتی ہے۔

(ج) علم طبقات الحدیث۔ یعنی حدیث کس درجہ کی ہے اور راوی کا رُتبہ کیا ہے۔

(د) علم تدوین حدیث۔ اس میں حدیثوں کے جمع کرنے کے نظام سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

(ہ) علم کیفیتہ الروایتہ راویوں نے کس کیفیت میں یہ حدیث روایت کی آیا اس روایت میں راوی کے جذبات کا بھی دخل ہے؟ اس علم میں اس سے بحث کی جاتی ہے۔

(و) علم الناسخ والمنسُوخ۔ اس کا موضوع حدیث کی تاریخی حیثیت کا تعین اور معلوم کرنا ہے کہ کون کون سی احادیث منسُوخ ہیں؟ اور کیوں منسوخ ہیں۔

(ز) علم الفاظ الحدیث اس کا موضوع محدثین کی اصطلاحات اور روایت بالمعنیٰ کی تنقیح ہے۔

(ح) علم غریب الحدیث حدیث میں جو نامانوس الفاظ کہیں کہیں استعمال ہوئے ہیں، اُن کا صحیح محل تلاش کرنا اور یہ معلوم کرنا کہ وہ الفاظ کیوں استعمال ہوئے؟ یہ اس علم کا موضوع ہے۔

(ط) علم المؤتلف والمختلف: ایک ہی واقعہ کے سلسلے میں دو آدمیوں کو دو مختلف قسم کے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں دیئے؟ اس راز سے جس علم میں بحث کی جائے۔

---

[1] عباس متولی حمادہ: السنۃ النبویۃ: ۲۳: طبع مصر

(ی) علم طرق الاحادیث: اس علم کا موضوع حدیث کی روایت کے متعدد طریقوں کا پتہ چلانا اور ان میں رُونما ہونے والے جزوی اختلافات کا تعین ہے۔

(ک) علم الجرح والتعدیل: کوئی راوی کیوں ضعیف ہے؟ اس کے اسباب کا پتہ چلانا اس علم کا موضوع ہے۔

(ل) علم الموضوعات: موضوع حدیثوں پر تنقید۔

اقسامِ حدیث

ذیل میں حدیث کی مختلف قسموں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

صحیح: وہ حدیث ہے جس کی سند راوی سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مُسلسل متصل ہو اور کوئی راوی درمیان میں چھوٹ نہ گیا ہو۔ اس حدیث کے سب راوی سچے، یاد کے پکے اور روایت کے خلاف اسبابِ طعن و اعتراض ہرگز نہ رکھتے ہوں۔

حسن: وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں کسی پر جھوٹ کی تہمت نہ لگی ہو اور نہ کہیں روایت کا خلاف ہو۔ یعنی کسی دوسرے راوی نے اس سے دوسری طرح، جو خلافِ اوّل ہے۔ روایت نہ کیا ہو اور حدیثِ حسن کی یہ بھی شرط ہے کہ اس کے راوی یاد کے پُختہ ہونے میں حدیثِ صحیح کے راویوں سے کمتر ہوں۔ اسی بناء پر حدیثِ حسن کا رُتبہ حدیثِ صحیح کے رُتبہ سے کم ہے۔

مرفوع: وہ حدیث ہے جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا جسے تقریر میں آپؐ نے مقرر رکھا ہو۔

متصل: وہ حدیث ہے جس کی روایت و سند برابر ملی ہوئی ہو، کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

مُسند: وہ حدیث ہے جس کے راویوں کے نام مذکور ہوں۔

مشہور: وہ حدیث ہے کہ محدثین کے نزدیک شائع ہو، یعنی ہر زمانے میں بہت سے راویوں نے اس کو روایت کیا ہو۔

ضعیف: وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں سے کوئی دروغ گو یا فاسق یا کسی اور طرح سے مطعون ہو۔

موقوف: آنحضرتؐ کا وہ قول یا فعل ہے، جو کسی صحابی سے روایت کیا جائے۔ (یعنی صرف صحابی کی طرف منسوب ہو آنحضرتؐ کا اسم گرامی نہ لیا گیا ہو)

مُرسل: وہ حدیث ہے جسے کوئی تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے کہ آپؐ نے ایسا کہا یا ایسا کیا اور صحابی کا ذکر نہ کرے۔

منقطع: وہ حدیث ہے جس کی سند برابر متصل نہ ہو۔ شروع سے، درمیان سے یا اخیر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو۔ مگر منقطع اکثر اس روایت کو کہا جاتا ہے، جسے کوئی تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کا ذکر نہ کرے۔

معضل: وہ حدیث ہے جس کی سند میں سے دو یا زیادہ راوی چھوٹ گئے ہوں۔

مضطرب: وہ حدیث ہے جس میں روایات مختلف ہوں۔ کوئی کسی طرح روایت کرے اور کوئی کسی طرح۔ سب کے الفاظ یکساں اور متحد نہ ہوں۔

غریب: وہ حدیث ہے جس کی روایت میں کسی جگہ ایک راوی اکیلا ہو اور اگر ہر زمانے میں اکیلا ہوگا، تو وہ "فرد" کہلاتی ہے۔

متواتر: وہ حدیث ہے کہ اس کے راوی ہر زمانے میں کثرت سے موجود ہوں اور ان کا اتفاق جھوٹ پر عادۃً محال ہو۔

مُنکر: اس حدیث کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص دیگر لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے۔ اس کو "شاذ" بھی کہتے ہیں۔

معلّق: اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کے شروع میں سے ایک یا زیادہ راوی چھوڑ دیے جائیں۔ اس فعل کو "تعلیق" کہتے ہیں۔

تدلیس، "مدلّس": علم حدیث میں اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی جس شخص سے روایت کرے، اس سے ملاقات کی ہو یا وہ اس کا ہم عصر ہو مگر اس سے اس روایت کو سُنا نہ ہو، اور ایسے الفاظ بیان کرے جن سے یہ وہم ہوتا ہو کہ سُنا ہوا بیان کرتا ہے۔ ایسی حدیث کو "مدلّس" کہتے ہیں۔

معلّل: وہ حدیث ہے کہ بظاہر تو عیب سے پاک معلوم ہو مگر اس میں طعن و اعتراض کے پوشیدہ اسباب پائے جاتے ہوں۔

مُدرج: وہ حدیث ہے جس میں کسی راوی کا اپنا کلام بھی درج ہو جائے اور گمان ہو کہ یہ کلام بھی حدیث ہی ہے یا دو حدیثوں کے دو متن جو دو اسناد سے مَروی ہوں، انہیں ایک ہی سند سے روایت کیا جائے۔

موضُوع: وہ مصنوعی حدیث ہے جو کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف یا صحابہ کی طرف سے منسُوب کر دی ہو کہ یہ فلاں صحابی سے مروی ہے۔

مختصر تاریخ حدیث

حدیث کی حفاظت اور تدوین کا کام آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دور ہی میں شروع ہو گیا تھا، لہٰذا جن لوگوں نے کہا ہے کہ "تدوین حدیث کا کام ایک سو سال کے بعد شروع ہُوا"، وہ غلط کہتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابُوہریرہؓ کا قول موجود ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کو حدیث یاد نہیں ہے کیونکہ وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو کچھ سُنتے تھے لکھ لیتے تھے، اور میں لکھتا نہیں تھا۔[1]

ابُوداؤد شریف میں ہے۔

بعض لوگوں نے حضرت عبداللہ رضؓ سے کہا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کبھی غصہ میں ہوتے اور کبھی خوشی میں اور تم سب کچھ لکھتے جاتے ہو، تو انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا اور اس بات کا ذکر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی کر دیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تم لکھ لیا کرو"، اور زبان مبارک کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا: "اس سے جو کچھ نکلتا ہے، حق نکلتا ہے۔"[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے تحریر کردہ مجموعۂ احادیث کا نام "صادقہ" رکھا تھا۔[3]

فتح مکہ کے موقع پر اپنے خُطبہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیگر اہم ترین امُور کے بیان کے ساتھ ساتھ احکام بھی ذکر فرمائے

---

[1] بخاری: ۱: ۹۷ حدیث نمبر ۱۰۷۔ طبع قاہرہ ۱۳۸۶ھ / دارمی: ۱: ۱۲۵ طبع دمشق ۱۳۴۹ھ [2] سلیمان بن اشعث ابو داود: سُنن ابی داود: ۲: ۵۱۳، ۵۱۴ طبع کانپور / دارمی: ۱: ۱۲۵ طبع دمشق ۱۳۴۹ھ [3] ابن سعد: ۲: ۳۷۳ طبع بیروت ۱۹۵۷ء

تو ابوشاہ یمنی نے درخواست کی کہ یہ احکام لکھوا کر مجھے دیے جائیں، تو آپ نے لکھوا کر عنایت فرمائے [۱]
ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کے احکام لکھوا کر آپ نے خود عاملوں کو بھجوائے تھے [۲]
حضرت عمرو بن حزمؓ کو جب آپ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا، تو صدقات، دیات اور فرائض سے متعلق احکام لکھوا کر ان کے حوالہ فرمائے [۳]

ان روایات سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ تحریری صورت میں جمع و تدوین کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک ہی میں شروع ہو چکا تھا، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ باقاعدہ تالیفی صورت میں یہ کام نہیں ہوا تھا۔

تالیفات کی ابتداء ابنِ جریج سے ہوئی۔ پھر امام مالکؒ نے مؤطا لکھی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ (۱۰۱ھ) نے اپنے دورِ خلافت میں سرکاری طور پر باقاعدہ حدیث لکھنے کے احکام جاری کیے۔ كتب عمر بن عبد العزيز الى ابى بكر بن حزم انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه فانى خفت دروس العلم وذهاب العلماء ولا تقبل الا حديث النبى صلى الله عليه وسلم وليفشوا العلم وليجلسوا حتى تعلم من لا يعلم فان العلم لا يهلك حتى يكون سرا [۴]

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے (عاملِ مدینہ) ابوبکر بن حزم کو لکھا۔ دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں تمہیں ملیں، انہیں لکھ لو۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں علمِ دین مٹ نہ جائے اور عالم چل بسیں اور ہاں! صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھنا اور عالموں کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور تعلیم دینے کے لیے بیٹھا کریں، تاکہ جاہل لوگ ان سے علم حاصل کریں کیونکہ علم اگر پوشیدہ رہ جائے تو رفتہ رفتہ مٹ جاتا ہے

سعید بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ:

امرنا عمر بن عبد العزيز بجمع السنن فكتبناها دفترا دفترا فبعث الى كل ارض له دفترا [۵]

ترجمہ: ہمیں عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا اور ہم نے دفتر دفتر حدیثیں لکھیں۔ انہوں نے ان دفاتر کو تمام ممالکِ محروسہ میں بصورتِ مجموعہ بھیجا۔

دورِ تابعین

صحابہؓ کے دور میں بہت سے تابعین تھے جو صحابہؓ سے حدیثیں سُن کر لکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس سے حدیثیں سُن کر لکھتے [۶]

حضرت نافع حضرت ابنِ عمرؓ کے غلام تھے اور اُن سے روایت نقل کرتے تھے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن ایک کتاب نکال کر لائے اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ انہی کی لکھی ہوئی احادیث ہیں۔ مشہور تابعی محدث یہ ہیں:

---

[۱] بخاری: ۱: ۹۶، حدیث ۱۰۷ طبع قاہرہ ۱۳۸۶ھ [۲] دارقطنی: ۱: ۲۰۸، ۲۰۹ طبع دہلی۔
[۳] علی متقی ہندی: کنز العمال: ۳۔ [۴] بخاری: ۱: حدیث ۹۵ طبع قاہرہ ۱۳۸۶ھ
[۵] ذہبی: تذکرۃ الحفاظ: ۱: ۱۰۶ بحوالہ علم الحدیث نعمانی [۶] سنن دارمی: ۱: ۱۲۷، طبع دمشق ۱۳۴۹ھ

سعید بن جبیر، ہشام بن عروہ۔ محمد بن شہاب زہری، عطا ابن رباح، ابو الزناد، طاؤس، مکحول مجاہد۔ قیس بن ابی حازم۔ اسود رحمہم اللہ اجمعین۔

دورِ تبع تابعین

یُوں تو تابعین کے دَور ہی سے حدیث کی کتابوں کی تالیف شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابن جبیر اور زہری نے کتابیں لکھنا شروع کر دیا تھا، تاہم تبع تابعین کے دَور میں یہ شوق بہت بڑھ گیا اور بعض نے مسانید کے انداز میں، بعض نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے بعض نے فقہی طرز پر اور بعض نے صرف عبادات پر کتابیں لکھیں۔ اس دَور کے بعد تو یہ صورت ہو گئی کہ ایک ایک محدث کے درس میں ایک ایک لاکھ طالبانِ علمِ حدیث کا مجمع ہوتا۔ مسند امام احمد۔ مسند ابن ابی شیبہ اور مسند امام شافعی اسی دَور کی یادگار کتابیں ہیں۔

اس کے بعد صحاح ستہ کا دور آیا، اور صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف جیسی کتابیں تالیف ہوئیں۔

حدیث کی چند مستند اور مشہور کتابیں

موطا، بخاری، مُسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، نسائی، مستدرک حاکم، دارمی، مسندِ احمد، دار قطنی، بیہقی، رزین، صحیح ابنِ حبان، صحیح ابنِ خزیمہ، صحیح ابنِ عوانہ، منتقی ابنِ جارود مختارہ ابنِ ضیا المدین المقدس، طحاوی، مسند امام شافعی مصنف ابن ابی شیبہ۔ مصنف عبدالرزاق، جامع سفیان ثوری، جامع ابن المبارک، جامع جریر ابن عبدالحمید، جامع معمر، جامع حماد بن مُسلم، جامع اوزاعی، جامع ابن جریج، مسند حمیدی، مسند ابنِ ابی عاصم، مسند اسحاق ابنِ راہویہ، مسند علی بن المدینی، مسند دارمی، مسند ابی لیلیٰ، مسند کبیر بخاری، معجم کبیر، صحیح ابن ابی حاتم، معجم اوسط، موطا امام محمد، معجم صغیر، وغیرہ

نامقبول رواۃ

مندرجہ ذیل قسم کے راویوں کی روایت رد کر دی جائے گی۔

(۱) جو شخص جھوٹ بولتا ہو (۲) وضع حدیث کا اس پر شبہ ہو (۳) اس کے مزاج پر وہم غالب ہو (۴) حدیث کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتا ہو (۵) بدعتی ہو (۶) روایت کے معنی یا الفاظ میں تحریف کرتا ہو (۷) غیر معروف ہو۔

راوی کے امتیازات و خصائص

(۱) بیان کرنے والا معتمد علیہ ہو (۲) جو واقعہ بیان کرے وہ ممکن الوقوع ہو (۳) مبالغہ کرنے کی عادت نہ ہو (۴) رفتار اور گفتار قابلِ اعتراض نہ ہو (۵) حافظہ اور فہم میں فرق نہ آیا ہو۔ (۶) جاہل نہ ہو (۷) محتاط ہو اور سند متصل سے روایت کرے (۸) جس آخری شخص سے روایت کرے وہ خود واقعہ میں شریک رہا ہو (۹) اس میں آخری شخص کے مقصود کو سمجھنے کی صلاحیت ہو (۱۰) کسی خاص اثر یا تعصب کے تحت روایت نہ کرتا ہو (۱۱) تنقیح روایت میں سہل انگاری سے کام نہ لیتا ہو۔[۱]

مشتبہ احادیث

مندرجہ ذیل احادیث مُشتبہ قرار دی جائیں گی۔

۱۔ وہ حدیث جو عقل رشید کے خلاف ہو۔

۲۔ مشاہدہ کے خلاف ہو۔

۳۔ قرآن کے خلاف ہو۔

۴ - حدیث متواتر کے خلاف ہو

۵ - اجماعِ قطعی کے خلاف ہو

۶ - جو اصول سے موافقت نہ رکھتی ہو۔

۷ - جس میں معمولی سے گناہ پر سخت عذاب کی خبر دی گئی ہو۔

۸ - معمولی سے کارِ خیر پر بڑے بڑے انعام کا وعدہ کیا گیا ہو۔

۹ - سلسلہ روایت یا مضمون حدیث قابلِ اعتراض ہو۔

۱۰ - اکیلا ایک شخص کسی ایسے راوی سے روایت بیان کر رہا ہو جس سے اس کا لقاء ثابت نہ ہو۔

۱۱ - روایت میں کوئی ایسی بات ہو جس کے جھوٹ ہونے کی ایک ایسی بڑی جماعت تصریح کر رہی ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا ممتنع ہو[۱]

۱۲ - سلسلہ سند میں کوئی ایک راوی بھی ایسا ہو جس کا مدت العمر میں ایک مرتبہ بھی جھوٹ ثابت ہو گیا ہو۔ اس کی کوئی بھی روایت باجماع محدثین معتبر نہیں ہو گی۔

۱۳ - جس زمانے کی روایت بیان کرے وہ تاریخی شہادت کے صریح خلاف ہو، مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جنگِ صفین میں شریک ہونا، کیونکہ اُن کی وفات حضرت عثمانؓ ہی کے زمانۂ خلافت میں ہو چکی تھی۔

۱۴ - حدیث کسی ایسے معروف و مشاہد واقعہ کو بیان کر رہی ہو، جو وقوع پذیر ہوتا، تو ہزاروں اس کے روایت کرنے والے ہوتے، مگر روایت صرف ایک شخص کرے۔

۱۵ - واضع حدیث خود وضع حدیث کا اعتراف کرے جیسا کہ نوح بن عصم نے اقرار کیا کہ "میں نے ایک ایک سورت کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی ہیں۔[۲]

سُنّت کی تشریعی حیثیت

جس طرح ایمان باللہ فرض ہے، اسی طرح ایمان بالرسول بھی فرض ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا ہر حکم (جو قرآن میں مذکور ہے) واجب العمل ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم (جو صحیح حدیث سے ثابت ہے) واجب العمل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوی حیثیت میں مطاع مطلق ہیں، اس بات پر اوّلین و آخرین کا اجماع ہے۔

ارشاداتِ ربّانی اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ[۳]

ترجمہ: اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۲ - فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[۱]

---

[۱] ابن الجوزی: فتح المغیث (ملخصاً)، ۱۳۰ طبع لکھنؤ [۲] مولانا ادریس کاندھلوی: حجیتِ حدیث: ۹۲-۹۳

[۳] النساء — ۶۴

ترجمہ: پس قسم ہے آپ کے رب کی وہ لوگ ہرگز ایماندار نہ ہوں گے جب تک اپنے معاملات میں آپ کو فیصلہ کن نہ بنائیں، پھر آپ کے فیصلوں سے دلوں میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں اور اچھی طرح سرِ تسلیم خم کر دیں۔

۳۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا [۲]

ترجمہ: تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتا ہے اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔

۴۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً بعیدا [۳]

ترجمہ: کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملے میں کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اس میں چون وچرا کریں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو وہ گمراہ ہو گیا۔

۵۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول [۴]

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

۶۔ ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما [۵]

ترجمہ: اور جو اطاعت کرے اللہ کی اور اس کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔

۷۔ مومنوں کی پہچان بتلاتے ہوئے ارشاد ہوا۔

ویطیعون اللہ ورسولہ [۶]

ترجمہ: وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتے ہیں۔

۸۔ حکم دیا گیا: یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

۹۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ [۷]

اور جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۱۰۔ آپؐ قرآن کے مبین، شارح اور معلم ہیں لہٰذا آپ کا فرمان درحقیقت شرح وبیان قرآن ہے۔

وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم [۸]

ترجمہ: اور ہم نے صرف اس لیے آپ پر قرآن کو اُتارا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے اسے کھول کھول کر بیان کریں۔

---

[۱] النساء - ۶۵ [۲] الاحزاب: ۲۱ -

[۳] الاحزاب: ۳۶ [۴] النساء ۵۹

[۵] الاحزاب ۷۱ [۶] التوبہ: ۷۱

۱۱۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؎۳

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

یہ اور اس طرح کی سینکڑوں آیات قرآن کریم میں موجود ہیں جن سے صریحاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطاع ہونے کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا آپ کے اقوال و افعال و تقریرات کو تشریع اسلامی میں قرآن کریم کے بعد اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے واضح ہو چکا ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصود یہی تھا کہ آیات کی تلاوت فرمائیں۔ پھر ان کی اپنے عمل و قول سے توضیح فرمائیں، حدیث درحقیقت آپ کی اسی توضیح و تشریح کا نام ہے۔ کسی صحابی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟ کان خلقہ القرآن یعنی قرآن ہی آپ کا اخلاق تھا۔

پوری حیات طیبہ میں آپ کا ایک لمحہ بھی خلافِ قرآن نہیں گزرا۔ قرآن میں وہی ہے جو آپ کا عمل تھا اور آپ کا عمل وہی تھا، جو قرآن میں ہے، اس لیے اگر میں یہ کہہ دوں کہ قرآن دو نازل ہوئے، ایک وہ قرآن جو بین الدفتین ہمارے ہاتھوں میں موجود مکتوب ہے۔ دوسرا وہ جو وادی ام القریٰ میں ۱۲ ربیع الاوّل کو بطن آمنہ سے ہویدا ہوا تریسٹھ سال زندگی گزاری اور آج گنبد خضراء کے سایہ تلے آرام فرما ہے، تو غلط نہ ہوگا۔

اسلامی تشریع کے کسی بھی مرحلے میں اگر سنت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ سا بھی اغماض برتا گیا، تو ہم ضلالت و ذلت کے ایسے گورکھ دھندے میں پھنس کر رہ جائیں گے کہ پھر قیامت تک اس سے نہ نکل سکیں گے۔ انکارِ حدیث کا فتنہ کوئی نیا فتنہ نہیں ہے۔ خود مخبر صدق مجسم صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی فرما دی تھی۔ اسے پڑھیے اور لفظ بلفظ پر اپنے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت پر گواہی دیجئے۔

اللّٰھم صلِ علیٰ سیدنا محمد و آلہ وصحبہٖ اجمعین

عن المقدام بن معدیکرب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کما حرم اللہ۔ الخ ؎۴

حضرت مقدام بن معدیکرب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُن لو! مجھے قرآن مجید دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث)، عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی اپنے نرم بستر پر بیٹھا کہے گا:

تمہارے اوپر بس یہی قرآن لازم ہے۔ اس میں جو چیز حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (بعض چیزوں کو) حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

؎۱ النساء: ۸۰ ؎۲ النحل: ۴۴ ؎۳ آل عمران: ۳۱

؎۴ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح: ۲۹ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۹۹ھ

اِعتقادات

نیّت :

۱ - إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى الدُّنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ إِمْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ ۔ (الخمسة)

اعمال کے نتیجے نیت پر منحصر ہیں، اور ہر ایک مرد کے واسطے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ پس جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے واسطے ہجرت کی پس اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہوگی اور جس نے دنیا (کے فائدے) کی خاطر ہجرت کی کہ اسے وہ میسر ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے۔ پس اس کی ہجرت اسی کے واسطے ہوئی جس کے واسطے اس نے کی۔

ایمان - اسلام - اعتصام (مضبوط پکڑنا)، اقتصاد (میانہ روی) :

۲ - يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ ۔ (الترمذی)

وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا۔ دوزخ سے نکالا جائے گا۔

۳ - عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا ۔ (مسلم)

ایمان دار آدمی کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اس کا ہر ایک کام اچھا ہے۔ اور یہ بات سوائے ایمان دار آدمی کے اور کسی کو میسر نہیں۔ اُسے جب خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور شکر کرنا خیر ہے اور اگر اُسے دُکھ پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی خیر ہے۔

۴ - إِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ ۔ (الخمسة)

تیری دو خصلتیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، ایک حلم اور دوسرا وقار (یعنی جلد باز نہ ہونا، اور آہستگی اختیار کرنا)۔

۵ - خدا اور بندے کا ایک دوسرے پر کیا حق ہے؟

(معاذ رضؓ بن جبل) كنت ردف رسول الله صلى الله عليه وسلم على حمار يقال له عفير فقال يا معاذ هل تدرى ما حق الله على عباده وما حق العباد على الله؟ قلت: الله ورسوله اعلم قال فان حق الله على العباد ان يعبدوه ولا يشركوا به شيئا وحق العباد على الله ان لا يعذب من لا يشرك به شيئًا فقلت: يا رسول الله افلا ابشر الناس؟ قال لا تبشرهم فيتكلوا (شيخين، ترمذی الا التبشير)

معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی سواری (عفیر نامی) پر مجھے اپنے ہمراہ بٹھا کر فرمایا: معاذ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کا ایک دوسرے پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اس کا علم تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زیادہ ہے! فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر ایسی عبادت ہے جس کے ساتھ شرک کی آمیزش نہ ہو، اور بندے کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ اگر بندہ شرک سے پاک ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نہ کرے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو میں یہ بشارت نہ پہنچا دوں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو، ورنہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

۶ - شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار:

(ابو ھریرةؓ) قلت: یا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتك يوم القيامة؟ قال لقد ظننت ان لا يسألنى عن هذا الحديث احد اول منك لما رأيتك من حرصك على الحديث اسعد الناس بشفاعتى يوم القيامة من قال لا اله الا الله خالصًا مخلصا من قلبه - (البخاری)

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قیامت کے روز آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا؟

فرمایا: ابوہریرہ! حدیث سے جس طرح کا شغف تمہیں ہے۔ اس کے پیشِ نظر یہی گمان تھا کہ تم سے پہلے کوئی دوسرا یہ سوال نہ کرے گا۔ اس روز میری شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار شخص وہ ہوگا جس نے صدق دل سے "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کیا ہو۔

۷ - سچے اور جھوٹے کلمہ گو کا صلہ:

(عیاض رضؓ الانصاری) رفعه: ان

اللہ تعالیٰ کے نزدیک لا الٰہ الا اللہ بہت مؤقر کلمہ ہے

لا الٰہ الا اللہ کلمۃ علی اللہ کریمۃ لہا عند اللہ مکان من قالہا صادقا ادخلہ اللہ بہا الجنۃ ومن قالہا کاذبا حقنت دمہ واحرزت مالہ ولقی اللہ غدا فحاسبہ۔ (بزاز)

جس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص مقام ہے اسے سچے دل سے کہنے والے پر جنت واجب ہے اور جھوٹے دل سے اس کا اقرار کرے گا۔ اُسے صرف یہ فائدہ پہنچے گا کہ اُس کا خون حرام ہوگا، اور اس کا مال محفوظ رہے گا، اور کل قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو وہ اس کا حساب کتاب فرمائے گا۔

۸ - کلماتِ زبان کا انجام:

(معاذؓ)...... الا اخبرک براس الامر کلہ وعمودہ و ذروۃ سنامہ؟ قلت: بلی یا رسول اللہ قال راس الامر الاسلام وعمودہ الصلوۃ و ذروۃ سنامہ الجہاد ثم قال الا اخبرک بملاک ذلک کلہ؟

اے معاذؓ...... میں تمہیں بتا نہ دوں کہ: چوٹی کی بات کیا ہے اور اس کا ستون کیا اور کوہان؟ عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور۔ فرمایا: چوٹی کی بات تو ہے اسلام، اس کا ستون ہے نماز، اور (اس کی) کوہان ہے جہاد۔

قلت: بلی یا رسول اللہ قال کف علیک ھذا واشار الی لسانہ قلت: یا نبی اللہ وانا لمؤاخذون بما نتکلم بہ؟ قال ثکلتک امک یا معاذ وھل یکب الناس فی النار علی وجوھہم او قال الی مناخرھم الا حصائد السنتھم۔ (ترمذی)

پھر فرمایا کہ: ان تمام باتوں کا نچوڑ نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا ضرور،

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اے معاذؓ......... اس پر قابو رکھو۔ عرض کیا: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہماری گفتگو پر بھی مواخذہ ہوگا۔؟

فرمایاؐ:

تیری عقل پر پتھر پڑیں۔ لوگوں کو صرف کلمات زبان ہی کی وجہ سے تو آگ میں منہ کے بل جھونکا جائے گا۔

جنّتی اور جہنّمی فرقہ

۹ - عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَاتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ -

(ترمذی - مشکوٰۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میری اُمّت پر ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل ہو بہو ایک دوسرے کے مطابق یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے عِلانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری اُمّت میں ضرور کوئی ہوگا جو ایسا کرے گا اور بنی اسرائیل بہتّر مذہبوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری اُمّت تہتّر مذہبوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں ایک مذہب والوں کے سوا باقی تمام مذاہب والے ناری اور جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ایک مذہب والے کون ہیں؟ (یعنی ان کی پہچان کیا ہے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ اسی مذہب و ملت پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں، اور میرے صحابہؓ ہیں۔

۱۰ - عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَالَ ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِّنْھَا شَیْطَانٌ یَّدْعُوْا اِلَیْہِ وَقَرَاَ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ - (الآیۃ)

(احمد، نسائی، دارمی، مشکوٰۃ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سمجھانے کے لیے ایک (سیدھی) لکیر کھینچی پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اسی سیدھے خط کے دائیں بائیں اور چند لکیریں کھینچ کر فرمایا کہ یہ بھی راستے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ۔ (پارہ ۸ - رکوع ۶) یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اس

سیدھی راہ سے جدا کر دیں گی۔

۱۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِیَّاكُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَكُمْ۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں (ایک گروہ) فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا۔ وہ تمھارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے کبھی سنا ہوگا نہ تمھارے باپ دادا نے۔ تو ایسے لوگوں سے بچو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔

بدمذہب

۱۲۔ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مَیْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس نے بدعتی کی تعظیم و توقیر کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

۱۳۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَاكْفَهِرُّوْا فِیْ وَجْهِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ كُلَّ مُبْتَدِعٍ۔ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بدعتی کو دیکھو تو اس کے سامنے ترشروئی سے پیش آؤ اس لیے کہ خدا تعالیٰ ہر بدعتی کو دشمن رکھتا ہے۔

۱۴۔ ثَلٰثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَحْدَهٗ وَعَلِمَ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَعْطٰى زَكٰوةَ مَالِهٖ طَیِّبَةً بِهَا نَفْسُهٗ رَافِدَةً عَلَیْهَا كُلَّ عَامٍ وَلَمْ یُعْطِ الْهَرِمَةَ وَلَا الدَّرِنَةَ وَلَا الْمَرِیْضَةَ

تین کام ایسے ہیں کہ جس نے وہ کیے اس نے مزہ ایمان کا مزہ چکھا (۱) صرف خدا ہی کی عبادت کی (۲) خدا کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھا۔ (۳) اور ہر سال اپنے مال کی مقررہ زکوٰۃ رضا و رغبت سے ادا کی اور لوڑھا، بیمار، نکما یا چھوٹا جانور (اپنے ریوڑ یا گلے ہی سے) نہیں بلکہ اوسط درجے کا مال زکوٰۃ ہی دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا

وَلَا الشَّرَطَ اللَّئِيمَةَ وَلٰكِنْ مِنْ وَسَطِ أَمْوَالِكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهُ وَلَمْ يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهِ۔ (ابوداؤد)

کہ تم اپنا اچھا مال دے ڈالو، مگر ناقص دینے کا بھی حکم نہیں دیتا۔

۱۵۔ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (مسلم)

سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اسلام (یعنی مسلمان ہونے) کی بابت مجھے ایسی بات تبلا دیجئے کہ اس کے متعلق پھر آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہو کہ میں خدا پر ایمان لایا اور پھر اسی پر قائم رہو۔

۱۶۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ (الشیخان والنسائی)، وَفِي أُخْرٰى لِلنَّسَائِي رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ وَأَهْلِهِ۔

تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے باپ بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ نسائی سے دوسری روایت میں مذکور ہے کہ مال اور عیال سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

۱۷۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔ (الخمسة الا ابوداؤد)

کوئی شخص تم میں سے ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

۱۸۔ مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ۔ (ابوداؤد)

جس شخص نے کسی سے دوستی یا دشمنی پیدا کرنے میں، یا اپنے مال کے خرچ کرنے یا نہ کرنے میں رضائے الٰہی ہی کو مدِ نظر رکھا۔ اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔

۱۹۔ سَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذٰلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ۔ (مسلم وابوداؤد)

چند لوگوں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ ہم اپنے دلوں میں (ایسے بُرے خیالات) پاتے ہیں کہ ان کا زبان پر لانا بڑی (معیوب) بات ہے۔ فرمایا کیا یہ تحقیق ہے کہ تمہارے دلوں میں ایسا آتا ہے؟ کہا کہاں۔ فرمایا یہ عین ایمان ہے۔

۲۰۔ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ فَقَالَ أَتُبَايِعُونِي

ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم مجھ

عَلٰٓى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (وَفِىْ اُخْرٰى وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ) وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِىْ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ اَىْ غَيْرَ الشِّرْكِ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ (الخمسة الا ابو داؤد) بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِى الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰٓى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰٓى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰٓى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰٓى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِى اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَفِىْ اُخْرٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّآ اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ فِيْهِ مِنَ اللّٰهِ بُرْهَانٌ۔

(الثلاثة والنسائى)

سے اس بات پر بیعت (یعنی تابعداری کا عہد) کرتے ہو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ چوری نہ کرو گے، زنانہ کرو گے اور کسی ایسی جان کو جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے۔ ناحق قتل نہ کرو گے دوسری روایت میں ہے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور کسی پر تہمت نہ لگاؤ گے جس کا مخرج وہ شے ہے جو تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہے (یعنی دل) اور اچھی بات میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ پس تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا۔ اس کا اجر خدا کے پاس ہے اور جو شخص شرک کے سوائے ان میں سے کسی فعل کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کا پردہ رکھا تو اس کا فیصلہ اللہ پر ہے چاہیے اُسے معاف کرے چاہے اُسے سزا دے۔ پس ہم نے اس عہد پر بیعت کی۔

(ایک دوسری روایت میں راوی کہتا ہے) کہ ہم نے اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم (جو ارشاد ہوگا) سُنیں گے۔ اور اس کی تعمیل کریں گے۔ خواہ تنگی ہو خواہ فراخی، خواہ راحت ہو، خواہ رنج، اور خواہ اس کا بُرا اثر ہم پر پڑے۔ اور ہم ایسے شخص کے سردار ہونے میں جو اس کے لائق ہو نہیں جھگڑیں گے۔ ہر حالت میں سچ کہیں گے۔ خدا کی راہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایسے شخص کے خلیفہ ہونے میں جو اس کے لائق ہو نہیں جھگڑیں گے مگر اس وقت کہ صریحاً کفر دیکھنے میں آئے یعنی اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

۲۱ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّآ اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ۔
(ستة)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت اور اطاعت پر بیعت کرتے تو آپؐ فرماتے اس حد تک کہ تمہارے احاطہ قدرت میں ہے۔

ایمان کی خصلتیں

۲۲ - ایمان کا سب سے اعلیٰ اور سب سے ادنیٰ عمل :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : الایمان بضع وسبعون او ستون شعبۃ والحیاء شعبۃ من الایمان وفی روایۃ : و افضلھا قول لا الٰہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق -
(للستۃ الا الموطأ)

ایمان کی کچھ اُوپر ستر یا ساٹھ شاخیں ہیں۔ حیا بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے ان میں سب سے چوٹی کی چیز لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہونا ہے۔
اور معمولی درجے کی چیز راستے سے ایذا رسان اشیاء کا ہٹا دینا ہے۔

۲۳ - تین چار قسمیہ کا بیان :

(عائشۃؓ) رفعتہ : ثلاث احلف علیھن لا یجعل اللہ من لہ سھم الاسلام کمن لا سھم لہ واسھم الاسلام الثلاثۃ الصّلوۃ والصوم والزکوۃ ولا یتولی اللہ عبدا فی الدّنیا فیولیہ غیرہ یوم القیامۃ ولا یحب رجل قوما الا جعلہ معھم والرابعۃ لو حلفت علیھا رجوت ان لا آثم لا یستر اللہ عبدا فی الدنیا الا سترہ یوم القیامۃ
(احمد، موصلی)

میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں : ایک یہ کہ اللہ اسلام کے حصّے دار کو محروم الاسلام کے برابر نہ کرے گا۔ اسلام کے بڑے حصّے تین ہیں : (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ
دوسرے یہ کہ : جس کا اللہ دُنیا میں دوست ہو بروزِ قیامت بھی اُسے دوسروں کی سپردگی میں نہ دے گا۔
تیسری یہ کہ دنیا میں جس نے جن لوگوں سے محبّت کی، اُس کا حشر بھی انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں اگر میں چوتھی بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قسم کھا کر کر دوں تو مجھ پر گناہ عائد نہ ہوگا۔ یعنی اللہ جس کی ستر پوشی دنیا میں کرتا ہے اس کی ستر پوشی آخرت میں بھی کرے گا۔

۲۴ - حلاوتِ ایمان کن کو حاصل ہوتی ہے ؟

(انسؓ) رفعہ : ثلاث من کن فیہ

ان تین شخصوں کو ایمان کا لطف حاصل ہوگا :

وجد بهن طعم الایمان من کان اللّٰہ و
رسوله احب الیه مما سواهما و من
احب عبداً لا یحبه الا اللّٰہ و من یکرہ
ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ
اللّٰہ منه کما یکرہ ان یلقی فی النار۔
(شیخین، ترمذی، نسائی)

۱۔ جو شخص سارے جہان سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہے۔
۲۔ اور جو شخص دوسرے بندے سے بھی اللہ ہی کے لیے محبت کرتا ہے۔
۳۔ جس کو کفر سے اللہ تعالےٰ نے نکال لیا ہو اس میں واپس جانا اسے ایسا ہی ناگوار ہو جیسا آگ میں ڈالا جانا۔

۲۵۔ تکمیلِ ایمان کے ذریعے :

(ابو امامہؓ) رفعه : من احب للّٰہ و
ابغض للّٰہ و اعطی للّٰہ و منع للّٰہ فقد
استکمل الایمان (ابو داؤد)

جس شخص کی محبت اور بغض، عطا اور ترکِ عطا سب کچھ اللہ تعالےٰ کے لیے ہو، وہ اپنے ایمان کو مکمل کر لیتا ہے۔

۲۶۔ مسلم اور مومن کی صحیح تعریف :

(ابو ہریرہؓ) رفعه : المسلم من سلم
المسلمون من لسانه و یده والمؤمن
من امنه الناس علی دمائهم و اموالهم
(ترمذی، نسائی، بخاری)

مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔
اور مومن وہ ہے جس کی ذات سے لوگوں کی جان و مال کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

۲۷۔ ایمان کی تین بنیادیں :

(انسؓ) رفعه : ثلاث من اصل الایمان
الکف عمن قال لا اِله الا اللّٰہ ولا یکفرہ
بذنب ولا یخرجه عن الاسلام
بعمل (ابو داؤد)

تین چیزیں بنیادِ اسلام ہیں :
۱۔ کلمہ گو سے ہاتھ روک لینا
۲۔ اور اس کی کسی لغزش پر اس کی تکفیر نہ کرنا اور
۳۔ اس کے کسی عمل کی وجہ سے اُسے خارج از اسلام نہ کرنا۔

۲۸۔ اقرارِ توحید کا اثر دُنیا میں :

(طارق الاشجعی) رفعه : من قال لا اله

جو لا اله الا اللّٰہ کا قائل ہو اور غیر اللہ کی عبادت

الا اللہ وکفر بما یعبد من دون اللہ حرم اللہ مالہ ودمہ وحسابہ علی اللہ (مسلم)

کا منکر، اس کی جان و مال کو اللہ نے حرام کیا ہے اور اس کا حساب کتاب اللہ کے ہاں ہوگا۔

۲۹ - مغز اسلام (سات سوالوں کا جواب):

(عمرو بن عبسۃ) قلت: یارسول اللہ من معک علی ھذا الامر؟ قال حر وعبد قلت: ما الاسلام؟ قال طیب الکلام واطعام الطعام قلت: ما الایمان؟ قال الصبر والسماحۃ قلت: ای الاسلام افضل؟ قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قلت: ای الایمان افضل؟ قال خلق حسن قلت: ای الصلوٰۃ افضل؟ قال طول القنوت قلت: ای الھجرۃ افضل؟ قال ان تھجر ما کرہ ربک (للکبیر واحمد بلفظہ)

میرے سات سوالات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب یوں ہیں:

۱۔ ابتداء میں تبلیغ میں کون لوگ آپ کے ساتھ ہوئے؟ فرمایا: آزاد اور غلام دونوں! (۲) اسلام کیا ہے؟ فرمایا: خوش کلامی اور کھانا کھلانا۔

(۳) ایمان کیا چیز ہے؟ فرمایا صبر اور فیاضی (۴) سب سے اچھی اسلامی صفت کیا ہے؟ فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے سب مسلمان محفوظ رہیں۔

۵۔ سب سے افضل ایمان کیا ہے؟ فرمایا: اچھے اخلاق۔

۶۔ سب سے بہتر نماز کونسی ہے؟ فرمایا: جس میں قیام زیادہ ہو۔

۷۔ سب سے افضل ہجرت کیا ہے؟ فرمایا، جو خدا کو ناپسند ہو وہ چھوڑ دیا جائے۔

(ت) تفسیر اور متفرق!

۳۰ - اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (الترمذی)

جب تک تمہیں یقین نہ ہو کسی حدیث کو میری طرف منسوب کرنے سے بہت پرہیز کیا کرو، اور جو شخص جان بوجھ کر دروغ گوئی کر کے کسی قول کو میرے ذمے لگائے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے گا۔

۳۱ - اِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ اٰدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَاَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَاِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ

قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر کرتے وقت فرمایا کہ بنی آدم (کے دل) میں ایک میلان شیطانی ہے اور ایک ملکی شیطانی میلان تو بدی کرنے اور حق کو جھٹلانے کے لیے آمادہ کرتا ہے،

فَبِالْعَادُ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَعْلَمْ اَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ۔

(الترمذی)

ملکی میلان نیکی کرنے اور حق کی تصدیق کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنے دل میں یہ (ملکی) کیفیت دیکھے، تو اسے سمجھنا چاہیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (عنایت) ہے اور اس کا شکر کرے۔ اور اگر دوسری کیفیت دیکھے تو اُسے شیطان کے شر سے بچنے کے لیے خدا سے دعا کرنی چاہیئے۔

۳۲۔ اَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّقَلْبٌ شَاكِرٌ وَّزَوْجَةٌ صَالِحَةٌ تُعِينُ الْمُؤْمِنَ عَلٰى اِيْمَانِهٖ۔ (الترمذی)

یہ معلوم ہو جاتا کہ کونسا مال اچھا ہے کہ ہم اُسے حاصل کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھا مال یہ ہے کہ زبان خدا کا ذکر کرنے والی ہو۔ دل خدا کا شکر گزار رہو۔ اور بیوی نیک ہو۔ جو مومن کی اس کا ایمان (قائم) رکھنے میں اعانت کرے۔

۳۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَآءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ۔

(البخاری معلقا)

حضرت ابن عباس رضؓ نے اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ آیت کی تفسیر میں فرمایا: کسی کے غضب پر صبر کرنا اور دکھ دینے والے سے درگزر کرنا۔ جب اس رویہ کو لوگ اختیار کریں گے تو خدا اُنھیں محفوظ رکھے گا۔ اور ان کے مخالف ان سے عاجزی کریں گے۔

۳۴۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَذَبَّهٗ عَنْهُ۔

(الشیخان والترمذی)

ایمان دار بندہ اپنے گناہ کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے۔ جو اس پر گرتا معلوم ہوتا ہے اور بدکار شخص اپنے گناہ کو اس طرح سمجھتا ہے، جیسے ایک مکھی اس کی ناک پر بیٹھی اور ہاتھ ہلانے سے اُڑ گئی۔

۳۵۔ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّىْ وَتَوَفَّنِىْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّىْ۔

(الخمسة)

کسی تکلیف کی وجہ سے کوئی شخص ہرگز موت کی خواہش نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کرنے سے باز نہیں آ سکتا تو اسے یہ دُعا کرنی چاہیے کہ اے خدا مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میری حیات میرے لیے مفید ہو اور مجھے موت دے جب میرے لیے موت بہتر ہو۔

۳۶ ۔ وَمَنْ تَحَلّٰى بِمَا لَمْ يُعْطَ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ ۔
(الترمذی)

جس شخص نے دکھاوے کے واسطے ایسی وضع بنائی جو اُس کی اصلی نہیں ہے (یعنی حاجیوں یا علماء کا لباس پہن لیا حالانکہ نہ وہ حاجی ہے نہ عالم) تو گویا اس نے فریب کے وہ کپڑے پہن لیے ۔

۳۷ ۔ مذمّتِ دُنیا :

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ وَحُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ ۔
(ابوداؤد)

دنیا کی محبت سب گناہوں کی سردار ہے اور ایک (ہی) چیز کی محبت تمھیں اندھا اور بہرا کر دیتی ہے ۔ ؎

دنیائے دوں کی دے نہ محبت خدا ظفرؔ
انساں کو پھینک دے ہے یہ ایمان و دیں سے دور

سُنّت اور بدعت

۳۸ ۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ ۔
(مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص میری اُمت میں (عملی یا اعتقادی) خرابی پیدا ہونے کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا ۔

۳۹ ۔ عَنْ بِلَالِ بْنِ حَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيٰى سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری کسی ایسی سنت کو (لوگوں میں) رائج کیا جس کا چلن ختم ہو گیا ہو تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ، ان سب کے برابر رائج کرنے والے کو ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جس نے کوئی ایسی نئی بات نکالی جو سیّئہ ہے جسے اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پسند نہیں فرماتے تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کے برابر نکالنے والے پر

مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ)

گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

۴۰ - عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ ۔ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئٌ ۔

(مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت جریر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: جو اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا بھی ثواب ملے گا۔ اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور جو مذہب اسلام میں کسی بُرے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص کو اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

۴۱ - عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۔

(مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے (غالباً ایک خطبہ میں) فرمایا۔ بعد حمدِ الٰہی کے معلوم ہونا چاہیئے کہ سب سے بہتر کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین راستہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ ہے اور بدترین چیزوں میں وہ ہے جسے نیا نکالا گیا اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

احکامِ ایمان اور بیعتِ ایمان

۴۲ - عورتوں کے اسلام کا امتحان:

(ابن عباسؓ) سئل کیف کان صلی اللہ علیہ وسلم یمتحن النساء؟ قال اذا اتتہ المرأۃ لتسلم احلفھا باللہ

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ) سے پوچھا گیا کہ جب کوئی عورت اسلام لانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تو حضورؐ اس کا امتحان کس طرح فرماتے؟

ماخرجت لبغض زوجها و بالله ماخرجت لالتماس دنیا و بالله ماخرجت من ارض الی ارض و بالله ماخرجت الاحباللہ و لرسولہ۔

(کبیر مبلین)

جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر حلف لینے کہ بخدا میں شوہر سے ناراض ہو کر نہیں آئی! بخدا مجھے دنیا حاصل کرنا مقصود نہیں! بخدا ایک خطہ چھوڑ کر دوسری زمین پر بسنے کے شوق میں نہیں آئی بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میرے آنے کا سبب ہوئی!

۴۳ - انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے :

(ابوھریرہ) رفعہ : مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ ثم یقول اقرءوا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء قالوا یارسول اللہ افرأیت من یموت صغیرا؟ قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین

(للشیخین و نحوہ للباقین الا النسائی)

تمام بچے فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا :

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا پر غور کرو۔ لیکن ان کے ماں باپ انھیں یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ چوپائے کا بچہ بھی مکمل پیدا ہوتا ہے، کیا تم ان بچوں میں کسی کو کن کٹا دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو بچہ کم سنی میں مر جائے اس کا حشر؟ فرمایا : یہ علم خدا تعالےٰ ہی کو ہے کہ وہ بڑا ہو کر کیا عمل کرتا۔

۴۴ - ایمان اور عمل کا گہرا تعلق :

(ابن عمرؓ) رفعہ : لا یقبل ایمان بلا عمل ولا عمل بلا ایمان (کبیر مبلین)

ایمان عمل کے بغیر اور عمل ایمان کے بغیر مقبول نہیں۔

۴۵ - دین صحیح کیا ہے ؟ :

(ابن عباسؓ) قال ای الادیان احب الی اللہ یا رسول اللہ ؟ قال الحنیفیۃ السمحۃ (احمد، کبیر، اوسط، بزاد)

ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ : اے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سا دین اللہ کے ہاں مقبول ہے ؟ فرمایا : ایسی یکسوئی جس میں فراخ دلی و توسع ہو۔

۴۶ - عجیب و لطیف تمثیل :

(ابن مسعودؓ) ضرب الله مثلا صراطا مستقیما وعن جنبتی الصراط سوران فیهما ابواب مفتحة وعلی الابواب ستور مرخاة وعند رأس الصراط داع یقول استقیموا علی الصراط ولا تعوّجوا وفوق ذلک داع یدعو کلما همّ عبد ان یفتح شیئا من تلک الابواب قال ویحک لا تفتحه فانک ان فتحته تلجه ثم فسّر بان الصراط هو الاسلام وان الابواب المفتحة محارم الله وان الستور المرخاة حدود الله والداعی علی رأس الصراط هو القرآن والداعی فوقه هو واعظ الله فی قلب کل مؤمن ۔ (رزین)

اللہ تعالیٰ نے (قرآن حکیم میں) جس "صراطِ مستقیم" کا تذکرہ فرمایا، اس کی مثال یہ ہے جیسے ایک سیدھا راستہ ہو جس کے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ان میں جابجا دروازے کھلے ہوئے ہوں جن پر پردے آویزاں ہوں اور سرِراہ ایک نقیب پکار رہا ہو کہ دیکھ بھال کر چلنا اور اِدھر اُدھر نہ مڑنا۔ اس کے آگے دوسرا نقیب ہے جس کا کام یہ ہے کہ: اگر کسی نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور وہ چلّا اٹھا کہ ! ارے بدنصیب ! اسے نہ کھولنا ورنہ اندر چلا جائے گا۔ پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی تفسیر میں فرمایا :

(۱) یہ صراط اسلام ہے (۲) دروازے خدا کی طرف سے حرام کردہ امور (۳) پردے حدود اللہ (۴) پہلا نقیب قرآن حکیم اور (۵) دوسرا مومن کا نفس لوّامہ ہے۔

۴۷ - پانچ باتیں :

(ابوموسیٰؓ) قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم بخمس کلمات فقال ان الله لاینام ولاینبغی له ان ینام یخفض القسط ویرفعه یرفع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار وعمل النهار قبل عمل اللیل حجابه النور (مسلم)

ایک خطبے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ امور کا ذکر فرمایا :

۱ - اللہ تعالیٰ پر نیند وارد نہیں ہوتی، اور نہ یہ اس کے شایانِ شان ہے۔

۲ - عدل کی ترازو اس کے ہاتھ میں ہے جسے وہ اٹھاتا اور جھکاتا رہتا ہے۔

۳ - بندوں کے دن کے اعمال اس کے حضور شب سے قبل اور رات کے اعمال دن سے پہلے پیش ہوتے ہیں۔

۴ - اس کی ذات نور کے پردوں میں نہاں ہے۔

جنّت کی کیفیت

۴۸ - قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ ؓ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ - (الشیخان والترمذی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیز تیار کر رکھی ہے جس کی کیفیت کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کے کان نے سُنی نہیں، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو (اور تسلی کر لو) کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے واسطے کس قسم کی آنکھ کی ٹھنڈک مخفی ہے۔

(۴) وعظ!

۴۹ - قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ

یہ حدیث ان حدیثوں میں سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی طرف سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اے میرے بندو میں نے اپنے اُوپر ظلم کو حرام کر رکھا ہے، اور تمھارے واسطے بھی ایک دوسرے پر اسے حرام کر دیا ہے۔ پس ظلم مت کیا کرو۔ اے بندو، تم سب بے راہ ہو۔ سوائے اس کے جسے میں نے ہدایت کی۔ پس مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ کہ میں تمھیں ہدایت کروں۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو۔ سوائے اس کے جسے میں نے کھانا کھلایا۔ پس مجھ سے کھانا مانگو۔ کہ میں تمھیں کھانا دوں۔ اے میرے بندو۔ تم سب ننگے ہو۔ سوائے اس کے کہ جسے میں نے کپڑا پہنایا۔ پس مجھ سے کپڑا مانگو۔ کہ میں تمھیں دوں۔ اے میرے بندو تم دن رات خطا کرتے رہتے ہو اور میں سب گناہوں کا بخشنہار ہوں۔ پس مجھ سے بخشش کی طلب کرو کہ میں تمھارے خطا بخش

يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ
وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى
قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ
فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ
وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى
اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا
يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ
قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ
فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَّسْاَلَتَهٗ
مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا
يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا دَخَلَ فِي الْبَحْرِ
يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا
لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ
خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَنْ
وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا
نَفْسَهٗ - (مسلم والترمذی)

۵۰- مَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ هَمَّهٗ جَعَلَ
اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ عَلَيْهِ
شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ
وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ
فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ
شَمْلَهٗ وَلَمْ يَاْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهٗ
فَلَا يُمْسِيْ اِلَّا فَقِيْرًا وَلَا يُصْبِحُ اِلَّا
فَقِيْرًا وَمَا اَقْبَلَ عَبْدٌ عَلَى اللّٰهِ بِقَلْبِهٖ
اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ قُلُوْبَ الْمُؤْمِنِيْنَ تَنْقَادُ
اِلَيْهِ بِالْوُدِّ وَالرَّحْمَةِ وَكَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى

دوں - اور میرے بندو تم مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے ہو - نہ نفع پہنچا سکتے ہو - کہ ایسا کرنے کی کوشش کرو - اے میرے بندو اگر تمہارے اگلوں اور پچھلوں کا سب جن اور انس کا اور (خود) تم میں سے ہر ایک کا دل ایک بڑے پرہیزگار شخص کے دل کی طرح ہو جائے تو میری بادشاہی میں کچھ بیشی نہیں ہو سکتی، اور نہ کچھ کمی ہو سکتی ہے - اگر تم سب کے دل ایک بڑے گنہگار کی طرح ہو جائیں اور تم سب جو اُوپر مذکور ہوئے ہو - اگر روئے زمین پر کھڑے ہو کر مجھ سے کچھ مانگو اور میں ہر ایک انسان کو وہ چیز عطا کروں جو وہ مانگے تو اس سے میرے خزانے میں اتنی کمی نہیں ہو سکتی جتنی کہ سمندر میں، (کسی ذخیرہ سے) ایک سوئی کے گر جانے سے ہوتی ہے - اے میرے بندو تمہارے ہی اعمال ہیں جنھیں میں تمہارے واسطے گنتا رہتا ہوں - پھر تمہیں ان کا پورا بدلہ دوں گا - پس جسے نیک بدلہ ملے اُسے چاہیئے کہ خدا کا شکر کرے اور جسے نیکی کے سوائے (یعنی بُرا) بدلہ ملے وہ کسی کو ملامت نہ کرے، سوائے اپنے آپ کے -

جس شخص کو آخرت کا غم ہو اللہ تعالےٰ اس کے دل کو غنی یعنی بے پروا کر دیتا ہے اور اس کی پریشانی اس کے واسطے جمعیت خاطر ہوتی ہے اور دُنیا اسے حقیر دکھائی دیتی ہے اور جس شخص کو دنیا کا غم ہو - اللہ تعالیٰ محتاجی کو اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھتا ہے - اور اس کے کام اس پر پریشانی طاری کر دیتے ہیں - اور دنیا کی کوئی چیز اُسے نہیں ملتی - سوائے اس کے جو اس کے مقدر میں ہے - شام ہو تب وہ محتاج، صبح ہو تب محتاج - اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی شخص نے اللہ کی طرف اپنا دل لگایا ہو، تو ایماندار لوگوں کے دل محبت اور رحمت کے ساتھ اس کی طرف نہ پھیرے ہوں -

بِكُلِّ خَيْرٍ اِلَيْهِ اَسْرَعُ ۔ (الترمذی)

اور اللہ تعالے ہر نیکی اس کی طرف جلد بھیجتا ہے ۔

۵۱ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ مَالَنَا اِذَا كُنَّا عِنْدَكَ رَقَّتْ قُلُوْبُنَا وَزَهِدْنَا فِی الدُّنْيَا وَكَانَتِ الْاٰخِرَةُ كَاَنَّهَا رَأْیُ عَيْنٍ وَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ وَاٰنَسْنَا فِیْ اَهْلِيْنَا وَشَمَمْنَا اَوْلَادَنَا اَنْكَرْنَا اَنْفُسَنَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْتَدُوْمُوْنَ عَلٰی حَالِكُمْ مِنْدِیْ لَزَارَتْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِیْ بُيُوْتِكُمْ وَلَصَافَحَتْكُمْ فِیْ طُرُقِكُمْ وَلَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللهُ تَعَالٰی بِكُمْ وَلَجَآءَ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ يُذْنِبُوْنَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ ۔ (الترمذی)

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں کیا ہے؟ کہ ہم آپؐ کی خدمت میں ہوتے ہیں ۔ ہمارے دل نرم ہوتے ہیں اور ہم دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں ۔ اور آخرت گویا آنکھ کے سامنے دکھائی دیتی ہے اور جب ہم آپؐ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور اپنی اولاد سے ملتے ہیں تو ہمارے دل پلٹ جاتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اگر تم اسی حال پر رہتے ۔ جو حال تمہارا میری صحبت میں ہوتا ہے تو فرشتے (خدا کا ان پر سلام ہو) تمہارے گھروں میں جاکر تمہاری ملاقات کرتے، اور رستوں میں تم سے ہاتھ ملاتے ۔ اور اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا تمہیں اٹھالیتا اور اور خلقت پیدا کرتا ۔ جو گناہ کرتی ۔ اور ٹھٹھا مخول کرتی اور معافی اور بخشش مانگتی ۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ۔

۵۲ ۔ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللهِ تَعَالٰی اَمَانِیَّ ۔ (الترمذی)

دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کا اندازہ کیا اور اس (جزا) کے واسطے جو مرنے کے بعد (ملنے والی) ہے نیک عمل کیے اور نادان وہ شخص ہے جس نے نفس کی (بُری) خواہشوں کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ سے (بخشش کی) آرزو رکھی ۔

۵۳ ۔ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا ثَلٰثَةٌ :
صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ اَوْعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْلَهٗ ۔
(الخمسة الا البخاری)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔ سوائے تین (عملوں) کے کہ وہ جاری رہتے ہیں ۔ (۱) صدقہ جاری (مثلاً تعمیر مسجد، چاہ اور مہمان سرائے (۲) علم جس سے خلق کو فائدہ پہنچے (جیسے شاگرد لائق یا کسی مفید کتاب کی تصنیف)
(۳) نیک بخت بیٹا، جو اس کے واسطے دعا کرے ۔

علم اور علمائے کرام!

۵۴ - عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوَاهِرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ۔ (ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے اور نا اہل کو علم سکھانے والا ایسا ہے جیسے خنزیر یعنی سور کے گلے میں جواہرات، موتی اور سونے کا ہار پہنا دیا ہو۔

۵۵ - عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ)

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ یہ علم (یعنی قرآن و حدیث کو جاننا) دین ہے۔ لہٰذا تم دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔

۵۶ - عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنِّيْ جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تُحَدِّثُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا تو ایک آدمی نے آ کر کہا کہ اے ابوالدرداء بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ طیبہ سے یہ سن کر آیا ہوں کہ آپ کے پاس کوئی حدیث ہے جسے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور میں کسی دوسرے کام کے لیے نہیں آیا ہوں۔ حضرت ابوالدرداء نے کہا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص علم (دین) حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے تو خدا تعالٰے اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلاتا ہے، اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے فرشتے اپنے پَروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان و زمین

بِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

میں ہے۔ یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کے لیے دُعائے استغفار کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر۔ اور علماء انبیائے کرام کے وارث و جانشین ہیں۔ انبیائے کرام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں۔ انھوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا، اس نے پورا حصّہ پایا۔

۵۷ - عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور خدا دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

۵۸ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنْ اِحْيَائِهَا۔

(دارمی، مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے اُنھوں نے فرمایا کہ رات میں ایک گھڑی علم دین کا پڑھنا پڑھانا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

۵۹ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے کہا، کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ ایک فقیہ یعنی ایک عالمِ دین شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

۶۰ - عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِيْ اِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دریافت کیا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے کہ جسے آدمی حاصل کرے تو

كَانَ فَقِيْهًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْ اَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللهُ فَقِيْهًا وَكُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَّشَهِيْدًا۔
(مشکوٰۃ)

فقیہ یعنی عالمِ دین ہو جائے تو سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری اُمّت تک پہنچانے کے لیے دینی اُمور کی چالیس حدیثیں یاد کرے گا تو خدائے تعالےٰ اسے قیامت کے دن عالمِ دین کی حیثیت سے اُٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہ رہوں گا۔

۶۱- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِيْ رِيْحَهَا
(ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسے علم کو سیکھا جس کے ذریعے خدائے تعالےٰ کی خوشنودی طلب کی جاتی ہے۔ (مگر) اس نے صرف اس لیے سیکھا کہ اس علم سے متاعِ دنیا حاصل کرے تو قیامت کے دن اس کو جنّت کی خوشبو تک میسر نہ ہوگی۔

۶۲- عَنْ سُفْيَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ قَالَ فَمَا اَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمَعُ۔
(دارمی، مشکوٰۃ)

حضرت سفیان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اہلِ علم کون لوگ ہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ جو اپنے علم کے موافق عمل کریں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ عالموں کے دلوں سے کون سی چیز علم (کے انوار و برکات) کو نکال لیتی ہے؟ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ لالچ۔

۶۳- عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

حضرت احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ بُروں میں سب سے بدترین علمائے سوء ہیں اور اچھوں میں سب سے بہتر علمائے حق ہیں۔

۶۴- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ سرکارِ اقدس

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلٰى مَنْ أَفْتَاهُ وَمَنْ أَشَارَ عَلٰى أَخِيْهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِيْ غَيْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے بغیر علم کے کوئی فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتوے دینے والے پر ہوگا اور جس نے جان بوجھ کر اپنے بھائی کو غلط مشورہ دیا، تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔

کتاب و سُنّت سے وابستگی

۶۵۔ کتاب و سُنّت سے وابستگی :

(مالک رضی اللہ عنہ) بلغنی ان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہٖ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم۔

(ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ : میں اپنے بعد دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان سے وابستہ رہو گے گمراہ نہ ہوگے ۔ (۱) کتاب اللہ (۲) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ۔

۶۶ ۔ چند وصایائے نبویؐ :

(العرباض رضی اللہ عنہ بن الساریۃ) ..... فقال صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجهه فوعظنا موعظة بلیغة ذرفت منها العیون ووجلت منها القلوب فقال رجل یارسول اللّٰہ کان هذه موعظة مودع فماذا تعهد الینا؟ قال اوصیکم بتقوی اللّٰہ والسمع والطاعة وان عبداً حبشیا فانه من یعش منکم

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجّہ ہو کر وعظ فرمایا اور وعظ ایسا تھا کہ سننے والوں کی آنکھیں بہ گئیں۔ اور دل خشیت میں ڈوب گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا : یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) اگویا کہ یہ آخری وعظ ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا وصیّت فرماتے ہیں ؟ فرمایا :

میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے امیر کی اطاعت کرتے رہو اگرچہ وہ حبشی

بعدی نسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة (ترمذی، ابوداؤد، بلفظہ)

غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ عنقریب جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ کئی قسم کے اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر اس مضبوطی سے چلنا کہ گویا تم نے سنت کی رسی کو اپنی ڈاڑھوں سے دبا رکھا ہے۔ اور دین میں نئے اختراعات سے بچنا کیونکہ ہر اختراع بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔

۶۷ - ہر کلمۂ خیر کا سرچشمہ زبانِ رسالت ہے :

(ابوہریرہؓ) ما جاءکم عنی من خیر قلته اولم اقله فانا اقوله وما اتاکم من شر فانی لا اقول الشر (احمد، بزار ملین)

تمہارے پاس میرے نام سے خیر کی کوئی بات آئے تو خواہ میں نے وہ کہی ہو یا نہ کہی ہو (تم سمجھ لو کہ) وہ بات میری ہی زبان سے نکلی ہے اور اگر کوئی شر کی بات ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ) میں شر کی بات کہتا ہی نہیں۔

۶۸ - بہترین کلام اور بہترین سیرت :

(ابن مسعودؓ) احسن الحدیث کتاب اللہ واحسن الهدی هدی محمد صلی اللہ علیه وسلم وشر الامور محدثاتها وان ما توعدون لآت وما انتم بمعجزین ۔ (بخاری)

سب سے بہتر کلام قرآنِ مجید ہے، سب سے بہتر سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بری چیزوں میں سے بدعات سب سے بدتر ہیں۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، وہ آ کر رہے گی اور تم اسے روک نہ سکو گے۔

۶۹ - اقتدائے قرآن کا صلہ :

(ابن عباسؓ) من اقتدی بکتاب اللہ لا یضل فی الدنیا ولا یشقی فی الاخرة ثم تلا فمن اتبع هدای فلا یضل ولا یشقی (رزین)

متبع قرآن دنیا میں گمراہی اور عقبیٰ کی بدبختی سے محفوظ رہے گا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: فمن اتبع هدای فلا یضل ولا یشقی (جس نے میری ہدایت قبول کر لی، وہ گمراہ اور بدبخت نہیں ہو گا)۔

۷۰ - احیائے سنت نبویؐ کا انعام :

(علیؓ) رفعه : من احیٰ سنة من سنّتی امینت بعدی فقد احبّنی ومن احبّنی کان معی (رزین)

جس نے میری ایک سنّت کو بھی جو میرے بعد ختم ہو چکی ہو زندہ کیا وہ میرا محب ہے اور جو میرا محب ہے وہ میرے ساتھ ہوگا۔

۷۱ : قرآن اور دیگر صحف انبیاؑ پر ایمان :

(معقلؓ بن یسارؓ) رفعه : اعملوا با لقراٰن واحلوا حلاله وحرموا حرامه واقتدوا به ولا تکفروا بشیٔ منه وما تشابه علیکم فردّوه الی الله والی ولیّ الامر من بعدی کیما یخبرکم وامنوا بالتوراة والانجیل والزبور وما اوتی النبیون من ربهم (کبیر)

قرآن حکیم پر عمل کرو اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام قرار دو۔ اس کی پیروی کرو۔ اس کے کسی ادنیٰ جزء سے بھی انکار نہ کرو۔ اگر کسی جگہ اشتباہ پیدا ہو تو میرے بعد کے اولی الامر سے دریافت کر لو وہ تمھیں صحیح بات بتا دیں گے۔ اور توریت، انجیل، زبور، بلکہ تمام صحف انبیاء پر بھی ایمان رکھو۔

۷۲ - تھوڑی نیکی بڑی بدی سے بہتر ہے :

(ابن مسعودؓ) قال اقتصاد فی سنة خیر من اجتهاد فی بدعة (کبیر بضعف)

کسی سنّت میں تھوڑے پر قناعت کیے رہنا بدعت میں اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔

۷۳ - بدعت پر وعید :

(حذیفهؓ) رفعه : لا یقبل الله لصاحب بدعة صوماً ولا صلوةً ولا صدقة ولا حجة ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما یخرج الشعرة من العجین (قزوینی بضعف)

بدعتی کا روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، بدلہ، معاوضہ کچھ بھی اللہ تعالےٰ قبول نہ فرمائے گا، وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جاتا ہے، جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے۔

۷۴ - فرقہ بندی کی لعنت اور انتباہ :

(ابن عمرو بن العاص) رفعہ : لیأتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وستفترق امتی علی ثلٰثۃ وسبعین ملۃ کلھا فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ؟ قال من کان علی ما انا علیہ واصحابی (ترمذی)

میری اُمت پر بھی ویسا ہی دور آئے گا، جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا۔ یہ بھی ان کے قدم بقدم چلے گی۔ اگر ان میں بہتر (۷۲) فرقے بن گئے، تو یہ تہتر (۷۳) گروہ میں منقسم ہو کر رہیں گے، مگر ان میں ایک فرقے کے سوا بقیہ تمام گروہ آگ میں جانے والے ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا : یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کونسا گروہ ہو گا؟ فرمایا : جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر رہے :

تقدیر کا بیان

۷۵ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ خدائے تعالٰی نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس قبل مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا، (لوحِ محفوظ میں ثبت فرما دیا)۔

۷۶ - عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهٗ اُكْتُبْ قَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اُكْتُبِ الْقَدَرَ فَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے بعد) سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی وہ قلم ہے۔ خدا تعالٰی نے اس سے فرمایا لکھ۔ قلم نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر۔ تو قلم نے لکھا جو کچھ ہو چکا تھا اور جو ابد تک ہونے والا تھا۔

۷۷ - عَنْ مَطَرِ بْنِ عُكَامِسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ اَنْ يَمُوْتَ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَهٗ اِلَيْهَا حَاجَةً۔

(ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت مطر بن عکامس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کسی شخص کی موت کسی زمین پر مقدر کر دیتا ہے تو اس زمین کی طرف اس کی حاجت پیدا کر دیتا ہے۔

۷۸ - آخری بازگشت رحمتِ الٰہی ہے نہ کہ عمل :

(عائشۃ رضؓ) رفعتہ : سددوا وقاربوا واعلموا انہ لن یدخل احد کو عملہ الجنۃ قالوا ولا انت یا رسول اللہ؟ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ بمغفرۃٍ ورحمۃ۔ (بخاری)

میانہ روی اختیار کرو اور خوب سمجھ لو کہ کسی کے اعمال اسے جنت میں نہ لے جائیں گے۔ عرض کیا گیا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں نہ لے جائے گا۔؟ فرمایا : ہاں! میرا بھی یہی حال ہے۔ مجھے بھی خدا تعالیٰ کی رحمت ہی اپنے دامنِ رحمت میں چھپائے گی۔

۷۹ - دینِ اسلام میں سہولتیں ہیں نہ کہ سختیاں :

(ابوھریرۃ رضؓ) رفعہ : ان ھذا الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ۔

(شیخین)

دین سہل چیز ہے۔ جو شخص اس میں سختی پیدا کرے گا اسی پر وہی سختی مسلط رہے گی۔

۸۰ - تبلیغ کی رُوح :

(انس رضؓ) رفعہ : یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔ (شیخین)

سہولت پیدا کرو، دشواری پیدا نہ کرو۔ خوشخبری سناؤ۔ نفرت نہ دلاؤ۔

قبر کا عذاب حق ہے

۸۱ - عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مُردے

يَاتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا يُدْرِيْكَ فَيَقُوْلُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ الْاٰيَة قَالَ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ فَيُفْتَحُ قَالَ فَيَاْتِيْهِ مِنْ رَّوْحِهَا وَطِيْبِهَا وَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْهَا مَدَّ بَصَرِهٖ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَذَكَرَ مَوْتَهٗ قَالَ وَيُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ

کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، تو اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو مُردہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر فرشتے پوچھتے ہیں کون ہیں یہ جو تم میں مبعوث فرمائے گئے تھے۔؟ تو مُردہ کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ پھر فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ تمہیں کس نے بتایا (کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں) تو مُردہ کہتا ہے میں نے خدائے تعالیٰ کی کتاب کو پڑھا تو ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) تو خدائے تعالیٰ کے اس قول يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ کا یہی مطلب ہے (یعنی مومن خدائے تعالیٰ کے فضل سے فرشتوں کو جواب دینے میں ثابت رہتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکار کر کہتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا تو اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور اس کو جنت کا کپڑا پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کے پاس جنت کی ہوا، اور خوشبو آتی ہے۔ اور حدِ نگاہ تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے (یہ حال تو مومن کا ہے) اور اب رہ گیا کافر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو اُسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو کافر مردہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر فرشتے دریافت کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے

أَنْ كَذَبَ فَافْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ
وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ
بَابًا إِلَى النَّارِ قَالَ فَيَأْتِيهِ
مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا قَالَ وَ
يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ
فِيهِ أَضْلَاعُهُ ثُمَّ يُقَيَّضُ
لَهُ أَعْمٰى وَأَصَمُّ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ
مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ
لَصَارَ تُرَابًا فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً
يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا ثُمَّ
يُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ۔

(ابو داؤد، مشکوٰۃ)

ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر فرشتے پوچھتے ہیں کون ہے جو تم میں مبعوث کئے گئے تھے تو وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ تو آسمان سے ایک ندا دینے والا پکار کر کہتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور آگ کا کپڑا پہناؤ اور اس کے لیے دوزخ کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کے پاس جہنّم کی گرمی اور لپیٹ آتی ہے اور کافر کی قبر اس پر تنگ کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر اس کو پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے۔ فرشتہ اس گرز سے کافر کو ایسا مارتا ہے کہ اس کی آواز مشرق سے مغرب تک تمام مخلوقات سنتی ہے۔ مگر انسان اور جنّ نہیں سنتے ہیں تو وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے اندر روح لوٹائی جاتی ہے۔

۸۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أُقْبِرَ الْمَيِّتُ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ
أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ
وَلِلْآخَرِ النَّكِيرُ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ
تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ
هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ
أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ
أَنَّكَ تَقُولُ هٰذَا ثُمَّ يُفْسَحُ
لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي
سَبْعِينَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ثُمَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قبر میں مُردہ کو رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو کالے فرشتے نیلی آنکھوں والے آتے ہیں جن میں سے ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نکیر۔ دونوں فرشتے اس مُردہ سے پوچھتے ہیں کہ تو اس ذاتِ گرامی کے بارے میں کیا کہتا تھا تو مردہ کہتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسُول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) خدائے تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (یہ سُن کر) وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم پہلے سے جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا۔ پھر اس کی

يُقَالُ لَهٗ نَمْ فَيَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰى
اَهْلِىْ فَاُخْبِرُهُمْ فَيَقُوْلَانِ نَمْ كَنَوْمَةِ
الْعَرُوْسِ الَّذِىْ لَا يُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ
اَهْلِهٖ اِلَيْهِ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ
مَّضْجَعِهٖ ذٰلِكَ. وَاِنْ كَانَ مُنَافِقًا
قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ قَوْلًا
فَقُلْتُ مِثْلَهٗ لَا اَدْرِىْ فَيَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا
نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ فَيُقَالُ لِلْاَرْضِ
الْتَئِمِىْ عَلَيْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ
فَتَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهٗ فَلَا يَزَالُ فِيْهَا
مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهٖ۔

(ترمذی بمشکوٰۃ)

قبر ۷۰ گز لمبی اور ۷۰ گز چوڑی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد قبر میں روشنی کی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے "سو جا" تو مُردہ کہتا ہے کہ میں اپنے اہل و عیال میں جا کر اس حال سے اُن کو آگاہ کر دوں۔ تو فرشتے کہتے ہیں "سو جیسے دولہا سوتا ہے" جس کو صرف وہی جگا سکتا ہے کہ جو اس کے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہو (تو وہ سو جاتا ہے) یہاں تک کہ خدا تعالےٰ اسے (قیامت کے دن) اُس کی قبر سے اُٹھائے گا۔ (یہ حال تو مومن کا ہے) اور اگر مُردہ منافق ہوتا ہے تو فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا تھا، اسی کے مثل میں بھی کہتا تھا۔ خود میں کچھ جانتا نہیں تھا۔ تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم لوگ جانتے تھے کہ تو ایسا ہی کہے گا۔ پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو دبا تو وہ دبائے گی۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر ہو جائیں گی تو اسی طرح وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔ یہاں تک خدائے تعالےٰ اس کو اس جگہ سے اُٹھائے۔

مصائب میں رحمت کا پہلو

۸۳۔ اسقاط شدہ بچّہ شفیع ہوگا:

(علی رض) رفعه: ان السقط ليراغم ربه اذا دخل ابويه النار فيقال ايها السقط المراغم ربه ادخل ابويك الجنة فيجرهما بسرره حتى يدخلهما الجنة۔

(قزوینی بضعف)

اسقاط شدہ بچّے کے والدین کو جب خدا آگ میں داخل کرنے لگے گا تو وہ (بچّہ) اپنے رَبّ کے سامنے مچل جائے گا پھر آواز آئے گی کہ اے اپنے ربّ کے آگے مچلنے والے بچّے اپنے والدین کو جنّت میں لے جا۔ چنانچہ وہ دونوں کو اپنی ناف سے کھینچتا ہوا جنّت میں لے جائے گا۔

۸۴ - کمسن مرنے والا بھی والدین کا شفیع ہوگا :

(ابن عباسؓ) رفعه : من كان له فرطان من امتی دخل الجنة بهما قالت عائشة فمن كان له فرط من امتك ؟ قال ومن كان له فرط یا موفقة قالت فمن لم یکن له فرط من امتك ؟ قال انا فرط امتی لم یصابوا بمثلی (ت، مذعـ)

میری اُمت میں جس کے دو پیش رو (مرنے والے نابالغ بچے) ہوں وہ جنتی ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پوچھا کہ : جس اُمتی کا ایک ہی پیش رو ہو؟ فرمایا : وہ بھی جنتی ہے جس کا ایک پیش رو ہو۔ عرض کیا کہ : جس اُمتی کا کوئی پیش رو نہ ہو؟ فرمایا :

میں اپنی ساری اُمت کا پیش رو ہوں۔ ان پر میری جیسی مصیبت نہیں آئی۔

۸۵ - رقوب اور عدیم کا صحیح مفہوم :

(انسؓ) وقف النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم علی مجلس من بنی سلمة فقال یا بنی سلمة ما الرقوب فیکم ؟ قالوا الذی لا ولد له قال بل هو الذی لا فرط له قال فما العدیم فیکم ؟ قالوا الذی لا مال له - قال بل هو الذی یقدم ولیس له عند اللّٰه خیر۔

(موصلی والبزار)

حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایک بار بنی سلمہ کے مجمع میں ٹھہر گئے اور پوچھا کہ : اے بنی سلمہ ! تم لوگ رقوب کسے کہتے ہو؟ کہا : جس کے کوئی اولاد نہ ہو۔ فرمایا : نہیں بلکہ رقوب وہ ہے جس کا کوئی پیش رو نہ ہو۔ پھر پوچھا کہ : تم میں عدیم (مفلس) کون ہوتا ہے؟ عرض کیا : جو بے مال ہو۔ فرمایا : نہیں بلکہ عدیم وہ ہے جو اللّٰہ کے آگے پیش ہو، لیکن اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو۔

۸۶ - مدینے کے لیے بخار کا انتخاب :

(ابو عبیدؓ مولی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم) رفعه : اتانی جبریلؑ بالحمی والطاعون فامسکت الحمی بالمدینة وارسلت الطاعون الی الشام فالطاعون شهادة لامتی و

میرے پاس (حضرت جبریل (علیہ السلام) بخار اور طاعون کو لے کر آئے، تو میں نے مدینے کے لیے تو بخار کو روک لیا، اور طاعون کو شام کی طرف جانے دیا۔ پس طاعون میری اُمت کے لیے موتِ شہادت اور رحمت ہے اور اہل کفر

رحمة لهم ورجز على الكافر (احمد، كبير) ... کے لیے عذاب۔

تقدیر و تدبیر

۸۷۔ تقدیر کی صحیح حقیقت:

(ابن عباسؓ) رفعه: ...... فقال ابوعبیدةؓ افرارًا من قدر الله؟ فقال عمرؓ لو غيرك قالها يا ابا عبيدة وكان عمر يكره خلافه نعم نفرّ من قدر الله الى قدر الله ارأيت لو كان لك ابل فهبطت واديًا له عدوتان احداهما خصبة والاخرى جدبة اليس ان رعيت الخصبة رعيتها بقدر الله وان رعيت الجدبة رعيتها بقدر الله فجاء عبدالرحمٰن بن عوف وكان متغيبا فى بعض حاجاته فقال ان عندى من هٰذا علمًا سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارًا منه فحمد الله عمرؓ ثم انصرف (شیخین، موطأ، ابو داؤد)

(شام میں ایک بار وبائے طاعون پھیلی، مشورے کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ طے کیا کہ مقامِ وباء کی طرف لوگ نہ جائیں اس موقعہ پر) حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ: کیا خدا کی تقدیر سے بھاگنا چاہتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ کاش اے ابوعبیدہؓ! یہ بات تمہارے سوا کوئی اور کہتا۔ (حضرت عمرؓ ان کے اس اختلاف کو پسند نہ فرماتے تھے)۔ بھئی ہم قضائے الٰہی سے قضائے الٰہی کی طرف جا رہے ہیں۔ دیکھیے اگر آپ کی ایک اونٹنی ہو اور وہ ایک ایسے میدان میں نازل ہو جس کے دو حصے ہوں، ایک سرسبز اور ایک خشک تو اگر آپ اُسے شاداب حصے میں چرائیں تو وہ بھی تقدیرِ الٰہی ہے اور اگر خشک حصے میں چرائیں تو وہ بھی تقدیرِ الٰہی ہو گی۔ اتنے میں (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو اپنی کسی ضرورت سے اس وقت غیر حاضر تھے آ گئے، اُنھوں نے کہا کہ: مجھے اس معاملے کے متعلق کچھ معلومات ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا ہے کہ جب تم یہ سنو کہ فلاں جگہ وباء پھیل گئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی جگہ تم موجود ہو اور وہاں وباء پھیل جائے تو وہاں سے فرار اختیار نہ کرو۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ سُن کر خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا اور واپس ہو گئے۔

گریہ وغم

۸۸ - چند اور رسوم جاہلیت اور اُن کی سزا :

(ابو مالک الاشعری) رفعہ : اربع فی امتی من امر الجاهلیة لا یترکونهن الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم و النیاحة وقال النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام یوم القیٰمة وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب (مسلم)

میری اُمت میں چار باتیں جاہلیت کی ہیں جن سے لوگ باز نہیں آتے :

(۱) اپنے خاندان پر فخر (۲) دوسروں کے خاندان پر طعن (۳) ستاروں کے وسیلے سے پانی (بارش) مانگنا اور (۴) نوحہ کرنا - پھر فرمایا کہ : اگر نوحہ کرنے والی نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو بروز قیامت وہ اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے جسم پر تارکول کا پاجامہ اور زنگ آلود زرہ ہوگی ۔

حوضِ کوثر اور شفاعت

۸۹ - عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا ۔
(ترمذی ، مشکوٰۃ)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میرے پاس خدائے تعالےٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آیا تو اُس نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو میری آدھی امت جنّت میں داخل ہو یا میں شفاعت کو اختیار کروں تو میں نے شفاعت کو منظور کیا - میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہوگی کہ جو اس حال میں مرے کہ اس نے کسی کو خدائے تعالیٰ کا شریک نہ مانا ہو ۔

۹۰۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَةٌ اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ - (ابن ماجہ۔مشکٰوۃ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام، پھر علمائے دین۔ پھر شہدائے اسلام۔

جنّت کا بیان

۹۱۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ - (بخاری،مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیز تیار کر رکھی ہے کہ جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ اس کی خوبیوں کو کسی کان نے سُنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اُس کی ماہیّت کا خیال گزرا۔

دوزخ کا بیان

۹۲۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْقِدَ عَلَى النَّارِ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى ابْيَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَيْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ - (ترمذی، مشکٰوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جہنم کی آگ کو ایک ہزار برس جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سُرخ ہو گئی۔ پھر اس کو ایک ہزار برس تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی۔ پھر اسے ایک ہزار برس اور جلایا گیا۔ یہاں تک کہ وہ کالی سیاہ ہو گئی۔ اب وہ سیاہ و تاریک ہے۔

۹۳ - عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَاِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهِ - (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ دوزخیوں میں بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ ہوگی، اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے زانوؤں تک آگ کے شعلے پہنچیں گے اور بعض وہ ہوں گے جن کے کمر تک ہوگی اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے گلے تک آگ کے شعلے ہوں گے۔

۹۴ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِيٌّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَتِهِ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ مَعْصِيَةً۔

(ابن ماجه، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ دوزخ میں صرف بدنصیب داخل ہوگا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! بدنصیب کون ہے؟ فرمایا بدنصیب وہ شخص ہے کہ جس نے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی اطاعت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے گناہ کو نہیں چھوڑا۔

کتاب الزکوٰۃ

۹۵ - تبلیغ میں حکمت تدریج اور زکوٰۃ کا مصرف:

(ابن عباس رض) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعث معاذا الى اليمن قال انك تقدم على قوم اهل كتاب فليكن اول ما تدعوهم اليه عبادة الله فاذا عرفوا فاخبرهم ان الله فرض عليهم خمس صلوات فى يومهم وليلتهم فاذا فعلوا فاخبرهم ان الله فرض عليهم زكوة توخذ من اموالهم

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رض کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ: تم اہل کتاب کی طرف تبلیغ کے لیے جا رہے ہو۔ لہٰذا پہلی چیز جس کی طرف دعوت دی جائے وہ خدا کی بندگی ہونی چاہیئے۔ جب وہ اسے سمجھ لیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ نے دن رات میں پانچ نمازیں بھی فرض کی ہیں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو پھر بتاؤ کہ: اللہ تعالےٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان (ذی حیثیت لوگوں) کے مال سے

وترد علی فقراءهم فاذا اطاعوابها فخذ منهم وتوق کرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینه وبین الله حجاب (للستة الا مالکا)

لے کر ان ہی کے محتاجوں پر لوٹا دی جائے گی جب وہ اُسے مان کر اطاعت کر لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو، مگر عمدہ سے عمدہ مال چھانٹ کر لینے سے بچو، اور مظلوم کی فریاد سے بھی ڈرتے رہو۔ کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

قسم

۹۶ - غیر اللہ کی قسم کھانا:

(ابن عمرؓ) رفعه: من حلف بغیر الله فقد کفر واشرک (ترمذی)

جو شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے وہ ایک طرح کے کفر و شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔

تصاویر

۹۷ - تصاویر کی خاص نوعیت:

(عائشةؓ) لما اشتکی النبی صلی الله علیه وسلم ذکر بعض نسائه کنیسة ینال لها مارية وکانت ام سلمة وام حبیبة اتتا ارض الحبشة فذکرتا من حسنها وتصاویر فیها فرفع رأسه فقال اولئک اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجداً ثم صوروا فیه تلک الصور اولئک شرار خلق الله۔ (شیخین، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے، تو آپؐ کی کسی بیوی نے "ماریہ" نامی ایک کنشت کا ذکر کیا۔ اُمِ سلمہ اور اُمِ حبیبہ نے جو ملک حبشہ کو دیکھ چکی تھیں، وہاں کی خوبصورتی اور تصویروں کا ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اُٹھا کر فرمایا کہ ان لوگوں میں جب کوئی صالح آدمی مرتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے ہیں، اور اس میں اس قسم کی تصویریں بناتے ہیں۔ یہ لوگ بدتر خلائق ہیں۔

کتابُ التفسیر

۹۸۔ رائے کو پابندِ قرآن ہونا چاہئے نہ کہ قرآن کو پابندِ رائے :

ابن عباسؓ رفعہ : من قال فی القرآن بغیر علم وفی روایۃ برأیہ فلیتبوأ مقعدہ فی النار۔ (ترمذی)

جو قرآن (حکیم) میں جہالت سے اپنی رائے کو داخل کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

۹۹۔ حقیقتِ قرآن بزبانِ رسالتؐ :

(الحارث الاعور) : مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علیؓ فاخبرتہ فقال أوقد فعلوھا؟ قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا انھا ستکون فتنۃ قلت فما المخرج منھا یا رسول اللہ؟ قال کتاب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم ھو الفصل لیس بالھزل من ترکہ من جبار قصمہ اللہ ومن ابتغی الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ وھو حبل اللہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم وھو الذی لا تزیغ بہ الاھواء ولا تلتبس بہ الالسنۃ ولا تشبع منہ العلماء ولا یخلق علی کثرۃ الرد

میں ایک بار مسجد نبویؐ میں گیا تو دیکھا کہ لوگ احادیث (گفتگو) میں لگے ہیں۔ میں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے پاس گیا اور ان کو یہ بات بتائی۔ آپ نے پوچھا کہ : کیا واقعی وہ ایسا ہی کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ : جی ہاں! فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا ہے کہ : عنقریب اس قسم کا فتنہ ظہور میں آئے گا، اس وقت میں نے دریافت کیا کہ : یا رسول اللہ! اس سے چھٹکارے کی کیا سبیل ہے؟ فرمایا : کتاب اللہ، اس میں گزشتہ اُمتوں کے واقعات ہیں۔ آئندہ آنے والوں کی خبریں ہیں۔ تمہارے باہمی اختلافات کا فیصلہ ہے، یہ ایک محکم حقیقت ہے، کوئی بے تکی بات نہیں۔ جو اُسے عبث سمجھ کر چھوڑ بیٹھے گا۔ اُسے اللہ تعالیٰ ہلاک کرے گا۔ اور جو اس کے علاوہ کسی اور جگہ ہدایت تلاش کرے گا، اُسے اللہ گمراہی میں ڈال دے گا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسّی ہے اور پُرحکمت ذکر اور صراطِ مستقیم ہے، اس سے نہ خواہشوں میں کجی آتی ہے نہ زبان

ولا تنقضی عجائبه وهو الذی لم تنته الجن اذ سمعته حتی قالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فامنا به من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حکم به عدل ومن دعا الیه هدی الی صراط مستقیم خذها الیك یا اعور (ترمذی)

میں لغزش۔ اہل علم اس سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور بار بار دہرانے سے اس میں کوئی کھنگی نہیں آتی اور اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے۔ یہی وہ کلام ہے، جس کی انتہا کو جن بھی نہ پا سکے۔ اور اسے سن کر انھیں کہنا پڑا کہ: (ترجمہ آیۃ)

ہم نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو رشد کی طرف لے جاتا ہے۔ اور ہم تو اس پر ایمان لے آئے جس کا قول قرآن کے مطابق ہوگا وہ سچا ہوگا۔ جو اس پر عامل ہوگا مستحق اجر ہوگا۔ جو اس کے مطابق فیصلہ دے گا عادل ہوگا اور جو اس کی طرف دعوت دے گا وہ صراطِ مستقیم پالے گا۔ اے حارث اعور! ان باتوں کو پلّے باندھ لو۔

انبیائے کرام زندہ ہیں

۱۰۰۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔

(رواہ ابن ماجہ، مشکوۃ ص۱۲۱)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا، کہ خدائے تعالےٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔ لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ رزق دیئے جاتے ہیں۔

۱۰۱۔ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ (رواہ ابوداؤد، والنسائی والدارمی والبیہقی و ابن ماجہ کلہم عن اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشکوۃ ص۱۲۰)۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے۔

براءت

۱۰۲۔ کسی کو رَبّ بنانے کا مطلب :

(عدی بن حاتم) اتیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفی عنقی صلیب من ذھب فقال یاعدی! اطرح عنک ھٰذا الوثن وسمعتہ یقول : اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا لھم شیئًا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئًا حرموہ۔ (ترمذی)

میں حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ، تو میرے گلے میں سونے کی ایک صلیب آویزاں تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس بُت کو اُتار پھینکو۔ پھر میں نے حضورؐ کو یہ آیت پڑھتے سُنا کہ : اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ (ان لوگوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ تعالےٰ کے مقابلے میں رَبّ بنالیا ہے) پھر حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ : یہ لوگ ان مشائخ و علماء کی پوجا نہیں کرتے ، بلکہ جس چیز کو وہ حلال کرتے یہ بھی اُسے حلال سمجھتے اور جسے وہ حرام کرتے یہ بھی حرام قرار دے لیتے (یعنی یہ تحلیل و تحریم ہی رَبّ بنالینا ہے۔

حِجر

۱۰۳۔ فراستِ مومن سے ہوشیار رہو :

(ابوسعیدؓ) رفعہ : اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ ثم قرأان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ (ترمذی)

مومن کی فراست سے ہوشیار رہو ، کیونکہ وُہ نُورِالٰہی کی وساطت سے دیکھتا ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ : ان فی ذلک لآیات للمتوسمین (یعنی اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی فراست سے بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں)۔

فرقان

۱۰۴۔ رحمتِ الٰہی اور تکفیرِ سیئات :

(ابن عباسؓ) ان قوما قتلوا فاکثروا وزنوا فاکثروا وانتھکوا فاتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یا محمد ان الذی تقول وتدعو الیہ لحسن لو تخبرنا ان لما عملنا کفارۃ فنزلت والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اخر الی حسنات قال یبدل اللہ شرکھم ایمانا وزناھم احصانا ونزلت یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ (نسائی)

کچھ لوگ جنھوں نے قتل، زنا اور بے آبروئی وغیرہ کا بکثرت ارتکاب کیا تھا۔ یہ لوگ حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کہ : اے محمدؐ! بلاشبہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں اور جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت صحیح ہے لیکن اے کاش! یہ بھی بتائیں کہ ہماری بداعمالیوں کا کوئی کفارہ بھی موجود ہے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی : والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اخر۔ حسنات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : اللہ تعالیٰ ان کے شرک کو ایمان سے اور زنا کو پاک دامنی سے بدل دے گا نیز یہ آیت بھی اسی سلسلے میں نازل ہوئی کہ : یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ (اے میرے مسرف بندو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو)

تقدیر

۱۰۵۔ نفع ونقصان اور مشیت الٰہی :

(ابن عباسؓ) کنت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی یا غلام انی اعلمک کلمات احفظ اللہ یحفظک

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے تھا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ : صاحبزادے! میں تمھیں چند کلمے بتاتا ہوں سنو! تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کرو وہ تمھاری حفاظت

احفظ الله تجده تجاهک اذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشئ لم ينفعوك الا بشئ قد كتبه الله لک وان اجتمعوا على ان يضروک بشئ لم يضروک الا بشئ قد كتبه الله عليک رفعت الاقلام وجفت الصحف ۔ (ترمذی)

فرمائے گا۔ تم اس کا لحاظ رکھو تو اُسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ اور کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔ جب مدد چاہو تو اُسی سے چاہو اور یہ خوب یاد رکھو کہ اگر ساری امت بھی تمھیں کوئی نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو فقط تمھیں اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھا ہے اور سب لوگ تمھیں نقصان پہنچانے پر متحد ہو جائیں تو تمھیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ تقدیر کے قلم اٹھائے جا چکے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

۱۰۶۔ تقدیر و تدبیر کا ملاپ :

(علیؓ) رفعه : ما منكم من احد الا قد كتب مقعده من النار ومقعده من الجنة۔ قالوا يا رسول الله نتوكل على كتابنا؟ فقال اعملوا فكل ميسر لما خلق له اما من كان من اهل السعادة فيصير لعمل السعادة واما من كان من اهل الشقاء فيصير لعمل الشقاء ثم قرأ فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى فسنيسره لليسرى۔ الآية ۔ (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

ہر ایک شخص کا ٹھکانا لکھا جا چکا ہے، خواہ وہ جنت میں ہو یا دوزخ میں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! پھر ہم لوگ اپنی تقدیر پر ہی بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہیں؟ فرمایا کہ: ہر ایک کو اسی راہ پر لگا دیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔ صاحبِ سعادت، عملِ سعادت کی راہ پر لگا دیا جاتا ہے اور اہلِ شقاوت راہ شقاوت پر۔ پھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت پڑھی :
"فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى فسنيسره لليسرى (الآية)

۱۰۷۔ قضاء و قدر پر بے اطمینانی :

(ابن مسعودؓ) قال لان يقبض احدكم على جمرة حتى يبرد خير له من ان يقول لامر قضاه الله ليته لم يكن (كبير)

ایک آدمی کا انگارے کو ہاتھ سے سرد ہونے تک پکڑے رہنا اس سے بہتر ہے کہ کسی معاملے میں یوں کہے کہ: یہ قضائے الٰہی تھی مگر کاش ایسا نہ ہوتا۔

۱۰۸- توفیقِ الٰہی :

(انس رض) رفعه : اذا اراد الله بعبد خيرًا استعمله فقيل له كيف يستعمله يارسول الله ؟ قال يوفقه لعمل صالح قبل الموت (ترمذی)

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر چاہتا ہے تو اس سے ویسا ہی کام لیتا ہے ۔ لوگوں نے پوچھا کہ : اس کی کیا صورت ہوتی ہے ؟ فرمایا : مرنے سے پہلے اُسے عمل خیر کی توفیق بخش دیتا ہے ۔

۱۰۹- اگر مگر کا غلط استعمال :

(ابوهريرة رض) رفعه : المؤمن القوى خير واحب الى الله من المؤمن الضعيف وفى كل خير احرص على ما ينفعك واستعن بالله ولا تعجز وان اصابك شئ فلا تقل لو انى فعلت لكان كذا وكذا ولكن كل قدر الله وماشاء فعل فان "لو" تفعل عمل الشيطان (مسلم)

قوی مومن اللہ تعالیٰ کو ضعیف مومن سے زیادہ محبوب ہے ۔ ہاں خیر ہر ایک اہلِ ایمان کے اندر ہے ۔ نفع رساں چیزوں کی طلب رکھا کرو اور اس کے حصول میں اللہ سے مدد مانگو ۔ عاجز بن کر مت رہو اور اگر اس (راہ میں) تم پر کوئی آفت آجائے تو یہ نہ کہو کہ : اگر میں یوں کرتا تو یوں ہو جاتا بلکہ اس طرح کہو کہ : تقدیر الٰہی ہے ، وہ جو چاہتا ہے ، کرتا ہے ، "اگر" کا یہ استعمال شیطانی فعل ہے ۔

۱۱۰- تقدیر کی جزئیات میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں :

(ابن عباس رض) لما بعث موسىٰ وانزل التورٰة قال اللهم انك رب عظيم ولو شئت ان تطاع لاطعت ولو شئت ان لا تعصى ما عصيت وانت تحب ان تطاع وانت فى ذلك تعصىٰ فكيف هذا يا رب ؟ فاوحى الله اليه انى لا اسئل عما افعل وهم يسئلون فلما بعث عزيرا وانزل عليه التورٰة بعد ماكان رفعها

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور ان پر تورات نازل فرمائی تو آپ نے عرض کیا کہ : اے مولا ! تو ربِّ عظیم ہے اگر تیری مشیت ہو کہ تیری اطاعت کی جائے تو تیری اطاعت ہی ہو گی اور اگر تو چاہے کہ تیری نافرمانی نہ ہو تو نہ ہو گی ۔ اب یہ کیا معاملہ ہے کہ تیری پسند تو یہ ہے کہ تیری اطاعت کی جائے مگر ہوتی ہے تیری نافرمانی ۔ آخر یہ کیا قصہ ؟ اس کا جواب بذریعہ وحی دیا گیا کہ : میں جو کچھ کرتا ہوں اس کی کوئی باز پرس نہیں اور انسانوں کی باز پرس ہو گی .... پھر جب حضرت عزیر علیہ السلام

عن بنی اسرائیل حتی قال من قال منهم ابن الله فقال اللهم انت رب عظیم مثل ذلک فاوحی الله الیه انی لا اسئل عما افعل وهم یسئلون فابت نفسه حتی سأل ایضاً فقال افتستطیع ان تصر صرة من الشمس؟ قال لا قال افتستطیع ان تجیئ بمکیال من ریح؟ قال لا قال افتستطیع ان تجیئ بمثقال من نور؟ قال لا قال فهکذا لا تقدر علی الذی سألت عنه انی لا اسئل عما افعل وهم یسئلون اما انی لا اجعل عقوبتک الا ان امحو اسمک من الانبیاء فلا تذکر فیهم فمحا اسمه من الانبیاء فلیس یذکر فیهم وهو نبی فلما بعث الله عیسیٰ ورأی منزلته من ربه وعلمه الکتاب الحکمة والتوراة والانجیل ویبرئ الاکمه والابرص ویحیی الموتی وینبئهم بما یأکلون وما یدخرون فی بیوتهم قال اللهم انک رب عظیم مثله فاوحی الیه انی لا اسئل عما افعل وهم یسئلون وانت عبدی ورسولی وکلمتی القیتک الی مریم و

مبعوث ہوئے اور بنی اسرائیل کے پاس سے تورات مفقود ہونے کے بعد دوبارہ آپ (عزیر) کو وہ دی گئی تو آپ نے بھی وہی سوال کیا (جو حضرت موسیٰ نے کیا تھا) اور آپ کو بھی وہی جواب ملا (جو حضرت موسیٰ کو ملا تھا) لیکن آپکے دل نے اس جواب کو قبول نہ کیا اور آپ نے دوبارہ یہی سوال فرمایا۔ اس کے جواب میں یہ پوچھا گیا کہ: کیا تم دھوپ کی کوئی تھیلی بنا سکتے ہو؟ کہا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تم ہَوا کو مخصوص وزن میں تول سکتے ہو؟ جواب دیا: نہیں! پھر پوچھا: کیا تم ایک مثقال روشنی لا سکتے ہو؟ جواب دیا: نہیں! ارشاد ہُوا کہ: بس اسی طرح سمجھو کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب سمجھنے کی تم قدرت ہی نہیں رکھتے۔ بس اتنا ذہن نشین کر لو، کہ میں جو کچھ کروں اس کے متعلق کوئی بازپُرس نہیں اور انسان جو کچھ کرے گا اس کی بازپُرس ہو گی۔ میں تمھاری بس اتنی ہی گرفت کروں گا کہ تم نبی تو رہو گے مگر انبیاء کی فہرست میں تمھارا نام نہ ہو گا۔ اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) مبعوث ہوئے اور انھوں نے ربوبیت کے مقابلے میں اپنی ہستی کو پہچانا تو اللہ تعالےٰ نے انھیں کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دی۔ وہ نابینا اور مبروص کو اچھا کرنے لگے اور مُردوں کو زندگی بخشنے لگے، نیز وہ لوگ جو کچھ کھاتے اور اپنے گھروں میں ذخیرہ جمع کرتے اُسے بتانے لگے تو آپ نے بھی اللہ تعالےٰ سے یہی سوال فرمایا اور وہی جواب ملا، اور یہ بھی فرمایا گیا کہ: تم میرے بندے ہو، میرا کلمہ ہو جو میں نے مریمؑ کی طرف القا کیا، میری رُوح ہو۔ میں نے تمھیں مٹی سے پیدا کر کے کُنْ کہا اور تم ہو گئے۔ دیکھو اگر تم باز نہ آئے

روح منہ خلقتک من تراب ثم
قلت لک کن فکنت لئن لم تنتہ
لافعلن بک کما فعلت بصاحبک
بین یدیک انی لا اسئل عما افعل
وھم یسئلون فجمع عیسیٰؑ من یتبعہ
فقال القدر سر اللہ فلا تتکلفوہ۔
(کبیر مبین)

(اور پھر یہی سوال کیا) تو تمھارے ساتھ بھی وہی ہوگا، جو تمھارے ایک ساتھی (عزیرؑ) کے ساتھ ہو چکا ہے۔ بس اتنا ہی یاد رکھو کہ میں جو بھی کروں مجھ سے کوئی باز پُرس کرنے والا نہیں اور دوسروں کی باز پُرس ہوگی اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیروؤں کو جمع کر کے فرمایا کہ: تقدیر اللہ کا ایک بھید ہے۔ لہٰذا اسے معلوم کرنے کی مصیبت میں نہ پڑو۔

۱۱۱۔ سعادت وشقاوتِ انسانی:

(سعدؓ) رفعہ: من سعادۃ ابن آدم رضاہ
بما قضی اللہ لہ ومن شقاوۃ ابن آدم
ترکہ استخارۃ اللہ ومن شقاوۃ ابن
آدم سخطہ بما قضی اللہ لہ (ترمذی)

قضائے الٰہی پر راضی رہنا انسان کی بڑی سعادت ہے، لیکن اللہ تعالےٰ سے خیر کی طلب چھوڑ دینا بد بختی ہے، اور قضائے الٰہی پر ناراض ہونا بھی بد بختی ہے۔

۱۱۲۔ جفّ القلم:

(ابن عمرو بن العاصؓ) رفعہ: ان اللہ
تعالیٰ خلق خلقہ فی ظلمۃ فالقی علیھم
من نورہ فمن اصابہ من ذلک النور
اھتدی ومن اخطأہ ضل فلذلک اقول
جف القلم علی علم اللہ تعالیٰ (ترمذی)

اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نُور ڈالا۔ جس پر یہ نُور پڑا ہدایت یافتہ ہو گیا اور جو اُسے قبول نہ کر سکا وہ گمراہ ہو گیا۔ یہی ہے وہ حقیقت جس کی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ علمِ الٰہی کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے۔

۱۱۳۔ تقدیریات پر بحث نہ کرو:

(ابو ہریرۃؓ) خرج علینا النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ونحن نتنازع فی القدر
فغضب حتی احمر وجھہ حتیٰ
کانما فقیٔ فی وجنتیہ حب الرمان

ہم لوگ تقدیر پر بحث کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور غصے سے چہرہ مُبارک اس قدر سُرخ ہو گیا جیسے انار کے دانے ہوں۔ پھر فرمایا کہ: کیا تمھیں اس چیز کا

فقال ابھذا امرتم ام بھذا ارسلت الیکم؟ انما ھلک من کان قبلکم حین تنازعوا فی ھذا الامر عزمت علیکم ان لا تنازعوا فیه (ترمذی)

حکم دیا گیا ہے اور کیا مجھے اس غرض کے لیے بھیجا گیا ہے؟ تم سے پہلے لوگ اسی موضوع پر جھگڑا کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے خبردار اس مسئلے میں کوئی مباحثہ نہ کیا کرو۔

۱۱۴۔ توحید کی نزاکت:

(عائشة رض) رفعته: لا تقولوا ما شاء اللہ و ما شاء محمد و قولوا ما شاء اللہ وحده۔ (موصلی)

ماشاء اللہ و ماشاء محمدؐ (جو اللہ اور محمدؐ کی مشیت ہو) مت کہا کرو۔ صرف ماشاء اللہ (جو اللہ کی مشیت ہو) کہا کرو۔

۱۱۵۔ جنت میں نیند نہیں:

(جابر رض) سئل النبی صلی اللہ علیه وسلم أینام اھل الجنة؟ فقال النوم اخو الموت واھل الجنة لا ینامون (اوسط، بزار)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ: اہلِ جنت کو نیند بھی آئے گی؟ حضورؐ نے فرمایا: نیند تو موت کی (چھوٹی) بہن ہے اس لیے اہلِ جنت سویا نہیں کریں گے۔

۱۱۶۔ دیدارِ الٰہی:

(جریر رض) کنا عند رسول اللہ صلی علیه وسلم فنظر الی القمر لیلة البدر وقال انکم ستروں ربکم عیانا کما ترون ھذا القمر لا تضامون فی رؤیته ....

(شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضورؐ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ: تم اپنے ربّ کو اسی طرح اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس دیدار میں تمہیں کوئی کمی بیشی کی شکایت نہیں ہو گی ....

عبادات

۱۔ وضو :

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ ۔ (مسلم شریف)

ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

۲۔ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهٖ (بخاری مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے تو اُس کے گناہ اس کے جسم سے نکل جاتے ہیں یہانتک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔

۳۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس نے وضو کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی اس کا وضو (کامل) نہیں۔

۴۔ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَقَالَ هٰذَا وُضُوْئِيْ وَوُضُوْءُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تین تین مرتبہ وضو فرمایا اور فرمایا کہ یہ میرا اور مجھ سے پہلے جو انبیائے کرام علیہم السلام تھے ان کا وضو ہے۔

۵۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ۔

(احمد ۰ دارمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور پروردگار کو راضی کرنے والی چیز ہے۔

حجّ

۶۔ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَرَی الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْاَعْمَالِ اَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لٰکِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ وَاَجْمَلَهٗ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ ثُمَّ لُزُوْمُ الْحُصْرِ۔ البخاری

وَلِلنَّسَائِیِّ جِهَادُ الصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ وَالضَّعِیْفِ وَالْمَرْاَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔

حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ ہم جہاد کو سب سے بہتر عمل سمجھتے ہیں۔ کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا لیکن بہترین جہاد حج ہے۔ اور خوب تر ہے، اگر اس میں کوئی گناہ نہ کیا جائے۔ پھر گھر میں بیٹھے رہنا چاہیئے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ بچے بوڑھے، کمزور آدمی اور عورت کے واسطے حج ہی جہاد ہے۔

۷۔ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَاجِّ قَالَ الشَّعِثُ التَّفِلُ۔

(الترمذی)

حاجی کی بابت آپؐ سے پوچھا گیا کہ اس کی کونسی ظاہری حالت بہتر ہے۔؟ فرمایا بکھرے بال اور خوشبو کا نہ لگانا۔

دُعا

۸۔ اَلَا اُخْبِرُکُمْ خَیْرَ اَعْمَالِکُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَاَزْکَاهَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِعْطَاءِ الْوَرِقِ وَالذَّهَبِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ

کیا میں تمہارا سب سے بہتر عمل نہ تمھیں بتلا دوں جس سے تمہارے مرتبے بلند ہو جائیں۔ وہ تمہارے مالک کے نزدیک بہت پاکیزہ چیز ہے۔ سونے چاندی کی خیرات سے بھی بہتر ہے۔ اور اس سے بھی بہتر ہے کہ اگر دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو جائے اور تم ان کی گردن مارو اور وہ تمہاری گردن ماریں؟ لوگوں نے کہا ہاں فرمایئے۔

قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (مالک والترمذی)

یا رسول اللہ۔ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

۹۔ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ۔ (الترمذی)

اللہ تعالیٰ (حشر کے دن) فرمائے گا۔ اس شخص کو جس نے ایک دن بھی میرا ذکر کیا ہو یا میرا خوف کیا ہو (دوزخ) کی آگ سے نکال دو۔

۱۰۔ ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَکَّ فِیْ اِجَابَتِھِنَّ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ وَ دَعْوَۃُ الْمُسَافِرِ وَالْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ۔ ابوداؤد والترمذی۔ وَاتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ۔ (الخمسۃ)

تین دعائیں مستجاب ہیں۔ کہ ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بددعا اپنی اولاد کے حق میں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا سے ڈرو۔ کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

۱۱۔ مَا مِنْ دَعْوَۃٍ اَسْرَعُ اِجَابَۃً مِّنْ دَعْوَۃِ غَائِبٍ لِغَائِبٍ۔ (ابوداؤد والترمذی)

کوئی دعا ایسی جلد تر قبول نہیں ہوتی۔ جیسے غیر حاضر شخص کی غیر حاضر شخص کے واسطے۔

۱۲۔ اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَیْہِ اَنْ یَرُدَّھُمَا صِفْرًا اَیْ خَالِیًا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تمہارا پروردگار حیا والا اور بخشش والا ہے اور اپنے بندے سے جب وہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے، حیا کرتا ہے کہ اسے خالی ہاتھ پھیرے۔

۱۳۔ اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ۔ (الترمذی)

اللہ تعالےٰ سے اس حالت میں دعا کرو کہ جب تمہیں یقین ہو کہ تمہاری دعا قبول ہو جائے گی اور یہ سمجھ رکھو، کہ اللہ تعالےٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل اس سے غافل ہو۔

۱۴۔ اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰکِنْ لِیَعْزِمِ الْمَسْئَلَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ

جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے خدا اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر۔ بلکہ قطعی اور یقینی درخواست کرنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ پر کوئی

تَعَالٰی لَا مُسْتَکْرِہَ لَہٗ۔

(السنۃ الا الشافعیؒ)

روک ڈالنے والا نہیں ہے۔

۱۵۔ فَجَعَلَ النَّاسُ یَجْهَرُوْنَ بِالتَّکْبِیْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا وَّهُوَ مَعَکُمْ وَالَّذِیْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِہٖ۔ (الخمسۃ الا النسائی)

لوگ اونچی آواز سے تکبیر پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے۔ سُنا اور فرمایا۔ آہستہ بولو کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہے۔ تم تو اس کو پکار رہے ہو۔ جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم سے تمہاری سواری کے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔

۱۶۔ اِعْتَکَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ یَجْهَرُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ فَکَشَفَ السِّتْرَ فَقَالَ اَلَا اِنَّ کُلَّکُمْ مُنَاجٍ رَبَّہٗ فَلَا یُؤْذِیَنَّ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَلَا یَرْفَعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْقِرَاءَۃِ اَوْقَالَ فِی الصَّلٰوۃِ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے۔ آپؐ نے سنا کہ لوگ اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے پردہ اٹھایا، اور فرمایا دیکھو تم خدا کی درگاہ میں دعا کرتے ہو۔ پس ایک دوسرے کو ایذا نہ دیا کرو، اور نہ قرآن پڑھنے میں یا نماز پڑھنے میں ایک دوسرے کی نسبت بلند آواز میں بولا کرو۔

۱۷۔ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَالَمْ یُعَجِّلْ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ رَبِّیْ فَلَمْ یَسْتَجِبْ لِیْ۔ (السنۃ الا النسائی۔ وفی اُخْرٰی لِمُسْلِمٍ لَا یَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ۔

تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی جلدی کر کے یہ نہ کہے کہ میں نے خدا سے دعا کی۔ مگر قبول نہ ہوئی اور دوسری روایت میں ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہو جاتی ہے، الّا (اس صورت میں کہ مقصد) گناہ کی بات ہو۔ یا رشتے کا توڑنا ہو (کہ اس وقت قبول نہیں ہوتی)

۱۸۔ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَوْلَادِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی خَدَمِکُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰی اَمْوَالِکُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ سَاعَۃً نَیْلٍ فِیْهَا عَطَاءٌ فَیَسْتَجِیْبُ لَکُمْ۔ (ابوداؤد)

اپنی جانوں۔ اپنی اولاد۔ اپنے خدام اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کیا کرو۔ ایسا اتفاق نہ ہو جائے کہ وہ گھڑی اجابت کی بخشش کی ہو۔ اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے۔

۱۹۔ مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَهٗ فَقَدِ انْتَصَرَ۔ (الترمذی)

جس شخص نے اپنے ظلم کرنے والے کے واسطے (بد) دُعا کی اُس نے ضرور اپنا بدلہ لے لیا۔

۲۰۔ سَلُوا اللّٰهَ تَعَالٰی مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ وَ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ۔ (الترمذی)

اللہ تعالےٰ سے اس کا فضل طلب کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ (اسی سے) مانگا جائے اور غم کے دُور ہونے اور آسائش کے حاصل ہونے کا انتظار کرنا بہت اچھی عبادت ہے۔

۲۱۔ لِيَسْاَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰی يَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ۔ (الترمذی)

تم میں سے ہر ایک کو اپنی ساری حاجتیں اپنے ربّ سے مانگنی چاہئیں۔ یہاں تک کہ چپلی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اُسی سے مانگنا چاہیئے۔

۲۲۔ مَنْ لَّمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔ (الترمذی)

جو خدا سے نہیں مانگتا۔ خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔

۲۳۔ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ كَفَانَا وَ اٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِیَ مسلم و ابوداؤد والترمذی۔ وَفِیْ اُخْرٰی بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيٰی وَ اَمُوْتُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (الستۃ الا مالک والمسلم)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب بستر پر آتے تو فرماتے شکر ہے اللہ کا۔ جس نے ہمیں کھانے کو دیا۔ پینے کو دیا اور ہماری سب ضرورتیں پوری کیں اور ہمیں ٹھکانا دیا۔ بہتیرے ایسے ہیں۔ جن کی نہ ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ نہ کوئی ان کے لیے ٹھکانا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ سونے کے وقت یہ دُعا کرتے۔ یا خدا میں تیرے ہی نام سے جیتا ہوں اور مرتا ہوں (اور صبح بستر پر سے اُٹھتے تو یہ دُعا کرتے) اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف پھر جانا بھی ہے۔

۲۴۔ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا۔ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلتے تو یہ دُعا پڑھتے۔ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یا اللہ تجھ سے ہی ہم پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہمارا پاؤں پھسل جائے یا ہم گمراہ ہو جائیں یا ہم کسی پر ظلم کریں، یا ہم پر کوئی ظلم کرے یا ہم کسی سے جہالت سے پیش آئیں یا کوئی ہمارے ساتھ جہالت سے پیش آئے۔

۲۵۔ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ (يَقُوْلُ) بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔
(ابوداؤد والترمذی)

جب گھر سے کوئی نکلے۔ تو یہ دُعا پڑھے۔ شروع کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے۔ اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اللہ کے سوا کسی میں طاقت اور قوت (میرے نیک و بد کی) نہیں ہے۔

۲۶۔ اِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ اِلٰى بَيْتِهٖ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلٰى اَهْلِهٖ۔ (ابوداؤد)

جب کوئی آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اُسے یہ کہنا چاہیئے۔ یا اللہ میں تجھ سے ہی اندر آنے اور باہر جانے میں بھلائی مانگتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہی ہم اندر آتے ہیں اور اللہ کے نام سے ہی ہم باہر جاتے ہیں۔ اللہ پر جو ہمارا پروردگار ہے۔ ہم بھروسہ کرتے ہیں پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔

۲۷۔ اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِىْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا۔
(الترمذی)

یا اللہ اپنا خوف ہمارے (دلوں میں) اتنا ڈال دے کہ وہ ہم میں اور ہمارے گناہوں میں حائل ہو جائے، اور اپنی فرمانبرداری اتنی دے کہ وہ ہمیں جنت میں پہنچا دے۔ اور اتنا یقین عطا کر کہ ہماری دنیاوی مصیبتیں اس سے آسان ہو جائیں۔ اے خدا ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوت سے اس وقت تک ہمیں بہرہ مند رکھ جب تک کہ ہم جیتے رہیں، اور ہم میں سے ہمارے وارث بنا۔ اور ہمارا انتقام اس شخص سے لے جو ہم پر ظلم کرے۔ اور اس شخص کے مقابلہ میں جو ہم پر زیادتی کرے ہماری مدد کر اور ہمارے دین میں مصیبت نہ پڑنے دے اور دنیا کو نہ ہمارا بڑا مقصود اور نہ ہمارے علم کی انتہا بنا اور ہمارے اُوپر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔

سفر شروع کرنے کے وقت آپ یہ دُعا پڑھتے :۔

۲۸۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ

شروع کرتا ہوں۔ میں اللہ کے نام سے اے خدا تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور (میری غیر حاضری میں) عیال میں میرا

اَللّٰهُمَّ اَزْدلنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ۔ (مالک)

قائم مقام، اے خدا زمین کو ہمارے واسطے لپیٹ دے۔ (یعنی مسافت کم معلوم ہو) اور سفر کو ہمارے واسطے آسان کر دے۔ اے خدا سفر کی تکلیفوں (رنج دینے والی واپسی اور (اپنے) مال اور عیال میں بُری نظر پڑنے سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔

۲۹۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ۔ (الترمذی والنسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا کیا کرتے تھے یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ایسے دل سے جس میں عاجزی نہ ہو، ایسی دُعا سے جو سُنی نہ جائے۔ ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، اور ایسے علم سے جس سے نفع نہ ہو۔ ان چاروں سے مجھے بچائے رکھ۔

اعمال میں میانہ روی

۳۰۔ سُنّت نبوی کی توضیح اور عبادت کے غلط تصوّر کی اِصلاح:

(انس رض) جاء ثلاثه رهط الی بیوت ازواج رسول الله صلّی الله علیه وسلّم یسألون عن عبادته فلما اخبروا کانّهم تقالّوها قالوا این نحن من رسول الله صلّی الله علیه وسلّم وقد غفر له ماتقدم من ذنبه وما تأخّر قال احدهم اما انا فاصلی اللیل ابدا وقال الآخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال الآخر و انا اعتزل النساء ولا اتزوج ابدا فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلّم الیهم فقال

تین صحابہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج کے پاس آکر آپ کی عبادت کا حال پوچھا اور معلوم ہونے پر اپنی عبادت کو بہت کم خیال کیا۔ تینوں کہہ اُٹھے کہ: "کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں"۔ ان میں ایک صاحب نے شب بھر تہجّد و نوافل، دوسرے نے ہمیشہ روزہ داری اور تیسرے نے تازیست مجرّد رہنے کا عہد کر لیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے تینوں کے پاس آکر فرمایا:

انتم الذین قلتم کذا وکذا اما والله انی لاخشاکم لله واتقاکم له ولکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوّج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی (للشیخین وللنسائی نحوه)

"تم لوگوں نے یہ یہ عہد کیے ہیں؟ بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، مگر میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، نمازِ شب بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت ترک کی وہ میری اُمت سے نہیں۔"

۳۱۔ سُنّت کے معنی تقشف کے نہیں:

(عائشۃؓ) بعث رسول اللهؐ الی عثمان بن مظعون أرغبة عن سنّتی؟ فقال لا والله یارسُول اللهؐ ولکن سنتك اطلب قال فانی انام و اصلی و اصوم و افطر و انکح النساء فاتق اللهؐ یا عثمان فان لاهلك علیك حقا وان لضیفك علیك حقا وان لنفسك علیك حقا فصم وافطر وصل ونَم۔ (ابو داؤد)

(حضرت عثمان بن مظعون) نے ان تین کاموں پر حلف اُٹھا لیا: (۱) شب بھر قیام (۲) صائم الدہر رہنے کا اور (۳) تجرّد کا (رسول اللہؐ نے سُنا تو) پیغام بھیجا کہ: تم میری سنّت سے منحرف ہو گئے؟ عثمان رضؓ نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! خدا کی قسم! آپؐ ہی کی سنّت سمجھ کر تو یہ حلف اٹھایا ہے۔ فرمایا: مگر میں تو شب کو سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں۔ (نفلی) روزہ کے ساتھ ناغہ بھی کرتا ہوں۔ مناکحت پر بھی میرا عمل ہے۔ اے عثمان رضؓ! اللہ سے ڈرو! تم پر تمھارے بال بچّوں کا، مہمان کا اور اپنی ذات کا بھی کچھ حق ہے، لہٰذا روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو، نماز ادا کرو اور آرام بھی کرو۔

۳۲۔ صائم الدھر ہونا کوئی روزہ نہیں:

(ابن عمروؓ بن العاص) انک لتصوم النهار وتقوم اللیل؟ قلت: نعم قال اذا فعلت ذلک هجمت له العین ونفهت له النفس لا صام من صام الابد (للستة)

رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: واقعی تم مسلسل نفلی روزے اور ساری رات تہجد ادا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: اس طرح تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور بدن تھک جائے گا، مسلسل نفلی روزے کوئی روزہ ہی نہیں۔؟

۳۳- تھوڑے عمل میں مداومت :

(عائشہؓ) فقال ایھا الناس خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتّٰی تملوا وان احبّ الاعمال الی اللہ ما دام وان قلّ (للستۃ)

لوگو! اعمال میں اپنی برداشت کا خیال رکھو۔ ورنہ تم ہی اُکتا جاؤ گے نہ کہ خداوند کریم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے، جس میں مداومت ہو سکے اگرچہ مختصر ہو۔

۳۴- اسلام میں تقشف نہیں :

(انسؓ) قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال ما ھذا؟ قالوا حبل لزینبؓ اذا فترت تعلقت بہ قال لا حلّوہ لیصلّ احدکم نشاطہ فاذا فتر فلیقعد - (بخاری ولنسائی، ابوداؤد ولہ ایضا حمنۃ بدل زینب)

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے درمیان رسی تنی ہوئی تھی پوچھا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ: یہ بی بی زینبؓ کا انتظام ہے۔ وہ طول قیام سے تھک کر اس کا سہارا لیتی ہیں؟ فرمایا: نہیں! اسے کھول دو۔ جب تک بار نہ ہو نماز پڑھتے رہو۔ تھک جاؤ تو بیٹھ کر دم لو۔

۳۵- پتے کی بات :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: ان لکل شیٔ شِرّۃً ولکل شرۃ فترۃ فان صاحبھا سدد وقارب فارجوہ وان اشیر الیہ بالاصابع فلا تعدّوہ (ترمذی)

ہر شے میں ایک دلچسپی ہوتی ہے اور ہر دلچسپی کی ایک حد۔ اگر کوئی شخص اپنے عبادات کی دلچسپی میں اعتدال کو قائم رکھے اور غلو سے بچتا رہے تو اس کے متعلق اچھی اُمیدیں رکھو اور (کثرت عبادت کی وجہ سے) اس کی طرف اُنگلیاں اُٹھنے لگیں تو اُسے کسی شمار میں نہ لاؤ۔

۳۶- ہر شے میں اعتدال :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: خیر الامور اوسطھا (رزین)

بہترین بات وہ ہے جس میں اعتدال قائم رہے۔

۳۷ - منازلِ دین طے کرنے میں خوش اسلوبی :

جابرؓ) رفعہ : ان ھذا الدین متین فاوغلوا فیہ برفق - (بزار وبلین احمد ولہ عن انسؓ)

یہ دین ایک بڑی سنجیدہ چیز ہے۔ اس پر چلنے میں بڑی خوش اسلوبی سے کام لو۔

۳۸ : ریاضتِ شاقہ کی ممانعت :

(سہلؓ بن حنیفؓ) رفعہ : لاتشددوا علی انفسکم فانما ھلک من کان قبلکم بتشدیدھم علی انفسھم وستجدون بقایاھم فی الصوامع والدیارات - (للکبیر اوسط ، ابوداؤد عن انس بقصۃ)

(کثرتِ عبادت سے) اپنے اوپر مشقت نہ ڈالو۔ اسی شوق میں پہلی اُمتیں تباہ ہو گئیں - جن کی اولاً آج گرجاؤں اور بُت خانوں میں راہب بنی بیٹھی ہے۔

استنجاء

۳۹ - عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب استنجا خانہ میں داخل ہوتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ یعنی اے اللہ! میں پلیدی اور شیاطین سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

۴۰ - عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا - (بخاری، مسلم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو، اور نہ اس کی جانب پیٹھ کرو۔

۴۱ - عَنْ عُمَرَ قَالَ رَاٰنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبُوْلُ قَائِمًا فَقَالَ یَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ - (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔ اس کے بعد میں نے کھڑے ہو کر کبھی پیشاب نہ کیا۔

غُسل

۴۲ - عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَءَ فَغَسَلَ یَدَیْہِ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ كَمَا یَتَوَضَّأُ ثُمَّ یُدْخِلُ اَصَابِعَہٗ فِی الْمَاءِ فَیُخَلِّلُ اُصُوْلَ شَعْرِہٖ ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَاْسِہٖ ثَلٰثَ غُرَفَاتٍ بِیَدَیْہِ ثُمَّ یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِہٖ كُلِّہٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ الْمُسْلِمِ یَبْدَاُ فَیَغْسِلُ یَدَیْہِ قَبْلَ اَنْ یُّدْخِلَھُمَا الْاِنَاءَ ثُمَّ یُفْرِغُ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ فَیَغْسِلُ فَرْجَہٗ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ - (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جنابت کا غسل فرماتے تو ابتداءً یوں کرتے کہ پہلے ہاتھ دھوتے پھر نماز کے جیسا وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑیں تر فرماتے۔ پھر سر پر دونوں ہاتھ سے تین چلو پانی ڈالتے۔ پھر تمام بدن پر پانی بہاتے اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور (جب غسل) شروع فرماتے تو ہاتھوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھو لیتے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ بعدہٗ اپنی شرمگاہ دھوتے پھر وضو فرماتے۔

ذکر

۴۳ - لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْكُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا

جب لوگ بیٹھ کر اللہ کی یاد کرتے ہیں تو فرشتے ان

حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

(مسلم والترمذی)

کے گرد جمع ہوجاتے ہیں۔ ان پر رحمت چھا جاتی ہے۔ اور ان کے دلوں میں تسلی اور اطمینان ہوجاتا ہے۔ اور اللہ اپنے پاس والوں سے ان کا ذکر کرتا ہے۔

۴۴۔ مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ وَالْبَيْتِ الَّذِيْ لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔ الشيخان۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَأَنَا مَعَهٗ إِذَا ذَكَرَنِيْ فَإِذَا ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَإٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَإٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِيْ يَمْشِيْ أَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً۔

(الشیخان والترمذی)

اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور اس گھر کی جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ زندہ اور مُردہ کی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب وہ میری یاد دل میں کرتا ہے میں بھی اس کی یاد دل میں کرتا ہوں اور جب وہ میری یاد جماعت میں کرتا ہے تو میں بھی اس کی یاد جماعت میں کرتا ہوں۔ جو اس سے بہتر ہے۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اُس کی طرف ہاتھ بھر بڑھتا ہوں اگر وہ ہاتھ بھر آئے۔ تو میں دو ہاتھ اس کی طرف جاتا ہوں۔ اگر وہ چل کر آئے تو میں دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہوں۔

۴۵۔ مَنْ أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهٖ طَاهِرًا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى يُدْرِكَهُ النُّعَاسُ لَمْ يَتَقَلَّبْ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ۔

(ترمذی)

جب کوئی شخص اپنے بستر پر پاک اور صاف ہو کر لیٹے اور پھر خدا کی یاد شروع کرے اور یاد کرتا کرتا سو جائے۔ تو رات کو جب کروٹ بدلے گا۔ اس وقت جو بہتری دنیا اور آخرت کی اپنے لیے مانگے گا خدا اُسے عطا فرمائے گا۔

۴۶۔ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا أَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(مالک)

اللہ کے عذاب سے بچانے والا۔ خدا کے ذکر سے بڑھ کر اور کوئی عمل نہیں ہے۔

کتاب طہارت و پاکیزگی

۴۷۔ کھڑے پانی کے اندر پیشاب کرنا:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: لا یبولن احدکم فی الماء الذی لا یجری ثم یغتسل فیہ (للستۃ الا الموطأ)

جو پانی کھڑا ہو اس میں پیشاب کر کے غسل نہ کرو۔

۴۸۔ کتے کا جھوٹا برتن:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فیغسلہ سبع مرات (شیخین، موطأ، نسائی)

جب کتا کسی برتن میں پینے کے لیے منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات بار دھویا کرو۔

۴۹۔ تین جگہوں پر رفع حاجت:

(معاذؓ) اتقوا الملاعن الثلاث البراز فی الموارد وقارعۃ الطریق والظل (ابو داؤد)

گھاٹ، سڑک اور سایہ یہ تین جگہیں ایسی ہیں جہاں رفعِ حاجت کی قابلِ ملامت عادت سے پرہیز رکھو۔

۵۰۔ رفعِ حاجت کے بعد ذکرِ الٰہی:

(عائشہؓ) کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانک (ترمذی، ابو داؤد)

رفع حاجت سے واپس آتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: غفرانک (اے اللہ! میں تیری مغفرت کا طلب گار ہوں۔)

۵۱۔ ایضاً:

(ابو ذرؓ) کان یقول اذا خرج من الخلاء الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذیٰ

رفع حاجت سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے: (ترجمہ) اس اللہ کا شکر ہے کہ میری تکلیف دور کی

دعا فالی (رزین)

کو دُور کر کے مجھے عافیت بخشی۔

۵۲۔ سیدھے اور اُلٹے ہاتھ میں تقسیمِ کار:

(عائشۃؓ) کانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیمنی لطھورہ وطعامہ وکانت یدہ الیسریٰ لخلائہ وماکان من اذی (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ پاکیزہ کاموں کے لیے تھا یا کھانے کے لیے اور بایاں ہاتھ استنجے کے لیے تھا یا دُوسری گندگی دُور کرنے کے لیے۔

نماز

۵۳۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالَ کَذَالِکَ مَثَلُ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ اگر تم لوگوں میں کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ ایسی حالت میں اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس یہی کیفیت ہے، پانچوں نمازوں کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۵۴۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَۃٍ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوۃَ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز سردی کے موسم میں جب کہ درختوں کے پتے گر رہے تھے، (یعنی پت جھڑ کا موسم تھا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تو آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں (اور انھیں ہلایا) تو ان شاخوں سے پتے گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا، اے ابوذر! حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے عرض کیا حاضر ہوں

يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللهِ نَتَهَافَتُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا يَتَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ۔ (احمد)

یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جب مسلمان بندہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے کہ یہ پتے درخت سے جھڑ رہے ہیں۔

۵۵۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّ نَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ۔ (احمد، دارمی، بیہقی)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے گا تو نماز اُس کے لیے نور کا سبب ہوگی، کمال ایمان کی دلیل ہوگی اور قیامت کے دن بخشش کا ذریعہ بنے گی۔ اور جو نماز کی پابندی نہیں کرے گا اُس کے لیے نہ تو نور کا سبب ہوگی نہ کمالِ ایمان کی دلیل ہوگی اور نہ بخشش کا ذریعہ۔ اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ہمراہ ہوگا۔

۵۶۔ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلٰثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا۔ (ترمذی)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کرنا۔ ایک تو نماز ادا کرنے میں جب وقت ہو جائے دوسرے جنازہ میں جب کہ وہ تیار ہو جائے، تیسرے بیوہ کے نکاح میں جب کہ اس کا کفو مل جائے۔

۵۷۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھے ہوئے سورج کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ جب سورج پیلا پڑ جاتا ہے اور شیطان کی دونوں سینگوں کے بیچ آجاتا ہے تو کھڑا ہو کر چار چونچ مار لیتا ہے۔ نہیں ذکر کرتا اس (تنگ وقت) میں اللہ تعالیٰ کا مگر بہت تھوڑا۔

۵۸۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ - (ابوداؤد)

نے فرمایا کہ جب تمھارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کو مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے سونے کی جگہیں علیحدہ کرو۔

زکوٰۃ

۵۹- قَدْ عَفَوْتُ لَكُمْ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْئٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔ (الترمذی، ابوداؤد والنسائی)

گھوڑے اور غلام میں نے معاف کر دیئے (کہ ان پر زکوٰۃ مت دیا کرو) مگر ہر چالیس مضروب (چاندی کے) درہموں پر ایک درہم صدقہ دیا کرو۔ پر ایک سو نوے درہموں تک کچھ زکوٰۃ نہیں۔ البتہ جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان پر پانچ درہم ہیں)

۶۰- اَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيْمًا لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ - (الترمذی)

آگاہ رہو۔ کہ جو شخص کسی مالدار یتیم کا ولی ہو۔ اُسے چاہیے کہ اس کے مال کو تجارت میں لگا دے۔ ایسا نہ ہو کہ اُسے کسی کام پر نہ لگایا جائے اور اُسے زکوٰۃ ہی کھا جائے۔

۶۱- اَلْمُعْتَدِيْ فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا۔ (ابوداؤد۔ والترمذی)

صدقہ میں حد سے زیادہ زیادتی کرنے والا ویسا ہی ہے جیسا کہ اس سے روکنے والا۔

۶۲- اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَ فِيْ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَخْ كَخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ اَوْ اَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔ (الشیخان)

حسنؓ بن علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نے صدقہ کی آئی کھجوروں میں سے ایک کھجور اُٹھائی اور منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھی چھی پھینک دو۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم خیرات نہیں کھاتے؟ یعنی ہمارے واسطے خیرات حلال نہیں[1]۔

---

[1] وہ کھجور ناپاک نہیں تھی، کہ اُسے منہ سے نکلوایا گیا۔ غرض یہ تھی کہ وہ لوگ اگرچہ مالی حیثیت سے غنی اور (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۶۳ - لَاتَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ اَوْعَامِلٍ عَلَيْهَا اَوْ غَارِمٍ اَوْ رَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهٖ اَوْرَجُلٍ كَانَ لَهٗ جَارٌ مِسْكِيْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدَى الْمِسْكِيْنُ لِلْغَنِيِّ ۔(ابوداؤد والترمذی)

صدقہ غنی کے واسطے حلال نہیں ہے سوائے پانچ (شخصوں) کے (۱) غازی (۲) صدقہ وصول کرنے والا ملازم (۳) قرض دار (۴) وہ شخص جس نے صدقہ کا مال خرید لیا ہو، (۵) وہ شخص جسے کسی مسکین ہمسائے نے صدقہ کا مال (جو کسی سے ملا) بطور تحفہ دیا ہو۔

وضو اور اُس کے متعلّقات

۶۴ - گندگی بھی گناہ ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : اذا توضّأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ بطشتھا یداہ مع الماء

جب مسلم یا مومن وضو کرنے کے لیے منہ دھوتا ہے، تو پانی (یا پانی کے آخری قطرے) سے اس کی خطائیں دھل جاتی ہیں۔ اسی طرح ہاتھ دھونے سے ہاتھ کے اور پاؤں دھونے سے پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) مالدار نہیں لیکن کسی قسم کی شرافت عزّت وجاہت رکھتے ہیں۔ ان کو اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی یہ عزت و شرافت دینی یا دنیوی بھی ان کے حق میں مالداری کا درجہ رکھتی ہے اور اس قسم کے مال لینے سے وہ ضائع ہو جائے گی، خیرات کے مال کی ذات میں خواہ وہ نقد ہو یا جنس۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی۔ جو ناپاک، مضرِ صحت یا فاسد خیالات پیدا کرنے والی ہو۔ البتہ جس شخص کو وہ مال بیٹھے بٹھائے بغیر مشقت ملتا رہے۔ وہ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محتاجوں کی مدد کرنا تو در کنار اپنے واسطے بھی ہاتھ نہیں ہلاتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اُسے ضرورت نہیں پڑتی۔ لہٰذا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کا مال کھانے والے نہ صرف سوسائٹی پر ایک بارِ گراں ہوتے ہیں بلکہ ان کے لیے مارِ آستین بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے خیرات کا کھانا ناروا کر دیا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ خیرات کا مال کسی کو کھانا ہی نہیں چاہیئے۔ نہیں وہ جو محتاج اور مجبور ہیں۔ یعنی محنت کرتے ہیں۔ پھر بھی گذارہ نہیں چلتا، یا بوڑھے ہیں یا بیمار ہیں، وہ اپنی معذوری کے زمانہ میں اسے کھا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خیرات حاصل کرنے کو پیشہ بنا نا ان کی نیّت نہ ہو۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ۔

(ابو داؤد)

نے فرمایا کہ جب تمھارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو اُن کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کو مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے سونے کی جگہیں علیحدہ کر دو۔

زکوٰۃ

۵۹- قَدْ عَفَوْتُ لَكُمْ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ وَلَيْسَ فِىْ تِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَاِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ۔

(الترمذی، ابو داؤد والنسائی)

گھوڑے اور غلام میں نے معاف کر دیئے (کہ ان پر زکوٰۃ مت دیا کرو) مگر ہر چالیس مضروب (چاندی کے درہموں) پر ایک درہم صدقہ دیا کرو۔ پر ایک سو نوّے درہموں تک کچھ زکوٰۃ نہیں۔ البتہ جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان پہ پانچ درہم ہیں)

۶۰- اَلَا مَنْ وَلِىَ يَتِيْمًا لَهٗ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ۔ (الترمذی)

آگاہ رہو۔ کہ جو شخص کسی مالدار یتیم کا ولی ہو۔ اُسے چاہیے کہ اس کے مال کو تجارت میں لگائے۔ ایسا نہ ہو کہ اُسے کسی کام پہ نہ لگایا جائے اور اُسے زکوٰۃ ہی کھا جائے۔

۶۱- اَلْمُعْتَدِىْ فِى الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا۔

(ابو داؤد۔ والترمذی)

صدقہ میں حد سے زیادہ زیادتی کرنے والا ویسا ہی ہے جیسا کہ اس سے روکنے والا۔

۶۲- اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِىٍّ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَ فِىْ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَخْ كَخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ اَوْ اَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔ (الشیخان)

حسنؓ بن علیؓ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نواسے نے صدقہ کی آئی کھجوروں میں سے ایک کھجور اُٹھائی اور منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھی چھی پھینک دو۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم خیرات نہیں کھاتے؟ یعنی ہمارے واسطے خیرات حلال نہیں[1]۔

---

[1] وہ کھجور ناپاک نہیں تھی، کہ اُسے منہ سے نکلوایا گیا۔ غرض یہ تھی کہ وہ لوگ اگرچہ مالی حیثیت سے غنی اور (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۶۳ - لَاتَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ اَوْعَامِلٍ عَلَيْهَا اَوْغَارِمٍ اَوْرَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهٖ اَوْرَجُلٍ كَانَ لَهٗ جَارٌ مِسْكِيْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِيْنِ فَاَهْدَى الْمِسْكِيْنُ لِلْغَنِيِّ - (ابوداؤد والترمذی)

صدقہ غنی کے واسطے حلال نہیں ہے سوائے پانچ (شخصوں) کے (۱) غازی (۲) صدقہ وصول کرنے والا ملازم (۳) قرض دار (۴) وہ شخص جس نے صدقہ کا مال خرید لیا ہو، (۵) وہ شخص جسے کسی مسکین ہمسائے نے صدقہ کا مال (جو کسی سے ملا، بطور تحفہ دیا ہو)۔

وضو اور اُس کے متعلّقات

۶۴ - گندگی بھی گناہ ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : اذا توضّأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ بطشتھا یداہ مع الماء

جب مسلم یا مومن وضو کرنے کے لیے منہ دھوتا ہے، تو پانی (یا پانی کے آخری قطرے) سے اس کی خطائیں دھل جاتی ہیں۔ اسی طرح ہاتھ دھونے سے ہاتھ کے اور پاؤں دھونے سے پیروں کے گناہ دُھل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) مالدار نہیں لیکن کسی قسم کی شرافت عزّت وجاہت رکھتے ہیں، ان کو اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی یہ عزّت و شرافت دینی یا دنیوی بھی ان کے حق میں مالداری کا درجہ رکھتی ہے اور اس قسم کے مال لینے سے وہ ضائع ہو جائے گی، خیرات کے مال کی ذات میں خواہ وہ نقد ہو یا جنس۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی۔ جو ناپاک، مضرِ صحت یا فاسد خیالات پیدا کرنے والی ہو۔ البتہ جس شخص کو وہ مال بیٹھے بٹھائے بغیر مشقّت ملتا ہے۔ وہ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محتاجوں کی مدد کرنا تو درکنار اپنے واسطے بھی ہاتھ نہیں ہلاتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اُسے ضرورت نہیں پڑتی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کا مال کھانے والے نہ صرف سوسائٹی پر ایک بارِ گراں ہوتے ہیں بلکہ ان کے لیے مارِ آستین بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے خیرات کا کھانا ناروا کر دیا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ خیرات کا مال کسی کو کھانا ہی نہیں چاہیئے۔ نہیں وہ جو محتاج اور مجبور ہیں۔ یعنی محنت کرتے ہیں۔ پھر بھی گذارہ نہیں چلتا، یا بوڑھے ہیں یا بیمار ہیں، وہ اپنی معذوری کے زمانہ میں اسے کھا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خیرات حاصل کرنے کو پیشہ بنانا ان کی نیّت نہ ہو۔

اومع اٰخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب ۔ (مالک، ترمذی، مسلم بلفظہ)

۶۵۔ وضو اور مسواک :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : لو کان ان اشق علی امتی لامرتھم عند کل صلوٰۃ بوضوء ومع کل وضوء بسواک (احمد)

اگر مجھے اُمت پر بار ہونے کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے وضو کا اور ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دے دیتا ۔

۶۶۔ سو کر اُٹھنے کے بعد مسواک :

(عائشۃؓ) ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم کان لایرقد من لیل ولانھار فیستیقظ الا تسوک قبل ان یتوضاء ، (مسلم، نسائی)

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں جب بھی سو کر اُٹھتے وضو سے قبل مسواک فرما لیتے ۔

۶۷۔ مسواک کی فضیلت :

(عائشۃؓ) السواک مطھرۃ للفم مرضاۃ للرب (نسائی)

مسواک منہ کے لیے صفائی بھی ہے اور رضائے الٰہی کا سبب بھی ۔

ایضاً :

(عائشۃؓ) رفعتہ ، فضل الصّلوٰۃ بسواک علی الصلوٰۃ بغیر سواک سبعون صلاۃ ۔ (احمد، موصلی، بزار)

وضو سے نماز میں مسواک کر لینے سے نماز کا اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے ۔

۶۸۔ سو کر اُٹھنے کے بعد ہاتھ دھونا :

(ابوھریرۃ) رفعہ : اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاناء حتی

جو شخص سو کر اُٹھے ، وہ پہلے ہاتھ دھو لے ، پھر اُسے برتن میں ڈالے ، اُسے کیا معلوم کہ سوتے

يغسلها ثلاثا فانه لا يدرى اين باتت يده (للستة)

میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں لگا ہے۔

۶۹۔ وضو میں پانی کا اسراف:

(ابن عمروؓ بن العاصؓ) انّ النبّی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف؟ فقال أفی الوضوء سرف؟ قال نعم وان کنت علی نھر جار (قزوینی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار سعدؓ کے پاس سے گذرے، سعد اس وقت (خوب پانی بہا بہا کر) وضو کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: یہ اسراف کیسا ہے؟ عرض کیا کہ: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ فرمایا: بے شک، خواہ تم بہتی ہوئی نہر پر کیوں نہ ہو۔

۷۰۔ وضو کے بعد اعضاء کو پونچھنا:

(عائشہؓ) کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم خرقۃ ینشف بھا بعد الوضوء (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضو کے بعد نمی کو پونچھ لیا کرتے تھے۔

۷۱۔ مسح:

(المغیرۃؓ) توضأ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے میں جراب اور جوتے پر بھی مسح فرمایا ہے۔

۷۲۔ دونوں نیکوکار ہیں:

(ابو سعیدؓ) خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلوٰۃ ولیس معھما ماء فتیمما صعیدا طیبا فصلیا ثم وجد الماء فی الوقت فاعاد احدھما الصلوٰۃ والوضوء ولم یعد الآخر ثم اتیا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

دو مسلمانوں کو ایک سفر میں وقتِ نماز آگیا۔ دونوں نے تیمم سے نماز پڑھ لی۔ بعد میں پانی مل جانے پر ایک نے وضو کر کے نماز دہرا لی۔ اور دوسرے نے یہ نہ کیا۔ اب وہ دونوں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور پہنچے، اپنا اپنا ماجرا عرض کیا۔ جس نے نماز

فذكرا ذلك فقال للذي لم يعد
اصبت السنة واجزاتك صلاتك
وقال للذي توضأ واعاد لك الاجر
مرتين (نسائی، ابو داؤد)

نہ دہرائی تھی، اس سے فرمایا: "تم نے سنت پر عمل کیا اور تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔ دوسرے سے فرمایا: تمہارے لیے دو چند اجر ہے۔

جماعت

۷۳۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ نماز باجماعت کا ثواب تنہا پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ ہے۔

۷۴۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلَاةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نمازوں سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر لوگ جانتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا اجر و ثواب ہے تو گھسٹتے ہوئے چل کر ان میں شریک ہوتے۔

۷۵۔ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهٗ۔ (مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا وہ آدھی رات تک عبادت میں کھڑا رہا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی تو گویا اُس نے ساری رات نماز پڑھی۔

۷۶۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَا یَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ۔

(بخاری، مسلم)

اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں کہ اس کی اذان دی جائے۔ پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر میں اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے، یہاں تک کہ ان کے گھروں کو جلا دوں۔

۷۷۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ثَلٰثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْكَ بِالْجَمَاعَةِ۔

(احمد، ابوداؤد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس آبادی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور ان میں نماز جماعت سے قائم نہ کی جائے تو شیطان اُن پر غالب آ جاتا ہے، لہٰذا جماعت کو لازم جانو۔

صلوٰۃ

۷۸۔ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ مَا تَقُوْلُوْنَ اَیُبْقِیْ ذٰلِكَ مِنْ دَرَنِهٖ شَیْئًا قَالُوْا لَا یُبْقِیْ ذٰلِكَ مِنْ دَرَنِهٖ شَیْئًا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا۔

(الخمسۃ الا ابا داؤد)

دیکھو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ دفعہ نہائے تو تمہاری رائے میں اُس کے بدن پر کچھ میل رہ جائے گا؟ پاس بیٹھنے والوں نے عرض کیا۔ اس طرح تو کوئی میل نہیں رہتا۔ فرمایا یہی مثال پانچوں وقت نماز کی ہے کہ اُس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۷۹۔ اِذَا حَزَنَهٗ اَمْرٌ صَلّٰی۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غمناک واقعہ پیش آتا تو آپ نماز پڑھتے۔

۸۰۔ مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ فَاِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِیْنَ

لڑکا جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو

فَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا (ابوداؤد والترمذی)

اُسے بدنی سزا دو۔

۸۱ ۔ يَا عَلِيُّ ثَلٰثًا لَا تُؤَخِّرْ اَلصَّلٰوةُ إِذَا دَخَلَ وَقْتُهَا وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْوًا۔ (الترمذی)

اے علی تین باتوں میں توقف مت کرو (نماز کے ادا کرنے میں) جب اس کا وقت ہو جائے۔ جنازہ (پڑھنے) میں جب تیار ہو اور بیوہ کے نکاح (کرانے) میں جب اس کا جوڑ مل جائے۔

۸۲ ۔ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةً مِّنْ غُلُوْلٍ۔ (مسلم، والترمذی)

اللہ تعالیٰ وہ نماز قبول نہیں فرماتا جو بغیر پاک ہونے کے پڑھی جائے۔ نہ وہ صدقہ قبول فرماتا ہے جو غنیمت کے مال میں خیانت یا چوری کر کے دیا جائے۔

۸۳ ۔ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ إِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ (ابوداؤد وترمذی)

اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی وہ نماز قبول نہیں فرماتا جو بے وضو پڑھے۔

۸۴ ۔ لَا يُصَلِّ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهِ اَوْ قَالَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْئٌ۔ (الخمسة الا الترمذی)

کوئی شخص تم میں سے ایک ہی کپڑا پہن کر (مثلاً صرف تہبند) جو کندھے پہ نہ ہو۔ یا یہ فرمایا کہ اُس کے کندھوں تک نہ ہو نماز نہ پڑھے۔

۸۵ ۔ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى صَلٰوةَ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ۔ (ابوداؤد۔ والترمذی)

اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا اگر اُس کے سر پر اوڑھنی نہ ہو (اس لیے کہ وہ عورت کے ضروری اور پورے لباس میں ملبوس نہیں ہے)۔

کتابُ الصّلوٰة

۸۶ ۔ نماز سے گناہ دُھلنے کی تمثیل:

(ابوھریرةؓ) رفعہ: ارأیتم لوان نھرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمس مرات ماتقولون ذلک یبقی من درنہ؟ قالو: لایبقی من درنہ شیأ قال فذلک مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بھا الخطایا۔ (شیخین، موطا، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمھارے گھر کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کیا جائے تو جسم پر ذرہ برابر میل رہ سکتا ہے؟ عرض کیا، ہرگز نہیں رہ سکتا! فرمایا: یہی مثال نماز پنجگانہ کی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھو دیتا ہے۔

۸۷۔ دو وقت کی نماز بھی دوزخ سے بچا لیتی ہے :

(عمارة بن رويبة) رفعه : لن يلج النار احد صلّى قبل طلوع الشمس وقبل غروبها يعني الفجر والعصر فقال رجل من اهل البصرة انت سمعت هذا من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال نعم فقال الرجل وانا اشهد انى سمعته صلّى الله عليه وسلّم۔

(مسلم، ابو داؤد، نسائی)

وہ لوگ ہرگز دوزخ میں نہ ڈالے جائیں گے، جو طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز ادا کر لیا کریں۔ ایک بصری نے حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ : یہ خود آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے؟ عمارہ نے جواب دیا : ہاں! بصری رض نے کہا : میں بھی شاہد ہوں کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا سے ایسا ہی سُنا۔

نماز میں پابندیٔ وقت

۸۸۔ نماز وقت پر ادا ہونی چاہیئے :

(ابن مسعودؓ) سألت النبی صلّى الله عليه وسلّم اى العمل احبّ الى الله ؟ قال الصّلوٰة لميقاتها۔ قلت ثم اى؟ قال برّ الوالدين۔ قلت ثم اى ؟ قال الجهاد فی سبيل الله۔ قال حدثنی بهن ولو استزدته لزادنی۔

(شیخین، ترمذی، نسائی)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امور دریافت کیے (۱) کونسا عمل اللہ تعالےٰ کو پسند ہے؟ فرمایا : نماز بر وقت ادا کرنا! پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا : والدین سے نیک سلوک۔ پوچھا۔ اس کے بعد؟ فرمایا : جہاد فی سبیل اللہ! ان کے سوا اگر میں کچھ اور دریافت کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اضافہ فرما دیتے۔

۸۹۔ تین قسم کی تاخیر سے بچو :

(علیؓ) رفعه : يا علی ثلاثا لا تؤخرها الصلوة اذا دخل وقتها والجنازة اذا حضرت

اے علی رض! تین کاموں میں تاخیر نہ کرو۔ ادائیگی میں جب وقتِ نماز آجائے (۲) دفن میں جب میت مرجائے (۳) نکاح میں

ولا یتموا اذا وجدت لھا کفوًا (ترمذی) — جب بیوہ کا کفو مل جائے۔

مسجد

۹۰ - عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص خدائے تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لیے مسجد بنائے گا تو خدائے تعالیٰ اس کے صلے میں جنت میں گھر بنائے گا۔

۹۱ - عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک تمام آبادیوں میں محبوب ترین جگہیں اس کی مسجدیں ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں۔

۹۲ - عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِئْذَنْ لَنَا فِی التَّرَھُّبِ فَقَالَ اِنَّ تَرَھُّبَ اُمَّتِیْ الْجُلُوْسُ فِی الْمَسَاجِدِ اِنْتِظَارَ الصَّلٰوۃِ۔ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تارک الدنیا ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا میری اُمت کے لیے ترکِ دنیا یہی ہے کہ وہ مسجدوں میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے۔

۹۳ - عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ قُرَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ھَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ یَعْنِی الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَقَالَ مَنْ اَکَلَھُمَا فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ اِنْ کُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰکِلِیْھَا فَاَمِیْتُوْھُمَا طَبْخًا۔ (ابوداؤد)

حضرت معاویہ بن قرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان دو سبزیوں کے کھانے سے منع فرمایا یعنی پیاز اور لہسن سے اور فرمایا کہ انھیں کھا کر کوئی شخص ہماری مسجد میں کے قریب ہرگز نہ آئے۔ اور فرمایا کہ اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر ان کی بُو دُور کر لیا کرو۔

۹۴- عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ فِيْ أَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰہِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ۔ (بیہقی)

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بطریق مرسل روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں کے اندر دنیا کی باتیں کریں گے تو اُس وقت تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھنا خدائے تعالے کو ان لوگوں کی کچھ پروا نہیں[1]۔

مقامِ ستر کا پردہ کرنا!

۹۵- قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِيْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالرَّجُلُ يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ قَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَافْعَلْ قُلْتُ الرَّجُلُ يَكُوْنُ خَالِيًا قَالَ اللّٰہُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ۔ (ابوداؤد، والترمذی)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے مقامِ ستر کا کس سے پردہ کریں اور کس سے نہ کریں، فرمایا اپنی بیوی یا گھر میں داخل کی ہوئی لونڈی کے سوا سب سے اپنے مقام کا ستر کا پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا (اکثر ایسا ہوتا ہے کہ) ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر رہتا ہے، فرمایا۔ حتی الامکان کوشش کرو کہ تمہارا مقامِ ستر کوئی دیکھ نہ سکے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ آدمی (کبھی) خالی مقام پر بھی ہوتا ہے۔ فرمایا اللہ کا حق زیادہ ہے کہ تم اس سے آدمیوں کی نسبت زیادہ حیا کرو۔

۹۶- عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ الْفَخِذَ عَوْرَةً۔ (الترمذی)

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انسان کی ران کو مقامِ ستر یعنی پردہ میں رہنے والے حصہ میں شمار فرمایا۔

نماز کے مقام!

۹۷- اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ

یا اللہ میری قبر کو بُت نہ بنائیو۔ کہ پُوجی جائے۔ اللہ کا

---

[1] حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ کنایت است از بیزاری حق از ایشاں (اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص۳۲۹) یعنی مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ان لوگوں سے بیزار ہے۔

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِهِمْ مَسَاجِدَ ۔ (مالک)

غضب ان لوگوں پر بہت سخت ہوگا ۔ جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنائیں گے ۔ یعنی ان کی پرستش کریں گے ۔

۹۸ ۔ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا اَیْنَمَا اَدْرَكَ رَجُلٌ مِنْ اُمَّتِی الصَّلٰوةَ صَلّٰی ۔ (النسائی)

میرے واسطے (ساری) زمین مسجد اور پاک قرار دی گئی ہے ۔ جہاں کہیں میری اُمّت کے کسی آدمی کو نماز کا وقت آجائے پڑھ لے ۔

نماز میں صالح کا لحاظ

۹۹ ۔ ایک رکعت سے چار رکعات تک :

(ابن عباسؓ) فرض اللّٰہ الصلٰوۃ علی لسان نبیکم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی جو نمازیں فرض کی ہیں اُن کی ترتیب یوں ہے کہ حضر میں چار رکعتیں ہیں، سفر میں دو رکعتیں ہیں اور خوف میں ایک ۔

۱۰۰ ۔ اوقات نماز میں موسمی لحاظ رکھنا چاہیئے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : اذا اشتد الحر فابردوا بالصلٰوۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم (للستۃ)

گرمی شدت کی ہو تو نماز ٹھنڈی کرنے (یعنی تاخیر سے) ادا کرو ۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم ہی کی ایک پھنکار ہے ۔

۱۰۱ ۔ اوّل طعام لبعدہ کلام :

(ابن عمرؓ) رفعہ : اذا وضع عشاء احدکم واقیمت الصلٰوۃ فابدءوا بالعشاء ولا تعجل حتی تفرغ منہ کان ابن عمرؓ یوضع لہ الطعام وتقام الصلٰوۃ فلا یاتیھا حتی یفرغ وانہ لیسمع قراءۃ الامام (للستۃ الا النسائی)

جب کھانا سامنے آجائے اور ادھر اقامت (صلوٰۃ) ہونے لگے تو پہلے کھانا شروع کرو اور کھانے میں عجلت نہ کرو ۔ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے جب کھانا آتا اور اُدھر اقامت شروع ہو جاتی تو وہ کھانا چھوڑ کر نماز میں شریک نہ ہوتے اور امام کی قرأت سُنتے رہتے ۔!

سحر خیزی

۱۰۲ - سحر خیزی اور قربِ الٰہی:

(عمرؓو بن عبسہؓ) قلت یارسول اللہ هل من ساعة اقرب من الله تعالیٰ من الاخریٰ؟ قال نعم ان اقرب ما یکون الرب من العبد جوف اللیل الآخرفان استطعت ان تکون ممن یذکرالله فی تلک الساعة فکن فان الصلوۃ محضورۃ (للستة الامالکا)

میں عرض گزار ہوا کہ: اے رسولِ خدا (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، قربِ خداوندی کے لیے سب سے بہتر ساعت کونسی ہے؟ فرمایا: رات کے نصف آخر کا وسط! اگر تم اس ساعت میں ذکرِ الٰہی کر سکو تو ضرور کرو۔ اس نماز کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

۱۰۳ - امام اور مؤذن کا مقام:

(ابوھریرۃؓ) رفعه: الامام ضامن و المؤذن مؤتمن اللّٰھم ارشد الائمة واغفر للمؤذنین قالوا یارسول الله لقد ترکتنا نتنافس فی الاذان بعدك فقال انه یکون بعدی او بعدکم قوم سفلتهم مؤذنوهم (بزار، ابوداؤد، ترمذی الی واغفر للمؤذنین)

امام ذمے دار اور مؤذن امین ہوتا ہے۔ اے اللہ! اماموں کو ہدایت و رشد پر قائم رکھ اور مؤذنوں کی بخشش فرما۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو ہمیں ایسی حالت میں چھوڑ رہے ہیں کہ ہم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اذان کا شرف حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرینگے۔ فرمایا: ہاں میرے بعد (یا تم لوگوں کے بعد) قوم کی یہ حالت ہوگی کہ مؤذن ذلیل قسم کے لوگ ہوں گے۔

اِشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ ۔ (مالک)

غضب ان لوگوں پر بہت سخت ہوگا۔ جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنائیں گے۔ یعنی ان کی پرستش کریں گے۔

۹۸ ۔ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا اَيْنَمَا اَدْرَكَ رَجُلٌ مِّنْ اُمَّتِي الصَّلٰوةَ صَلّٰى ۔ (النسائی)

میرے واسطے (ساری) زمین مسجد اور پاک قرار دی گئی ہے۔ جہاں کہیں میری اُمّت کے کسی آدمی کو نماز کا وقت آجائے پڑھ لے۔

نماز میں مصالح کا لحاظ

۹۹ - ایک رکعت سے چار رکعات تک :

(ابن عباسؓ) فرض اللّٰه الصّلوٰة علی لسان نبیکم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعة (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

اللہ تعالیٰ نے تمھارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی جو نمازیں فرض کی ہیں اُن کی ترتیب یوں ہے کہ حضر میں چار رکعتیں ہیں، سفر میں دو رکعتیں ہیں اور خوف میں ایک۔

۱۰۰ - اوقات نماز میں موسمی لحاظ رکھنا چاہیئے :

(ابوھریرہؓ) رفعه : اذا اشتد الحر فابردوا بالصّلوٰة فان شدة الحر من فیح جھنم (للستة)

گرمی شدّت کی ہو تو نماز ٹھنڈی کرنے (یعنی تاخیر سے) ادا کرو۔ کیونکہ گرمی کی شدّت جہنّم ہی کی ایک بھپکار ہے۔

۱۰۱ - اوّل طعام بعدہ کلام :

(ابن عمرؓ) رفعه : اذا وضع عشاء احدکم واقیمت الصلوٰة فابدءوا بالعشاء ولا تعجل حتی تفرغ منه کان ابن عمرؓ یوضع له الطعام وتقام الصّلوٰة فلا یاتیها حتی یفرغ وانه لیسمع قراءة الامام (للستة الا النسائی)

جب کھانا سامنے آجائے اور ادھر اقامتِ (صلوٰۃ) ہونے لگے تو پہلے کھانا شروع کرو اور کھانے میں عجلت نہ کرو۔ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے جب کھانا آتا اور اُدھر اقامت شروع ہو جاتی تو وہ کھانا چھوڑ کر نماز میں شریک نہ ہوتے اور امام کی قرأت سُنتے رہتے۔!

سحر خیزی

۱۰۲۔ سحر خیزی اور قربِ الٰہی:

(عمرو بن عبسہؓ) قلت یا رسول اللہ هل من ساعة اقرب من الله تعالیٰ من الاخریٰ؟ قال نعم ان اقرب ما یکون الرب من العبد جوف اللیل الآخر فان استطعت ان تکون ممن یذکر الله فی تلك الساعة فکن فان الصلوة محضورة (للستة الا مالکا)

میں عرض گزار ہوا کہ: اے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم!) قربِ خداوندی کے لیے سب سے بہتر ساعت کونسی ہے؟ فرمایا: رات کے نصف آخر کا وسط! اگر تم اس ساعت میں ذکرِ الٰہی کر سکو تو ضرور کرو۔ اس نماز کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

۱۰۳۔ امام اور مؤذن کا مقام:

(ابوہریرہؓ) رفعه: الامام ضامن و المؤذن مؤتمن اللهم ارشد الائمة واغفر للمؤذنین قالوا یا رسول الله لقد ترکتنا نتنافس فی الاذان بعدك فقال انه یکون بعدی او بعدکم قوم سفلتهم مؤذنوهم (بزاد، ابوداؤد، ترمذی الحے واغفر للمؤذنین)

امام ذمے دار اور مؤذن امین ہوتا ہے۔ اے اللہ! اماموں کو ہدایت و رشد پر قائم رکھ اور مؤذنوں کی پوشش فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو ہمیں ایسی حالت میں چھوڑ رہے ہیں کہ ہم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اذان کا شرف حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرینگے۔ فرمایا: ہاں میرے بعد (یا تم لوگوں کے بعد) قوم کی یہ حالت ہوگی کہ مؤذن ذلیل قسم کے لوگ ہوں گے۔

جمعہ

۱۰۴۔ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَہَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُہْرٍ وَیَدَّہِنُ مِنْ دُہْنِہٖ اَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی۔ (بخاری)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس قدر ممکن ہو سکے طہارت نظافت کرے اور تیل لگائے یا خوشبو ملے جو گھر میں میسر ہو۔ پھر گھر سے نماز کے لیے نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان داپنے بیٹھنے یا آگے گزرنے کے لیے شگاف نہ ڈالے۔ پھر نماز پڑھے جو مقرر کر دی گئی ہے۔ پھر جب امام خطبہ پڑھے تو خاموش بیٹھا رہے تو اس کے وہ تمام گناہ جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس نے کئے ہیں معاف کر دیئے جائیں گے۔

۱۰۵۔ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ وَقَفَتِ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُہَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُہْدِیْ بَدَنَۃً ثُمَّ کَالَّذِیْ بَقَرَۃً ثُمَّ کَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَۃً ثُمَّ بَیْضَۃً فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَہُمْ وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مسجد میں آنے والوں کی حاضری لکھتے ہیں۔ جو لوگ پہلے آتے ہیں اُن کو پہلے اور جو بعد میں آتے ہیں اُن کو بعد میں اور جو شخص جمعہ کی نماز کو پہلے گیا اس کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جس نے کہ شریف میں قربانی کے لیے اونٹ بھیجا۔ پھر جو دوسرے نمبر آیا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے گائے بھیجی، پھر اس کے بعد جو آئے وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے دنبہ بھیجا، پھر جو اس کے بعد آئے وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے مرغی بھیجی اور جو اس کے بعد آئے، وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے انڈا بھیجا۔ پھر جب امام خطبہ کے لیے اُٹھتا ہے تو فرشتے اپنے کاغذات لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

نماز میں بات نہیں کرنی چاہیئے!

۱۰۶۔ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِي قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ قَالَ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ فَلَا يَصُدَّهُمْ۔
(مسلم، ابوداؤد، والنسآئی)

معاویہ بن حکم سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ جماعت میں سے ایک شخص نے چھینکا۔ میں نے کہا یرحمک اللہ (اللہ تجھ پر رحم کرے) پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے۔ فرمایا نماز میں بات چیت کرنا درست نہیں۔ اس کے بعد راوی نے اپنے ہاں کی بعض اور رسمیں بیان کیں، چنانچہ کہا۔ کہ ہم میں سے (بعض) لوگ نجومیوں کے پاس جاتے۔ فرمایا تم مت جایا کرو (پھر) عرض کیا کہ ہم میں سے (بعض) آدمی بدشگونی لیتے ہیں۔ فرمایا یہ ان کے توہمات ہیں۔ اس (بدشگونی) سے انہیں کام کرنے سے رکنا نہیں چاہیئے۔

۱۰۷۔ اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

اثنائے نماز میں اگر (اتفاق ہو جائے کہ) سانپ اور بچھو نکل آئیں۔ تو ان کو مار ڈالو۔

۱۰۸۔ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا لِمَنْ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ۔ (مسلم، ابوداؤد)

کھانا سامنے ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیئے اور نہ اس وقت جبکہ پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو۔

مسجد

۱۰۹۔ حلال کمائی سے تعمیر مسجد کا انعام:

(ابوھریرۃ) رفعہ: من بنی بیتا یعبد

جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے مالِ حلال

اللہ فیہ من مال حلال مبنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ (بزار، اوسط بضعت)

سے مسجد بنائے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔

۱۱۰ - مسجدوں کو صاف اور معطر رکھو:

(عائشہؓ) امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدوان ینظف ویطیب (ابوداؤد، ترمذی)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں یا محلوں میں بھی مسجدوں کی تعمیر کرنے اور صفائی رکھنے اور خوشبو سے لبسائے رکھنے کا حکم دیا۔

۱۱۱ - عورت کے لیے سب سے بہتر مقام نماز:

(اسعدؓ) ان ام حمید امرأۃ ابی حمید الساعدی قالت یارسول اللہ انی احب الصلوۃ معك قال قد علمت انک تحبین الصلوۃ معی وصلوتکِ وبیتكِ خیر من صلوتكِ فی حجرتكِ وصلوتكِ فی حجرتكِ خیر من صلاتكِ فی داركِ وصلاتكِ فی مسجد قومكِ خیر من صلاتكِ فی مسجدی (شیخین، موطا، ابوداؤد)

ام حمید (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زوجۂ ابوحمید ساعدی) نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

میں نماز آپ کی اقتداء میں پسند کرتی ہوں۔ فرمایا: میں تمھاری یہ رغبت دیکھ رہا ہوں، مگر تمھاری نماز کوٹھڑی میں دالان سے، اور دالان میں صحن سے اور صحن میں مسجدِ محلہ سے اور مسجدِ محلہ میں میری اس مسجد سے زیادہ بہتر ہے۔

۱۱۲ - بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ آؤ:

(حذیفہؓ)........ ومن اکل من ھذہ البقلۃ الخبیثۃ فلا یقربن مسجدنا ثلاثا۔

اور جو شخص کچا لہسن یا مولی وغیرہ کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے۔

عن ابن عمرؓ: فلا یقربن المساجد حتی یذھب ریحھا۔

(ابوداؤد، شیخین)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تک اس کی بدبو نہ چلی جائے ایسا شخص مسجدوں میں نہ جائے۔

استقبال قبلہ

۱۱۳۔ سمت قبلہ کی وسعت :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : مابین المشرق و المغرب قبلۃ" (ترمذی، رزین)

قبلے کی حدود مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔

۱۱۴۔ کشتی میں نماز کس طرح ادا کی جائے :

(جعفرؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یصلی فی السفینۃ قائما الا ان یخشی الغرق۔
(بزار برجل لم یسم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ کو حکم دیا کہ اگر ڈوبنے کا اندیشہ نہ ہو تو کشتی میں کھڑے کھڑے نماز ادا کرلو۔

۱۱۵۔ بیتی مسجد :

(ابن عمرؓ) رفعہ : اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوھا قبورا۔
(للستۃ الا مالکا)

اپنے گھروں میں بھی نمازگاہ بناؤ۔ گھروں کو بالکل قبرستان ہی نہ بنا دو (یعنی سنتیں اور نوافل گھر میں بھی پڑھا کرو)۔

۱۱۶۔ ایک کپڑے میں نماز :

(ابوھریرۃؓ) انہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الصلوۃ فی ثوب واحد فقال اولکلکم ثوبان۔
(الستۃ الا النسائی)

ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو دو کپڑے موجود ہیں ؟ (یعنی اگر ایک ہی کپڑا میسر ہے تو اسی میں نماز پڑھ لو)۔

عید اور بقرعید

۱۱۷- عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضورؐ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ سال میں دو دن کھیل کود کرتے ہیں خوشی مناتے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ دو دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا ان دنوں میں ہم لوگ زمانۂ جاہلیت کے اندر خوشیاں مناتے اور کھیل کود کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان دو دنوں کو ان سے بہتر دنوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک دن عید الفطر اور دوسرا دن عید الاضحیٰ ہے۔

۱۱۸- عَنْ اَبِى الْحُوَيْرِثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَهُوَ بِنَجْرَانَ عَجِّلِ الْاَضْحٰى وَاَخِّرِ الْفِطْرَ وَذَكِّرِ النَّاسَ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوالحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عمرو بن حزم کو جبکہ وہ نجران میں تھے لکھا کہ بقرعید کی نماز جلد پڑھو اور عید الفطر کی نماز دیر سے پڑھو، اور لوگوں کو وعظ سناؤ۔

۱۱۹- عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَّلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ۔ (مسلم)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت کے پڑھی ہے۔ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار۔

۱۲۰- عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَاْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَاْكُلُهُنَّ وِتْرًا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عید الفطر کے دن جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند کھجوریں نہ کھا لیتے عید گاہ کو تشریف نہ لے جاتے اور آپ طاق کھجوریں تناول فرماتے۔

۱۲۱ - عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ۔
(ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ عید الفطر کے دن جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ کھا نہ لیتے عیدگاہ کو تشریف نہ لے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن اس وقت تک کچھ نہ کھاتے جب تک کہ نماز نہ پڑھ لیتے۔

۱۲۲ - عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن دو مختلف راستوں سے آتے جاتے تھے۔

امام کے اوصاف

۱۲۳ - يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهٖ وَلَا يَجْلِسْ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔
(الخمسة الا البخاری)

لوگوں کا امام وہ ہونا چاہیئے جو ان میں سے سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو۔ اگر (کئی آدمی) قرآن خوانی میں مساوی ہوں تو وہ جو حدیث سے زیادہ واقف ہو، اور اگر حدیث میں ہم پلہ ہوں تو وہ جو عمر میں بڑا ہو۔ اور کوئی شخص کسی اور کے علاقہ میں امامت نہ کرے۔ اور اس کی مسند پر بغیر اس کی اجازت کے نہ بیٹھے۔

۱۲۴ - ثَلٰثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوتَهُمْ مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَرَجُلٌ اَتَى الصَّلٰوةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ اَنْ يَّاْتِيَهَا بَعْدَ اَنْ تَفُوْتَهٗ وَمَنِ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَةً اَيْ اِسْتَرَقَّهٗ بَعْدَ اَنْ حَرَّرَهٗ۔

(ابوداؤد)

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نماز قبول نہیں کرتا۔ اول وہ جو قوم کا امام ہو اور لوگ اس کی امامت سے ناراض ہوں، دوسرا وہ جو نماز کے واسطے وقت گذرنے کے پیچھے آتے اور تیسرا وہ جو اپنے آزاد کیئے ہوئے غلام کو پھر غلام بنالے۔

۱۲۵- ثَلٰثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلٰوتُهُمْ اٰذَانَهُمُ الْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَّاِمَامُ قَوْمٍ وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ (الترمذی)

تین شخص ہیں۔ جن کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔ اوّل وہ بھاگا ہوا غلام جو واپس نہ آئے، دوسری وہ عورت جس نے ایسی رات گزاری ہو کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرا وہ امام جس کے پیرو اُسے ناپسند کرتے ہوں۔

۱۲۶- اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ وَاِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ۔ (الستة)

جب تم میں سے کوئی نماز کی جماعت کا امام ہو، تو اُسے تھوڑا پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ جماعت میں ضعیف، بیمار اور کام کاج والے ہوں گے اور جب اکیلے پڑھو تو بے شک جتنا جی چاہے۔ طویل پڑھو۔

۱۲۷- ثَلٰثٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَفْعَلَهُنَّ لَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهٗ بِالدُّعَآءِ دُوْنَهُمْ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَنْظُرُ فِيْ قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَاْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يُصَلِّيْ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ۔ (ابوداؤد والترمذی)

تین کام ہیں کہ ان کا کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ (۱) کوئی شخص کسی جماعت کی امامت نہ کرائے جس میں کہ وہ اپنے پیروؤں کو چھوڑ کر اپنے ہی لیے دعا کرے اور اگر وہ ایسا کرے تو ان کی خیانت کرتا ہے۔ (۲) کسی گھر میں اندر جانے کی اجازت حاصل کرنے سے پہلے اس میں نہ جھانکے اور اگر اس نے ایسا کیا تو گھر والوں کی خیانت کی۔ نماز نہ پڑھے جب اُسے پیشاب کی حاجت ہو۔

مریض کی نماز

۱۲۸- ادائے نماز استطاعت کے اندر ہونی چاہیئے:

(عمرانؓ بن حصین) كانت بي بواسير فسألت النبي صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فقال صل قائما فان لم تستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلى جنب۔

مجھے بواسیر ہو گئی۔ تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا کہ: (حتی الامکان) کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اگر یہ نہ کر سکو تو بیٹھ کر پڑھو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی کروٹ ادا کر لو۔

وفی روایة: قال له فی الجواب من صلی قائما فهو افضل ومن صلی قاعداً فله مثل نصف اجر القائم ومن صلی نائما فله نصف اجر القاعد

(بخاری اصحاب السنن)

اور ایک دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یوں منقول ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے تو وہ بہتر و افضل ہے اور جو بیٹھ کر نماز ادا کرے اس کا اجر کھڑے ہو کر ادا کرنے والے سے آدھا ہے اور جو لیٹ کر ادا کرے اس کا ثواب بیٹھ کر ادا کرتے والے سے نصف ہوگا۔ (یہ حکم صرف نوافل ہی ہے۔ فرائض اگر بغیر عذر شرعی بیٹھ کر ادا کیے جائیں تو نماز نہیں ہوگی)

۱۲۹۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نمازیں:

(ام سلمہؓ) قالت ما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کان اکثر صلاته جالسا الا المکتوبة وکان احب العمل الیه ادومه وان قل

(نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب آپؐ کی بیشتر نمازیں بجز فرض کے بیٹھ کر ہی ادا ہوتی تھیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زیادہ پسندیدہ عمل تھا جس پر مداومت زیادہ ہو اور خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۳۰۔ نماز کے اندر عبد و معبود کے حصے:

(ابو ھریرةؓ) رفعه: ..... قال اللہ تعالیٰ عز وجل قسمت الصلوة بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سأل فاذا قال الحمد للہ رب العلمین قال اللہ حمدنی عبدی واذا قال الرحمٰن الرحیم قال اللہ اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجّدنی عبدی واذا قال ایاک نعبد وایاک نستعین قال هذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نماز دو حصوں میں منقسم ہو جاتی ہے اور وہ بندہ جو کچھ مانگتا ہے وہ اسے ملتا ہے۔ جب وہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی ہے۔ جب وہ کہتا ہے الرحمن الرحیم تو وہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی ہے اور جب وہ کہتا ہے' مالک یوم الدین، تو وہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تمجید کی۔ پھر جب وہ ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے' تو وہ فرماتا ہے کہ: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرا یہ بندہ جو مانگے گا، اُسے

فاذا قال اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال هذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل۔
(مسلم، موطأ، ترمذی، نسائی)

ملے گا۔ اور جب اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہتا ہے، تو وہ فرماتا ہے کہ یہ بھی میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے نے جو مانگا وہ اُسے مل گیا۔

نماز میں جائز و ممنوع افعال

۱۳۱۔ نماز میں سُترہ :

(ابو ہریرۃؓ) رفعه : اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئًا فان لم یجد فلینصب عصاة فان لم یجد فلیخطط خطاثم لا یضره ما مر امامه (ابوداؤد)

جب تم میں کوئی نماز پڑھے (اور سامنے گزرگاہ ہو) تو اپنے سامنے کوئی چیز (سُترہ) رکھ لے، یہ نہ ہو تو کوئی لکڑی گاڑ دے۔ یہ بھی میسر نہ ہو تو ایک لکیر ڈال دے۔ پھر سامنے سے کوئی چیز گزرے تو کوئی حرج نہ ہوگا۔

۱۳۲۔ اُونگھتے ہوئے نماز ادا کرنا :

(عائشہؓ) اذا نعس احدکم وهو یصلی فلیرقد حتّٰی یذهب عنه النوم فان احدکم اذا صلی وهو ناعس لا یدری لعله یذهب یستغفر فیسب نفسه (للستة)

جب کوئی نماز میں اُونگھنے لگے تو جا کر آرام کرے یہاں تک کہ نیند پوری ہو جائے، اس لیے کہ جو اونگھ اونگھ کر نماز پڑھتا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ شاید وہ استغفار کرتے کرتے اپنے آپ کو کوسنے لگے۔

۱۳۳۔ اجتماعیت کی اہمیّت :

(ابن عباسؓ)، سئل عن رجل یصوم النهار ویقوم اللیل ولا یشهد الجماعة ولا الجمعة قال هذا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو نماز (تہجّد) پڑھتا ہے لیکن نہ جماعت میں شریک ہوتا ہے نہ جمعہ میں

فی النار۔ (الترمذی)

فرمایا: ایسا شخص جہنم میں جائے گا۔

غسل و کفن

۱۳۴۔ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔ (بخاری)

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں، کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ ہم حضور کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو غسل دے رہے تھے تو حضور نے فرمایا اسے غسل دو طاق۔ یعنی تین یا پانچ یا سات بار، اور غسل کا سلسلہ داہنی جانب سے اور وضو کے اعضاء سے شروع کریں۔

۱۳۵۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهٗ۔ (مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو چاہیے کہ اچھا کفن دے۔

۱۳۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ تم لوگ سفید کپڑے پہنا کرو اس لیے کہ وہ عمدہ قسم کے کپڑے ہیں، اور سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔

صفوں کی ترتیب

۱۳۷۔ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ يَقُوْلُ اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ

ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (کی جماعت کھڑے ہونے) کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے سیدھے

وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔
(مسلم، ابوداؤد والنسائی)

ہو جاؤ اور آگے پیچھے مت رہو کہ تمہارے دلوں کا اختلاف جاتا رہے۔ میرے نزدیک وہ لوگ کھڑے ہوں جو بہت ہی سمجھ دار اور عقل مند ہوں۔ پھر وہ جو اُن سے قریب ہوں، اور پھر وہ جو اُن سے قریب ہوں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس)

وَفِيْ اُخْرٰى لِيَلِيَنِّيْ فِيْ اٰخِرِهٖ ۔
وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ۔
(مسلم، ابوداؤد، واستحسنہ)

اور دوسری حدیث میں "مجھ سے قریب وہ لوگ ہوں" آخر میں آیا ہے۔
(ایک اور حدیث میں فرمایا ہے) کہ محفل میں بازاری یعنی کاروبار کی باتوں سے پرہیز کرو۔

جماعت کے بعض احکام

۱۳۸۔ دوسری جگہوں میں جاکر امامت کا شوق نہ کرو:

مالک بن الحویرث) رفعہ: اذا زار احدکم قوما فلا یصلین بھم۔
(اصحاب سنن)

جب تم میں کوئی شخص کسی قبیلے میں ملنے جائے تو اُن کو نماز نہ پڑھائے۔ (یعنی امامت کا شوق نہ کرے کیونکہ اس میں اپنی تعلی اور اُس محلے یا بستی کے امام کی سُبکی سی ہوتی ہے)

۱۳۹۔ کس قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں؟:

(ابن عمرو رضؓ بن العاص) رفعہ: ثلاثة لا تقبل منهم صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون ورجل اتى الصلوة دبارا" والدبار ان یأتیها بعد ان تفوته ومن اعتبد محررة۔
(ابوداؤد)

تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ایک وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرائے مگر لوگ (مقتدین) اس سے متنفر ہوں۔ دوسرے وہ جو نماز کا وقت فوت ہو جانے کے بعد پڑھے، اور تیسرے وہ جو کسی آزاد کو غلام بنا لے۔

۱۴۰۔ مقتدی اکتا نہ جائیں (اقتدا کے بعد امامت) :

(جابرؓ) کان معاذؓ یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یرجع فیصلی بقومہ فاخر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ العشاء فصلی معاذ معہ ثم جاء لیؤم قومہ فقراء البقرۃ فاعتزل رجل من القوم فصلی فقیل لہ نافقت یافلان فقال ما نافقت واتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان معاذا یصلی ثم یرجع فیؤمنا فقرأ بسورۃ البقرۃ فقال یامعاذؓ افتان انت؟ اقرأ بکذا اقراء بکذا قال ابو الزبیر سبح اسم ربک الاعلیٰ والیل اذا یغشیٰ۔

معاذؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرکے واپس آتے تھے اور اپنی قوم میں امامت کرتے تھے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں تاخیر فرمائی معاذؓ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر اپنی قوم میں آکر نماز پڑھائی اور سورۃ بقرہ پڑھنے لگے۔ ان میں سے ایک شخص نے جماعت سے الگ ہوکر اپنی نماز پڑھلی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ : تو منافق ہو گیا۔ اس نے کہا : میں منافق نہیں ہوا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، کہ معاذؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس آتے ہیں اور ہم لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں۔ وہ آج سورۃ بقرہ پڑھنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے معاذؓ! کیا تم فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہو۔ یہ سورتیں یعنی سَبِّحِ اسم ربک الاعلیٰ اور والیل اذا یغشیٰ پڑھا کرو۔

۱۴۱۔ مقتدیوں کی رعایت ضروری ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم الضعیف والسقیم والکبیر (للستۃ)۔

جب تم میں کوئی امامت کرائے، تو تخفیف سے کام لے، کیونکہ مقتدیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔

۱۴۲۔ عورت کی رعایت سے نماز میں اختصار :

(انسؓ) رفعہ : انی لادخل فی الصلوٰۃ ارید ان اطیلھا فاسمع بکاء الصبی

جب میں نماز شروع کردیتا ہوں تو نماز طویل کرنے کو دل چاہتا ہے پھر جب بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو

فاتجوز فی صلوتی لما اعلم من وُجدِ امه من بکائه ۔ (شیخین، ترمذی، نسائی)

میں نماز سے جلدی گزر جاتا ہوں، کیونکہ ماں کو اس کے رونے سے جو تکلیف ہوتی ہے اُسے میں سمجھتا ہوں۔

۱۴۳۔ تین باتوں کا لحاظ ضروری ہے :

(ثوبانؓ) رفعه : ثلاث لا یحل لاحد ان یفعلهن لا یؤمّن رجل قوما فیخص نفسه بالدعاء دونهم فان فعل فقد خانهم ولا ینظر فی قعر بیت قبل ان یستأذن فان فعل فقد خانهم ولا یصلی وهو حقن حتی یخفف (ترمذی، ابوداؤد مبلفظہ)

تین باتیں ایسی ہیں جن کو کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی آدمی کسی جماعت کی امامت اس طرح نہ کرے کہ دُعا صرف اپنے لیے مانگے اور دوسروں کو چھوڑ دے۔ اگر ایسا کرے گا، تو خائن ہوگا (دوم یہ کہ) کسی گھر کے اندرونی حصے میں بلا اجازت نہ جھانکے ورنہ خائن ہوگا (سوم یہ کہ) پیشاب کو روک کر نماز نہ پڑھے، بلکہ پیشاب کرکے ہلکا ہو جائے۔

۱۴۴۔ ہر عمل میں حضورِ قلب ضروری ہے (رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو لقمہ دینا):

(مالکؓ بلاغا): ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی بالناس صلوۃ یجہر فیہا فاسقط آیة فقال یا فلان هل اسقطت فی هذه السورة من شیٔ؟ قال لا ادری ثم سأل اثنین او ثلاثة کلهم یقول لا ادری فقال هل فیکم اُبَیّ؟ قالوا نعم قال فهو لها اذا قال یا اُبَیّ هل اسقطت فی هذه السورة من شیٔ؟ قال نعم آیة کذا قال مامنعك ان تفتحها علیّ قال ظننت انها نسخت اور فعت ثم قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم مابال اقوام یتلی علیهم کتاب اللّٰہ فلا یدرون ما تلی علیهم منه مما ترک هکذا اخرجت عظمة اللّٰہ من قلوب بنی اسرائیل تشهد ابدانهم وغابت قلوبهم ولا یقبل اللّٰہ من عبد عملا حتی یشهد بقلبه مع بدنه ۔ (رزین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہری نماز پڑھائی اور ایک آیت چھوڑ گئے بعد نماز فرمایا کہ: اے فلاں کیا میں نے اس سورۃ میں کوئی آیت چھوڑ دی ہے؟ اس نے کہا، میں نے خیال نہیں کیا۔ پھر دو تین سے یہی سوال کیا؟ دو یا تین آدمیوں سے یہی سوال کیا اور سب نے یہی کہا کہ میں نے خیال نہیں کیا۔ پھر فرمایا کہ: یہاں اُبی موجود ہیں؟ عرض کیا گیا: ہاں۔ فرمایا: وہ اُسے بتا سکیں گے۔ پھر فرمایا کہ: اے اُبی اس سورۃ میں کچھ چھوڑ دیا گیا ہے؟ عرض کیا: ہاں فلاں آیت رہ گئی ہے فرمایا کہ: تمہیں مجھے لقمہ دینے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ عرض کیا مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ آیت منسوخ ہو گئی ہو یا اُٹھا لی گئی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کے سامنے کتاب اللہ تلاوت کی جاتی ہے اور انھیں یہ پتا نہیں چلتا کہ کیا پڑھا گیا اور کیا چھُوٹ گیا؟ بنی اسرائیل کے دلوں سے اسی طرح اللہ کی عظمت جاتی رہی تھی یعنی ان کے جسم تو موجود رہتے تھے اور دل غیر حاضر رہتے! اللہ تعالیٰ کسی بندے کا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک جسم کے ساتھ دل بھی حاضر نہ ہو۔

جنازہ

۱۴۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰی ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

(بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جنازہ کے لیے جانے میں جلدی کرو۔ اس لیے کہ اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اسے خیر کی (منزل) کی طرف جلد پہنچانا چاہیئے اور اگر بدکار کا جنازہ ہے تو بُرے کو اپنی گردنوں سے جلد اُتار دینا چاہیئے۔

۱۴۶۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ كُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ۔

(بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کا تقاضا سمجھ کر اور حصولِ ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ اس کی نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ دو قیراط ثواب لے کر واپس لوٹتا ہے۔ جس میں سے ہر قیراط اُحد (پہاڑ) کے برابر ہے اور جو شخص صرف جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اور دفن میں شریک نہ ہو تو وہ ایک قیراط کا ثواب لے کر واپس ہوتا ہے۔

۱۴۷۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَیْهَا خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰی فَاَثْنَوْا عَلَیْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَیْتُمْ خَیْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چند صحابہ کرام ایک جنازہ کے قریب سے گذرے تو خیر کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ واجب ہو گئی، پھر لوگوں کا دوسرے جنازہ پر گذر ہوا تو بُرائی کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ واجب ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا چیز واجب ہو گئی! فرمایا جس میت کا تم لوگوں نے بھلائی کے ساتھ ذکر کیا اس کے لیے

فِي الْاَرْضِ۔

(بخاری، مسلم)

حبنت واجب ہوگئی اور جس کی تم لوگوں نے برائی کی اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین پر خدائے تعالیٰ کے گواہ ہو۔

۱۴۸۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ۔

(بخاری شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ: رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مُردوں کو گالی نہ دو۔

۱۴۹۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَکُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْھِمْ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کی نیکیوں کا چرچا کرو اور ان کی بُرائیوں سے چشم پوشی کرو۔

جمعہ کی نماز

۱۵۰۔ مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ وَبَکَّرَ وَابْتَکَرَ وَمَشٰی وَلَمْ یَرْکَبْ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ وَلَمْ یَلْغُ وَاسْتَمَعَ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ اَجْرُ عَمَلِ سَنَۃٍ صِیَامِھَا وَقِیَامِھَا۔ (الترمذی، النسائی، ابوداؤد)

جو شخص (جمعہ کے دن) نہائے۔ اور (کسی کو) نہلائے۔ (مسجد میں) سویرے چلا جائے۔ اور سویرے (کسی کو) پہنچائے، پیدل چلے اور سوار نہ ہو۔ امام کے قریب بیٹھے۔ بکواس نہ کرے اور (خطبہ) سُنتا رہے۔ اس کے ہر ایک قدم کا (جو وہ چل کر آیا ہے) سال بھر کے روزے اور نماز کا اجر ہے۔

۱۵۱۔ اَلْجُمُعَۃُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَۃٍ اِلَّا عَلٰی اَرْبَعَۃٍ عَبْدٍ مَّمْلُوْکٍ اَوِ امْرَاَۃٍ اَوْ صَبِیٍّ اَوْ مَرِیْضٍ۔ (ابوداؤد)

جمعہ کی نماز ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا لازمی ہے۔ سوائے (مفصلہ ذیل) چار شخصوں کے (۱) غلام جو کسی کی ملکیت میں ہو (۲) عورت (۳) لڑکا (۴) بیمار۔

۱۵۲۔ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحٌ اِلَی الْجُمُعَۃِ وَعَلٰی مَنْ رَاحَ اِلَی الْجُمُعَۃِ الْغُسْلُ۔ (ابوداؤد، النسائی۔ وزاد الشیخان ومالک وَاَنْ یَّسْتَنَّ وَاَنْ یَّمَسَّ طِیْبًا اِنْ وَّجَدَ)

ہر بالغ مرد کو جمعہ (کی نماز) کے واسطے جانا لازمی ہے اور جو جائے اس کے لیے نہانا بھی لازمی ہے اور دوسرے محدثوں نے مسواک کرنا اور میسّر آسکے تو خوشبو لگانا بھی لکھا ہے۔

۱۵۳- مَا عَلٰی اَحَدِکُمْ لَوِ اتَّخَذَ ثَوْبَیْنِ لِجُمُعَةٍ سِوٰی ثَوْبَیْ مِهْنَتِهٖ - (مالک، ابوداؤد، ھٰذا اللفظ مالک)

تم میں سے کسی کے واسطے کچھ (حرج) نہیں - اگر روزمرّہ کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے واسطے دو کپڑے الگ بنوا رکھے۔

۱۵۴- مَنْ تَرَکَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی قَلْبِهٖ - (ابوداؤد، الترمذی، النسائی)

جو شخص متواتر تین جمعہ (کی نماز) سُستی سے چھوڑ دے، اللہ تعالٰے اس کے دل پر (سیاہی کی) مہر کر دیتا ہے۔

۱۵۵- مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ فَلْیَتَصَدَّقْ بِدِیْنَارٍ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِنِصْفِ دِیْنَارٍ - (ابوداؤد والنسائی)

جو شخص جمعہ کی نماز عذر کے بغیر چھوڑ دے۔ اُسے ایک دینار خیرات کرنا چاہیئے، اور اگر سارے دینار کا مقدور نہ ہو تو آدھا دینار (ضرور) خیرات کر دے۔

۱۵۶- اِجْتَمَعَ فِیْ یَوْمِکُمْ هٰذَا عِیْدَانِ فَمَنْ شَآءَ اَجْزَاَهٗ مِنَ الْجُمُعَةِ وَاِنَّا مُجَمِّعُوْنَ - (ابوداؤد)

(ایک بار عید جمعہ کے دن واقع ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) آج کے دن دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں۔ یعنی (عید اور جمعہ) پس جو چاہے اس کے لیے (عید کی نماز ہی) جمعہ کی نماز کے واسطے بھی کافی ہے اور ہم تو جمعہ کی نماز (بھی) پڑھیں گے۔

۱۵۷- کَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ قَصْدًا - (الخمسة الا البخاری)

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز اوسط درجہ کی ہوتی اور خطبہ بھی اوسط درجہ کا، یعنی ہر دو لمبے نہ ہوتے۔

۱۵۸- اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ - (مسلم، ابوداؤد)

آدمی کا لمبی نماز پڑھنا، اور مختصر خطبہ پڑھنا۔ اس کے سمجھدار ہونے کی علامت ہے۔

۱۵۹- اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ - (السّتة)

جمعہ کے دن جب امام پڑھ رہا ہو، تمھارا اپنے پڑوسی کو کہنا کہ چُپ رہو، ایک لغو قول ہے۔

۱۶۰- لَاَنْ یُّصَلِّیَ اَحَدُکُمْ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّقْعُدَ حَتّٰی اِذَا قَامَ الْاِمَامُ یَخْطُبُ تَخَطّٰی

اگر تم میں سے کوئی تپی ہوئی پتھریلی زمین پر نماز پڑھے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ جمعہ کے دن اپنے گھر میں بیٹھا، اور جب امام خطبہ کے واسطے

رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ۔
(مالک)

کھڑا ہو، تو ان کی گردنیں لتاڑتا اندر آئے ۔

۱۶۱- اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ مَجْلِسِهٖ ذٰلِكَ ۔
(الترمذی)

جمعہ کے دن (خطبہ میں) اگر تم میں سے کسی کو اُونگھ آ جائے، تو وہ اپنی جگہ بدل ڈالے ۔

نماز جمعہ

۱۶۲- قربانی چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی ہو سکتی ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : من: غتسل یوم الجمعة غسل الجنابة ثمر راح فکانما قرب بدنة ومن راح فی الساعة الثانية فکانما قرب بقرة ومن راح فی الساعة الثالثة فکانما قرب کبشا اقرن ومن راح فی الساعة الرابعة فکانما قرب دجاجة ومن راح فی الساعة الخامسة فکانما قرب بیضة فاذا خرج الامام حضرت الملائکة یستمعون الذکر (للستة)

جو شخص جمعے کے دن غسلِ جنابت کی طرح کا (یعنی مکمل غسل) کرے اور فی الفور مسجد روانہ ہو جائے وہ گویا ایک اُونٹ کی قربانی دیتا ہے اور جو ذرا ٹھہر کر جائے وہ گویا ایک گائے دے کر تقرب حاصل کرتا ہے ۔ جو اور زیادہ ٹھہر کر جائے وہ گویا ایک مینڈھا دے کر قرب حاصل کرتا ہے اور جو اس کے بھی بعد جائے وہ گویا ایک مرغی دے کر قرب حاصل کرتا ہے اور جو سب سے آخر میں جائے وہ گویا ایک انڈے کو قربان کر کے تقرب حاصل کرتا ہے ۔ پھر جب امام نکلتا ہے تو فرشتے بھی ذکرِ الٰہی سُننے کو آ موجود ہوتے ہیں ۔

۱۶۳- جمعے کو حاضر ہونے کا طریقہ :

(ابن عمرو بن العاص) رفعہ : یحضر الجمعة ثلاث نفر فرجل حضرها یلغو فذلك حظه منها ورجل حضرها بدعاء فهو رجل دعا ان شاء اللّٰہ

... جمعہ میں تین قسم کے لوگ آتے ہیں ۔ ایک وہ ہوتا ہے جو محض کھیل کے لیے آتا ہے وہ اپنا ہی حصّہ لے کر جاتا ہے ۔ دوسرا وہ ہے جو کوئی دعائیہ مقصد لے کر آتا ہے اور دُعا کرتا ہے ۔ اُسے اللہ تعالےٰ چاہے تو

اعطاه وان شاء منعه ورجل حضرها بانصات وسكوت ولم يتخط رقبة مسلم ولم يوذِ احداً فهي كفارة الى الجمعة التي تليها وزيادة ثلاثة ايام وذلك ان الله تعالىٰ يقول من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ (ابوداؤد)

دے اور چاہے تو نہ دے۔ تیسرا وہ ہوتا ہے، جو خاموشی و وقار کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور لوگوں کے سروں پر سے گذر کر کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا۔ ایسے آدمی کا جمعہ دوسرے جمعہ تک بلکہ تین مزید دنوں تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "جو ایک نیکی کرے گا، اس کے لیے دس گنا اجر ہوگا۔"

۱۶۴- جمعے میں کسی کو "چپ رہو" کہنا بھی بولنا ہے:

(ابوھریرۃؓ) رفعه: اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت۔ (للستة)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے خطبہ جمعہ کے دوران میں دوسرے شخص سے کہا "چپ ہو جاؤ" تو تم نے بھی ایک لغو حرکت کی۔

۱۶۵- نہایت لطیف تشبیہ (مجمع کو چیرنے والوں کے لیے):

(معاذ بن انسؓ الجهني) رفعه: من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسراً الى جهنم۔ (ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خطبہ جمعہ میں سامعین کو پھاندتا ہوا آگے جاتا ہے اپنے لیے جہنم کا پل بناتا ہے۔

۱۶۶- دورانِ خطبہ میں نماز یا گفتگو نہ ہونی چاہیئے:

(ابن عمرؓ) اذا دخل احدكم المسجد والامام على المنبر فلا صلوٰة ولا كلام حتى يفرغ الامام۔ (کبیر بضعف)

تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو، اور امام (خطیب) منبر پر ہو تو اس وقت تک کوئی نماز اور کوئی گفتگو نہ ہو، جب تک وہ (خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔

نمازِ سفر

۱۶۷- تین فرسخ پر قصر نماز:

(انسؓ) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ

وسلّم اذا خرج مسیرة ثلاثة امیال اوثلاثة فراسخ شك شعبة صلی رکعتین (مسلم، ابوداؤد)

(انس رضی اللہ عنہ) نے تین میل تبایا یاتین فرسخ، شعبہ کو (اس میں شک ہو گیا) کی مسافت پر نکلتے تو دو رکعت (یعنی قصر) ادا فرماتے۔

۱۶۸۔ مسافرت میں نوافل نہ ادا کیے جائیں :

(ابن عمرؓ) سافرت مع النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم و ابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فکانوا یصلّون الظھر والعصر رکعتین لا یصلون قبلھا ولا بعدھا ولو کنت مصلیا قبلھا او بعدھا لا تممتھا۔ (ترمذی)

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ سفر کیا ہے۔ یہ سب حضرات ظہر و عصر کی صرف دو دو رکعتیں (فرض) ادا فرماتے تھے، نہ اس سے پہلے کوئی نماز (سنت ونفل) ادا کرتے تھے نہ اس کے بعد۔ اگر میں پہلے یا بعد میں کچھ ادا کرنا ضروری سمجھتا، تو ضرور اس کی تکمیل کرتا۔

شہید

۱۶۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنِ۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جانا قرض کے سوا ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

۱۷۰۔ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاھِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اپنی جان و مال اور زبانوں کے ذریعہ مشرکین سے جہاد کرو۔

۱۷۱۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا کہ کوئی مالِ غنیمت

فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَىٰ مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔
(بخاری، مسلم)

کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت و ناموری کے لیے لڑتا ہے اور کوئی اپنی بہادری و شجاعت دکھانے کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے راہِ حق میں لڑنے والا کون ہے۔؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس کے لیے لڑتا ہے کہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

قبروں کی زیارت

۱۷۲۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ۔
(ابن ماجہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب میں تمھیں اجازت دیتا ہوں کہ ان کی زیارت کرو، اس لیے کہ قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بیزار کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔

نماز میں کمی کرنا

۱۷۳۔ صَلَّيْنَا الظُّهْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ اَرْبَعًا وَ خَرَجَ يُرِيْدُ مَكَّةَ فَصَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، الخمسہ۔ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرِهٖ وَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ (الشیخان)

ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز ہم نے چار رکعت پڑھی اور جب آپؐ مکہ جانے کے واسطے روانہ ہوئے تو (مقام) ذی الحلیفہ میں آپؐ نے عصر کی نماز (بجائے چار کے) دو رکعت پڑھی اور جب سفر میں ہوتے تو ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا کی نمازیں ملا کر پڑھتے (یعنی ظہر اور عصر دونوں ایک دفعہ اور اسی طرح دوسری دونوں)۔

رات کی نماز

۱۷۴۔ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَقُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاٰثَامِ وَتَكْفِيْرٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ۔ (الترمذی)

رات کو اٹھنا نیک بخت لوگوں کا طریقہ تھا۔ جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور آدمی گناہوں سے رُکتا ہے۔ یہ بداعمالیوں کا کفارہ ہے اور جسم کے دُکھ درد دُور کرتا ہے۔

نماز خوف

۱۷۵۔ صلوٰۃ الخوف کا ایک طریقہ:

(سہل بن ابی حثمۃؓ) ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صلّی باصحابہ فی الخوف فصفّھم خلفہ صفین فصلی بالذین یلونہ رکعۃ ثم قام فلم یزل قائما حتی صلی الذین خلفہ رکعۃ ثم تقدموا وتأخر الذین کانوا قدامھم فصلی بھم رکعۃ ثم قعد حتی صلے الذین تخلفوا رکعۃ ثم سلم (شیخین، مالک، ترمذی، ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کے ساتھ بحالت خوف یوں نماز پڑھی کہ سب کو اپنی پشت پر دو صفوں میں بانٹ دیا۔ پھر قریب تر صف نے آپؐ کے پیچھے ایک رکعت ادا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور اس وقت تک کھڑے رہے کہ اس صف نے ایک رکعت اور ادا کرلی۔ اس کے بعد یہ لوگ جو اگلی صف میں تھے پیچھے چلے گئے اور پچھلی صف آگے چلی آئی اور ان کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک رکعت پڑھائی اور قعدے میں اتنی دیر رہے کہ انھوں نے ایک رکعت اور ادا کرلی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔

لے پچھلی رات کو سناٹا ہوتا ہے کوئی آہٹ اور آواز نہیں ہوتی جس سے توجہ منتشر ہو۔ آدمی کا دل سونے سے گذشتہ دن کی تھکاوٹ اور تفکرات دُور کرکے جمع اور آسودہ ہوتا ہے۔ اس واسطے اس وقت عبادت کرنے سے تزکیہ نفس بہت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور طبیعت بشاش ہوکر صحت پر اچھا اثر ڈالتی ہے۔

۱۷۶۔ صلوٰۃ الخوف کا دوسرا طریقہ:

(جابرؓ) کنّا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم بذات الرقاع فاذا اتینا علی شجرۃ ظلیلۃ ترکناھا للنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فجاء رجل من المشرکین وسیف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم معلّق بالشجرۃ فاخترطہ فقال تخافنی فقال لا فقال فمن یمنعک منی؟ قال اللّٰہ فتھددہ الصحابۃ واقیمت الصلوٰۃ فصلی بطائفۃ رکعتین ثم تاخروا وصلّی بالطائفۃ الاخری رکعتین فکان للنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اربع و للقوم رکعتان۔ (شیخین، نسائی)

ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام ذات الرقاع میں تھے کہ ایک سائے دار درخت کے پاس پہنچے اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مخصوص کر دیا۔ اتنے میں ایک مشرک آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لٹک رہی تھی۔ اس نے تلوار سونت لی اور کہنے لگا، کہ: ڈرتے ہو مجھ سے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: نہیں تو۔ بولا کہ: پھر تمھیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ فرمایا: اللہ۔ اس واقعے سے صحابہ کرامؓ کو خطرہ پیدا ہوا، اور نماز (صلوٰۃ الخوف) یوں ادا کی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی اور وہ پیچھے چلا گیا۔

پھر دوسرے گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار اور لوگوں کی دو رکعتیں ہوئیں۔

نمازِ عید

۱۷۷۔ عورتوں میں خطبۂ عید:

(جابرؓ) شھدت مع النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم العید فبدأ بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ بلا اذان ولا اقامۃ ثم قام متوکئا علی بلال فامر بتقوی اللّٰہ تعالیٰ وحث علی طاعتہ ووعظ الناس وذکرھم ثم مضی

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نمازِ عید ادا کی ہے۔ آپؐ نے خطبے سے پہلے بلا اذان و اقامت نماز ادا فرمائی۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگا کر کھڑے رہے اور تقویٰ اللہ کا حکم دیا اور طاعت الٰہی کی ترغیب دی۔ لوگوں کو نصیحت و وعظ کیا۔ پھر عورتوں کی طرف تشریف

حتی اتی النساء فوعظهن وذکرهن۔ (شیخین، ابوداؤد، نسائی)

لے گئے، اور ان کو بھی پند و نصائح فرمائے۔

۱۷۸۔ اگر جمعے کے دن عید ہو تو جمعہ ضروری نہیں:

(ابوہریرۃؓ) رفعه: اجتمع فی یومکم هذا عیدان فمن شاء اجزأہ من الجمعة وانا مجمعون (ابوداؤد)

آج دو عیدیں اکٹھی ہوگئی ہیں (یعنی عید بھی اور جمعہ بھی) جو چاہے وہ عید کو جمعے سے کافی سمجھ لے۔ ہم تو دونوں ہی ادا کریں گے۔

۱۷۹۔ ہتھیار بند ہو کر عید کے لیے نکلنا:

(ابن عمرؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الی العیدین ومعه حربة وترس (اوسط بضعف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے لیے ہتھیار اور ڈھال ساتھ لے کر نکلتے تھے۔

نمازِ کسوف

۱۸۰۔ چھ رکعتوں میں صرف چار سجدے:

(جابرؓ) انکسفت الشمس یوم مات ابراهیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الناس انما انکسف لموت ابراهیم فقام صلی اللہ علیہ وسلم فصلی بالناس ست رکعات باربع سجدات لیس منها رکعة الا التی قبلها اطول من التی بعدها ورکوعه نحو من سجدہ۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے (حضرت) ابراہیم کی وفات ہوئی، اسی دن سورج گرہن ہوا۔ لوگ یہ کہنے لگے کہ: وفات ابراہیم کی وجہ سے یہ گہن لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو چار سجدوں کے ساتھ چھ رکعتیں پڑھائیں۔ اس کی ہر پہلی رکعت بعد والی رکعت سے زیادہ لمبی تھی اور رکوع (کا وقفہ) سجدے کے برابر تھا۔

کتابُ الزّکاۃ

۱۸۱ - عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَھَبٍ وَّلَا فِضَّۃٍ لَا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صُفِّحَتْ لَہٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَیُکْوٰی بِھَا جَنْبُہٗ وَجَبِیْنُہٗ وَظَھْرُہٗ کُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَہٗ - (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص سونے یا چاندی کے شرعی نصاب کا مالک ہو اور وہ اس کا حق یعنی زکاۃ نہ ادا کرے تو قیامت کے دن اُس کے لیے اس سونے اور چاندی کی سلیں بنائی جائیں گی اور اُنھیں آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر آتشیں سلوں سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائے گی تو پھر دوزخ کی آگ تپاکر داغا جائے گا اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔

۱۸۲ - عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ شِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلَا وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدائے تعالیٰ نے مال عطا کیا تو اس نے اس کی زکاۃ ادا نہیں کی تو اس کے مال کو قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی، وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، پھر وہ سانپ اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، اس کے بعد حضورؐ نے (پارہ ۴ رکوع ۹ کی) آیت کریمہ تلاوت کی ولا یحسبن الذین الخ یعنی اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز میں جسے خدائے تعالیٰ نے اُنھیں اپنے فضل سے عطا کی، (تو انجام کار) ہرگز اُسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں، بلکہ وہ ان کے لیے بُرا ہے، عنقریب وہ مال کہ جس میں بخل کیا تھا، قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔

۱۸۳۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ اَتَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اَيْدِيْهِمَا سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُمَا اَتُؤَدِّيَانِ زَكٰوتَهٗ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبَّانِ اَنْ يُّسَوِّرَكُمَا اللّٰهُ بِسِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَاَدِّيَا زَكٰوتَهٗ۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن تھے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ خدائے تعالیٰ تم کو آگ کے دو کنگن پہنائے۔؟ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔

۱۸۴۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِيْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ۔ (ابوداؤد)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم تجارت کے لیے تیار کی جانے والی چیزوں کی زکوٰۃ نکالا کریں۔

۱۸۵۔ عَنْ مُوْسٰى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ عِنْدَنَا كِتَابُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَمَرَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ۔ (شرح السنۃ۔ مشکوٰۃ)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط موجود ہے جسے حضورؐ نے انھیں بھیجا تھا۔ راوی نے کہا کہ حضورؐ نے معاذؓ بن جبل کو حکم فرمایا تھا کہ وہ گیہوں، جَو، انگور اور کھجور کی پیداوار میں (مسلمانوں سے) زکوٰۃ وصول کریں۔

روزہ

۱۸۶۔ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرَ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَ

انسان کے ہر عمل کی نیکی (حسب اس کی خوبی کے) اس جیسے دس ۱۰ سے سات سو تک عملوں کی نیکی کے برابر ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ روزہ میرے واسطے (رکھا جاتا ہے) اور میں اس کا اجر دوں گا۔ انسان میرے ہی (خوش کرنے کے) واسطے

طَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِی لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ شَاتَمَهٗ اَحَدٌ وَقَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ اِنِّیْ صَائِمٌ۔ (الستة)

١٨٧ - مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا[1] (ترمذی)

نفسانی خواہش اور کھانے سے باز رہتا ہے۔ روزے دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں۔ ایک روزہ کھولنے کے وقت کی، اور ایک اپنے خدا کو ملنے کے وقت کی۔ روزہ دار کے منہ کی بُو (جو روزہ رکھنے سے اکثر پیدا ہو جاتی ہے کہ مسواک عموماً دن میں نہیں کی جاتی) خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا روزہ ڈھال ہے۔ پس جب کسی کا روزہ ہو تو، نہ وہ عورتوں کے ساتھ صحبت کرنے کا تذکرہ کرے اور نہ غل کرے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں (میں نہیں لڑوں گا) میں روزے سے ہوں۔

جو شخص روزہ دار کا روزہ کھلوائے گا، اُسے ایسا ہی اجر ملے گا۔ جیسے روزہ دار کو مگر یہ اجر علیحدہ ہے اور اس کے ملنے سے روزے دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

---

[1] اس حدیث کی تعمیل میں جو رسم مسلمانوں میں عام طور پر مروّج ہے۔ وہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں صاحبِ توفیق لوگ اس حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے یا کبھی ہر دلعزیزی یا نیک شہرت حاصل کرنے کی غرض سے۔ یا ایک دوسرے کی ریس سے مغرب کی نماز یعنی روزہ کھولنے کے وقت کچھ مقدار اچھے کھانے کی یا کچھ پھل، اور اگر گرمی کا موسم ہو، تو شربت محلے کی مسجد میں روزہ کھولنے کے واسطے بھیج دیتے ہیں۔ وہاں وہ کھانا یا شربت سب حاضرین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسا اتفاق بھی ہو جاتا ہے کہ بانٹنے والے کی طرف سے ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ عموماً ہر ایک شخص خواہ تو انگر ہو۔ خواہ غریب ہو۔ اُسے اپنی میراث بلکہ غنیمت کا مال سمجھ کر جس قدر زیادہ حصہ میسر ہو سکے لینے کی خواہش و کوشش کرتا ہے۔ گرمی میں شربت کا ایک گلاس تو روزہ دار کو شاید کچھ نہ کچھ آسائش افطار کے وقت دے دے۔ مگر ایک آدھ کھجور یا ایک دو لقمے چاول سے سوائے اس کے کہ شرعی شرط پوری ہو گئی اور روزہ کھُل گیا اور کچھ آسائش نہیں ہوتی۔ روزہ داروں میں جن کا روزہ کھلوایا جاتا ہے۔ زیادہ تر تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنے گھر سے شربت یا چاول یا کھجور بہت آسانی سے اپنے لیے۔ بلکہ بعض اوروں کے لیے بھی بہم پہنچا سکتے ہیں۔ مگر وہ سب کے سب خیرات کا مال کھا جاتے ہیں اور اس طرح وہ حقیقی مستحقوں کو نہیں پہنچتا۔ روزہ کھلوانے کے معنی فاقہ کش کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے۔ نہ اسے یا بیدرہ بیس تو انگر لوگوں کو ایک دانہ کھجور کا یا ایک ایک لقمہ چاولوں کا کھلانا یا ایک ایک گلاس شربت کا پلانا۔ افسوس ہے کہ یہ عمل روزِ روشن میں مسجدوں کے اندر علماء کی عین آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے مگر کوئی توجہ اس پر نہیں ہوتی کہ یہ خیرات اپنے اصل مصرف پہ خرچ ہو۔

۱۸۸- مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ تَعَالٰی حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

(البخاری، ابوداؤد، والترمذی)

جس (روزہ دار) نے جھوٹ کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا (اس کا روزہ ایک فعل عبث ہے کیونکہ) خدا کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بھوکا پیاسا رہے۔

۱۸۹- اُمِّ عُمَارَةَ بِنْتِ كَعْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ لَهَا كُلِیْ فَقَالَتْ اِنِّیْ صَائِمَةٌ فَقَالَ اِنَّ الصَّائِمَ اِذَا اُكِلَ طَعَامُهٗ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ حَتّٰى يَفْرَغُوْا۔ (الترمذی)

کعبؓ کی بیٹی امِ عمارہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آئے اور میں نے کھانا پیش کیا۔ فرمایا: تو (بھی) کھا۔ میں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا روزے دار کا جب کوئی کھانا کھائے۔ جب تک وہ کھاتا رہے۔ فرشتے اس (روزہ دار) کے واسطے رحمت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔

۱۹۰- لَا تَصُوْمُ الْمَرْاَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔ الخمسة الا النسائی۔ وَزَادَ اَبُوْدَاؤدَ فِیْ غَيْرِ رَمَضَانَ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

کوئی عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے اس قدر زیادہ کیا ہے کہ روزہ سے مراد رمضان کے روزے کے سوا ہے۔ (واللہ اعلم)

۱۹۱- خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰى مَكَّةَ فِیْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّآءٍ فَرَفَعَهٗ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ۔

مکہ کی فتح کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے کی طرف روانہ ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ آپؐ کا روزہ تھا۔ کراع الغمیم کے مقام پر پہنچے۔ اور لوگوں کا بھی روزہ تھا۔ آپؐ نے ایک پیالہ پانی کا منگوایا اُسے اُٹھایا۔ جب لوگوں نے پیالے کی طرف دیکھا۔ آپؐ نے پانی پی لیا۔ بعد اس کے آپؐ کے گوش گذار کیا گیا کہ بعض لوگوں کا (ابھی) روزہ ہے۔ فرمایا: وہ گنہگار ہیں — گناہگار ہیں۔

۱۹۲- اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ

انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ ہم میں سے روزے دار بھی تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ اَكْثَرُنَا ظِلًّا صَاحِبُ الْكِسَاءِ فَمِنَّا مَنْ يَتَّقِي الشَّمْسَ بِيَدِهٖ فَسَقَطَ الصُّوَّامُ وَقَامَ الْمُفْطِرُوْنَ فَضَرَبُوا الْاَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ۔ (الشیخان والنسائی)

اور بے روزہ بھی۔ ایک دن کہ بہت گرمی تھی ہم منزل پر پہنچے۔ اکثر لوگوں نے جن کے پاس چادر تھی، اپنے اُوپر سایہ کر رکھا تھا۔ بعض نے دھوپ سے بچنے کے لیے سروں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ روزے دار تو بیٹھ گئے اور بے روزہ کھڑے ہو گئے۔ اُنھوں نے خیمے لگائے اور سواری کے جانوروں کو پانی پلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے روزہ آج کے دن ثواب بیں بازی لے گئے۔

١٩٣- كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَاٰى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَالَهٗ فَقَالُوْا رَجُلٌ صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تَصُوْمُوْا فِي السَّفَرِ۔

(الخمسۃ الّا الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع تھے۔ اور اس پر سایہ کر رکھا تھا۔ آپؐ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ اس نے روزہ رکھا ہے (اور اس سے بے قرار ہو گیا ہے) آپؐ نے فرمایا یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم سفر میں روزہ رکھو۔

١٩٤- اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَضَعَ شَطْرَ الصَّلٰوةِ عَنِ الْمُسَافِرِ وَاَرْخَصَ لَهٗ فِي الْاِفْطَارِ وَاَرْخَصَ فِيْهِ لِلْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى اِذَا خَافَتَا عَلٰى وَلَدَيْهِمَا۔

(الترمذی، ابوداؤد، النسائی)

خدا تعالیٰ نے مسافر کے واسطے نماز آدھی کر دی ہے اور اسے روزہ معاف کر دیا ہے اور ایسے ہی دُودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو جب اُنھیں اپنے بچے (کی تکلیف) کا اندیشہ ہو، روزہ معاف کر دیا ہے۔

نمازِ استسقاء

١٩٥- توسّل:

(انس رض) ان عمر كان اذا قحطوا استسقى

(عہد فاروقی میں) جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بالعباس فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبیّک فتسقینا فانا نتوسل الیک بعم نبیّک فاسقنا فیسقون۔ (بخاری)

نے حضرت عباسؓ کے وسیلے سے یُوں بارش کی دُعا کی کہ "اے اللہ! ہم پہلے تیرے پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے اور اب تیرے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کو تیرے حضور وسیلہ بناتے ہیں لہٰذا بارانِ رحمت نازل فرما"۔ بس بارش ہونے لگی۔

چاشت واستخارہ

۱۹۶۔ "صدقے" کا وسیع مفہوم:

(ابوذرؓ) یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقۃ فکل تسبیحۃ صدقۃ وکل تحمیدۃ صدقۃ وکل تھلیلۃ صدقۃ وکل تکبیرۃ صدقۃ وامر بالمعروف صدقۃ ونھی عن منکر صدقۃ ویجزیٔ من ذلک رکعتان یرکعھما من الضحیٰ۔

(مسلم، ابوداوٗد)

بعض لوگوں کے ہر ہر جوڑ سے صدقہ ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی ہر تسبیح صدقہ ہوتی ہے۔ ہر تحمید اور ہر تہلیل اور ہر تکبیر صدقہ ہوتی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ادا کر لینا ان سب صدقات کا جامع ہے۔

۱۹۷۔ تین عمل کے خوشگوار نتائج:

(انسؓ) رفعہ: ماخاب من استخار ولاندم من استشار ولاعال من اقتصد۔ (اوسط صغیر)

جو استخارہ (یعنی اللہ سے خیر کی طلب) کرے وہ نامراد نہیں رہتا اور جو مشورہ کر لیا کرے وہ نادم نہیں ہوتا اور جو میانہ روی اختیار کرے وہ محتاج نہیں ہوتا۔

قیام لیل

۱۹۸۔ شب زندہ داری کی برکتیں:

(بلالؓ وابوامامۃؓ) رفعہ: علیکم بقیام

قیام لیل (شب زندہ داری) کا التزام رکھو، کیونکہ

اللیل فانہ من دأب الصالحین قبلکم وان قیام اللیل قربۃ الی اللہ تعالیٰ و منہاۃ عن الآثام وتکفیر السیأت ومطردۃ الداء عن الجسد ۔ (ترمذی)

تم سے پہلے کے صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے اور قیام لیل قربِ خداوندی کا ذریعہ، گناہوں سے بچاؤ، بُرائیوں کا کفارہ اور جسمانی بیماری دُور کرنے والی چیز ہے۔

۱۹۹ ۔ نمازِ شب کی تاکید :

(جابرؓ) رفعہ : لا تدعن صلوٰۃ اللیل ولو حلب شاۃ ۔ (اوسط)

رات کی نماز کو نہ چھوڑو اگرچہ بکری دوہنے کی مقدار کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۲۰۰ ۔ مومن کا عزّ و شرف کس بات میں ہے :

(سہلؓ بن سعد) قال جاء جبریل الی النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمّد عش ماشئت فانک میت واعمل ماشئت فانک مجزیّ بہ واحبب من شئت فانک مفارقۃ واعلوا ان شرف المؤمن قیام اللیل و عزّہ استغناءہ عن النّاس ۔ (اوسط)

ایک بار جبریل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ : آپؐ جب تک چاہیں زندہ رہیں لیکن آخر ایک دن مرنا ہے اور جو جی چاہے کریں، عمل کی جزا بہرحال ملے گی جس سے چاہیں آپؐ محبّت کریں، لیکن آخر اس سے آپؐ کو جُدا ہونا ہے۔ یہ یاد رکھیئے کہ مومن کا شرف قیام لیل میں ہے۔ اور اُس کی عزّت لوگوں سے بے نیاز رہنے میں ہے۔

۲۰۱ ۔ طاعت و معصیّت کا مقابلہ :

(ابوھریرۃؓ) جاء رجل الی النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم فقال ان فلانا یصلی باللیل فاذا اصبح سرق قال ینہاہ ما یقول

(احمد، بزار)

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ فلاں آدمی شب کو نماز پڑھتا ہے اور دن کو چوری کرتا ہے۔ فرمایا کہ : اس کا قیام لیل اُسے چوری سے روک دے گا۔

صدقۂ فطر

۲۰۲ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے واجب ٹھہرایا صدقۂ فطر کو غلام، آزاد، مرد، عورت، بچے اور بوڑھے ہر مسلمان پر، ایک صاع جَو یا کھجور اور حکم فرمایا کہ نماز (عید) کے لیے نکلنے سے پہلے اس کو ادا کیا جائے ۔

۲۰۳ - عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِيْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ ۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رمضان کے آخر میں لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدقہ کو ہر مسلمان پر مقرر فرمایا ہے۔ خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہر ایک کی طرف سے ایک صاع کھجور یا جَو یا نصف صاع گیہوں ۔

۲۰۴ - عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ : رسولِ کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے صدقۂ فطر اس لیے مقرر فرمایا کہ تا لغو اور بے ہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور دوسری طرف مساکین کے لیے خوراک ہو جائے ۔

۲۰۵ - عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًا فِيْ فِجَاجِ مَكَّةَ اَلَا اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ شریف کی گلیوں میں اعلان کر دے کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب

عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ۔ (ترمذی)

ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، نابالغ ہو یا بالغ۔

اہل وعیال کا خرچ، صدقہ کی فضیلت

۲۰۶۔ مَا تَصَدَّقَ اَحَدٌ بِصَدَقَۃٍ مِنْ طَیِّبٍ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ اِلَّا اَخَذَھَا الرَّحْمٰنُ بِیَمِیْنِہٖ وَاِنْ کَانَتْ تَمْرَۃً فَتَرْبُوْا فِیْ کَفِّ الرَّحْمٰنِ حَتّٰی تَکُوْنَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ اَوْ فَصِیْلَہٗ۔ (الستۃ الا ابا داؤد)

جب کوئی شخص ایک اچھی چیز صدقہ کر دیتا ہے اور خداتعالےٰ اچھی چیزوں کا ہی صدقہ قبول کرتا ہے تو خداتعالیٰ اُسے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ خواہ وہ ایک دانہ کھجور ہی ہو۔ جیسے کوئی بچھڑے اور اُونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔ وہ کھجور خدا کے ہاتھ میں بڑی ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ پہاڑ سے بڑی ہو جاتی ہے۔

۲۰۷۔ سَبَقَ دِرْھَمٌ مِائَۃَ اَلْفِ دِرْھَمٍ قِیْلَ وَکَیْفَ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَانَ لِرَجُلٍ دِرْھَمَانِ وَتَصَدَّقَ بِاَجْوَدِھِمَا وَانْطَلَقَ اٰخَرُ اِلٰی عُرْضِ مَالِہٖ فَاَخْرَجَ عَنْہُ مِائَۃَ اَلْفِ دِرْھَمٍ فَتَصَدَّقَ بِھَا۔ (النسائی)

ایک درم ایک لاکھ درہم سے سبقت لے گیا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کس طرح؟ فرمایا ایک شخص کے پاس (صرف) دو درہم تھے۔ اس نے جو ان میں سے اچھا تھا (یعنی گھسا ہوا نہ تھا) وہ صدقہ کر دیا۔ ایک اور آدمی اپنے مال کے ایک کونے کی طرف گیا اور اس میں سے ایک لاکھ درہم نکال کر اس نے صدقہ کر دیا۔ (پس اس صورت میں پہلا ایک درہم پچھلے ایک لاکھ سے سبقت لے گیا)۔

۲۰۸۔ اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ عَنْ ھِجْرَۃٍ فَقَالَ وَیْحَکَ اِنَّ شَاْنَھَا شَدِیْدٌ فَھَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتُعْطِیْ صَدَقَتَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَھَلْ تَمْنَحُ مِنْھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَحْلُبُھَا یَوْمَ وِرْدِھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰہَ

ایک اعرابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے ہجرت کے مسئلہ سے آگاہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا تیرا بھلا ہو وہ تو بہت دشوار کام ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی اُونٹ نہیں؟ عرض کیا۔ ہاں (ہیں)۔ فرمایا کیا تو ان میں سے صدقہ یعنی زکوٰۃ دیتا ہے؟ کہا ہاں (دیتا ہوں)۔ کیا ان کے ذریعہ عطیات بھی کرتا ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا کیا گھاٹ پر جانے کے دن مسکینوں کو دودھ بانٹتا ہے؟ عرض کیا۔

لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا۔
(الخمسة الا الترمذی)

۱۶۰۔ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ۔ (الترمذی)

۱۶۱۔ مَا مِنْ يَّوْمٍ يُّصْبِحُ فِيْهِ الْعِبَادُ اِلَّا وَمَلَكَانِ يَنْزِلَانِ مِنَ السَّمَآءِ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ الشیخان۔ وَفِيْ اُخْرٰى يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ۔ (الشیخان)

۱۶۲۔ دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِيْ رَقَبَةٍ وَّدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَّدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا اَلَّذِيْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ۔ (مسلم)

۱۶۳۔ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْاَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيْدُ وَتَكْفَاُ فَاَرْسَاهَا بِالْجِبَالِ فَاسْتَقَرَّتْ فَتَعَجَّبَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالَتْ يَا رَبَّنَا هَلْ خَلَقْتَ خَلْقًا اَشَدَّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ الْحَدِيْدُ فَقَالُوْا هَلْ خَلَقْتَ خَلْقًا اَشَدَّ مِنَ الْحَدِيْدِ قَالَ نَعَمْ اَلنَّارُ قَالُوْا فَهَلْ خَلَقْتَ خَلْقًا اَشَدَّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ اَلْمَآءُ قَالُوْا فَهَلْ خَلَقْتَ اَشَدَّ مِنَ الْمَآءِ قَالَ نَعَمْ الرِّيْحُ قَالُوْا فَهَلْ خَلَقْتَ اَشَدَّ مِنَ الرِّيْحِ قَالَ نَعَمْ ابْنُ اٰدَمَ اِذَا تَصَدَّقَ

ہاں (باٹھتا ہوں)، فرمایا سمندر کے اس پار میں (اپنے نیک) عمل کئے جا۔ خدا تعالےٰ تیرے عمل میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہونے دے گا۔

صدقہ خدا کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بُری طرح کی موت کو ٹال دیتا ہے۔

ہر روز صبح کو دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں۔ ایک ان میں سے کہتا ہے۔ اے خدا (نیک کاموں پر) خرچ کرنے والے کو بدلا عطا کر اور دوسرا کہتا ہے اے خدا! کنجوس کا مال برباد کر۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم تو خرچ کر۔ میں تجھے بہم پہنچاتے جاؤں گا۔

ایک دینار کسی نے خدا کی راہ (یعنی جہاد) میں خرچ کیا۔ ایک دینار کسی غلام کو آزاد کرانے میں صرف کیا۔ ایک دینار کسی مسکین کو دیا۔ اور ایک دینار اپنے عیال کے گزارے پر خرچ کیا۔ تو سب سے بڑا اجر اس کا ہے جو اپنے عیال پر صرف کیا۔

جب خدا نے زمین کو بنایا تو وہ ہلتی اور کانپتی تھی، پس اس پر خدا نے پہاڑ گاڑ دیئے اور وہ قرار پکڑ گئی۔ فرشتے ان پر سلام ہو۔ پہاڑوں کی طاقت سے متعجب ہوئے اور کہا اے خدا کیا کوئی چیز تُو نے پہاڑ سے زیادہ طاقتور بھی بنائی ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ لوہا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کیا کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا ہاں۔ آگ۔ اُنھوں نے کہا۔ کیا کوئی آگ سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا ہاں۔ پانی۔ عرض کیا کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ ہَوا۔ کہا کوئی ہَوا سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ انسان جب

بِصَدَقَةٍ بِيَمِيْنِهٖ فَاَخْفَاهَا عَنْ شِمَالِهٖ ۔ (ترمذی)

جب اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دے اور بائیں کو خبر نہ ہونے دے۔

۱۶۴۔ مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَّلَا تَوَاضَعَ عَبْدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهٗ ۔

(مسلم، مالک، والترمذی)

خیرات دینے سے مال کم نہیں ہوتا، اور جو آدمی درگزر کرتا ہے۔ خدا اس کی عزت میں افزونی کرتا ہے، اور جو آدمی محض خدا کی خوشنودی کے لیے تواضع کرتا ہے خدا اس کا رتبہ بڑھاتا ہے۔

۱۶۵۔ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَّابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ ۔

(بخاری، ابوداؤد و نسائی)

بہتر صدقہ وہ ہے جو صاحب توفیق دے اور اپنے عیال سے شروع کرے۔

۱۶۶۔ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِيْ دِيْنَارٌ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِيْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَبْصَرُ بِهٖ ۔

(ابو داؤد و نسائی)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کو اپنی جان پر صدقہ کر دو (یعنی اپنی ذات پر خرچ کر) اس نے کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اس کو اپنی اولاد پر صدقہ کر۔ اس نے عرض کیا۔ میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اسے اپنی بیوی پر صدقہ کر۔ پھر کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اُسے جہاں تو مناسب سمجھے صَرف کر۔

۱۶۷۔ جَاءَ رَجُلٌ بِمِثْلِ بَيْضَةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ هٰذَا مِنْ مَّعْدِنٍ فَخُذْهَا فَهِيَ صَدَقَةٌ مَّا اَمْلِكُ غَيْرَهَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَاَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْاَيْمَنِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَاَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْاَيْسَرِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ اَتَاهُ مِنْ خَلْفِهٖ فَقَالَ مِثْلَ

ایک شخص ایک انڈا نما سونے کا گلا لایا، اور کہا یا رسول اللہ یہ مجھے ایک دکان سے ملا ہے اسے لے لیجئے۔ یہ صدقہ ہے اور میرے پاس یہی کچھ ہے۔ آپؐ نے اس کی طرف سے رُخ ہٹا لیا۔ وہ (اسی طرف) یعنی آپؐ کے دائیں کو آیا اور اپنی بات دہرائی۔ آپؐ نے پھر رُخ بدل لیا تب وہ بائیں کو آیا اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ آپؐ نے پھر بھی رُخ ادھر سے ہٹا لیا۔ پھر وہ پیچھے کی طرف سے آیا اور اپنی بات دہرائی۔ رسول اللہ صلی اللہ

ذٰلِكَ فَاَخَذَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَذَفَهُ بِهَا فَلَوْ اَصَابَتْهُ لَاَوْجَعَتْهُ وَقَالَ يَاْتِيْ اَحَدُكُمْ بِجَمِيْعِ مَايَمْلِكُ فَيَقُوْلُ هٰذِهٖ صَدَقَةٌ ثُمَّ يَقْعُدُ يَتَكَفَّفُ النَّاسَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَاكَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى ✧ (ابوداؤد)

علیہ وسلم نے وہ ڈلا لے لیا اور اسے ایسا مارا کہ اگر اسے لگ جاتا تو اسے درد ہوتا۔ اور فرمایا تم میں سے کوئی اپنا سارا مال لے کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے (کیا وہ یہ چاہتا ہے) کہ پھر آپ بیٹھ جائے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے بہتر صدقہ وہ ہے، جو مقدور موافق ہو ✧

تراویح

۱۶۸۔ نفل گھر پر ادا کرنا افضل ہے:

(زید بن ثابت) احتجر النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم حجیرة بخصفة… قال عفان فی المسجد وقال عبد الاعلی فی رمضان فخرج یصلّی فیها فتتبع الیه رجال وجاء وا یصلون بصلوته ثم جاء وا الیه فحضروا وابطاء فرفعوا اصواتهم وحصبوا الباب فخرج مغضبا فقال مازال بکم صنیعکم حتّی ظننت انه ستکتب علیکم فعلیکم بالصلوة فی بیوتکم فان خیر صلوة المرء فی بیته الا الصلوة المکتوبة۔ (ابوداؤد، نسائی، شیخین، بلفظهما)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کمبل کا ایک مختصر سا حجرہ بنا لیا (یعنی بقول عفان مسجد میں اور بقول عبد الاعلیٰ یہ رمضان کا موقع تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں (نفلی) نمازیں ادا فرماتے، پھر بہت سے آدمی ادھر ہی رُخ کرنے لگے اور آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز ادا کرنے لگے، پھر ایسا ہوا کہ لوگ اکٹھے ہو گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر آنے میں دیر کر دی۔ لوگ آوازیں بلند کرنے لگے اور دروازہ پیٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو کر باہر آئے اور فرمایا کہ: تمہاری اس مسلسل حرکت سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ نماز (تراویح) تم پر کہیں فرض نہ ہو جائے۔ لہٰذا تم یہ نماز اپنے گھروں میں پڑھو کیونکہ آدمی کی بہترین نماز وہی ہے جو گھر پر ادا ہو بجز فرض نمازوں کے۔

۱۶۹۔ نماز عشاء کے بعد بے ضرورت گفتگو:

(ابو برزہؓ) کان النبیّ صلّی اللّٰه

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل از عشاء سونے سے

علیہ وسلّم ینھی عن النوم قبل العشاء والحدیث بعدھا ۔
(ابوداؤد، ترمذی، شیخین بلفظہ)

اور بعد از عشاء بے کار باتیں کرنے سے منع فرماتے تھے ۔

۱۷۰۔ نمازِ عشاء کے بعد مفید باتیں :

(عمرؓ) کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یسمر مع ابی بکر فی الامر من امر المسلمین وانا معھما (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم، جناب ابوبکر رضؓ کے ساتھ اہلِ اسلام کے معاملات پر شب کو گفتگو فرماتے تھے اور میں بھی ان دونوں بزرگواروں کے ساتھ ہوتا تھا ۔

۱۷۱۔ فنا فی اللہ ہونے کا مطلب اور ذریعہ :

(ابوہریرۃؓ) رفعہ : قال اللہ تعالیٰ من عادی لی ولیًا فقد اذنتہ بحرب وما تقرب الیّ عبدی بشئ احب الیّ من اداء ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی اعطیتہ وان استعاذ بی اعذتہ وما ترددت عن شئ انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن من یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ ۔
(بخاری)

اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے اس کے جنگ کے چیلنج کو میں قبول کرتا ہوں میرا بندہ جن چیزوں سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز وہ فرض ہے جو وہ ادا کرتا ہے اور نوافل سے میرا قرب اتنا حاصل کرتا جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کر لیتا ہوں میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے ۔ وہ جو مانگتا ہے وہ اُسے دیتا ہوں، میری پناہ چاہتا ہے تو اُسے پناہ میں لے لیتا ہوں اور جو کام مجھے کرنا ہی ہوتا ہے اس میں سب سے زیادہ تامل اس مومن کی جان لیتے وقت ہوتا ہے جو کبھی مرنا پسند نہیں کرتا ادھر اسے موت ناپسند ہوتی ہے اور اُدھر مجھے اس کی ناپسندیدگی ناپسند ہوتی ہے ۔

۱۷۱۔ چند افضل عبادات :

(عبد اللہ بن حبشی الخثعمی)
سئل النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم
ای الاعمال افضل؟ قال طول القیام
قال ای الصدقۃ افضل؟ قال جھد
المقل قیل فای الھجرۃ افضل؟
قال من ھجر ما حرم اللہ علیہ
قیل فای الجھاد افضل؟ قال من جاھد
المشرکین بمالہ و نفسہ قال فای
القتل افضل؟ قال من اھریق دمہ
وعقر جوادہ۔
(نسائی، ابوداؤد بلفظہ)

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا گیا کہ: بہترین عمل کیا ہے؟ فرمایا: طول قیام۔ پھر پوچھا: افضل ترین صدقہ کیا ہے؟ فرمایا: کم مایہ کی کوشش۔ پھر پوچھا: سب سے بہتر ہجرت کون سی ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حرام باتوں کو ترک کر دینا۔ پھر پوچھا: بہترین جہاد کیا ہے؟

فرمایا: مشرکوں کے مقابلے میں اپنے مال و جان کی بازی لگا دینا۔

پھر پوچھا: بہترین قتل کیا ہے؟

فرمایا: یہ کہ مجاہد کا خون بہے اور ساتھ ہی اُس کا تیز رفتار گھوڑا بھی مارا جائے۔

روزہ

۱۷۲۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ۔
(بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہِ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۱۷۳۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید سے روزہ رکھے گا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے

مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔
(بخاری، مسلم)

جائیں گے جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں قیام یعنی عبادت کرے گا تو اُس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے شب قدر میں قیام کرے گا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۱۷۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِیْ مُنَادٍ يَّا بَاغِیَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔
(ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنّ قید کر لیے جاتے ہیں۔ اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ (پھر رمضان بھر) ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان میں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور مُنادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے۔ متوجہ ہو اور اے بُرائی کا ارادہ رکھنے والے! بُرائی سے باز رہ۔ اور اللہ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور ہر رات ایسا ہوتا ہے۔

۱۷۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔ (احمد، نسائی، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رمضان آیا، یہ برکت کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے اور سرکش شیاطین کو طوق پہنائے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو اس کی برکتوں سے محروم رہا۔ وہ بے شک محروم ہے۔

۱۷۶۔ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَ قِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُّزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعبان کے آخر میں وعظ فرمایا۔ اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا برکت والا مہینہ آیا۔ وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اُس کی رات میں قیام کرنا (نماز پڑھنا) تطوع یعنی نفل قرار دیا ہے۔ جو اس میں نیکی کا کوئی کام یعنی نفل عبادت کرے تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستّر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنّت ہے اور یہ غم خواری کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن دوزخ سے آزاد کر دی جائے گی۔ اور اس میں افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کچھ کمی واقع ہو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا، جو ایک گھونٹ دُودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے سیراب کرے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ جنّت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اِبتدائی حصہ رحمت ہے اور اس کا درمیانی حصّہ مغفرت ہے اور اس کا آخری حصّہ جہنّم سے آزادی ہے اور جو اپنے غلام پر اس مہینہ میں تخفیف کرے

رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (بیہقی)

یعنی کام لینے میں کمی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اور جہنم سے آزاد فرمائے گا۔

۱۷۷۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُغْفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِیْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فِیْ رَمَضَانَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِیَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرَهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ۔ (احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں اس اُمّت کی مغفرت ہوتی ہے عرض کیا گیا کیا وہ شب قدر ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن کام کرنے والوں کو اس وقت مزدوری پوری دی جاتی ہے جب وہ کام پورا کرے۔

۱۷۸۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص (روزہ رکھ کر) بُری بات کہنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو خدائے تعالےٰ کو اس کی پروا نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

۱۷۹۔ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ حَمُوْلَةٌ تَاْوِیْ اِلٰى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ اَدْرَكَهٗ۔ (ابوداؤد)

حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس ایسی سواری ہو جو آرام سے منزل تک پہنچا دے تو اس کو چاہیئے کہ روزہ رکھے جہاں بھی رمضان آجائے۔

۱۸۰۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكِ الْكَعْبِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰى۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (شرعی) مسافر سے آدھی نماز معاف فرما دی (یعنی مسافر چار رکعت والی فرض نماز دو پڑھے۔) اور مسافر، دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت سے روزہ معاف کر دیا۔ (یعنی ان لوگوں کو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھیں بعد میں قضا کرلیں)

۱۸۱ - عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔ (مسلم)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے، تو اس نے گویا ہمیشہ روزہ رکھا۔

۱۸۲ - عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ یَکُنْ یَدَعُھُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صِیَامُ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَھْرٍ وَرَکْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔ (نسائی)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ چار چیزیں ہیں جنھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشورہ[1] کا روزہ۔ ذی الحجہ[2] کے روزے (ایک سے نو تک) ہر مہینہ[3] کے تین روزے۔ دو رکعتیں[4] فجر کی فرض سے پہلے۔

۱۸۳ - عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّھْرِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَصُمْ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ابوذر! جب کسی مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا ہو تو تیرہ[13]، چودہ[14] اور پندرہ[15] تاریخ کو (روزہ) رکھو۔

صلۂ رحم!

۱۸۴ - اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَّصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰہُ۔ (الشیخان)

رشتہ عرش سے لٹکا ہوا ہے اور کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا۔ اسے اللہ جوڑے گا اور جس نے مجھے قطع کیا۔ اُسے اللہ قطع کرے گا۔

۱۸۵ - مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّبْسُطَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَاَنْ یَّنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ۔ (البخاری)

جو شخص چاہے کہ اس کا رزق خدا وافر کرے اور اس کی عمر لمبی کرے تو اُسے چاہیئے کہ رشتے داروں سے محبّت رکھے۔

۱۸۶ - اَلصَّدَقَةُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَةٌ وَّعَلٰی ذِی الرَّحِمِ اِثْنَتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ۔ (النسائی)

مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے اور قرابتی کو صدقہ دینا دو صدقے ہیں۔ ایک تو اصل صدقہ (کا) اور دوسرا رشتہ داری کی نگہداشت کا (ثواب)

نمازِ جنازہ

۱۸۷۔ غائبانہ نمازِ جنازہ :

(ابن المسیّب) ان امّ سعد ماتت و النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم غائب فلمّا قدم صلی علیہا وقد مضیٰ لذلک شھر۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی غیر موجودگی میں اُمِ سعدؓ نے انتقال کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی، حالانکہ ان کو مرے ہوئے ایک ماہ گذر چکا تھا۔

۱۸۸۔ خودکُش کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے :

جابرؓ بن سمرةؓ) اتی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم برجل قتل نفسہ بمشاقص فلم یصل علیہ (مسلم، ترمذی، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے تیر سے خودکشی کر لی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ (مسئلہ یہ ہے کہ عالم مقتدا کو ایسے جنازے کی نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ البتہ عام لوگ ضرور نماز ادا کریں۔ چونکہ آپؐ مقتدا تھے اس لیے آپؐ نے نماز نہیں پڑھی)۔

۱۸۹۔ غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا :

(جابرؓ) مرت جنازہ فقام لھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وقمنا معہ فقلنا یا رسول اللہ انّھا یھودیّۃ فقال ان للموت فزعا فاذا رأیتم الجنازۃ فقوموا۔ (شیخین، ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ہم لوگ بھی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ تو یہودیہ کا جنازہ ہے فرمایا کہ : موت ایک دہشت ناک شے ہے۔ لہٰذا جب کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

(نوٹ) یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا۔

۱۹۰- خونِ شہیداں راز آب اولیٰ ترست :

(ابن عباسؓ) امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتلی احد ان ینزع عنھم الحدید والجلود وان یدفنوا بثیابھم و دمائھم

(ابو داؤد)

شہدائے اُحد کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے ہتھیار اُتار لیے جائیں اور ان کو ان ہی کے کپڑوں میں اور خون کے دھبوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔

۱۹۱- ایک کفن میں کئی مُردے :

(انسؓ)...... وقلّت الثیاب وکثرت القتلیٰ فکان الرجل والرجلان والثلاثۃ یکفّنون فی الثوب الواحد ثم یدفنون فی قبر واحد وکان صلّی اللہ علیہ وسلّم ایھم اکثر قرآنا یقدمہ الی القبلۃ

(ابو داؤد، ترمذی)

(غزوۂ احد کے موقعے پر) کپڑے کم اور شہداء زیادہ تھے۔ چنانچہ ایک ایک کپڑے میں نہ فقط ایک ایک بلکہ دو دو اور تین تین شہداء لپیٹے جاتے تھے اور پھر ایک ہی قبر میں دفن کئے جاتے تھے اور جو قرآن سے زیادہ واقف ہوتا۔ اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قبلے کی سمت رکھتے تھے۔

کتابُ الزکوٰۃ

۱۹۲- جس کا سب کچھ اللہ کے لیے وقف ہو اُس پر زکوٰۃ نہیں :

(ابو ھریرۃؓ) امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بصدقۃ فقیل منع ابن جمیل وخالد ابن الولید والعباس فقال...... اما خالد فانکم تظلمون خالدًا قد احتبس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقے (زکوٰۃ) کا حکم دیا تو کہا گیا کہ : ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس نے صدقے کو روک رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... رہے خالد تو تم لوگ اس سے صدقہ طلب کرکے اس پر ظلم کرتے ہو، اس کے تو

ادراعه[1] و اعتده فی سبیل الله والعباسؓ عمّ رسول الله صلی الله علیه وسلّم فهی علیه صدقةٌ ومثلها معها و فی روایة : هی علیّ ومثلها معها ۔

(شیخین، ابوداؤد، نسائی)

تو بدن کے کپڑے بھی فی سبیل اللہ وقف ہیں اور خود خالد کو میں (ہمہ تن) فی سبیل اللہ شمار کرتا ہوں اور عباس رضی اللہ عنہ تمھارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چچا ہے جس پہ دوگنا صدقہ واجب ہے ۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس کی زکوٰۃ بلکہ اتنی ہی مزید میرے ذمے ہے ۔

۱۹۳ - وقت سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے :

(علیؓ) ان العباسؓ سأل رسول الله صلی الله علیه وسلّم فی تعجیل زکوٰته قبل ان یحول الحول مسارعةً الی الخیر فاذن له فی ذلک ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ : خیر کی طرف عجلت کرنے کی غرض سے سال تمام گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دی جائے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کی اجازت دے دی ۔

۱۹۴ - زکوٰۃ وصول کرنے میں آسانی کا حکم :

(عمرانؓ بن حصینؓ) رفعه : لا جلب[2] ولا جنب[2] ولا شغار فی الاسلام ومن انتهب نهبةً فلیس منا (نسائی)

اسلام میں نہ جلب ہے نہ جنب اور نہ شغار اور جو لوٹ کھسوٹ کرتا ہے ۔ وہ ہماری جماعت سے الگ ہے ۔

---

[1] دِرع کے معنے زرہ کے ہیں جس کی جمع دِرُوع ، ادراع اور ادرُع ہے اور معنی چھوٹی قمیص بھی ہے ۔ اس کی جمع اوراع ہے ۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کا ترجمہ کپڑے کیا ہے ۔

[2] جلب کے معنی ہیں مالک مواشی کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ مُصَدِّق (یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل) کے پاس ادائے زکوٰۃ کے لیے اپنے جانور لائے ۔ جنب کے معنی ہیں جانوروں کو میدانوں سے چراگاہ کی طرف ہنکا کر لانا " تاکہ یہاں آکر زکوٰۃ وصول کرلے ۔ ان دونوں باتوں میں مالکِ مواشی کو دِقت و دشواری ہے اس لیے حکم ہے کہ مُصَدِّق گھاٹ ہی پر میدانوں میں جاکر مواشی کا اندازہ کرکے اس کے مطابق زکوٰۃ وصول کرے ۔ شغار کے معنی ہیں کسی سے یہ طے کرنا کہ ایک لڑکی (خواہ وہ دُختر ہو یا ہمشیرہ یا اور کوئی جس کا یہ ولی ہو) میں تمھارے نکاح میں دیتا ہوں ، اور اس کے عوض تم ایک لڑکی میرے نکاح میں دے دو اور مہر نہ میں دوں اور نہ تم بلکہ دونوں لڑکیاں ہی گویا ایک دوسری کا مہر بن جائیں ۔ اسلام نے عورتوں کی حق تلفی کو بھی روک دیا ہے ۔

رُویتِ ہلال

۱۹۵ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَیْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِیْنَ ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ : رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تک چاند نہ دیکھ لو افطار نہ کرو، اور اگر ابر یا غبار ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو (تیس دن کی) مقدار پوری کر لو، اور ایک روایت میں ہے کہ مہینہ کبھی انتیس[۲۹] دن کا ہوتا ہے پس تم جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو اور اگر تمہارے سامنے ابر یا غبار ہو جائے تو تیس[۳۰] دن کی گنتی پوری کر لو۔

۱۹۶ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر ابر ہو تو شعبان کی گنتی تیس پوری کر لو۔

نجاست رفع کرنا اور پاک ہونا

۱۹۷ - اِنَّ تَحْتَ کُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَةَ ۔ (ابوداؤد، والترمذی)

ہر ایک بال کے نیچے جنابت (یعنی ہم بستر ہونے) کا اثر ہے (پس اس کے بعد) اپنے بالوں کو دھو ڈالو۔ اور بدن کو صاف کرو۔

۱۹۸ - رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ سِتِّیْرٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ننگے نہاتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ خدا حیا دار ہے اور پردے والا ہے اور حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نہائے

يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالتَّسَتُّرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ۔ (ابوداؤد، والنسائی)

تو پردہ کرے۔

۱۹۹۔ مَنْ غَسَلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ (ابوداؤد والترمذی) وَزَادَ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ۔

جو شخص مُردے کو نہلائے اُسے چاہیئے کہ بعد میں آپ بھی نہالے اور جو میت کو اُٹھائے وہ بعد میں وضو ضرور کرے (اور نہائے تو اور اچھا ہے)۔

زکوٰۃ کہاں فرض ہے؟

۲۰۰۔ زیوروں پر زکوٰۃ :

(عمرو بن شعیبؓ) عن ابیہ عن جدّہ : ان امرأۃ اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلّم بابنۃ لھا فی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال اتعطین زکوٰۃ ھٰذا ؟ قالت لا قال ایسرکِ ان یسوّرکِ اللہ بھما یوم القیمۃ سوارین من نار؟ فخلعتھما فالقتھما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم وقالت ھما للہ ولرسولہ۔ (اصحاب سنن۔)

ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بیٹی کو لے کر آئی جس کے ہاتھوں میں بھاری سونے کے کنگن تھے۔ فرمایا کہ : کیا تم اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو۔؟ عرض کیا : نہیں۔ فرمایا : کیا تجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں تجھے ان کے عوض آگ کے دو کنگن پہنا دے۔؟ یہ سن کر اس عورت نے دونوں کنگن حضور صلی اللہ وسلم کے آگے ڈال دیئے اور یہ کہا : یہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہیں۔

۲۰۱۔ مالِ یتیم کو تجارت میں لگانے کا حکم اور اس کی مصلحت :

(عمروؓ بن شعیبؓ) عن ابیہ عن جدہ : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم خطب الناس فقال الا من ولی یتیماً لہ مال فلیتّجر فیہ ولا یترکہ حتی تأکلہ الصدقہ۔ (ترمذی)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ : جو کسی یتیم کا ولی ہو، وہ اس کے مال کو تجارت میں لگائے ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ ادا کرتے کرتے وہ مال ہی ختم ہو جائے۔

۲۰۲۔ ہر مالِ تجارت پر زکوٰۃ ہے :

(سمرۃؓ بن جندبؓ) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمرنا ان نخرج من الذی نعدہ للبیع (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو ہر اُس مال کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے جسے ہم مالِ تجارت شمار کرتے تھے۔

۲۰۳۔ صدقۂ فطر نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا چاہیئے :

(ابن عباسؓ) فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر طہرۃ للصیام من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین من اداھا قبل الصلوۃ فھی زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداھا بعد الصلوٰۃ فھی صدقۃ من الصدقات۔ (نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو اس لیے واجب کیا ہے کہ روزوں میں جو فضول اور حیوانی باتیں ہو جاتی ہیں۔ ان کے اثر سے یہ پاک کر دیتی ہے اور مساکین کے لیے کھانے کا سہارا ہو جاتی ہے جو اُسے نمازِ عید سے پہلے ادا کرے تو فطرانہ قبول ہوتا ہے اور جو اس کے بعد ادا کرے تو یہ بھی دوسرے صدقات کی طرح ایک صدقہ ہوگا (اگر صدقہ فطرنہ ہوگا)۔

زکوٰۃ کس کو دینا جائز نہیں

۲۰۴۔ ابنائے ہاشم کے لیے صدقہ جائز نہیں :

(ابوہریرۃؓ) اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم کخ ارم بھا اما علمت انا لا نا کل الصدقۃ۔ (شیخین)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک بار صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخ تھو! اسے تھوک دو۔ تمھیں نہیں معلوم کہ ہم (ابنائے ہاشم) صدقہ نہیں کھایا کرتے۔



خانہ کعبہ (رات کا منظر).

شبِ قدر

۲۰۵- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ ۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ یہ مہینہ تم میں آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے تو جو شخص اس کی برکتوں سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور نہیں محروم رکھا جاتا اس کی بھلائیوں سے مگر وہ جو بالکل بے نصیب ہو۔

۲۰۶- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔

۲۰۷- عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھ کو شب قدر معلوم ہو جائے تو اس میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (یعنی اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے معاف کرنا تجھے پسند ہے تو مجھے معاف فرما دے)۔

موت!

۲۰۸- مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا

جو شخص جنازے کے ہمراہ ہوا، اور اس نے اس کے لیے دعا کی۔ نماز بھی پڑھی! اس کے

حَتّٰی تُدفَنَ فَلَهٗ قِيرَاطَانِ وَقِيرَاطٌ مِثْلُ الْاُحُدِ۔ (الخمسة)

واسطے ایک قیراط کے برابر ثواب ہے اور جو اس کے دفن کرنے تک ساتھ رہا اُسے دو قیراط کے برابر ثواب ہے اور قیراط گویا احد (پہاڑ) ہے۔

۲۰۹۔ مَنْ شَيَّعَ جَنَازَةً وَحَمَلَهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا۔ (الترمذی)

جو شخص جنازے کے ساتھ گیا، اُسے تین بار کندھا دیا۔ اُس نے جنازے کا حق جس قدر کہ اس پر تھا ادا کر دیا۔

۲۱۰۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اِنَّ مَلٰٓئِكَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَآبِّ۔ ابوداؤد والترمذی وَفِيْ اُخْرٰى۔ اَلرَّاكِبُ يَمْشِيْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ كَيْفَ شَآءَ مِنْهَا الترمذی وَفِيْ اُخْرٰى اِتَّبَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَازَةَ اَبِي الدَّحْدَاحِ مَاشِيًا وَرَجَعَ عَلٰى فَرَسٍ۔ (الخمسة الا البخاری)

ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے ساتھ ہوئے اور چند آدمیوں کو سوار دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا تم شرم نہیں کرتے کہ خدا کے فرشتے پیدل ہیں اور تم جانوروں کی پیٹھ پر (سوار ہو) اور دوسری روایت میں ہے کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل جس طرح چاہے۔ آگے یا پیچھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو دحداح کے جنازے کے ساتھ پیدل گئے اور گھوڑے پر واپس آئے۔

۲۱۱۔ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَيْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔ (الستة)

جنازے کو جلدی لے جایا کرو۔ کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اُسے اگلے جہان کی بہتری جلد تر حاصل کراتے ہو۔ اگر وہ نیک کار نہیں ہے، تو بُرے کو گردن سے اتارتے ہو۔

۲۱۲۔ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتّٰى يُخَلِّفَهَا اَوْ تُخَلِّفَهٗ اَوْ تُوْضَعَ قَبْلَ اَنْ تُخَلِّفَهٗ۔ (الخمسة)

جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے اور اس کے ساتھ نہ چلے۔ تو چاہیئے کہ ٹھیر جائے۔ یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا وہ خود آگے نکل جائے۔

۲۱۳ - عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِيْ بِاَبِيْ لِتَدْفِنَهٗ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔ (الترمذی)

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اُحد کی جنگ میں میری پھوپھی میرے باپ کو لائی کہ اُسے اپنی قبروں میں دفن کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا کہ مقتولوں کو ان کی قتل گاہ میں واپس پھیر دو۔

۲۱۴ - اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى اُحُدٍ اَنْ يُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ يُّدْفَنُوْا فِيْ ثِيَابِهِمْ وَدِمَائِهِمْ۔ (ابوداؤد)

جنگِ احد کے مقتولوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوہے اور چمڑے کا سامان ان کے بدن سے اتار کر انھیں کپڑوں سمیت خون آلودہ دفن کر دیا جائے۔

۲۱۵ - زَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يُّقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ يُّضْطَرَّ اِنْسَانٌ اِلٰى ذٰلِكَ وَقَالَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهٗ۔

(مسلم، ابوداؤد، والنسائی)

(ایک صحابی شام کے وقت یا اس سے پیچھے فوت ہو گیا لوگوں نے اسے ناقص کپڑے کا کفن دے کر رات (ہی) کو دفن کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی) آپؐ نے تنبیہ کی کہ رات کے وقت کسی کو دفن نہ کیا جائے۔ مگر مجبوری کی صورت میں۔ پھر بھی نماز پڑھ لی جائے اور فرمایا کہ جب تم اپنے بھائی کو کفن دو تو اچھا کفن دو۔

۲۱۶ - نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُّوْطَاَ۔

(والخمسۃ الا البخاری)

قبر گچ کرنے اور اس پر عمارت بنانے، بیٹھنے اور لکھنے کو۔ اور اُسے پامال کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

۲۱۷ - مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ وَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ (الترمذی)

مدینے والوں کی قبروں کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ آپؐ نے ان کی طرف اپنا رُخ کیا اور کہا اے قبروں والو۔ تم پر امن ہو۔ خدا تمھیں بخشے اور ہمیں بھی۔ تم ہمارے آگے گئے اور ہم پیچھے آئیں گے۔

صدقے کا وسیع مفہوم

۲۱۸ - ردّی کھجوروں کا صدقہ :

(عوف بن مالک[رض]) خرج رسول الله صلی الله علیه وسلّم وبیده عصا وقد علّق رجل قنوحشف فجعل یطعن فی ذلک القنو فقال لوشاء ربّ هذه الصدقة تصدق اطیب من هذا ان رب هذه الصدقة یأکل حشفا یوم القیٰمة (ابوداؤد، نسائی -)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں لاٹھی لیے ہوئے نکلے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے خرمے کا خشک گچھا غرباء کے لیے لٹکا رکھا ہے ، آپ اس پر لاٹھی مارتے جاتے تھے ، اور فرماتے جاتے تھے کہ : اگر یہ صدقہ دینے والا چاہتا تو اس سے عمدہ صدقہ دے سکتا تھا ، یہ صدقہ دینے والا قیامت کے روز خشک خرما ہی کھائے گا۔

اِعتکاف

۲۱۹- عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ - (بخاری ، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ (اسی طریقے پر) وصال فرمایا۔

۲۲۰- عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ -

ترمذی ، ابوداؤد

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور ایک سال اعتکاف نہیں فرمایا تو دوسرے سال بیس۲۰ دن اعتکاف فرمایا۔

فضائل نماز ، روزہ ، زکوٰۃ وغیرہ

۲۲۱ - لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ ۔ (مسلم، ابوداؤد، والنسائی)

کوئی شخص جس نے سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھی آگ میں نہیں دھکیلا جائے گا۔

۲۲۲ - قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِحَرْبٍ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ ۔ وَلَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ اَعْطَيْتُهٗ وَاِنِ اسْتَعَاذَنِيْ اَعَذْتُهٗ مَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ تَرَدُّدِيْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ ۔

(بخاری)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ جس نے میرے ولی (دوست) کے ساتھ دشمنی کی ۔ تو (سمجھو کہ) میں نے اسے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ اگر کوئی ایسا کام کرے جس سے وہ محض میرا قرب حاصل کرنے کی غرض رکھتا ہو تو وہ مجھے اُس وقت پیارا لگتا ہے ۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ وہی کام کرے (اس خیال سے کہ وہ) میں نے اس پر فرض کر رکھا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نفل عبادت سے میرا تقرّب حاصل کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ میں اُسے پیار کرنے لگ جاتا ہوں ۔ پس جب میں اسے پیار کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں کہ وہ اس کے ذریعے سے سُنتا ہے ۔ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ اس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ وہ اس سے پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں کہ وہ اس سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُسے دیتا ہوں اور اگر پناہ طلب کرتا ہے تو اُسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی چیز میں تردّد نہیں ہوتا ۔ جیسے مومن کی جان سے ۔ وہ موت کو بُرا جانتا ہے اور میں اس کے دل گھبرنے کو بُرا سمجھتا ہوں ۔

۲۲۳ - يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ فَاِذَا ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں (جیسا سے میری نسبت ہے) اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے جب وہ دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے دل ہی دل میں

ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ فَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَيَّ شِبْرًا اِقْتَرَبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا اِقْتَرَبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ مَاشِيًا اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔
(الشیخان)

یاد کرتا ہوں۔ جب وہ مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، جو اس کی مجلس سے بہتر ہوتی ہے۔ اور اگر وہ بالشت بھر میرے نزدیک آتا ہے تو میں ہاتھ بھر اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ ہاتھ بھر میرے قریب آتا ہے تو میں تلاخ بھر آگے ہوتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اُس کی طرف دوڑ آتا ہوں۔

متعلّقاتِ صدقہ

۲۲۴۔ متاعِ عزیز کی مثال:

(انسؓ) كان ابوطلحة اكثر انصار بالمدينة مالاً من نخل وكان احب امواله اليه بيرحاء وكانت مستقبلة المسجد وبيد خلها رسول الله صلى الله عليه وسلم ويشرب من ماء فيها طيب فلما نزل" لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون" قال ابوطلحة يارسول الله ان الله يقول لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون وان احب مالى الى بيرحاء وانها صدقة لله ارجو برها وذخرها عند الله فضعها حيث اراك الله فقال صلى الله عليه وسلّم بخ ذلك مال رابح وقد سمعت

ابوطلحہ رض خرما کے باغات کے لحاظ سے انصار مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ لیکن ان کو اموال میں سے بیرحا (ایک میٹھا کنوآں) زیادہ عزیز تھا۔ جو مسجد نبویؐ کے بالکل سامنے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ہو کر گزرتے اور اس کا پانی پیتے جس میں خوش گواری اور مٹھاس ہوتی۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (ترجمہ: تم اس وقت تک پوری نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی عزیز ترین چیزیں اس کی راہ میں خرچ نہ کرو)۔ تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ: اپنی محبوب ترین اشیاء اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور یہ باغ مجھے بہت عزیز ہے، اس لیے اس کو میں بطور صدقے کے دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیکی اور ذخیرۂ آخرت

ما قلت وانی اریٰ ان تجعلها فی الاقربین فقال ابوطلحة افعل یا رسول الله فقسمها ابوطلحة فی اقاربه وبنی عمه.
(للستة)

کا سامان ٹھہرائے گا۔ آپ اسے خدا کی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں خرچ کریں۔ آپ نے فرمایا: خوب! پھر یہ تو آمدنی کا اچھا خاصا ذریعہ ہے۔ میں نے تمھاری تجویز سُن لی۔ میری رائے میں بہتر یہ ہے کہ اسے اپنے اقربا میں تقسیم کر دو۔ ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنے اقربا اور بنی عم میں اُسے تقسیم کر دیا۔

۲۲۵۔ شوہر اور سوتیلے یتیم فرزند کو صدقہ دینا:

(زینب امرأة بن مسعود) ......

فخرج علینا بلال فقلنا له ائت رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخبرہ ان امرأتین بالباب تسئلانک اتجزیٔ الصدقة عنهما علی ازواجهما وعلی ایتام فی حجورهما؟ ولا تخبرہ من نحن فسأله بلال فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم من هما؟ فقال امرأة من الانصار وزینب فقال له ای الزیانب؟ قال امرأة عبد الله فقال لهما اجران اجر القرابة واجر الصدقة.
(شیخین، نسائی)

....

اتنے میں بلال رضی اللہ عنہ ہماری طرف آنکلے۔ ہم نے کہا کہ: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیے اور اُن سے کہیے کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی ہوئی یہ پوچھ رہی ہیں کہ اگر وہ اپنے غریب شوہروں پر بطور صدقے کے کچھ خرچ کریں، یا ان یتیم بچوں پر خرچ کریں جو اُن کی گود میں پل رہے ہیں تو کیا یہ صدقہ صحیح ہوگا؟ لیکن یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ ہی لیا کہ: یہ دو عورتیں کون ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک تو ان میں انصاریہ ہے اور دوسری زینب ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: کونسی زینب؟ بلال رضؓ نے جواب میں کہا: عبداللہ کی بیوی۔ آپ نے فرمایا: ان کو دہرا اجر ملے گا، ایک قرابت کا ایک صدقے کا۔

۲۲۶۔ شوہر کے مال میں سے صدقہ کرنا:

(اسماؓ) قلت یا رسول الله مالی مال

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا مال

اما ادخل على الزبير فما تصدق؟ قال تصدقى ولا توعى فيوعى الله عليك (للستة الا مالكا)

تو وہی ہے جو مجھے زبیرؓ نے دیا کیا میں اس میں سے بطور خیرات کسی کو دے سکتی ہوں؟ فرمایا کیوں نہیں! دو۔ مال کو بند کر کے نہ رکھو۔ مبادا خدا بھی اس کے دروازوں کو تم پر بند کرے۔

اعمال اور اقوال کے فضائل متفرق حدیثیں

۲۲۷۔ مَنْ اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنْكُمْ صَائِمًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍؓ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ الْيَوْمَ مِنْكُمْ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْ بَكْرٍؓ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍؓ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍؓ اَنَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ رَجُلٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (مسلم)

تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا۔؟ ابوبکر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے عرض کیا۔ میں نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آج جنازے کے ساتھ تم میں سے کون گیا ہے؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ میں (گیا تھا) پھر فرمایا آج تم میں سے مسکین کو کھانا کس نے کھلایا ہے؟ ابوبکرؓ نے کہا۔ (یا رسول اللہ) میں نے (کھلایا ہے) آج تم میں سے مریض کی بیمار پرسی کس نے کی ہے؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا (حضرت) میں نے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس شخص میں یہ خوبیاں ایک ہی دن میں)، جمع ہوں سوائے اس کے (اس کا اجر)، نہیں کہ وہ جنت میں داخل ہو۔

۲۲۸۔ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ قَالَ اَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَتَصَدَّقُوْنَ بِهٖ اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً وَّبِكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً وَّبِكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَّبِكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّنَهْيٌ

بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ دولت مند ثواب (لوٹ) لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور اپنے فالتو مال میں سے صدقہ دیتے ہیں (وہ علاوہ)۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا۔ کیا تمھارے لیے خدا نے کوئی چیز میسر نہیں کی۔ جسے تم صدقہ کرو؟ بے شک ہر ایک دفعہ تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ) پڑھنا صدقہ ہے اور ہر ایک بار (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) کہنا صدقہ ہے اور ہر ایک بار حمد (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) پڑھنا صدقہ ہے اور ہر ایک بار خدا کی وحدانیت کا (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر)

عَنْ مُّنْكَرٍ صَدَقَةٌ وَّفِیْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ - قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیَاْتِیْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَیَكُوْنُ لَهٗ فِیْهَا اَجْرٌ قَالَ اَرَءَیْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ اَكَانَ عَلَیْهِ وِزْرٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ كَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِی الْحَلَالِ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ. مسلم والترمذی وَفِیْ رِوَایَةٍ تَبَسُّمُكَ فِیْ وَجْهِ اَخِیْكَ لَكَ صَدَقَةٌ وَّاِرْشَادُ الرَّجُلِ الطَّرِیْقَ لَكَ صَدَقَةٌ وَاِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِیْقِ لَكَ صَدَقَةٌ وَّاِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِیْ دَلْوِ اَخِیْكَ لَكَ صَدَقَةٌ۔

اِقرار کرنا صدقہ ہے اور نیک کام کے لیے رہنمائی کرنا صدقہ ہے اور بُرے کام سے منع کرنا صدقہ ہے اور (اپنی بیوی سے) ہمبستر ہونا صدقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی اپنی نفسانی ہوس کو پورا کرے تو وہ اس کے لیے (کیونکر اجر کا موجب) ہو جاتا ہے؟ فرمایا تم دیکھتے نہیں۔ اگر وہ حرام کاری کرے تو اس پر اس کا عذاب ہوتا ہے۔ صحابہ نے کہا۔ بے شک۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس اگر اس نے حلال کارروائی کی۔ تو اس کے لیے وہ اجر کا موجب ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے بھائی سے ہنس کر بولنا صدقہ ہے اور کسی کو راستہ بتانا صدقہ ہے اور رستے میں سے (اینٹ) پتھر، کانٹا اور ہڈی کو ہٹا دینا صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالنا صدقہ ہے۔

فِتنہ واِختلاف وغیرہ

۲۲۹۔ اَلْعِبَادَةُ فِی الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَیَّ۔ (مسلم والترمذی)

فتنے اور اختلاف کے وقت عبادت کرنا ایسا ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا۔

۲۳۰۔ اِنَّ السَّعِیْدَ مَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِیَ فَصَبَرَ فَوَاهًا۔ (ابوداؤد)

نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے۔ اور جب مصیبت میں گرفتار ہو تو صبر کرے۔ واہ واہ۔

تلاوتِ قرآن مجید

۲۳۱۔ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضورؐ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ۔ (بخاری)

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔

۲۳۲۔ عَنْ مَعَاذِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا ۔ (احمد)

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں اور باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی دنیا کے سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی جب کہ سورج کو اتنا قریب فرض کر لیا جائے کہ گویا تمہارے گھروں میں اُتر آیا ہے۔ پھر تم سمجھ سکتے ہو کہ جب ماں باپ کا یہ مرتبہ ہوگا تو اس شخص کا کیا درجہ ہوگا جس نے قرآن کریم پر عمل کیا۔

۲۳۳۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ ۔ (ترمذی، دارمی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھے تو اس کو ایک حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں الٓمّٓ کو ایک حرف نہیں کہتا۔ بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے۔ اور میم ایک حرف ہے۔

۲۳۴۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَقَرَأَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْقُرْاٰنِ مِثْلُهَا ۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم نماز میں کیا پڑھتے ہو تو انھوں نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تورات، انجیل اور زبور (یہاں تک کہ) قرآن میں اس کے مثل (کوئی دوسری سورت) نہیں نازل ہوئی۔

۲۳۵ - عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْاٰنِ يٰسٓ وَمَنْ قَرَأَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ ۔ (ترمذی، دارمی)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے پس جو شخص سورۂ یٰسین کو پڑھے اس کے لیے دس قرآن پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

۲۳۶ عَنْ عَطَاءِ بْنِ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهٗ ۔ (دارمی)

حضرت عطاء بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا دن کے شروع حصہ میں جو شخص سورۂ یٰسین کو پڑھے تو اس کی حاجتیں پوری کر دی جاتی ہیں۔

۲۳۷ - عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ الرَّحْمٰنُ ۔ (بیہقی)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن پاک کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔

۲۳۸ - عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ ۔ مسلم بخاری عن ابی سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص رات کے وقت تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! تہائی قرآن کیسے پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا (پوری سورہ) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۲۳۹ - عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الْاِبِلِ فِيْ عُقُلِهَا ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ قرآن کے ساتھ اعتنا کرو قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اپنی رسی سے اونٹ نکل جانے کی بہ نسبت قرآن سینہ سے جلد نکل جاتا ہے۔

۲۴۰۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اِمْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَجْذَمَ۔ (ابوداؤد، دارمی)

حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اور پھر اس کو بھول جائے۔ وہ قیامت کے دن خدا سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے اعضا جذام کے سبب گل گئے ہوں گے۔

کتابُ الصَّوم

فضائلِ صوم

۲۴۱۔ صوم کا لاانتہا اجر اور اُس کی فرحتیں:

(ابوھریرۃ) رفعہ: کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ عشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فیہ اطیب عند اللہ من ریح المسک۔ (للستۃ)

ابن آدم کی ہر ہر نیکی دس گنا بڑھا دی جاتی ہے اور سات سو گنے تک اضافہ جاری رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ اس کلیے سے روزہ مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ یہ خاص میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا صلہ دیتا ہوں، کیونکہ روزے دار محض میری خاطر اپنی خواہشات کو ترک کرتا ہے، کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور ایک سے اس وقت بہرہ مند ہو گا۔ جب اپنے رَبّ کے حضور پیش ہو گا، اور اس کے منہ کی بُو، اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔

۲۴۲۔ صوم سپر بھی ہے بشرطیکہ شگاف نہ ڈالا جائے:

ابوعبیدہؓ) رفعہ: الصوم جُنَّۃٌ مَالَمْ یَخْرِقْھَا وَذَادَ فِی الاوسط قِیْلَ بِمَ یخرقھا؟ قال بکذب اوغیبۃ۔

روزہ اُس وقت تک سپر ہے جب تک کہ کوئی اس میں شگاف نہ پیدا کرے (اوسط میں اس کے بعد ہے کہ) دریافت کیا گیا۔ اس میں شگاف کیسے پڑتا ہے؟ فرمایا: جھوٹ اور غیبت سے۔

۲۴۳ - باب الریّان :

(سھل بن سعدؓ) رفعه : فی الجنة باب یدعی الریان یدعی له الصائمون فمن کان من الصائمین دخله ومن دخله لم یظمأ ابداً۔ (شیخین)

جنّت میں ایک دروازہ ہے ، جس کا نام باب الریّان (ریان کے معنی سیراب) ہے ۔ اس سے صرف روزے دار ہی بلائے جائیں گے۔ جو روزے دار ہوگا وہی اس دروازے سے داخل ہوگا اور جو اس میں داخل ہوگا اُسے کبھی تشنگی نہ ہوگی ۔

۲۴۴ - روزہ کھلوانے کا اجر :

(ابوھریرۃؓ) رفعه : من فطّر صائما کان له مثل اجره غیر انه لاینقص من اجر الصائم شیئا۔ (ترمذی)

جو کسی صائم کا روزہ کھلوائے گا اس کے لیے روزے ہی جیسا اجر ہوگا اور روزے دار (جس کا روزہ کھلوایا ہے) کے اجر میں کوئی کمی نہ آئے گی ۔

۲۴۵ - روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے اور نصف صبر :

(ابوھریرۃؓ) لکل شئ زکوٰۃ وزکوٰۃ الجسد الصوم والصیام نصف الصبر (قزوینی)

ہر شے کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزے نصف صبر ہیں ۔

۲۴۶ - طاعم شاکر اور صائم صابر یکساں ہیں :

(سنانؓ بن سنة الاسلمی) رفعه : الطاعم الشاکر له مثل اجر الصائم الصابر۔ (قزوینی)

کھا کر شکر کرنے والا بھی ایسا ہی ہے جیسے روزہ رکھ کر صبر کرنے والا ۔

مساجد

۲۴۷ - من بنیٰ مسجداً یبتغی به وجه اللهِ تعالیٰ بنی اللهُ تعالیٰ لهٗ بیتاً فی الجنّة۔ (شیخان وترمذی)

جس نے مسجد تعمیر کی اس غرض سے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

۲۴۸ - عُرِضَتْ عَلَیَّ أُجُورُ أُمَّتِی حَتّٰی الْقَذَاۃُ یُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ۔
(ابوداؤد والترمذی)

میری اُمت کے ثواب مجھے دکھائے گئے۔ (ان میں سے) خس و خاشاک (کا) بھی تھا۔ جو آدمی مسجد سے نکالتا ہے۔

ہبہ و وصیّت!

۲۴۹ - قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تَتَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَاْمُلُ الْغِنٰی وَتَخْشَی الْفَقْرَ وَلَا تُمْہِلْ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ۔
(الخمسۃ الا الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا۔ کونسا صدقہ سب سے اچھا ہے؟ فرمایا وہ صدقہ جو تو اس وقت دے کہ تو تندرست ہو اور مال بڑھانے کی خواہش رکھتا ہو۔ اور مفلسی سے ڈرتا ہو اور صدقہ دینے میں توقف نہ کر۔ البتہ جب تیرا دم حلق میں آجائے، اور تُو کہے فلانے کو اتنا دینا۔ حالانکہ وہ فلانے (وارث) کا ہو چکا۔

کتاب الحج

۲۵۰ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یٰاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَوْ قُلْتُہَا نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِہَا وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا وَالْحَجُّ مَرَّۃٌ فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ۔
(احمد، نسائی، دارمی، مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال حج فرض ہو جائے اور اگر ہر سال فرض ہو جائے تو تم اُسے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لیے حج پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور جو شخص اس سے زیادہ کرے وہ نفل ہے۔

۲۵۱ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول کریمؐ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ۔ (ابوداؤد، دارمی)

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو پھر جلد اس کو پورا کرے۔

۲۵۲۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةَ۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کو یکے بعد دیگرے ادا کرو (یعنی قران کا احرام باندھو یا بالفعل دونوں کو متصلاً کرو) اس لیے کہ یہ دونوں افلاس اور گناہوں کو اس طرح دُور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کی میل کو دُور کر دیتی ہے اور حج مقبول کا بدلہ صرف جنّت ہے۔

۲۵۳۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِيْ طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ أَجْرَ الْغَازِيْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادہ سے نکلا اور پھر راستہ ہی میں مرگیا تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ہمیشہ کے لیے مجاہد، حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

۲۵۴۔ عَنْ أَبِيْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيِّ أَنَّهٗ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بوڑھا باپ اتنا کمزور ہے کہ حج و عمرہ کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ سواری پر سفر کرنے کی اس میں قوت ہے تو آپ نے فرمایا۔ تُو اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کر لے۔

۲۵۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُخْتِيْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ وَإِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی (اور نذر پوری کرنے سے پہلے) وہ مرگئی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا اس کو ادا کرتا؟

دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ دَيْنَ اللهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔
(بخاری، مسلم۔)

اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو پھر خدائے تعالیٰ کا قرض بھی ادا کر کہ اس کا ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔

۲۵۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرَنَّ اِمْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ۔
(بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے ہرگز سفر نہ کرے (چاہے وہ حج ہی کا سفر کیوں نہ ہو)۔

۲۵۷۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ اِلىٰ بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ اَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَذٰلِكَ اِنَّ اللهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ، مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔
(پارہ ۴ - رکوع ۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص زادِ راہ اور بیت اللہ شریف تک پہنچا دینے والی سواری کے مصارف کا مالک ہو اور پھر اس نے حج نہیں کیا تو اس کے یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے میں کوئی فرق نہیں اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ۔وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔یعنی خدا تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر فرض ہے جب کہ حج کے تمام ضروری مصارف کا مالک ہو۔

روزے کے متعلق چند خاص باتیں

۲۵۸۔ ایک ہی فتویٰ سب کے لیے نہیں ہوتا۔ احوال و ظروف کا فرق ملحوظ رہنا چاہیئے:

(ابوھریرۃ رض) ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ واتاہ آخر فسألہ فنھاہ فاذا الذی رخص لہ شیخ واذا الذی نھاہ شاب۔ (ابوداؤد)

ایک شخص نے روزے میں بیوی کو چمٹانے کے متعلق دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی۔ دوسرے نے یہی سوال کیا تو اسے منع فرما دیا (بات یہ تھی کہ جسے اجازت دی وہ بوڑھا تھا اور اس سے موہلت کا خطرہ نہ تھا اور جسے روکا وہ جوان تھا اور اس سے اندیشہ تھا کہ اس آغاز کا انجام فسادِ صوم ہو)۔

۲۵۹۔ صورت افطار کی مگر روح صوم کی ہو سکتی ہے:

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ۔
(شیخین، ابو داؤد، ترمذی)

جو شخص روزے میں بھولے سے کھا پی لے وہ اپنے روزے کو (اس دن) پورا کرلے۔ اسے تو اللہ ہی نے کھلا پلا دیا (یعنی ایسی غلطی سے روزہ نہیں ٹوٹتا)

۲۶۰۔ معنیً افطار اور صورۃً صوم:

(ابن عمرؓ) رفعہ: رب صائم حظہ من صیامہ الجوع والعطش ورب قائم حظہ من قیامہ السھر (کبیر)

بہتیرے روزے دار ایسے ہیں جن کے روزے کا ماحصل صرف بھوک پیاس ہوتی ہے اور بہتیرے شب بیدار ایسے ہیں جن کی شب بیداری کا حاصل فقط رت جگا ہوتا ہے۔

۲۶۱۔ دوسرے کو تکلیف دے کر روزہ نہ رکھا جائے:

(عائشہؓ) رفعتہ: من نزل لقوم فلا یصوم الا باذنھم (ترمذی والکو)

جو شخص کسی کے گھر میں ٹھہرے تو ان کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ (یہ حکم نفل روزوں کے بارے میں ہے)

۲۶۲۔ "یوم عاشوراء کا روزہ":

(ابن عباسؓ) قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فرأی الیھود تصوم عاشوراء فقال ما ھذا؟ قالوا یوم صالح نجی اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل من عدوھم فصامہ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ۔ (شیخین، ابو داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ یہود عاشورے کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا: یہ کیسا روزہ ہے؟ کہنے لگے: یہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دشمن (آلِ فرعون) سے نجات دی تھی اور جناب موسیٰؑ نے روزہ رکھا تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم موسیٰؑ کے حق دار تم سے زیادہ ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔

دَیْنٌ اَکُنْتَ قَاضِیَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ دَیْنَ اللّٰہِ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔
(بخاری، مسلم)

اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو پھر خدائے تعالیٰ کا قرض بھی ادا کر کہ اس کا ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔

۲۵۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرَنَّ اِمْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ۔
(بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے ہرگز سفر نہ کرے (چاہے وہ حج ہی کا سفر کیوں نہ ہو)۔

۲۵۷۔ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّرَاحِلَةً تُبَلِّغُهٗ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ وَلَمْ یَحُجَّ فَلَا عَلَیْهِ اَنْ یَّمُوْتَ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا وَذٰلِكَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ، مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔
(پارہ ۴ - رکوع-۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص زادِ راہ اور بیت اللہ شریف تک پہنچا دینے والی سواری کے مصارف کا مالک ہو اور پھر اس نے حج نہیں کیا تو اس کے یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے میں کوئی فرق نہیں اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔ یعنی خدا تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر فرض ہے جب کہ حج کے تمام ضروری مصارف کا مالک ہو۔

روزے کے متعلق چند خاص باتیں

۲۵۸۔ ایک ہی فتویٰ سب کے لیے نہیں ہوتا۔ احوال و ظروف کا فرق ملحوظ رہنا چاہیے:

(ابو ھریرۃ) ان رجلا سأل رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ واتاہ اخر فسألہ فنھاہ فاذا الذی رخص لہ شیخ واذا الذی نھاہ شاب۔ (ابوداؤد)

ایک شخص نے روزے میں بیوی کو چپٹانے کے متعلق دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی۔ دوسرے نے یہی سوال کیا تو اسے منع فرما دیا۔ (بات یہ تھی کہ جسے اجازت دی وہ بوڑھا تھا اور اس سے مواصلت کا خطرہ نہ تھا اور جسے روکا وہ جوان تھا اور اس سے اندیشہ تھا کہ اس آغاز کا انجام فسادِ صوم ہو)۔

۲۵۹۔ صورت افطار کی مگر روح صوم کی ہو سکتی ہے:

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللّٰہ وسقاہ۔
(شیخین، ابو داؤد، ترمذی)

جو شخص روزے میں بھولے سے کھا پی لے وہ اپنے روزے کو (اس دن) پورا کرلے۔ اسے تو اللہ ہی نے کھلا پلا دیا (یعنی ایسی غلطی سے روزہ نہیں ٹوٹتا)

۲۶۰۔ معنیٔ افطار اور صورۃً صوم:

(ابن عمرؓ) رفعہ: ربّ صائم حظّہ من صیامہ الجوع والعطش وربّ قائم حظّہ من قیامہ السھر (کبیر)

بہتیرے روزے دار ایسے ہیں جن کے روزے کا ماحصل صرف بھوک پیاس ہوتی ہے اور بہتیرے شب بیدار ایسے ہیں جن کی شب بیداری کا حاصل فقط رت جگا ہوتا ہے۔

۲۶۱۔ دوسرے کو تکلیف دے کر روزہ نہ رکھا جائے:

(عائشہؓ) رفعتہ: من نزل لقوم فلا یصوم الا باذنھم (ترمذی وانکرہ)

جو شخص کسی کے گھر میں ٹھہرے تو ان کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ (یہ حکم نفل روزوں کے بارے میں ہے)

۲۶۲۔ "یوم عاشوراء کا روزہ":

(ابن عباسؓ) قدم النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم المدینۃ فرأی الیھود تصوم عاشوراء فقال ما ھذا؟ قالوا یوم صالح نجّی اللّٰہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل من عدوھم فصامہ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ۔ (شیخین، ابو داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ یہود عاشورے کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا: یہ کیسا روزہ ہے؟ کہنے لگے: یہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دشمن (آلِ فرعون) سے نجات دی تھی اور جناب موسیٰؑ نے روزہ رکھا تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم موسیٰؑ کے حق دار تم سے زیادہ ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔

۲۶۳ - ظاہراً افطار اور حکماً روزہ: (روزے داروں کا احترام):

(سلمۃ بن الاکوع) ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم امر رجلا من اسلم ان اذن فی الناس من کان اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء۔ (شیخین، نسائی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اسلمی شخص کو حکم دیا کہ منادی کر دو کہ جس شخص نے کچھ کھا لیا ہے، وہ بقیہ دن روزے میں گزارے اور جس نے نہیں کھایا ہے، وہ پورا روزہ رکھے کیونکہ آج عاشورے کا دن ہے۔ (آپ کا یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں)

۲۶۴ - حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پورے مہینے کے روزے صرف رمضان میں رکھے:

(ابن عباسؓ) ما صام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم شہراً کاملا قط غیر رمضان وکان یصوم حتی یقول القائل لا واللہ ما یفطر ویفطر حتی یقول القائل لا واللہ ما یصوم۔ (شیخین، نسائی)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے بجز رمضان کے پورے مہینے کے روزے کبھی نہیں رکھے۔ جب روزے رکھنا شروع کرتے تو دیکھنے والا یہ کہنے لگتا کہ: بخدا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم افطار (ترکِ صوم) نہیں فرمائیں گے۔ اور جب افطار فرماتے تو دیکھنے والا یہ کہنے لگتا کہ بخدا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنا نہیں شروع کریں گے۔

۲۶۵ - صائم الدہر ہونے سے بچو:

(مسلم القرشی) سألت او سئل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عن صیام الدھر فقال ان لاھلک علیک حقاً فصم رمضان والذی یلیہ وکل اربعاء وخمیس فاذاً انت قد صمت الدھر کلہ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے صوم دہر (ساری عمر روزہ رکھنا) کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ: تمہارے اُوپر تمہارے بال بچوں وغیرہ کا بھی حق ہے۔ بس رمضان کے روزے رکھو اور جو اس سے متصل ہوں۔ (یعنی شش عید) نیز ہر چہار شنبے اور جمعرات کو روزہ رکھ لو، تو یہ صوم الدہر کے برابر ہو جائے گا۔

۲۶۶۔ جنگ کے موقعے پر روزہ رمضان نہ رکھنا چاہیئے:

(ابو سعیدؓ) بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح مر الظهران فآذنا بلقاء العدو فامرنا بالفطر فافطرنا اجمعین۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سالِ فتح (جس میں مکہ فتح ہوا) مر الظہران پہنچے، تو ہم لوگوں کو دشمن سے مڈبھیڑ کرنے کا حکم دیا، نیز روزہ چھوڑ دینے کا بھی حکم دیا چنانچہ ہم سب نے روزہ چھوڑ دیا۔

۲۶۷۔ خدمتِ خلق، روزہ رکھنے سے زیادہ ثواب ہے:

(انسؓ) کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر فمنا الصائم ومنا المفطر منزلاً فی یوم حار اکثرنا ظللا صاحب الکساء فمنا من یتقی الشمس بیدہ فسقط الصوام وقام المفطرون فضربوا الابنیة وسقوا الرکاب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھب المفطرون الیوم بالاجر۔ (شیخین، نسائی)

ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں کچھ روزے سے تھے اور کچھ افطار سے۔ ہم لوگوں نے بڑے گرم دن میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ زیادہ سائے میں وہ لوگ تھے جن کے پاس کپڑا تھا، اور کچھ ایسے تھے جو دھوپ سے بچاؤ کے لیے اپنا ہاتھ استعمال کر رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روزے دار (غش کھاکر) گرنے لگے اور بے روزہ لوگوں نے اُٹھ کر سائبان وغیرہ کھڑے کیے اور اُونٹوں کو باندھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آج کا ثواب بے روزہ لوگوں نے لُوٹ لیا۔

۲۶۸۔ سفر میں روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے:

(جابرؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فرأی رجلا قد اجتمع الناس علیہ وقد ظلل علیہ فقال ما لہ؟ فقالوا رجل صائم فقال لیس البر ان تصوموا فی السفر (شیخین، ابو داؤد، نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سفر میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اُس کے گرد جمع ہیں اور اس پر سایہ کیا جا رہا ہے۔ پوچھا: اسے کیا ہو گیا ہے؟ بولے: ایک روزہ دار آدمی ہے۔ فرمایا کہ: سفر میں روزہ رکھنے میں نیکی نہیں۔

(تاہم اگر کسی تکلیف کا اندیشہ نہ ہو تو روزہ رکھ لینا بہتر ہے)

۲۶۹۔ کسی جان کا خیال روزے سے زیادہ ضروری ہے:

(انس بن مالک رضؓ) من بنی عبداللہ بن کعب رفعہ: ان اللہ وضع شطر الصلوٰۃ عن المسافر وارخص لہ فی الافطار وارخص فیہ للمرضع والحبلیٰ اذا خافتا علی ولدیھما۔ (اصحاب سنن)

اللہ تعالےٰ نے مسافر پر آدھی نماز (کی رکعتیں) معاف فرما دی ہیں اور روزہ کھولنے کی اجازت دی ہے۔ نیز بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو دودھ پلانے والی اور حاملہ کو بھی روزے کی رخصت دی ہے۔

۲۷۰۔ روزے میں قوتِ برداشت کا لحاظ ضروری ہے:

(ابو سعیدؓ) کنا نسافر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنا الصائم ومنا المفطر فلا یجد المفطر علی الصائم ولا الصائم علی المفطر وکانوا یرون انہ من وجد قوۃ فصام فحسن ومن وجد ضعفا فافطر فحسن۔

(مسلم، اصحاب سنن)

ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تو ہم میں روزے دار بھی ہوتے اور مفطر (بے روزہ) بھی۔ لیکن نہ مفطر روزہ دار سے ناخوش ہوتا تھا اور نہ روزہ دار مفطر سے۔

۲۷۱۔ میت کی طرف سے ولی بھی روزے رکھ سکتا ہے:

(عائشہ) رفعتہ: من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہٗ۔

(شیخین، ابوداؤد)

جو شخص مرجائے اور اس کے ذمے روزہ ہو تو اس کی طرف سے اُس کا ولی روزہ رکھ لے۔

۲۷۲۔ ولی صومِ نذر کو میت کی طرف سے ادا کرے:

(ابن عباسؓ) قالت امرأۃ یا رسول اللہ ان امی ماتت وعلیھا صوم نذر افاصوم عنھا؟ قال ارأیت لو کان علی امک

ایک عورت نے کہا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں مرگئی اور اس کے ذمے منت کا روزہ تھا، تو کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟ فرمایا کہ: اگر تیری

دين فقضيته أكان يؤدي ذلك عنها؟ قالت نعم قال فصومي عن امك (للستة الا مالكا)

ماں پر قرض ہوتا اور تو اسے ادا کر دیتی تو یہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا یا نہیں ؟ عرض کیا : ہاں ہو جاتا ۔ فرمایا : پھر اپنی ماں کی طرف سے روزہ بھی رکھ لے ۔

مدینہ طیّبہ کی حاضری

۲۷۳ ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ۔ (دارقطنی، بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے ۔

۲۷۴ ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَا تَحْمِلُہٗ حَاجَۃٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ (دارقطنی ۔ طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو میری زیارت کے لیے آیا سوائے میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لیے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں ۔

۲۷۵ ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ (دارقطنی، طبرانی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات (دنیوی) میں زیارت سے مشرف ہوا ۔

کِتابُ الحج

۲۷۶ ۔ پاکیزہ حج کب ہوتا ہے ؟ :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : من حج للّٰہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم

جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی شہوانی اور فسق کی بات نہ کرے تو وہ اس طرح لوٹ کر آتا ہے جیسے

ولدته امه۔ (السنة إلا ابا داؤد)

آج ہی اُس کی ماں نے جنا ہو۔

۲۷۷: آغازِ کار کے بعد موت مانعِ اجر نہیں:

(ابوھریرۃؓ) رفعه: من خرج حاجًّا فمات كتب له اجر الحاج الى يوم القيامة ومن خرج غازيا فمات كتب له اجر الغازى۔ (اوسط)

جو شخص حج کے لیے نکلے اور راستے میں مر جائے اُس کے لیے حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو غازی بن کر نکلے اور راستے میں مر جائے اس کے لیے غازی ہی کا اجر لکھا جائے گا۔

۲۷۸۔ حائض کا حج کس طرح ہو؟:

(ابن عمرؓ) قال الحائض تهل بالحج والعمرة وتشهد المناسك كلها غير انها لا تطوف بالبيت ولا بين الصفا والمروة ولا تقرب المسجد حتى تطهر۔ (مالك)

حائض عورت حج کا اہلال کر کے تمام مناسک ادا کر سکتی ہے، بجز اس کے کہ طواف کعبہ اور سعی بین الصفا و المروہ نہ کرے اور مسجد میں پاک ہوئے بغیر نہ جائے۔

خطبۂ حج

۲۷۹۔ دوسروں کو دھکا دے کر حجرِ اسود کو چومنا:

(ابن عوفؓ) سمعت رجلا يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم لعمر يا ابا حفص انك فيك فضلَ قوة فلا تؤذ الضعيف اذا رأيت الركن خلوًا فاستلمه والّا فكبّر وامضِ قال سمعت عمر يقول لرجل لا تؤذ الناس لفضل قوتك۔ (رزين)

میں نے ایک شخص کو یہ کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ: ابو حفص! تمھارے اندر کچھ قوت و زور زیادہ ہے۔ اس لیے کمزوروں کو ایذا نہ دینا، بلکہ جب رکن خالی دیکھو، تو حجرِ اسود کو بوسہ دو۔ ورنہ تکبیر کہہ کے گزر جاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ایک شخص سے یہ کہتے سُنا کہ دیکھو اپنے زائد زور کی وجہ سے دوسروں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

۲۸۰۔ طواف بھی نماز ہی کی ایک شکل ہے :

(ابن عباسؓ) رفعه : الطواف حول البیت مثل الصلوٰة الّا انکم تتکلّمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلّم الّا بخیر۔ (ترمذی)

بیت اللہ کے گرد طواف کرنا بھی نماز ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ طواف میں گفتگو بھی کر سکتے ہو۔ لہٰذا جو بھی گفتگو کرے وہ کلمہ خیر ہی کہے۔

۲۸۱۔ کنکریاں چُننے میں بھی غلو سے بچو :

(ابن عباسؓ) قال لی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم غداة العقبة وهو علی راحلته هات القطلی فلقطت له حصیات من حصی الخذف فلما وضعتهن فی یده قال بامثال هٰؤلاء وایاکم والغلّو فی الدین فانما هلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین۔ (نسائی)

حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے (بموقعہ حج) عقبہ کی صبح کو مجھ سے فرمایا کہ : آؤ میرے لیے بھی کنکریاں چُن لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سواری پر تھے (میں نے چند کنکر کے روڑے چُن لیے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رکھ دیئے تو فرمایا : اتنے بڑے بڑے نہیں بلکہ ان جیسے (یعنی چھوٹے چھوٹے) پھر فرمایا کہ : دین میں غلو سے بچو! گزشتہ اُمتیں غلو فی الدین ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔

۲۸۲۔ رسم حج کی اصلی رُوح :

(ابن عباسؓ) ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال للفضل ابن اخی ان هذا یوم من ملك فیه سمعه وبصره ولسانه غفرله۔ (شیخین، نسائی)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل سے (بموقعہ حج) فرمایا : اے برادر زادے! آج وہ دن ہے کہ جو شخص اپنے کان، آنکھ اور زبان پر قابو پالے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

قُربانی

۲۸۳ صلہ رحمی عیدالاضحیٰ کی قُربانی سے زیادہ افضل ہے :

(ابن عباسؓ) رفعه : فی یوم اضحیٰ اعمل

قربانی کے دن قربانی سے زیادہ افضل انسان کا

ادمی فی هذا الیوم افضل من دم یهراق
الاان یکون رحما یوصل ۔ (کبیر بلین)

اور کوئی کام نہیں، لیکن صلۂ رحمی اس سے بھی
افضل ہے۔

حلال وحرام جانور

۲۸۴۔ حرام جانوروں کے لیے قاعدۂ کُلیّہ:

(خالد بن ولیدؓ) رفعہ: حرام علیکم
حمر الاھلیۃ دخلیھا وبغالھا
وکل ذی ناب من السباع وکل
ذی مخلب من الطیر۔ (نسائی، ابوداؤد)

تم پر پالتو گدھا حرام ہے خواہ وہ اصلی ہو یا خچر۔
نیز ہر ذی ناب (سامنے کے چار دانتوں کے اِدھر اُدھر
جو نوکیلے دانت ہوتے ہیں۔ اُنھیں ناب کہتے ہیں۔ یہ
اُوپر نیچے کے چار دانت صرف گوشت خور جانوروں کے
ہوتے ہیں۔) زندہ اور ہر ذی مخلب (مخلب اس چنگل کو
کہتے ہیں جس سے پرندہ اپنے شکار کو پکڑتا ہے) پرندہ بھی
حرام ہے۔

قُربانی

۲۸۵۔ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ
سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ
قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا
فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ
بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوْفِ
حَسَنَۃٌ۔ (احمد، ابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تمھارے باپ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔
یارسول اللہ! کیا اس سے ہم کو ثواب ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے
بدلے ایک نیکی ہے عرض کیا اور اون یارسول اللہ۔!
تو آپ نے فرمایا کہ اُون کے ہر بال میں بھی ایک نیکی
ملے گی۔

۲۸۶ - عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ - (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصّلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ قربانی کے ایام میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں۔ اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدائے تعالیٰ کے نزدیک مقامِ قبول میں پہنچ جاتا ہے۔

۲۸۷ - عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا یُضَحِّیْ بِکَبْشَیْنِ فَقُلْتُ لَہٗ مَا ھٰذَا؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ۔ (ابوداؤد)

حضرت حنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو دو دنبے ذبح کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں حضورؐ کی جانب سے قربانی کروں۔ تو میں (دوسرا دنبہ حضورؐ کی جانب سے) قربانی کر رہا ہوں۔

۲۸۸ - عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدَ سَعَۃً وَّلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔

۲۸۹ - عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمْ ھِلَالَ ذِی الْحِجَّۃِ وَاَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلْیُمْسِکْ عَنْ شَعْرِہٖ وَاَظْفَارِہٖ۔ (مسلم)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصّلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جب تم بقرعید کا چاند دیکھو اور تم میں کا کوئی قربانی کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ بال منڈانے ترشوانے اور ناخن کٹوانے سے رُکا رہے۔

قسم

۲۹۰ - مضر قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کرنا چاہیے:

(عبد الرحمٰن بن سمرۃؓ) رفعہ: اذا

اگر کوئی شخص کسی غلط بات پر قسم کھا لے اور بہتری اسے

حلف احدکم علی یمین فرأی غیرھا خیراً منھا فلیکفر عن یمینہ ولیفعل الذی ھو خیر (للستة الا مالکا، بلفظ نسائی)

ختم کر دینے میں ہو تو وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور وہی کام کرے جو بہتر ہو۔

منّت

۲۹۱۔ منّت ماننے کے دو پہلو:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: لا تنذروا فان النذر لا یغنی من القدر شیئاً وانّما یستخرج بہ من البخیل (للستة الا مالکا بلفظ مسلم)

(ہر ذرا سی بات پر) منّت ماننے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ منّت تقدیر کو نہیں بدلتی، البتّہ بخیل کی جیب سے کچھ نکلوا لیتی ہے۔

۲۹۲۔ لایعنی منّت کو پورا نہ کرنا چاہیئے:

(ابن عباسؓ) بینما النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم یخطب اذھو برجل قائم فسأل عنہ فقال ھذا ابو اسرائیل نذر ان یقوم فی الشمس ولا یقعد ویصوم ولا یفطر نہارہ ولا یستظل ولا یتکلم فقال مروہ فلیستظل ولیقعد ولیتکلم ولیتم صومہ۔ (بخاری، ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی پر نظر پڑی جو کھڑا تھا۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ عرض کیا: یہ ہے ابو اسرائیل، اس نے منّت مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا بھی نہیں اور سارا دن روزہ رکھ کر بھی افطار نہیں کرے گا اور سائے میں نہیں آئے گا اور کوئی گفتگو نہیں کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ: اس سے کہو کہ سائے میں آجائے اور بیٹھے اور گفتگو کرے اور روزہ پورا کرلے۔

۲۹۳۔ ناقابلِ برداشت منّت میں ترمیم:

(عقبة بن عامرؓ) نذرت اختی ان

میری بہن نے یہ منّت مانی کہ پیدل ہی بیت اللہ کا

تمشی الی بیت الله حافیة فامرتنی ان استفتی لها النبی صلی الله علیه وسلم فاستفتیته فقال لتمش ولترکب - (للسنة)

سفر کرے گی۔ اس نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کرنے کو کہا۔ میں نے دریافت کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسے پیدل بھی چلنا چاہیے اور سواری پر بھی۔

۲۹۴۔ قسم اور نذر کہاں کہاں غلط ہے:

(ابن المسیبؓ) ان اخوین من الانصار کان بینهما میراث فسأل احدهما اخاه القسمة فقال له الآخر ان عدت تسألنی القسمة فکل مالی فی رتاج الکعبة ولا اکلمك فعاد یسأله فاتی عمر فقال له ان الکعبة لغنیة عن مالك کفر عن یمینك وکلم اخاك سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یمین علیك ولا نذر فی معصیة الرب ولا فی قطیعة الرحم ولا فیما لا تملك - (ابو داؤد)

دو انصاری بھائی تھے جن کی میراث مشترک تھی۔ ایک نے کہا کہ میرا حصّہ الگ کر دو، اس نے جواب میں کہا: اگر تم نے دوبارہ یہ مطالبہ کیا، تو میرا یہ سارا مال کعبے کی ملکیت ہو جائے گا اور میں تجھ سے کبھی گفتگو نہ کروں گا۔ اُس نے دوبارہ پھر اپنا مطالبہ پیش کیا اور معاملہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ: کعبہ تمہارے مال سے بے نیاز ہے۔ تم اپنی قسم کا کفّارہ ادا کرو اور اپنے بھائی سے گفتگو کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ معصیت الٰہی میں اور قطع رحمی میں اور غیر مملوکہ چیز میں تم پر نہ کوئی قسم ہے اور نہ کوئی نذر۔

(یعنی ایسی چیزوں پر نہ قسم صحیح ہے نہ ایسی چیزوں کے متعلق کوئی منّت ماننا)

۲۹۵۔ کسی کا دل رکھنے کے لیے ایفائے نذر کی اجازت:

(عمرو بن شعیبؓ) عن ابیه عن جدّه: ان امرأة قالت یا رسول الله انی نذرت اذا انصرفت

ایک عورت نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے منّت مانی تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوے سے صحیح سلامت واپس تشریف

من عنز وتلك هذه سالمًا غانمًا ان اضرب على رأسك بالدف فقال ان كنت نذرت فاوفي بنذرك والا فلا۔ (ابوداؤد)

لے آئیں گے تو میں آپ کے سر پر کھڑے ہو کر دف بجاؤں گی۔
فرمایا: اگر تُو نے یہ منّت مانی ہے تو اُسے پوری کرلے ورنہ رہنے دے۔

عقیقہ

۲۹۶۔ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاهْرِقُوْا عَنْهُ دَمًا۔
(بخاری شریف)

حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ لڑکے (کی پیدائش) کے ساتھ عقیقہ ہے۔ لہٰذا اس کی جانب سے جانور ذبح کرو۔

۲۹۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیقہ ایک ایک مینڈھے سے کیا۔ (ابوداؤد) اور امام نسائی کی روایت میں دو دو مینڈھے کا ذکر ہے۔

۲۹۸۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً۔
(ابوداؤد)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ) سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص کے کوئی اولاد پیدا ہوئی، پھر اس نے اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہا تو وہ لڑکے کی جانب سے دو بکری اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔

کتاب الجہاد

سرحد کی حفاظت!

۲۹۹۔ حفاظت سرحد کی فضیلت:

(عثمانؓ) رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الف یوم فیما سواہ من المنازل۔ (نسائی، ترمذی بلفظہ)

..... سرحد پر فی سبیل اللہ ایک دن گزارنا دوسری جگہ پر ہزار دن گزارنے سے بہتر ہے۔

ایضاً:

(سلمانؓ) رفعہ: رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من صیام شہر وقیامہ ومن مات مرابطا وقی من فتنۃ القبر ونمالہ عملہ الی یوم القیامۃ۔ (مسلم، نسائی، ترمذی بلفظہ)

سرحد پر فی سبیل اللہ ایک دن گزارنا پورے مہینے کی روزہ داری و شب بیداری سے افضل ہے۔ جو شخص حفاظت سرحد کی حالت میں مرجائے وہ آزمائش قبر سے بچا رہے گا اور اس کا یہ عمل تاقیامت بڑھتا پھولتا رہے گا۔

۳۰۰۔ سمندری سرحد کا پہرہ:

(انسؓ) رفعہ: من حرس لیلۃ علی ساحل البحر کان افضل من عبادتہ فی اہلہ الف سنۃ۔ (موصلی ملین)

جو ساحل بحر پر ایک رات پہرہ دے وہ (پہرہ) اہل وعیال میں رہ کر ہزار سال عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

۳۰۱۔ جہاد سے واپسی:

(ابن عمرو بن العاصؓ) رفعہ: قفلۃ

فی سبیل اللہ جہاد سے واپس آنا بھی

فی سبیل اللہ کغزوۃ۔ (ابو داؤد) جہاد ہی ہے۔

تساہل

۳۰۲۔ غزوے میں تساہل کرنے کا اثر :

(معاذ بن انس) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث غزوًا فتأخر رجل حتی صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتاہ یودعہ ویدعولہ فقال لہ تدرے بکم سبقك اصحابك؟ قال نعم سبقونی الیوم لجدوتهم فقال والذی نفسی بیدہ لقد سبقوك مابعد ما بین المشرقین والمغربین فی الفضیلة۔

(احمد بلین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ ایک شخص پیچھے رہ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر کے رخصت ہونے اور دُعا لینے کے لیے آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تمھیں علم ہے کہ تمھارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے؟ عرض کیا: ہاں آج صبح ہی تو وہ گئے ہیں۔ فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے جتنا فرق مشرقین اور مغربین میں ہے اس سے بھی زیادہ فرق کے ساتھ فضیلت میں وہ تم سے آگے نکل گئے ہیں۔

مرنا یا زخمی ہونا

۳۰۳۔ راہِ خدا میں مرنے اور زخمی ہونے کی قیمت :

(معاذ بن جبل رض) رفعه: من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقة وجبت لہ الجنة ومن سأل اللہ القتل فی سبیل اللہ صادقًا من نفسه ثم مات اوقتل فان لہ اجر شهید ومن جُرح جرحا فی سبیل اللہ اونکب نکبة فانها تجیئ

جو فی سبیل اللہ تھوڑی سی دیر بھی جنگ کرے اس کے لیے جنت ضروری ہے اور جو صدقِ دل سے راہِ خدا میں شہادت کی دُعا کرے اُس کے بعد خواہ وہ اپنی موت سے مرے یا قتل کیا جائے اس کے لیے شہید ہی کا اجر ہوگا۔

اور جو راہِ خدا میں ہتھیار یا پتھر سے زخمی ہوگا، تو اُس

يوم القيامة كهاغزر ماكانت لونها لون الزعفران وريحها ريح المسك ومن خرج به خُراج فى سبيل الله فان عليه طابع الشهداء ۔ (اصحاب سنن)

کا زخم بروزِ حشر زعفرانی رنگ سے زیادہ شوخ ہوگا۔ اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ اور جسے راہِ خدا میں پھوڑا نکل آئے اس پہ شہید کی مہر لگ گئی۔

۳۰۴ ۔ جہاد کی بنیاد اور تمنائے نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) :

(ابو ہریرہؓ) رفعه : تضمن الله لمن خرج فى سبيله لا يخرجه الا جهاد فى سبيلى وايمان بى وتصديق برسلى فهو على ضامن ان ادخله الجنة اورجعه الى مسكنه الذى خرج منه ما نائلا ما نال من اجر او غنيمة والذى نفس محمد بيده ما من كلم يكلم فى سبيل الله الا جاء يوم القيمه كهيئته يوم كلم لونه لون دم وريحه ريح مسك والذى نفس محمّد بيده لولا ان يشق على المسلمين ما قعدت خلاف سرية تغزوا فى سبيل الله ابدا ولكن لا اجد سعة فاحملهم ولا يجدون سعة ويشق عليهم ان يتخلفوا عنى والذى نفس محمّد بيده لوددت ان اغزو فى سبيل الله فاقتل ثم اغزو فاقتل ثم اغزو فاقتل ۔ (شيخين، موطأ، نسائى)

جو شخص فی سبیل اللہ جہاد کے لیے نکلے اور اُسے باہر نکالنے والی چیز صرف جہاد فی سبیل اللہ، ایمان باللہ اور تصدیق بالرسل ہو، اس کا اللہ تعالیٰ ضامن ہو جاتا ہے۔ یا تو اُسے جنّت میں داخل کرے یا اُسے وہاں واپس لے آئے جہاں سے وہ نکلا تھا۔ خواہ وہ اجر لے کر لوٹے یا حصّہ غنیمت لے کر۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے۔ جس شخص کو راہِ خدا میں کوئی زخم لگے گا وہ قیامت کے دن اُسی زخمی حالت میں حاضر ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون کی طرح سرخ ہوگا، لیکن خوشبو مشک جیسی ہوگی، اور قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر مسلمانوں پر شاق نہ ہوتا تو میں کسی جہاد فی سبیل اللہ کرنے والی جماعت کے پیچھے نہ رہتا۔ لیکن اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ میں انھیں تیار کروں۔ ورنہ اگر وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں گے، تو انھیں شاق گزرے گا۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے۔ میری تو یہ تمنا ہے کہ راہِ خدا میں جنگ کرتے کرتے مارا جاؤں۔ پھر زندہ ہو کر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہو کر قتال کرتا ہوا شہید کیا جاؤں۔

۳۰۵ ۔ دو قسم کی آنکھیں آگ سے محفوظ رہیں گی :

(ابن عباسؓ) رفعه : عينان لا تمسهما النار

دو قسم کی آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہیں چھوتے گی۔

عين بكت من خشية الله وعين باتت تحرس فى سبيل الله - (ترمذی)

ایک وہ آنکھ جو خوفِ الٰہی سے روئے اور دوسری وہ جو شب کو فی سبیل اللہ پہرہ دے۔

۳۰۶ - درجاتِ جنّت اور جہاد :

(ابو سعیدؓ) رفعه : من رضى بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد رسولا وجبت له الجنة فعجب لها ابو سعيد فقال اعدها على يا رسول الله فاعادها عليه ثم قال واخرى يرفع الله بها العبد مائة درجة فى الجنة ما بين كل درجتين كما بين السماء والارض قال وماهى يا رسول الله - ؟ قال الجهاد فى سبيل الله الجهاد فى سبيل الله الجهاد فى سبيل الله - (مسلم، نسائی)

جو شخص خوش دلی کے ساتھ اللہ کو رب، اسلام کو نظامِ زندگی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسولؐ مان لے۔ اس کے لیے جنّت ضروری ہے - ابو سعید یہ سُن کر متعجب ہوئے اور عرض کیا : دوبارہ ارشاد ہو - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ یہی ارشاد فرمایا کہ : ایک چیز ایسی بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ بندے کے سو درجے جنّت میں بلند کرتا ہے اور ہر دو درجے کے درمیان بلندی کا اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے - ابو سعیدؓ نے عرض کیا کہ : وہ کیا چیز ہے یا رسول اللہؐ؟ فرمایا : جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ -

۳۰۷ - جنّت کہاں ہے ؟

(ابو موسیٰؓ) رفعه : الجنّة تحت ظلال السيوف (مسلم، ترمذی)

جنّت تلوار کے سائے تلے ہے -

۳۰۸ - راہِ خدا میں تیر چلانا :

(ابو ھریرةؓ) رفعه : من رمى بسهم فى سبيل الله كان له نورا يوم القيامة (بزار)

جو راہِ خدا میں ایک تیر چلائے وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور بن جائے گا۔

۳۰۹ - جہاد صرف قتال نہیں :

زيد بن خالدؓ) رفعه : من جهز

جو کسی غازی کا سامانِ جہاد مہیّا کرے، وہ بھی

غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا ومن خلف غازیا فی اھلہ بخیر فقد غزا ۔ (للستۃ الاامالکا)

غازی ہے اور جو کسی غازی کے بال بچوں کی عمدگی سے رکھوالی کرے وہ بھی غازی ہے۔

۳۱۰ ۔ مجاہد کی تیاری :

(ابن عمرو بن العاصؓ) رفعہ: للغازی اجرہ وللجاعل اجرہ واجر الغازی (ابو داؤد)

غازی کے لیے تو ایک ہی اجر ہے اور مجاہد تیار کرنے والے کے لیے تیاری اور جہاد دونوں کا اجر ہے۔

۳۱۱ ۔ صحیح مجاہد کی شان :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: طوبی لعبد اخذ بعنان فرسہ فی سبیل اللہ اشعث رأسہ مغبرۃ قدماہ ان کان فی الحراسۃ کان فی الحراسۃ وان کان فی الساقۃ کان فی الساقۃ ان استأذن لم یؤذن وان شفع لم یشفع (بخاری، مطولا)

مبارک ہے وہ جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے راہِ خدا میں جا رہا ہو، اس کے سر کے بال پریشان ہوں، پاؤں گرد آلود ہوں۔ پہرے پر لگا دیا جائے تو وہیں لگا رہے۔ لشکر کے پچھلے حصے میں رکھا جائے تو وہیں رہے۔ وہ چھٹی مانگے تو چھٹی نہ ملے۔ کسی کی سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔

۳۱۲ ۔ خدا کی چار پسندیدہ چیزیں :

(ابو امامۃؓ) رفعہ: لیس شئ احب الی اللہ من قطرتین واثرتین قطرۃ دموع من خشیۃ اللہ وقطرۃ دم تھراق فی سبیل اللہ واما الاثران فاثر فی سبیل اللہ واثر فی فریضۃ من فرائض اللہ۔ (ترمذی)

دو قسم کے قطروں اور دو طرح کے نشانوں سے زیادہ کوئی چیز اللہ کو محبوب نہیں۔ ایک وہ قطرۂ اشک جو خوفِ الٰہی سے رواں ہو اور دوسرا وہ قطرۂ خون جو فی سبیل اللہ بہے اور نشانات میں ایک نشان وہ ہے جو فی سبیل اللہ پیدا ہو (مثلاً نشانِ زخم وغیرہ) اور دوسرا وہ نشان جو فرائض الٰہی ادا کرنے سے پیدا ہو (مثلاً نشان سجدہ وغیرہ)

شہدا کی فضیلتیں!

۳۱۳۔ شہید کی تمنّا :

(انسؓ) رفعه : ما احد يدخل الجنة يحب ان يرجع الى الدنيا وله ما على الارض من شئ الا الشهيد يتمنى ان يرجع الى الدنيا فيقتل عشر مرات لما يرى من فضل الشهادة (شيخين، ترمذی، نسائی)

جنّت میں پہنچنے کے بعد کوئی شخص بھی دنیا میں لوٹنا پسند نہیں کرتا، کیونکہ زمین پر اس کا کچھ نہیں رہ جاتا۔ مگر شہید جب شہادت کے انعامات کو دیکھتا ہے، تو یہ تمنّا کرتا ہے کہ کاش! وہ دنیا میں لوٹا دیا جائے اور دس بار قتل ہو۔

۳۱۴۔ شہید کا قرض معاف نہیں ہوتا :

(ابو ہریرہؓ) قال رجل للنبی صلی الله عليه وسلم ارأيت ان قتلت فی سبيل الله صابراً محتسباً مقبلا غير مدبر ا يكفر الله عنى سيئاتى؟ قال نعم ثم سكت ساعة قال اين السائل آنفا؟ فقال الرجل ها انا ذا قال ما قلت؟ قال ارأيت ان قتلت فی سبيل الله صابراً محتسبا مقبلا غير مدبر ا يكفر الله عنى سيئاتى؟ نعم الا الدَّين سارّنی به جبريل عليه السلام آنفا (نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ: اگر میں فی سبیل اللہ ثابت قدمی کے ساتھ کارِ ثواب سمجھ کر جنگ کروں اور آگے ہی بڑھتا جاؤں، پیچھے نہ ہٹوں اور مارا جاؤں تو اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کی تلافی فرما دے گا؟ فرمایا: ہاں۔ پھر ذرا دیر خاموش رہ کر فرمایا: سائل کدھر ہے؟ بولا۔ حاضر ہوں۔ فرمایا: تم نے ابھی کیا دریافت کیا تھا؟ عرض کیا: اگر میں راہِ خدا میں جنگ کرتا ہوا ثابت قدم رہوں اور قتال کو کارِ ثواب سمجھوں۔ پیش قدمی کرتا رہوں، پیچھے نہ ہٹوں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کا کفارہ فرمائے گا؟ فرمایا: ہاں! بشرطیکہ تم پر کسی کا واجب الادا قرض نہ ہو۔ یہ مجھے ابھی جبرئیلؑ نے خاموشی سے بتایا ہے۔

۳۱۵۔ راہ خدا میں قتل ہونے سے بندوں کا حق معاف نہیں ہوتا :

(ابن مسعودؓ) رفعه : القتل فی سبيل الله

فی سبیل اللہ قتل ہونا تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

الله يكفر الذنوب كلها الا الامانة والامانة فى الصلوٰة والامانة فى الصوم والامانة فى الحديث واشد ذلك الودائع ۔ (كبير)

بجز امانت کے ۔ امانت، صلوٰۃ، صوم اور گفتگو میں بھی ہوتی ہے ۔ لیکن سب سے زیادہ سخت امانت وہ ہے جس کا تعلق سونپی جانے والی چیزوں سے ہے ۔

۳۱۶ ۔ ایک ہی عمل مگر خوش نصیب مجاہد و شہید :

(البراء) اتى النبى صلى الله عليه وسلم رجل مقنع بالحديد فقال يا رسول الله أقاتل او أسلم ۔ ؟ قال اسلم ثم قاتل فاسلم ثم قاتل فقتل فقال صلى الله عليه وسلم عمل قليلا واجر كثيرا ۔
(اصحاب سنن)

ایک شخص جو لوہے میں غرق تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں قتال کروں یا اسلام لے آؤں ؟ فرمایا : پہلے اسلام لے آؤ پھر قتال کرو ۔ وہ اسلام لایا اور پھر قتال کرتا ہوا مارا گیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا عمل تو برائے نام ہی تھا لیکن اس نے ثواب خوب لوٹا ۔

۳۱۷ ۔ صدقِ نیت کا اثر :

(سهل بن حنيفؓ) رفعه : من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وان مات على فراشه ۔ (لمسلم واصحاب سنن)

جو صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کا طلبگار رہو گا ۔ اللہ تعالیٰ اُسے شہداء کا درجہ عطا فرمائے گا ۔ خواہ اس کی موت بستر پر ہی کیوں نہ ہو ۔

۳۱۸ ۔ شہادت کی اقسام میں وسعت :

(سعيد بن زيدؓ) رفعه : من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد ۔ (اصحاب سنن)

مال، جان، دین اور اہل و عیال میں سے جس کو بھی بچاتا ہُوا انسان مارا جائے گا شہید ہی ہو گا ۔

۳۱۹۔ ایضاً:

(سعید بن مقرن) رفعه: من قتل دون مظلمة فهو شهید۔ (نسائی)

ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی کوئی مارا جائے تو وہ شہید ہوگا۔

جہاد کے آداب و وجوب

۳۲۰۔ جہاد و نماز کا غیر معیاری امام اور اجتماعیت کی اہمیت:

(ابو ھریرۃؓ) رفعه: الجهاد واجب علیکم مع کل امیر برًّا کان او فاجرًا والصلوٰۃ واجبة علیکم خلف کل مسلم برًّا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر۔ (ابو داؤد)

ہر امیر کے ساتھ خواہ وہ متقی ہو یا فاجر، تم پر جہاد فرض ہے۔ اسی طرح نماز ہر مسلمان (امام) کے پیچھے واجب ہے، خواہ وہ متقی ہو یا فاجر، بلکہ کبائر کا مرتکب کیوں نہ ہو چکا ہو۔

۳۲۱۔ جہاد میں ہر صلاحیت سے کام لینا چاہیئے:

(انسؓ) رفعه: جاهدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم۔ (ابو داؤد، نسائی)

مشرکین سے اپنے مال، جان اور زبان سب سے جہاد کرو۔

۳۲۲۔ تمنائے جنگ کی ممانعت اور ثابت قدمی کا حکم:

(ابو ھریرۃؓ) رفعه: لا تتمنوا لقاء العدو فاذا لقیتموهم فاصبروا۔ (للشیخین)

دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو۔ لیکن جب مڈبھیڑ ہوجائے تو ثابت قدم رہو۔

۳۲۳۔ ترکِ جہاد کا نتیجہ:

(ابن عمرؓ) اذا تبایعتم بالعینة و

جب تم تجارت میں منہمک ہو کر یا بیل کی دم پکڑ

اخذتم اذناب البقر ورضيتم بالزرع وترکتم الجهاد سلط الله عليکم ذلًا لا ينزعه عنکم حتی ترجعوا الی دينکم۔ (ابوداؤد)

کر اور کھیتی باڑی میں پھنس کر جہاد ترک کر دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس وقت تک تم سے اُسے نہ ہٹائے گا، جب تک تم اپنے صحیح دین پر واپس نہ آجاؤ۔

۳۲۴ - جہاد صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہونا چاہیے:

(ابوموسیٰؓ) سئل النبی صلی الله عليه وسلم عن الرجل يقاتل شجاعة و يقاتل حمية ويقاتل رياءً ای ذلک فی سبيل الله؟ فقال من قاتل لتکون کلمة الله هی العليا فهو فی سبيل الله (للستة الا مالکا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص جو اظہارِ شجاعت یا حمیت یا نمائش کے لیے قتال کرے تو ان میں سے کون سا قتال جہاد فی سبیل اللہ ہوگا؟ فرمایا: کوئی بھی نہیں۔ البتہ جو قتال اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہو وہی جہاد فی سبیل اللہ ہوگا۔

۳۲۵ - ایک مخلص خوش نصیب کی داستانِ شہادت:

(شداد بن الهاد) ان رجلا من الاعراب جاء النبی صلی الله عليه وسلم فآمن به واتبعه ثم قال اهاجر معک فاوصی به صلی الله عليه وسلم بعض اصحابه فلما کانت غزاة غنم النبی صلی الله عليه وسلم شيئا فقسم له فاعطی اصحابه ما قسم له وکان يرعی ظهرهم فلما جاء دفعوه اليه فقال ما هذا؟ قالوا قسم قسمه لک النبی صلی الله عليه وسلم فاخذه فجاء به فقال ما هذا؟ قال قسمته لک قال ما علی هذا

ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور اتباع کا عہد کیا اور کہا کہ: میں آپ کے ساتھ ہجرت کر کے آنا چاہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضؓ سے اس کا خیال رکھنے کی وصیت فرمائی جب ایک غزوہ پیش آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ مالِ غنیمت ہاتھ آیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ میں تقسیم فرمایا اور اس اعرابی کا حصہ بھی الگ کر دیا۔ اعرابی لوگوں کے اُونٹ چرایا کرتا تھا جب وہ واپس آیا تو صحابہ نے اس کا حصہ اُس کے حوالے کر دیا۔ اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ تمہارا وہ حصہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الگ کر دیا تھا، وہ اُسے لے کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، اور پوچھا کہ: یہ کیسا مال ہے؟ فرمایا: یہ تمہارا حصہ ہے

اتبعتك ولكن اتبعتك على ان ارمى الى ههنا واشار الى حلقه بسهم فاموت فادخل الجنة فقال ان تصدق الله يصدقك فلبثوا قليلا ثم نهضوا فى قتال العدو فاتى به صلى الله عليه وسلم يحمل قد اصابه سهم حيث اشار فقال اهو هو؟ قالوا نعم قال صدق الله فصدقه ثم كفنه صلى الله عليه وسلم فى جبة النبى صلى الله عليه وسلم ثم قدمه فصلى عليه فكان مما ظهر من صلاته اللهم هذا عبدك خرج مهاجرا فى سبيلك فقتل شهيدا انا شهيد على ذلك ۔ (نسائی)

نے لگایا ہے۔ عرض کرنے لگا کہ: میں اس شرط پر تو حضور کا متبع نہیں ہوا تھا۔ میں نے تو اس لیے یہ اتباع اختیار کیا ہے کہ میری اس جگہ۔ اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تیر لگے اور میں مر کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ فرمایا: اگر تو اللہ کے نزدیک اپنی نیت میں سچا ہے تو اللہ تجھے سچا ہی کر دکھائے گا۔ اس واقعے کے کچھ ہی دنوں بعد ایک اور غزوہ پیش آیا (جس میں وہ اعرابی بھی شریک ہوا۔) اور وہ اُٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ اسے ٹھیک اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں اس نے اشارے سے بتایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ وہی ہے؟ جواب ملا۔ ہاں! فرمایا: یہ سچا تھا۔ اللہ نے بھی اسے سچا ہی کر دکھایا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جُبّے میں اُسے کفنایا اور نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ دُعائے جنازہ میں یہ الفاظ بھی تھے: (ترجمہ) مولا! یہ تیرا بندہ ہے جو تیری راہ میں مہاجر بن کر نکلا تھا اور شہید ہو کر مرا اور میں اس ہجرت و شہادت کا گواہ ہوں۔

۳۲۶۔ جنگی احتیاط ضروری چیز ہے:

(کعب بن مالکؓ) كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا غزا غزاة ورّى بغيرها وكان يقول الحرب خدعة ۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کسی خاص سمت میں جنگ کے لیے جانا ہوتا تو گفتگو میں کسی دوسری سمت کا ذکر فرماتے، اور آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ جنگ دھوکا ہے۔

۳۲۷۔ مجاہد کا بھروسا اسباب پر نہیں بلکہ خدا پر ہوتا ہے:

(انسؓ) كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا غزا قال اللهم انت عضدى

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ فرماتے تو یہ دُعا زبان پر ہوتی: (ترجمہ) اے اللہ! ہمارا تو ہی قوتِ بازو اور

ونصيره ويه اقاتل - (ابوداؤد)

مدد گار رہے اور ہم تیرے ہی بل بوتے پر قتال کرتے ہیں۔

۳۲۸ - جنگ میں قوانینِ اخلاق :

(انس رضؓ) ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا بعث جيشاً قال انطلقوا بسم الله ولا تقتلوا شيخا فانياً ولا طفلا صغيراً ولا امرأة ولا تغلوا وضموا غنائمكم واصلحوا واحسنوا ان الله يحب المحسنين -

(ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی جیش روانہ کرتے تو فرماتے کہ اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اور کسی بوڑھے کو، کسی بچے کو اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا، بلکہ غنیمت کو الگ جمع کرنا۔ مصالح عامہ اور حسن کاری کو پیشِ نظر رکھو کہ اللہ تعالیٰ حسن کاروں کو پسند فرماتا ہے۔

جہاد کے ضروری احکام

۳۲۹ - ایضاً :

(یحیٰی بن سعیدؒ) ان ابابكر بعث جيوشا الى الشام فخرج يشيعهم فمشى مع يزيد بن ابي سفيان وكان امير ربع من تلك الارباع فقال يزيد لابي بكر اما ان تركب واما ان انزل فقال له ما انت بنازل ولا انا براكب انى احتسب خطاى فى سبيل الله ثم قال انك ستجد قوما زعموا انهم حبسوا انفسهم لله فدعهم وما زعموا انهم حبسوا انفسهم له وستجد قوما فحصوا عن اوساط رؤسهم الشعر فاضرب ما فحصوا عنه بالسيف فانى موصيك بعشر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب شام کی طرف لشکر روانہ کرنے لگے تو مشایعت کے لیے باہر نکلے اور یزید بن ابی سفیان کے ساتھ ساتھ، جو چوتھائی لشکر کے امیر تھے پیدل چلنے لگے۔ یزید رضؓ نے کہا: یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا میں نیچے اُتر پڑوں۔ آپ نے فرمایا: نہ تم اُترو اور نہ میں سوار ہوں گا۔ میں تو ثواب سمجھ کر راہِ خدا میں چل رہا ہوں۔ پھر فرمایا: تمھیں وہاں کچھ لوگ ایسے ملیں گے۔ جو اپنے خیال میں اللہ کے لیے گوشہ نشین ہیں۔ ان کو ان کے خیال پر چھوڑ دو اور اُنھیں قتل نہ کرنا۔ کچھ لوگ ایسے ملیں گے جنھوں نے اپنے سروں کے بیچ میں بال رکھ چھوڑے ہیں، اُنھیں تلوار سے صاف کر دینا اور میری یہ دس نصیحتیں بھی ذہن میں رکھنا، کسی

لا تقتلن امرأة ولا صبيا ولا كبيرا هرما ولا تقطع شجرا مثمرا ولا تخربن عامرا ولا تعقرن شاة ولا بعيرا الا لماكلة ولا تغرقن نخلا ولا تحرقنه ولا تغلوا ولا تجبنوا۔ (مالک)

عورت، کسی بچے اور کسی بوڑھے کو مت مارنا، کسی پھلدار درخت کو نہ کاٹنا، آبادی کو ویران نہ کرنا، کسی بکری یا اونٹ کو بلا ضرورتِ طعام ذبح نہ کرنا، کسی درخت خرما کو نہ کاٹنا، نہ جلانا، خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا۔

۳۳۰۔ عورتوں کی شرکت جہاد اور دوسرے چند مسائل :

(نجدة بن عامر الحروری) انه كتب الى ابن عبّاس هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلّم يغزو بالنساء؟ وهل كان يضرب لهن بسهم؟ وهل كان يقتل الصبيان؟ ومتى ينقضى يتم اليتيم؟ والخمس لمن هو؟ فقال ابن عباس لولا ان اكتم علما ما كتبت اليه كتبت تسألنى هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلّم يغزو بالنساء؟ فقد كان يغزو بهن فيداوين الجرحى ويحذين من الغنيمة واما سهم فلم يضرب لهن وانه لم يكن يقتل الصبيان فلا تقتل الصبيان الا ان تكون تعلم ما علم الخضر من الصبى الذى قتل وزاد فى اخرى : وتميز المؤمن فتقتل الكافر وتدع المؤمن واما اليتيم فلعمرى ان الرجل لتنبت لحيته وانه لضعيف

(نجدہ بن عامر حروری) نے ابن عباس کو خط لکھ کر یہ مسائل دریافت کیے کہ : کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی معیت میں جہاد فرماتے تھے ؟ کیا عورتوں کا حصۂ غنیمت میں ہوتا تھا ؟ کیا بچوں کو قتل کیا جاتا تھا ؟ نیز یہ کہ یتیمی کی حالت کب ختم ہو جاتی ہے ؟ اور خمس کن لوگوں کے لیے ہے؟ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا کہ : اگر میں علم کو پوشیدہ رکھتا تو تمھیں ان سوالات کا جواب نہ لکھ بھیجتا۔ سوال اوّل کا جواب یہ ہے کہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی معیت میں غزوات فرماتے تھے عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور ان کو مناسب حصۂ غنیمت بھی ملا کرتا تھا۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ بچوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ لہٰذا تم بھی اس وقت تک انھیں قتل نہ کرو جب تک تمھیں ویسا علم نہ ہو جائے جیسا کہ حضرت خضر کو اس بچے کے متعلق حاصل تھا جسے انھوں نے قتل کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ : (اس خضری علم کے بعد بھی) مومن و کافر کا فرق ملحوظ رہے گا۔ یعنی کافر ہی قتل کیا جائے گا نہ کہ مومن۔ چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ : بخدا بعض اوقات تو ایک آدمی کی داڑھی نکل آتی ہے۔ لیکن لین دین کے معاملے میں اس کی عقل کمزور

الاخذ لنفسه ضعیف العطاء منها واذا اخذ لنفسه من صالح ما یأخذ الناس فقد ذهب عنه الیتم. واما الخمس فانا نقول هولنا فابی علینا قومنا ذاک (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

ہوتی ہے۔ لہٰذا عام لوگوں کی طرح جب اپنے لیے صحیح انتخاب و پسند کی صلاحیت آجائے تو یتیمی ختم ہوجاتی ہے۔ رہا پانچواں سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے خیال میں خمس ہم ہاشمیوں کا حصہ ہے لیکن اُمّت اس کے حق میں نہیں ہے۔

۳۳۱ - مجاہد عورتوں کی خدمات:

(معوذ رض) لقد کنا نغزو مع النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم لنسقی القوم ونخدمهم ونرد القتلیٰ والجرحیٰ الی المدینة۔ (بخاری)

ہم عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ غزوات ہوا کرتی تھیں تاکہ پیاسوں کو پانی پلائیں، ان کی خدمت کریں اور مقتولوں اور مجروحوں کو مدینے واپس لے آئیں۔

۳۳۲ - ایضاً:

(ام عطیة) غزوت مع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سبع غزوات اخلفهم فی رحالهم فاصنع لهم الطعام واداوی الجرحیٰ واقوم علی المرضیٰ۔ (مسلم)

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہ چکی ہوں۔ میں خیموں اور ٹھکانوں میں قیام کرتی تھی، جہاں مجاہدوں کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور مریضوں کی نگہداشت کرتی تھی۔

۳۳۳ - اخلاص نیّت اور قدر:

(انس رض) رفعه: لقد ترکتم بالمدینة اقواماً ما سرتم مسیراً ولا انفقتم من نفقة ولا قطعتم من وادٍ الا وهم معکم فیه قالوا یا رسول اللہ وکیف یکونون معنا وهم بالمدینة؟ قال حبسهم العذر۔ (بخاری)

تم (مجاہدین) مدینے میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑ آئے ہو کہ تمھاری ہر دوڑ، ہر انفاق اور ہر قطع منازل میں وہ تمھارے ساتھ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: وہ تو مدینے میں ہیں، ہمارے ساتھ ان کا کس طرح شمار ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لیے کہ وہ مجبوری سے رُک گئے ہیں۔

شہسواری وتیر اندازی

۳۳۴ - اسبابِ جہاد کی تیاری اور اس کی فضیلت :

(عقبۃ بن عامرؓ) رفعہ : ان اللہ تعالےٰ لیدخل بالسھم الواحد ثلاثۃ نفر الجنۃ صانعہ یحتسب فی عملہ الخیر والرامی بہ والممد بہ فارموا وارکبوا و احب الی ان ترموا من ان ترکبوا کل لھو باطل لیس من اللھو محمود الا ثلاثۃ تادیب الرجل فرسہ و ملاعبتہ اھلہ ورمیہ بقوسہ ونبلہ فانھن من الحق ومن ترک الرمی بعد ما علمہ رغبۃ عنہ فانھا نعمۃ ترکھا وقال کفرھا (اصحاب سنن)

اللہ تعالیٰ ایک تیر کے عوض تین طرح کے آدمیوں کو جنّت میں داخل کرے گا۔ اس کے بنانے والے کو بشرطیکہ اس نے خیر کی نیت سے بنایا ہو، اس کے چلانے والے کو اور اس کے پیش کرنے والے کو۔ لہٰذا تیر اندازی اور شہسواری کی مشق رکھو اور میرے نزدیک تو تیر اندازی شہسواری سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ لہو و لعب سب بے نتیجہ چیزیں ہیں۔ اس میں صرف تین قسم کی چیزیں قابلِ ستائش ہیں۔ گھوڑے کو سکھانا، بیوی سے تفریحی باتیں کرنا اور تیر کمان سے نشانہ بازی کرنا۔ یہ تینوں باتیں نتیجہ خیز ہیں اور جو شخص نشانہ بازی سیکھنے کے بعد بے توجہی کی وجہ سے اُسے ترک کر دے، تو وہ ترکِ نعمت یا کفرانِ نعمت کا ارتکاب کرتا ہے۔

(نوٹ: موجودہ زمانے میں یہ حدیث آلاتِ جنگ کی تیاری پر منطبق ہے)

کتابُ التفسیر

۳۳۵ - تلاوتِ قرآنِ حکیم کی برکات :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینھم الا نزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم

جو لوگ کسی مسجد میں یک جا ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور باہم اس کا درس دیتے لیتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت انھیں ڈھانپ لیتی ہے۔

الملائکة وذکرھم اللہ فیمن عندہ۔ (ابو داؤد)

ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے مقربین میں ان کو یاد فرماتا ہے۔

۳۳۶۔ قرآن میں سفر و اقامت کا اجتماع:

(ابن عباسؓ) قال رجل یارسول اللہ ای العمل احب الی اللہ؟ قال الحال المرتحل قال وما الحال المرتحل؟ قال الذی یضرب من اول القرآن الی اٰخرہ کلما حل ارتحل۔ (ترمذی)

ایک شخص نے پوچھا کہ: یارسول! کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: الحال المرتحل (سفر میں ہمیشہ والا مقیم) اس نے پوچھا کہ: یہ حال مرتحل کیا چیز ہے؟ فرمایا: جو شروع سے آخر تک قرآن الحکیم کی سیر کرتا ہے، وہ جب قرآن میں حلول (اقامت) کرتا ہے تو سیر و سفر میں ہوتا ہے۔

۳۳۷۔ انہماکِ قراءت کا اجر:

(ابوسعیدؓ) رفعہ: یقول الرب تعالیٰ من شغلہ قراءة القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین۔ (ترمذی)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا کہنا ہے کہ: اگر کوئی قراءت قرآن کے انہماک کی وجہ سے مجھ سے دُعا مانگنا فراموش کر جائے تو میں دُعا مانگنے والوں سے زیادہ بہتر انعام اُسے دیتا ہوں۔

۳۳۸۔ قراءت قرآن سری و جہری:

(عقبہ بن عامر) رفعہ: الجاھر بالقرآن کالجاھر بالصدقة والمسر بالقرآن کالمسر بالصدقة (اصحاب سنن)

جو شخص بالجہر قرآن پڑھے وہ علانیہ صدقہ دینے والوں کی طرح ہے اور جو آہستہ پڑھے وہ پوشیدہ صدقہ دینے والے کی مانند ہے۔

۳۳۹۔ روانی کے ساتھ اور اٹک اٹک کر پڑھنے والے:

(عائشةؓ) رفعتہ: الماھر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة والذی یقرأ القرآن ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق

جو تلاوتِ قرآن کا ماہر (رواں پڑھنے والا) ہو اسے سفرہ کرام بررہ (بزرگ و نیکوکار کاتبین) کی معیت کا شرف حاصل ہوگا اور جو جبر ہونے کے باوجود اٹک اٹک پڑھے

لہ اجران - (ترمذی، ابوداؤد، شیخین بلفظہا)

وہ دُہرے اجر کا مستحق ہوگا۔

۳۴۰ - قراءت سے متعلق عمدہ تشبیہیں :

(انسؓ) رفعه : مثل المؤمن من الذی یقرأ القرآن مثل الاترجة ریحها طیب وطعمها طیب ومثل المؤمن الذی لا یقرأ القرآن مثل التمرة طعمها طیب ولا ریحها ومثل الفاجر الذی یقرأ القرآن کمثل الریحانة ریحها طیب وطعمها مر ومثل الفاجر الذی لا یقرأ القرآن کمثل الحنظلة طعمها مر ولا ریح لها ومثل جلیس الصالح کمثل صاحب المسک ان لم یصبك منه شیٔ اصابك من ریحه ومثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سواده اصابك من دخانه - (ابوداؤد)

جو مومن قرآن (حکیم) پڑھتا ہو اس کی مثال اترج (لیموں یا نارنگی) جیسی ہے جس کا مزا بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی۔ جو مومن تلاوتِ قرآن نہ کرتا ہو تو وہ گویا چھوہارا ہے جس کا مزہ تو اچھا ہے، لیکن خوشبو کوئی نہیں اور وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہو ایسا ہے جیسا ریحانہ (خوشبودار پودا) جس کی مہک اچھی اور مزا کڑوا، اور جو فاجر تلاوتِ قرآن نہ کرتا ہو۔ اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) جیسی ہے جس کا مزا کڑوا اور بُو کوئی نہیں۔

اور صالح کا ہم نشین ایسا ہے جیسے مشک پاس رکھنے والا یعنی اگر مشک میسّر نہ آئے تو لپیٹ تو آ ہی جائے گی۔

اور بُری صحبت میں رہنے والا ایسا ہے جیسے بھٹی والا کہ اگر سیاہی سے بچ بھی گیا تو دھواں تو ایک ہی جائے گا۔

۳۴۱ - قاریِ قرآن غلام کو امیر بنایا گیا :

(عامر بن واثلة) ان نافع بن عبد الحارث لقی عمرؓ بعسفان وکان عمرؓ استعمله علی مکة فقال من استعملت علی اهل الوادی؟ قال ابن ابزیٰ قال ومن ابن ابزی؟ قال مولی من موالینا قال فاستخلفت علیهم مولی؟ قال انه قارئ لکتاب الله تعالیٰ وعالم بالفرائض

نافع بن عبد الحارث نے عسفان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی۔ ان کو حضرت عمرؓ نے مکے کا عامل بنایا تھا۔ انھوں نے پوچھا کہ: آپ نے اہلِ وادی کا عامل کسے بنا دیا ہے؟ کہا: ابن ابزیٰ کو۔ پوچھا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ کہا: میرا ایک غلام ہے۔ بولے: آپ نے ایک غلام کو ان کا عامل بنایا ہے؟ کہا: ہاں! وہ کتاب اللہ کا قاری ہے اور علم فرائض سے واقف ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ :

قال عمرؓ اما ان نبیکم صلی الله علیه وسلم قد قال ان الله یرفع بهذا الکتاب اقواما ویضع به اٰخرین ۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اسی کتاب اللہ کے ذریعے اللہ تعالٰی کسی قوم کو اٹھاتا ہے اور کسی کو گراتا ہے۔

۳۴۲۔ خانہ خراب کون ہے؟:

(ابن عباسؓ) ان الذی لیس فی جوفه شیٔ من القراٰن کالبیت الخرب (ترمذی)

وہ شخص جس کے اندر قرآن کا کوئی حصّہ محفوظ نہ ہو ایسا ہی ہے جیسے خانۂ خراب۔

۳۴۳۔ قرآن پڑھ کر کس سے سوال کیا جائے؟:

(عمران بن حصین) رفعه: من قرأ القراٰن فلیسأل الله به فانه سیجیٔ اقوام یقرؤن القراٰن ویسألون به الناس ۔ (ترمذی)

جو قرآن پڑھتا ہے وہ اس کے وسیلے سے اللہ ہی سے سوال کرے کیونکہ آئندہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھ کر اسے لوگوں سے سوال کرنے کا ذریعہ بنائیں گے۔

۳۴۴۔ ایمان بالقرآن کس کا نہیں ہوتا؟:

(صہیبؓ) رفعه: ما اٰمن بالقراٰن من استحل محارمه ۔ (ترمذی)

جو قرآن کریم کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھے۔ اُس کا قرآن پر ایمان ہی نہیں۔

۳۴۵۔ کرامتِ قرآنی اور استعارے کی گفتگو:

(عقبة بن عامرؓ) لو ان القراٰن جعل فی اهاب ثم القی فی النار ما احترق۔ (احمد، موصلی)

اگر قرآن حکیم کو کسی کھال میں لپیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے تو جل نہ سکے[1] گا

---

[1] انسان خود کھال ہے اس کے اندر اگر قرآن اُتر جائے تو یہ واقعی سزاوار دوزخ نہیں ہوگا۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اگر قرآن کو کھال کے غلاف میں لپیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے تو وہ نہیں جلے گا جو لوگ ہر جگہ الفاظ کو ظاہر پر محمول کرنے کے عادی ہوتے ہیں انھیں اس حدیث پر خوب غور کرنا چاہیئے۔

۳۴۶ - برکاتِ قرآنی :

(ابوہریرۃؓ) رفعہ : القرآن غنیٌ لا فقر بعدہ و لا غنی دونہ -
(کبیر بضعف)

قرآن تو سراپا غنا (امیری) ہے ۔ نہ اس کے بعد کوئی فقر ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی غنا ہے ۔

۳۴۷ - سبع مثانی کیا چیز ہے ؟ :

(ابوہریرۃؓ) رفعہ : الحمد للہ رب العالمین ، اُم القرآن واُم الکتاب والسبع المثانی ۔ (ابوداؤد ، ترمذی)

الحمد للہ رب العالمین (یعنی سورۂ فاتحہ) اُم القرآن یا ام الکتاب ہے اور یہی سبع مثانی ہے ۔

۳۴۸ - قرآن سیکھنے والے کی اعلیٰ مثالیں :

(ابوہریرۃؓ)......فقال صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا القرآن واقرؤوہ و قوموا بہ فان مثل القرآن لمن تعلمہ فقرأہ وقام بہ کمثل جراب محشو مسکا یفوح بریحہ کل مکان ومثل من تعلمہ ویرقد وھو فی جوفہ کمثل جراب اوکی علی مسک ۔
(ترمذی)

...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قرآن سیکھو، پڑھو اور قیام لیل میں اسی کو دُہراؤ ۔ جو ایسا کرتا ہے ۔ اُس کے لیے قرآن گویا ایسی تھیلی ہے جس میں مُشک بھری ہو اور اُس کی خوشبو پھیل رہی ہو ، اور جو سیکھنے کے بعد آرام کرے اور وہ قرآن اس کے ذہن میں محفوظ ہو ، اس کے لیے قرآن گویا ایسی مُشک کی تھیلی ہے جس کا منہ بند ہو ۔

۳۴۹ - فضیلت سورۂ بقرہ :

(ابوہریرۃؓ) رفعہ : لا تجعلوا بیوتکم مقابر ان الشیطٰن لیفر من البیت الذی تقرأ فیہ سورۃ البقرۃ ۔ (مسلم ، ترمذی)

اپنے گھروں کو مقبرے نہ بناؤ ۔ جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے ۔

۳۵۰ - بعض اور سورتوں کے فضائل :

(ابن عمرؓ) من سرہ ان ینظر الی یوم القیامۃ کأنہ رأی عین فلیقرأ اذا الشمس کورت و اذا السماء انفطرت و اذا السماء انشقت - (ترمذی)

جو قیامت کو گویا سر کی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے، وہ ان سورتوں کو پڑھ لے : اذا الشمس کورت الخ - اذا السماء انفطرت الخ اور اذا السماء انشقت الخ -

سورۂ بقرہ

۳۵۱ - آیتِ طوافِ صفا و مروہ کی تفسیر :

(عروۃؓ) سألت عائشۃ رضؓ فقلت لها أرأیت قول اللہ تعالیٰ ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بهما فو اللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا و المروۃ قالت بئس ما قلت یا ابن اختی ان هذہ لو کانت علی ما أولتها کانت لا جناح ان لا یطوف بهما ولکنها انزلت فی الانصار کانوا قبل ان یسلموا یهلون لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونها عند المشلل وکان من اهل لها یتحرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسلموا سألوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقالوا

میں نے حضرت عائشہ رضؓ سے آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بهما کی تفسیر دریافت کرتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا کہ اگر کوئی صفا و مروہ کا طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ہمشیرزادے تم نے بالکل غلط بات کہی۔ تمھاری بتائی تفسیر جب صحیح ہو سکتی تھی کہ آیت یوں ہوتی : فلا جناح ان لا یطوف بهما ۔ بات یہ ہے کہ آیت انصار کے بارے میں اُتری ہے جو قبل از اسلام منات کے لیے تہلیل کرتے تھے، اور اسی کی پُوجا مشلل کے پاس کرتے تھے، اس وقت جو منات کے لیے تہلیل کرتا تھا وہ صفا و مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتا تھا، اسلام لانے کے بعد اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ! ہم لوگ صفا و مروہ کے

یارسول اللہ انا کنا نتحرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطواف بینھما۔ (بخاری، نسائی)

طواف کو گناہ سمجھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان الصفا والمروۃ (الآیۃ) اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس طواف کو سنّت قرار دیا ہے۔

۳۵۲ - آیتِ اطاقتِ صوم کی صحیح تفسیر:

(ابن عباس رضؓ) وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین قال لیست بمنسوخۃ ھی للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ لا یستطیعان ان یصوما فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔ (بخاری، نسائی۔)

ابن عباس رضؓ نے کہا کہ: وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ ہرگز منسوخ نہیں بلکہ بہت بوڑھوں کے لیے ہے جو روزے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے ایسے لوگ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔

۳۵۳ - آیت تزوّد کی تفسیر:

(ابن عباس رضؓ) کان اھل الیمن یحجون فلا یتزودون ویقولون نحن المتوکلون فاذا قدموا مکّۃ سألوا النّاس فانزل اللہ تعالیٰ وتزوّدوا فان خیر الزاد التقوٰی۔ (بخاری، ابو داؤد)

اہل یمن جب حج کرتے تھے تو زادِ راہ ساتھ نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکّل لوگ ہیں جب وہ مکّے میں پہنچے تو لوگوں سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ: وتزوّدوا فان خیر الزاد التقوٰی (زادِ راہ ساتھ رکھا کرو بہتر زادِ راہ لینا عین تقویٰ ہے۔)

۳۵۴ - فضلِ الٰہی کی جُستجو کوئی گناہ نہیں:

(ابو امامۃ التیمی) کنت رجلا اکری فی ھذا الوجہ وکان الناس

میں حج کے موقعے پر سواری کرائے پر دے دیا کرتا تھا۔ لوگ کہنے لگے کہ، تیرا حج نہیں ہوا۔ میں ابن عمر

يقولون لى انه ليس لك حج فلقيت ابن عمر فقلت يا ابا عبد الرحمٰن كنت رجلا اكرى فى هٰذا الوجه وان ناسا يقولون انه ليس لك حج فقال ابن عمر أليس تحرم وتلبى وتطوف بالبيت وتفيض من عرفات وترمى الجمار؟ قلت بلىٰ قال فان لك حجا جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فسأله عن مثل ما سألتنى فسكت حتى نزلت هذه الاٰية ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلًا من ربكم فارسل اليه وقرأها عليه وقال لك حج ۔ (ابو داؤد)

رضی اللہ عنہ سے ملا اور پوچھا کہ: اے ابو عبدالرحمٰن میں حج میں اپنا جانور کرائے پر دیتا ہوں اور لوگ کہتے ہیں کہ تیرا حج ہی نہیں ہوا۔ آپ نے کہا کہ: کیا تم احرام نہیں باندھتے، تلبیہ نہیں کرتے۔؟ طواف نہیں کرتے۔؟ عرفات سے واپس نہیں ہوتے؟ رمی جمارہ نہیں کرتے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ سب مراسم ادا کرتا ہوں، کہا: تو پھر تمھارا حج بھی ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے یہی سوال کیا تھا جو تم نے ابھی کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور یہ آیت نازل ہوئی کہ: لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (فضل الٰہی کی جستجو کوئی گناہ نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا کہ: تیرا حج ہو گیا۔

سورۂ آل عمران

۳۵۵۔ ایک سوال کا لطیف جواب:

(ابو ہریرۃؓ) جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم قال ارأيت قوله: وجنة عرضها السمٰوات والارض فاين النار؟ قال ارأيت الليل فالتبس كل شئ فاين النهار؟ قال حيث شاء الله قال فكذلك حيث شاء الله (مسند)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: وجنۃ عرضها السمٰوات والارض (جنت کی پہنائی زمین و آسمان کے برابر ہے) تو یہ دوزخ کدھر جائے گی؟ فرمایا:
جب رات آتی ہے اور کوئی شے سجھائی نہیں دیتی تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے فرمایا: اسی طرح اسے بھی سمجھو کہ جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا وہاں دوزخ چلی جائے گی۔

سُورۃ النساء

۳۵۶ - بحالتِ امن سفر میں قصرِ نماز کیوں ہے ؟ :

(یعلی بن اُمیّۃ) قلت لعمرؓ لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا فقد امن الناس فقال عجبت مما عجبت منہ فسألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ ۔ (مسلم، اصحاب سنن)

میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی : لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا (قصر نماز میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ کفار تمھیں فتنے میں ڈالیں گے) اور کہا کہ : اب تو لوگ امن سے ہیں، (لہٰذا اب سفر میں قصر کیوں کیا جائے؟) آپ نے جواب دیا کہ : مجھے بھی یہی کھٹک پیدا ہوئی تھی۔ آخر میں نے حضورؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا : یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک صدقہ ہے اسے قبول کر لینا چاہیے۔

۳۵۷ - جزائے عمل کی ایک خاص نوعیت :

(ابو ھریرۃؓ) لما نزلت من یعمل سوءا یجز بہ بلغت من المسلمین مبلغا شدیدا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاربوا وسددوا ففی کل ما یصاب بہ المسلم کفارۃ حتی النکبۃ ینکبھا او الشوکۃ یشاکھا ۔ (مسلم، ترمذیؔ وعن ابی بکر الصدیق)

جب آیت میں من یعمل سوءا یجز بہ (انسان کوئی بدی بھی کرے گا تو اس کی سزا ملے گی) نازل ہوئی تو مسلمانوں کو بڑی شدید فکر لاحق ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ معلوم کر کے) فرمایا کہ : میانہ روی اختیار کرتے رہو، تو مسلمان پر جو بھی مصیبت آئے گی وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ بیماری بھی جو وہ جھیلے اور وہ کانٹا بھی جو اُسے چُبھے۔

طٰہٰ

۳۵۸ - دین کا مقصد ریاضت شاقہ نہیں :

(علیؓ) کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یراوح بین قدمیہ یقوم علی کل رجل حتی نزلت ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی۔ (بزار مبلین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم باری باری ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ریاضت و عبادت فرماتے تھے۔ آخر یہ آیت نازل ہوئی کہ : ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی۔ (یعنی ہم نے تم پر قرآن حکیم اس لیے تو نہیں اتارا کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ)

رُوم

۳۵۹ - قرآن حکیم میں نماز پنجگانہ :

(ابو رزینؓ) خاصم نافع بن الازرق ابن عباس فقال تجد الصلوات الخمس فی کتاب اللّٰہ؟ قال نعم فقرأ علیہ سبحان اللّٰہ حین تمسون المغرب حین تصبحون الصبح وعشیا العصر وحین تظهرون الظهر ومن بعد صلوٰۃ العشاء۔ (کبیر بضعف)

نافع بنؓ ازرق نے عبد اللہ بن عباسؓ سے مباحثہ کرتے ہوئے پوچھا کہ : کیا آپ کو قرآن میں نماز پنجگانہ کا صریح حکم ملتا ہے؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا : ہاں! اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی : (ترجمہ) اللہ کی تسبیح کر وبوقت مسا یعنی مغرب اور بوقت صبح یعنی فجر اور بوقت عشی یعنی عصر اور بوقت دوپہر یعنی ظہر اور نماز عشاؑ کے بعد۔

تحریم

۳۶۰ - تدبّر قرآن کا مطلب محض لغوی تحقیق نہیں :

(انسؓ) ان عمر قرأ فاکھۃ واَبّا قال

حضرت عمرؓ نے ایک بار "فاکھۃ واَبّا" والی آیت

فما الاب ؟ ثم قال ما کلفنا او امرنا بھذا ۔ (بخاری)

تلاوت کی اور کہا کہ : "یہ اب کیا چیز ہے ؟ پھر خود ہی بولے کہ : ہمیں اس کا نہ مکلف (پابند) کیا گیا ہے نہ اس کا حکم دیا گیا ہے ۔

آدابِ تلاوت وغیرہ

۳۶۱ ۔ گرتو قرآن بریں نمط خوانی :

(البرّاءؓ) رفعہ : زینوا القرآن باصواتکم ۔ (ابوداؤد، نسائی)

قرآن حکیم کو اچھی آواز سے پڑھا کرو ۔

۳۶۲ ۔ قراءت سے دوسروں کو دق کرنا :

(ابوسعیدؓ) اعتکف النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فسمعھم یجھرون بالقرآن فکشف الستر وقال الا ان کلکم مناجی ربہ فلا یؤذین بعضھم بعضا ولا یرفع بعضکم علی بعض فی القرأۃ او قال فی الصلوۃ ۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے کہ بعض لوگوں کو زور زور سے قرآن پڑھتے سنا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹا کر فرمایا کہ : تم میں سے ہر شخص مناجات الٰہی کر رہا ہے ۔ لہٰذا ایک دوسرے کو خلل نہ پہنچائے اور دوسرے کی قراءت یا نماز میں حارج نہ ہو ۔

۳۶۳ ۔ دورِ قرآنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

(ابوھریرہؓ) کان یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن کل عام فعرض علیہ مرتین فی العام الذی قبض فیہ ۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں قرآن حکیم کا ایک دور (جبریل علیہ السلام) سے فرمایا کرتے تھے اور سالِ وفات میں دو دو فرمائے ۔

اذکار و ادعیہ

۳۶۴۔ سو بات کی ایک بات :

(عبد اللہ بن بسرؓ) ان رجلا قال یا رسول اللہ ان ابواب الخیر کثیرۃ ولا استطیع القیام بکلھا فاخبرنی عن شئی اتشبث بہ ولا تکثر علیّ فانسی قال لا یزال لسانک رطبًا بذکر اللہ۔ (ترمذی)

ایک شخص نے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ! خیر کے تو بے شمار دروازے ہیں اور میں ان سب پر عمل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ لہٰذا مجھے کوئی ایک بات بتایئے جس سے میں چمٹا رہوں۔ لیکن اتنی لمبی بات نہ ہو جو میں یاد نہ رکھ سکوں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ : ذکرِ الٰہی میں ہمیشہ تر زبان رہو۔

۳۶۵۔ حسین بدلے :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : یقول اللہ تعالٰی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ و ان تقرب الیّ شبرا تقربت الیہ ذراعا وان تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا وان اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ۔ (شیخین، ترمذی)

اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ : میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان رکھتا ہے، میں اسی گمان سے متصل ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہی ہوتا ہوں، جب وہ اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں اُسے اس سے بہتر محفل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی جانب ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک باع (دو ہاتھ) بڑھتا ہوں جب وہ میری طرف خراماں خراماں آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں۔

۳۶۶۔ دُنیا کی جنّت :

(انسؓ) رفعہ : اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وما ریاض الجنۃ

جب تم جنّت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو خوب آسودگی حاصل کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ! جنّت کے

قال حلق الذکر (ترمذی)

باغ کون سے ہیں؟ فرمایا: ذکر الٰہی کے حلقے۔

۳۶۷ - قابلِ رشک اہلِ محبت:

(ابو الدرداءؓ) رفعہ: لیبعثن اللہ اقواما یوم القیامۃ فی وجوھھم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطھم الناس لیسوا انبیاء ولا شھداء قال فجثی اعرابی علی رکبتیہ فقال یا رسول اللہ حلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی و بلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونہ

(کبیر)

اللہ تعالیٰ بروزِ حشر کچھ ایسے لوگوں کو اُٹھائے گا جن کے چہروں پر نور جھلک رہا ہوگا۔ وہ موتیوں کے منبر (تخت) پر بیٹھے ہوں گے اور لوگ اُنھیں رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ حالانکہ نہ وہ نبی ہوں گے نہ شہید۔ یہ سُن کر ایک اعرابی اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ: ان کی صفت بیان فرمایئے یا رسول اللہ! تاکہ ہم بھی ان کو سمجھ لیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ہیں تو مختلف قبیلوں اور مختلف ملکوں کے۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور یکجا ہو کر ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں۔

۳۶۸ - اولیاء اللہ کی پہچان:

(ابن مسعودؓ) رفعہ: ان من الناس مفاتیح لذکر اللہ اذا رأوا ذکر اللہ

(کبیر وفیہ عمر بن القاسم)

بعض لوگ ذکرِ الٰہی کی کنجی ہوتے ہیں۔ یعنی جب ان پر نظر پڑتی ہے تو اللہ یاد آجاتا ہے۔

۳۶۹ - بہترین ذکر اور بہترین روزی:

(سعد بن مالکؓ) رفعہ: خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یکفی۔

(احمد، موصلی، سلبین)

بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے (یعنی ضرورت سے زائد نہ ہو)

۳۷۰ - غافلوں میں یادِ الٰہی کرنے والے کا درجہ:

(مالکؓ) بلغنی ان النبی صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ، غافلوں

علیہ وسلم کان یقول ذاکر اللہ فی الغافلین کالمقاتل خلف الفارین وذاکر اللہ فی الغافلین کغصن اخضر فی شجر یابس وذاکر اللہ فی الغافلین مثل مصباح فی بیت مظلم و ذاکر اللہ فی الغافلین یریہ اللہ مقعدہ من الجنۃ وھو حی وذاکر اللہ فی الغافلین یغفرلہ بعدد کل فصیح واعجم والفصیح بنو آدم والاعجم البھائم۔ (رزین)

(یعنی جو یادِ الٰہی سے غافل ہوں) میں یادِ الٰہی کو باقی رکھنے والا ایسا ہی ہے جیسے قتال سے بھاگنے والوں میں قتال کو جاری رکھنے والا۔ یا سوکھے درخت میں ہری ٹہنی ہو یا تاریک گھر میں روشن چراغ ہو۔ یہ غافلوں میں یادِ الٰہی کرنے والا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ زندگی ہی میں اُس کا مقامِ جنت دکھا دیتا ہے۔ اور تمام فصیح (بنی آدم) اور تمام اعجم (چوپایوں) کی تعداد کے برابر بھی اس کے گناہ ہوں تو ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

۳۷۱ - ذکرِ الٰہی کس حد تک ہو :

(ابو سعیدؓ) رفعہ : اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون (احمد، موصلی، بلبن)

ذکرِ الٰہی تو اس کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں سمجھنے لگیں۔

۳۷۲ - ذکرِ الٰہی اور نجات :

(معاذؓ) ما عمل ابن آدم من عمل انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ ۔ (مالک، ترمذی)

عذابِ الٰہی سے نجات دینے والا کوئی عملِ انسانی ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر نہیں۔

۳۷۳ - دُعا عین عبادت ہے :

(النعمان بن بشیرؓ) رفعہ : الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم

دُعا تو عین عبادت ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) تمھارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا. جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ جلد ہی جہنم

داخرین - (ابوداؤد، ترمذی، بلفظہ)

میں رسوائی کے ساتھ داخل ہوں گے۔

۳۷۴ - دُعا مغزِ عبادت ہے :

(انسؓ) رفعہ : الدعاء مخ العبادۃ (ترمذی)

دُعا تو عبادت کا مغز ہے۔

۳۷۵ - سب سے بہتر دُعا کس چیز کی ہوتی ہے :

(ابن عمرؓ) رفعہ : من فتح له باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة وماسئل الله تعالیٰ شيئًا احب اليه من ان يسأل العافية وان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل ولا يرد القضاء الا الدعاء فعليكم بالدعاء۔ (ترمذی)

جس کے لیے دُعا کا دروازہ کھلا اس کے لیے رحمت کے تمام دروازے کھل گئے، اللہ تعالیٰ کو جو سوال سب سے زیادہ پسند ہے وہ اس آفت کے لیے ہے جو نازل ہو چکی ہو اور اس آفت کے لیے بھی جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ دُعا ہی ہے جو تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے۔ لہٰذا دعا کا التزام رکھو۔

۳۷۶ - دُعا کی قبولیت کے کئی انداز ہیں :

(جابرؓ) رفعہ : ما من عبد يدعو بدعاء الا اتاه الله ما سأل او كف عنه من السوء مثله ما لم يدع باثم او قطيعة رحم (ترمذی)

بندہ جس چیز کی بھی دُعا کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اُسے یا تو مرحمت فرما دیتا ہے یا اس کے برابر آنے والی آفت سے اسے بچا لیتا ہے، بشرطیکہ وہ دُعا کسی گناہ یا قطع رحمی سے تعلق نہ رکھتی ہو۔

۳۷۷ - دُعا مومن کا ہتھیار ہے :

(جابرؓ) رفعہ : ألا ادلكم على ما ينجيكم من عدوكم ويدر لكم ارزاقكم؟ تدعون الله في ليلكم ونهاركم فان الدعاء سلاح المؤمن۔ (موصلی بضعف)

میں تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتا دوں جو تمھیں دشمن سے بھی نجات دے اور فراوانیٔ رزق کا بھی سبب بن جائے؟ سنو! دن رات اللہ تعالیٰ سے دُعا کیا کرو۔ دُعا ہی مومن کا ہتھیار ہے۔

دُعا کے اوقات اور کیفیات وغیرہ

۳۷۸- رحمت کی پُکار:

(ابو ھریرۃؓ) رفعه : ینزل ربنا کل لیلة الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر فیقول من یدعونی فاستجیب له ؟ من یسألنی فاعطیه من یستغفرنی فاغفرله۔

اللہ تعالیٰ ہر روز رات کی آخری تہائی میں سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے اور آواز دیتا ہے کہ : کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اسے جواب دوں ؟ کون ہے جو کچھ مانگے اور میں اسے عطا کروں ؟ کون ہے جو مغفرت چاہے اور میں مغفرت کروں۔

۳۷۹- اوقاتِ مقبولیّت:

(ابو امامۃؓ) قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع ؟ قال جوف اللیل الآخر و دبر الصلوٰت المکتوبۃ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ : کون سی دُعا سب سے زیادہ سُنی جاتی ہے ؟ فرمایا : وہ دُعا جو رات کے آخری حصے میں ہو اور وہ دُعا جو فرض نمازوں کے بعد ہو۔

۳۸۰- سجدے میں دُعا:

(ابو ھریرۃؓ) رفعه : اقرب ما یکون العبد من ربه تعالیٰ وھو ساجد فاکثروا الدعاء (مسلم، ابو داؤد، نسائی)

بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ حالت سجود میں ہوتا ہے۔ لہٰذا (بحالت سجدہ) خوب دُعا کیا کرو۔

۳۸۱- آسائش میں دُعا کی برکات:

(ابو ھریرۃؓ) رفعه : من سرّہ ان یستجیب اللہ له عند الشدائد

جسے یہ پسند ہو کہ مصائب و آلام کے وقت اللہ تعالیٰ اُس کی دُعائیں قبول فرمائے تو وہ راحت و آرام کی

والكرب فليكثر الدعاء فی الرخاء ۔ (ترمذی)

حالت میں بھی بکثرت دعائیں کیا کرے۔

۳۸۲ ۔ زور دار التجا اللہ پر دباؤ ڈالنا نہیں :

(ابوهریرةؓ) رفعه : اذا دعا احدكم فلا يقل اللهم اغفرلی ان شئت اللهم ارحمنی ان شئت ولكن ليعزم المسئلة فان الله لامكره له ۔ (للستة الا النسائی)

جب کوئی دعا کرے تو یوں نہ کہے کہ : اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما۔ اگر تیری مرضی ہو تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ پورے عزم کے ساتھ (یعنی کسی شرط اور اگر مگر کے بغیر) سوال کرے (اس عزم سے) اللہ تعالیٰ پر دباؤ ڈالنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳۸۳ ۔ جامع دعا سے دلچسپی :

(عائشةؓ) كان النبی صلی الله عليه وسلم يستحب الجوامع من الدعاء ويدع ماسوى ذلك (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی دعاؤں کو پسند فرماتے تھے جو جامع ہوں۔ غیر جامع دعاؤں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

۳۸۴ ۔ عدمِ قبول کا گلہ :

(ابوهريرةؓ) رفعه : يستجاب لاحدكم مالم يعجل يقول قد دعوت ربی فلم يستجب لی ۔ (للستة الا النسائی)

بعض لوگوں کی دعا اس صورت میں قبول ہوتی ہے کہ وہ جلدی نہ مچائیں اور یہ نہ کہیں کہ : میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا تو کی مگر اس نے قبول نہ کی۔

۳۸۵ ۔ کلماتِ بددعا سے اجتناب کرو :

(جابرؓ) رفعه : لاتدعوا على انفسكم ولاتدعوا على اولادكم ولاتدعوا على خدمكم ولاتدعوا على خدمكم ولاتدعوا على اموالكم لايوافق من الله ساعة نيل فيها عطاء فيستجاب لكم ۔ (ابوداؤد)

اپنی ذات یا اپنی اولاد یا اپنے نوکروں یا اپنے مال کے لیے بددعا کے الفاظ منہ سے نہ نکالا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وقت قبولیت کا ہو اور تمھیں لینے کے دینے پڑ جائیں۔

۳۸۶ - جو مانگنا ہو اللہ ہی سے مانگو:

(انس رض) رفعه: ليسأل احدكم ربّه حاجته كلها حتى يسأل شسع نعله اذا انقطع - (ترمذی)

اپنی ساری حاجتیں اللہ ہی سے طلب کرو، حتیٰ کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو۔

۳۸۷ - ترکِ دُعا کی عادت قابلِ ترک ہے[1]:

(ابوھریرۃ رض) من لم يسأل الله يغضب عليه - (ترمذی)

جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا، اس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔[1]

۳۸۸ - قبولِ دُعا کا انتظار بھی بہترین عبادت ہے:

(ابن مسعود رض) سلوا الله من فضله فان الله يحب ان يسئل وافضل العبادة انتظار الفرج - (ترمذی)

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ اللہ تعالیٰ کو دُعا پسند ہے اور (دُعا کے بعد) کشادگی کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے۔

۳۸۹ - اُمّتی پر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی صلوٰۃ:

(جابر رض) ان امرأة قالت للنبي صلّى الله عليه وسلّم صلّ علىّ وعلى زوجي فقال صلّى الله عليكِ وعلى زوجكِ - (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے درخواست کی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلوٰۃ بھیجئے۔ (یعنی دُعا کیجئے) حضور نے فرمایا کہ "صلی اللہ علیکِ وعلیٰ زوجکِ۔" اللہ تجھ پر تیرے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔

---

[1] ترکِ دُعا کے تین پہلو ہیں۔ ایک یہ ہے کہ انسان اپنی کاہلی یا بے توجہی کی وجہ سے ایسا کرے۔ دوسرے یہ کہ ابا (انکار) یا مایوسی کے باعث اور تیسرے یہ کہ رضا بقضا یا تفویض وسپردگی کے سبب سے ہو۔ اگر سستی و بے توجہی کی وجہ سے ہے تو یہ غفلت وفسق ہے۔ ابا ہو تو طغیان اور مایوسی ہو تو کفر ہے۔ اور اگر رضا بقضا کا بلند مقام ہے تو بظاہر یہ ایک سعادت سے محرومی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خاموشی ہی ہمہ تن دُعا میں شمار ہو۔ اس فرمانِ نبوی میں جس ترکِ دُعا کو معیوب بتایا گیا ہے۔ وہ پہلی قسموں کا ترک ہے۔

۳۹۰۔ زیادتی کرنے والے کے لیے بددُعا:

(عائشۃؓ) رفعتہ: من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر۔ (ترمذی)

جس مظلوم نے اپنے ظالم کے لیے بد دعا کی اس نے بدلہ لے لیا۔

۳۹۱۔ اولاد کی دُعا کیا اثر رکھتی ہے:

(ابو ہریرۃؓ) رفعہ: ان اللہ تعالیٰ لیرفع للرجل الدرجۃ فیقول انی لی ھذہ؟ فیقول بدعاء ولدک لک۔ (بزار)

اللہ تعالیٰ ایک شخص کا درجہ اتنا بلند فرمائے گا کہ وہ کہے گا کہ: یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا؟ اللہ تعالےٰ جواب دے گا: یہ نتیجہ ہے اس دُعا کا جو تیری اولاد نے تیرے لیے کی تھی۔

۳۹۲۔ تحکمانہ دُعا:

(ابن مسعودؓ) قال لرجل اذا سألت ربک الخیر فلا تسأل و فی یدک حجر۔ (کبیر برجل لم یسم)

اُنھوں (ابن مسعودؓ) نے ایک شخص سے کہا کہ: جب اللہ تعالےٰ سے سوال کرو تو اس طرح نہ کرو کہ جیسے تمہارے ہاتھ میں پتھر ہے (یعنی لہجہ عاجزانہ ہو نہ کہ تحکمانہ۔)

اسمائے حسنیٰ

۳۹۳۔ اسمائے الٰہیہ:

(ابو ہریرۃؓ) رفعہ: ان للہ تسعۃ وتسعین اسمًا من احصاھا دخل الجنۃ ھو (۱) اللہ الذی لا الہ الا ھو (۲) الرحمٰن (۳) الرحیم (۴) الملک (۵) القدوس (۶) السلام (۷) المؤمن

اللہ تعالےٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں۔ جو ان کی نگہداشت کرے گا، جنت میں داخل ہوگا:

(۱) اللہ ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ ہے ...... (۲) مادری رحمت والا (۳) پدری شفقت والا (۴) بادشاہ (۵) تمام کمزوریوں سے پاک (۶)

(۸) المهیمن (۹) العزیز (۱۰) الجبّار
(۱۱) المتکبر (۱۲) الخالق (۱۳) الباری
(۱۴) المصوّر (۱۵) الغفار (۱۶) القهار
(۱۷) الوهاب (۱۸) الرزاق (۱۹) الفتاح
(۲۰) العلیم (۲۱) القابض (۲۲) الباسط
(۲۳) الخافض (۲۴) الرافع (۲۵) المعز
(۲۶) المذل (۲۷) السمیع (۲۸) البصیر
(۲۹) الحکم (۳۰) العدل (۳۱) اللطیف
(۳۲) الخبیر (۳۳) الحلیم (۳۴) العظیم
(۳۵) الغفور (۳۶) الشکور (۳۷) العلی
(۳۸) الکبیر (۳۹) الحفیظ (۴۰) المقیت
(۴۱) الحسیب (۴۲) الجلیل (۴۳) الکریم
(۴۴) الرقیب (۴۵) المجیب (۴۶) الواسع
(۴۷) الحکیم (۴۸) الودود (۴۹) المجید
(۵۰) الباعث (۵۱) الشهید (۵۲) الحق
(۵۳) الوکیل (۵۴) القوی (۵۵) المتین
(۵۶) الولی (۵۷) الحمید (۵۸) المحصی
(۵۹) المبدی (۶۰) المعید (۶۱) المحیی
(۶۲) الممیت (۶۳) الحی (۶۴) القیوم
(۶۵) الواجد (۶۶) الماجد (۶۷) الواحد
(۶۸) الاحد (۶۹) الصمد (۷۰) القادر
(۷۱) المقتدر (۷۲) المقدم (۷۳) المؤخر
(۷۴) الاوّل (۷۵) الآخر (۷۶) الظاهر
(۷۷) الباطن (۷۸) الوالی (۷۹) المتعالی
(۸۰) البر (۸۱) التواب (۸۲) المنتقم
(۸۳) العفو (۸۴) الرؤف (۸۵) مالک الملک

منزّہ (۶) تمام آفات سے محفوظ (۷) امن دینے والا (۸) نگہبان
(۹) غالب (۱۰) نقصان کی تلافی کرنے والا (۱۱) کبریائی والا
(۱۲) آفرینندہ (۱۳) نیست سے ہست کرنیوالا (۱۴) صورت گری
کرنے والا (۱۵) ڈھانپنے والا (۱۶) پورا غلبہ رکھنے والا (۱۷)
بے دریغ عطا کرنیوالا (۱۸) بڑا روزی رساں (۱۹) تمام فتح دینے
والا (۲۰) صاحب علم (۲۱) کمی کر دینے والا (۲۲) کشادگی پیدا
کرنیوالا (۲۳) پست کرنے والا (۲۴) بلند کرنیوالا (۲۵) عزت
دینے والا (۲۶) ذلت دینے والا (۲۷) سننے والا (۲۸) دیکھنے والا (۲۹)
فیصلہ دینے والا (۳۰) عدل کرنیوالا (۳۱) لطف اور لطافت والا (۳۲) باخبر
(۳۳) حلم والا (۳۴) عظمت والا (۳۵) خطا پوش (۳۶) قدر دان (۳۷) بلند
مرتبہ (۳۸) صاحب کبریائی (۳۹) نگہ دار (۴۰) حافظ (۴۱) حساب
کتاب کی پڑتال کرنے والا (۴۲) جلالت شان والا (۴۳) صاحب کرم و
کرامت (۴۴) نگہبان (۴۵) قبول کرنے والا (۴۶) وسعت والا
(۴۷) حکمت والا (۴۸) بڑا محبت کرنیوالا (۴۹) بزرگی والا۔
(۵۰) دوبارہ زندگی دینے والا (۵۱) ہمہ بین (۵۲) حق،
(۵۳) کفایت کرنیوالا۔ (۵۴) صاحب قوت (۵۵) صاحب قدرت
(۵۶) مددگار (۵۷) لائق حمد (۵۸) شمار کنندہ (۵۹) اوّل آفرینندہ
(۶۰) باز آفرینندہ (۶۱) زندگی بخشنے والا (۶۲) موت دینے والا
(۶۳) زندہ (۶۴) قائم بالذات (۶۵) بے نیاز،
(۶۶) صاحب بزرگی (۶۷) یکتا (۶۸)
یگانہ (۶۹) مستغنی (۷۰) قدرت والا (۷۱) صاحب اقتدار
(۷۲) آگے بڑھانے والا (۷۳) پیچھے ہٹانے والا۔
(۷۴) پہلا (۷۵) آخری (۷۶) عیاں (۷۷)
نہاں (۷۸) مالک متصرف (۷۹) بلند (۸۰) نظر
رکھنے والا (۸۱) بڑا توبہ قبول کرنے والا (۸۲) انتقام لینے والا
(۸۳) عفو کرنے والا (۸۴) نرم خو (۸۵) بادشاہت کا مالک

(۸۶) ذو الجلال والاکرام (۸۷) المقسط (۸۸)
الجامع (۸۹) الغنی (۹۰) المغنی
(۹۱) المانع (۹۲) الضار (۹۳) النافع
(۹۴) النور (۹۵) الھادی (۹۶)
البدیع (۹۷) الباقی (۹۸)
الوارث (۹۹) الرشید
(۱۰۰) الصبور۔ (ترمذی)

(۸۶) عظمت وکرامت والا (۸۷) عدل کرنے والا،
(۸۸) یکجا کرنے والا (۸۹) بے نیاز (۹۰) بے نیاز
کرنے والا (۹۱) روکنے والا (۹۲) نقصان دینے والا (۹۳)
نفع دینے والا (۹۴) روشنی (۹۵) ہدایت دینے والا، (۹۶)
نیا سے نیا ایجاد کرنے والا (۹۷) صاحب بقا (۹۸)
اصل مالک (۹۹) راہ نما (۱۰۰) بڑا
صابر۔

معاملات

جاہلیّت کے اقسامِ نکاح

١۔ جاہلیّت کے اقسامِ نکاح :

(عائشۃ رض) ان النکاح فی الجاھلیّۃ کان علی اربعۃ انحاء فنکاح منھا نکاح الناس الیوم یخطب الرجل الی الرجل ولیتہ اوابنتہ فیصدقھا ثم ینکحھا ونکاح اٰخر کان الرجل یقول لامرأتہ اذا طھرت من طمثھا ارسلی الی فلان فاستبضعی منہ ویعتزلھا زوجھا ولا یمسھا حتی یتبین حملھا من ذلک الرجل فاذا تبین حملھا اصابھا زوجھا اذا احب وانما یفعل ذلک رغبۃ فی نجابۃ الولد وکان ھذا النکاح نکاح الاستبضاع ونکاح اٰخر یجتمع الرھط مادون العشرۃ علی المرأۃ کلھم یصیبھا فاذا حملت ووضعت ومرّ لیال بعد ان تضع حملھا ارسلت الیھم فلم یستطع رجل

جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے۔ ان میں سے ایک وہ نکاح ہے جو آج رائج ہے۔ یعنی ایک شخص دوسرے کے پاس اس کی ولیہ یا دختر کے نکاح کا پیغام دیتا ہے اور وہ مہر مقرر کرتا ہے اور اسے نکاح میں لے آتا ہے۔ دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں کے پاس جا کر تعلق قائم کر لے اس دوران میں اس کا شوہر اس وقت تک اُس کے پاس نہ جاتا جب تک اُس شخص کا (جس کے پاس یہ رہی تھی) نطفہ بصورت حمل ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ ظاہر ہونے کے بعد اگر شوہر کا دل چاہتا تو اس کے پاس جاتا یہ اس غرض سے کیا جاتا کہ بچّے کی کوئی خاندانی نجابت قائم رہے۔ اس طریقۂ نکاح کا نام نکاح استبضاع تھا۔ تیسرا طریقہ یہ تھا کہ تقریباً دس آدمی ایک عورت کے پاس جاتے اور سب اس سے مواصلت کرتے۔ جب وہ حاملہ ہو کر وضع حمل سے فارغ ہو جاتی تو کچھ دنوں کے بعد سب کو بُلا بھیجتی اور کوئی آنے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ جب سب اُس کے پاس

رجل منهم ان يمتنع حتى يجتمعوا عندها تقول لهم قد عرفتم الذي كان من امركم وقد ولدت فهو ابنك يا فلان تسمى من احبت فيلحق به ولدها لا يستطيع ان يمتنع الرجل ونكاح رابع يجتمع الناس الكثير فيدخلون على المرأة لا تمتنع ممن جاءها وهن البغايا كن ينصبن على ابوابهن الرايات وتكون علمًا فمن ارادهن دخل عليهن فاذا حملت احداهن ووضعت حملها جمعوا لها ودعوا لها القافة ثم الحقوا ولدها بالذي يرون فالتاط به ودعى ابنه لا يمتنع من ذلك فلما بعث محمد صلى الله عليه وسلم بالحق هدم نكاح الجاهلية الا نكاح الاسلام اليوم - (بخاری، ابو داؤد)

اکٹھے ہو جاتے تو وہ کہتی کہ تم سب نے جو کچھ کیا ہے وہ تمھیں معلوم ہے۔ پھر وہ جسے پسند کرتی اس کا نام لے کر کہتی کہ اے فلاں یہ تیرا بچہ ہے جو میں نے جنا ہے، پھر وہ اس بچے کو اُسی سے وابستہ کر دیتی اور وہ اس سے انکار نہ کر سکتا۔ چوتھا طریقۂ نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ یکجا ہوتے اور مخصوص عورت سے ہم آغوش ہوتے اور جو بھی اس وقت آئے وہ اسے روک نہ سکتی۔ یہ بغایا (طوائفیں یا بدکار عورتیں) ہوتی تھیں۔ ان کی علامت یہ ہوتی تھی کہ ان کے دروازوں پر جھنڈے گاڑ دیے جاتے تھے۔ اس وقت جو بھی چاہتا بے تکلف اُس پر جا پڑتا۔ جب ایسی عورتوں میں کوئی حاملہ ہو کر وضع حمل سے فارغ ہو جاتی تو سب لوگ اکٹھے ہوتے اور قیافہ شناسوں کو بلایا جاتا اور وہی اس بچے کو جس سے صحیح سمجھتے وابستہ کر دیتے اور وہ اسی کا بچہ سمجھا جاتا اور وہ اس سے انکاری نہ ہو سکتا۔ جب حضورؐ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو بجز اس نکاح اسلام کے جو آج موجود ہے، تمام جاہلی طریقہ ہائے نکاح ختم فرما دیئے۔

۲ - تجرد کی زندگی کوئی تقویٰ نہیں :

(سمرۃؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن التبتل وقرأ قتادة ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لهم ازواجا وذرية ۔

(ترمذی، نسائی)

آنحضرتؐ نے تجرد کی زندگی سے منع فرمایا ہے قتادہ نے اس موقعے کے لیے یہ آیت پڑھی (ترجمہ یہ ہے) کہ ہم نے اے رسولؐ تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے ہیں اور اُن کو صاحب ازواج و اولاد بھی بنایا۔

کتاب البیوع

حلال روزی

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (شریعت کے دیگر) فرائض کے بعد حلال روزی حاصل کرنا فرض ہے۔

۴۔ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بدن کو حرام غذا دی گئی۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۵۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْہُ مِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ: رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب کہ کوئی اس بات کی پروا نہ کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام۔

ایمان، اسلام، اعتصام (مضبوط پکڑنا) اقتصاد (میانہ روی) امانت امرمعروف (نیک کام کا حکم) اُمید، اجل وغیرہ!

۶۔ مَنْ عَمَّرَ اَرْضًا لَیْسَتْ لِاَحَدٍ فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا۔ (البخاری)

جو ایسی زمین پر آبادی کرے، جس کا کوئی مالک نہ ہو تو وہی شخص اس کا زیادہ حق دار ہے۔

کتاب النکاح

۷۔ نکاح محافظ نگاہ و عصمت ہے، مجرد کے لیے روزہ محافظ ہے:

(علقمہؓ)...... قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ (للستۃ الا مالکا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے، کیونکہ اس سے نگاہیں اور عصمتیں محفوظ رہتی ہیں، اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے، اس سے قطع شہوت ہو جائے گا۔

۸۔ نکاح کا مقصد نسلِ انسانی کی بقا بھی ہے:

(معقل بن یسارؓ) جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی اصبت امرأۃ ذات حسب وجمال وانھا لا تلد أفأتزوجھا؟ قال لا ثم اتاہ الثانیۃ فنھاہ ثم اتاہ الثالثۃ فقال تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (ابوداؤد، نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ: مجھے ایک عورت ملی ہے جو خوبصورت اور شریف خاندان کی ہے، مگر وہ بانجھ ہے، کیا میں اسے اپنے نکاح میں لے آؤں؟ حضورؐ نے فرمایا: نہیں۔ دوبارہ اس نے پھر آکر یہی سوال کیا اور حضورؐ نے نفی میں جواب دیا۔ تیسری بار پھر آیا تو فرمایا کہ: اس عورت سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی اور خوب جننے والی ہو تاکہ میں اپنی امت کی کثرت تعداد پر بھی فخر کر سکوں۔

۹۔ زنِ صالحہ کی قدر و قیمت:

(ابن عمروؓ بن العاص) رفعہ: الدنیا متاع وخیر متاعھا المرأۃ الصالحۃ۔ (مسلم، نسائی)

دنیا سامانِ زیست ہے اور اس کی بہترین متاع صالح عورت ہے۔

اچھا تاجر

۱۰۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ۔

(ترمذی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سچے اور دیانتدار تاجر (کا حشر) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

۱۱۔ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ رِفَاعَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّجَّارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن تاجروں کا حشر نافرمانوں کے ساتھ ہوگا مگر جو تاجر خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے حرام سے بچے، جھوٹی قسم نہ کھائے اور سچ بولے (تو اس کا حشر فاجروں کے ساتھ نہیں ہوگا)۔

۱۲۔ عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا لَمْ یُنَبِّہْ لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰہِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِکَۃُ تَلْعَنُہٗ۔

(ابن ماجہ)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص عیب دار چیز بیچے اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے وہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے غضب میں رہے گا۔ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

سُود کا بیان

۱۳۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود لینے والوں، سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں

وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ۔ (مسلم شریف)

پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر کے شریک ہیں۔

۱۴۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ حَنْظَلَةَ غَسِيْلِ الْمَلَائِكَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّ ثَلٰثِيْنَ زَنْيَةً۔
(احمد، دارقطنی، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ سُود کا ایک درہم جو آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا گناہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ ہے۔

۱۵۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرِّبٰو سَبْعُوْنَ جُزْءًا اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ۔ (ابن ماجہ۔ بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ سود (کا گناہ) ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔

بیع، راستی، امانت، سہولت، اوزان، حرام چیز کا بیچنا دھوکا، شفعہ وغیرہ

۱۶۔ اَلتَّاجِرُ الْاَمِيْنُ الصَّدُوْقُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ۔ (الترمذی)

امین اور راست باز تاجر نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صف میں ہوگا۔

۱۷۔ اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَ الْبَيِّعَانِ وَبَيَّنَا بُوْرِكَ فِيْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسٰى اَنْ يَّرْبَحَا رِبْحًا مَّا وَيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا۔
(الخمسۃ)

بائع (بیچنے والے) اور خریدار کو اس وقت تک سودے پر اختیار ہے جب تک وہ جُدا نہ ہو جائیں پس اگر ہر دو نے سچ کہا اور مال متعلقہ کی بابت سب کچھ بیان کر دیا تو دونوں کے لیے برکت کا موجب ہے اور اگر جھوٹ کہا اور مال کے عیب چھپا رکھے، ممکن ہے کہ سر دست کچھ نفع ہو۔ مگر اس سودے میں برکت نہ ہوگی۔

۱۸۔ رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلاً سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَ اِذَا اشْتَرٰی وَ اِذَا اقْتَضٰی۔
(البخاری، و الترمذی)

خدا اس شخص پر مہربانی کرتا ہے جو خرید و فروخت اور قیمت وصول کرنے کے تقاضے میں سہولت اور نرمی اختیار کرتا ہے۔

۱۹۔ قَالَ لِاَھْلِ الْمِکْیَالِ وَالْمِیْزَانِ اِنَّکُمْ قَدْ وُلِّیْتُمْ اَمْرَیْنِ ھَلَکَتْ فِیْھِمَا الْاُمَمُ السَّالِفَۃُ قَبْلَکُمْ۔ (الترمذی)

ماپنے اور تولنے والوں کو فرمایا تمھارے سپرد وہ کام ہیں جنھیں (ٹھیک طور پر نہ) کرنے سے تم سے پہلے بعض لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔

۲۰۔ اِذَا بِعْتَ کِلْ وَ اِذَا ابْتَعْتَ فَاکْتَلْ۔ (البخاری)

جب تو کوئی چیز فروخت کرے تو اُسے ناپ کر دے اور جب خرید لے تو ناپ کر لے۔

۲۱۔ اِنَّ رَجُلاً اَھْدٰی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاوِیَۃَ خَمْرٍ فَقَالَ لَہٗ ھَلْ عَلِمْتَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی حَرَّمَھَا قَالَ لَا فَسَارَّ اِنْسَانًا اِلٰی جَنْبِہٖ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِمَ سَارَرْتَہٗ قَالَ اَمَرْتُہٗ بِبَیْعِھَا قَالَ اِنَّ الَّذِیْ حَرَّمَ شُرْبَھَا حَرَّمَ بَیْعَھَا فَفَتَحَ الْمَزَادَتَیْنِ حَتّٰی ذَھَبَ مَا فِیْھِمَا۔
(مسلم، مالک، والنسائی)

ایک شخص تحفے کے طور پر ایک شراب کا مشکیزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ فرمایا، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے شراب حرام کر دی ہے؟ اُس نے کہا نہیں اور (راستے میں)، اس کے پاس والے آدمی نے کان میں کچھ کہہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کے کان میں تم نے کیا کہا؟ اس نے کہا۔ میں نے کہا ہے کہ اسے بیچ ڈال۔ فرمایا جس نے اس کا پینا حرام کر دیا ہے۔ اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کر دیا ہے، اس نے دونوں مشکیزوں کا جو اس کے پاس تھے منہ کھول دیا اور جو کچھ ان میں تھا سب بہہ گیا۔

۲۲۔ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَیْتَامٍ وَّرِثُوْا خَمْرًا فَقَالَ اَھْرِقْھَا قَالَ اَوَلَا اَجْعَلُھَا خَلًّا قَالَ لَا۔ (ابوداؤد۔ والترمذی)

ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس شراب کو کیا کیا جائے جو بعض یتیموں کو وراثت میں ملی ہے۔ فرمایا پھینک دو۔ ابوطلحہ نے کہا کہ کیا اس کا سرکہ نہ بنا لوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔

۲۳۔ مَنِ اشْتَرٰی طَعَامًا فَلَا یَبِیْعُہٗ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَہٗ وَفِیْ اُخْرٰی حَتّٰی یَقْبِضَہٗ قَالَ وَکُنَّا نَشْتَرِی الطَّعَامَ مِنَ الرُّکْبَانِ جِزَافًا فَنَھَانَا

جو غلہ خریدے اس کا اس وقت تک فروخت کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ ناپا تولا نہ جائے اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تک قبضہ میں نہ لایا جائے اور آگے چل کر راوی بیان کرتا ہے کہ ہم (بیوپاریوں سے) جو سوار ہو

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيْعَهُ حَتّٰى نَنْقُلَهُ مِنْ مَكَانِهِ۔ (السّتة الاالترمذی)

کرایا کرتے تھے۔ غلہ خریدتے مگر بغیر ٹھیک طور پر ناپ تول کیے اس کی مقدار کا اندازہ لگا لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو مت بیچو جب تک دوسری جگہ نہ لے جاؤ۔[1]

۲۴۔ عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ يَأْتِيْنِيْ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ مَا يَطْلُبُ أَفَأَبِيْعُ مِنْهُ ثُمَّ أَبْتَاعُهُ مِنَ السُّوْقِ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

(ابوداؤد۔ والترمذی والنسائی)

حکیم بن حزام روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرے پاس لوگ آتے ہیں اور بعض چیزیں خریدنا چاہتے ہیں، جو میرے پاس نہیں ہوتیں۔ کیا میں ان کے ساتھ سودا کر لیا کروں اور پھر بازار سے مطلوبہ چیز خرید کر انھیں دے دیا کروں، فرمایا ایسی چیز کے بیچنے کا سودا مت کیا کرو جو تمھارے پاس نہیں ہے۔[2]

۲۵۔ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ مُسْلِمٍ أَنْ يَبِيْعَ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً

کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز بیچے جس میں کسی نقص کے ہونے کا اسے علم ہو۔ ہاں اگر

---

[1] اس سے مراد ممانعت اس قسم کے سودے اور بیوپار کی ہے کہ غلہ جب کھیتوں سے منڈیوں میں آتا ہے تو لبا اوقات اس کے ایک ہی جگہ پڑے پڑے ایک یا ایک ہی ہفتے میں کئی شخص بغیر دیکھے اس کے مالک یا خریدار بن کر بڑا بھاری نفع یا نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہی ممنوع تجارت ہے۔ جس کے سبب سے ملک میں باوجود جنس کے افراط سے موجود ہونے کے قحط و گرانی رہتی ہے اور یہ نافرمانی کی سزا ہے۔ مال کے دیکھنے اور اپنی جگہ موجود ہونے سے قبل بیع کرنا اس وقت سٹہ کہلاتا ہے۔

[2] یہ اسی قسم کی تجارت ہے جو آج کل کمیشن ایجنسی کے نام سے معروف ہے۔ اس کی قباحت صریح ہے اور محتاج بیان نہیں؛ جو فائدہ کہ فروشندہ یا خریدار کو ہونا چاہیے جس کے وہ ہر دو مستحق ہیں۔ ایک تیسرا شخص جس کی نہ ہلدی لگے نہ پھٹکڑی اڑا لے جاتا ہے۔ کمیشن ایجنسی تو پھر بھی کچھ ہے کہ مالک اور گاہک ہر دو کو اس کا علم ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ ناروا بھی نہیں ہو سکتی۔ مگر ناجائز اور ممنوع اور غارت کرنے والا وہ طریق ہے جو آج کل بڑے بڑے شہروں میں بعض لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ ان کے پاس نہ کوئی دوکان ہے نہ سامان۔ انگریزی ابجد کے چند حروف کو جوڑ کے اپنی فرضی دوکان یا کمپنی کا نام رکھ کر چیزوں کی ایک فہرست چھاپ لیتے ہیں اور جھوٹی قسموں اور اشتہار بازی سے بیچارے سادہ لوح اور کم علم لوگوں کو لوٹ لوٹ کر مزے اڑاتے ہیں۔

إِلَّا أَخْبَرَ بِهِ۔ (البخاری)

خریدار کو نقص سے مطلع کر دے۔

۲۶۔ مَنْ بَاعَ مُحَفَّلَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ أَوْ مِثْلَيْ لَبَنِهَا قَمْحًا۔ (ابوداؤد)

جو شخص ایسے جانور کو خریدے جس کے تھنوں میں دُودھ روکا گیا ہو۔ اسے اس کی واپسی کا تین دن تک اختیار ہے، مگر اُسے دودھ کا معاوضہ اس کے برابر یا اس سے دو چند غلے یا آٹے سے ادا کرنا چاہیئے۔

۲۷۔ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ أَخْرَجَهُ الثَّلٰثَةُ وَالنَّسَائِيُّ زَادَ مَالِكٌ وَالنَّجْشُ أَنْ تُعْطِيَهُ بِسِلْعَتِهِ أَكْثَرَ مِنْهَا وَلَيْسَ فِي نَفْسِكَ اشْتِرَاءُهَا فَيَقْتَدِيَ بِكَ غَيْرُكَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرخ بڑھانے سے منع فرمایا۔ امام مالک سے روایت ہے کہ نرخ بڑھانے سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو مگر اس کی قیمت بڑھاتا جائے۔ اس غرض سے کہ اسے دیکھ دیکھ کر لوگ بھی قیمت بڑھاتے جائیں۔

۲۸۔ وَلَا يَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيهِ۔ (الستة)

جب کسی کا سودا ایک شخص کے ساتھ ہو جائے تو پھر دوسرے شخص کے واسطے پہلے مالک سے اس چیز کا سودا کرنا منع ہے۔

۲۹۔ وَفِي أُخْرٰى الْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ اخْتَرْ وَرُبَّمَا قَالَ أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ۔ (الستة)

ایک روایت میں ہے کہ بیچنے والا اور خریدنے والا جب تک جُدا نہ ہو جائیں (سودے کے فسخ کا) اختیار رکھتے ہیں۔ یا ایک ان میں سے دوسرے کو کہہ دے (کہ اس سودے میں اختیار ہے۔ یا بیع اختیاری ہو (تو اور بات ہے)

۳۰۔ إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ لَهُ الْبَائِعِ وَ الْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ۔ (مالک و الترمذی)

جب بیچنے والے اور گاہک کے درمیان اختلاف ہو جائے تو بیچنے والے کی بات معتبر سمجھنی چاہیئے اور گاہک کو اختیار ہے۔ خواہ خریدے خواہ نہ خریدے۔

۳۱۔ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ (مسلم و ابوداؤد والترمذی)

جو شخص اس غرض سے غلہ جمع کر کے روک لے کہ نرخ بڑھنے پر بیچے تو وہ خطا کار ہے۔

۳۲۔ أَتٰى رَجُلٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ أَدْعُو ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ نرخ مقرر فرما دیجیئے (کہ غلہ گراں ہے) فرمایا میں دُعا کرتا ہوں (کہ نرخ سستا ہو جائے) پھر ایک اور شخص آیا اور وہی درخواست کی فرمایا خدا

بَلِ اللّٰہُ تَعَالٰی یَخْفِضُ وَیَرْفَعُ وَاِنِّی لَاَرْجُوْ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ تَعَالٰی وَلَیْسَ لِاَحَدٍ عِنْدِی مَظْلِمَۃٌ۔ (ابوداؤد)

ہی نرخ کو گھٹاتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس کی بارگاہ میں ایسی حالت میں حاضر ہوں کہ کسی پر ظلم کرنے کا مطالبہ مجھ سے نہ کیا جائے۔

رہن اور بیع سلم

۳۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یُسْلِفُوْنَ فِی الثِّمَارِ السَّنَۃَ وَالسَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلْیُسْلِفْ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ مدینہ کے لوگ پھلوں میں سال دو سال اور تین سال کی پیشگی بیع کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح کی بیع کرے اُسے چاہیئے کہ معین پیمانہ، معین وزن اور معین مدت کے ساتھ کرے۔

۳۴۔ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَغْلَقُ الرَّھْنُ الرَّھْنَ مِنْ صَاحِبِہِ الَّذِیْ رَھَنَہٗ لَہٗ غُنْمُہٗ وَعَلَیْہِ غُرْمُہٗ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی چیز کو رہن کر دینے سے رہن کرنے والے کی ملکیت ختم نہیں ہو جاتی۔ اس کے منافع کا حقدار راہن ہے اور (چیز ضائع ہو جائے تو) مرتہن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

شاہد و اِذن

۳۵۔ بغیر گواہوں کے عورت کا خود نکاح کر لینا:

(ابن عباسؓ) رفعہ: البغایا اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ۔ (ترمذی وصحح انہ موقوف)

بدکار ہیں وہ عورتیں جو بغیر گواہوں کے خود ہی اپنا نکاح آپ کر لیتی ہیں۔

۳۶ - بالغہ کا اذن ضروری ہے:

(ابن عباسؓ) رفعہ: الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستاذن فی نفسھا واذنھا صماتھا (بخاری)

بیوہ عورت اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا حق اپنے ولی سے زیادہ رکھتی ہے اور کنواری عورت کے متعلق خود اس سے اذن لے لینا چاہیئے اور اس کا خاموش رہنا ہی اس کا اذن ہے۔

۳۷ - نکاح بلا رضا کو عورت توڑ سکتی ہے خواہ باپ ہی کیوں نہ کرے:

(ابن عباسؓ) ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباھا زوجھا وھی کارھۃ فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ابوداؤد)

ایک باکرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر فریاد کی کہ اس کے باپ نے اس کی رضا کے خلاف اسے بیاہ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مختار کر دیا۔ (کہ خواہ یہ نکاح باقی رکھے یا توڑ دے۔)

درخت کا پھل

۳۸ - لَا تَبِیْعُوا الثَّمَرَ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُہٗ۔ (السّتۃ)

درخت کا پھل مت بیچا کرو جب تک اس میں صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے (یعنی اس کا نشو و نما اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کے پک جانے کی اُمید بندھ جائے)

۳۹ - اُصِیْبَ رَجُلٌ فِیْ ثِمَارٍ اِبْتَاعَھَا فَکَثُرَ دَیْنُہٗ فَاَفْلَسَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَیْہِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَیْہِ فَلَمْ یَبْلُغْ ذٰلِکَ وَفَاءَ دَیْنِہٖ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِہٖ خُذُوْا مَا وَجَدْتُّمْ لَہٗ لَیْسَ لَکُمْ

ایک شخص نے کچھ درختوں کا پھل خریدا میوے پر آفت آگئی (اس وجہ سے) اس پر بہت سا قرضہ ہو گیا۔ اور وہ مفلس ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے صدقہ (حسب توفیق چندہ) دے دو۔ لوگوں نے چندہ دیا مگر اس کی مقدار قرضہ کی رقم سے کم رہی۔ آپؐ نے قرض خواہوں کو فرمایا: جو کچھ ملتا ہے (غنیمت سمجھ کر) لے لو۔ کیونکہ اس سے زیادہ تو تمھیں

اِلَّا ذٰلِکَ۔ (المنسمة الا البخاری)

۴۰۔ اِنْ بِعْتَ مِنْ اَخِیْکَ ثَمَرًا فَاَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا یَحِلُّ لَکَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَیْئًا بِمَ تَاْخُذُ مَالَ اَخِیْکَ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ (مسلم والبوداؤد والنسائی وَفِیْ رِوَایَةٍ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ)۔

(کسی طرح) وصول ہی نہیں ہو سکتا۔

اگر تم نے کسی درخت کا پھل اپنے بھائی کے ہاتھ بیچا ہے اور اس پر کوئی آفت آئی ہے تو تمہارے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے کچھ وصول کرو۔ کیونکہ ایسا کرنے میں تم بالکل ناحق پر ہو گے۔ اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفت سے جو نقصان ہو وہ اصل قیمت میں سے وضع کرلیا جائے۔

قرضدار کو مہلت دینا

۴۱۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰة والتسلیم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص قرضدار کو مہلت دے یا قرض معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا۔

۴۲۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَهٗ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ اَخَّرَهٗ کَانَ لَهٗ بِکُلِّ یَوْمٍ صَدَقَةٌ۔ (احمد، مشکوٰة)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا کہ جس کا کسی شخص پر کوئی حق ہو وہ اُسے مہلت دے تو اُسے ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا۔

۴۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم علیہ الصلاة والتسلیم نے فرمایا کہ مومن کی جان اپنے قرض کے سبب معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔

۴۴۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُغْفَرُ لِلشَّہِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، سوائے قرض کے۔

مَہر

۴۵۔ صرف اسلام کا مہر ہونا، اُم سلیم کی جرأتِ ایمانی :

(انس رضؓ) خطب ابوطلحۃ ام سلیم فقالت واللّٰہ ما مثلك یا ابا طلحۃ یُرَدّ ولکنك رجل کافر و اِنما امرأۃ مسلمۃ ولا یحل لی ان اتزوجك فان تُسلم فذلك مھری ولا اسألك غیرہ فاسلم وکان ذلك مھرھا۔ قال ثابت فما سمعت بامرأۃ قط کانت اکرم مھراً من ام سلیم الاسلام فدخل بھا فولدت لہ۔ (نسائی)

ابوطلحہ نے اُمّ سلیم کو پیغام نکاح دیا تو انھوں نے جواب دیا کہ : ابوطلحہ تم جیسے آدمی کا پیغام رَد نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان عورت: میرے لیے تم سے نکاح ہی درست نہیں۔ البتہ اگر تم اسلام لے آؤ تو (نہ فقط یہ کہ نکاح کر لوں گی) بلکہ تمھارا اسلام ہی میرا مہر ہو جائے گا۔ اور میں اُس کے سوا تم سے کچھ بھی طلب نہ کروں گی۔ غرض وہ اسلام لے آئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ ثابت کہتے ہیں کہ : میں نے اُمّ سلیم سے بہتر کسی عورت کا مہر نہیں سُنا یعنی اسلام۔ ابوطلحہ رضؓ سے ان کے اولاد بھی ہوئی۔

۴۶۔ ام المومنین ام سلمہ رضؓ کا مہر صرف دسؔ درہم تھا :

(انس رضؓ) ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم تزوج ام سلمۃ علی متاع قیمتہ عشرۃ دراھم۔ (موصلی، بزار کبیر بضعف)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضؓ کو مہر میں جو چیزیں دی تھیں ان کی قیمت دسؔ درہم تھی۔

۴۷۔ تین آسانیوں کا شمار عورت کی برکات میں ہے:

(عائشہؓ) رفعتہ: ان من یمن المرأۃ تیسیر خطبتها و تیسیر صداقها و تیسیر رحمها۔ (احمد بلبن)

عورت کی ایک برکت تو یہ ہے کہ اُسے پیغام نکاح آسانی سے دیا جا سکے۔ دوسری برکت یہ ہے کہ اس کا مہر آسانی سے ادا ہو سکے۔ تیسری برکت یہ ہے کہ اس کا رحم آسانی سے حمل اور ولادت کا کام کر سکے۔

۴۸۔ مہر ہضم کرنے والے کا شمار زانیوں میں ہو گا:

(میمون الکردی) عن ابیہ رفعہ: ایما رجل تزوج امرأۃ علی ما قلّ من المهر او کثر لیس فی نفسه ان تؤدی الیها حقها تعالیٰ الله یوم القیمة وهو زان۔ (اوسط صغیر)

جو شخص کسی عورت سے بھی قلیل یا کثیر مہر پر نکاح کرے اور اس کے دل میں یہ حق مہر ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو بروزِ حشر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک زانی کی حیثیت سے پیش ہو گا۔

(ف) تفسیر اور مُتفرّق!

۴۹۔ اِذَا تَشَاجَرْتُمْ فِی الطَّرِیْقِ فَاجْعَلُوْهُ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ۔ (الخمسة اِلَّا النسائی)

جب تمہارا کسی رستے (کے عرض) میں اختلاف ہو، تو اُسے سات ہاتھ رکھ لو۔

۵۰۔ اِنَّ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَلْمَسَاجِدُ وَاَبْغَضَ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَلْاَسْوَاقُ۔ (المسلم)

خدا کے نزدیک پسندیدہ تر مقام مسجدیں ہیں اور بدترین مقام بازار۔

زمین پر ناجائز قبضہ

۵۱۔ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا

مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ ۔ (بخاری شریف)

کہ جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ حصہ ناحق دبا لے تو اُسے قیامت کے دن سات زمینوں کی (تہ) تک دھنسایا جائے گا۔

۵۲ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ ۔ (مسلم، بخاری)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلم سے حاصل کرے گا اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

۵۳ - عَنْ اَبِيْ حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ ۔ (بیہقی)

حضرت ابوحرہ رقاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خبردار (کسی پر) ظلم نہ کرنا (اور) کان کھول کر سُن لو کہ کسی شخص کا مال (تمھارے لیے) حلال نہیں ہو سکتا مگر وہ خوشی دل سے راضی ہو جائے۔

ولیمہ

۵۴ - بدترین طعام ولیمہ، دعوتِ ولیمہ میں شرکت نہ کرنے والا:

(ابوہریرہؓ) شر الطعام طعام الولیمة یدعی له الاغنیاء و یترك المساكین و من لم یأت الدعوة فقد عصى الله و رسوله ۔ (شیخین، موطأ، ابو داؤد)

بدترین دعوتِ ولیمہ وہ ہے جس میں صرف اغنیاء بلائے جائیں اور مساکین کو نہ پوچھا جائے اور جو شخص اس دعوت میں (بلایا جائے اور) شریک نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔

حدّ (سزا)

۵۵ - رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ

تین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی جن سے کوئی مواخذہ

عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَبْرَئَ۔ ابوداؤد۔ وَفِي اُخْرٰى نَادَ عَنِ الْخَرِفِ۔ (ابوداؤد)

نہیں کیا جاتا) لڑکا جب تک بالغ نہ ہو۔ سویا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہو اور دیوانہ جب تک تندرست نہ ہو اور ایک روایت میں اتنا زیادہ کیا گیا ہے کہ وہ بڈھا بھی جس کی عقل زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو مرفوع القلم ہے۔

حلالہ

۵۶۔ حلالہ کرنے والے اور کرانے والے ملعون ہیں :

(ابن مسعودؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن المحلل والمحلل لہ۔ (ترمذی، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو ملعون قرار دیا ہے۔

دَین یعنی قرض کی اَدائیگی!

۵۷۔ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى يَلْقَاهُ بِهٖ عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنْ يَّمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهٗ قَضَاءً۔ (ابوداؤد)

کبیرہ گناہوں کے بعد جن کی خدا نے ممانعت فرمائی ہے، سب سے بڑا گناہ حساب کے وقت خدا کے نزدیک انسان کا یہ ہوگا کہ وہ (اس حالت میں) مر جائے کہ اس کے ذمے اس قدر قرض ہو کہ اس کی ادائیگی کے لئے وہ جائیداد نہ چھوڑ مرا ہو۔

۵۸۔ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَهَا يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ (البخاری)

جو شخص اس نیت سے مال (قرض) لے کہ وہ اُسے ادا کرے گا تو اللہ اس سے ادا کرا دے گا۔ اور جو اس نیت سے لے کر خرد برد کر لے تو اللہ اُسے بھی خرد برد کر دے گا۔

۵۹۔ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَاِذَا اُتْبِعَ

دولت مند کا (قرض کے ادا کرنے میں) التوا کرنا ظلم

أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ۔
(الستة)

۶۰ - لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُغَلَّظُ لَهُ وَيُحْبَسُ۔ (ابوداؤد۔ والنسائی)

۶۱ - مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ۔ (مسلم)

۶۲ - كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ وَإِنَّهُ أَغْلَظَ فِي الْقَوْلِ حَتّٰى هَمَّ بِهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَالَ أَعْطُوهُ فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا فَقَالَ أَعْطُوهَا فَقَالَ أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً۔ (الخمسة الا ابوداؤد)

ہے۔ جب کسی (قرض خواہ) کا قرضہ کسی مالدار آدمی کے ذمہ ڈالا جائے تو اُسے مان لینا چاہیئے۔

صاحب توفیق کا (قرض کی ادائگی میں) توقف کرنا (اس امر کو) جائز کر دیتا ہے کہ اس کی عزت میں فرق آئے اور (اسے تنگ کیا جائے۔ ابن مبارک نے کہا کہ (یہ بھی جائز ہے کہ) اس پر سختی کی جائے اور اُسے قید کیا جائے۔

جو شخص یہ چاہے کہ قیامت کے دن کی سختیوں سے بچا رہے۔ اُسے چاہیئے کہ تنگ دست کو (قرض ادا کرنے میں) مہلت دے یا (قرض) معاف کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے ایک آدمی کا اُونٹ تھا۔ اس نے آکر تقاضا کیا اور سخت کلامی کی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے (اس کو سرزنش کرنے کا) قصد کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے کچھ نہ کہو۔ کہ تقاضا کرنا لینے والے کا کام ہے۔ پھر فرمایا اسے (اس کی چیز) دے دو۔ تلاش کی گئی۔ مگر اس کا (سا) اُونٹ نہ ملا۔ البتہ ایک اُونٹ اس سے (قد میں) بڑا مل گیا۔ آپ نے فرمایا یہی دے دو۔ اُس نے کہا۔ تو نے مجھے پورا (قرضہ) دے دیا خدا تجھے بھرا پُرا رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم میں سے بہتر شخص وہی ہے (جو اپنے ذمے کی چیز) اچھی طرح ادا کرے۔

كتابُ الطّلاق

۶۳- مسئلہ طلاق میں وقتی حالات کی رعایت :

ابن عباسؓ، كان الرجل اذا طلق

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو قبل از دخول تین طلاقیں

امرأته ثلاثة قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وابى بكرؓ وصدراً من امارة عمرؓ فلما راٰه الناس قد تتابعوا فيها قال اجيزوهن عليهن۔
(مسلم، ابو داؤد، نسائی بلفظه)

دے دیتا تو وہ ایک ہی طلاق سمجھی جاتی تھی یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا اور یہی حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اور یہی حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ابتداءً رہا۔ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ اس معاملہ میں بے دھڑک واقع ہو گئے ہیں تو آپ نے کہا کہ: اب تین طلاقیں تین ہی سمجھی جائیں۔

۶۴۔ دماغ قابو سے باہر ہو جائے تو طلاق بے اثر ہے:

(ابو ھریرۃؓ) كل طلاق جائز الا طلاق المعتوه والمغلوب على عقله۔ (ترمذی)

ہر طلاق نافذ ہو جاتی ہے بجز معتوہ اور مغلوب العقل کی طلاق کے۔

۶۵۔ سخت غصے کی حالت میں طلاق بے اثر ہے:

(عائشۃؓ) قالت لا طلاق ولا عتاق فى غلاق لابى داؤد وقال الغلاق الغضب۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: "غلاق" میں نہ کوئی طلاق نافذ ہوگی نہ عتاق۔ ابوداؤد میں غلاق کے معنی غضب کے ہیں۔ (غلاق غضب کی اُس کیفیت کو کہتے ہیں، جب کہ بات کرنے والے کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ اُس کے منہ سے کیا نکل رہا ہے)

۶۶۔ عورت کسی کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کی جاسکتی:

(ابن عباسؓ) ان زوج بريرة كان عبداً يقال له مغيث كأنى انظر اليه يطوف خلفها ودموعه على لحيته فقال النبى صلى الله عليه وسلم للعباسؓ يا عباس الا تعجب من حب مغيث بريرة ومن بغض بريرة مغيثا؟ فقال صلى الله عليه وسلم

بریرہؓ کا شوہر ایک غلام تھا مغیث نامی، اس کا نقشہ گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ وہ بریرہؓ کے پیچھے پیچھے گھوم رہا ہے اور اُس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ: اے عباسؓ! تمہیں مغیث کی محبتِ بریرہؓ اور بریرہؓ کی نفرتِ مغیث پر تعجب نہیں ہوتا۔!
پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ فرمایا کہ:

لوراجعتیه قالت یارسول الله تأمرنی؟ قال انما اشفع قالت لاحاجة لی فیه (بخاری، اصحاب سنن)	اے کاش! کہ تو اس کی طرف رجوع کرلیتی۔ عرض کیا کہ حضور! مجھے حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: نہیں! بلکہ میری سفارش ہے۔ بولی: مجھے مغیث سے کوئی دلچسپی نہیں۔

۶۷ ۔ اللہ کی نگاہ میں طلاق سب سے زیادہ قابلِ نفرت مباح ہے:

(ابن عمرؓ) رفعه: ابغض الحلال الی الله الطلاق۔ (ابوداؤد)	جائز باتوں میں جو چیز اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے وہ طلاق ہے۔

۶۸ ۔ طلاق ایک ہی سبب سے ہو سکتی ہے:

(ابوموسیٰؓ) رفعه: لا تطلق النساء الّا من ریبة ان الله تعالیٰ لایحب الذوّاقین ولا الذوّاقات (بزار، کبیر، اوسط)	جب تک عورت متہم نہ ہو اُسے طلاق نہیں دینی چاہیے۔ گھاٹ گھاٹ کا مزہ چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔

۶۹ ۔ بلا وجہ عورت کا خود مطالبۂ طلاق کرنا:

(ثوبانؓ) رفعه: ایما امرأة سألت زوجها الطلاق من غیر بأس فحرام علیها رائحة الجنة۔ (ابوداؤد، ترمذی)	جو عورت بھی بلا کسی سخت ناگواری کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، اُس پر جنّت کی خوشبو حرام ہے۔

۷۰ ۔ تین باتوں میں سنجیدگی و مزاح کا اثر یکساں ہے:

(ابوھریرۃؓ) رفعه: ثلاثة جدّھن جدٌّ و ھزلھن جدٌّ النکاح والطلاق والرجعة۔ (ترمذی، ابوداؤد)	تین چیزیں ایسی ہیں کہ خواہ وہ سنجیدگی سے ہوں یا مزاح سے، مگر نافذ ہو جاتی ہیں۔ نکاح، طلاق اور رجعت۔

۷۱ ۔ صرف ناپسندیدگی کی وجہ سے عورت مطالبۂ خلع کر سکتی ہے:

(ابن عباسؓ) ان امرأة ثابت بن قیس	ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نے

بن شماس اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لہ ما اَعِتب علی ثابت فی خُلق ولا دین ولکن اکرہ الکفر فی الاسلام فقال اترّدین علیہ حدیقتہ ؟ قالت نعم فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل الحدیقۃ وطلّقھا تطلیقۃً۔
(بخاری، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ : مجھے ثابت (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے خُلق اور دین کے متعلق کوئی شکایت نہیں لیکن اسلام میں کُفر (یعنی منافقانہ محبّت) مجھے پسند نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ: کیا تم اس کا باغ (جو مہر میں ملا ہے) اُسے واپس کر دو گی ؟ عرض کیا : ہاں ! فرمایا: اے ثابت اپنا باغ لے لو، اور اُسے طلاق دے دو۔

۷۲ - الولد للفراش :

(عمرو بن شعیب) عن ابیہ عن جدہ : قال رجل یا رسول اللہ ان فلانا ابنی عاھرت بامہ فی الجاھلیۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا دعوۃ فی الاسلام ذھب امر الجاھلیۃ الولد للفراش وللعاھر الحجر۔
(ابو داؤد)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ : یارسول اللہ ! فلاں آدمی میرا فرزند ہے کیونکہ میں دورِ جاہلیت میں اس کی ماں سے ملوّث ہوا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : اسلام کے بعد ایسا کوئی دعویٰ مقبول نہیں، جاہلیت کی بات ختم ہو چکی۔ بچہ اُسی شخص کا ہو گا جس کے بستر پر پیدا ہُوا، ناجائز تعلق پیدا کرنے والے کے لیے وہ پتھر سے زیادہ نہیں۔

۷۳ - خلع کی عدّت میں صرف ایک حیض کی مثال :

(ابن عباسؓ) ان امرأۃ ثابت بن قیس بن شماس اختلعت من زوجھا علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تعتد بحیضۃ۔
(ابو داؤد، ترمذی بلفظہ)

عہدِ رسالت میں ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نے اُن سے خلع کرایا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو صرف ایک حیض کی عدّت گزارنے کا حکم فرمایا۔

۷۴۔ مطلّقہ کے فرزند کے متعلق حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فیصلہ:

(عمروؓ بن شعیب) عن ابیہ عن جدّہ: ان امرأۃ اتت النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم فقالت ان ابنی ھذا کان بطنی لہ وعاء وثدیی لہ سقاء وحجری لہ حواء و ان اباہ طلقنی واراد ان ینزعہ منی فقال صلّی اللہ علیہ وسلّم انت احق بہ مالم تنکحی۔ (ابوداؤد)

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ: یارسول اللہ! یہ بچّہ ہے جس کے لیے میرا شکم اس کا ظرف، میرا سینہ اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا مسکن رہا۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اب اس بچّے کو مجھ سے چھینا چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تک عقدِ ثانی نہ ہو اس بچّے کی حق دار تو ہی ہے۔

طلاق

۷۵۔ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ شَیْئًا اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ وَفِیْ اُخْرٰی اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ۔ (ابو داؤد)

حلال چیزوں میں سے کوئی چیز خدا کے نزدیک ایسی بُری نہیں جیسی طلاق۔[1]

---

[1] طلاق کا دینا بعض حالتوں میں جائز رکھا گیا ہے اور اس کا فیصلہ کسی جج کی رائے پر نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ خود مرد کو اس کا پورا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر اُسے اپنے اس اختیار کے برتنے میں بہت محتاط ہونے کی فہمائش کی گئی ہے اور اس حالت میں جب کہ سارے حیلے جن کی تفصیل طوالت کا موجب ہوگی۔ باہمی صفائی رکھنے کے لیے ناکامیاب ہوجائیں۔ طلاق دینے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ بھی قریباً پچیس پچیس دن کا فاصلہ کر کے تین دفعہ تاکہ پہلی بلکہ دوسری طلاق کے بعد بھی اگر صلح ہوجائے تو وہ زائل ہوجائے۔ ہاں اگر غم و غصّہ اس غایت کو پہنچ گئے ہیں کہ پچاس دن کی لمبی میعاد میں بھی فرو نہیں ہوئے۔ تو تیسری طلاق دے کر آپ بھی سبک سار ہوجائے اور عورت کی بھی بند خلاص کر دے۔

یہ بھی حکم ہے کہ جب عورت مرد سے علیحدہ رہتی ہو تو طلاق نہ دی جائے۔ غرض اس سے یہ ہے کہ دُور سے کوئی بات سُن کر اگر مرد غضب میں آکر طلاق دینے پر آمادہ ہوجائے تو ایسا نہ کرے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ملاقات ہونے سے غصّہ دُور ہوجائے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ان احکام کو بالائے طاق رکھ چھوڑا ہے اور طلاق دینا ایک معمولی بات سمجھ رکھا ہے۔ اکثر لوگ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۷۶۔ اِمْرَأَةٌ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔ (ابوداؤد والترمذی)

جو عورت بے وجہ اپنے خاوند سے طلاق مانگے اُسے جنت کی ہوا (تک) نہیں لگے گی۔

۷۷۔ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ اَنْ تَسْأَلَ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَتَنْكِحَ فَاِنَّ مَالَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔ (السنۃ)

کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بہن کی طلاق کی خواستگار ہو۔ تاکہ اس کے خاوند سے خود نکاح کرکے جو اس کے کاسے میں ہے انڈیل لے۔ کیوں کہ اُسے تو وہی ملے گا جو اس کے مقدر میں ہے۔

خرید و فروخت و کسبِ معاش

۷۸۔ علم کے باوجود مالِ مسروقہ کھانا چوری کرنے کے برابر ہے:

(بنت سعدؓ) قالت افتنا یارسول اللہ عن السرقة قال من أكلها وهو يعلم انها سرقة فقد اشرك فی اثم سرقتها۔ (کبیر)

بنت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! مالِ مسروقہ کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: جو شخص چوری کا مال کھائے اور اُسے یہ علم ہو کہ یہ مالِ مسروقہ ہے۔ وہ اس چوری میں شریک ہے۔

۷۹۔ غذائے حرام سے پرورش پائے ہوئے جسم کا انجام:

(ابوبکرؓ) رفعه: لا يدخل الجنة جسد ——— جس جسم کی پرورش حرام غذا سے ہو وہ جنت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دیتے ہیں، اور بعض لوگ دُور دراز فاصلوں سے طلاق نامہ لکھ کر عورت کے پاس بھیج دیتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ خدا کے نزدیک طلاق بہت بُری ہے، سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حلال یعنی جائز ہے تو پھر بری کیوں۔ انسان کا ہاتھ یا پاؤں اگر کسی بیماری یا ضرب سے ایسا ناقص اور ردّی ہو جائے کہ اس کا جسم کے ساتھ رہنا خطرناک ہو۔ مگر کاٹ دینا صحت بخش ہو تو اُسے کاٹ دیا جاتا ہے۔ گو ایک عضو کا کٹ جانا بہت بُری بات ہے۔ اسی طرح طلاق اگرچہ بہت بُری چیز ہے۔ مگر جہاں اس کی ضرورت ہو دی جاتی ہے۔ جب کہ بیوی بجائے مونس غمگسار کے جان کا آزار ہو جاتی ہے اور گھر بجائے آرام گاہ کے دوزخ بن جاتا ہے۔

غذی بحرام (موصلی، بزار، اوسط)

وله عن حذيفةؓ رفعه: لا يدخل الجنّة لحم نبت من سحت النار اولىٰ به۔

میں نہیں جائے گا۔

جس گوشت پوست کا نمو حرام خوری سے ہو، وہ جنت نہیں جائے گا۔ اُس کی زیادہ حق دار آتشِ جہنم ہے۔

۸۰۔ مشتبہات سے بچنا ہی تقاضائے احتیاط ہے، دل کا مقام:

(النعمانؓ بن بشیرؓ) رفعه: ان الحلال بيّن وان الحرام بيّن وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من النّاس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمىٰ يوشك ان يرتع فيه ألاَ ولكل مَلِك حمىً ألاَ وان حمى الله محارمه ألاَ وان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله ألاَ وهي القلب۔ (للستة)

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کا علم بیشتر لوگوں کو نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو ایسی مشتبہ چیزوں سے بچے وہ اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیتا ہے اور جو ان میں پڑتا ہے، وہ آخر کار حرام میں بھی جا پڑتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چرواہا ممنوعہ چراگاہ کے قریب اپنے گلّے کو چرا رہا ہو تو اس کا اس چراگاہ میں بھی جا پڑنا بعید نہیں۔ ہر فرمانروا کی ایک ممنوعہ اور مخصوص چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کے محارم ہیں۔ اور سُن رکھو کہ جسم کے اندر ایک ایسا لوتھڑا ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو تو سارا جسم ہی خراب ہو جاتا ہے۔ سنو! وہ لوتھڑا "دل" ہے۔

۸۱۔ نیکی وبدی کا فتویٰ اپنے دل سے لو:

(وابصةؓ) انه اتى النبي صلى الله عليه وسلم واضمر في نفسه انّه يسأله عن البّر والاثم فلما دنا منه قال له النبيّ صلّى الله عليه وسلّم أخبرك ام تخبرني؟ فقال لا بل اخبرني فقال جئت تسألني عن البر

وابصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے دل میں کچھ سوالات لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ جب وہ قریب آئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ: میں بتاؤں یا تم بتاؤ گے؟ عرض کیا: حضورؐ ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا: کہ تم بِر (نیکی) اور اثم (گناہ) کے بارے میں دریافت کرنے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا:

والاثم قلت نعم فجمع اناملہ الثلاثۃ فجعل ینکت بھن فی صدری ویقول یا وابصۃ استفت نفسک واستفت نفسک ثلاثا البر ما اطمأنت الیہ النفس والاثم ماحاک فی نفسک وتردد فی صدرک وان افتاک الناس وافتوک۔ (احمد، موصلی، بلبن)

جی ہاں!

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین انگلیاں کو پیوستہ کرکے میرے سینے کو ٹھوکر دی۔ اور تین بار فرمایا کہ : اپنے دل سے فتویٰ پوچھ۔ نیکی وہ چیز ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ شے ہے جو تیرے دل میں جم جائے اور بار بار کھٹک پیدا کرتی رہے۔ لوگ کچھ بھی فیصلہ دیں، اس سے بحث نہیں۔

۸۲۔ جسے اللہ نے واضح کیا اور جس سے سکوت اختیار فرمایا :

(سلمانؓ وابن عباسؓ) رفعاہ: الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت فھو ما عفی عنہ فلا تتکلفوہ۔ (رزین)

حلال وہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس چیز سے سکوت اختیار کیا ہے وہ معاف ہے اس کے متعلق تکلف سے کام نہ لو۔

۸۳۔ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی :

(المقدامؓ) رفعہ : ما أکل احد طعاما قط خیرا من أن یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ داؤد کان یأکل من عمل یدیہ۔ (بخاری)

اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر کوئی روزی نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

۸۴۔ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : ایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا و ان اللہ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ

اے لوگو! اللہ پاک اور ستھرا ہے اور صاف ستھری چیزوں کو قبول فرماتا ہے۔ اللہ نے مومن کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم پیغمبروں کو دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے (ترجمہ) کہ اے رسولو! پاک اور ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو،

الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ وَقَالَ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يديه الى السماء يارب يارب ومطعمه حرام و مشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام انى يستجاب لذلك۔ (مسلم، ترمذی)

جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے واقف ہوں، نیز فرماتا ہے۔ (ترجمہ) کہ مسلمانو! ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پاک ستھری چیزیں کھاؤ۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک شخص بڑا لمبا سفر طے کر کے غبار میں اٹا ہوا آتا ہے اور آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اُٹھا کر رَبِّی رَبِّی کہتا ہوا دُعا کرتا ہے مگر اس کا کھانا پینا اور پوشش اور نشوونما سب حرام کمائی سے ہو تو اس کی دُعا کہاں سے قبول ہوگی۔

۸۵۔ اولاد بھی والدین کی کمائی ہے:

(عائشہؓ) رفعته: ان اطيب ما اكلتم من كسبكم وان اولادكم من كسبكم۔ (اصحاب سنن)

پاک ترین روزی وہ ہے جو تمہارے اپنے کسب سے حاصل ہو، اور تمہاری اولاد کا شمار بھی تمہارے کسب (کمائی) ہی میں ہے۔

۸۶۔ حکومتِ اسلامیہ کے عمّال کے لیے معیارِ زندگی۔

(المستورد بن شدّاد) رفعه: من كان لنا عاملا فليكتسب زوجة وان لم يكن له خادم فليكتسب خادما وان لم يكن له مسكن فليكتسب مسكنا ومن اتخذ غير ذلك فهو غالّ او سارق (ابی داؤد)

جو شخص ہمارے عمل میں ہو وہ شادی کر لے اور اگر اس کے پاس کوئی خادم نہ ہو تو خادم رکھ لے اور اگر اس کے پاس کوئی گھر نہ ہو تو گھر بنا لے جو اس سے زیادہ کچھ بنائے گا وہ یا تو مسرف ہوگا یا چور۔

۸۷۔ خلیفہ کا حق بیت المال میں:

(عائشہؓ): لما استخلف ابوبكر قال لقد علم قومی ان حرفتی لم تكن تعجز عن مؤنة اهلی وشغلت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد فرمایا کہ: میری قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے بال بچوں کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر نہ تھا۔ اب میں

مبا مر المسلمين فسيأكل آل ابی بكر من هذا المال و يحترف للمسلمين۔
(بخاری)

مسلمانوں کی امارت کے فرائض انجام دینے میں ہمہ تن مشغول ہوں۔ لہٰذا اب ابوبکرؓ کے بال بچے بیت المال سے کھائیں گے اور ابوبکرؓ مسلمانوں کا کام کرتا رہے گا۔

۸۸۔ جاگیروں سے زکوٰۃ :

(كثير بن عبد الله بن عوف المازنی) انه صلی الله عليه وسلم اقطع بلال بن الحارث معادن القبلية وهی من ناحية الفرع وتلك المعادن لا يؤخذ منها الا الزكوٰة حتى اليوم (ابو داؤد، مالک)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارثؓ مازنی کو قبلیہ کی کانیں عطا فرمائی تھیں، جو فرع کے کنارے واقع ہیں۔ ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ ہی لی جاتی ہے۔

۸۹۔ پانی اور درخت مفادِ عامہ کے لیے ہیں :

(قيلة بنت مخرمة)...... المسلم اخو المسلم يسعهوا الماء والشجر ويتعاونان على الفتان (ابی داؤد وقال الفتان الشيطان)

...... مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ پانی اور درخت سبھوں کے لیے ہے۔ ان دونوں کو چاہیے کہ فتان یعنی شیطان کے خلاف لڑنے میں باہمی تعاون رکھیں۔

۹۰۔ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی :

(رافع بن خديج) قيل يا رسول الله اى الكسب اطيب ؟ قال عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور۔
(احمد، بزار، کبیر اوسط)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ پاک و حلال کمائی کون سی ہے۔؟ فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھوں سے کام کرنا اور ہر وہ تجارت جس میں بِرّ (تقویٰ) ہو یعنی جائز ہو۔

۹۱۔ اُجرت فوراً ادا کرنے کا حکم :

(عن ابن عمر) اعطوا الاجير اجرة قبل ان يجف عرقه۔
(ابن ماجه)

مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

۹۲ - دستکاری کی فضیلت :

(ابن عمرؓ) رفعه : ان الله يحب المؤمن المحترف۔ (کبیر، اوسط، بضعف)

اللہ تعالٰی حرفہ پیشہ مومن کو دوست رکھتا ہے۔

۹۳ - ایضاً :

(ابن عباسؓ) رفعه : من امسى كالّا من عمل يده امسى مغفورًا له۔ (اوسط بخفی)

جو شخص دن بھر اپنی قوتِ بازو سے کام کرکے تھکاماندہ شام گزارے تو اس کی وہ رات مغفرت میں گزرتی ہے۔

۹۴ - سیدنا زکریاؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے :

(ابو ھریرۃؓ) رفعه : كان زكريا نجّارًا۔ (مسلم)

حضرت زکریا (علیہ السلام) نجار (بڑھئی) تھے۔

۹۵ - سونا چاندی اصل دولت نہیں :

(ابو ھریرۃؓ) الدنانير والدراهم خواتم الله فى ارضه من جاء بخاتم مولاه قضيت حاجته (اوسط بضعف)

اشرفی یا روپیہ اس زمین پر اللہ تعالٰی کی مہریں ہیں۔ جو اپنے اللہ کی مہر دکھاتا ہے اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔

۹۶ - باغبانی باعثِ برکت ہے :

(الحسنؓ بن علیؓ) رفعه : النخل والشجر بركة على اهله وعلى عقبهم بعدهم اذا كانوا لله شاكرين۔ (کبیر بضعف)

کھجور اور دوسرے درخت لگانے والے کے موجودہ اہل و عیال کے لیے بھی برکت ہے اور بعد والوں کے لیے بھی بشرطیکہ شکرِ الٰہی کرتے رہیں۔

۹۷ - بلڈنگیں بنانا کوئی نیکی نہیں :

(انسؓ) رفعه : النفقة كلها فى

تمام طرح کے خرچ خدا کی راہ میں ہو سکتے ہیں، بجز

سبیل الله الا البناء فلا خیر فیه ۔
(ترمذی)

(زائد از ضرورت) عمارت کے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ۔

۹۸ ۔ ضرورت سے زائد مکان بنانا جائز نہیں :

(ابن مسعودؓ) رفعه : من بنی فوق ما یکفیه کلف ان یحمله یوم القیمة علیٰ عنقه ۔ (کبیر)

جو شخص ضرورت سے زائد مکان بنائے اُسے قیامت کے دن مجبور کیا جائے گا کہ اسے اپنی گردن پر اُٹھائے لے ہے ۔

۹۹ ۔ امانت دار تاجر کی فضیلت :

(ابو سعیدؓ) التاجر الامین الصدوق مع النبیین والصدیقین والشهداء
(ترمذی)

امانت دار اور راست باز تاجر کو انبیاء علیہم السلام صدیقین اور شہداء کی معیت کا شرف حاصل ہو گا ۔

۱۰۰ ۔ تاجر اگر نیکو کار نہ ہو؟ :

(رفاعة بن رافعؓ) رفعه : ان التجار یبعثون یوم القیمة فجاراً الا من اتقی الله وبرّ وصدق ۔ (ترمذی)

تاجر بروزِ حشر عموماً فاجروں کی صف میں اُٹھیں گے بجز ان تاجروں کے جو تقویٰ اللہ رکھتے ہوں اور نیکوکار اور راست باز ہوں ۔

۱۰۱ ۔ تاجرانہ مبالغوں کی تلافی :

(قیس بن ابی غرزة) ...... ان البیع یحضره اللغو والحلف وفی روایة : الحلف والکذب فشوبوه بالصدقة ۔
(اصحاب سنن)

...... تجارت میں عموماً فضول باتیں ہو جاتی ہیں اور جھوٹی قسمیں بھی ، لہٰذا اس حلف اور کذب کو صدقے سے پاک کر دیا کرو ۔

۱۰۲ ۔ تجارت میں جھوٹی قسم :

(ابو ہریرہؓ) رفعه : الحلف منفقه

جھوٹی قسم سے سودے کی نکاسی تو

للسلعة ممحقة للكسب (شيخين، ابو داؤد) بلفظ: ممحقة للبركة۔

ہو جاتی ہے۔ لیکن کسب حلال کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔

۱۰۳۔ فراخ دل خریدار و فروشندہ :

(جابرؓ) رفعه: رحم الله رجلاً سمحا اذا باع واذا اشترى واذا اقتضى۔ (بخاری، ترمذی)

اس آدمی پر اللہ تعالےٰ رحمت نازل کرے جو خرید و فروخت اور تقاضے کے وقت شرافت سے کام لیتا ہے۔

۱۰۴۔ ناپ تول میں بے احتیاطی کا نتیجہ :

(ابن عباسؓ) ان النبی صلی الله علیه وسلّم قال لاهل الكيل و الميزان انكم قد وليتم امرين هلكت فيهما الامم السالفة قبلكم (ترمذی)

ناپ تول والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں اور انہی دونوں باتوں (میں غلط روی) کی وجہ سے بعض گزشتہ اُمتیں ہلاک بھی ہوئی ہیں۔

۱۰۵۔ تاجر کے لیے اسلامی اصولِ تجارت کا علم ضروری ہے :

(عمرؓ) لا يبيع فی سوقنا الا من قد تفقّه فی الدين۔ (ترمذی)

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ: ہمارے بازار میں وہی تجارت کرے جو تفقہ فی الدین بھی رکھتا ہو۔

وراثت

۱۰۶۔ اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ۔ (الترمذی)

قاتل (اپنے مقتول کا) وارث نہیں ہو سکتا۔

۱۰۷۔ اَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ اَوْ اَمَةٍ فَالْوَلَدُ الزِّنَا لَا يَرِثُ مِنْ اَبِيْهِ وَلَا يَرِثُهُ۔ (الترمذی)

اگر کوئی شخص کسی آزاد عورت یا لونڈی سے زنا کرے (اور اس فعل سے بچہ پیدا ہو) تو ولد الزنا اپنے باپ کا وارث نہیں ہوگا اور نہ اس کا باپ اس کا وارث ہوگا۔

۱۰۸۔ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَهٗ

میں ایمان دار شخص سے اس کی جان کے نزدیک تر ہوں (یعنی اُس کا بہت خیر خواہ ہوں)، پس اگر کوئی مر جائے اور

يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيْنَا قَضَاءُهُ؛ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ۔ (الخمسة الا النسائی)

اُس کے ذمے قرض ہو اور اُس کی وراثت سے ادا نہ ہو سکے تو اُس کا ادا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور اگر وہ کچھ مال چھوڑ مرے تو وہ اُس کے وارثوں کا ہے (کتاب تفسیر کی شیخین کی ایک حدیث میں جان سے نزدیک تر کی بجائے اور لوگوں کی نسبت زیادہ حق دار اور وارث لکھا ہے اور اتنا اور زیادہ لکھا ہے کہ اگر متوفی کا کوئی عیال رہ جائے تو وہ بھی میرے پاس امداد حاصل کرنے کے لیے آئے کہ میں اُن کا ولی ہوں۔)

جائز و ناجائز بیع

۱۰۹ - حرام اشیاء کی تجارت :

(ابن عباسؓ) ...... وان الله اذا حرم على قوم اكل شئ حرم عليهم ثمنه - (مالك، مسلم، نسائی، ابو داؤد)

...... جس چیز کا کھانا اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہے اس کی قیمت لینا بھی حرام ہے۔

۱۱۰ - پھل تیار ہونے سے پہلے بیع کا معاملہ :

ابن عمرؓ) ...... ان النبیؐ صلی الله عليه وسلم نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها ونهى البائع والمبتاع۔ (الستة)

...... خریدار اور فروشندہ دونوں کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے جو ابھی تیاری کے قریب نہ ہوں۔

۱۱۱ - ایضاً :

(انسؓ) ان النبی صلی الله عليه وسلم نهى عن بيع الثمر حتى تزهو فقلنا لانسؓ ما زهوها؟ قال

انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "زھو" سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تنجو وتصفر قال ارأیت ان منع اللّٰه الثمرة مبو تستحل مال اخیک۔ (شیخین، موطأ، نسائی)

سے دریافت کیا کہ "زہو ثمرہ" کا کیا مطلب ہے؟ کہا کہ: سُرخ ہو کر زرد ہو جائے۔ (یعنی پکنے لگے)......

۱۱۲۔ اس سے کیوں روکا گیا؟:

زید بن ثابتؓ کان الناس فی عھد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتبایعون الثمار فاذا جدّ الناس وحضر تقاضیھم قال المبتاع انه اصاب الثمر الدمان اصابة مراض اصابه قشام عاھات یحتجون بھا فقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما کثرت عندہ الخصومة فی ذلک اما لا فلا تبایعوا حتی یبدو صلاح الثمر کالمشورة یشیر بھا لکثرة خصومتھم۔ (بخاری، ابوداؤد)

عہد نبوی میں ہم لوگ درختوں کے پھل کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے جب پھل توڑ لیے جاتے اور تقاضے کا وقت آتا تو لینے والا کہہ دیتا کہ: درخت میں فلاں خرابی پیدا ہو گئی ہے یا اسے فلاں بیماری ہو گئی تھی۔ یا پکنے سے پہلے اس میں فلاں نقص ہو گیا تھا۔ اس طرح کے جھگڑے ہوا کرتے تھے جب اس قسم کے جھگڑے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے تو بطور مشورے کے فرمایا کہ،

جب تک پھل صحیح انداز سے پر نہ آئے۔ اُس وقت تک بیع کی بات ہی نہ کرو اس سے مقصد تھا، جھگڑوں کی کثرت کی طرف اشارہ فرمانا۔

۱۱۳۔ بعد کے جھگڑوں سے بچنے کے لیے:

ابن عباسؓ نھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان تباع ثمرة حتی تطعم ولا صوف علی ظھر ولا لبن فی ضرع۔ (اوسط)

پھل اگر کچھ نہ لیا جائے اور ریشم اگر جانور کے جسم پر ہو اور دودھ اگر تھن کے اندر ہو تو ان چیزوں کی خرید و فروخت سے روکا ہے۔

۱۱۴۔ چند اقسام بیع کی ممانعت:

جابرؓ نھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن المخابرة والمحاقلة و

آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے مخابرے، محاقلے اور مزابنے سے اور نیز پھل کی تیاری پر

عن المزابنة وعن بيع الثمر حتى يبدو صلاحه و ان لا تباع الا بالدينار والدرهم الا العرايا اما المخابرة فالارض البيضاء يدفعها الرجل الى الرجل فينفق فيها ثم يأخذ من الثمر والمزابنة بيع الرطب فى النخل بالتمر كيلا والمحاقلة فى الزرع على نحو ذلك بيع الزرع القائم بالحب كيلا۔
(للستة الا مالكا)

آنے سے قبل بیع کرنے سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ: یہ تجارت صرف درہم و دینار (یعنی سکّوں) کے ذریعے ہو۔ ہاں صرف عرایا میں غیر سکّہ سے بھی بیع ہو سکتی ہے، مخابرت کا مطلب یہ ہے کہ ایک سفید زمین کوئی شخص کسی کو اس شرط پہ دے کہ تمہارے اخراجات تمہارے اور پھل یا غلّے میں میرا اتنا حصہ ہوگا، مزابنت یہ ہے کہ کھجوریں درخت میں ہیں ان کے عوض پیمانے سے ناپ کر اتنے چھوہارے دیئے جائیں گے۔ محاقلت بھی اسی طرح کی بیع ہے جو کھیتی میں ہوتی ہے یعنی اس کھیت کے عوض ناپ کر اتنا غلّہ دیا جائے گا۔

۱۱۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نیا حکم:

(جابرؓ) بعنا امهات الاولاد على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وابى بكر فلما كان عمر نهانا فانتهينا (رزین)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں امّ ولد باندیوں کا لین دین کر لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اس سے روک دیا اور ہم رک گئے۔

۱۱۶۔ پانی کی بیع کی ممانعت:

(ایاس بن عبد اللهؓ) نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن بيع الماء (اصحاب سنن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔

۱۱۷۔ پانی، نمک اور ایندھن کو روک رکھنا:

(بهيسة)...... ثم قال يا رسول الله حدثنى ما الشئ الذى لا يحل منعه؟ قال الملح قال ثم ماذا؟ قال النار قال

...... بہیسہ کے والد نے حضور صلی اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ: یا رسول اللہ! وہ چیز بتائیے جس سے کسی کو روکنا جائز نہیں۔ فرمایا: پانی۔ پوچھا: اور کچھ؟ فرمایا:

يا نبي الله ما الشئ الذى لا يحل منعه؟ قال ان تفعل الخير خير لك ۔ (ابوداؤد)

نمک۔ پوچھا: کچھ اور؟ فرمایا: آگ۔ پوچھا: اور کچھ؟ فرمایا: جتنی خیر کرسکو، وہ تمھارے لیے بہتر ہی ہے۔

۱۱۸۔ اٹکل تجارت :

(ابن المسيب) : ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن المضامين والملاقيح وحبل الحبلة فالمضامين ما فى بطون اناث الابل والملاقيح ما فى ظهور الجمال وحبل الحبلة هو بيع الجزور الى ان تنتج الناقة ثم ينتج الذى فى بطنها۔ (مالک)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مضامین، ملاقیح اور حبل الحبلہ کی تجارت سے منع فرمایا ہے، مضامین وہ ہوتے ہیں جو اُونٹنی کے شکم میں ہوں اور ملاقیح وہ جو اُونٹ کے صلب ہی میں ہوں اور حبل الحبلہ سے بچہ شتر کی بیع مُراد ہے۔ اس طرح کہ اس حاملہ اُونٹنی یا بکری وغیرہ کے پیٹ میں جو بچہ ہو، اُس کے بعد جو دوسرا بچہ ہوگا وہ میں اِتنے میں خریدتا ہوں (یہ بیع غرر ہے) اِس لیے ناجائز ہے۔

۱۱۹۔ سکّوں کی بلا ضرورت تبدیلی (DEVALUATION)

(علقمة بن عبد اللهؓ) قال نهى النبى صلى الله عليه وسلم ان تكسر سكة المسلمين الجائزة بينهم الامن بأس۔ (لابى داؤد)

مسلمانوں میں جو سکہ رائج ہو، اُسے توڑنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے، بجز اس کے کہ اس میں کوئی خاص دشواری ہو۔

۱۲۰۔ چند ناجائز اقسام بیع :

(ابن عمرو بن العاصؓ) رفعه: لا يحل سلف وبيع ولا شرطان فى بيع ولا ربح ما لم يضمن ولا بيع ما ليس عندك۔ (اصحاب سنن)

سلف مع بیع جائز نہیں اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں جائز ہیں۔ ایسی چیز کا منافع بھی جائز نہیں جس کے متعلق کوئی ضمانت نہ ہو۔ نیز ایسی چیز کی بیع بھی درست نہیں جو بائع کے قبضے میں نہ ہو۔

۱۲۱۔ مال کا نقص ضرور بیان کر دیا جائے :

(عقبة بن عامر) رفعه : المسلم

مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کسی مسلمان

اخو المسلم لا یحل لمسلم باع من اخیه بیعا فیه عیب الا بینه له۔ (قزوینی)

کے لیے اپنے بھائی کو کوئی عیب دار سودا جائز نہیں جب تک وہ اُسے اچھی طرح بتا نہ دے۔

۱۲۲- دھوکے کے لیے اچھے بُرے مال کا اختلاط:

(ابو ھریرۃؓ) ان النبی صلی اللہ علیه وسلّم مرّ فی السوق علی صُبرۃ طعام فادخل یده فیھا فنالت اصابعه بللا فقال ما ھذا؟ یا صاحب الطعام؟ قال یا رسول اللہ اصابته السّماء قال افلا جعلته فوق الطعام حتی یراہ الناس؟ من غشّنا فلیس منا۔ (مسلم، والترمذی وابی داوٗد وزاد فی الکبیر والصغیر۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں ایک غلّے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو اندر کی تہوں میں اُنگلیوں کو نمی محسوس ہوئی۔ پوچھا یہ کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ بارش کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے۔ فرمایا کہ: نمی والے حصّے کو اُوپر کیوں نہیں کر دیتے کہ لوگ دیکھ لیں؟ جو شخص دھوکا دیتا ہے، وہ میری جماعت سے خارج ہے۔

۱۲۳- بعض ناجائز اقسامِ بیع (ڈاک بڑھانا)

(ابن عمرؓ) نھی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم عن النجش۔ للشیخین والنسائی ومالک وقال: والنجش ان تعطیه بسلعته اکثر من ثمنھا ولیس فی نفسک شراؤھا فیقتدی بک غیرک۔

نجش یعنی خریدار کو دھوکا دینے کے لیے بولی بڑھوانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا ہے۔

۱۲۴- دھوکے کے لیے ڈاک کی بولی زیادہ دینا:

(ابن ابی اوفیٰ) الناجش اٰکل الربوا خائن وھو خداع باطل

ناجش (خریدار کو فریب دینے کے لیے اپنے ایجنٹوں سے بولی زیادہ دلوانے والا) سود خور اور خائن کے شمار

لایحل - للبخاری تعلیقا)

میں سے یہ ایک ناجائز دھوکہ ہے۔

۱۲۵ - بعض دیگر اقسام:

(ابو ہریرہؓ) لا تلقوا الرکبان للبیع ولا یبیع بعضکم علی بیع بعض ولا تناجشوا ولا یبیع حاضر لباد ولا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخیر النظرین بعد ان یحلبها فان رضیها امسکها وان سخطها ردها وصاعا من التمر۔ (للستة)

(منڈی میں آنے سے پہلے ہی بالا بالا) مال لانے والوں سے سودا مت کرلو، ایک کی بیع مکمل ہونے کے بعد دوسرا اس پر (بولی دے کر) سودا نہ کرے اور نناجش (دوسروں کو فریب دینے کے لیے اپنے گرگوں سے ڈاک بڑھوانا) نہ کرو اور کوئی حاضر کسی غیر موجود کے لیے سودا نہ کرے، اور اونٹ یا بھیڑ بکری کا تصریہ (کئی دن تک دودھ نہ دوہنا تاکہ دودھ زیادہ معلوم ہو۔) نہ کرے۔ اگر کوئی ایسا جانور خرید لے تو دوہنے کے بعد اسے اختیار فسخ بیع رہے گا مرضی ہو تو رکھے ورنہ ایک صاع کھجور کے ساتھ واپس کر دے

۱۲۶ - خرید و فروخت میں قیمتیں لگانے میں اعتدال:

(قیلہ رضی اللہ عنہا ام بنی انمار) قلت یارسول اللہ انی امرأة ابیع واشتری فاذا اردت ان ابتاع الشئی سمت به اقل مما ارید ثم زدت ثم زدت حتی ابلغ الذی ارید واذا اردت ان ابیع الشئی سمت به اکثر من الذی ارید ثم وضعت حتی ابلغ الذی ارید فقال صلی اللہ علیه وسلم لا تفعلی یا قیلة اذا اردت ان تبتاعی شیئا فاستامی به الذی ترید ین اعطیت او منعت واذا اردت ان

قیلہ نے کہا کہ: یا رسول اللہ! خرید و فروخت اس طرح کرتی ہوں کہ خریدتے وقت اپنے اصلی ارادے سے بہت کم قیمت لگاتی ہوں اور آہستہ آہستہ اپنے اندازے پر آکر ختم کرتی ہوں اور فروخت کے وقت اپنے اصلی ارادے سے بہت زیادہ قیمت بتاتی ہوں اور گھٹے۔ گھٹتے اپنی اصلی قیمت پر آکر رکتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قیلہ ایسا نہ کیا کر، بلکہ خرید اور فروخت دونوں صورتوں میں ایک جچی تلی قیمت لگا جو واقعی دل میں ہو، خواہ وہ سودا یا قیمت تجھے ملے یا نہ ملے۔

تبیع شیئاً فاستامی بہ الذی
شریدنی اعطیت اومنعت (قزوینی)

کمائی!

۱۲۷۔ إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيهِ وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (الخمسة)

حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی خود بخود) دکھائی دیتا ہے۔ اور ان کے بیچ بیچ ملتی جلتی مشتبہ چیزیں ہیں جن سے کر اکثر لوگ واقف نہیں ہوتے (کہ یہ حلال ہے یا حرام) جس نے مشتبہ چیز سے پرہیز کیا۔ اُس نے اپنے دین اور آبرو کو تہمت سے بچا لیا اور جس نے مشتبہ چیز میں ہاتھ ڈال دیا، اُس نے حرام میں ہاتھ ڈال دیا۔ اس چرواہے کی طرح جو شاہی چراگاہ کے اِردگرد اپنا گلہ چراتا ہے اور قریب ہے کہ اس کا گلہ چراگاہ میں بھی جا پڑے اور ہر ایک بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں اور سمجھ رکھو کہ (تمہارے) جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور معلوم رہے کہ وہ دل ہے۔

۱۲۸۔ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ۔ (بخاری)

اپنے ہاتھ کی کمائی ہوئی روزی سے کوئی روزی بہتر نہیں ہے۔ داؤد نبی علیہ السلام اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کماتے تھے۔

۱۲۹۔ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ السَّبَاقِ وَالْقِمَارِ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فخر کرنے والوں کو کھانا کھانے سے منع فرمایا (۱) اس کا جو کھانے کھلانے میں (۲) اور اس کا جو جوا بازی میں اوروں سے سبقت لیجانا چاہے۔

ربٰوا (سُود اور اُس کی قسمیں)

۱۳۰۔ آیت الربٰوا :

(عن عمر بن الخطابؓ) قال من آخر ما نزل آیۃ الربٰوا وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض قبل ان یفسرھا لنا فدعوا الربوا والریبۃ۔ رواہ احمد فی مسندہ۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آیاتِ احکام میں سب سے آخر آیت الربٰوا نازل ہوئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی جزئیات کی تفصیل فرمانے سے قبل انتقال فرما گئے۔ پس تم سُود اور مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دو۔

۱۳۱۔ بچہ شکم، شیرپستان، غلام آبق، حصہ غنیمت کی بیع :

(ابو سعیدؓ) ...... نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن شراء مافی بطون الانعام حتی تضع ومافی ضروعھا الا بکیل وعن شراء العبد وھو ابق وعن شراء المغانم حتی تقسم وعن شراء الصدقات حتی تقبض وعن ضربۃ الغائص۔ (للقزوینی مجھول)

...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل چیزوں کی بیع سے روکا ہے
(۱) چوپائے کا بچہ شکم جب تک پیدا نہ ہو چکے (۲) تھن کے اندر کا دُودھ دوہنے کے بعد جب تک ناپ تول نہ ہو جائے (۳) بھاگا ہوا غلام یا قیدی (۴) حصۂ غنیمت جب تک تقسیم نہ ہو جائے۔ (۵) حصۂ زکٰوۃ جب تک مستحق کا اس پر قبضہ نہ ہو جائے (۶) غوطہ زنی کا معاملہ۔

۱۳۲۔ منڈی میں مال پہنچنے سے پہلے سودا کر لینا :

(ابن عمرؓ) نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن تلقی البیوع وفی روایۃ: رفعہ: لا تلقوا السلع حتی یھبط بھا الی الاسواق (معا للشیخین وابی داؤد، والنسائی)

تجارتی مال کو باہر ہی باہر سے اُچک لینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب تک منڈیوں میں مال نہ آجائے اُس وقت تک باہر ہی باہر سے اس کا معاملہ نہ کرو۔

۱۳۳- ایک بیع میں دو رنگ کی بات :

(ابن مسعودؓ) نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن صفقتين فى صفقة واحدة قال سماك الرجل يبيع البيع فيقول هو بنساء بكذا وبنقد بكذا (احمد والبزار والاوسط)

ایک عقد میں دو طرح کی بیع کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔ سماک اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ "اگر نقد دام دو تو اتنے ہیں اور اُدھار تو اتنے میں مال ملے گا۔

۱۳۴- حیوان اور بچے کی جُداگانہ بیع :

(ابوایوبؓ) رفعه : من فرق بين والدة وولدها فرق بينه وبين احبته يوم القيامة۔ (ترمذی)

جو ماں اور اُس کے بچے کے درمیان جُدائی پیدا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے بھی بروزِ حشر اس کے عزیزوں سے جُدا کر دے گا۔

اولاد کی مشابہت اور نسب کا دعویٰ!

۱۳۵- أَتَى رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وُلِدَ لِي غُلَامٌ أَسْوَدُ وَهُوَ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ فَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الْاِنْتِفَاءِ مِنْهُ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ عَلَى أَنَّى ذٰلِكَ قَالَ لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اِبْنَكَ نَزَعَهُ عِرْقٌ۔

(الخمسة)

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔ یا رسول اللہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا رنگ کالا ہے اور اس سے اس کی یہ غرض تھی کہ لڑکا اس کا نہیں۔ مگر آپؐ نے اسے انکار نہ کرنے دیا۔ فرمایا۔ کیا تیرے پاس کچھ اُونٹ ہیں؟ اُس نے کہا ہاں (ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا رنگ کیا ہے؟ اس نے کہا سُرخ۔ فرمایا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ کہا۔ ہاں (ہے) فرمایا۔ یہ کہاں سے آگیا؟ اُس نے کہا شاید اسے رگ نے کھینچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شاید تیرے بیٹے کو بھی رگ نے کھینچا (یعنی اس کا رنگ اپنے دادا پڑدادا وغیرہ کے رنگ پر گیا ہو)

۱۳۶۔ اَیُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَہٗ وَ ھُوَ یَنْظُرُ اِلَیْہِ اِحْتَجَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَفَضَحَہٗ عَلٰی رُءُوْسِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

(ابوداؤد، والنسائی)

جو مرد اپنے بیٹے (کی ولدیت) سے جان بوجھ کر انکار کرے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے پردہ کرے گا (یعنی اُسے اللہ کا دیدار نہیں ہوگا) اور اُسے اگلے پچھلوں کے سامنے رُسوا کرے گا۔

ناپ تول اور حیوانات میں ربٰوا

۱۳۷۔ لعنت سُود کی ہمہ گیری:

(ابن مسعود) لعن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربٰوا وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ۔

(مسلم، ابی داؤد، ترمذی، بلفظھما)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ربٰوا (سود) کے کھانے والے پر، گواہوں پر اور کاتب پر سب ہی پر لعنت فرمائی ہے۔

۱۳۸۔ دو مختلف جنسوں کا مبادلہ بھی دست بہ دست ہونا چاہیئے:

(عمرؓ) قال مالك بن اوس الحدثان من یصطرف الدرا ھو؟ فقال طلحۃ بن عبد اللہ وھو عند عمر ارنا ذھبك ثم ائتنا اذا جاء خادمنا نعطیك و رقك فقال عمر کلا واللہ لتعطینہ ورقہ او لتردّن الیہ ذھبہ فان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال الورق بالذھب ربٰوا الا ھاء وھاء والبر بالبر ربٰوا الا ھاء وھاء والشعیر بالشعیر ربٰوا الا ھاء وھاء والتمر بالتمر ربٰوا الا ھاء وھاء (للستۃ)

مالک بن اوس بن حدثان نے کہا کہ: اس سونے کو دراہم کے عوض کون لے گا؟ ——— طلحہ بن عبد اللہ جو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے بولے کہ: اپنا سونا ہمیں دکھاؤ۔ پھر جب ہمارا ملازم آ جائے تو تم اپنے دراہم آکر لے جانا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یا تو اسے ابھی دراہم دے دو یا اس کا سونا واپس کرو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مبادلہ چاندی کا سونے سے ہو، یا گندم کا گندم سے یا جَو کا جَو سے، یا خُرمے کا خُرمے سے۔ یہ سب کا سب ربٰوا ہے اگر برابر برابر نہ ہو اور دست بدست یعنی ایک ہی مجلس میں نہ ہو۔

۱۳۹۔ سود لینے والا اور دینے والا دونوں یکساں ہیں :

(ابوسعیدؓ) رفعه : الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل يداً بيد فمن زاد او استزاد فقد اربى الآخذ والمعطى فيه سواء۔ (للستة الا ابا داؤد بلفظ مسلم)

مبادلہ سونے کا سونے سے، چاندی کا چاندی سے، گندم کا گندم سے، جَو کا جَو سے، خُرمے کا خُرمے سے اور نمک کا نمک سے برابر برابر ہونا چاہیئے۔ جو زیادہ دے گا یا لے گا وہ سود ہوگا۔ اس میں لینے والا اور دینے والا دونوں یکساں ہیں۔

۱۴۰۔ ربٰوا صرف اُدھار کی صورت میں ہوتا ہے :

(ابن عباسؓ)...... اخبرنی اسامة بن زيد ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا ربٰوا الا فی النسيئة۔

...... اسامہ بن زید نے مجھ سے یہ حدیث رسولؐ بیان کی ہے کہ : ربا ہوتا ہی ہے اُدھار میں (یعنی اگر دست بدست اور نقداً نقد ایک ہی جنس کی چیز کا مبادلہ تفاضل یعنی کمی بیشی سے بھی ہو تو ربا نہیں ہے۔)

۱۴۱۔ کوالٹی مختلف ہو تو تفاضل ربٰوا نہیں بشرطیکہ نقداً نقد ہو :

(ابن الصامت) رفعه : الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء يداً بيد فاذا اختلف هذه الاصناف۔ فبيعوا كيف شئتم اذا كان يداً بيد۔ (مسلم و اصحاب سنن)

مبادلہ سونے کا سونے سے، چاندی کا چاندی سے، گندم کا گندم سے، خرمے کا خرمے سے اور نمک کا نمک سے ہونے میں تفاضل اس وقت ناجائز ہے جب کہ دونوں طرف ایک جیسی چیز ہو اور دست بدست ہو۔ اگر دونوں کی صنفیں مختلف ہوں (مثلاً ایک طرف معمولی گندم ہو اور دوسری طرف نفیس گندم) تو جس طرح چاہو معاملہ کر لو بشرطیکہ وہ دست بدست ہو۔

۱۴۲۔ دینار کی بجائے ہم قیمت درہم لینے میں یا اس کے برعکس میں مضائقہ نہیں :

(ابن عمرؓ) كنت ابيع الابل

میں بقیع میں دینار کی قیمت سے اُونٹنی بیچ

بالبقیع بالدنانیر فآخذ مکانها الورق وابیع بالورق فآخذ مکانها الدنانیر فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألته فقال لا بأس به بالقیمة۔ (لاصحاب سنن)

کہ اس کی بجائے درہم لیا کرتا تھا۔ اور درہم کی قیمت لگا کر اس کی جگہ دینار لیتا تھا۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیع کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ : دونوں کے دام میں تفاوت نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۴۳ -

(عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ) قال : استقرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنا فاعطاه واعطی سنا فوقه قال خیارکم محاسنکم قضاءً۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند نیزے بطور قرض لیے پھر واپس فرما دیئے اور ایک نیزہ واپس دے کر فرمایا : کہ تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اچھی طرح سے ادائیگی کرے۔

۱۴۴ - ربوا کی بدترین قسم:

(البراء بن عازب) (رفعه) الربوا اثنان وسبعون بابا ادناها مثل ابتان الرجل امه وان اربی الربا استطالة الرجل فی عرض اخیه۔ (اوسط)

ربوا کی بہتر (یعنی بے شمار) قسمیں ہیں۔ اس کا جو کم سے کم درجہ ہے وہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنا اور اس کی بدترین قسم اپنے بھائی کی آبرو پر ہاتھ صاف کرنا ہے۔

نکاح!

۱۴۵ - جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّی اَصَبْتُ امْرَأَۃً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ وَاِنَّهَا لَا تَلِدُ اَفَاَتَزَوَّجُهَا قَالَ لَا ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِیَۃَ فَنَهَاهُ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَۃَ فَنَهَاهُ فَقَالَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ

ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھے ایک عورت ملی ہے جو خاندانی اور خوبصورت ہے مگر بانجھ ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ نکاح کروں؟ آپ نے فرمایا نہ۔ پھر وہ دوسری دفعہ آیا۔ جب بھی آپ نے منع فرمایا۔ پھر وہ تیسری بار آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔
(ابو داؤد، والنسائی)

نے فرمایا۔ پیار کرنے والی اور جننے والی عورت سے نکاح کرو کہ تمھاری کثرت سے میں اور اُمتوں پر فخر کروں گا۔

۱۴۶۔ اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ۔ (مسلم والنسائی)

دنیا فائدہ حاصل کرنے کی چیز ہے اور اس کا بہترین فائدہ نیک عورت ہے۔

۱۴۷۔ تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِاَرْبَعِ خِصَالٍ لِمَالِھَا وَلِحَسَبِھَا وَلِجَمَالِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ۔
(الخمسۃ الا الترمذی)

عورت سے اُس کی چار خوبیوں کے لیے نکاح کیا جاتا ہے۔(۱) اس کا مال (۲) اس کا گھرانہ یا شرافت (۳) اُس کا حسن (۴) اور اس کا دین۔ پس تو دین والی عورت کو حاصل کر (ورنہ) تیرے ہاتھوں پر خاک۔[1]

۱۴۸۔ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنْ یَّخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ حَتّٰی یَتْرُکَ الْخَاطِبُ قَبْلَہٗ اَوْ یَأْذَنَ لَہٗ۔
(الستۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا (اس بات سے) کہ کوئی مرد (نکاح کا) پیغام اپنے بھائی کے پیغام پر بھیجے۔ بشرطیکہ پہلے پیغام بھیجنے والا پیشتر ہی (اپنا خیال) چھوڑ دے یا دوسرے کو (پیغام بھیجنے کی) اجازت دے دے۔

۱۴۹ اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَرْأَۃِ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّنْظُرَ مِنْھَا اِلٰی مَا یَدْعُوْہُ اِلٰی نِکَاحِھَا فَلْیَفْعَلْ۔
(ابو داؤد)

جب تم میں کوئی نکاح کا پیغام کسی عورت کے پاس بھیجے۔ اگر ممکن ہو کہ اس کا چہرہ مہرہ دیکھ سکے جس سے اس کو اس سے نکاح کرنے کی رغبت ہو تو چاہیئے کہ دیکھ لے۔

۱۵۰۔ تَزَوَّجَ رَجُلٌ اِمْرَأَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَظَرْتَ اِلَیْھَا قَالَ لَا قَالَ فَاذْھَبْ فَانْظُرْ اِلَیْھَا فَاِنَّ فِیْ

ایک آدمی نے ایک انصاری عورت سے نکاح کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا جا اُسے دیکھ لے۔ کیونکہ انصار کی آنکھ میں

---

[1] ہم مذہب اور پابند مذہب عورت سے نکاح کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں تو میاں بیوی میں لبسا اوقات لڑائی جھگڑا اور بدمزگی رہے گی اور اولاد تو خواہ مخواہ لامذہب ہوگی۔ جو شخص لامذہب ہے وہ اخلاق کے کسی ضابطہ کا پابند نہیں اور جو اخلاق کے کسی ضابطہ کا پابند نہیں۔ اس کا وجود ابنائے جنس کے لیے وبال ہے۔

أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا ۔ (مسلم والنسائی)

(کبھی کبھی) کوئی نقص ہوتا ہے ۔

۱۵۱۔ أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ۔

نکاح کو مشتہر کرو ۔ دفیں بجاؤ ، اور اُسے مسجدوں میں بیٹھ کر پڑھو ۔

۱۵۲۔ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ ۔ (الترمذی والنسائی وزاد فی النکاح ۔)

نکاح کے وقت دف اور آواز (گانا) اس کے حلال اور حرام ہونے میں فیصلہ کر دیتا ہے ۔

۱۵۳۔ اَلْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا ۔ (الستة الا البخاری)

بیوہ عورت دوسرے نکاح کے معاملے میں اپنی جان کا اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے ۔ کنواری عورت سے بھی (نکاح کے وقت) اجازت لینی چاہیئے اور اس کی خاموشی (جو اکثر حجاب کی وجہ سے اختیار کرنی پڑتی ہے) اس کی طرف سے اجازت ہے

۱۵۴۔ أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ۔ (ابوداؤد)

ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کی کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا ۔ حالانکہ وہ مجھے ناپسند ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسے اختیار دے دیا ۔

۱۵۵ ۔ آمِرُوا النِّسَاءَ فِي بَنَاتِهِنَّ۔ (ابوداؤد)

عورتوں سے اُن کی بیٹیوں کے (نکاح کے) معاملے میں مشورہ کرو ۔

۱۵۶۔ إِنَّ أَحْسَابَ أَهْلِ الدُّنْيَا الَّذِينَ يَذْهَبُونَ إِلَيْهِ الْمَالُ ۔ (النسائی)

دنیا داروں کے لیے ذات صفات جسے وہ ملحوظ خاطر رکھتے ہیں ۔ دولت ہے ۔

۱۵۷۔ مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ وَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ وَفِي أُخْرٰى مَائِلٌ۔ (الترمذی، ابوداؤد، النسائی)

جس شخص کی دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں انصاف نہ کرے قیامت کے دن اس کا آدھا دھڑ جھڑا ہوا ہوگا دوسری روایت ہے کہ جھکا ہوا ہوگا ۔

۱۵۸۔ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَشَرَطَ لَهَا أَنْ لَا يُخْرِجَهَا مِنْ مِصْرِهَا

جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے اس شرط پر کہ اُسے اس کے شہر سے باہر نہ لے جائے گا ۔ پس

فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُخْرِجَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا۔
(الترمذی)

اس کے واسطے جائز نہیں کہ بغیر اس کی رضامندی کے اسے اس کے شہر سے باہر لے جائے۔

بعض احکامِ بیع

۱۵۹۔ لین دین کرنے والوں میں اگر اختلاف ہو:

(ابن مسعودؓ) رفعہ: اذا اختلف البیّعان فالقول قول البائع والمبتاع بالخیار۔ (مالک وترمذی)

اگر خریدار و فروشندہ میں اختلاف ہو، تو فروشندہ کی بات مانی جائے گی۔ البتہ خریدار کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

۱۶۰۔ دو خریداروں میں زیادہ حق کس کا ہے؟

(عقبہ بن عامر وسمرۃ) رفعہ: ایما رجل باع بیعا من رجلین فھو للاول منھما۔ للقزوینی ----

جو شخص دو آدمیوں سے سودا کرلے تو حق ان دونوں میں سے پہلے کا ہوگا۔
....

۱۶۱۔ اگر خریدار کے مال پر آفت آجائے:

(جابرؓ) رفعہ: ان بعت من اخیك ثمرا فاصابته جائحۃ فلا یحل لك ان تأخذ منه شیئا بم تأخذ مال اخیك بغیر حق۔ (المسلم وابی داؤد والنسائی)

اگر تم اپنے بھائی کے ہاتھ کسی درخت کے پھل کو فروخت کرو اور اس پر کوئی آفت آجائے تو تمہارے لیے اس سے کچھ لینا جائز نہیں۔ بغیر کسی حق کے اپنے بھائی سے مال وصول کرنا کس بنیاد پر؟

منّت کا بیان

۱۶۲۔ اِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَرِّبُ مِنِ ابْنِ آدَمَ شَيْئًا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ قَدَّرَهُ لَهُ

نذر یا منّت آدمی کے نزدیک اس چیز کو نہیں لے آتی جو اس کے مقدر میں نہ ہو۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا

وَلٰكِنَّ النَّذْرَ يُوَفِّقُ الْقَدَرَ وَيُخْرِجُ بِذٰلِكَ مِنَ الْبَخِيْلِ مَالَمْ يَكُنِ الْبَخِيْلُ يُرِيْدُ اَنْ يُخْرِجَ ـ (الخمسة)

ہے کہ منّت اور مقدر موافق ہو جاتے ہیں اور اس طرح بخیل کا مال خرچ ہو جاتا ہے ۔ وہ اپنی مرضی سے نہ کرتا ۔

۱۶۳ ـ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللهَ تَعَالٰى فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِىَ اللهَ تَعَالٰى فَلَا يَعْصِهٖ ـ (الستة الامسلمًا)

جو ایسی منّت مانے کہ اس میں خدا کی فرمانبرداری کرے ۔ اُسے چاہیے کہ اسے وقت پر پورا کرے اور جو ایسی منّت مانے کہ اس میں خدا کی نافرمانی ہو ۔ اُسے چاہیے کہ وہ اس سے باز رہے[1]

۱۶۴ ـ قَالُوْا هٰذَا اَبُوْاِسْرَائِيْلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ فِى الشَّمْسِ وَيَصُوْمَ وَلَا يُفْطِرَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ فَقَالَ مُرُوْهُ فَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ ـ

(البخاری، مالک، ابو داؤد)

(ایک شخص کو دیکھ کر اُس کا حال دریافت فرمایا) لوگوں نے کہا ۔ یہ ابو اسرائیل ہے ۔ اُس نے منّت مان رکھی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے ۔ اور سائے میں نہ آئے روزہ رکھے اور کھولے نہیں ۔ اور بات نہ کرے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اسے کہو کہ سائے میں آجائے ۔ بات چیت کرے ۔ مگر اپنے روزے کو پورا کرے (یعنی صرف غروب آفتاب تک اس کے بعد کھائے پیے) ۔

شُفعہ

۱۶۵ ۔ حق شُفعہ شاملات میں ہوتا ہے، شریک کا اذن بلکہ انتظار بھی ضروری ہے:

(جابرؓ) قضى النبىّ صلى الله عليه وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں

---

[1] اس سے پہلی حدیث میں آیا ہے کہ منّت کا اثر کسی کام کے حسب مراد ہونے پر نہیں ہوتا لیکن اگر منّت مانی جائے، اور وہ جائز فعل ہو ۔ جیسے کسی کنوئیں، مسجد، یتیم خانہ وغیرہ پر مال خرچ کرنا تو کام ہو جانے پر وہ ادا کر دینی چاہیئے ۔ کہ ایک تو وعدہ خلافی کی عادت نہ ہو، دوسرا ایک نیکی کا کام سرانجام پا جائے اور اگر منّت کا فعل ممنوع ہو جیسے لڑکے سے بھیک منگوانا ۔ ناک پر پھنسی ہو تو اچھی ہونے پر چاندی کی ناک کسی خانقاہ پر چڑھانا وغیرہ تو اس سے باز رہنا چاہیئے ۔ ایک اور حدیث میں جو پانچوں صحاح میں درج ہے ۔ ایک عورت کے لیے جس نے منّت مانی تھی کہ ننگے پاؤں چل کر حج کرے ۔ فرمایا کہ اگر چاہے تو بے شک سوار ہو کر سفر کرلے ننگے پاؤں چلنا لاحاصل ہے) ۔

بالشفعة فی کل مالم یقسم و اذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة" وفی روایة: قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعة فی کل شرکة لم تقسم ربعة او حائط لا یحل لہ ان یبیع حتی یوذن شریکہ فان شاء اخذ وان شاء ترک واذا باع ولم یوذنہ فھو احق بہ وفی اخری: الجار احق بشفعة جارہ ینتظر بھا وان کان غائبا اذا کان طریقھما واحداً۔ (للستة الامالکا)

شفعے کا فیصلہ فرمایا ہے جو تقسیم نہ ہو۔ ہاں اگر حد بندیاں ہوگئی ہوں اور راستے بدلے ہوئے ہوں تو حق شفعہ نہیں رہتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعے کے حق میں ہر اُس چیز کے متعلق فیصلہ دیا ہے جسے احاطے یا دیوار نے منقسم نہ کر دیا ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اپنے شریک کی اجازت کے بغیر کسی کو بیع کا حق نہیں۔ شریک چاہے تو لے چاہے تو چھوڑ دے۔ اگر وہ بلا اجازتِ شریک بیع کرے گا تو وہ شریک اس بیع کا زیادہ حق دار ہے۔ دوسری روایت میں ہے، کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کا شفعے میں زیادہ حق دار ہے۔ اگر دونوں کا راستہ ایک ہی ہو تو فروشندہ کو اپنے پڑوسی کا اگر وہ موجود نہ ہو تو انتظار کرنا چاہیئے۔

۱۶۶۔ پڑوسی کا حق:

(سمرۃؓ) رفعہ: جار الدار احق بدار الجار والارض۔ (ابوداؤد)

کسی کے گھر یا زمین کا (بصورت بیع) پڑوسی زیادہ حق دار ہے۔

۱۶۷۔ بیع میں دونوں فریق کا فائدہ مدِنظر ہو پھل تیار ہونے سے پہلے درخت کی بیع:

(ابن عمرؓ) ان رجلا اسلف فی نخل فلم یخرج تلک السنة شیئا فاختصما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال بم تستحل مالہ؟ اردد علیہ مالہ ثم قال لا تسلفوا فی النخل حتی یبدو صلاحہ۔ (ابو داؤد)

ایک شخص نے ایک درخت خرما کسی کو ٹھیکے پر دیا۔ اتفاق سے اس سال کچھ پیدا نہ ہوا۔ دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا معاملہ پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا: کس بنیاد پر تم اس کا مال لینا جائز سمجھ رہے ہو۔ اس کی رقم واپس کردو۔ اس کے بعد فرمایا کہ: جب تک پھل پکنے کے قریب نہ ہو جائیں لین دین کا معاملہ نہ کرو۔

احادیثِ مشترکہ

۱۶۸۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَلٰثَةٌ اَنَا خَصْمُھُمْ

اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تین شخص ہیں کہ قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَرَجُلٌ اَعْطٰى بِیْ ثُمَّ غَدَرَ وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا اَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ الْعَمَلَ وَلَمْ يُوْفِهٖ اَجْرَهٗ۔
(البخاری)

میں اُن کا دشمن ہوں گا (۱) وہ جس نے مجھے ضامن دیا اور پھر دغا کیا (۲) وہ جس نے آزاد شخص کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی (۳) اور وہ جس نے کسی مزدور سے مزدوری مقرر کی پھر اُس سے پورا کام لیا۔ مگر مزدوری پوری نہ دی۔

ذخیرہ اندوزی

۱۶۹۔ احتکار (ذخیرہ اندوزی) :

(ابن عمرؓ) رفعه : من احتكر طعاما اربعين يوما يريد به الغلاء فقد برئ من الله وبرئ الله منه (رزین)

جو مہنگا کرکے نفع کمانے کی غرض سے چالیس دن غلّے کا ذخیرہ رکھ چھوڑے وہ اللہ سے اور اللہ اس سے بری الذمہ ہے۔

۱۷۰۔ احتکار کرنے والے کی نفسی کیفیت :

(معاذؓ) رفعه : بئس العبد المحتكر؟ ان ارخص الله الاسعار حزن وان اغلاها فرح۔ (رزین)

احتکار (HOARD) کرنے والا بھی عجیب بدطینت انسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ارزانی پیدا فرمادے تو اُسے افسوس ہوتا ہے اور گرانی پیدا کردے تو خوش ہوتا ہے۔

۱۷۱۔ جرم احتکار کی کوئی تلافی نہیں :

(ابو امامہؓ) رفعه : اهل المدائن هم الجلساء فی سبیل الله فلا تحتكروا عليهم الاقوات ولا تغلوا عليهم الاسعار فان من احتكر عليهم طعاما اربعين يوما ثم تصدق به لم يكن له كفارة۔ (رزین)

شہروں کے لوگ فی سبیل اللہ ہی بیٹھنے والے لوگ ہیں۔ لہٰذا غذائیات کو ان پر تنگ کرکے احتکار نہ کرو اور نہ قیمتوں کو بڑھاؤ۔ اگر کوئی شخص ان پر چالیس دن احتکار کرے تو ساری جمع پونجی صدقہ کرنے کے بعد بھی اس گناہ سے احتکار کا کفارہ نہ ادا ہوگا۔

۱۷۲۔ احتکار اور بھاؤ کی تیزی :

(ابوھریرةؓ ومعقلؓ بن یسارؓ رفعه) یحشر الحاکرون وقتلة الانفس فی درجة ومن دخل فی شئ من سعر المسلمین یغلیه علیهم کان حقا علی الله ان یعذبه فی معظم النار یوم القیامة۔ (رزین)

احتکار کرنے والے اور قتل کرنے والے دونوں ایک ہی صف میں۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں پر عام بھاؤ کو گراں کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ بروزِ حشر وہ اُسے جہنم کے سب سے بڑے طبقے میں عذاب کے لیے ڈال دے۔

۱۷۳۔ لعنتِ احتکار کی ہمہ گیری :

(ابوھریرہؓ ومعقلؓ بن یسارؓ) وایما اھل عرصة یصبح فیھم امرؤ جائع فقد برءت منھم ذمة الله۔ (احمد، موصلی، بزار، اوسط)

جن محلے والوں کی صبح اس حال میں ہو کہ ان میں رات کوئی بھوکا رہ گیا ہو، تو اُن لوگوں سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہو گیا۔

حکومت کی طرف سے بھاؤ کا تعیّن

۱۷۴۔ جب بھاؤ کی کمی سے دُوسرے تاجروں پر اثر ہو :

(ابن المسیبؒ) ان عمرؓ مر بحاطب بن ابی بلتعة وھو یبیع زبیبا بالسوق فقال له عمرؓ اما ان تزید فی السعر واما ان ترفع من سوقنا۔ (مالک)

حاطب بن ابی بلتعہ منڈی میں مویز منقّٰی کی تجارت کر رہے تھے، حضرت عمرؓ اُن کے پاس سے گزرے (بھاؤ معلوم کر کے) فرمایا کہ : یا تو اس کے دام میں کچھ اضافہ کرو ورنہ اس منڈی سے ہٹ جاؤ۔

قرض اور اُس کے آداب

۱۷۵۔ ادائے قرض کا سامان نہ کرنے کا گناہ :

(ابو موسیٰ) رفعه : ان اعظم الذنوب عند الله ان یلقاه بہ عبد بعد الکبائر التی نهی عنها ان یموت رجل وعلیه دین لا یدع له قضاء۔ (ابو داؤد)

ممنوعہ کبائر کے بعد سب سے بڑا گناہ جسے لے کر بندہ خدا کے سامنے پیش ہوگا وُہ یہ ہے کہ وہ قرض چھوڑ کر مرے اور اس کی ادائیگی کا کوئی سامان نہ کرے۔

۱۷۶۔ بدنیت قرض دار کا حشر :

(صہیبؓ) رفعه : ایما رجل تدین دینا وھو مجمع ان لا یوفیه ایاہ لقی الله سارقًا (قزوینی، ملیخ)

جو شخص قرض لے اور یہ ٹھان لے کر ادا نہ کرے گا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور چور کی حیثیت سے پیش ہوگا۔

۱۷۷۔ نیک نیت قرض دار پر فضل :

(عمران بن حذیفة) : کانت میمونة تدان وتکثر فقال لها اهلها فی ذلك ولاموها ووجدوا علیها فقالت لا اترك الدین وقد سمعت خلیلی وصفیّ صلی الله علیه وسلم یقول ما من احد یدان دینا فی علم الله انه یرید قضاءه الا اداه الله عنه فی الدنیا۔ (للنسائی)

حضرت میمونہ قرض بہت لیا کرتی تھیں۔ ان کے خاندان والوں نے ان پر ایک بار بڑی خفگی و ملامت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ : میں یہ عادت نہ چھوڑوں گی میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص قرض لے اور اللہ تعالیٰ اُس کی ادائیگی کی نیّت کو جانتا ہو تو اسی دنیا میں اس کی طرف سے اس کا سامان فرما دیتا ہے۔

۱۷۸۔ قرض دینے والوں کے ساتھ اللہ ہے (عبداللہ بن جعفر کی ایک ادا):

(عبداللہ بن جعفرؓ) رفعه: ان الله مع الدائن حتى يقضي دينه مالم يكن فيما يكره الله قال فكان عبدالله يقول لخازنه اذهب فخذ لى بدين فانى اكره ان ابيت ليلة الا والله معى بعد الذى سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (قزوینی)

قرض ادا ہونے تک اللہ تعالیٰ قرض دینے والے کے ساتھ رہتا ہے۔ بشرطیکہ ایسی راہ میں وہ نہ دیا گیا ہو جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ عبداللہ بن جعفر بعض اوقات اپنے خازن سے فرماتے کہ تم ہی میرے ثواب کی خاطر مجھ سے قرض لے لو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سننے کے بعد میں ایسی ایک رات بھی گزارنا پسند نہیں کرتا، جس میں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نہ ہو۔

۱۷۹۔ ادائے قرض میں ٹال مٹول:

(ابوہریرۃؓ) رفعه: مطل الغنى ظلم واذا اتبع احدكم على ملى فلم تبع (للستة)

توانگر اگر (ادائے قرض میں) ٹال مٹول کرے تو ظلم کرتا ہے۔ اس کے پیچھے پڑ کے تقاضا کیا جاسکتا ہے۔

۱۸۰۔ تین قابلِ نفرت اشخاص:

(علیؓ) رفعه: ان الله يبغض الغنى الظلوم والشيخ الجهول والعائل المختال۔ (بزار، اوسط، بلین)

اللہ تعالیٰ ظالم توانگر سے، بوڑھے جاہل سے اور محتاج متکبر سے نفرت کرتا ہے۔

۱۸۱۔ تقاضے میں نرمی و شرافت کرنے والے کی عاقبت:

(ابوہریرۃؓ) رفعه: ان رجلا لم يعمل خيرا قط وكان يداين الناس فيقول لرسوله خذ ما تيسر واترك ما عسر وتجاوز لعل الله يتجاوز

ایک شخص تھا جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا۔ صرف اتنی سی بات تھی کہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور جب وہ وصول کرنے کے لیے کسی کو بھیجتا تو یہ تاکید کرتا کہ جتنا آسانی سے مل جائے لے لو اور جس میں دقت ہو اُسے چھوڑ دو بلکہ

عنّا فلما هلك قال الله له هل عملت خيرًا قط؟ قال لا الا انه كان لى غلام وكنت اداين الناس و اذا بعثته يتقاضى قلت له خذ ما تيسر واترك ما عسر وتجاوز لعل الله يتجاوز عنا قال الله تعالیٰ قد تجاوزت عنك۔ (بخاری ونسائی)

معاف کر دو۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم کو اسی طرح معاف فرما دے۔ جب وہ مرگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ: تو نے کوئی نیک کام بھی کیا ہے؟ عرض کیا کہ کوئی نیکی نہیں کی بجز اس کے کہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور جب اپنے خادم کو تقاضے کے لیے بھیجتا تھا تو یہ کہتا تھا کہ جو کچھ آسانی سے مل جائے وہ لے لو اور جس کی ادائیگی میں دشواری ہو اُسے چھوڑ دو بلکہ معاف کر دو۔ اُمید ہے کہ اللہ بھی ہمیں یوں ہی معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا ہم نے بھی تجھے معاف کیا۔

۱۸۲۔ تنگ دست کو مہلت دینے والے کا اِنعام:

(ابو ھریرۃ رضؓ) رفعه: من انظر معسرا او وضع له اظله الله يوم القيامة تحت ظل عرشه يوم لا ظل الا ظله (ترمذی)

جو تنگ دست قرضدار کو مہلت دے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ اُسے اپنے سایۂ رحمت میں لے لیگا۔ یہ دن قیامت کا وہ دن ہے جس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔

۱۸۳۔ فتح مکہ سے پہلے اور بعد قرضدار کی نماز جنازہ:

(جابر رضؓ) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصلي على رجل مات عليه دين فاتى بميت فقال أعليه دين؟ قالوا نعم ديناران قال صلوا على صاحبكم فقال ابو قتادة هما علیّ یا رسول الله فصلى عليه فلما فتح الله على رسوله قال انا اولى بكل مؤمن نفسه فمن ترك دينا فعلیّ قضاءه ومن ترك مالا فلورثته (ابو داؤد، نسائی، احمد، مزید)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی میت کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جو قرض چھوڑ کر مرا ہو۔ ایک میت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائی گئی تو پوچھا کہ: کیا اس پر کوئی قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! دو دینار۔ فرمایا: تو پھر تم لوگ جا کر نماز جنازہ پڑھ لو۔ ابو قتادہ رضؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! یہ قرض میرے ذمے رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھ لیا۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کا اس کی اپنی ذات سے بھی زیادہ میں حق دار ہوں، لہٰذا اب جو قرض چھوڑ کر مرے اس کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی، اور اگر وہ مال چھوڑ کر مرے تو یہ اس کے وارثوں کا حق ہوگا۔

۱۸۴- قرض دینے کا اجر:

(ابن مسعودؓ) رفعه: مامن مسلم يقرض مسلما قرضا مرتين الا كان كصدقتها مرة - (قزوينى مطولا)

جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو دو بار قرض دیا۔ اس نے گویا ایک قرض کو صدقہ کر دیا۔

۱۸۵- ایضاً:

(ابو امامةؓ) دخل رجل الجنة فرأى على بابها مكتوبا الصدقة بعشر امثالها والقرض بثمانية عشر (كبير)

ایک شخص جنّت میں گیا تو اس نے اس کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا ثواب تو دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا۔

۱۸۶- قرض دینے سے خوف نہ کھاؤ:

(عقبة بن عامرؓ) رفعه: لا تخيفوا انفسكم بعد امنها قالوا و ما ذاك - ؟ قال الدين -

(احمد، کبیر، موصلی)

بے خوف ہونے کے بعد اپنے آپ کو خوف میں مبتلا نہ کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا: قرض (یعنی قرض دے کر اس کے متعلق تردّد نہ کرو۔ ادا ہو جب بھی اور نہ ہو جب بھی اجر کہیں نہیں گیا۔)

۱۸۸- قرض کا دخولِ جنّت میں رکاوٹ بننا:

(جابرؓ) ان رجلا اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ارأيت ان جاهدت بنفسى ومالى فقتلت صابرا محتسبا مقبلا غير مدبر أأدخل الجنة؟ قال نعم فاعاد ذلك مرتين او ثلاثا قال نعم ان لم يكن عليك دين ليس عندك وفاءه- (احمد، بزار)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آکر دریافت کیا کہ، اگر میں اس طرح اپنے مال و جان سے جہاد کروں، کہ ثابت قدم رہوں، باعث ثواب سمجھوں، آگے ہی بڑھتا جاؤں اور پیچھے نہ ہٹوں تو کیا میں جنّت میں جاؤں گا؟ فرمایا: ہاں! اس نے دو تین بار یہ سوال دہرایا۔ ہر بار حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہی جواب دیا اور آخر میں فرمایا کہ: بشرطیکہ تم پر کوئی ایسا قرض نہ ہو جس کی ادائیگی کا سامان نہ کیا ہو۔

۱۸۹ : فکرِ حق :

(جابرؓ) رفعه : لاهمّ الاّ هم الدّين ولا وجع الا وجع العين ۔ (اوسط، صغير بضعف)

فرمایا : سب سے بڑی فکر قرض کی فکر ہے، اور سب سے بڑی تکلیف آنکھ کی تکلیف ہے۔

۱۹۰ : تنگدست قرض دار کے لیے کشادگی پیدا کرنا :

(ابن عمرؓ) رفعه : من اراد ان تستجاب دعوته و ان تكشف كربته فليفرج عن معسر (احمد، ابی یعلی)

جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں اور اس کی مصیبتیں دور ہوں۔ وہ تنگدست قرض داروں کے لیے آسانی پیدا کرے۔

۱۹۱ ۔ ادائے قرض کا اجر :

(ابن عباسؓ) من مشى الى غريمه بحقه صلت عليه دواب الارض و نون الماء ونبت له بكل خطوة شجرة فی الجنّة و ذنب يغفر (للبزاز بخفی)

جو شخص اپنے قرض خواہ کا قرض لے کر ادا کرنے جاتا ہے اس کے لیے خشکی کے تمام ذی روح اور پانی کی مچھلیاں دعائیں کرتی ہیں اور اس کے ہر ہر قدم پر جنت میں ایک درخت اُگتا ہے اور ایک گناہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔

حکومت کی طرف سے دیوالیے کا حکم

۱۹۲ : دیوالیے کا حکم :

(ابو سعیدؓ) : اصيب رجل فی عهد النبی صلّی الله علیه وسلّم فی ثمار ابتاعها فكثر دينه فافلس فقال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم تصدقوا علیه فتصدق الناس علیه

عہدِ نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں ایک شخص نے کچھ پھل خریدے مگر اس پر کوئی آفت آ گئی اور وہ بہت مقروض ہو کر دیوالیہ ہو گیا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ : تم لوگ اسے صدقہ دو۔ سب نے صدقات پیش

فلو يبلغ ذلك وفاء دينه فقال صلى الله عليه وسلم لغرمائه خذوا ما وجدتم وليس لكم الا ذلك۔ (مسلم، اصحاب سنن)

کیے لیکن اس کے قرض کے برابر پھر بھی نہ ہو سکے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں کو فرمایا کہ: یہ جو کچھ ہے سو لے لو۔ اس کے سوا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہا۔

عاریت، ہبہ وغیرہ

۱۹۳۔ کچھ دے کر واپس لینا:

(ابن عباسؓ و ابن عمرؓ) رفعاه: لا يحل لرجل ان يعطي عطية او يهب هبة ثم يرجع فيها الا الوالد فيما يعطي ولده ومثل الذي يرجع في عطيته او هبته كالكلب يأكل فاذا شبع قاء ثم عاد في قيئه۔ (لاصحاب سنن)

کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی کو بطور عطیہ یا ہبہ کچھ دے کر واپس لے۔ ہاں صرف باپ اپنے بیٹے سے واپس لے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی ایسا کرتا ہے۔ اس کی مثال ایسے کتے کی سی ہے جو خوب کھا کر قے کر دے اور پھر اسی قے میں منہ ڈالے۔

جائز و ناجائز ہدایا

۱۹۴۔ مبادلۂ ہدایا کی برکت:

(ابو ہریرۃؓ) رفعه: تهادوا فان الهدية تذهب وحر الصدور ولا تحقرن جارة لجارتها ولو شق فرسن شاة (للترمذی)

آپس میں ہدیوں کا مبادلہ کیا کرو۔ ہدیہ سینے کے کینے کو دور کرتا ہے۔ ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کی تحقیر نہ کرے خواہ بکری کا ایک پایہ ہی کیوں نہ بھیج دے۔

۱۹۵۔ سفارش کی قیمت لینا ربا ہے:

(ابو امامۃؓ) رفعه: من شفع

اگر کوئی شخص کسی کی سفارش کرے اور وہ

لاحد شفاعة فاهدى لها هدية عليها فقبلها فقد اتى بابا عظيما من ابواب الربوا۔ (ابوداؤد)

اس سفارش کی وجہ سے کوئی ہدیہ بھیجے، جسے سفارش کرنے والا قبول کرے تو وہ ربا (سود) کی ایک بڑی قسم کو قبول کرتا ہے۔

۱۹۶۔ تعلیمِ دین کی اُجرت حرام ہے:

(عبادة بن الصامت) علّمت ناسا من اهل الصفة الكتاب والقرآن فاهدىٰ الىّ رجل منهم قوسا فقلت ليست بمال و ارمى عليها فى سبيل الله لآتين رسول الله صلى الله عليه وسلم واسأله فقال ان كنت تحب ان تطوق طوقا من نار فا قبلها۔

(ابوداؤد)

میں نے بعض اصحابِ صفہ کو کتاب یعنی قرآن کی تعلیم دی تھی۔ ان میں سے ایک آدمی نے ایک کمان بطور ہدیہ پیش کی۔ میں نے کہا: یہ کوئی ایسا مال تو ہے نہیں بلکہ اس میں سے فی سبیل اللہ تیر چلاؤں گا تاہم میں اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت ضرور کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پوچھنے پر فرمایا کہ: اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمھاری گردن میں آگ کا طوق ڈال دیا جائے تو اُسے قبول کر لو۔

۱۹۷۔ الہدایہ مشترک:

(ابنِ عباسؓ) رفعه: من اُهدىٰ له هدية وعنده قوم فهم شركاء فيها (للكبير والاوسط بلين)

اگر کسی کے پاس ہدیہ آئے اور وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود ہوں تو اُس میں سب لوگوں کو شریک کرنا چاہیئے۔

۱۹۸۔ قرض خواہ کی خاطر مدارات:

(انسؓ) رفعه: اذا اقرض احدكم قرضا فاهدىٰ اليه اوحمله على الدابة فلا يركبها ولا يقبله الّا ان يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك۔

(للقزوینی بمجهول)

اگر کوئی شخص کسی کو قرض دے اور وہ مقروض اُسے کوئی ہدیہ یا سواری پیش کرے تو وہ نہ اس ہدیے کو قبول کرے نہ سواری استعمال کرے، بجز اس کے کہ اس قرض سے پہلے بھی دونوں کے درمیان اس طرح کے روابط موجود ہوں۔

شرکت

۱۹۹- معیتِ خداوندی، عدمِ خیانت سے مشروط ہے:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: ان اللّٰہ تعالیٰ یقول انا ثالث الشریکین ما لم یخن احدھما لصاحبہ فاذا خانہ خرجت من بینھما۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے کہ جب دو آدمی کوئی معاملہ کرتے ہیں تو اگر کوئی ایک دوسرے کی خیانت نہیں کرتا تو میں بھی ان دونوں کا شریک (مددگار) ہوتا ہوں اور اگر کوئی ایک خیانت کا مرتکب ہو تو میں بیچ سے نکل جاتا ہوں۔

رہن

۲۰۰- مالِ مرہونہ ہر حال میں واپس کیا جائے:

(ابن المسیبؒ) ارسلہ: لا یغلق الرھن لمالک وقال تفسیرہ ان یرھن الرھن وفیہ فضل عما رھن فیہ فیقول المرتھن ان لم تاتنی بحقی الی اجل کذا فھو لی او یقول الراھن ھو لک ان لم آتک الی اجل وھو الذی نھی عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلا یصلح فان جاء صاحبہ بما فیہ بعد الاجل فھو لہ۔

"غَلَقِ رہن" نہ کیا جائے۔ ابنِ مسیب اس کا یہ مطلب بتلاتے ہیں کہ کوئی چیز اپنی اصلی قیمت سے کم پر رہن رکھی جائے اور مرتہن (جس کے پاس رہن رکھی جاتی) یہ کہے کہ اگر فلاں وقت تک تم زرِ رہن نہ ادا کرو گے، تو یہ چیز میری ہو جائے گی۔ یا راہن (رہن رکھنے والا) یوں کہے اگر میں فلاں وقت تک ادا نہ کروں تو یہ چیز تمھاری ہو گی۔ یہی ہے غَلَقِ رہن جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔ لہٰذا یہ درست نہیں بلکہ مالک مدت گزرنے کے بعد بھی اگر زرِ رہن لے کر آئے تو وہ مرہونہ چیز اسی کی ہو گی۔

۲۰۱- زمین پر قبضۂ ناحق:

(ابن عمرؓ) رفعہ: من اخذ شبرًا

جو ناحق ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ کرے گا

من ارض بغیر حق خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین ۔ (بخاری)

وہ بروزِ حشر اسی میں سات تہوں تک دھنسایا جاتا رہے گا۔

زمین کو بٹائی یا کرائے پر دینا

۲۰۲۔ اُجرت پر زمین دینے کا جواز:

(رافع بن خدیج رضؓ) کنا اکثر الانصار حقلا فکنا نکری الارض علی ان لنا ہذہ ولہم ہذہ فربما اخرجت ہذہ ولم تخرج ہذہ فنہانا عن ذلک........

ومنہا عن نافع: ان ابن عمر کان یکری مزارعہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وفی امارۃ ابی بکر وعمر وعثمان وصدراً من خلافۃ معاویۃ حتی بلغہ فی آخر خلافۃ معاویۃ ان رافع بن خدیج یحدث فیہا بنہی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فدخل علیہ وانا معہ فسألہ فقال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ینہی عن کراء المزارع فترکہا ابن عمرؓ وکان اذا سئل عنہا بعد قال زعم ابن خدیج ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم نہی عنہا۔

ومنہا: انہ قال لا بأس بالذہب

انصار میں زیادہ تر لوگ زمینداری کاشت کاری کرتے تھے۔ ہم زمین کو اس شرط سے کرائے پر دیتے تھے کہ اس حصہ زمین کی پیداوار میری اور اس حصے کی تمہاری۔ لیکن بعض اوقات یہ ہوتا کہ ایک حصے میں پیداوار ہوتی اور دوسرے میں نہ ہوتی (اور کسی فریق کا نقصان ہوتا) لہٰذا آنحضرتؐ نے اس سے روک دیا...

نافع کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بعہدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلّم) اپنے کھیت کرائے پر دیتے تھے بلکہ عہدِ ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ و عثمان رضؓ میں اور پھر دورِ معاویہ میں بھی ایسا کرتے رہے۔ آخری دورِ معاویہ میں رافع بن خدیج اس کی ممانعت کی حدیث بیان کرنے لگے، تو میرے ساتھ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کے پاس جا کر دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھیت کو کرائے پر دینے سے روکتے تھے۔ اس کے بعد ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ کام ترک کر دیا۔ جب ان سے پوچھا جاتا تو جواب دیتے کہ:

ابن خدیج کا گمان ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے اس سے روکا ہے۔

ایک روایت میں ان کا قول یہ بھی ہے کہ اگر یہ معاملہ

والورق انما كان الناس يوا جرون بما على الماذيانات واقبال الجداول واشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا ويسلم هذا ويهلك هذا ولم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه فاما شئ معلوم مضمون فلا بأس به۔

ومنها: نهانا صلى الله عليه وسلم عن امر كان نافعا لنا وطاعة الله ورسوله انفع لنا نهانا ان نحاقل الارض فنكريها على الثلث والربع والطعام المسمى وامر رب الارض ان يزرعها او يزرعها۔

ومنها عن رافع: انه زرع ارضا فمر به النبى صلى الله عليه وسلم وهو يسقيها فسأله لمن الزرع ولمن الارض: فقال زرعى ببذرى وعملى لى الشطر ولبنى فلان الشطر فقال اربيتما فرد الارض على اهلها وخذ نفقتك۔

ومنها: قال له ابن عمرؓ أسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن كراء الارض؟ فقال رافع سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول لا تكروا الارض لشئ۔

سونے چاندی کے واسطے سے کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، دراصل بات یہ تھی کہ لوگ نالیوں اور حوضوں کے آس پاس کی پیداوار اور کچھ دوسرے حصّوں کی پیداوار کو اپنی زمین کی اُجرت میں لیتے تھے، اور نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کبھی یہ حصہ ضائع ہوتا اور وہ حصہ پیدا کرتا اور کبھی اس کے برعکس ہوتا۔ اس طرح کی مقررہ اُجرتوں میں کسی ایک فریق کا نقصان ہوتا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا لیکن اگر (روپے پیسے یا غلّے) کی طرح غیر مبہم ضمانت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک اور روایت ہے کہ یہ کام ہمارے لیے نفع بخش تو ضرور تھا مگر حضور علیہ السّلام نے اس سے منع فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ و رسولؐ کی اطاعت اس سے زیادہ منفعت بخش ہے۔ حضور علیہ السلام نے ہمیں زمین کی محاقلت سے بھی منع فرمایا ہے (محاقلت کے معنی ہیں کھیتی کو خوشے ہی میں بیچنا) لہٰذا ہم لوگ تہائی، چوتھائی یا معیّن مقدار پیداوار پر زمین اُجرت پر دیتے تھے۔ حضورؐ نے صاحب زمین کو یہ حکم دیا ہے کہ زمین کی یا خود کھیتی کریں یا دوسروں سے کرائیں (بیکار نہ رکھیں)۔

رافع سے ایک اور روایت ہے کہ اُنھوں نے ایک کھیتی تیار کی جسے وہ سیراب کر رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اِدھر سے گزرے تو پوچھا کہ: یہ کھیتی کس نے کی ہے اور زمین کس کی ہے؟ عرض کیا کہ: یہ کھیت میں نے اپنے بیج اور محنت سے پیدا کیا ہے۔ اس شرط پر کہ پیداوار میں نصف میرا ہوگا نصف بنی فلاں کا۔ فرمایا: تم دونوں ہی ربا کے مرتکب ہوئے۔ زمین زمین والوں کو واپس کر دو اور اپنا خرچ واپس لے لو۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے رافع سے پوچھا کہ: تم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کرائے پر دینے سے منع کرتے سُنا ہے؟ کہا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ زمین کسی شے کے عوض کرائے پر مت دو۔

ومنها: وقد قال له عمران بن سهیل بن بن رافع یا ابتاه انه قد اکرینا ارضنا فلانة بمائتی درهم فقال یا بنی دع ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد نهی عن کراء الارض۔

ایک اور روایت ہے کہ عمران بن سہیل بن رافع نے کہا کہ: اے پدر بزرگوار میں نے اپنی فلاں زمین دو سو درہم کے عوض اُجرت پر دی ہے۔ اُنھوں نے کہا: اے فرزند! اسے چھوڑ دو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو اُجرت پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

ومنها قال له ابن عمرؓ یا ابن خدیج ماذا تحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کراء الارض؟ فقال رافع سمعت عمی یحدثان اهل الدار انه صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن کراء الارض (للستة)

دوسری روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ: اے ابن خدیج! اُجرت پر زمین دینے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ بولے کہ: میں نے اپنے دونوں چچاؤں کو اہلِ محلہ سے یہ بیان کرتے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُجرت پر زمین دینے سے روکا ہے۔

(عروةؓ): قال زید یغفر اللہ لرافع بن خدیج انا واللہ اعلم بالحدیث منه اذما اتاه رجلان من الانصار قد اقتتلا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کان هذا شانکم فلا تکروا المزارع فسمع لا تکروا المزارع۔ (ابو داؤد)

زید نے کہا کہ رافع بن خدیج کو خدا بخشے۔ بخدا میں ان سے حدیث کا زیادہ واقف ہوں، بات یوں ہے کہ دو انصاری لڑتے جھگڑتے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے تھے جس پر حضورؐ نے فرمایا کہ جب تمھارا یہی حال ہے تو زمین کو اُجرت پر نہ دیا کرو۔ رافع نے صرف اتنا ہی سُن لیا کہ زمین کو اُجرت پر نہ دو۔

(سعدؓ) ان اصحاب المزارع یکرون مزارعهم بما یکون علی الساقی من الزرع فاختصموا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی بعض ذلک فنهاهم ان یکروا بذلک وقال اکروا بالذهب والفضة۔ (نسائی، ابو داؤد)

کھیت والے اپنے کھیتوں کو نالیوں پر اُگنے والی پیداوار کے عوض اُجرت پر دیتے تھے۔ چنانچہ اسی قسم کے بعض معاملات میں باہم جھگڑا ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر زمین کو اُجرت پر دینے سے روک دیا اور فرمایا کہ: (پیداوار کی بجائے) سونے چاندی (درہم و دینار) سے معاملت کرو۔

ملکیّت زمین اور افتادہ زمین کی کاشت

۲۰۳ - احیائے زمین (زمین میں کاشت کرنا) :

(عروۃؓ) ارسلہ : من احی ارضا میتۃ فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق۔

(مالک، ترمذی، ابوداؤد)

جو کسی مُردہ زمین کو زندہ کرے (یعنی کاشت کر کے اُسے سرسبز بنائے) وہ اسی کے لیے ہے اور غاصب کا کوئی حق نہیں (غصب کی شکل یہ ہے کہ ایک شخص نے زمین کو زندہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے نے پھر اُسے اپنا قبضہ جمانے کے لیے زندہ کر لیا)۔

۲۰۴ - ملکیّت زمین کی حقیقت (زمین خدا کی اور بندے بھی اُسی کے) :

(عروۃؓ) اشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی ان الارض ارض اللہ والعباد عباد اللہ فمن احی مواتھا فھو احق بہ جاءنا بھذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی جاءنا بالصلوٰۃ عنہ۔ زاد الاوسط: قال عروۃ اشھد ان عائشۃؓ حدثتنی بھذا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واشھد ان عائشۃؓ ماکذبتنی۔

میں اس حقیقت کی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ زمین خدا کی ہے اور یہ بندے بھی اُسی کے ہیں۔ لہٰذا جو شخص کسی مُردہ زمین کو زندہ کرے اس کا زیادہ حقدار بھی وہی ہے۔ جس نے نماز کی روایت نبویؐ ہم سے بیان کی ہے، اسی نے یہ بات بھی بیان کی ہے۔ اوسط کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ روایت مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی اور اس بات کا بھی گواہ ہوں کہ حضرت عائشہ رضؓ نے مجھ سے جھوٹ نہیں بیان کیا۔

۲۰۵ - احیائے زمین کرنے والے کا حق تصرّف :

(سعیدؓ بن زیدؓ) رفعہ : من احی ارضا فقد عجز صاحبھا عنھا وترکھا

جس زمین کا مالک اسے زندہ کرنے سے عاجز ہو اور اُسے برباد حالت میں چھوڑ دے تو یہ

بمهلكة فهى له - (رزين)

اس کی ہو جائے گی جو اسے زندہ کرلے۔

۲۰۶- سامانِ آبپاشی کرنے والے کا اجر :

(ام سلمة رض) رفعته : ما من امرئ يحيى ارضا فيشرب عنه كبد حرّاء و تصيب منها عافية الا كتب الله له به اجرا۔ (كبير اوسط)

جو شخص کسی زمین کو زندہ کرے اور اُس سے کوئی پیاسا سیراب ہو کر راحت پائے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے بڑا اجر لکھ دیتا ہے۔

۲۰۷- بلا اجازت کسی کی زمین میں کاشت کرنا :

(رافع رض بن خديج رض) رفعه : من زرع فى ارض قوم بغير اذنهم فليس له من الزرع شئ وله نفقته۔ (للترمذى)

اگر کوئی شخص کسی کی زمین میں اُس کی اجازت کے بغیر زراعت کر لے تو اس کا کھیت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اس کا خرچ اُسے ملے گا۔

عُہدۂ قضا اور اُس کے احکام

۲۰۷- قاضی کی بے کسی :

(ابو هريرة) رفعه : من جعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين۔ (ابو داؤد، ترمذى)

جس شخص کے سپرد عہدۂ قضا ہوا سمجھو کہ وہ بے چھری کے ذبح کیا گیا۔

۲۰۸- جنّتی اور جہنّمی قاضی :

(ابو هريرة) رفعه : القضاة ثلاثة واحد فى الجنة واثنان فى النار فاما الذى فى الجنة فرجل عرف الحق وقضى به ورجل عرف الحق فجار فى الحكم فهو فى النار

قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جنّتی ہوتا ہے اور دو جہنّمی۔ جنّتی قاضی وہ ہے جو حق کو پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ دے اور جو قاضی حق کو جان کر فیصلے میں ظلم سے کام لے وہ بھی جہنّمی

ورجل قضی للناس علی جهل فی النار۔
(ابو داؤد)

اور وہ قاضی بھی جو بے سوچے سمجھے فیصلے کرے۔

۲۰۹۔ عہدۂ قضا کی خواہش اور اُس سے گریز:

(انسؓ) رفعه: من سأل القضاء وُكّل الی نفسه ومن جبر علیه ینزل علیه ملک یسدده۔
(ابو داؤد۔ ترمذی)

جو شخص عہدۂ قضا کو مانگ کر حاصل کرے گا وہ اپنے نفس کے داؤ میں آجائے گا اور جسے مجبور کرکے یہ عہدہ سپرد کیا جائے گا۔ اس پر ایک فرشتہ نازل ہوگا جو اسے ٹھیک راہ پر لگاتا رہے گا۔

۲۱۰۔ عہدۂ قضا کی خواہش کے بعد:

(ابو ہریرہؓ) رفعه: من طلب قضاء المسلمین حتی یناله ثم غلب عدله جوره فله الجنة ومن غلب جوره عدله فله النار۔ (ابو داؤد)

جو شخص مانگ کر عہدۂ قضا حاصل کرلے اور اس کی بے انصافی پر اس کا عدل غالب آجائے تو اس کے لیے جنّت ہے اور اگر اس کے عدل پر اُس کی بے عدلی غالب آجائے تو جہنّمی ہے۔

۲۱۱۔ قاضی کے ساتھ رحمان یا شیطان کی معیّت:

(ابن ابی اوفیٰؓ) رفعه: الله مع القاضی مالم یجرفاذا جار تخلی عنه والزمه الشیطان۔ (للترمذی)

قاضی جب تک بے انصافی سے بچا رہتا ہے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ بے عدلی کرتا ہے تو اس سے الگ ہو جاتا ہے اور شیطان کو اُس کا ساتھی بنا دیتا ہے۔

۲۱۲۔ اجتہاد کا اجر:

(عمروؓ بن العاص) رفعه: اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد فاخطاء فله اجر۔
(للشیخین، ابو داؤد)

اگر قاضی صحیح فیصلے کی کوشش کرتا رہے تو اگر صحیح فیصلہ ہوگا تو اُس کے لیے دو اجر ہوں گے۔ اور اس کوشش کے باوجود غلطی کر جائے تو اُس کے لیے ایک اجر ہے۔

۲۱۳ - قاضی ایک طبیب ہوتا ہے :

(یحییٰ بن سعیدؒ) : ان ابا الدرداء کتب الی سلمان ان ھلم الی الارض المقدسة فکتب الیه سلمان ان الارض لا تقدس احدا وانما یقدس الانسان عمله وقد بلغنی انک جعلت طبیبا تداوی فان کنت تبرئ فنعما لک وان کنت متطببا فاحذر ان تقتل انسانا فتدخل النار فکان ابو الدرداء اذا قضی بین اثنین ثم ادبرا عنه نظر الیهما فقال متطبب واللّٰہ ارجعا الیّ اعیدا قصتکما ۔ (مالک)

ابو درداءؓ نے سلمانؓ کو لکھا کہ تم ارضِ مقدّس میں آ جاؤ ۔ سلمانؓ نے جواب دیا کہ زمین انسان کو مقدّس نہیں بناتی بلکہ اس کا عمل اسے مقدّس بناتا ہے ۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تم طبیب (یعنی قاضی) بناتے گئے ہو اور لوگوں کا علاج کرتے ہو ۔ اگر تم مرض کو دُور کر دو تو سبحان اللّٰہ اور اگر نقلی طبیب ہو تو ذرا ہوشیار رہو ۔ کہیں کسی اِنسان کی جان لے کر مستحق دوزخ نہ بن جانا ۔ اس کے بعد ابوالدرداء جب بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے بیٹھتے تو ان کے واپس ہونے کے بعد دونوں کو دیکھتے رہتے ، اور آواز دیتے کہ بھئی میں تو نقلی طبیب ہوں ۔ واپس آ کو دونوں اپنا بیان پھر دہراؤ ۔

۲۱۴ - رشوت دینے والا اور لینے والا :

(ابوھریرةؓ و ابن عمرؓ) ان النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلم لعن الراشی والمرتشی فی الحکم (للترمذی ولابی داؤد، عن ابن عمر وحده)

فیصلہ (اپنے حق میں کرانے کے لیے) جو شخص رشوت دے یا لے ۔ دونوں پر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ۔

۲۱۵ - قاضی دونوں فریقوں کا بیان سُن کر فیصلہ دے :

(علیؓ) بعثنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم الی الیمن قاضیا فقلت یارسول اللّٰہ ترسلنی وانا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال ان اللّٰہ سیھدی قلبک ویثبت لسانک فاذا جلس

حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے مجھے قاضی یمن بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا کہ : یارسول اللّٰہ ! مجھ کم سن کو آپ اس عہدے پر بھیج رہے ہیں ؟ مجھے تو فنِ قضاء کا کوئی علم ہی نہیں فرمایا : اللّٰہ تعالیٰ تمھارے قلب کو راستہ سمجھا دے گا اور تمھاری زبان (فیصلے) کو ثبات عطا فرمائے گا ۔ دیکھو ! جب تمھارے

بين يديك الخصمان فلا تقضين حتى تسمع من الآخر كما سمعت من الاول فانه احرى ان يتبين لك القضاء فما زلت قاضيا وما شككت فی قضاء بعد۔
(للترمذی وابو داؤد بلفظه)

سامنے دونوں جھگڑے والے آئیں، تو جب تک مدعی کی طرح مُدعا علیہ کے بیان کو بھی باطمینان نہ سُن لو، اُس وقت تک کوئی فیصلہ مت دو۔ اس طرح صحیح فیصلہ تمہارے سامنے روشن تر طریق پر آجائے گا اس کے بعد میں برابر قاضی رہا اور کبھی کسی فیصلے میں تذبذب و شک نہیں پیدا ہوا۔

۲۱۶۔ غصّے کی حالت میں فیصلہ نہ دیا جائے :

(ابو بکرۃ رض) رفعه : لا يحكم احد بين اثنين وهو غضبان وفی رواية : لا يقضين فی قضاء بقضائين ولا يقضين احد بين خصمين وهو غضبان۔
(للستة الا مالكا)

غصّے کی حالت میں کوئی شخص بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ دے۔
ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس معاملے میں کوئی قاضی دو فیصلے نہ دے اور نہ دو جھگڑے کرنے والوں کے درمیان بحالت غصّہ فیصلہ دے۔

۲۱۷۔ فریقین میں ہر لحاظ سے برابری قائم رکھی جائے :

(ام سلمۃ رض) رفعته : اذا ابتلی احدكم بالقضاء بين المسلمين فلا يقضين وهو غضبان وليسوّ بينهم بالنظر والمجلس والاشارة ولا يرفع صوته علی احد الخصمين فوق الآخر
(للموصلی والكبير بضعف)

جب کوئی مسلمانوں کا قاضی ہونے کی آزمائش میں پڑے تو غصّے کی حالت میں کبھی فیصلہ نہ دے اور متخاصمین کی طرف دیکھنے، اُن کو بٹھانے اور اُن کی طرف اشارہ کرنے تک میں برابری کو قائم رکھے اور کسی ایک فریق پر دوسرے کی بہ نسبت آواز زیادہ بلند نہ کرے۔

۲۱۸۔ قاضی بُلائے تو جانا ضروری ہے :

(عمران بن حصین رض) رفعه : من دعی الی حاكم من حكام المسلمين فامتنع فهو ظالم او قال لا حق له (للبزار بلين)

کسی مسلمان قاضی کے بلانے پر جو شخص نہ جائے وہ ظالم ہے اور اُسے اس کا کوئی حق نہیں۔

۲۱۹۔ فیصلے کے بعد اپنی مظلومیت کا اظہار غلط ہے:

(عوف بن مالکؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بین رجلین فقال المقضی علیہ لما ادبر حسبی اللہ و نعم الوکیل فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یلوم علی العجز ولکن علیک بالکیس فاذا غلبک امر فقل حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے جھگڑے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا وہ واپس جاتا ہوا، بولا کہ "حسبی اللہ و نعم الوکیل" میرے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر مددگار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ: اس طرح کی عاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ ملامت ہے۔ تمھیں عقل و فراست سے بھی کام لینا چاہیئے اس کے بعد بھی تم مغلوب ہو جاؤ تو حسبی اللہ و نعم الوکیل کہو۔

۲۲۰۔ فیصلے کی تین بنیادیں: (کتاب، سُنّت اور اجتہاد)

(معاذؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما اراد ان یبعثه الی الیمن قال له کیف تقضی اذا عرض لك قضاء؟ قال اقضی بکتاب اللہ تعالیٰ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ؟ قال اقضی بسنة رسول اللہ قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ؟ قال اجتهد رائی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صدره وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ۔ وفی روایة: ان معاذاً سأل النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال یا رسول اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذؓ بن جبل کو قاضی یمن بنا کر بھیجنا چاہا تو پوچھا کہ: تمھارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا: کتاب اللہ سے فیصلہ دوں گا۔ فرمایا: اگر تمھیں کتاب اللہ میں اس کے متعلق کوئی حکم نہ ملے تو؟ عرض کیا: سنّت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ فرمایا: اگر وہاں بھی نہ ملے؟ عرض کیا کہ پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ (رضی اللہ عنہ) کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اس کے لیے حمد ہے، جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول (فرستادہ) کو رسولِ خدا کی مرضی کے مطابق چلنے کی توفیق بخشی۔

دوسری روایت میں ہے کہ معاذ (رضی اللہ عنہ) ہی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میں کس چیز کے مطابق فیصلے کروں؟

ہم اتقضی؟ قال بکتاب الله قال فان لم احد؟ قال بسنة رسول الله قال فان لم احد قال استدق الدنیا ویعظم فی عینیک ما عند الله و اجتهد رایک فسیددک الله للحق ۔ (ابوداؤد ۔ ترمذی ۔)

فرمایا: کتاب وسنت کے مطابق ۔ پھر پوچھا: اگر اس میں نہ ملے تو؟ فرمایا: سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ۔ پھر پوچھا: اگر اس میں نہ ملے؟ فرمایا: کہ دنیا کو بہت ہی حقیر سمجھ تو تمہاری نگاہوں میں الٰہی احکام کی وقعت پیدا ہوگی ۔ اپنی رائے سے اجتہاد کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری صحیح راہنمائی کرے گا ۔

۲۱۔ فیصلہ بیان فریقین کی بنیاد پر ہونا چاہیئے اور تذکیر بھی ہو تو بہتر ہے:

(ام سلمۃ) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سمع جلبة بباب حجرته فخرج الیهم فقال انما انا بشر وانه یأتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فأحسب انه صادق فاقضی له فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من نار فلیحملها او یذرها۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر کچھ شور و غل سنا تو باہر نکل کر لوگوں کے سامنے گئے اور فرمایا کہ: میں بشر ہوں میرے پاس مقدمے آتے ہیں ۔ بعض اوقات ایک فریق دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ سچا ہے ۔ پھر میں اسی کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہوں ۔ ایسے شخص کے حق میں فیصلہ ہو جائے اور کسی مسلمان کا حق مارا جائے تو وہ دراصل آگ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جو اس کے پاس گیا ہے اسے اختیار ہے کہ اسے اٹھائے یا چھوڑ دے ۔

وفی روایة ....

فبکی الرجلان وقال کل منهما لصاحبه حقی لک فقال لهما صلی الله علیه وسلم اما اذا فعلتما ذلک فاقتسما فتوخیا الحق ثم استهما ثم تحالا۔

(السنة)

ایک دوسری روایت (جس کے الفاظ ذرا دوسرے اور مضمون قریباً یہی ہے) کے آخر میں یہ ہے کہ یہ سننے کے بعد دونوں جھگڑنے والے رونے لگے اور ہر ایک نے کہا: میں اپنا حق تمہیں دیتا ہوں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم دونوں کو یہی کرنا ہے تو اپنا اپنا حصّہ دوسرے کو دے دو ۔ چنانچہ انھوں نے طلب حق کے لیے قرعہ اندازی کی اور مطمئن ہو گئے ۔

دعویٰ، ثبوت اور گواہی کے احکام

۲۲۲ - ثبوت اور قسم کس کے ذمّے ہے ؟ :

(ابن عمرو بن العاص رض) رفعه : البيّنة على المدعى واليمين على المدّعیٰ عليه - (الترمذی)

مدعی کے ذمّے ثبوت پیش کرنا ہے اور مدعا علیہ کے ذمّے قسم کھانا۔

۲۲۳ - ایک قسم اور ایک گواہی پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے :

(ابن عباس رض)...... ان النبیّ صلّی الله عليه وسلم قضا بيمين وشاهد (مسلم، ابوداؤد)

...... ایک قسم اور ایک گواہ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے۔

۲۲۴ - ایک قسم ایک گواہ کے ساتھ مل کر کام دے جاتی ہے :

(ابوھریرۃ رض) ان النبیّ صلّی الله عليه وسلّم قضی باليمين مع الشاهد الواحد (لابی داؤد والترمذی وله عن جابر مثله)

حضور (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے یمین اور ایک ہی گواہی پر بھی فیصلہ دیا ہے۔ ترمذی میں جابر رض سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔

۲۲۵ - کن لوگوں کی گواہیاں نامقبول ہیں ؟ :

(عائِشۃ رض) رفعته : لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا مجلود حدا ولا ذی غمر علی اخيه ولا مجرب شهادة ولا القانع لاهل البيت ولا ظنين فی ولاء ولا قرابة (قال الفزاری القانع التابع -) (للترمذی)

مندرجہ ذیل قسم کے لوگوں کی گواہی جائز نہیں :
(۱) خائن اور خائنہ (۲) جسے کسی حد میں کوڑے لگے ہوں۔ (۳) جسے اپنے بھائی سے کینہ ہو۔
(۴) جس کی غلط گواہی آزمائی جا چکی ہو۔
(۵) گھر والوں کے تابع (مثلاً ملازم وغیرہ)
(۶) جو دوستی یا قرابت کے معاملے میں متہم ہو۔

۲۲۵ ۔ کسی کے خلاف گواہی دینے والا اُسی کی سطح کا ہونا چاہئیے :

(ابو ہریرۃؓ) رفعہ : لا تجوز شهادة بدوی علی صاحب قریة۔ (ابو داؤد)

دیہاتی کی گواہی بھی شہری کے خلاف جائز نہیں۔

۲۲۶ ۔ جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے :

(ایمن بن خریمؓ) رفعہ : ایها الناس عُدلت شهادة الزور اشراکا باللہ تعالیٰ ثم قرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور الآیة۔ (ابوداؤد، ترمذی بلفظه واعلّه)

اے لوگو! جھوٹی گواہی شرک کی ہم پلّہ ہے ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی :

(ترجمہ):
کہ بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی۔

۲۲۷ ۔ بہترین گواہ کون ہے ؟ :

(زید بن خالدؓ) الا اخبرکم بخیر الشهداء؟ الذی یأتی بشهادته قبل ان یسئلها۔ (مالک، مسلم، ابی داؤد، ترمذی)

میں تمھیں نہ بتا دوں کہ سب سے بہتر گواہ کونسا ہے ؟ وہ ہے جو اپنی گواہی قبل اس کے کہ اس سے اس کی درخواست کی جائے، پیش کر دے ۔

۲۲۸ ۔ خزیمہ کی ایک عجیب ادا (اُن کی ایک گواہی دو کے برابر ہے):

(خزیمہ بن ثابتؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ابتاع فرسا من اعرابی فاستتبعه الی منزله لیقبضه ثمن فرسه فاسرع النبی صلی اللہ علیہ وسلّم المشیٔ وابطأ الاعرابی بالفرس فطفقت رجال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا ۔ اعرابی، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے ہو لیا، تاکہ گھر پہنچ کر اپنے گھوڑے کی قیمت لے لے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تیز قدمی فرما رہے تھے اور اعرابی اپنے گھوڑے کی وجہ سے سُست رفتاری سے چل رہا تھا ۔ راستے میں کچھ لوگ

يعترضون الاعرابي يساومونه بالفرس لا يشعرون ان النبي صلّى الله عليه وسلّم ابتاعه فنادى الاعرابي النبي صلى الله عليه وسلّم فقال ان كنت مبتاعا هذا الفرس والّا بعته فقام النبي صلى الله عليه وسلّم حين سمع نداء الاعرابي فقال اوليس قد ابتعته منك ؟ قال الاعرابي لا والله ما بعتكم فقال صلّى الله عليه وسلّم بلى قد ابتعته منك فطفق الاعرابي يقول هلم شهيدا فقال خزيمة انا اشهد انك قد بايعته فاقبل النبي صلّى الله عليه وسلّم على خزيمة فقال بم تشهد؟ قال بتصديقك يارسول الله فجعل صلى الله عليه وسلم شهادة خزيمة بشهادة رجلين۔

(ابوداؤد، نسائی)

اُسے ملے اور گھوڑے کا مول تول کرنے لگے۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑا خرید چکے ہیں۔ اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو آواز دی کہ آپؐ خریدتے ہیں یا میں اور کسی کے ہاتھ فروخت کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی آواز سُن کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ: کیا میں تجھ سے یہ خرید نہیں چکا ہوں؟ اعرابی بولا کہ: بخدا میں نے اسے آپؐ کے ہاتھ ابھی فروخت تو نہیں کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں ہاں! میں تجھ سے خرید چکا ہوں۔ اعرابی بولا کہ: لاؤ تو کوئی گواہ۔ خزیمہ (رضی اللہ عنہ) یہ سُن کر بول اُٹھے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیع کا معاملہ کر چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مُڑ کر پوچھا کہ: تم کس بُنیاد پر یہ گواہی دے رہے ہو۔ خزیمہ رضؓ نے عرض کیا کہ: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا ماننے کی وجہ سے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے خزیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اکیلی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔

۲۲۹۔ کتمانِ شہادت، جھوٹی گواہی کے برابر ہے:

(ابوموسیٰ) رفعہ: من کتم شهادة اذا دعی اليها كان كمن شهد بالزور۔

(کبیر، اوسط)

جس شخص کو گواہی کے لیے بلایا جائے اور وہ شہادت کو پوشیدہ رکھے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے جھوٹی گواہی دینے والا۔

۲۳۰۔ ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی کا موقع:

(ابن عمرؓ) سئل النبی صلی اللہ علیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ:

وسلّم ما الذی یجوز فی الرضاع من الشهود ؟ فقال رجل او امرأۃ وفی روایۃ: رجل وا مرأۃ۔ (لاحمد و لکبیر بنحوہ)

رضاعت کے ثبوت کے لیے کتنی گواہیاں کافی ہیں ؟ فرمایا کہ : ایک مرد ہو یا ایک عورت ۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت ۔

۲۳۱ - ایک ہی عورت کی گواہی کا موقع :

(حذیفۃ رضی اللہ عنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم اجاز شہادۃ القابلۃ ۔ (اوسط بنحوہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دائی جنائی کی شہادت کو بھی جائز قرار دیا ہے ۔

۲۳۲ - اہلِ کتاب کی گواہی (جبکہ کوئی مسلمان نہ ملے) :

(الشعبی رضی اللہ عنہ) ان رجلا من المسلمین حضرتہ الوفاۃ بدقوقاء ولم یجد احدا من المسلمین یشہدہ علی وصیتہ فاشہد رجلین من اہل الکتاب فقدما الکوفۃ فاتیا اباموسیٰ الاشعری فاخبراہ وقدما وترکتہ ووصیتہ قال ابوموسیٰ ہذا لم یکن بعد الذی کان فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحلفہما بعد العصر باللہ ما خانا ولا کذبا ولا بدلا ولا کتما ولا غیرا وانہا لوصیۃ الرجل وترکتہ فامضی شہادتہما ۔ (ابوداؤد)

ایک مرد مسلمان دقوقا ، میں مرنے لگا اور اُسے کوئی مسلمان نہ ملا جو اس کی وصیّت کا گواہ ہوتا ، تو اُس نے دو اہلِ کتاب کو گواہ بنایا ۔ یہ دونوں کوفے میں ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور صورتِ حال بتا کر اس کا ترکہ اور وصیّت پیش کر دی ۔ ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ : عہد نبویؐ کے بعد پھر ایسا کوئی واقعہ نہیں پیش آیا ۔ چنانچہ اُنھوں نے بعد عصر دونوں سے اس بات پر حلف لیا کہ اُنھوں نے نہ کوئی خیانت کی ہے نہ جھوٹ بتا رہے ہیں نہ ترکے میں کوئی تغیر و تبدل کیا ہے اور نہ کچھ چھپایا ہے اور یہ کہ یہی اس کا ترکہ اور یہی اس کی وصیّت ہے ۔ اس کے بعد ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے ان دونوں اہلِ کتاب کی گواہی کو قبول کر لیا ۔

مجرم کو حبس میں رکھنا

۲۳۳ - تحقیقِ حال تک کسی کو حبس میں رکھنا :

(بہز بن حکیم) عن ابیہ عن جدّہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس رجلا فی تہمۃ۔ (ابوداؤد و زاد ترمذی ونسائی)

کسی تہمت کے عوض حبس میں رکھا ہے۔

۳۳۴۔ صحیح غلط جانے بغیر گواہی دینا اور گواہ ہونے کا مغالطہ دینا:

(ابوہریرہؓ) رفعہ: من اعان علی خصومۃ وھو لا یعلم احق او باطل فھو فی سخط اللہ حتی ینزع ومن مشی مع قوم یری انہ شاھد ولیس لشاھد فھو کشاھد زور۔ (للاوسط بلین مطولا)

جو کسی جھگڑے میں (کسی فریق کی) اعانت کرے اور اسے یہ علم نہ ہو کہ یہ حق پر ہے یا ناحق پر تو اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اُس وقت تک رہتا ہے جب تک اس سے الگ نہ ہو جائے اور جو شخص گواہ تو نہ ہو لیکن کسی فریق کے ساتھ اس انداز سے جائے کہ لوگ اُسے بھی گواہ سمجھیں، تو اس کا شمار بھی جھوٹے گواہوں میں ہوگا۔

۳۳۵۔ ظالم کی اعانت گویا ترکِ اسلام ہے:

(اوس بن شرجیل) رفعہ: من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ (للکبیر وفیہ عیاش بن یونس)

جو کسی ظالم کو ظالم جانتا ہوا بھی اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ جائے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کارِ خیر میں زمین وغیرہ کا وقف

۳۳۶۔ کسی میت کی طرف سے کارِ خیر:

(سعدؓ بن عبادہؓ): قلت یا رسول اللہ ان امی ماتت فای الصدقۃ افضل؟ قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔ (ابوداؤد، نسائی)

میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ لہٰذا کون سا صدقہ بہتر ہے؟ (جو اس کی طرف سے ادا کیا جائے)، فرمایا: کنواں! چنانچہ سعدؓ نے کنواں کھدوایا اور نیت کی کہ: (اس کا ثواب) سعدؓ کی ماں کے لیے ہے۔

۳۳۷۔ زمین کو تقسیم نہ کرنا بہتر ہے :

(اسلمؓ) انہ سمع عمرؓ یقول اما والذی نفسی بیدہ لولا ان اترک اٰخر الناس ببانا لیس لہم من شئ ما فتحت علی قریۃ الا قسمتہا کما قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ولکنی اترکہا خزانۃ لہم یقتسمونہا۔ (ابوداؤد، بخاری، بلفظہ)

اسلمؓ نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ کہتے سنا کہ : سنو قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ بعد میں آنے والے لوگ کہیں گے کہ ہمارے لیے کچھ بھی نہ رہا تو میں جو بستی بھی فتح کرتا اُسے اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو کیا۔ لیکن اُسے میں ایک ایسے خزانے کی طرح باقی رکھنا چاہتا ہوں جس کی آمدنی لوگوں میں تقسیم ہوتی رہے۔

صلح جائز

۳۳۸۔ ناجائز شرطوں پر صلح غلط ہے :

(ابوہریرۃؓ) رفعہ : الصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً حرم حلالاً او احل حراماً والمسلمون علی شروطہم الا شرطاً حرم حلالاً او احل حراماً۔ (للترمذی)

مسلمانوں کے درمیان ہر طرح کی صلح جائز ہے بجز اس صلح کے جس سے کوئی حلال چیز حرام یا حرام شے حلال ہوتی ہو۔ اور مسلمانوں کو ہر شرط پر قائم رہنا چاہیے بجز اس شرط کے جو کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے والی ہو۔

امانت داری کے احکام

۳۳۹۔ امانت داری ہر ایک سے ہو :

(ابوہریرہؓ) رفعہ : ادّ الامانۃ الیٰ من ائتمنک ولا تخن من خانک۔ (ترمذی، ابوداؤد)

جو تمہارے ساتھ امانت کا برتاؤ کرے، تم بھی اس کے ساتھ امانت داری کا حق ادا کرو لیکن جو تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اُس کے جواب میں خیانت نہ کرو۔

۳۴۰ - امانت دار خزانچی کی تعریف اور اُس کا درجہ :

(ابو موسیٰؓ) رفعه : ان الخازن المسلم الامین الذی یعطی ما امر به فیعطیه کاملاً موفراً طیبة به نفسه فیدفعه الی الذی امر له به احد المتصدقین۔
(شیخین، ابو داؤد، نسائی)

امانت دار مسلمان خزانچی کا شمار بھی صدقہ دینے والوں میں ہوگا، بشرطیکہ جو رقم ادا کرنے کا اسے حکم دیا جائے اُسے پورا پورا، اور خُوش دلی کے ساتھ اس کے حوالے کر دے جسے دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

۳۴۱ - امانت داری اور پاسِ عہد :

(انسؓ) رفعه : لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له (لاحمد والموصلی والبزار والاوسط بلین)

جس میں امانت نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس میں پاسِ عہد نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں۔

لعنتِ غلامی کو ختم کرنے کے طریقے

۳۴۲ - غلام کا مقام :

(الحسنؓ) ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم بعبد فقال انی اشتریت هذا فاعتقه فما تری لی فیه ؟ فقال هو اخوک ومولاک قال فما تری فی صحبته ؟ قال ان شکرک فهو خیر له وشر لک وان کفرک فهو خیر لک وشر له قال فما تری فی ماله ؟ قال ان مات ولم یترک عصبة

ایک شخص ایک غلام کو لے کر حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے۔ اگر میں اسے آزاد کر دوں تو حضور علیہ السلام کی رائے میں اس کا کیا مقام ہوگا؟ فرمایا : یہ تمہارا بھائی اور تمہارا آزاد کردہ ہوگا۔ عرض کیا، اگر میں اسے ساتھ ہی رکھوں تو؟ فرمایا : اس صورت میں اگر یہ تمہارا قدر دان ہوگا تو اس کے لئے بھلا اور تمہارے لیے بُرا ہوگا اور اگر ناقدرا ثابت ہُوا تو تمہارے لیے بہتر اور اس کے لیے شر ہوگا۔ عرض کیا اس کے مال کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا:

فانت وارثه - (دارمی بارسال)

اگر یہ مر جائے اور اس کا کوئی عصبہ نہ ہو تو تم اس کے وارث ہو گے۔

۳۴۳ - قیدی و غلام کو آزاد کرنے کا اجر:

(ابوھریرۃ رض) رفعه: ایما رجل اعتق امرأً مسلماً استنقذ الله بکل عضو منه عضواً منه من النار...... (شیخان، ترمذی)

جو شخص بھی کسی مرد مسلمان کو غلامی سے آزاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر ہر عضو کے بدلے اس کا وہی وہی عضو آگ سے بچا لیتا ہے۔

۳۴۴ - ایضاً:

(ابو امامۃ) ایما امرئ مسلم اعتق امرأً مسلماً کان فکاکه من النار یجزی کل عضو منه عضواً منه وایما امرئ مسلم اعتق امرأتین مسلمتین کانتا فکاکه من النار یجزی کل عضو منهما عضواً وایما امرأة مسلمة اعتقت امرأة مسلمة کانت فکاکها من النار یجزی کل عضو منها عضواً منها (ترمذی)

جو مسلمان کسی مسلمان کو غلامی سے آزاد کرے گا وہ جہنم سے اس طرح آزاد ہو گا کہ آزاد ہونے والے کے ہر عضو کے عوض اس کا وہی عضو آزاد ہو گا اور جو مسلمان دو مسلمان عورتوں کو آزادی بخشے گا اس کا جہنم سے اس طرح چھٹکارا ہو گا کہ دونوں کے ہر عضو کے بدلے اس کا وہی عضو نجات پائے گا، اور اگر کوئی مسلمان عورت ایک مسلمان عورت کو آزاد کر دے تو اس کے ہر عضو کے جزا میں اس کا وہی عضو آگ سے آزاد ہو جائے گا۔

۳۴۵ - غلام کو رہا کرنے کا اجر:

(ابو نجیح رض) رفعه: من اعتق رقبة مؤمنة کانت له فداه من النار۔ (ترمذی)

جو شخص کسی مسلمان کو غلامی سے رہا کر دے وہ رہائی اس کے لیے آتشِ جہنم سے بچنے کا فدیہ ہو جائے گی۔

۳۴۶ - قتل کی تلافی غلام کی رہائی سے:

(الغریف بن الدیلمی) اتینا واثلة الاسقع فقلنا حدثنا حدیثاً لیس

ہم نے ایک بار واثلہ بن اسقع کے پاس آکر فرمائش کی، کہ کوئی حدیث ایسی سنائیے جس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ واثلہ نے

فيه زيادة ولا نقصان تغضب وقال ان احدكم ليقرأ ومصحفه معلق فى بيته فيزيد وينقص فقلنا انما اردنا حديثا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اتينا النبى صلى الله عليه وسلم فى صاحب لنا اوجب يعنى النار بالقتل فقال اعتقوا عنه يعتق الله بكل عضو منه عضوا منه من النار۔

(ترمذی)

خفا ہو کر کہا کہ: جب تم میں سے کوئی شخص زبانی قرآن پڑھ رہا ہو اور اس کا مصحف گھر میں لٹکا ہوا ہو تو کیا وہ اس میں جان بوجھ کر کوئی کمی بیشی کرتا ہے؟ ہم نے کہا کہ: ہمارا مقصد حدیث سے کلامِ الٰہی نہیں بلکہ وہ قولِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، جو آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو تو اُنھوں نے کہا کہ: ہم لوگ ایک بار حضور علیہ السلام کے پاس ایک ایسے شخص کی بابت دریافت کرنے آئے جو قتلِ ناحق کی وجہ سے مستحق دوزخ ہو گیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: اس کی طرف سے ایک غلام آزاد کرو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس جہنمی کا بھی وہی عضو آگ سے بچا لے گا۔

۳۴۷۔ حُسنِ سلوک:

(رافع بن مکیثؓ) رفعه: حسن الملكة يمن وسوء الخلق شوم (ابوداؤد)

اچھا برتاؤ برکت ہے اور بدخلقی شومیٔ قسمت۔

۳۴۸۔ الفاظ تعظیم و تحقیر میں احتیاط:

(ابوہریرۃؓ) رفعه لا يقولن احدكم عبدى وامتى ولا يقولن المملوك ربى وربتى ليقل المالك فتاى وفتاتى وليقل المملوك سيدى وسيدتى فانكم المملوكون والرب الله تعالٰى

(شيخين و ابى داؤد)

مالک اپنے مملوک و مملوکہ کو عبدی (میرا بندہ) اور اُمتی (میری باندی) کے الفاظ نہ کہے اور وہ اپنے مالک و مالکہ کو ربی (میرا آقا) اور ربتی (میری آقائن) نہ کہے۔ بلکہ وہ اسے فتای اور فتاتی (صاحبزادے اور صاحبزادی) کہے اور یہ اسے سیدی و سیدتی (میرے سردار) کہہ کر پکارا کرے کیونکہ مملوک تم تمام لوگ ہو اور ربّ اللہ تعالیٰ ہے۔

احکامِ وصیّت

۳۴۹۔ وصیّت کی تاکید:

(ابن عمرؓ) رفعه: ما حق امرئ مسلم

اگر کسی مسلمان کے پاس کوئی قابلِ وصیّت مال ہو، تو

مسلم له شئ يوصى فيه ان يبيت ليلتين وفى رواية: ثلاث ليال الا ووصيته مكتوبة عنده قال نافع سمعت ابن عمرؓ يقول ما مرت علىّ ليلة منذ سمعته من النبى صلى الله عليه وسلم الا وعندى وصيتى مكتوبة.

(الستة)

تو اسے یہ حق نہیں کہ دو یا تین راتیں بھی ایسی گزارے جن میں اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔ نافع نے ابن عمرؓ کو یہ کہتے سُنا ہے کہ جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے۔ مجھ پر کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں میرا وصیت نامہ میرے پاس موجود نہ ہو۔

۳۵۰۔ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو تندرستی کی حالت میں دیا جائے:

(ابو ھریرۃؓ) قيل للنبى صلى الله عليه وسلم اى الصدقة خير؟ قال ان تتصدق وانت صحيح شحيح تامل الغنى وتخشى الفقر ولا تدع حتى اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا وقد كان لفلان۔

(شیخین، ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بہترین صدقہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ وہ وہ صدقہ ہے جو تندرستی اور حرص کی حالت میں ادا کیا جائے جب کہ اس کے موجود ہونے سے امیر رہنے کی اُمید اور نہ ہونے سے فقیر ہو جانے کا خطرہ ہو، تم اُسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، مگر جب جان حلق میں اٹک جاتی ہے تو کہنے لگتے ہو کہ اتنا فلاں کا حصّہ ہے اور اتنا فلاں کے لیے رکھا تھا۔

۳۵۱۔ زندگی میں ایک درہم دینا مرتے وقت کے سو درہموں سے بہتر ہے:

(ابوسعیدؓ) رفعه: لان يتصدق المرء فى حياته وصحته بدرهم خير له من ان يتصدق عند موته بمائة۔

(ابوداؤد)

اگر کوئی شخص اپنی زندگی اور تندرستی کی حالت میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ مرتے وقت سو درہم صدقہ دے دے۔

۳۵۲۔ اہل و عیال کو محتاج نہیں چھوڑنا چاہیئے (بیوی کے منہ میں لُقمہ ڈالنا بھی باعثِ اجر ہے):

(سعدؓ)...... انك ان تذر ورثتك اغنياء خير لك من ان تذرهم عالة

...... اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر مرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ انھیں محتاج چھوڑ کر مرو اور وہ لوگوں کے آگے دستِ سوال

يتكففون الناس وانك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت بها حتى ما تجعل في امرأتك۔ (الستة)

دراز کرتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالو گے اس کا بھی اجر ملے گا۔

۳۵۳۔ جن کا کوئی آگے پیچھے وارث نہ ہو :

(ابن مسعودؓ) قال یموت احدکم ولا یدع عصبة ولا رحما فما یمنعه ان یضع ماله في الفقراء والمساکین۔ (طبرانی)

ابن مسعودؓ نے کہا کہ بعض لوگ مرتے ہیں، اور اُن کے آگے پیچھے کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو اپنا مال فقراء و مساکین کی راہ میں دے دینے سے کیا چیز مانع ہے۔؟

۳۵۴۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مال کی وصیت نہیں فرمائی (وصیت قرآن) :

(طلحہؓ بن مصرف) سألت ابن ابی اوفی هل اوصى النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال لا فقلت كيف كتب على الناس الوصية وامربها ولم يوص؟ قال وصى بكتاب الله (شیخین ترمذی، نسائی)

میں نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کہ: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی وصیت فرمائی تھی؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے پوچھا: جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں فرمائی تو لوگوں پر وصیت کو کیوں ضروری قرار دیا؟ کہا کہ: ہاں! کتاب اللہ کی وصیت فرمائی تھی۔

۳۵۵۔ وصیت کا اثر نجات پر :

(ابو ہریرہؓ) رفعه: ان الرجل ليعمل بعمل اهل الخير سبعين سنة فاذا اوصى حاف في وصيته فيختم له بشر عمله فيدخل النار وان الرجل ليعمل بعمل اهل الشر سبعين سنة فيعدل في وصيته فيختم له

ایک شخص ستر سال تک اہل خیر جیسے کام کرتا ہے لیکن وصیت میں ظلم سے کام لیتا ہے تو اس کا خاتمہ بدترین عمل پر ہونے کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے اور اس کے برعکس دوسرا شخص ستر برس اہل شر جیسے عمل کرتا رہتا ہے لیکن وصیت میں پورے عدل سے کام لیتا ہے تو اُس کی زندگی پر اُسی نیک عمل کی مُہر لگ جاتی ہے اور

بغير عمله فيدخل الجنة. قال ابو هريرةؓ واقرءوا ان شئتم تلك حدود الله الى عذاب مهين۔
(قنز وبيهقى)

وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ ابوہریرہؓ نے پھر کہا کہ دل چاہے تو سورۂ نساء کی آیت: تلك حدود الله سے عذاب مهين تک پڑھ لو۔

حُدود اللہ

۳۵۶۔ حُدود اللہ کی ضرورت:

(النعمان بن بشيرؓ) رفعه: مثل القائم فى حدود الله والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة فاصاب بعضهم اعلاها وبعضهم اسفلها فكان الذين فى اسفلها اذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم فقالوا لو انا خرقنا فى نصيبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا فان تركوهم وما ارادوا هلكوا جميعا وان اخذوا على ايديهم نجوا ونجوا جميعا۔
(ترمذى، بخارى)

حدود اللہ کو جو نافذ کرتا ہے اور جن پر وہ نافذ ہوتی ہیں ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ ایک کشتی میں اپنی اپنی جگہیں تقسیم کر کے بیٹھ گئے ہوں، بعض اوپر کی منزل میں ہوں اور بعض نیچے کی منزل میں۔ پھر نیچے والوں کو پانی کی ضرورت محسوس ہو اور وہ اوپر والوں سے جا کر کہیں کہ ہم اپنے نیچے والے حصّے میں پانی لینے کے لیے ایک سوراخ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو ہم کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے ـــ ایسی حالت میں اگر اوپر والے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے آزادی دے دیں تو نتیجے میں سب کے سب ہلاک ہوں گے اور اگر وہ اُن کے ہاتھ پکڑ لیں گے تو وہ بھی اور یہ بھی سب بچ جائیں گے۔

۳۵۷۔ حُدود سے بچانے کے لیے بہانے تلاش کرو:

(عائشہؓ) رفعته: ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام ان يخطئ فى العفو خير له من ان يخطئ فى العقوبة۔ (للترمذى وقال قد روى موقوفا وهو اصح)

جہاں تک تم سے ممکن ہو مسلمان کو حدود سے بچاؤ۔ کوئی صورت بھی اگر اس سے محفوظ رکھنے کی نکل سکے تو اسے بچاؤ، کیونکہ امام کے لیے معافی میں چوک جانا سزا میں چوک جانے سے بہتر ہے۔

۳۵۸۔ جرم کی ستر پوشی بہتر ہے:

(یزید بن نعیم) عن ابیہ: ان ماعزؓ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقر عندہ اربع مرات فامر بہ فرجم وقال لہزال لو سترتہ بثوبک کان خیراً لک قال ابن المنکدر ھذا الا أمر ماعزاً یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیخبرہ۔ (مالک)

ماعز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے جرم زنا کا چار حلفیہ شہادتوں کے ساتھ اقرار کیا اور بحکم نبویؐ انھیں رجم کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزال سے کہا کہ: اگر تم اس کے جرم کو اپنے دامن میں چھپا لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ یہ ہزال (بقول ابن منکدر) وہی تھے جنھوں نے ماعز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار جرم کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

۳۵۹۔ سفارشِ مجرم عدالت میں آنے سے پہلے تک ہے:

(زبیرؓ بن العوامؓ) لقی رجلا قد اخذ سارقا وھو یرید ان یذھب بہ الی السلطان فشفع لہ الزبیر لیرسلہ فقال لا حتی ابلغ بہ السلطان فقال الزبیر انما الشفاعۃ قبل ان تبلغ الی السلطان فاذا بلغ الیہ فقد لعن الشافع والمشفع۔ (مالک)

کسی شخص نے ایک چور کو گرفتار کیا اور سلطان (کورٹ) میں لے جانے کا ارادہ کیا۔ زبیرؓ نے اس کے لیے چھوڑ دینے کی سفارش کی۔ اس نے کہا کہ: جب تک میں اُسے عدالت میں پیش نہ کر دوں، اُس وقت تک تمہاری سفارش قبول نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ: سفارش عدالت میں پہنچنے سے پہلے پہلے ہوتی ہے۔ پہنچنے کے بعد تو سفارش کرنے والا بھی ملعون ہوتا ہے اور وہ بھی جس کے حق میں سفارش سفارش قبول کی جائے۔

۳۶۰۔ تعزیر دس کوڑے سے زیادہ نہ ہو:

(ھانی بن دینار) رفعہ: لا یجلد فوق عشرۃ اسواط الا فی حد من حدود اللہ۔ (شیخین، ابوداؤد، بخاری، ترمذی)

حدود الٰہی کے سوا اور کسی جرم میں دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہ دی جائے۔

۳۶۱ - حدود اور رحمت الٰہی :

(علیؓ) رفعه : من اصاب حدا فعجل عقوبته فی الدنیا فالله تعالٰی اعدل من ان یثنّی علی عبده العقوبة فی الاٰخرة ومن اصاب حدًا فستره الله تعالٰی علیه وعفا عنه فالله اکرم من ان یعود فی شیٔ قد عفا عنه -
(للترمذی)

جو شخص قابلِ حد جرم کا مرتکب ہو اور جلد ہی اسے اس دنیا میں وہ سزا مل جائے تو عدلِ خداوندی یہ گوارا نہ کرے گا کہ اُسے آخرت میں بھی دوبارہ اس جرم کی سزا دے، اور جو شخص قابلِ حد جرم کا ارتکاب کرے اور اللہ اُس کے جرم کو پوشیدہ رکھے اور معاف کر دے تو اس کا کرم یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ جس جرم کو یہاں معاف کر چکا ہے اس کی سزا کا آخرت میں اعادہ کرے۔

جائز و ناجائز قتل کے احکام

۳۶۲ - غاصب سے کب قتال کیا جائے :

(مخارق) جاء رجل الی النبی صلّی الله علیه وسلّم فقال : الرّجل یأتینی فیأخذ مالی قال ذکره الله قال فان لم یذکر؟ قال فاستعن علیه من حولک من المسلمین قال فان لم یکن حولی احد من المسلمین؟ قال فاستعن علیه بالسلطان قال فان نأی السلطان عنی؟ قال قاتل دون مالک حتی تکون من شهداء الاٰخرة او تمنع مالک (للنسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر پوچھا کہ : میرے پاس ایک آدمی آکر میرا مال چھیننا چاہے تو کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا : اسے خدا کا خوف دلاؤ۔ عرض کیا : اگر اس میں خدا ترسی نہ پیدا ہو؟ فرمایا : اپنے آس پاس مسلمانوں سے اس کے خلاف مدد لو۔ کہا : اگر میرے آس پاس کوئی مسلمان نہ بستا ہو؟ فرمایا : پھر اس کے خلاف حکومت (عدالت) سے چارہ جوئی کرو۔ عرض کیا : اگر عدالت مجھ سے بہت دُور ہو؟ فرمایا : پھر اپنے مال کی حفاظت میں اس سے قتال کرو تا آنکہ اپنے مال کو بچا لو یا مر کر شہداء میں داخل ہو جاؤ۔

۳۶۳ - ساحر کی سزا :

(جندبؓ) رفعه : حد الساحر

ساحر کی سزا اُسے تلوار کے گھاٹ

ضربة بالسيف ۔ (ترمذی)

اتارنا ہے ۔

قصاص

۳۶۴ ۔ نقصان جان و عضو کے معاوضے کی تین شکلیں :

(ابو شریح الخزاعی) رفعه : من اصيب بقتل او خبل فانه يختار احدى ثلث اما ان يقتص و اما ان يعفو و اما ان يأخذ الدية فان اراد الرابعة فخذوا على يديه ومن اعتدى بعد ذلك فله عذاب اليم ۔
(ابو داؤد)

جسے جان یا کسی عضو کا صدمہ پہنچے ، وہ تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لے : یا تو قصاص لے لے ، یا معاف کر دے یا خون بہا لے لے ۔ اگر وہ کوئی چوتھی صورت اختیار کرنا چاہے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو ۔ جو اس کے بعد زیادتی کرے گا وہ بہت بڑے عذاب کا مستحق ہوگا ۔

۳۶۵ ۔ قتلِ خطا کرنے والے مفلس کو معاف کیا جا سکتا ہے :

(وائل بن حجر) انی لقاعد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاء رجل یقود آخر بنسعة فقال یا رسول اللہ ھذا قتل اخی فقال له صلی اللہ علیہ وسلم اقتلته؟ فقال انه لو لم یعترف اقمت علیه البینة قال نعم قتلته قال کیف قتلته؟ قال کنت انا و هو نختبط من شجرة فسبنی و اغضبنی فضربته بالفاس علی قرنه فقتلته فقال له صلی اللہ علیہ وسلم

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو تسمے سے باندھے ہوئے لایا اور فریاد کی کہ : یا رسول اللہ ! اس نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے ۔ حضورؐ نے پوچھا کہ : کیا تم نے واقعی اُسے قتل کیا ہے ؟ فریادی نے کہا کہ : اگر یہ اعترافِ جرم نہ کرے تو میں ثبوت پیش کرنے کو حاضر ہوں ۔ وہ بولا : کہ ہاں ! میں نے قتل کیا ہے ۔ حضورؐ نے پوچھا : کیوں اور کس طرح قتل کیا ؟ بولا کہ : میں اور وہ (مقتول) دونوں درخت سے پتیاں جھاڑ رہے تھے ۔ اس دوران میں اس نے مجھے گالی بھی دی اور غصہ دلایا ۔ میں نے اُس کے سر پر ایک کلہاڑا رسید کر دیا اور وہ مر گیا ۔ دوسری روایت میں (جو اس روایت کے آخر میں درج ہے) یہ ہے کہ میں نے اس کے سر پر کلہاڑا مارا لیکن میری نیت قتل کرنے کی نہ تھی ۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)

هل لك من شیٔ تؤدیه عن نفسك؟ قال مالی الا کسائی وفاسی قال أفتری قومك یشترونك؟ قال انا اهون علی قومی من ذلك فرمی الیه النبی صلّی الله علیه وسلّم بنسعته وقال دونك صاحبك فانطلق به الرجل فلما ولی قال صلّی الله علیه وسلّم ان قتله فهو مثله فرجع الیه فقال فبلغنی انك قلت ان قتله فهو مثله وما اخذته الا بامرك فقال صلّی الله علیه وسلّم اما تريد ان یبوء باثمك واثم صاحبك؟ قال بلی یا نبی الله قال فان ذلك كذلك فرمی بنسعته وخلی سبیله - وفی روایة: قال کیف قتلته؟ قال ضربت رأسه بالفاس ولم ارد قتله۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

نے فرمایا کہ: تمھارے پاس خون بہا ادا کرنے کو کچھ ہے؟ اس نے کہا: کہ میری ساری دولت یہ ایک چادر اور یہ ایک کلہاڑا ہے۔ فرمایا: کیا تیری قوم تیری قیمت ادا کر سکتی ہے؟ عرض کیا کہ: میری ہستی میری قوم کی نگاہ میں مقدار خون بہا سے فروتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ سن کر وہ تسمہ فریادی کے آگے پھینک دیا اور فرمایا کہ: اسے لے جا کر قتل کر دے۔ وہ اسے لے کر کچھ دُور گیا تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ: اگر اس نے قتل کر دیا، تو یہ بھی ویسا ہی مجرم ہوگا۔ فریادی واپس آ گیا اور عرض کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان معلوم ہوا ہے کہ اگر اس نے اسے قتل کیا تو یہ بھی ویسا ہی قاتل ہوگا۔ حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ہی کے حکم سے اُسے پکڑ رکھا ہے۔ فرمایا کہ: کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمھارے اور تمھارے ساتھی دونوں کے گناہوں کا وبال اس پر پڑے؟

عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! فرمایا بس یہی تو وہ بات ہے جو میں نے کہی۔ اس کے بعد فریادی نے وہ تسمہ پھینک دیا اور اُسے چھوڑ دیا۔

۳۶۶ - اگر ایک بیکس کو کئی آدمی مل کر مار ڈالیں:

(ابن عمرؓ) ان غلاما قتل غیلة فقال عمرؓ لو اشترك فیه اهل صنعاء لقتلتهم۔ للبخاری ولمالك عن ابن المسیب: ان عمر قتل نفرًا خمسة او سبعة برجل واحد قتلوه غیلة وقال عمرؓ لو تمالأ علیه اهل

ایک غلام کو دھوکا دے کر قتل کر دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے سب قاتلین کو سزائے موت دیتے ہوئے فرمایا کہ: اگر صنعاء کی پوری آبادی اس کے قتل میں شریک ہوتی تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔ مالک، ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان پانچ یا سات آدمیوں کو قتل کرایا جنھوں نے ایک آدمی کو دھوکے سے مل کر قتل کیا تھا اور فرمایا کہ تمام

صنعاء لقتلتهم جميعا۔

اہل صنعاء بھی اس قتل میں شریک ہوتے تو اُن کو قتل کرادیتا۔

۳۶۷۔ قصاص میں آزاد و غلام یکساں ہیں :

(سمرةؓ) رفعه : من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه۔ لاصحاب السنن وفى رواية : من خصى عبده خصيناه۔

جو اپنے غلام کو قتل کرے گا، اُسے میں قتل کردوں گا۔ اور جو کوئی اس کا عضو کاٹے گا اس کا وہی عضو کٹوا دوں گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو اپنے غلام کو خصی کرے گا، میں اُسے خصی کرا دوں گا۔

۳۶۸۔ قاتل اگر مجنون ہو :

(يحيى بن سعيد) ان مروان كتب الى معاوية انه اتى اليه بمجنون قد قتل رجلا فكتب اليه معاوية ان اعقله ولا تقد منه فانه ليس على مجنون [illegible]۔ (موطا)

مروان نے معاویہؓ کو لکھ بھیجا کہ : ایک مجنون نے کسی کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ معاویہؓ نے لکھ بھیجا کہ : اُسے چھوڑ دو، اور قصاص نہ لو مجنون پر قصاص نہیں۔

۳۶۹۔ ق[illegible] سے پہلے کی منزل :

اُتى النبى صلى الله [illegible] بيه شئ فى قصاص الا امر فيه بالعفو۔

(ابوداؤد، نسائی)

میں نے تو ہمیشہ یہ دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی قصاص کا معاملہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے معاف ہی کرنے کا حکم دیا۔

۳۷۰۔ رسم جاہلیت جو روحِ اسلام کے خلاف نہ ہو باقی رہ سکتی ہے :

(ناس من الصحابة) ان القسامة

قسامت[1] جاہلیت کی ایک رسم تھی، جسے حضورؐ

---

[1] اگر ایک قبیلے کا کوئی آدمی دوسرے قبیلے کی زمین میں مقتول پایا جائے تو لازمًا یہ شبہ ہوگا کہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

كانت في الجاهلية فاقرها النبي صلى الله عليه وسلم على ما كانت عليه الجاهلية وقضى بها بين ناس من الانصار في قتيل ادعوه على يهود خيبر۔ (مسلم، نسائی)

صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں کا توں باقی رکھا، بلکہ اس کے مطابق ایک مقدمے کا فیصلہ بھی کیا جو یہ تھا کہ ایک انصاری قتل ہوا اور انصار نے یہودِ خیبر پر اس قتل کا الزام لگایا۔

دیت (خون بہا)

۳۷۱۔ جان اور مختلف اعضا کی دیت (خون بہا)

(عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم) ...... ان من اعتبط مؤمنا قتلا عن بينة فانه قود الا ان يرضى اولياء المقتول وان في النفس الدية مائة من الابل وفي الانف اذا اوعب جدعه الدية وفي اللسان الدية وفي الشفتين الدية وفي البيضتين الدية وفي الذكر الدية وفي الصلب الدية وفي العينين الدية وفي الرجل الواحدة نصف الدية وفي المأمومة ثلث الدية و

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو جو احکام خون بہا بھیجے تھے وہ یہ تھے ...... جو شخص کسی مسلمان کے خون سے اپنا ہاتھ رنگے اور اس کا ثبوت مل جائے تو اس پر قصاص ہوگا بجز اس صورت کے کہ مقتول کے اولیا (خون بہا یا معافی پر) راضی ہوجائیں۔ جان کی دیت (خون بہا) سو اونٹ ہیں۔ اگر کسی کی پوری ناک یا زبان یا دونوں ہونٹ یا دونوں بیضے یا عضو تناسل یا ریڑھ یا دونوں آنکھیں ضائع کردی جائیں تو بہر صورت پوری دیت لازم آئے گی اور ایک پاؤں کی دیت آدھی ہوگی جو ضرب ام الدماغ یا جوف تک اثر کرے اس کی دیت تہائی ہے اور استخوان شکن ضرب کی دیت پندرہ اونٹ ہیں۔ ہاتھ یا پاؤں کی ہر انگلی کی دیت دس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔۔۔ سے آگے) وہیں کے لوگوں نے مارا ہے۔ ایسے موقعوں پر ورثائے مقتول ان لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ یا تو تم میں سے پچاس آدمی حلف لیں کہ ہم نے اسے نہیں مارا ہے یا تم سب مل کر خون بہا ادا کرو ورنہ جس پر شبہ ہوگا ہم اسے مار ڈالیں گے۔ اس طرح کی قسم کو قسامت کہتے ہیں۔ اس کے موجد ابو طالب تھے اور یہ رسم جاہلیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبائلی خصوصیات کے پیش نظر روا رکھی کیونکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس میں عدل کے خلاف کوئی بات ہو۔

وفی الجائفة ثلث الدیة وفی المنقلة خمس عشرة من الابل وفی کل اصبع من اصابع الید والرجل عشرة من الابل وفی السن خمس من الابل وفی الموضحة خمس من الابل وان الرجل یقتل بالمرأة وعلی اھل الذھب الف دینار وفی روایة : وفی العین الواحدة نصف الدیة وفی الید الواحدة نصف الدیة۔ (مالک، نسائی)

اُونٹ ہیں اور ہر دانت کی پانچ اُونٹ جس ضرب سے ہڈی نظر آجائے، اس کی دیت بھی پانچ اُونٹ ہیں۔

عورت کا قصاص مرد سے (اگر مرد ہی مجرم ہو) اسی طرح لیا جائے گا۔

جو لوگ اُونٹ نہ رکھتے ہوں اور دینار رکھتے ہوں، اُن سے پوری دیت ہزار دینار کی صورت میں لی جائے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک آنکھ اور ایک ہاتھ کی دیت بھی نصف ہوگی۔

۳۷۲۔ قیمتِ شُتر کے تفاوت سے رقم میں فرق ہو جاتا ہے:

(عمرو بن شعیبؓ) عن ابیه عن جدہ : ان النبیّ صلی اللہ علیه وسلّم کان یقوّم دیة الخطاء علی اھل القری اربعمائة دینار او عدلھا من الورق ویقومھا علی اثمان الابل اذا غلت رفع فی قیمتھا واذا ھاجت نقص من قیمتھا وبلغت علی عھدہ ما بین اربعمائة الی ثمانمائة وعدلھا من الورق ثمانیة الآف درھم وقضی علی اھل البقر مائتی بقرة ومن کانت دیة عقله فی شاة فالفاشاة وقال صلی اللہ علیه وسلم العقل میراث بین ورثة القتیل علی قرابتھم فما فضل فللعصبة وقضی فی الانف اذا جدع الدیة کاملة وان جدعت ثندوته فنصف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم شہر والوں سے دیت خطا میں چار سو دینار یا اس کی ہم قیمت چاندی وصول فرماتے تھے اور اُونٹوں کی قیمت کے مطابق رقم دیت کو متعین فرماتے تھے۔ یعنی جب اُونٹ گراں ہوتے تو قیمت زیادہ دلواتے اور جب ارزاں ہوتے تو کم رقم دلواتے۔ عہد نبویؐ میں پوری دیت کی قیمت چار سو اور آٹھ سو دینار کے مابین ہوتی اور آٹھ سو دینار کے برابر آٹھ ہزار درہم ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں گائے والوں سے پوری دیت دو سو گائیں اور بکری والوں سے دو ہزار بکریاں دلواتے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ : دیت مقتول کے ورثاء میں اسی طرح تقسیم ہوگی جس طرح میراث تقسیم ہوتی ہے (یعنی اصحاب فرائض کو ان کے حصے پہلے ملیں گے اور جو بچے گا وہ عصبہ کا ہوگا۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان

الدية وذكر نحو ما قبله ثم قال وقضى صلى الله عليه وسلم ان عقل المرأة بين عصبتها من كانوا لا يرثو منها شيئا الا ما فضل عن ورثتها وان قتلت نعقلها بين ورثتها وهم يقتلون قاتلهم وقال صلى الله عليه وسلم ليس للقاتل شئ وان لم يكن له وارث فوارثه اقرب الناس اليه ولا يرث القاتل شيئا......
(ابو داؤد، نسائی)

ہے کہ ناک اگر پوری کاٹ لی جائے تو پوری دیت ہوگی اور اگر صرف نیچے کی نرم ہڈی کٹے تو نصف دیت ہوگی۔
(باقی تفصیلات وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئیں)
دیت میں قاتل کا کوئی حصّہ نہیں۔ اگر اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو اس کا وارث وہ ہوگا جو قرابت میں سب سے قریب ہو اور قاتل وارث بھی نہ ہوگا۔

۳۷۳۔ دیت کا بعض فرق :

(عمرو بن شعیبؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی العین العوراء السادۃ لمکانہا اذا طمست بثلث دیتہا وفی الید الشلاء اذا قطعت بثلث دیتہا وفی السن السوداء اذا نزعت بثلث دیتہا (نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کان، آنکھ کے بارے میں جو اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہو اور اسے پھوڑ دیا جائے۔ فیصلہ فرمایا ہے کہ : اس کی دیت تہائی ہے اور شل شدہ ہاتھ کو اگر کاٹ دیا جائے یا سیاہ دانت کی جو نکال لیا جائے دیت بھی تہائی ہے۔

۳۷۴۔ بچۂ شکم کی دیت :

(ابو ھریرۃؓ) اقتتلت امرأتان من ھذیل فرمت احداھما الاخری بحجر نفتلتھا وما فی بطنھا فاختصموا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقضی ان دیۃ جنینھا غرۃ عبد او ولیدۃ وقضی بدیۃ المرأۃ علی عاقلتھا....

ہذیل کی دو عورتوں میں لڑائی ہوئی۔ ایک نے دوسری کے ایسا پتھر مارا کہ وہ بھی مرگئی اور اس کے پیٹ کا بچہ بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ مقدمہ آیا تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ بچۂ شکم کے بدلے تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کیا جائے اور مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عاقلہ[1] ادا کریں........

---

[1] عاقلہ جمع ہے عاقل کی جس کے معنی ہیں دیت ادا کرنے والا۔ اس سے مُراد وہ ورثا ہیں جو (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۳۷۵ - ادائے دیت میں اعانت کا درجہ :

(انس رض) رفعہ : درھم اعطیتہ فی عقل احبّ الی من مائۃ فی غیرہ ۔

(للاوسط بمجھول)

وہ ایک درہم جو میں کسی کے خون بہا میں (بطور امداد) دوں مجھے ان سو درہموں سے زیادہ محبوب ہے جو کسی اور مصرف میں جائیں ۔

مُرتد کے ساتھ سلوک

۳۷۶ ۔ مُرتد کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے :

(عبد الرحمٰن رض بن محمد بن عبد اللہ بن عبد القاری رض) عن ابیہ : قال قدم علی عمر رض رجل من الیمن من قبل ابی موسیٰ وکان عاملالہ فیسألہ عمر عن الناس ثم قال ھل کان فیکم من مغربۃ خبر ؟ قال نعم رجل کفر بعد اسلامہ قال فما ذا فعلتم بہ ؟ قال قربناہ فضربنا عنقہ قال فھلا حبستموہ ثلاثا واطعمتموہ کل یوم رغیفا واستتبتموہ لعلہ یتوب ویراجع امر اللہ اللھم انی لم احضر ولم آمر ولم ارض اذا بلغنی ۔

(مالک)

ایک یمنی شخص حضرت عمر رض کے پاس آیا ۔ یہ حضرت ابو موسیٰ رض کا بھیجا ہوا تھا اور ان کا عامل بھی تھا ۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لوگوں کے متعلق جہاں بہت سی باتیں پوچھیں وہاں یہ بھی دریافت کیا کہ : او کوئی نئی خبر بھی ہے ! کہا : ہاں ! ایک شخص اسلام لاچکنے کے بعد کافر ہوگیا ۔ حضرت عمر رض نے پوچھا کہ : پھر تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا ؟ بولا : اُسے پاس بُلا کر گردن ماردی ۔ حضرت عمر رض بولے کہ : تم نے اُسے تین دن قید میں رکھا ہوتا اور ہر روز اُسے روٹی کھلائی ہوتی اور توبہ کی طرف مائل کیا ہوتا ، بہت ممکن تھا کہ وہ تائب ہو کر دین حق پھر قبول کر لیتا ۔ مولا ! میں نہ تو اس واقعے میں موجود تھا اور نہ میں نے اس کا کوئی حکم دیا ۔ بلکہ یہ خبر ملنے کے بعد بھی میں اس کارروائی سے بالکل راضی نہیں ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ترکہ پاتے ہیں ۔ اس دیت میں عاقلہ (ورثا) اسی تناسب سے شرکت کریں گے جس تناسب سے وہ ترکہ لیتے ہیں ۔

سزائے زنا

۳۷۷۔ کنوارے زانی کی حد:

(ابن عمرؓ) : ان النبیّ صلّی اللہ علیه وسلّم ضرب وغرب وان ابابکر ضرب وغرب وان عمر ضرب وغرب۔ (ترمذی)

(ابن بیاہے زانی کو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے بھی لگوائے ہیں اور (ایک سال کے لیے) شہر بدر بھی کیا ہے اور بالکل یہی طریقہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اختیار فرمایا ہے۔

۳۷۸۔ بیاہے زانی کی حد اور ایک مومنہ کی خدا ترسی:

(و المسلم عن بریدة) : انه حضر له حضرة ثم امربه فرجیم فجاءت الغامدیة فقالت : یارسول اللہ انی زنیت فطهرنی فردها فلما کان من الغد قالت یارسول اللہ لم تردنی لعلك تردنی کما رددت ماعزًا فو اللہ انی حبلی قال اما لا فاذهبی حتی تلدی فلما ولدت اتته بالصبی فی خرقة قالت : هذا قد ولدته قال فاذهبی فارضعیه حتی تفطمیه فلما فطمته اتته بالصبی فی یده کسرة خبز فقالت : هذا یا نبی اللہ قد فطمته وقد اکل الطعام فدفع الصبی الی رجل

ماعزؓ کے رجم کیے جانے کے بعد ایک غامدیہ عورت آئی اور عرض کیا کہ : یا رسول اللہ! میں بھی یہ فعل شنیع کر بیٹھی ہوں، مجھے بھی پاک فرما دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹالنے کے لیے واپس کر دیا۔ دوسرے دن وہ پھر آئی اور کہنے لگی کہ حضور مجھے واپس کیوں فرماتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے بھی ماعزؓ کی طرح بار بار واپس فرمانا چاہتے ہیں۔ بخدا میں تو حاملہ بھی ہوں۔ (یعنی پورا ثبوت زنا موجود ہے) فرمایا کہ : پھر تو واپس جا اور ولادت کا انتظار کر۔ جب ولادت ہو گئی تو بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے لائی اور عرض کیا، کہ اب تو ولادت بھی ہو چکی۔ فرمایا : واپس جا کر دُودھ پلاتی رہ اور دُودھ کے چھوٹنے کا انتظار کر۔ جب دُودھ چھڑا چکی تو بچے کو لے کر حاضر ہوئی۔ بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا بھی تھا۔ عرض کیا کہ : اے نبی اللہ میں اس کا دُودھ چھڑا چکی ہوں اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے بچے کو ایک

من المسلمين ثم امر بها فحفر لها الى صدرها وامر الناس فرجموها فيقبل خالد بن وليد بحجر فرمى رأسها فنضح الدم على وجهه فسبها فسمع صلى الله عليه وسلم فقال مهلا يا خالد فوالذي نفسي بيده لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له ثم امر بها فصلى عليها ودفنت.

(شیخین، سنن مذی، ابوداؤد)

مسلمان کے سپرد کیا اور حکم نبویؐ کے مطابق اس کے سینے تک گڑھا کھودا، اور لوگوں نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ خالدؓ بن ولید نے آگے بڑھ کر ایک پتھر اُس کے سر پر مارا اور خون کا چھینٹا اُن کے منہ پر پڑا۔ جس پر خالدؓ کی زبان سے گالی نکلی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: خالدؓ اپنی زبان روک۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اس نیک بخت عورت نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر ظالم چنگی والا بھی ایسی توبہ کرتا تو بخش دیا جاتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس غامدیہ کی نماز جنازہ ہوئی اور وہ دفن کی گئی۔

۳۷۹۔ حضرت عثمانؓ کی اجتہادی غلطی:

(مالکؒ) بلغني: ان عثمانؓ اتى بامرأة ولدت في ستة اشهر فامر برجمها فقال له عليؓ ما عليها رجم لان الله تعالى يقول: وحمله وفصاله ثلاثون شهرا وقال والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة فالحمل يكون ستة اشهر فلا رجم عليها فامر عثمانؓ بردها فوجدت قد رجمت۔

(ابوداؤد)

حضرت عثمانؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جسے شادی کے چھ ماہ بعد ہی ولادت ہو گئی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اُسے رجم کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ: اسے رجم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے (ترجمہ) کہ بچّے کی مدّت حمل اور مدّت رضاعت مل کر تیس مہینے ہوتی ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے (ترجمہ) کہ مائیں اپنی اولاد کو کامل دو سال دُودھ پلائیں اگر مدّت رضاعت پوری کرنی مقصود ہو۔ پس (تیس ماہ میں سے دو سال رضاعت کے نکال لینے کے بعد) کم سے کم مدت چھ ماہ ہوتی ہے لہٰذا اسے رجم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اسے واپس لیجانے کا حکم دیا اور وہ واپس ہو گئی۔

۳۸۰۔ کن لوگوں پر قانونی گرفت نہیں:

(ابن عباسؓ)........ ان القلم مرفوع عن ثلاثة عن المجنون

(حضرت عمرؓ نے ایک مجنونہ زانیہ کو رجم کا حکم دیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ: ان تین آدمیوں پر شرعی گرفت نہیں۔ مجنون

حتى يبرأ وعن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يعقل فقال بلى قال فما بال هذه قال لا شئ قال فارسلها فارسلها عمر وجعل يكبر ۔ (لابى داؤد)

پر تندرست ہونے تک، سونے والے پر جاگنے تک اور لڑکے پر عقل آنے تک۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں ٹھیک تو ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا: پھر اس مجنونہ کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ کہا اس پر کوئی حد نہیں۔ آپ نے کہا: پھر اسے چھوڑ دیجیے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اُسے چھوڑ دیا اور تکبیر الٰہی فرمانے لگے۔

۳۸۱۔ سزا بقدر برداشت ہونی چاہیے:

(ابو امامةؓ) عن بعض الصحابة من الانصار انه اشتكى رجل منهم حتى اضنى فعاد جلدة على عظم فدخلت عليه جارية لبعضهم فهش لها فوقع عليها فلما دخل عليه رجال من قومه يعودونه اخبرهم بذلك قال استفتوا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا له ذلك وقالوا ما رأينا باحد من الضر مثل ما به ولو حملنا ه اليك لتفسخت عظامه ما هو الا جلد على عظم فامر صلى الله عليه وسلم ان يأخذوا له مائة شمراخ فيضربوه بها ضربة واحدة ۔ لابى داؤد والنسائى نحوه فى مقعد زنى ، ضربه صلى الله عليه وسلم با ثكول وحمه لزمانة وخفف عنه ۔

ایک انصاری صحابی بیمار ہو کر بے حد کمزور ہو گئے۔ حتیٰ کہ ہڈی سے چمڑا لگ گیا۔ اس دوران میں ایک عورت آپ کے پاس آئی جسے دیکھ کر ان میں تازگی آ گئی اور اس پر جا پڑے (یعنی مباشرت کر لی) جب بعض دوسرے انصار اُن کی عیادت کے لیے آئے تو اُن سے واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے متعلق حکم دریافت کرو۔ ان لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس واقعے کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ ہم نے کسی کو اتنا بیمار نہیں دیکھا ہے جیسا کہ وہ ہے، اگر ہم اسے یہاں تک لائیں تو اس کی ہڈیاں بکھر جائیں گی۔ اس کا تو ہڈی چمڑا ایک ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سو نرم ٹہنیوں کا مٹھا لے کر اُسے ایک ضرب لگا دو۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخدار ٹہنی سے اُن کو مارا اور یہ رحمت و تخفیف ان کی ناتوانی کی وجہ سے فرمائی۔

۳۸۲۔ حد لگاتے وقت چہرے کو بچانا چاہیے:

(ابو ھریرةؓ) اذا ضرب احدكم

اگر کوئی حد لگائی جائے تو اس کے چہرے پر ضرب لگانے

فليتق الوجه - (ابي داؤد)

سے پرہیز کیا جائے۔

چوری کی سزا

۳۸۳ - چور ماخوذ ہو تو قاضی کو ایسا انداز اختیار کرنا چاہیے کہ وہ انکارِ جرم کر دے:

(ابو امية المخزومي) ان النبيّ صلّى الله عليه وسلّم اتى بلصّ قد اعترف اعترافا ولم يوجد معه متاع فقال له النبيّ صلّى الله عليه وسلم ما اخالك سرقت. فقال بلى فاعاده عليه مرتين اوثلاثا كل ذلك يعترف فامر به فقطع وجئ به فقال له صلى الله عليه وسلّم استغفر الله وتب اليه فقال استغفر الله واتوب اليه فقال صلّى الله عليه وسلّم اللّهم تب عليه ثلاثا - (نسائی، ابو داؤد بلفظہ)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے چوری کا اقرار تو کر لیا۔ لیکن اس کے پاس سے کوئی مال برآمد نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو گمان نہیں کہ تم نے چوری کی ہو گی۔ مگر اس نے کہا کہ: میں نے تو کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے دو تین مرتبہ اپنی بات کا اعادہ فرمایا، مگر وہ ہر بار اقرارِ جرم کرتا ہی رہا، آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو فرمایا کہ: اللہ تعالےٰ سے مغفرت طلب کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ اس نے کہا: میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ دُعا فرمائی کہ اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما۔

۳۸۴ - قانون کی نظر میں سب برابر ہیں:

(عائشۃؓ) ان قريشا اهمهم شان المرأة المخزومية التى سرقت فقالوا من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلّم؟ فقالوا ومن يجترى عليه الا اسامة حبّه صلى الله عليه وسلّم

ایک مخزومی عورت نے چوری کی (سزا کے خوف سے) قریش چپقلش میں پڑ گئے اور باہم صلاح کی کہ کون اس کے بارے میں سفارشی گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکتا ہے؟ پھر خود ہی کہنے لگے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اسامہ رضؓ کے سوا اور کون اس کی جرأت کر سکتا ہے؟ چنانچہ اسامہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

أتشفع فى حد من حدود الله؟ ثم قام فاختطب فقال انما هلك الذين من قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها (سنة الا مالكا)

سفارش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- تم حدود اللہ کے متعلق سفارش کرتے ہو؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، کہ تم سے پہلے کے لوگ اسی لیے برباد ہوئے کہ جب ان میں کوئی صاحب وجاہت چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی بیکس چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی ارتکاب سرقہ کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

۳۸۵- ہر چوری کی سزا قطع ید نہیں :

(ابن عمرؓو بن العاص) ان رجلا من مزينة اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله كيف ترى فى حريسة الجبل؟ قال هى ومثلها والنكال وليس فى شئ من الماشية قطع الا فيما آواه المراح فبلغ ثمن المجن ففيه غرامة مثليه وجلدات نكال قال يارسول الله كيف ترى فى الثمر المعلق؟ قال هو ومثله معه والنكال وليس فى شئ من الثمر المعلق قطع الا فيما آواه الجرين فما اخذ من الجرين فبلغ ثمن المجن ففيه القطع وما لم يبلغ ثمن المجن ففيه غرامة مثليه۔

(اصحاب سنن)

بنی مزینہ کے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سوال کیا کہ یا رسول اللہ! "حریسۃ الجبل" کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ : وہ چوپایہ بھی چور سے لیا جائے گا اور ایک ویسا ہی چوپایہ اور دلوایا جائے گا اور کوئی مناسب تنبیہی سزا بھی دی جائے گی۔ ہاتھ صرف اُسی چوپائے کی چوری پر کاٹا جائے گا جو اپنے تھان پر محفوظ ہو اور ایک ڈھال کی قیمت کے برابر ہو۔ اگر ایک ڈھال کی قیمت سے کم کا چوپایہ ہو تو (تھان سے چوری ہو جانے کے باوجود) چور سے دوگنا ڈنڈ دلوایا جائے گا۔ اور عبرت کے لیے چند کوڑے لگائے جائیں گے ـــ اس مزنی نے پھر پوچھا کہ: یا رسول اللہ! درخت میں لٹکے ہوئے پھلوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا: پھل بھی دوگنا ڈنڈ اور کچھ عبرتناک سزا۔ ہاتھ صرف انہی پھلوں کی چوری پر کاٹا جائے گا جو کھلیان میں محفوظ ہو اور اُسکی قیمت ایک ڈھال کے برابر ہو اور اگر مسروقہ پھلوں کی قیمت ایک ڈھال کی قیمت سے کم ہو تو (باوجود کھلیان سے چوری ہونے کے) صرف اس کا دوگنا ڈنڈ دلوایا جائے گا۔

۳۸۶ - صرف مال لینا چوری میں داخل نہیں :

(جابر رضی اللہ عنہ) رفعہ: لیس علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع - (ترمذی، نسائی)

خیانت کرنے والے، جبراً یا بے استحقاق لینے والے اور اچکے پر قطع ید نہیں۔

۳۸۷ - بعض چوریوں پر سزا کی بجائے انعام بھی ہے :

(عباد بن شرحبیل) اصابتنی سنة فدخلت حائطًا من حیطان المدینة ففرکت سنبلا فاکلت وحملت فی ثوبی فجاء صاحبه فضربنی واخذ ثوبی فاتی بی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک له فقال له ماعلمت اذا کان جاهلا ولا اطعمت اذا کان جائعا او ساغبا فامره فرد علی ثوبی فاعطانی وسقًا او نصف وسق من طعام - (ابوداؤد، نسائی)

مجھے ایک بار قحط کا سامنا کرنا پڑا تو میں مدینے کے ایک باغ میں داخل ہوا۔ پھر ایک خوشے کو مل کر کھالیا اور کچھ اپنے کپڑے میں رکھ لیے۔ اتنے میں مالکِ باغ آپہنچا۔ اس نے مجھے مارا بھی اور میرا کپڑا بھی چھین لیا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پکڑ کر لایا اور تمام واقعہ کہہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ نادان تھا تم نے اُسے کوئی تعلیم نہ دی۔ یہ بھوکا تھا تو تم نے اُسے کچھ کھلایا نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُس نے مجھے میرا کپڑا بھی واپس کر دیا اور ایک یا آدھا وسق غلہ بھی دیا۔

۳۸۸ - بعض چوری قابلِ معافی ہے :

(رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ) کنت ارمی نخل الانصار فاخذونی فذهبوا بی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارافع لم ترمی نخلهم؟ قلت یارسول اللہ الجوع قال لاترمی وکل ماوقع اشبعک اللہ وارواک - (لابی داؤد والترمذی)

میں انصار کے نخلستان میں ڈھیلے مار مار کر کھجوریں گرا رہا تھا کہ مجھے انھوں نے پکڑ لیا اور حضورؐ کے پاس لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: اے رافع! تم ان کے درختوں پر کلوخ اندازی کیوں کر رہے تھے؟ عرض کیا یارسول اللہ! بھوک نے مجبور کیا۔ فرمایا: کلوخ آزمائی نہ کرو بلکہ جو کھجوریں خود ٹپک پڑیں وہی اٹھا کر کھا لیا کرو، اللہ تمھیں شکم سیر اور سیراب کرے۔

۳۸۹۔ غلام اگر چوری کرے:

(ابن عمرؓ) جاء رجل الی عمرؓ بغلام له فقال اقطع یده فانه سرق مرآة لامرأتی فقال عمر لا قطع علیه وهو خادمکم اخذ متاعکم۔ (مالک)

ایک شخص نے اپنے نوکر کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: اس کا ہاتھ کاٹیے کیونکہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ تمہارا ہی خادم ہے، اور تمہارا ہی مال لیا۔

۳۹۰۔ فیصلے میں قانونِ تنزیلی دوسرے ذرائع علم پر مقدم ہے:

(جابرؓ) جیئ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم بسارق فقال اقتلوه قالوا یا رسول الله انما سرق فقال اقطعوه فقطع ثم جیئ به الثانية فقال اقتلوه فقالوا یا رسول الله انما سرق فقال اقطعوه فقطع ثم جیئ به الثالثة فقال اقتلوه قالوا یا رسول الله انما سرق قال اقطعوه ثم اتی به الرابعة فقال اقتلوه فقالوا یا رسول الله انما سرق قال اقطعوه فاتی به الخامسة فقال اقتلوه فانطلقنا به فقتلناه ثم اجتررناه فالقیناه فی بئر و رمینا علیه بالحجارة۔

(ابوداؤد، نسائی نحوه و انکره)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسے قتل کر دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اس نے چوری کی ہے۔ فرمایا: اچھا تو ہاتھ کاٹ دو۔ دوسری بار پھر وہی چور لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی حکم دیا کہ قتل کر دو۔ لوگوں نے پھر عرض کیا کہ: اس نے چوری کی ہے۔ فرمایا کہ: اچھا (پاؤں) کاٹ دو۔ تیسری بار وہ پھر چوری میں ماخوذ ہوا اور اسی طرح سوال و جواب کے بعد اس کا دوسرا ہاتھ اور پھر چوتھی بار دوسرا پاؤں کاٹا گیا۔ پانچویں بار پھر اسی جرم میں لایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسے قتل کر دو۔ چنانچہ ہم لوگ اُسے لے گئے اور قتل کر دیا اور اُسے گھسیٹ کر ایک اندھے کنوئیں میں ڈال آئے اور اُوپر سے پتھر مار مار کر ڈھانپ دیا۔

۳۹۱ - غلام کی چوری پر آقا سے دوگنا ڈنڈ :

(یحییٰ بن عبدالرحمانؓ) ان رقیقا لحاطب سرقوا ناقة لرجل من مزینة فانتحروها فرفع ذلک الی عمر فامر کثیر بن الصلت ان یقطع ایدیھم ثم قال عمر اراک تجیعھم واللّٰہ لاغرمنک غرما یشق علیک ثم قال للمزنی کم ثمن ناقتک؟ فقال عمر کنت واللّٰہ امنعھا من اربعمائة درھم فقال اعطہ ثمان مائة درھم۔

(مالکؒ)

حاطب کے غلاموں نے بنی مزینہ کے ایک شخص کی اُونٹنی چُرا لی اور ذبح کرکے چٹ کر گئے، یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ آپ نے کثیر بن صلت کو حکم دیا کہ ان سب کے ہاتھ کاٹ دو۔ پھر فرمایا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ تم (اے حاطب) ان کو بھوکا رکھتے ہو۔ لہٰذا تم ہی پر میں ایسا تاوان لگاؤں گا کہ تمھیں یاد رہے۔ پھر آپ نے اس مزنی سے پوچھا کہ: تمھاری اُونٹنی کے کیا دام تھے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ: میں تو چارسو درہم قیمت لگاتا ہوں۔ اس کے بعد آپؓ نے حاطب سے کہا کہ: اس مزنی کو آٹھ سو درہم ادا کر دو۔

۳۹۲ - خدا کا مال اگر خدا کا مال چُرالے :

(ابن عباسؓ) ان عبدا من رقیق الخمس سرق من الخمس فرفع ذلک الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم یقطعہ وقال مال اللّٰہ سرق بعضہ بعضا (قزوینی بعنعف)

خُمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ) کے غلاموں میں سے ایک غلام نے مالِ خمس میں سے کچھ حصّہ چُرالیا۔ مقدمہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا اور فرمایا کہ: دونوں ہی خدا کا مال ہیں۔ ایک نے دوسرے کو چُرالیا تو کیا ہُوا؟

۳۹۳ - محض شُبہٴ سرقہ پر مارنا نہ چاہیے :

(ازھر بن عبداللّٰہ) ان قوما من الکلاعیین سرق لھم متاع فاتھموا ناسا من الحاکة فاتوا بھم

بنی کلاع کے کچھ لوگوں کا مال چوری ہو گیا تو اُن لوگوں نے چند بافندوں پر الزام لگایا اور اُن کو پکڑ کر نعمان بن بشیر کے پاس لائے۔ انھوں نے ان کو چند

النعمان بن بشیر فحبسھم ایاما ثم خلی سبیلھم فاتوا النعمان فقالوا خلیت سبیلھم بغیر ضرب ولا امتحان فقال لھم النعمان ما شئتم ان شئتم ان اضربھم فان خرج متاعکم فذاک والا اخذت لھم من ظھورکم مثل ما اخذت من ظھورھم فقالوا ھذا حکمک؟ قال ھذا حکم اللہ ورسولہ۔
(ابو داؤد، نسائی)

دن حبس میں رکھ کر چھوڑ دیا۔ بنی کلاع نے نعمان کے پاس آکر فریاد کی کہ آپ نے ان کو بغیر مارے پیٹے اور بغیر جانچ پڑتال کیے یوں ہی رہا کر دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ: تم یہی چاہتے تھے تاکہ میں انھیں ماروں پیٹوں؟ اس کے بعد اگر تمھارا مال برآمد ہو جاتا تو پھر بات ٹھیک ہوتی۔ لیکن ایسا نہ ہوتا، تو ان بے گناہوں کی پیٹھ پر جو مار پڑتی وہ تمھاری پیٹھ سے وصول کر لی جاتی۔ وہ کہنے لگے کہ یہ آپ کا فیصلہ ہے؟ جواب دیا کہ: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ ہے۔

۳۹۴۔ اجرائے حد اور تاوان دونوں ایک ساتھ نہیں:

(عبدالرحمٰن بن عوفؓ) رفعہ: لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد (نسائی)

جس چور پر حد جاری ہو جائے اس سے تاوان کوئی نہیں لیا جائے گا۔

۳۹۵۔ اگر کسی نیک نام کے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہو:

(اسید بن حضیر) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی انہ اذا وجدھا لبعض السرقۃ فی ید الرجل غیر المتھوم ان شاء اخذھا بما اشتراھا وان شاء اتبع سارقہ وقضی بذلک ابوبکر وعمر (نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ جو شخص اپنا مال مسروقہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں پائے جو چوری سے متہم نہیں تو جتنے میں اس نے اسے خریدا ہے۔ اتنا اسے دے کر اپنا مال لے لے یا اس کے ذریعے سے اصل چور کا سراغ لگائے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

۳۹۶۔ سفر میں چوری کی حد نہیں:

(بسر بن ارطاۃ) رفعہ: لا تقطع الایدی فی السفر (اصحاب سنن)

سفر میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مے خواری کی سزائیں

۳۹۷۔ مے خواری کی سزا اسّی دُرّے:

(ثور بن زید) ان عمر استشار فی حد الخمر فقال له علیؓ اری ان تجعله ثمانین فانه اذا شرب سکر واذا سکر ھذی واذا ھذی افتری فجلد عمر ثمانین۔ (مالک)

سزائے شراب خوری کے متعلق حضرت عمرؓ نے مشورہ فرمایا تو حضرت علیؓ نے رائے دی کہ اسّی کوڑے مقرر کیجیے کیونکہ جب شراب پیے گا تو بدمست ہوگا اور جب بدمست ہوگا تو ہذیان بکے گا اور جب ہذیان بکے گا تو افترا بھی کرے گا (جس کی سزا اسّی کوڑے ہے) غرض حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑے اس کی سزا مقرر فرمائی۔

۳۹۸۔ سزا دینے سے گریز چاہیے:

(ابن عباسؓ) ان النبی صلی اللہ علیه وسلّم لم یقت فی الخمر حداً وقال شرب رجل منکر فلقی یمیل فی الفج فانطلق به الی النبی صلی اللہ علیه وسلّم فلما حاذی بدار العباس انفلت فدخل علی العباس فالتزمه فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیه وسلّم فضحک وقال أفعلها؟ ولم یامر فیه بشیٔ۔ (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی کوئی قطعی (معیّن) حد نہیں بتائی ہے۔ ایک شخص پی کر بدمست ہوگیا اور راستے میں جھومتا لڑکھڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جانے لگا۔ جب وہ حضرت عباسؓ کے مکان کے سامنے آیا تو ایک جست لگا کر مکان کے اندر جا گھسا اور حضرت عباسؓ سے چمٹ گیا۔ جب یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو ہنس دیئے۔ صرف اتنا پوچھا کہ: اس نے فی الواقع یہ حرکت کی تھی؟ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی سزا کا حکم نہیں دیا۔

۳۹۹۔ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبّت رکھنے والا سزا یافتہ شرابی:

(عمرؓ) ان رجلا فی عھد النبی

عہدِ نبوی میں عبداللہ نامی ایک شخص تھا جس

صلی اللہ علیہ وسلّم کان اسمہ عبد اللہ وکان یلقب حمارا وکان یضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلّم احیانا وکان صلی اللہ علیہ وسلم قد جلدہ فی الشراب فاتی بہ یوما فامر بہ فجلد فقال رجل من القوم اللّھم العنہ ما اکثر ما یوتی بہ فقال صلی اللہ علیہ وسلّم ولا تلعنوہ فو اللہ ما علمت الا انّہ یحب اللہ ورسولہ۔ (بخاری)

کا لقب حمار ہو گیا تھا۔ یہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شراب نوشی کی سزا میں کوڑے لگوائے تھے! لیکن اسے دوبارہ پھر اسی جرم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کوڑے لگے تو کسی نے کہا کہ: اس پر خدا کی لعنت ہو، بار بار اِسی جرم میں پکڑ کر لایا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس پر لعنت نہ کرو۔ بخدا میں یہی جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔

۴۰۰۔ سزا یافتہ شرابی کے لیے دُعائے خیر:

(ابو ھریرۃؓ) ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم اتی برجل قد شرب فقال اضربوہ فمنا الضارب بیدہ والضارب بنعلہ والضارب بثوبہ ثم قال لنا بکتوہ فاقبلنا علیہ نقول اما اتقیت اللہ اما خشیت اللہ اما استحییت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فلما انصرف قال لہ بعض القوم اخزاک اللہ فقال صلّی اللہ علیہ وسلّم لا تقولوا ھکذا الا تعینوا علیہ الشیطان ولکن قولوا اللّھم ارحمہ اللّھم تب علیہ۔

(للبخاری وابی داؤد بلفظہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک شرابی لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسے مارو۔ پس کسی نے ہاتھ سے، کسی نے جُوتے سے اور کسی نے کپڑے سے مارنا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا کہ: اسے زبان سے شرمندہ کرو۔ چنانچہ ہم لوگ اس کے سامنے کہنے لگے کہ تجھے خدا کا لحاظ نہیں؟ تجھے خدا کا خوف نہیں؟ تجھے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شرم نہیں۔ جب یہ قصے ختم ہوئے اور وہ چلا گیا تو کسی نے کہا کہ: خدا تجھے رسوا کرے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ کہہ کر اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو، بلکہ یُوں کہو کہ: اللہ اس پر رحم فرما اور اس کی توبہ قبول فرما۔!

نشہ

۴۰۱۔ بمر کش کثیر الخ :

(جابرؓ) رفعہ : ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (ترمذی، ابوداؤد)

جس چیز کا کثیر حصّہ نشہ پیدا کرے، اُس کا قلیل حصّہ بھی حرام ہے۔

۴۰۲۔ نشہ وہ ہے جو "صلوٰۃ" سے غافل کردے :

(ابوموسیٰ) بعثنی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم ومعاذًا الی الیمن فقال ادعوا الناس وبشرا ولا تنفرا ویسرا ولا تعسرا وتطاوعا ولا تختلفا فقلت یارسول اللہ افتنا فی شرابین کنا نصنعھما بالیمن البتع وھو من العسل ینبذ حتی یشتد والمزر وھو من الذرۃ والشعیر ینبذ حتی یشتد وکان صلی اللہ علیہ وسلم قد اعطی جوامع الکلم بخو اتمہ فقال انھی عن کل مسکرٍ اسکر عن الصلوٰۃ۔ (شیخین، ابوداؤد، نسائی)

مجھے اور معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ : لوگوں کو اس طرح دعوتِ حق دو کہ کشش پیدا ہو گریز نہ پیدا ہو آسانی پیدا کرو۔ دشواری میں مت ڈالو۔ تم دونوں آپس میں ایک دوسرے کے معاون رہو اور اختلاف پیدا نہ ہونے دو۔ میں نے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ دو شرابوں کے متعلق ارشاد فرمایئے جو ہم لوگ یمن میں تیار کرتے ہیں۔ ایک تو ہے "بتع" یہ شہد سے تیار ہوتی ہے۔ جب اس کی نبیذ بنتی ہے تو اس میں تیزی آجاتی ہے اور دوسری ہے "مزر" یہ "ذرّہ" اور "جو" سے بنتی ہے اور اس کی نبیذ میں بھی تیزی آجاتی ہے۔ حضورؐ کو تو ایک آخری اور جامع بات فرمانے کا ملکہ حاصل تھا فرمایا کہ : میں ہر اس مسکر سے روکتا ہوں جو نماز سے غافل کردے۔

۴۰۳۔ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے :

(اُمّ سلمۃؓ) نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عن کل مسکر ومفتر (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہر اُس چیز سے منع فرمایا ہے جو نشہ لائے اور (بعد میں) سُست کردے۔

۴۰۴۔ نشہ پینے کے حیلے:

(دیلم الحمیری) قلت یارسول اللہ انا بارض باردۃ ونعالج فیہا عملا شدیدا! وانا نتخذ شرابا من ھذا القمح نتقوی بہ علی اعمالنا وعلی برد بلادنا قال ھل یسکر؟ قلت نعم قال فاجتنبوا! قلت ان الناس غیر تارکیہ قال ان لم یترکوہ قاتلوھم۔ (ابو داؤد)

میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! ہم لوگ سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور ہمیں بڑی سخت محنت کرنی پڑتی ہے اس لیے ہم وہاں گندم سے ایسی شراب تیار کرتے ہیں جس سے کام کے لیے چستی بھی آئے اور سردی کے اثر سے بھی محفوظ رہیں۔ فرمایا: کیا اس میں نشہ بھی ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: ہاں ہوتا ہے۔ فرمایا: پھر اس سے پرہیز کرو۔ میں نے عرض کیا کہ: تمام لوگ، تو اسے نہ چھوڑیں گے، فرمایا کہ اگر ترک نہ کریں تو ان سے قتال کرو۔

۴۰۵۔ نشہ ام الخبائث ہے:

(عثمانؓ) اجتنبوا الخمر فانہا ام الخبائث (نسائی)

شراب سے بچو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

۴۰۶۔ دائم الخمر مشرک جیسا ہے:

(ابوھریرہؓ) مدمن الخمر کعابد وثن (قزوینی بلیبی)

دائم الخمر ایسا ہی ہے جیسا بت کا پجاری

۴۰۷۔ نشے کی بدمستی میں کیا ہوتا ہے:

(ابن عباسؓ) رفعہ: الخمر ام الفواحش واکبر الکبائر من شربہا وقع علی امہ وخالتہ وعمتہ (اوسط، کبیر یضعف)

نشہ تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے اور تمام کبائر گناہ سے بڑا گناہ ہے، جو پی لیتا ہے وہ بدمست ہو کر اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی پر بھی جا پڑتا ہے۔

۴۰۸۔ دس ملعون:

(انسؓ) لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربہا وساقیہا وحاملہا والمحمولۃ

نشے سے تعلق رکھنے والے دس قسم کے آدمیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے: تیار کرنے والا، تیار کرانے والا، پینے والا، پلانے والا، اٹھا کر لے جانے

الیه وبائعها ومبتاعها وواهبها واکل ثمنها۔ (ترمذی)

والا، منگوانے والا، بیچنے والا اور خریدنے والا، مفت دینے والا اور دام لے کر کھانے والا۔

۴۰۹۔ خمر کی تعریف، اور تین تشنہ مسائل:

(عمرؓ) قال علی المنبر اما بعد ایها الناس انه نزل تحریم الخمر وهی من خمسة انواع من العنب والتمر والعسل والحنطة والشعیر، والخمر ما خامر العقل ثلاث وددت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان عهد الینا فیهن عهداً ننتهی الیه الجد والکلالة وابواب من ابواب الربا۔ (للستة الا مالکا)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: لوگو! شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور یہ (عموماً) پانچ چیزوں سے تیار ہوتی ہے: انگور، خرما، شہد، گیہوں اور جَو سے۔ لیکن خمر (نشہ) ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ تین باتیں جن کے متعلق مجھے تمنا ہوتی ہے کہ کاش! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق واضح اور آخری احکام بتا جاتے: ایک دادا کا ترکہ، دوسری کلالہ کا حصہ اور تیسری سود کی بعض قسمیں۔

۴۱۰۔ نام دوسرا، کام وہی:

(رجل من الصحابة) یشرب ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها۔ (نسائی)

میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو پئیں گے تو شراب، لیکن اس کا نام کچھ اور رکھیں گے۔

۴۱۱۔ شراب چھڑوانے میں حکمت نبویؐ:

(ابوسعیدؓ) ان ناساً من عبد القیس قدموا علی النبی صلی الله علیه وسلم فقالوا یا نبی الله انا حی من ربیعة وبیننا وبینك کفار مضر ولا نقدر علیك الا فی هذه الاشهر الحرم فمرنا بامر نامر به من وراءنا وندخل به الجنة اذا نحن اخذنا به فقال

بنی عبد قیس کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ہم بچے از قبائل ربیعہ ہیں، اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں۔ ہم حضور کے پاس صرف شہور حرام میں ہی حاضر ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ایسی جامع بات فرمائیے کہ جو ہم اپنے لوگوں کو بتا دیں جس پر عمل کر کے مستحق جنت ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہیں چار باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے بچنے کا۔

آمركم باربع وانهاكم عن اربع اعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا واقيموا الصلوة واٰتوا الزكوٰة وصوموا رمضان واعطوا الخمس من الغنائم وانهاكم عن اربع عن الدبّاء والحنتم والمزفّت والنقير قالوا يا نبيّ الله ما علمك بالنقير؟ قال بلى جذع تنقرونه فتلقون فيه من القطيعاء او قال من التمر ثم تسبّون فيه من الماء حتى اذا سكن غليانه شربتموه حتى ان احدكم او احدهم ليضرب ابن عمه بالسيف وفي القوم رجل اصابته جراحة كذلك قال وكنت اخبأها حياء من النبيّ صلّى الله عليه وسلّم فقلت فيم نشرب يا رسول الله؟ قال في اسقية الادم التي يلاث على افواهها قالوا يا نبي الله ان ارضنا كثيرة الجرذان لا تبقى بها اسقية الادم فقال وان اكلها الجرذان ثلاثا وقال صلّى الله عليه وسلّم ان فيك خصلتين يحبهما الله عز وجل الحلم والاناءة۔ (مسلم، نسائی)

کرنے کے کام یہ ہیں کہ: اللہ کی عبدیت اختیار کرو اور کسی شئے کو بھی اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو اور غنیمتوں کا خمس ادا کیا کرو اور چار چیزوں سے پرہیز کرو: دُبّا، حنتم، مزفّت اور نقیر۔ لوگوں نے پوچھا کہ: یا نبی اللہ! حضور کو نقیر کا علم ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں! کھجور کا تنا کھرچ کھرچ کر برتن سا بنا لیتے ہو پھر اس میں چھوہارے اور پانی ڈال کر پکاتے ہو۔ پھر جب اس کا جوش سکون پر آجاتا ہے تو اسے پیتے ہو۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی اسی نشے میں اُٹھ کر اپنے عم زاد بھائی پر تلوار چلانی شروع کر دیتا ہے۔ اتفاق سے اس وفد میں ایک شخص ایسا بھی موجود تھا، جو اسی طرح زخمی ہوا تھا، اس کا بیان ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم کی وجہ سے میں نے اس واقعے کو پوشیدہ رکھا اور (گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے) پوچھا کہ: یا رسول اللہ! پھر ہم پانی وغیرہ کس چیز میں پئیں؟ فرمایا: چمڑے کے برتنوں میں جن کو (ڈھانک کر یا باندھ کر) محفوظ رکھا جاتا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ہمارے ہاں جنگلی چوہے بہت ہوتے ہیں اور وہ چمڑے کے برتنوں کو چھوڑتے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: خواہ چوہے کُتر ہی کیوں نہ ڈالتے ہوں۔ پھر فرمایا کہ: تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: ایک ہے حلم اور دوسری سنجیدگی۔

۲۱۲۔ مصلحت پوری ہونے کے بعد حکم کی واپسی:

(بریدةؓ) رفعه: كنت نهيتكم عن الاشربة الا في ظروف الادم فاشربوا في كل وعاء

میں نے تمہیں پہلے چمڑے کے برتنوں کے سوا دوسرے برتنوں کے استعمال سے روکا تھا مگر اب سب برتن استعمال کر سکتے ہو لیکن یہ خیال

غيران لا تشربوا مسكرا۔ وفی رواية: كنت نهيتكم عن الظروف وان الظروف اوظرفاً لا يحل شيئا ولا يحرمه وكل مسكر حرام (مسلم واصحاب السنن)

رہے کہ نشہ لانے والی چیز نہ ہو۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: میں نے تمھیں (شراب کے) برتنوں سے روکا تھا، لیکن نفس برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام، بلکہ حرام در اصل نشہ پیدا کرنے والی چیز ہے۔

۴۱۳ ۔ مشرک کے برتنوں کا استعمال :

(جابرؓ) كنا نغزو امع النبیؐ صلی الله عليه وسلّم فنصيب من آنية المشركين واسقيتهم نستمتع بها فلا يعيب ذلك علينا ۔ (ابوداؤد)

غزوات میں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتے تھے اور مشرکوں کے برتنوں اور پیالوں سے فائدہ اُٹھاتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا۔

لباس وزینت

۴۱۴ ۔ تولنے میں فراخ دلی چاہیئے :

(سوید بن قیسؓ) جلبت انا ومخرمة العبدی بزاً من هجر فاتينا به مكة فجاء نا النبیؐ صلی الله عليه وسلّم فساومنا بسراويل فبعنامنه وزن ثمنه وقال للذی يزن زن وارجح (اصحاب سنن والموصلی والاوسط)

میں نے اور مخرمہ نے ہجرؔ کا ایک خاص کپڑا خرید اور مکے میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور ہم سے چند پاجاموں کا مول تول کیا۔ ہم نے تول کے حساب سے اس کا سودا کر لیا۔ جو تولتا اُس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ذرا پلہ جھکا کر (یعنی کچھ زیادہ دے دیا کرو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا اور خریدار خوش ہو جاتا ہے)

غنیمت اور غلول

۴۱۵ ۔ مالِ غنیمت کا ناجائز استعمال :

(رويفع بن ثابت الانصاری)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ

رفعه: من كان يؤمن بالله واليوم الأخر فلا يركب دابة من فئ المسلمين حتّٰى اذا اعجفها ردها فيه ومن كان يؤمن بالله واليوم الاٰخر فلا يلبس ثوبا من فئ المسلمين حتى اذا اخلقه رده فيه - (ابوداؤد)

(قبل از تقسیم) غنیمت کے کسی جانور پر سواری نہ کرے کہ وہ دُبلا ہو جائے تو وہ (تقسیم کے وقت) واپس کردے اور جس کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین ہے، وہ غنیمت کا کوئی کپڑا بھی استعمال نہ کرے۔ کہ جب پُرانا ہو جائے تو اُسے واپس کر دے۔

۴۱۶ - دشمن سے بھی عہد کی پابندی کی تعلیم:

(حذیفہؓ) ما منعني ان اشهد بدرًا الا اني خرجت انا وابي حسيل فاخذنا كفار قريش فقالوا انكم تريدون محمدا فقلنا ما نريد الا المدينة فاخذوا منّا عهد الله وميثاقه لننصرفن الى المدينة ولا نقاتل معه فاتينا النبي صلى الله عليه وسلّم فاخبرناه الخبر فقال انصرفا نفي لهم بعهدهم و نستعين الله عليهم (مسلم)

میں بدر میں شرکت نہ کر سکا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ میں اور میرے والد حُسیل ہجرت کے لیے نکلے تو کفارِ قریش نے ہمیں گرفتار کر لیا اور کہا کہ: تم محمدؐ کے پاس جانے کے لیے نکلے ہو؟ ہم نے کہا کہ: ہم تو مدینے جا رہے ہیں۔ اس پر اُنھوں نے ہم سے قسم لی کہ مدینے تو جائیں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ جنگ نہ ہوں گے۔ ہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو یہ واقعات بیان کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اچھا جاؤ! ہم بہرحال وفائے عہد کریں گے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کریں گے۔

اخلاقیات

حُسنِ نیّت اور صدق و کِذب

۱- عمل کا نتیجہ نیّت کے مطابق ہوتا ہے :

(عمرؓ) رفعه : انما الاعمال بالنيات وفي رواية بالنيّة و انما لكل امرئ مانوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة يتزوجها فهجرته الى ماهاجر اليه - وفي رواية : فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة ينكحها فهجرة الى ماهاجر اليه - (للستة الامالكا)

اجرِ عمل، نیتِ عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ : ہر ایک شخص کا اجر اس کی نیّت کے مطابق ہوگا ۔لہٰذا جس (مہاجر) نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی نیّت کی اُس کی ہجرت تو اللہ اور رسولؐ ہی کی طرف شمار ہوگی اور جس نے اس نیّت سے ہجرت کی ہو کہ دنیا ملے ، یا کسی عورت سے شادی کرے اُس کی ہجرت کا مقصود بھی وہی شمار ہوگا جس کی اُس نے نیّت کی تھی ۔

ایمان کی خصلتیں

۲- تین خصائلِ ایمان :

(عمار بن یاسرؓ) رفعه : ثلاث من الايمان الانفاق من الاقتار و

یہ تین امور (بھی) داخلِ ایمان ہیں :
(۱) اپنی تنگ دستی میں بھی دوسروں کی اعانت

بذل السلام للعالم والانصاف من نفسك ۔ (میزان)

(۲) تمام عالم کے لیے سلامتی کی ترتیب (۳) اپنی ذات سے بھی انصاف کرنا ۔

۳ - تکمیلِ ایمان کا سب سے بڑا ذریعہ :

(انس رض) رفعه : لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه ۔ (شیخین، ترمذی، نسائی)

تم میں سے کوئی پکا مومن اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے ۔

۴ - بہترین اسلام :

(ابن عمرو بن العاص) ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیه وسلم ای الاسلام خیر؟ قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف ۔ (شیخین، نسائی)

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا :
کہ بہترین اسلام کونسا ہے ؟
فرمایا : بھوکوں کو کھانا کھلانا، اور شناسا و غیر شناسا سب کو سلام کرنا ۔

احکامِ ایمان اور بیعتِ ایمان

۵ - ایمان کے بعض تقاضے :

(ابوبکرہ) رفعه :۔۔۔ ثلاث لا یغل علیهن قلب مسلم اخلاص العمل للہ ومناصحة ولاة الامر ولزوم جماعة المسلمین فان دعوتهم تحیط من ورائهم ۔

(سہ شنبہ)

۔۔۔۔۔۔۔۔ تین چیزوں میں مسلمان خیانت نہیں کرتا ۔
(۱) اخلاص فی العمل میں
(۲) حکام وقت کی خیر خواہی میں
(۳) مسلمانوں سے مل کر رہنے میں کیونکہ ان سے کٹ کر رہنے والوں پر جماعت کی بد دعا کا اثر ہو جاتی ہے ۔

۶ - گناہ کرتے وقت ایمان جُدا ہو جاتا ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن ۔ (للستۃ الا مالکا)

زانی جب زنا کر رہا ہو، چور جب چوری کر رہا ہو، شرابی جب شراب پی رہا ہو، تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔

۷ - بدکاری کے وقت ایمان معلّق رہتا ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : اذا زنی الرجل خرج منہ الایمان وکان علیہ کالظلّۃ فاذا اقلع رجع الیہ الایمان ۔ (ابوداؤد)

ارتکاب زنا کے پورے وقت تک ایمان اُوپر لگ کر سایہ فگن رہتا ہے اور فارغ ہونے کے بعد پھر لوٹ آتا ہے۔

اعمال میں میانہ روی

۸ - اچھی سیرت اور میانہ روی :

(ابن عباسؓ) رفعہ : ان الھدی الصالح والسّمت الصالح والاقتصاد جزؤ من اربعۃ وعشرین جزء من النبوۃ (ابوداؤد)

صالح سیرت، عمدہ طریقہ اور میانہ روی نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک خاص جز ہے۔

کتابُ العِلم

۹ - عالم اور عابد کی فضیلتوں میں کیا تناسب ہے ؟ :

(ابو امامۃؓ) ذکر للنبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ:

رجلان عالم و عابد فقال فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم ان اللہ وملائکتہ و اھل السموٰت والارض حتی النملۃ فی جحرھا والحیتان فی البحر یصلّون علی معلّم الناس الخیر۔ (ترمذی)

عالم و عابد دونوں میں افضل کون ہے ؟ فرمایا: جس طرح تم میں سے ادنیٰ آدمی پر میری فضیلت ہے، اسی طرح عابد پر عالم کو فضیلت ہے۔ خدا تعالیٰ، اس کے فرشتے اور ارض و سما کا ایک ایک فرد حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے بل میں اور مچھلیاں بھی سمندر میں اس معلّم کے لیے دُعا کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے۔

۱۰۔ فقیہ اور عابد کا فرق :

(ابن عباسؓ) رفعہ : فقیہ واحد اشدّ علی الشیطان من الف عابد۔ (ترمذی)

ایک فقیہ، شیطان پر سو عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

۱۱۔ علم کے طفیل روزی :

(انسؓ) کان اخوان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم احدھما یحترف والاٰخر یلزم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ویتعلم منہ فشکی المحترف اخاہ الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فقال لعلک بہ ترزق۔

(ترمذی)

عہدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلّم) میں دو بھائی تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس علم حاصل کرتا، دوسرا دستکاری کرکے روٹی کماتا۔ دستکار نے اپنے بھائی کا شکوہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ فرمایا: تجھے اسی (طالب علم) کے صدقے میں روزی ملتی ہے۔

۱۲۔ جویانِ علم کا درجہ اور انبیاء کی میراث :

(ابو درداءؓ) من سلک طریقا یطلب بہ علما سلک بہ طریقا من طرق الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضی لطالب العلم و انّ العالم لیستغفر لہ من فی السموٰت

حصولِ علم کے لیے سفر کرنا جنّت کی راہ طے کرنا ہے۔ جویانِ علم کی رضاجوئی کے لیے فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔ ارض و سما کا ایک ایک فرد حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کی مغفرت کے لیے دست بدعا رہتی ہیں۔ عالم و عابد کی

ومن فی الارض والحیتان وجوف الماء و ان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر (ترمذی، ابوداؤد)

فضیلتوں کا فرق یہ ہے کہ عالم بدر کامل کی مانند ہے اور عابد ستاروں کی طرح ترکۂ انبیاء علیہم السلام کے یہی اہل علم وارث ہیں نبیوں نے درہم و دینار کی کوئی میراث نہیں چھوڑی بلکہ میراثِ علم چھوڑی ہے ۔جس نے اسے حاصل کر لیا، اُس نے بہت کچھ لے لیا۔

۱۳۔ اہلِ علم کی اہانت منافقت ہے :

(ابو امامۃؓ) ثلاثۃ لا یستخف بھم الا منافق ذو الشیبۃ فی الاسلام و ذو العلم وامام مقسط (کبیر بضعف)

ان تین شخصوں کی توہین منافق ہی کر سکتا ہے: (۱) بوڑھا مسلمان آدمی ۔ (۲) عالم (۳) اور امام عادل۔

۱۴۔ اہلِ علم نجومِ ہدایت ہیں :

(انسؓ) مثل العالم فی الارض کمثل النجوم فی السماء یھتدی بھا فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم اوشك ان تضل الھداۃ ۔ (احمد بضعف)

زمین پر عالم کی مثال فلک پر روشن ستاروں کی مانند ہے اور ستاروں کے ڈوب جانے پر ہدایت یافتہ کا گم ہو جانا بھی بہت ممکن ہے ۔

۱۵۔ تعلیم کے اجر میں عمل کا اجر بھی شامل ہو جاتا ہے :

(معاذ بن انسؓ) رفعہ : من علم علما فلہ اجر من عمل بہ لا ینقص من اجر العامل ۔ (قزوینی)

جو شخص کسی کو کوئی تعلیم دے اور وہ اُس پر عمل کرے تو اُس عمل کا اسے بھی اجر ملے گا، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی آئے ۔

۱۶۔ حصولِ علم میں لگے رہنا فرض ہے :

(ابو مسعودؓ) رفعہ : طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ۔ (کبیر)

ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا واجب ہے ۔

۱۷-الٰہی ارادۂ خیر تفقہ فی الدین کی شکل میں :

(ابن عباسؓ) رفعہ : من یرد اللہ بہ خیراً
یفقّھہ فی الدین - (ترمذی، شیخین)

اللہ جل شانہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے
اُسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے -

۱۸-حکمت مومن کی گمشدہ دولت ہے :

(ابوہریرہؓ) رفعہ : الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ
المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا.....
(ترمذی)

سخن حکیمانہ مومن ہی کی گم شدہ دولت ہے - جہاں
بھی ملے اس کا زیادہ حق دار وہی ہے -

۱۹-علم کے ساتھ حکمت بھی ضروری ہے : (لقمان حکیم کی نصیحت) :

(ابو امامۃؓ) رفعہ ؛ ان لقمان قال لابنہ
یا بنی علیک بمجالسۃ العلماء واستمع
کلام الحکماء فان اللہ یحی القلب المیت
بنور الحکمۃ کما یحی الارض المیتۃ
بوابل المطر. (کبیر لضعف)

حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی کہ :
تم حلقۂ علما میں بیٹھا کرو اور حکما کی باتیں غور سے سُنا کرو
کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو نورِ حکمت سے اسی طرح زندگی
بخشتا ہے جس طرح موسلا دھار بارش سے مُردہ
زمین کو -!

۲۰- علم کی کنجوسی اور اس کی سزا :

(ابوہریرہؓ) رفعہ : من سئل
علما یعلمہ فکتمہ الجم بلجام
من نار- (ترمذی، ابوداؤد)

اگر عالم سے کوئی بات دریافت کی جائے جسے
وہ جانتا ہو کہ وہ اسے چھپالے تو قیامت کے دن
اُسے آگ کی لگام چڑھائی جائے گی -

۲۱- ہدایت کی قدر و قیمت :

(سہلؓ بن سعدؓ) رفعہ : واللہ
لان یھدی بھداک رجل واحد خیر
لک من حمر النعم . (ابوداؤد)

بخدا! اگر تمھاری تبلیغ سے ایک شخص کو
بھی ہدایت حاصل ہو جائے تو یہ تمھارے لیے
سُرخ اُونٹوں سے بہتر ہے -

علمی سوال و جواب کے آداب

۲۲ ۔ مواعظ میں سامعین کی اکتاہٹ کا خیال رکھنا :

(شقیق) کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمٰن لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ السآمۃ علینا۔ (شیخین و ترمذی)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے، ایک شخص نے آپ سے کہا کہ : اے ابو عبد الرحمٰن! میری تمنا تو یہ ہے کہ آپ ہر روز یہ جاری رکھیں۔ آپ نے جواب دیا کہ : مجھے اس سے جو چیز مانع ہے وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو اکتانا ناپسند نہیں کرتا۔ جس طرح حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم لوگوں کی اکتاہٹ کا لحاظ رکھتے ہوئے وعظ فرمایا کرتے تھے، اسی طرح میں بھی تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا ہوں۔

۲۳ ۔ فقیہ کے اوصاف، غور و فکر کی غیر معمولی اہمیت :

(علیؓ) قال ان الفقیہ حق الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمۃ اللہ ولا یؤمنھم من عذاب اللہ ولا یرخص لھم فی معاصی اللہ انہ لا خیر فی عبادۃ لا علم فیہا ولا خیر فی علم لا فھم فیہ ولا خیر فی قراءۃ لا تدبر فیہا۔ (دارمی)

فقیہ کامل وہ شخص ہے جس کا زورِ فقاہت لوگوں کو رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ کر دے اور عتابِ خداوندی سے بے خوف نہ کر دے اور ان میں گناہ کے لیے ڈھیل نہ پیدا ہونے دے۔ جس عبادت میں علم شامل نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں اور جس علم میں فہم نہ ہو، اس میں بھی اور جس قراءت میں تدبر (غور و فکر) نہ ہو، اس میں بھی کوئی خیر نہیں۔

۲۴ ۔ گفتگو میں موقع و محل کی ضروری رعایت اور علم کا حق :

(کثیر بن مرۃ) قال لا تحدث الباطل للحکماء فیمقتوک ولا تحدث الحکمۃ

داناؤں کے سامنے بے سر و پا بات نہ کرو، ورنہ وہ خفا ہو جائیں گے (کم عقل سے اونچی باتیں نہ کرو، ورنہ وہ

للسفهاء فيكذبوك ولا تمنع العلم اهله فتأثم ولا تضعه فی غیر اهله فتجهل إن عليك فی علمك حقا كما ان عليك فی مالك حقا (دارمی)

تمھاری تکذیب کرے گا۔ علم کے اہل کو علم سے محروم نہ رکھو! یہ معصیت ہے۔ نا اہل سے علمی گفتگو نہ کرو۔ ورنہ وہ تمھی کو جاہل کہے گا۔ علم ہو یا دولت تم پر دونوں کے کچھ حقوق ہیں۔

۲۵۔ کلام بے محل :

(ابن مسعودؓ) قال ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغه عقولهم الا كان لبعضهم فتنة۔ (مسلم)

جب تم لوگوں کے سامنے ایسی گفتگو کرو گے، جو ان کی عقل کی رسائی سے باہر ہو، تو وہ کچھ لوگوں کے لیے فتنہ بن جائے گی۔

۲۶۔ دو قسم کے حریص :

(ابن مسعودؓ) رفعه : منهومان لا يشبعان طالب علم وطالب دنيا۔ (کبیر بضعف)

دو حریص قانع نہیں ہو سکتے : (۱) حریص علم اور (۲) حریص دنیا۔

۲۷۔ حقوقِ علم کی ادائیگی کی نصیحت کرنا :

(ابن عباسؓ) رفعه : ناصحوا فی العلم فان خیانة احدكم فی علمه اشد من خيانته فی ماله وان الله سائلكم يوم القيامة۔ (کبیر بضعف)

حقوق علم ادا کرنے کی ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہو۔ مال کی خیانت سے علم کی خیانت زیادہ معیوب ہے۔ حشر میں اللہ تعالےٰ اس کا بھی حساب لے گا۔

۲۸۔ تعلّم کا غلط ترین مصرف :

(کعبؓ بن مالک) رفعه : مَنْ طلب العلم ليجاری به العلماء او ليماری به السفهاء ويصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار۔ (ترمذی)

جو شخص اس لیے علم پڑھتا ہے کہ علماء کا مقابلہ اور جہلاء سے مناظرہ کرکے عوام کو اپنی طرف مائل کرے۔ اسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا۔

۲۹ - معلم بے عمل کی لطیف مثال :

(جندبؓ) رفعہ : مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسی نفسہ کمثل السراج یضئ للناس و یحرق نفسہ (کبیر، مطولا)

جو شخص دوسروں کو نیکی کی تعلیم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے، اس کی مثال چراغ کی سی ہے کہ اوروں کو روشنی دے اور خود کو جلاتا رہے۔

۳۰ - لغو مسائل کی تحقیق :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : شرار الناس الذین یسألون عن شرار المسائل کی یغلطوا بھا العلماء (رزین)

بدترین وہ لوگ ہیں جو شرانگیز مسائل پوچھ پوچھ کر علماء کو مغالطے میں ڈالتے ہیں۔

۳۱ - صاف اور سیدھی بات :

(ثعلبۃ الخشنی) رفعہ : ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وحرم اشیاء فلا تقربوھا وترک اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوھا (رزین)

اللہ تعالیٰ نے کچھ مسائل مقرر فرماتے ہیں، ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدیں معین کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ اور کچھ چیزوں کو جان بوجھ کر ترک کر دیا ہے اُن سے بحث نہ کرو۔

روایت و کتابتِ حدیث

۳۲ - جیسا سُنا جائے ویسا ہی بیان کیا جائے :

(ابن مسعود) رفعہ : نضر اللہ امرأ سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی من سامع (ترمذی)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سُن کر اسی طرح دوسروں سے بیان کی بعض سُننے والے باتوں کو سُنانے والوں سے زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔

۳۳۔ تعلیم دین عام نہ کرنے پر تہدید :

(عبد الرحمٰن بن ابزی) خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ذات یوم فاثنی علی طوائف من المسلمین خیرًا ثم قال ما بال اقوام لا یفقّھون جیرانھم ولا یعلّمونھم ولا یعظونھم ولا یأمرونھم ولا ینھونھم وما بال اقوام لا یتعلّمون من جیرانھم ولا یتفقّھون ولا یتعظون واللہ لیعلّمن قوم جیرانھم ولیفقّھونھم ولیعظونھم ویأمرونھم وینھونھم ولیتعلّمن قوم من جیرانھم ویتفقّھون ویتعظون اولاعاجلنھم العقوبة۔ (کبیر بلین)

ایک خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کے مختلف طبقوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: لوگوں پر کیسی غفلت طاری ہے کہ وہ ہمسایوں کو نہ فقہ سکھاتے ہیں نہ علم، نہ انھیں نصیحت کرتے ہیں نہ امر و نہی۔ پھر ان لوگوں کا کیا عجیب حال ہے جو اپنے پڑوسیوں سے نہ فقہ سیکھتے ہیں، نہ علم، نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بخدا اس طرح کے (باہم تعلّق رکھنے والے) لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو علم و فقہ سکھائیں، وعظ و نصیحت کریں اور امر و نہی کا فریضہ ادا کریں اور (جو اس کام کے اہل ہوں) ان کو چاہیئے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم و فقہ اور پند حاصل کریں، ورنہ میں دار و گیر سے اس کا علاج کروں گا۔

۳۴۔ علم کس طرح اُٹھ جاتا ہے؟ :

(ابن عمرؓو بن العاص) ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعه من الناس ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلّوا واضلّوا۔ (شیخین و ترمذی)

اللہ تعالیٰ سینوں میں سے لُوٹ کر علم ختم نہیں فرماتا بلکہ علماء کی موت سے اُسے ختم کرتا ہے۔ جب کوئی عالم باقی نہیں رہتا تو لوگ ناخواندہ رہنماؤں سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ خود تو گمراہ تھے ہی اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

۳۵۔ اہلِ علم کی موت :

(عائشةؓ) رفعته: موت العالم ثلمة

عالم کی موت قصر اسلام میں ایسی دراڑ ہے، جو

فی الاسلام لا تسد ما اختلف الليل والنهار۔ (رمز ان)

قیامت تک نہیں بھر سکتی۔

جھوٹی روایت سے احتراز اور سچّی کو جھٹلانا

۳۶۔ جھوٹی حدیثیں بیان کرنا:

(المغیرۃؓ) رفعہ: ان کذبا علیّ لیس ککذب علی احد فمن کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النّار۔ (شیخین وترمذی)

میری طرف جھوٹی نسبت ایسی معمولی چیز نہیں جیسی دوسروں کی طرف ہوتی ہے۔ جو شخص عمداً جھوٹی بات میری طرف منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

کتاب طہارت و پاکیزگی

نجاست

۳۷۔ ایک نازیبا حرکت کی اصلاح:

(ابو ھریرۃؓ) ان الاعرابی لمّا دخل صلی رکعتین ثم قال اللّٰھم ارحمنی ومحمّداً ولا ترحم معنا احداً فقال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لقد تحجرت واسعا ثم لم یلبث ان بال فی ناحیۃ المسجد فاسرع الیہ النّاس فنھاھم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وقال انما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسّرین صبّوا علیہ سجلا من ماء۔ (ابو داؤد)

ایک اعرابی مسجد نبویؐ میں آیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے دُعا میں کہا: اللّٰھم ارحمنی ومحمّداً ولا ترحم معنا احداً۔ صرف مجھ پر اور حضرت محمّد (صلی اللّٰہ علیہ وسلّم) پر رحم فرما اور کسی پر نہیں!) حضورؐ نے فرمایا کہ: تم نے ایک بڑی وسیع حقیقت کو تنگ کر دیا۔ کچھ دیر بعد ہی وہ اعرابی اُٹھا اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر پیشاب کر دیا۔ لوگ اُدھر دوڑے مگر آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے انھیں یہ فرما کر ہٹا دیا کہ تم نرمی کے لیے ہو نہ کہ سختی کرنے کو! اس جگہ پر پانی کا ایک ڈول انڈیل دو۔

وضو اور اُس کے متعلقات

۳۸ - اکل و شرب سے پہلے ہاتھ دھولینا :

(عائشہ رضؓ) اذا اراد ان یاکل اویشرب غسل یدیہ ثم یاکل اویشرب۔ (مالک)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے پینے کا ارادہ کرتے پہلے ہاتھ دھوتے پھر کھاتے پیتے۔

مسجد

۳۹ - تفرد و تفرق کا انجام کیا ہوتا ہے؟ :

(معاذ رضؓ) رفعہ : ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأخذ الشاۃ القاصیۃ والناحیۃ ایاکم و الشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ والمسجد۔ (احمد)

انسان کا بھیڑیا شیطان ہے۔ جو بکری ریوڑ سے الگ ہوئی اُسے بھیڑیا اُچک لیتا ہے (مسلمانو! جماعت عامہ سے کٹ جانے سے بچو! جماعت اور عوام اور مسجد سے وابستہ رہو۔

اِستقبال قبلہ

۴۰ - حرام کمائی کے کپڑوں میں نماز، لباس اور امانت کی اہمیت :

(علی رضؓ) ان رجلا من اھل العالیۃ قال یا رسول اللہ خبرنی باشد شئ فی ھذا الدین والینہ فقال الینہ

..... اہل عالیہ میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ : یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دین میں سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ نرم جو چیز ہے وہ بتایئے؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

شهادة ان لا اله الا الله وان محمدًا
عبده ورسوله واشد ه یا اخا العالیة
الامانة انه لا دین لمن لا امانة له
ولا صلوة له ولا زکوة له یا اخا العالیة
انه من اصاب مالا من حرام فلبس
جلبابًا لم تقبل صلوته حتی ینحی
ذلک الجلباب عنه ان الله اکرم
واجل یا اخا العالیة من ان یقبل
عمل رجل او صلاته وعلیه الجلباب
من حرام - (بزار بضعف)

نے فرمایا کہ سب سے زیادہ نرم تو یہ گواہی دینا ہے
کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)
اس کے بندے اور رسول ہیں اور سب سے زیادہ سخت
امانت کا معاملہ ہے جس شخص میں امانت نہیں، اس
کا نہ دین ہے، نہ نماز، نہ زکوٰۃ۔ اے برادرِ عالیہ! جو
مالِ حرام کی کمائی کی چادر اوڑھ کر نماز ادا کرے اس کی
نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی، جب تک اُسے الگ
نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ کسی
کا کوئی عمل یا اس کی نماز اس حالت میں قبول کرے کہ
اس کے اُوپر حرام کی چادر موجود ہو۔

کتاب الجنائز

امراض میں رحمت

۴۱ - مومن کی ہر تکلیف کفّارۂ گناہ ہے:

(ابوسعیدؓ وابوہریرہؓ) رفعاہ: ما
یصیب المؤمن من وصب ولا نصب
ولا سقم ولا حزن حتی الهم یهمه
الا کفر الله به سیاٰته - (شیخین، ترمذی)

مومن کی کوئی تکلیف، کوئی تھکن، کوئی بیماری، کوئی
غم، حتّٰی کہ کوئی فکر مند کرنے والی چیز بھی ایسی
نہیں، جسے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ
نہ بنا دیتا ہو۔

۴۲ - بخار کے فائدے:

(جابرؓ) ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم دخل علی ام السائب
او علی ام المسیب فقال مالکِ تزفزفین؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ام سائب یا
ام مسیب کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا کہ: تم
کپکپا کیوں رہی ہو؟ عرض کیا، کہ بخار ہے،

قالت الحمی لا بارک اللہ فیھا فقال
لاتسبی الحمی فانھا تذھب خطایا
بنی آدم کما یذھب الکیر خبث
الحدید (مسلم)

خدا اُس کا ناس کرے۔
فرمایا: بخار کو کوسا نہ کرو یہ تو انسان کی لغزشوں
کو اس طرح دُور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے
کے میل کچیل کو۔

۴۳۔ سُرخ رُو ہوتا ہے انساں آفتیں پانے کے بعد:

(یحیی بن سعیدؓ) ان رجلا جاءہ
الموت فی زمن النبی صلی اللہ علیہ
وسلّم فقال رجل ھنیئالہ مات
ولم یُبتل بمرض فقال صلی اللہ علیہ
وسلّم و یحک ما یدریک لوانّ
اللہ ابتلاہ بمرض فکفر عنہ
من سیئاتہ۔ (مالک)

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد
میں مر گیا کسی نے کہا کہ بڑا مبارک ہے کہ اسے مرض
کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ: تمھیں کیا معلوم کہ خدا اسے کسی مرض میں مبتلا
کرتا تو وہ اُس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا۔

تراویح

۴۴۔ آزمائش میں اللہ کا ایک خاص مقصد:

(عمروؓ بن مرّۃؓ) قال ان مما
انزل اللہ تعالیٰ ان اللہ لیبتلی العبد
وھو یحب یسمع تضرعہ۔
(اوسط، ملین)

خداوند تعالیٰ کی نازل کردہ باتوں میں ایک یہ
بھی ہے کہ: اللہ تعالےٰ بندے کو بعض اوقات مبتلائے
مصیبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اس کے تضرّع
وزاری کو سننا پسند فرماتا ہے۔

۴۵۔ چھوٹی سے چھوٹی تکلیف بھی باعثِ اجر ہے:

(عائشہؓ) رفعتہ: لایصیب المؤمن
شوکۃ فما فوقھا الا رفعہ اللہ

مومن کو ایک کانٹا وغیرہ بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ
اس کے عوض اس کا ایک درجہ بلند کر

بها درجة وحط عنه بها خطيئة
(شیخین، موطا، ترمذی، اوسط صغیر)

دیتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف فرما دیتا ہے۔

۴۶۔ اہلِ آزمائش کا غیر معمولی درجہ:

(ابن عباسؓ) رفعه: يؤتى بالشهيد يوم القيامة فينصب للحساب ثم يؤتى بالمتصدق فينصب للحساب ثم يؤتى باهل البلاء فلا ينصب لهم ميزان ولا ينصب لهم ديوان فيصب عليهم الاجر صبا حتى ان اهل العافية ليتمنون فی الموقف ان اجسادهم قرضت بالمقاريض من حسن ثواب الله لهم (کبیر بلین)

(عن الحسنؓ بن علیؓ) رفعه ، وفی آخره: انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب (کبیر، ملین بضعف)

شہید (قیامت میں) حاضر کیا جائے گا، تو حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا، پھر صدقہ دینے والا پیش ہوگا، تو وہ بھی حساب کتاب کے لیے پیش کیا جائے گا۔ پھر اہل بلا و امتحان پیش ہوں گے تو ان کے لیے نہ کوئی میزان نصب ہوگی نہ کوئی رجسٹر پیش ہوگا۔ بلکہ ان پہ اجر و ثواب کی ایسی بارش ہوگی کہ اہلِ عافیت اس مقام پر تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش اس ثواب کی خاطر ہمارے جسموں کو مقراض سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔

اس مضمون کی روایت کے آخر میں حسنؓ بن علیؓ سے یہ آیت بھی منقول ہے: (ترجمہ) صبر کرنے والوں کو بے حساب وشمار اجر عطا کیا جائے گا۔

تقدیر و تدبیر

۴۷۔ اولاد کے مرنے پر حمد و استرجاع کا اجر:

(ابوموسیٰؓ) رفعه: اذا مات ولد لعبد قال الله تعالى لملئكته قبضتم ولد عبدی

جب کسی نیک بندے کی اولاد مرجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سے فرماتا ہے کہ: تم نے میرے بندے کی اولاد کی رُوح قبض کرلی؟ وہ

فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرۃ فؤادہ؟ فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدی؟ فیقولون حمدک واسترجع فیقول ابنوا لعبدی بیتا فی الجنّۃ وسموہ بیت الحمد (ترمذی)

عرض کرتے ہیں، ہاں بارالٰہا۔ پھر فرماتا ہے کہ تم نے اس کے دل کی کلی توڑ لی؟ وہ کہتے ہیں: ہاں خداوندا! پھر فرماتا ہے: کہ اس بندے نے کیا کہا: وہ عرض کرتے ہیں کہ: اس بندے نے تیری حمد (شکر) ادا کی اور انا للّٰہ الخ کہا۔ پھر وہ حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کے لیے جنّت میں ایک مکان بناؤ اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو۔

۴۸۔ دختر کے مرنے پر صبر کا اجر و انعام:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: یقول اللّٰہ تعالیٰ من اذھبت جبیبتہ فصبر و احتسب لم ارض لہ ثوابا دون الجنّۃ۔ (بخاری)

اللّٰہ تعالےٰ کہتا ہے کہ جس کی چہیتی (دختر وغیرہ) مر جائے اور وہ حصول ثواب کے لیے صبر کرے تو میں اس کے معاوضے کے لیے جنّت سے کم کسی چیز پر راضی نہ ہوں گا۔

۴۹۔ گزشتہ اُمتوں کی بعض سخت آزمائشیں اور اہلِ اسلام کے لیے خوشخبری:

(خبابؓ بن الارت) شکونا الی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال قد کان من قبلکم یؤخذ الرجل فیحفر لہ فی الارض فیجعل فیھا ثم یؤتی بالمیشار فیوضع علی رأسہ فیجعل نصفین و یمشط بامشاط الحدید مادون لحمہ وعظمہ مایصدہ ذلک عن دینہ واللّٰہ لیتمّن اللّٰہ ھذا الامر حتی یسیر

(خباب بن ارتؓ نے اپنی کچھ تکلیف بیان کی تو) حضور صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: تم سے پہلی اُمتوں میں بعض لوگوں کو پکڑا جاتا اور زمین میں گڑھا کھود کر اس میں ان کو گاڑ دیا جاتا تھا اور ان کے سر پر آرا رکھ کر دو حصّوں میں چیر دیا جاتا تھا اور لوہے کے کنگھے اُن پر اس طرح پھیرے جاتے تھے کہ ہڈی سے گوشت الگ ہو جاتا تھا، پھر بھی یہ اذیتیں ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکتی تھیں۔ بخدا اللّٰہ تعالیٰ اپنے دین کو پورا کر کے رہے گا۔ تا آنکہ ایک سوار صنعا سے

الراكب من صنعاء الى حضر موت لا يخاف الا الله والذئب على غنمه ولكنكم تستعجلون۔ (بخاری، ابوداؤد، نسائی)

حضر موت تک اس طرح سفر کرے گا کہ اسے صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خوف ہو گا، یا اسے اپنے گلے کے متعلق بھیڑیے کا خطرہ ہو گا۔ مگر تم لوگ ذرا جلد باز ہو۔

۵۰۔ صبر کا ایک خاص انداز اور اُس کا اجر:

(ابن عباسؓ) رفعه: من اصيب بمصيبة فی ماله او فی نفسه فكتمها ولم يشكها الى الناس كان حقا على الله ان يغفر له۔ (اوسط)

جسے کوئی مالی یا جانی نقصان پہنچے اور وہ اسے پوشیدہ رکھے، یعنی لوگوں سے اس کی شکایت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرمائے۔

۵۱۔ جلوت کی زندگی خلوت کی زندگی سے بہتر ہے:

(یحییٰ بن وثابؒ) عن شيخ من اصحابه رفعه: المسلم الذی يخالط الناس ويصبر على اذاهم خير من الذی لا يخالط الناس ولا يصبر على اذاهم۔ (ترمذی)

وہ مسلمان جو لوگوں سے گھل مل کر رہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا رہے، اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے کٹا ہوا رہے، اور ان کی اذیتوں پر صبر نہ کرے۔

۵۲۔ موت کی تمنا کرنا:

(انسؓ) رفعه: لا يتمنين احدكم الموت من ضر اصابه فان كان لابد فاعلا فليقل اللهم احينی ما كانت الحياة خيرا لی وتوفنی اذا كانت الوفاة خيرا لی (للستة الا مالکا)

کوئی مصیبت آجانے کی وجہ سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اگر یہ (تمنائے موت) کرنا ہی پڑے تو یوں دعا کرے کہ: اے اللہ! اگر میرے لیے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ اور اگر موت بہتر ہے تو موت دے۔

۵۳۔ ایضاً:

(ابوہریرہؓ) رفعه: لا يتمنين احدكم

تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے جن

الموت اما محسناً فلعله یزداد واما مسیئاً فلعله یستعتب۔
(شیخین، نسائی)

ہے وہ نیکوکار ہو اور (زندگی سے) اس کی نیکی میں اور اضافہ ہو یا وہ بدکار ہو تو (توبہ کا موقع نہ پانے کی وجہ سے) وہ مستحق عتاب ہو۔

عیادت مریض

۵۴۔ عیادت مریض کا اجر:

(علیؓ) قال مامن رجل یعود مریضاً ممسیا الا خرج معه سبعون الف ملك یستغفرون له حتی یصبح وکان له خریف فی الجنّة ومن اتاه مصبحا خرج معه سبعون الف ملك یستغفرون له حتی یمسی وکان له خریف فی الجنّة
(ابوداؤد، ترمذی نحوہ مرفوعاً)

جو شخص بھی شام کو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے، اُس کے لیے ستّر ہزار فرشتے صبح تک دُعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنّت میں ایک نخلستان تیار ہو جاتا ہے اور جو صبح ایسا کرے اُس کے لیے ستّر ہزار فرشتے شام تک دُعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور جنّت میں اُس کے لیے ایک نخلستان مہیّا ہو جاتا ہے۔

۵۵۔ معمولی امراض میں عیادت ضروری نہیں:

(ابوھریرۃؓ) رفعه: ثلاث لا یعاد صاحب الرمد وصاحب الضرس وصاحب الدملة (اوسط بضعف)

تین قسم کے مریضوں کی عیادت چنداں ضروری نہیں جس کی آنکھ آگئی ہو یا جس کے دانت میں درد ہو یا جسے پھنسی نکل آئی ہو (یعنی معمولی قسم کی تکلیف میں عیادت ضروری نہیں)

۵۶۔ مریض کو تسکین و تسلّی دینا چاہیئے:

(ابوسعیدؓ) رفعه: اذا دخلتم علی مریض فنفّسوا له فی اجله فان ذلك یطیب نفسه۔ (ترمذی)

جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اُسے تسلّی دے کر غم کو دُور کرو، اس سے اس کے دل کو راحت ہوتی ہے۔

۵۷ - مریض پر بار نہ ہونا چاہیے :

(ابن عباسؓ) قال من السنة تخفیف الجلوس وقلة الصخب فی العیادة عند المریض قال وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لما کثر لغطھم واختلافھم قوموا عنی - (رزین)

مریض کی عیادت کے وقت کم نشینی بھی سنت ہے۔ اور شور کم کرنا بھی۔ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس ایک بار جب شور اور اختلافی گفتگو زیادہ ہوئی تو فرمایا کہ: بھئی! میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔

۵۸ - بندوں کا اتصال خُدا سے :

(ابو ھریرةؓ) رفعہ : ان اللّٰہ تعالیٰ یقول یوم القیمة یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی قال یارب کیف اعودک وانت رب العٰلمین ؟ قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انک لوعدتہ لوجدتنی عندہ یا ابن اٰدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یارب کیف اطعمک و انت رب العٰلمین ؟ قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلم تطعمہ اما علمت انک لواطعمتہ لوجدت ذلک عندی یا ابن اٰدم استسقیتک فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیک وانت رب العٰلمین ؟ قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لوسقیتہ لوجدت ذلک عندی۔ (مسلم)

اللّٰہ تعالیٰ بروزِ قیامت پوچھے گا کہ : اے فرزند آدم! میں بیمار رہا اور تو نے میری عیادت بھی نہ کی، وہ کہے گا کہ : تو رب العالمین ہے (یعنی تو کبھی بیمار نہیں ہوتا) میں تیری کس طرح عیادت کرتا ؟ اللّٰہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: تجھے یاد نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار رہا، اور تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ تجھے نہیں معلوم کہ اگر تُو اس کی عیادت کرتا تو تُو مجھے اس کے پاس ہی پاتا۔ اے فرزندِ آدمؑ! میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تُو نے مجھے نہیں کھلایا۔ وہ کہے گا کہ : تو رب العٰلمین ہے (کھانا نہیں کھاتا) پھر میں تجھے کھانا کیا کھلاتا ؟ فرمائے گا کہ : تجھے یاد نہیں کہ میرے ایک بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تُو نے اسے نہیں کھلایا، تجھے علم نہیں کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو اسے تُو میرے پاس ہی پاتا۔ اے فرزند آدمؑ ! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ وہ کہے گا کہ : تو رب العالمین ہے (پانی نہیں پیتا) تجھے کس طرح پلاتا ؟ اللّٰہ تعالیٰ فرمائے گا کہ : میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تُو نے اُسے نہیں پلایا۔ اگر تو اُسے پانی پلا دیتا تو اُسے تو میرے پاس ہی پاتا۔

۵۹۔ مریض کی خواہش طعام کی اپیل :

(ابن عباسؓ) ان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم عاد رجلا قال ما تشتھی؟ قال اشتھی خبز برّ قال صلّی اللہ علیہ وسلّم من کان عندہ خبز بر فلیبعث الی اخیہ ثم قال اذا اشتھی مریض احدکم شیئاً فلیطعمہ۔ (قزوینی مبلین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کی عیادت فرمائی اور پوچھا کہ : تمھیں کس چیز کی اشتہا ہے ؟ کہا : نان گندم کی۔ فرمایا کہ جس کے پاس نان گندم ہو وہ اپنے اس بھائی کے پاس بھیج دے۔ پھر فرمایا کہ : جب کوئی مریض کسی چیز کی اشتہا ظاہر کرے تو اُسے وہ چیز دو۔

۶۰۔ مریض سے اپنے لیے دُعا کرانا چاہیئے :

(عمرؓ) رفعہ : اذا دخلت علی مریض فمرہ ان یدعو لک فان دعاءہ کدعاء الملائکۃ (قزوینی)

جب کسی مریض کے پاس جاؤ تو اُس سے اپنے لیے دُعا کی درخواست کرو۔ کیونکہ اُس کی دُعا فرشتوں کی دُعا کی طرح (مقبول) ہوتی ہے۔

موت

۶۱۔ خدا سے اچھی ہی اُمیدیں رکھنی چاہئیں :

(حیان ابو النضر)..... قال کیف ظنک بربک؟ قال واشار برأسہ ای حسن قال ابشر فانی سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول قال اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء۔

(احمد، اوسط)

ابو الاسود جرشی کی وفات کے وقت واثلہ بن اسقع اور حیان ابو النضر عیادت کو گئے۔ واثلہ نے پوچھا کہ : اللہ سے تمھیں کیا اُمیدیں ہیں ؟ ابو الاسود نے اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ : اچھی اُمیدیں ہیں۔ واثلہ نے کہا کہ : مبارک ہو، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ : اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ : میں اس گمان سے قریب ہوں جو میرا بندہ میرے متعلق رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ جیسا چاہیے میرے ساتھ گمان رکھے۔

گریہ و غم

۶۲ ۔ زبان کا مقام کیا ہے ؟ :

(ابن عمرؓ) اشتکی سعد بن عبادہ فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ مع عبد الرحمٰن بن عوف وسعد و ابن مسعود فلما دخل علیہ وجدہ فی غشیۃ فقال قد قضی قالوا لا قال فبکی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رأی القوم بکاءہ بکوا قال الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا و اشار الی لسانہ او یرحم ۔ (شیخین)

سعد بن عبادہؓ ایک بار بیمار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ عبد الرحمٰنؓ بن عوفؓ اور سعدؓ بن مسعودؓ بھی ساتھ تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو ان کو بحالت غشی پایا۔ پوچھا کہ : کیا قضا کر گئے ؟ لوگوں نے کہا کہ : نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور جب دوسروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں یا دل کے غم کی وجہ سے عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ ۔۔ زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا : ـــــ اس کی وجہ سے عذاب کرتا ہے اور اسی کی وجہ سے رحم فرماتا ہے (یعنی اگر نوحہ کرے گا تو عذاب ہوگا اور صبر و شکر کرے گا تو رحمت ہوگی)۔

۶۳ ۔ جاہلیت کا ماتم :

(ابن مسعودؓ) رفعہ : لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعی بدعوی الجاھلیۃ ۔ (شیخین، ترمذی، نسائی)

میری جماعت سے وہ خارج ہے جو اپنے منہ پر تھپڑ مارے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی رسم کو رائج کرے ۔

۶۴ ۔ ایضاً :

(امرأۃ من المبایعات) قالت کان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ بیعت جن معروف

فبما اخذ علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فی المعروف الذی اخذ علینا ان لا نعصیہ فیہ و ان لا نخمش وجھا ولا ندعوا ویلا ولا نشق جیبا ولا ننشر شعرًا ۔ (ابوداؤد)

باتوں کا ہم عورتوں سے عہد لیا تھا، ان میں یہ چیزیں بھی تھیں کہ: ہم معروف میں رسول اللہ علیہ وسلّم کی نافرمانی نہ کریں گے اور منہ نہ نوچیں گے اور کوسنے نہ دیں گے ۔ (خلاصہ یہ کہ کسی غلط اور جاہلی طریق سے اظہار ماتم نہ کریں گے ۔)

۶۵۔ تین موقعوں پر خاموشی :

(زید بن ارقم) رفعہ: ان اللہ یحب الصمت عند ثلاث عند تلاوۃ القرآن وعند الزحف وعند الجنازۃ۔ (للکبیر برجل لم یسم ۔)

تین مواقع پر اللہ تعالیٰ خاموشی کو پسند فرماتا ہے ۔

۱ ۔ بوقت تلاوتِ قرآن حکیم

۲ ۔ بوقت جنگ ــــ اور

۳ بوقتِ جنازہ ۔

نمازِ جنازہ

۶۶ ۔ حالات کے بدلنے سے احکامِ جنازہ میں تبدیلی :

(ابو ھریرۃؓ) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یؤتی بالرجل المتوفی علیہ الدین فیسأل ھل ترک لدینہ قضاء فان حدث انہ ترک وفاء و الا قال للمسلمین صلوا علی صاحبکم فلما فتح اللہ علی رسولہ کان یصلی ولا یسأل عن الدین وکان یقول انا اولی بالمؤمنین من انفسھم فمن توفی من المؤمنین فترک دینًا اوکلًا او ضیاعا فعلیّ والیّ ومن ترک مالا فلورثتہ ۔ (شیخین، ترمذی، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ایسا جنازہ آتا جس پر قرض ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کہ کیا اس نے ادائے قرض کا کوئی بندوبست کیا ہے؟ اگر یہ بتا دیا جاتا کہ ہاں کیا ہے (تو نماز پڑھ لیتے) ورنہ عام مسلمانوں سے فرماتے کہ تم جا کر نماز جنازہ پڑھ لو لیکن جب مکہ فتح ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرض کے بارے میں کچھ سوال نہ فرماتے بلکہ یہ فرماتے کہ: اہلِ ایمان کا سب سے قریب تر ولی میں ہوں، لہٰذا جو مسلمان قرض یا یتیم یا عیال چھوڑے اس کا ذمے دار میں ہوں اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کا ہے ۔

۶۷۔ جنازے کا حق کس طرح ادا ہو جاتا ہے ؟ :

(ابو ہریرہؓ) من تبع جنازة وحملها ثلث مرات فقد قضی ما علیه من حقها۔ (ترمذی)

جو شخص کسی کے جنازے کے ساتھ چلے اور تین بار کندھا دے تو اس نے جنازے کا حق ادا کر دیا۔

مشایعت جنازہ

۶۸۔ شہادت علی الناس کا آغاز اسی دنیا سے ہوتا ہے :

(ابو ہریرہؓ) مروا علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بجنازة فاثنوا علیها خیرا فقال وجبت ثم مروا باخری فاثنوا علیها شرا فقال وجبت ثم قال ان بعضکم لبعض شهداء۔ (ابو داؤد)

کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازے کو لیے گزرے اور اس کی تعریفیں کیں۔ فرمایا کہ : اس کے لیے جنّت واجب ہو گئی۔ پھر دوسرا جنازہ لے کر گزرے تو لوگوں نے اس کی بُرائی کی۔ فرمایا کہ : اس کے لیے دوزخ لازم ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ : تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے گواہِ عمل ہو۔

۶۹۔ ہمسایوں کی گواہی کی اہمیّت :

(ابو ہریرہؓ) رفعه : ما من عبد مسلم یموت فیشهد له ثلاثة ابیات من جیرانه الادنین بخیر الا قال اللہ تعالیٰ قد قبلت شهادة عبادی علی ما علموا وغفرت له ما اعلم۔ (احمد)

اگر کوئی مسلمان مر جائے اور اس کے قریب ترین پڑوسیوں میں تین گھرانے بھی اس کی نیکی کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : میرے بندے اپنے علم کے مطابق جس خیر کی گواہی دے رہے ہیں میں اسے قبول کرتا ہوں اور اس کی جو بُرائی میں جانتا ہوں ، اُسے میں معاف کرتا ہوں۔

تعزیت

۷۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع تعزیت نامہ :

(معاذؓ) انه مات له ابن فكتب اليه النبي صلى الله عليه وسلم التعزية : بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد رسول الله الى معاذ بن جبل سلام عليك فانى احمد اليك الله الذى لا الٰه الا هو اما بعد فاعظم الله لك الاجر والهمك الصبر ورزقنا واياك الشكر فان انفسنا واموالنا واهلنا من مواهب الله الهنيئة وعواريه المستودعة متعك الله به فى غبطة وسرور وقبضه منك باجر كبير الصلوٰة والرحمة والهدى ان احتسبته فاصبر ولا يحبط جزعك اجرك فتندم واعلم ان الجزع لا يرد ميتا ولا يدفع حزنا وما هو نازل فكان قد والسلام

(كبير، اوسط بضعف)

حضرت معاذؓ کے ایک فرزند کا انتقال ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک تعزیت نامہ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا (ترجمہ) : شروع اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ یہ تعزیت نامہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معاذؓ بن جبل کے نام۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اما بعدٗ اللہ تمھارے اجر کو اور زیادہ کرے۔ اور ہمیں اور تمھیں شکر کی توفیق دے۔ ہماری جانیں، ہمارے اموال اور ہمارے اہل و عیال سب کچھ اللہ کی خوش آئند بخششیں ہیں اور اسی کی ودیعت کردہ عاریتیں ہیں تمھیں شکر و مسرت کے ساتھ اس سے سرفراز کرتا رہا۔ اور بڑے اجر کے عوض تم سے اُسے واپس لے لیا۔ یہ واپسی اجر ہے صلوٰۃ رحمت اور ھدیٰ ہے۔ لہٰذا اگر تم اسے کارِ ثواب سمجھتے ہو تو صبر سے کام لے لو تمھاری بے صبری تمھارے اجر و ثواب کو ضائع کر کے تمھیں نادم نہ کرنے پائے۔ یہ سمجھ لو کہ بے صبری کا ماتم نہ مرے ہوئے کو واپس لا سکتا ہے نہ غم کو دُور کر سکتا ہے اور ہونے والا حادثہ تو ہو کر ہی رہتا ہے،

والسّلام!

۷۱۔ زیارتِ قبور کا مقصد آخرت کی یاد ہے :

(بریدۃؓ) : قد كنت نهيتكم عن

میں نے تمھیں پہلے زیارت قبور سے روک دیا تھا،

زيارة القبور فزوروها فانها تذكركم الآخرة۔
(مسلم، اصحاب سنن)

(کیونکہ تم حدیث الاسلام تھے) (اب جب کہ توحید پختہ ہو چکی ہے) زیارت کر سکتے ہو۔ کیونکہ قبریں تمھیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

کتابُ الزکوٰۃ

۷۲۔ منعِ زکوٰۃ ہلاکتِ مال کا سبب بن جاتا ہے:

(عمرؓ) رفعه : ما تلف مال فی بر و بحر الا بحبس الزکوٰۃ (اوسط بضعف)

بحر و بر میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ روک رکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۷۳۔ منعِ زکوٰۃ قحط سالی کا بھی سبب ہوتا ہے:

(بریدۃؓ) رفعه : ما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم الله بالسنین

جب لوگ زکوٰۃ ادا کرنا بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

عاملِ صدقہ کو ہدایات

۷۴۔ محصّلِ صدقہ کے لیے ضروری تنبیہ:

(ابن حمیدؓ الساعدی) استعمل النبیّ صلی الله علیه وسلم رجلا من الازد یقال له ابن اللتبیة على الصدقة فلما قدم قال هذا لکم و هذا اهدى الیّ فقام النبیّ صلی الله علیه وسلّم فحمد الله واثنى علیه ثم قال اما بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ازدی شخص کو عاملِ صدقہ مقرّر فرمایا، جس کا نام ابن لُتبیہ تھا۔ جب وہ صدقات لے کر آیا تو بولا کہ: یہ تو ہے آپ لوگوں کے لیے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ: میں اس اختیار سے جو مجھے اللہ نے دیا ہے۔ تم میں سے کسی کو عامل بناتا ہوں اور وہ آکر یہ

مانی استعمل الرجل منکم علی العمل مما ولانی اللہ فیأتی فیقول هذا لکم وهذه هدية اهديت لی افلاجلس فی بیت ابیه وامه حتی تأتیه هدیته ان کان صادقاً والله لا یأخذ احد منکم شیئاً بغیر حقه الا لقی الله یحمله یوم القیٰمة فلا اعرفن احداً منکم لقی الله یحمل بعیراً له رغاء او بقرة لها خوار او شاة تیعر ثم رفع یدیه حتی رؤی بیاض ابطیه یقول اللّٰهم هل بلغت۔ (شیخین، ابوداؤد)

کہتا ہے کہ یہ آپ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو اپنے والدین کے گھر بیٹھ کر دیکھے کہ اس کے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں۔ خدا کی قسم تم میں سے جو بھی ناحق کوئی چیز وصول کرے گا وہ اُسے قیامت میں اُٹھائے ہوئے خدا کے سامنے پیش ہو گا۔ میں وہاں تم میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں پہچانوں گا، جو خدا کے سامنے بلبلاتا ہوا اُونٹ یا ڈکارتی ہوئی گائے یا چلاتی ہوئی بکری کو اُٹھائے ہوئے حاضر ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اتنے بلند کئے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی اور فرمایا کہ : الٰہی میں نے تیرا پیغام پہنچانے کا فرض ادا کر دیا ہے۔

۷۵۔ دیانتدار محصّل کی فضیلت :

(رافع بن خدیجؓ) رفعه : العامل فی الصدقة بالحق کالغازی فی سبیل الله حتی یرجع الی بیته۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حصولِ صدقات کا سچائی سے کام کرنے والا گھر واپس آنے تک ایسا ہی ہے، جیسے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا۔

۷۶۔ ادائے زکوٰۃ میں خُوش دلی کی دُعا کرو :

(ابوھریرةؓ) رفعه : اذا اعطیتم الزکٰوة فلا تنسوا ثوابها ان تقولوا اللّٰهم اجعلها مغنماً ولا تجعلها مغرماً۔ (قزوینی، بضعف)

جب تم زکوٰۃ ادا کرو تو اُس کے ثواب کے پہلو کو نہ بھولو جو اس دُعا سے حاصل ہوتا ہے کہ : اے اللہ اسے مالِ غنیمت بنا (جس کے لینے میں خوشدلی ہوتی ہے) اور تاوان نہ بنا (جس کے دینے میں کڑھن ہوتی ہے)

زکوٰۃ کس کو دینا جائز نہیں

۷۷۔ غنی اور ہٹے کٹے کے لیے بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں :

(ابن عمرؓ وبن العاص) رفعہ : لاتحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی۔ (نسائی)

صدقے کا مال نہ غنی کے لیے جائز ہے اور نہ ہٹے کٹے آدمی کے لیے۔

۷۸۔ صدقے کے استعمال میں حضرت عمرؓ کی احتیاط :

(زید بن اسلم) شرب عمر لبنا فاعجبہ فسأل من این ھو؟ فاخبر انہ من نعم الصدقۃ فادخل یدہ فاستقاءہ۔ (مالک)

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایک بار دودھ پیا تو انھیں خوب لطف آیا۔ پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ کسی نے کہا صدقے کے جانور کا ہے۔ آپؓ نے اپنی انگلیاں ڈال کر فوراً قے کر دی۔

صدقات یا کارِ خیر

۷۹۔ مالِ طیب کی زکوٰۃ کا فضل :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : ما تصدق احد بصدقۃ من طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب الا اخذھا الرحمٰن بیمینہ وان کانت تمرۃ فتربو فی کف الرحمٰن حتی تکون اعظم من الجبل کما یربی احدکم فلوہ او فصیلہ۔ (للستۃ)

اللہ تعالیٰ پاک ہی چیزوں کا صدقہ قبول فرماتا ہے۔ لہٰذا جو شخص پاک صدقہ دیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ سے لیتا ہے خواہ وہ ایک چھوہارا ہی کیوں نہ ہو اور وہ خدا کے ہاتھ میں بڑھتے بڑھتے پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اس کی بڑھنت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے تم دودھ چھڑانے کے بعد اپنے بچھیرے کو (خوب کھلا پلا کر) بڑھا لیتے ہو۔

۸۰۔ کپڑا پہنانے کا اجر :

(ابن عباس رضؓ) جاءہ سائل فقال له ابن عباس اتشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله؟ قال نعم قال وتصوم رمضان؟ قال نعم قال سألت وللسائل حق انه يحق علينا ان نصلك فاعطاه ثوباثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مامن مسلم يكسومسلما ثوبا الا كان فى حفظ الله مادام عليه منه خرقة۔ (ترمذی)

عبداللہ بن عباس رضؓ کے پاس ایک سائل آیا۔ آپ نے پوچھا کہ : کیا کلمۂ شہادت (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے قائل ہو؟ کہا ہاں۔ پوچھا : رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ کہا : ہاں! فرمایا : تم سائل ہو اور سائل کا حق ہوتا ہے۔ ہم پر تمھارے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ضروری ہے۔ پھر آپ نے اُسے کپڑا دیا اور کہا کہ : میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ایک مسلمان اگر کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہنائے تو وہ پہنانے والا اس وقت تک حفاظت خداوندی میں رہتا ہے جب تک اُس کی ایک دھجی بھی اس کے جسم پر باقی ہے۔

۸۱۔ چند نیکیوں کی برکات :

(ابوامامۃ رضؓ) رفعه : صنائع المعروف تقى مصارع السوء وصدقة السر تطفئ غضب الرب وصلة الرحم تزيد فى العمر۔ (كبير)

معروف کام کرنا بُری موت (یا آفات) سے بچاتا ہے اور پوشیدگی کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔

۸۲۔ سخی اور بخیل کا فرق :

(ابوھریرۃ رضؓ) رفعه : مامن يوم يصبح فيه العباد الا ملكان ينزلان فيقول احدهما اللهم اعط منفقاً خلفاً ويقول الآخر اللهم اعط ممسكا تلفاً۔

(شیخین)

ہر روز جب بندوں کی صبح ہوتی ہے، تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ایک یہ دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ ہر انفاق کرنے والے کو اس کے انفاق کی جزا دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ہر کنجوس پر بربادی نازل فرما۔

چند مستحقینِ زکوٰۃ

۸۳- بال بچوں پر خرچ کرنا سب سے بہتر خرچ ہے :

(ابو ھریرۃؓ) رفعه : دینار انفقته فی سبیل الله و دینار انفقته فی رقبة و دینار تصدقت به علی مسکین و دینار انفقته علی اھلك اعظمها اجراً الذی انفقته علی اھلك (مسلم)

ایک رقم تم اللہ کی راہ میں (جہاد میں) بھی صرف کرتے ہو اور قیدی کی آزادی میں بھی مسکین کو بھی دیتے ہو اور اپنے اہل و عیال کو بھی، ان سب مصارف میں سب سے بڑھ کر ثواب اس خرچ میں ہے، جو تم اپنے اہل و عیال پر کرتے ہو۔

۸۴- اپنے آپ کو کھلانا بھی صدقہ ہے :

(المقدام بن معدی کربؓ) رفعه : ما اطعمت نفسك فهولك صدقة وما اطعمت ولدلك فهولك صدقة ما اطعمت زوجتك فهولك صدقة وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة۔ (احمد)

تم اپنے آپ کو کھلاؤ یا اپنی اولاد کو یا اپنی بیوی کو یا اپنے خادم کو، یہ سب کا سب صدقہ ہی ہے۔

۸۵- صدقے کے اوّل مستحق قرابت مند ہیں :

(ابو ھریرۃؓ) رفعه : والذی بعثنی بالحق لا یعذب الله یوم القیٰمة من رحم الیتیم و لان له فی الکلام ورحم یتمه ولم یتطاول علی جاره بفضل ما اٰتاه الله

قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس شخص پر عذاب نہیں کرے گا جس نے یتیم پر رحم کیا ہو، اس سے نرمی سے بات کی ہو، اس کی یتیمی اور کمزوری پر ترس کھایا ہو، نیز اپنے پڑوسی

یا امة محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقة من رجل ولہ قرابة محتاجون الی صلتہ ویصرفہا الی غیرہم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیامة۔

(اوسط۔ بلین)

پر اللہ کی زائد نعمتیں حاصل ہونے کی وجہ سے ظلم نہ کرے، اے اُمّتِ محمدیہ! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کا ایسا صدقہ قبول نہیں فرمائے گا کہ ادھر اس کے قرابت مند اس کی صلۂ رحمی کے محتاج ہوں اور ادھر وہ غیروں کو دیتا پھرے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف قیامت کے دن رُخ بھی نہیں کرے گا۔

صدقے کا وسیع مفہوم

۸۶۔ کلمۂ خیر بھی صدقہ ہے:

(عدی رضؓ بن حاتم) رفعہ: اتقوا النار ولو بشق تمرة فان لم تجدوا فبکلمة طیبة۔ (شیخین، نسائی)

آگ سے بچنے کی کوشش کرو چاہے آدھا خرما ہی دے کر کرو، اور اگر یہ بھی میسّر نہ ہو تو اچھی بات کہہ کر ہی سہی۔

۸۷۔ مسکین کی جو مدد ہو سکے کرو:

(ام بجید رضؓ الانصاری) رفعتہ: ردوا المسکین ولو بظلف محرق (مالک، اصحاب سنن)

مسکین کو کچھ دے کر واپس کرو، خواہ ایک جلا ہوا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔

۸۸۔ بہترین صدقہ اور اُس کا اوّل حق دار:

(ابوہریرة رضؓ) قال یارسول اللہ ای الصدقة افضل؟ قال جُھدُ المُقِلّ وابدأ بمن تعول۔

(ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین صدقہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جسے ایک تنگدست بشقت عطا کرے، اور دیتے وقت ہمیشہ ابتدا اُن لوگوں سے کرو جن کی پرورش تمہارے ذمّہ ہے۔

۸۹ - اہم معاملات کے لئے بھی اذان و نماز ہوتی تھی -

رجابر رضؓ) اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم عراۃ مجتابی النمار والعباء متقلدی السیوف عامتهم من مضر بل كلهم من مضر فتمعر وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی بهم من الفاقة فدخل ثم خرج فامر بلالا فنادی واقام فصلی ثم خطب فقال ایها الناس اتقوا ربكم الذی خلقكم من نفس واحدة الی رقیبا والآیة التی فی الحشر اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد تصدق رجل من دیناره من درهمه من ثوبه من صاع بره من صاع تمره حتی قال ولو بشق تمرة فجاء الناس حتی رأیت كومین من طعام وثیاب حتی رأیت وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتهلل كانه مدهنة فقال صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شئ ومن سن فی الاسلام سنة سیئة كان علیه وزرها

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ اس حالت میں آئے کہ ان کے پاس کافی کپڑے نہ تھے صرف مخطط صوف کے کرتے اور عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں پہلو میں لٹکائے ہوئے تھے - ان میں زیادہ تر بلکہ سب کے سب قبیلہ مُضَر سے تعلق رکھنے والے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر فاقے کے اثرات دیکھے، تو چہرہ مبارک متغیر ہوگیا - پریشانی میں کبھی گھر کے اندر تشریف لے جاتے تھے کبھی باہر تشریف لے آتے تھے - آخر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا - اُنھوں نے اذان دی، اقامت کہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور یہ آیت رقیبا تک پڑھی:

ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (ترجمہ): اے لوگو! اپنے اُس پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو نفس واحدہ سے پیدا کیا ، نیز سورۃ حشر کی یہ آیت بھی پڑھی: اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد (ترجمہ)، خدا سے ڈرو! اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے - اس کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے دینار درہم، کپڑا اور صاع بھر جَو اور کھجور تک دینا شروع کیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدھا خرما دے سکتا ہے وہ بھی دے چنانچہ لوگ اپنی اپنی چیزیں لیے ہوئے آئے - میں نے دیکھا کہ کھانے اور کپڑے کی دو ڈھیریاں لگ گئی ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر نظر پڑی تو اس طرح دمک رہا تھا، جیسے اس پر چکناہٹ مَل دی گئی ہو - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ووزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزارهم شئ۔
(مسلم، نسائی)

نے فرمایا کہ : جو اسلام میں کوئی اچھا نمونہ پیش کرتا ہے اس کو اس کے اپنے عمل کا ثواب بھی ملتا ہے اور اس کا بھی، جو اس کے بعد اس پر عمل کرے۔ لیکن بعد والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، اس کے برعکس اگر کوئی بُرا نمونہ پیش کرے تو اس پر اس کے اپنے عمل کا بھی بوجھ پڑے گا اور اس کا بھی جو بعد میں اس پر عمل کرے بغیر اس کے کہ بعد والوں کے بوجھ میں کوئی کمی کی جائے۔

متعلقاتِ صدقہ

۹۰۔ صدقے کے کئی قابلِ لحاظ پہلو :

(ابوہریرہؓ) (۱) الید العلیا خیر من الید السفلی (۲) وابدأ بمن تعول (۳) وخیر الصدقۃ عن ظھرِ غنیً (۴) و من یستعفف یُعفّہ اللہ (۵) ومن یستغن یُغنہِ اللہ۔
(بخاری، ابوداؤد، نسائی)

(۱) اُوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے (۲) اور عطاء و بخشش کی ابتداء اُن لوگوں سے کرو جن کا رزق تمھارے ذمے ہے۔ (۳) اچھا صدقہ وہ ہے جو غنیٰ کو قائم رکھتے ہوئے دیا جائے۔ (۴) اور جو عفیف رہنے کی سعی کرے گا اللہ اُس کو عفیف رکھے گا (۵) اور جو بے نیازی و استغنا چاہے گا۔ اللہ اُس کو بے نیاز کردے گا۔

۹۱۔ یدِ عُلیا اور یدِ سُفلی کی شرح :

(ابن عمرؓ) رفعہ : الید العلیا خیر من الید السفلی والعلیا ھی المنفقۃ و السفلی ھی السائلۃ (للستۃ الا الترمذی)

اُوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے کہیں بہتر ہے۔ اُوپر کے ہاتھ سے مُراد خرچ کرنے والا ہاتھ ہے۔ اور نیچے والے ہاتھ سے مراد وہ ہے جو طلب و سوال کے لیے پھیلے۔

۹۲۔ ایسا صدقہ نہیں چاہیئے جو خود کو مفلس کردے :

(جابرؓ) کنا عند رسول اللہ صلی اللہ

ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ

عليه وسلم اذ جاء رجل بمثل البيضة من ذهب فقال يا رسول الله اصبت هذا من معدن فخذها فهي صدقة ما املك غيرها فاعرض عنه ثم قال مثل ذلك من قبل يمينه فاعرض عنه ثم من يساره فاعرض عنه ثم من خلفه فاخذها صلى الله عليه وسلم فخذفه بها فلو اصابته لاَوجَعَتْه اولعقرته وقال يأتي احدكم بجميع ما يملك فيقول هذه صدقة ثم يقعد يستكفّ الناس خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى۔ (ابو داؤد)

ایک آدمی بیضے کے برابر سونے کا ایک ڈلا لایا اور کہنے لگا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ایک کان سے ملا ہے۔ آپ اسے بطور صدقہ قبول فرما لیجئے۔ اور میرے پاس یہی پونجی ہے۔ آپ نے یہ سن کر اعراض فرمایا: اب اس نے دامنی طرف گھوم کر یہی بات کہی، آپ نے اس پر بھی توجہ نہ کی۔ پھر بائیں جانب سے آیا اور آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ پھر یہ پیچھے کی طرف لوٹ کر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات دہرائی۔ آپ نے یہ ڈلا لیا اور اس کی طرف اس زور سے دے مارا کہ اگر اُسے لگ جاتا تو اُسے تکلیف پہنچاتا، یا زخمی کر ڈالتا۔ پھر آپ نے فرمایا: بعض آدمی اپنا پورا اثاثہ لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صدقہ ہے اور پھر تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں۔ یاد رکھو بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی کو قائم رکھتے ہوئے دیا جائے۔

۹۳۔ دینا ہے تو بے حساب دو:

(عائشة رض) دخل على سائل مرّة وعندي رسول الله صلى الله عليه وسلم فامرت له بشيءٍ ثم دعوت به فنظرت اليه فقال صلى الله عليه وسلم اما تريدين ان لا يدخل بيتك شئ ولا يخرج الا بعلمكِ؟ قلت نعم قال مهلا يا عائشة رض لا تحصي فيحصي الله عليك۔

(ابو داؤد، نسائی)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں میرے پاس ایک سائل آیا۔ میں نے اُسے کچھ دے دینے کو کہا۔ پھر اس کو بُلا لیا اور دیکھا کہ اُسے کیا دیا ہے آپ نے فرمایا: تم یہی چاہتی ہو نا؟ کہ تمھارے گھر میں جتنا آئے اور جتنا خرچ ہو۔ اُس کا تم کو علم رہے۔ میں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہا، جی ہاں! فرمایا: حساب کتاب کے پھیر میں نہ پڑو۔ گن گن کر نہ دو۔ ورنہ اللہ تمھیں بھی گن گن کر دے گا۔

۹۴- نیکی کا ثواب کافر کو بھی ملتا ہے:

(ابن مسعودؓ) رفعه، ما احسن محسن من مسلم ولا كافر الا اثيب قلنا: يا رسول الله هذه اثابة المسلم قد عرفناها فما اثابة الكافر؟ قال اذا تصدق بصدقة اووصل رحما او عمل حسنة اثابه الله بهذا المال والولد فى الدنيا وعذابا دون العذاب فى الآخرة وقرأ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ (بزار)

فرمایا: کوئی شخص بھی، مسلم ہو، چاہے کافر، جب نیکی کا کوئی کام کرے گا تو اس کا صلہ دیا جائے گا۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمان کو ثواب سے بہرہ مند کیا جاتا ہے، اس کا تو ہمیں علم ہے لیکن کافر کو ثواب کیونکر ملتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب وہ عطا و بخشش اختیار کرتا ہے یا قرابت داری کا خیال رکھتا ہے یا اور کوئی عمدہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں مال و منال اور اولاد کی صورت میں اس کا صلہ دیتا ہے اور آخرت میں اس کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے، خاتمے پر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: ادخلوا آل فرعون اشد العذاب (آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو)

۹۵- بچ رہنے کا صحیح مطلب؟:

(عائشہؓ) انهم ذبحوا شاة فقال النبى صلى الله عليه وسلم ما بقى منها؟ قالت ما بقى منها الا كتفها قال بقى كلها الا كتفها۔ (ترمذی)

انھوں نے ایک بکری ذبح کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کچھ اس میں سے بچا بھی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: ہاں! ایک دست بچا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں! بلکہ بجز اس دست کے اور سب کچھ بچ گیا ہے۔

۹۶- ہر کارِ خیر صدقہ ہے، اور باعثِ اجر:

(ابو ذرؓ) ان ناسا من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم قالوا يا رسول الله ذهب اهل الدثور بالاجور يصلون كما نصلى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرمایہ داروں نے اجر کی بازی جیت لی۔ وہ نماز اور روزے میں تو ہمارے برابر کے شریک ہیں۔ لیکن ان کو یہ رعایت حاصل ہے

ويصومون كما نصوم ويتصدقون بفضول اموالهم قال اوليس قد جعل الله لكم ما تصدقون به ان بكل تسبيحة صدقة وكل تكبيرة صدقة وكل تحميدة صدقة وكل تهليلة صدقة وامر بالمعروف صدقة ونهى عن منكر صدقة وفى بضع احدكم صدقة قالوا يارسول الله ايأتى احدنا شهوته ويكون له فيها اجر؟ قال أرأيتم لو وضعها فى حرام كان عليه وزر؟ فكذلك اذا وضعها فى الحلال كان له اجر۔ (مسلم)

کہ زائد مال کو خوب اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ دولت نہیں دی، جو تم اس کی راہ میں لٹا سکو؟ سنو! ہر تسبیح پر نیکی و اجر ہے، ہر تکبیر پر نیکی و اجر ہے۔ ہر تحمید پر نیکی و اجر ہے، ہر تہلیل پر نیکی و اجر ہے، امر بالمعروف میں اجر ہے۔ برائی سے روکنے میں نیکی ہے یہاں تک کہ جنسی تعلقات میں بھی نیکی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی اپنی خواہشات کو پورا کرے اور اس پر بھی اجر و نیکی کا مستحق ٹھہرے۔؟ آپؐ نے فرمایا کہ: اگر وہ (خواہشات کا غلط استعمال کرتے ہوئے) حرام کا مرتکب ہوتا، تو کیا اس پر کوئی گناہ عاید نہ ہوتا؟ اسی طرح جب اس نے اس کا صحیح استعمال کیا، تو اجر کا بھی مستحق ہوا۔

۹۷۔ سات اہلِ فضل:

(ابو ہریرہؓ) رفعه: سبعة يظلهم الله فى ظله يوم لا ظل الا ظله (۱) الامام العادل و(۲) شاب نشأ فى عبادة الله و(۳) رجل قلبه معلق بالمسجد اذا خرج منه حتى يعود اليه (۴) رجلان تحابا فى الله اجتمعا على ذلك وتفرقا عليه و(۵) رجل دعته امرأة ذات منصب وجمال فقال انى اخاف

سات ایسے اشخاص ہیں کہ ان پر اللہ کا سایہ ہوگا اور ایسے دن ہی کہ اس میں سوائے اللہ کے سائے کے اور کہیں تمھیں پناہ نہیں ملے گی۔ (امام عادل (۲) وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا پلا اور بڑھا (۳) وہ شخص کہ مسجد سے باہر نکل کر بھی اس کا دل مسجد ہی میں اٹکا رہا، یہاں تک کہ وہ پھر مسجد میں آئے (۴) وہ دو شخص جنھوں نے اللہ کے لیے محبت کی، اسی پر جمع ہوئے اور اسی سبب سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے (۵) وہ آدمی جس کو ایسی عورت نے برائی کی

الله و (۶) رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه و (۷) رجل ذکر الله خالیا ففاضت عیناه۔

(شیخین)

طرف بلایا جو منصب بھی رکھتی ہے اور جمال بھی لیکن اس نے جواب میں کہا کہ اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جس نے کوئی چیز اللہ کی راہ میں دی ہو اور اتنا اس میں خفا سے کام لیا ہو کہ اُلٹے ہاتھ کو بھی اس کی خبر نہ ہوئی ہو کہ سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ (۷) اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

سوال اور قناعت

۹۸۔ پیشہ ور بھکاری کا انجام :

(ابن عمرؓ) لا تزال المسألة باحدکم حتى یلقى الله تعالىٰ ولیس فی وجهه مزعة لحم۔ (شیخین، نسائی)

ایک شخص جو بھیک مانگتا رہے، اللہ (تعالیٰ) سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔

۹۹۔ سوال سے لکڑی کا بوجھ ڈھولینا بہتر ہے :

(ابو هریرةؓ) رفعه : لان یحتطب احدکم حزمة على ظهره خیر له من ان یسأل احدا فیعطیه او یمنعه (للستة الا ابا داؤد)

تم میں سے کسی شخص کا اپنی پشت پر لکڑی کا گٹھا رکھ لینا (اور اُسے بیچ لینا) اس سے کہیں بہتر ہے کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرے۔ پھر بھی وہ چاہے تو دے اور چاہے تو نہ دے۔

۱۰۰۔ سوال سے فقر کا دروازہ کھلتا ہے :

(ابو هریرةؓ) رفعه : لا یفتح احدکم على نفسه باب مسألة الا فتح الله علیه باب فقر (موصلی)

جو شخص اپنے اُوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے، خدا اس پر افلاس و احتیاج کا باب وا کر دیتا ہے۔

۱۰۱ - سوال کس کے لیے جائز ہے؟ (ایک قابلِ اقتدا اسوہ)

(انسؓ) ان رجلا من الانصار اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألہ فقال اما فی بیتک شئ؟ قال بلی حلس نلبس بعضہ ونبسط بعضہ وقعب نشرب فیہ الماء قال ائتنی بہما فاتاہ بہما فاخذھما بیدہ وقال من یشتری ھذین؟ قال رجل انا اخذھما بدرھم قال صلی اللہ علیہ وسلم من یزید علی درھم؟ مرتین او ثلاثا قال رجل انا آخذھما بدرھمین فاعطاھما ایاہ فاخذ الدرھمین واعطاھما الانصاری وقال اشتر باحدھما طعاما فانبذہ الی اھلک واشتر بالآخر قدوما فأتنی بہ فاتاہ بہ فشد فیہ صلی اللہ علیہ وسلم عودا بیدہ ثم قال اذھب فاحتطب وبع ولا اراک خمسۃ عشر یوما ففعل وجاء وقد اصاب عشرۃ دراھم فاشتری ببعضھا ثوبا وببعضھا طعاما۔ فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا خیر لک من ان تجئ المسئلۃ نکتۃ فی وجھک یوم القیمۃ ان المسئلۃ لا تصلح

ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کچھ مانگنے لگا۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تمھارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے؟ اُس نے کہا: کیوں نہیں، ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصّہ ہم اوڑھتے ہیں اور ایک سے ہم فرش کا کام لیتے ہیں۔ دوسرا ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: دونوں چیزیں گھر سے لیتا آ۔ وہ لے آیا۔ آپؐ نے انھیں اپنے قبضے میں لے لیا اور پوچھا، انھیں کون خریدتا ہے۔؟ ایک آدمی نے کہا: میں اس کو ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ایک سے زیادہ درہم کا کون خریدا ہے؟ دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا۔ ایک آدمی نے کہا۔ میں دو درہم میں یہ دونوں چیزیں خرید لیتا ہوں۔ آپؐ نے اس سے یہ دونوں درہم لیے اور انصاری کو دیتے ہوئے فرمایا: ایک درہم سے کھانے پینے کی چیزیں خرید لے اور بال بچوں کے لیے گھر بھیج دے۔ دوسرے درہم کا ایک کلہاڑا لے لے۔ اور لا کر مجھے دکھا۔ وہ گیا اور کلہاڑا خرید لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی کا دستہ ٹھونکا اور فرمایا: جاؤ اس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو۔ اب پندرہ دن تک میں تمھیں نہ دیکھوں۔ اس نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی پندرہ دن کے بعد آیا تو اس کے پاس دس درہم ہو گئے تھے۔ اس سے اس نے کپڑا خریدا اور کھانے پینے کا سامان مہیا لیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ مشغلہ اس سے کہیں بہتر ہے، بھیک مانگنے سے قیامت کے دن تیرے چہرے پر داغ پڑ جاتے۔ یاد رکھو! کہ سوال صرف تین اشخاص کے لیے جائز ہے۔ ایک اس کے

الا لثلاث لذی فقر مُدقع او لذی غرم مُفظِع او لذی دم مُوجع۔
(ابو داوٗد)

لیے جو ذلت رساں فقر میں مبتلا ہو یا جس پر کوئی خوفناک تاوان عاید ہوتا ہو۔ یا جو دیت کے اعتبار سے تکلیف میں مبتلا ہو۔

۱۰۲۔ سوال بس خدا ہی سے ہونا چاہیئے:

(ابن مسعودؓ) رفعه: من نزلت به فاقة فانزلها بالناس لم تُسدّ فاقته ومن نزلت به فاقة فانزلها بالله فیوشک الله له برزق عاجل او اجل۔
(ابو داوٗد، ترمذی)

اگر کسی پر فاقہ کی نوبت آجائے اور وہ اس سے مخلصی کے لیے لوگوں کی طرف رجوع کرے تو اس کا فاقہ دور نہ ہوگا۔
اور اگر فاقہ کشی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اس کے لیے رزق کا اہتمام فرمائے گا۔

۱۰۳۔ کامیاب آدمی کون ہے؟

(ابن عمروؓ بن العاص) رفعه: قد افلح من اسلم و رُزق کفافاً وقنّعه الله بما آتاه۔ (مسلم، ترمذی)

وہ کامیاب رہا جس نے اسلام قبول کیا اور جس کو روزی بقدر کفایت ہی ملی اور اللہ نے جتنا کچھ بھی دیا اس پر اسے قناعت بھی بخشی۔

۱۰۴۔ انسان کا دنیا میں اصلی حق کیا ہے؟

(عثمانؓ) رفعه: لیس لابن آدم حق فی سوی هذه الخصال بیت یکنه وثوب یواری عورته وجِلفُ الخبز والماء
(ترمذی)

ابن آدم کا حق سوا ان (تین) چیزوں کے کسی اور شے سے وابستہ نہیں، وہ گھر جس میں وہ رہے، وہ کپڑا جس سے وہ ستر پوشی کا کام لے اور خشک روٹی اور پانی۔

۱۰۵۔ سب سے زیادہ قابل رشک ولی کون ہے؟:

(ابو امامہؓ) رفعه: ان اغبط اولیائی عندی مؤمن خفیف الحاذ ذو حظ

اللہ کا کہنا ہے کہ میرے دوستوں میں سے زیادہ قابل رشک وہ مومن ہے جو سبک حال ہو، نماز سے بہرہ مند ہو، اپنے

من الصلوٰۃ احسن عبادۃ ربہ واطاعہ فی السر وکان غامضاً فی الناس لایشار الیہ بالاصابع وکان رزقہ کفافاً فصبر علی ذالک ثم نقربیدہ فقال عجلت منیتہٗ قلّت تراثہ قلّت بواکیہ۔ (ترمذی)

رب کی اچھی طرح عبادت کرتا ہو۔ پوشیدگی میں بھی اس کا اطاعت گزار ہو۔ لوگوں میں اس طرح غیر معروف زندگی بسر کرتا ہو کہ اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں، اور رزق اگرچہ اس کو بقدرِ کفایت ہی میسر ہوتا ہو، تاہم اس پر صابر و قانع ہو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اس کی موت بھی جلد ہی آجائے، وہ کچھ چھوڑ کر جائے وہ کم ہو اور اس کو رونے والیاں بھی کم ہوں۔

۱۰۶۔ غنا کا تعلق دل سے ہے نہ کہ مال سے:

(ابوہریرہؓ) رفعہ: لیس الغنٰی عن کثرۃ العرض ولکن الغنٰی غنی النفس۔ (شیخین، ترمذی)

ساز و سامان کی کثرت سے کوئی شخص غنی نہیں ہوتا، غنی وہ ہے جو دل کا غنی ہو۔

۱۰۷۔ مسکین کی صحیح تعریف:

(ابوہریرہؓ) رفعہ: لیس المسکین الذی تردہ اللقمۃ واللقمتان والتمرۃ والتمرتان ولکن المسکین الذی لایجد غنی یغنیہ ولا یفطن بہ فیتصدق علیہ ولا یقوم فیسأل الناس۔ للستۃ الا الترمذی وفی روایۃ: انما المسکین الذی یتعفف اقرء وا ان شئتم لا یسألون الناس الحافا۔

مسکین وہ نہیں کہ ایک دو لقمے یا ایک دو خرمے بھی اس کو جواب دے دیں مسکین تو وہ ہے جو غنا سے محروم ہو۔ اور لوگوں کو بظاہر اس کی غربت کا احساس نہ ہو، کہ وہ اس کو دیں۔ اور وہ خود لوگوں سے سوال کرنے نہ کھڑا ہو۔ ایک اور روایت میں ہے۔ قرآن حکیم کی اصطلاح میں مسکین وہ ہے جو محتاج ہونے کے باوجود عفیف رہے، اس کی تائید میں چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: لا یسألون الناس الحافا۔ (ترجمہ: یہ لوگوں کے سامنے اوّل تو ہاتھ ہی نہیں پھیلاتے اور اگر سوال کرتے بھی ہیں تو پیچھے نہیں پڑتے)

۱۰۸۔ نعمتِ الٰہی کی تحقیر سے بچنے کا علاج:

(ابوہریرہؓ) انظروا الی من ھو اسفل

دُنیا کے لحاظ سے تو اس کی طرف دیکھو، جو تم سے کم

منکم فی الدنیا وفوقکم فی الدین فذلکم فی اجدر ان لا تزدروا نعمۃ اللہ علیکم۔
(سائرین)

درجے کا ہے اور دین میں اس کی طرف دیکھو جو تم سے اونچے مرتبے کا ہے یہ بات تمہارے لیے زیادہ مناسب ہے کہ اس طرح تم تحقیرِ نعمت کی معصیت سے بچ جاؤ گے۔

۱۰۹۔ بلا سوال اگر کچھ مل جائے تو اُسے قبول کر لینا چاہیے:

(عطاءؒ بن یسارؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسل الی عمر بعطائہ فردہ عمر فقال لہ لم رددتہ؟ فقال یارسول اللہ ألیس اخبرتنا ان خیر الاحدنا ان لا یأخذ من احد شیئا؟ فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذلک عن المسئلۃ فاما ما کان من غیر مسئلۃ فانما هو رزق یرزقکہ اللہ فقال عمر اما والذی نفسی بیدہ لا اسأل احدا شیئا ولا یأتینی شئ من غیر مسئلۃ الا اخذتہ۔
(مالک، شیخین، نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز حضرت عمرؓ کے پاس بطور عطیہ بھیجی۔ آپؓ نے اسے لوٹا دیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیوں لوٹایا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ آپؐ ہی کا ارشاد نہیں کہ ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم کسی سے بھی کوئی چیز نہ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ سوال نہیں ہونا چاہیے اور جو بغیر سوال کے میسر آئے وہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ جس سے اس نے تمھیں بہرہ مند کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آئندہ میں کسی سے بھی از خود کوئی شے طلب نہیں کروں گا۔ اور جو چیز بغیر طلب کے میرے پاس آئے گی اُسے قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

۱۱۰۔ شیطان خون کے ساتھ دوڑتا ہے:

(صفیہؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم معتکفا فاتیتہ ازورہ لیلا فحدثتہ ثم قمت لانقلب فقام معی لیقلبنی وکان مسکنها فی دار اسامۃ فمر رجلان من الانصار فلما رأیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے اور میں (ام المومنین صفیہؓ) شب کے وقت ملنے آئی اور گفتگو کرتی رہی۔ پھر واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے تاکہ مجھے چھوڑ آئیں۔ صفیہؓ کا مکان دارِ اسامہ میں تھا۔ اتنے میں دو انصاری بھی

النبيّ اسرعا فقال على رسلكما انها صفية بنت حيّ فقالا سبحان الله يا رسول الله فقال ان الشيطن يجري من ابن آدم مجرى الدم واني خشيت ان يقذف في قلوبكما شرا او قال شيئا۔

(شیخین، ابو داؤد)

ادھر سے گذرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر انھوں نے اپنے قدم تیز کر لیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہیں ٹھہرے رہو۔ یہ صفیہ بنت حیّ ہیں (لہٰذا تمھیں کوئی سوئے ظن نہ ہو) عرض کیا: توبہ توبہ! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم!) فرمایا ٹھیک ہے، مگر شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ تھا کہ شیطان تمھارے دلوں میں کوئی شر (بدگمانی) کی بات نہ ڈال دے۔

کتابُ الحج

۱۱۱۔ ادائے قرض ادائے حج پر مقدم ہے:

(ابو ہریرۃؓ) ان رجلا قال للنبي صلّى الله عليه وسلم عليّ حجة الاسلام وعليّ دَينٌ قال اقض دينك۔

(سنن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھ پر حج بھی واجب ہے اور مجھ پر قرض بھی ہے۔ فرمایا: پہلے قرض ادا کرو۔

۱۱۲۔ روانگی جہاد میں عجلت نہ کرنے کا نتیجہ:

(ابن عباسؓ) بعث النبيّ صلى الله عليه وسلّم عبد الله بن رواحة في سرية فوافق ذلك اليوم يوم الجمعة فغدا اصحابه فقال أتخلف فاصلي مع النبيّ صلّى الله عليه وسلم ثم الحقهم فلما صلى معه صلّى الله عليه وسلم رآه فقال ما منعك

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن رواحہ کو ایک سریہ (قافلہ مجاہدین) میں روانہ ہونے کا حکم دیا۔ وہ دن جمعے کا تھا۔ ان کے ساتھی روانہ ہو گئے۔ لیکن عبد اللہ نے سوچا کہ میں ٹھہر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر لوں، پھر قافلے سے جا ملوں گا۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر چکے تو انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر پوچھا کہ: تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہ روانہ

ان تعتد ومع اصحابك؟ فقال اردت ان اصلی معك ثم الحقهم فقال لو انفقت ما فی الارض ما ادرکت فضل غدوتهم۔ (ترمذی)

ہوئے؟ عرض کیا: میں نے یہ سوچا کہ حضور رصلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ نماز ادا کر کے پھر اُن سے جا ملوں گا۔ فرمایا کہ: ساری کائناتِ زمین بھی تم خرچ کر ڈالو تو ان کی اس روانگی کی فضیلت کو نہیں پا سکو گے۔

۱۱۳۔ جانوروں پر رحم کی تعلیم:

(معاذ رضی اللہ عنہ بن انس رضی اللہ عنہ) ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ علی قوم وهم وقوف علی دوابّ ورواحل فقال لهم ارکبوها سالمة ودعوها سالمة ولا تتخذ وها کراسی لاحادیثکم فی الطرق والاسواق فرُبَّ مرکوبة خیر من راکبها واکثر ذکرًا اللہ منه۔

(احمد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنی سواری کے جانوروں پر چڑھے ہوئے (باتیں کر رہے) تھے۔ فرمایا کہ: اچھی حالت میں ان پر سوار ہوا اور اچھی حالت میں اُنھیں چھوڑ بھی دیا کرو۔ ان کو اپنی گفتگو کے لیے راستوں اور بازاروں میں کرسیاں نہ بنا لیا کرو۔ بہتیری سواریاں ایسی ہیں جو اپنے سوار سے زیادہ بہتر اور زیادہ ذکر الٰہی کرنے والی ہوتی ہیں۔

خطبۂ حج

۱۱۴۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ضروری انتباہ:

(حنظلہ)...... قال ابن عباس رضی اللہ عنہ رأیت عمر فعل مثل ذلك ثم قال انك حجر لا تنفع ولا تضرّ ولولا انّی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قبّلكَ ما قبّلتُكَ......

(نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حجرِ اسود کو چوم کر انھوں نے فرمایا کہ تو محض ایک پتھر ہے۔ تیرے اندر نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا..........

....



شیطان کو کنکریاں مارنے کا منظر

۱۱۶۔ مفادِ عام کے لیے کسی کو حج سے روکنا، اطاعت امیر کی نادر مثال:

(ابن ابی ملیکہ) ان عمر مرّ بامرأة مجذومة وھی تطوف بالبیت فقال لھا یا امة اللہ لا تؤذی الناس لو جلست فی بیتکِ لکان خیرا لکِ فجلست فی بیتھا فمربھا رجل بعد ما مات عمر فقال لھا ان الذی نھاکِ قد مات فاخرجی فقالت واللہ ما کنت لاطیعه حیا واعصیه میتا۔ (مالک)

حضرت عمرؓ ایک جذامی عورت کے پاس سے گزرے جو طواف کر رہی تھی۔ آپؓ نے اس سے کہا کہ: اللہ کی بندی! لوگوں کو اذیت نہ دے۔ تو اگر اپنے گھر بیٹھی رہے تو تیرے لیے یہی بہتر ہے۔ اس کے بعد وہ عورت اپنے گھر بیٹھی رہی۔ حضرت عمرؓ کی رحلت کے بعد ایک شخص نے اس عورت کے پاس سے گذرتے ہوتے کہا کہ: اب تو طواف کے لیے نکل۔ کیونکہ جس نے تجھے منع کیا تھا وہ مر چکا، کہنے لگی کہ: بخدا میں ایسی نہیں کہ ان کی زندگی میں ان کی بات مان لوں اور مر چکنے کے بعد اُن کی نافرمانی کروں۔

۱۱۷۔ ذخیرہ اندوزی حرم میں خصوصاً حرام ہے:

(یعلی بن اُمیہ) رفعه: احتکار الطعام فی الحرم الحادٌ فیه۔ (ابوداؤد)

حرم میں کھانے کی چیزوں کا احتکار (ذخیرہ اندوزی) حرام ہے۔

قسم

۱۱۸۔ جھوٹی قسم کا عنداللہ انجام:

(الاشعث رضی اللہ عنہ بن قیس رضی اللہ عنہ) کان بینی وبین رجل خصومة فی بئر فاختصمنا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال شاھداک او یمینه قلت اذًا یحلف ولا یبالی فقال من حلف

ایک شخص کے اور میرے درمیان ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑا ہو گیا اور ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے گئے۔ فرمایا کہ: تم یا تو دو گواہ پیش کرو یا وہ قسم کھائے۔ میں نے عرض کیا کہ: قسم کھانے میں کیا جاتا ہے؟ وہ بڑی بے پروائی سے قسم کھا سکتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص

على يمين صبر ليقتطع بها مال امرئ مسلم هو فيها فاجر لقى الله وهو عليه غضبان ونزلت ان الذين يشترون بعهد الله وايمانهم ثمنا قليلا - الآية -
(شيخين، ابوداؤد، ترمذی، مطولاً)

یمین صبر کے موقعے پر اس لیے قسم کھالے کہ کسی مسلمان کے مال پر قبضہ ہو جائے اور ہو وہ جھوٹا تو غضبِ الٰہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ یہ ہے): کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعے معمولی پونجی حاصل کرتے ہیں...... الخ

شاہد و اذن

۱۱۹۔ خدا کی نگاہ میں سب بندے یکساں ہیں فضیلت صرف تقویٰ سے ہے:

(ابو سعیدؓ) رفعه: ان ربكم واحد وابا كم واحد فلا فضل لعربي على عجمي ولا لاحمر على اسود الا بالتقوى - (للاوسط وللبزار: انا ربكم واحد وان دينكم واحد وابوكم آدم وآدم خلق من تراب -

تم سب انسانوں کا رب بھی ایک ہے اور اب (باپ) بھی، لہٰذا نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ کسی سرخ کو سیاہ پر۔ اگر کوئی چیز باعث فضل ہے تو وہ عمل تقویٰ ہے۔ بزار کے الفاظ یوں ہیں کہ: تم سب کا باپ ایک اور تمہارا دین بھی ایک ہے۔ تم سب کے پدر بزرگوار آدمؑ ہیں اور آدمؑ کی خلقت مٹی سے ہوئی۔

ولیمہ

۱۲۰۔ بدترین طعام ولیمہ، دعوتِ ولیمہ میں شرکت نہ کرنے والا:

(ابن عمرؓ) رفعه: ..... من دعی فلم يجب فقد عصى الله ورسوله ومن دخل على غير دعوة دخل سارقا وخرج مغيرا - (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

دوسری روایت میں ہے کہ جو دعوتِ ولیمہ میں بلایا جائے اور نہ جائے وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرتا ہے اور جو شخص بے بلائے گھس جائے وہ داخل ہوتے وقت چور ہوتا ہے اور نکلتے وقت ڈاکو۔

۱۲۱۔ غیرتِ الٰہی کا تقاضا ہے تحریم فواحش :

(ابن مسعودؓ) رفعه : لا احد اغير من الله من اجل ذلك حرّم الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا احد احب اليه المدح من الله من اجل ذلك مدح نفسه ۔ (شيخين، ترمذی)

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں۔ یہی وجہ ہے جو اس نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کو حرام کیا ہے اور مدح اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں، اسی لیے اس نے خود اپنی مدح فرمائی ہے۔

۱۲۲۔ اگر پرائی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے :

(جریرؓ) سألت رسول الله صلى الله عليه وسلّم عن نظر الفجاءة فقال اصرف بصرك ۔

(مسلم، ابو داؤد، ترمذی)

میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت پر دفعتہً نظر پڑ جانے کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ نگاہ پھیر لیا کرو۔

۱۲۳۔ دوسری بار نظر ڈالنا :

(بریدہؓ) رفعه : یا علیؓ لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليس لك الثانية ۔ (ترمذی، ابو داؤد)

فرمایا کہ : اے علیؓ! ایک اچانک نظر کے بعد دوسری بار عورت پر نگاہ مت ڈالو۔ پہلی اچانک نظر تو معاف ہے لیکن دوسری جائز نہیں۔

۱۲۴۔ زنانے مرد اور مردانی عورت :

(ابن عباسؓ) لعن رسول الله صلى الله عليه وسلّم المخنثين من الرجال و المترجلات من النساء وقال اخرجوهم من بيوتكم واخرج فلانة اخرج عمر فلانا ۔

(بخاری، ترمذی، ابو داؤد)

جو مرد ہیجڑے بنتے ہیں اور جو عورتیں مردانی بنتی ہیں، ان دونوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ : انھیں اپنے گھروں سے باہر کر دو۔ اس قسم کی ایک عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر کر دیا تھا اور ایسے ہی ایک مرد کو حضرت عمرؓ نے بھی نکال دیا تھا۔

۱۲۵۔ پردے میں کمال احتیاط :

(ام سلمۃؓ) کنت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ میمونۃ فاقبل ابن ام مکتوم وذلک بعد ان امرنا بالحجاب فدخل علینا فقال احتجبا منہ فقلنا یا رسول اللہ الیس اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا قال أفعمیاوان انتما لستما تبصرانہ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ام المؤمنین) میمونہؓ بھی تھیں۔ اتنے میں ابن ام مکتوم سامنے آئے۔ اس وقت آیتِ حجاب نازل ہو چکی تھی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم دونوں پردے میں چلی جاؤ۔ ہم نے عرض کیا کہ: حضور! یہ نابینا ہیں، نہ ہمیں دیکھ سکیں نہ پہچان سکیں۔ فرمایا کہ: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور اسے نہیں دیکھ سکتیں۔؟

کتابُ الطّلاق

۱۲۶۔ غلط انتساب کی ممانعت :

(ابوذرؓ) رفعہ : لیس من رجل ادعی لغیر أبیہ وھو یعلمہ الا کفر ومن ادعی مالیس لہ فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار ومن رمی رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الاحار علیہ۔ (شیخین، ابی داؤد)

جان بوجھ کر جو شخص اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے ملائے وہ ارتکابِ کفر کرتا ہے اور جو ایسا دعوےٰ کرے وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ اسے اپنے ٹھکانا جہنم کو بنا لینا چاہیئے اور نیز جو شخص کسی کو کافر یا دشمنِ خدا کہے اور وہ دراصل ایسا نہ ہو، تو یہ قول کہنے والے ہی پر پلٹ کر آجائے گا۔

خرید و فروخت وکسبِ معاش

۱۲۷۔ درخت لگانا بھی کارِ خیر ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : مامن مسلم

اگر کوئی مسلمان درخت لگاتے یا کھیت اُگائے

يغرس غرسا او يزرع زرعا فياكل منه طير او انسان او بهيمة الاكان له به صدقة ۔ (شيخين وترمذی)

اور اس میں سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھا لے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔

۱۲۸۔ رزق الٰہی کو کوئی روک نہیں سکتا :

(ابن مسعودؓ) ان العبد له رزقه فلو اجتمع عليه الثقلان الجن والانس ان يصدوا عنه شيئا من ذلك ما استطاعوا ۔ (اوسط)

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا ہے کہ انسان کا رزق جو لکھا ہوتا ہے اسے جن و انس مل کر بھی اگر روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے۔

۱۲۹۔ روزی موت سے بھی زیادہ رسا ہے :

(ابو الدرداء) رفعه: ان الرزق ليطلب العبد اكثر مما يطلبه اجله ۔ (بزار، کبیر)

موت جتنا مرنے والے کو ڈھونڈ لیتی ہے۔ اس سے زیادہ روزی اسے تلاش کر لیتی ہے۔

خادموں اور ماتحتوں سے سلوک

۱۳۰۔ خادموں سے درگزر :

(ابن عمرؓ) جاء رجل الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ کم اعفو عن الخادم؟ فصمت ثم قال یارسول اللہ کم اعفو عن الخادم؟ قال اعف عنه کل یوم سبعین مرة ۔ (ابو داؤد، ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ : یارسول اللہ! میں نوکر سے کہاں تک درگزر کروں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس نے پھر یہی سوال کیا، تو فرمایا : ہر روز ستر بار ۔ (یعنی بکثرت)

۱۳۱- خادموں کی دلداری اور مساویانہ سلوک :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : اذا صنع لاحدکم خادمہ طعاماً ثم جاءہ بہ وقد ولی حرہ و دخانہ فلیقعدہ معہ فلیاکل فان کان الطعام مشفوھا فلیضع منہ فی یدہ أکلۃ او أکلتین (بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

تم میں سے کسی کے لیے اس کا خادم کھانا تیار کرکے لائے اور گرمی اور دھوئیں سے پریشان ہو تو چاہیئے کہ وہ اس خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر (کھانا) کھلائے۔ اگر کھانے والے زیادہ ہوں (اور جگہ تنگ ہو) تو اس کے ہاتھ ہی میں دو ایک لقمے رکھ دے۔

آدابِ طعام

۱۳۲- اسلامی لیڈر کے معیارِ زندگی کا واجب الاتباع نمونہ :

(یحیی بن سعیدؓ) ان عمر کان یأکل خبزاً بسمن فدعا رجلاً من اھل البادیۃ فجعل یأکل و یتتبع باللقمۃ وضر الصحفۃ فقال لہ عمر کانک مقفر قال واللہ ما اکلت سمنا ولا سمینا ولا رأیت اکلاً بہ منذ کذا وکذا فقال عمر لا اٰکل السمن حتی یحیی الناس من اول ما یحیون ۔ (مالک)

حضرت عمرؓ ایک بار روٹی اور گھی کھا رہے تھے۔ آپؓ نے ایک دہقانی کو بلایا۔ وہ پے در پے لقمے توڑ توڑ کر پیالے میں لگے ہوئے گھی کو پونچھ پونچھ کر کھانے لگا۔ آپؓ نے فرمایا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں گھی نصیب نہیں ہوتا۔ اس نے جواب دیا کہ: خدا کی قسم اتنے عرصے سے نہ میں نے گھی چکھا ہے اور نہ گھی میں ملی روٹی دیکھی ہے۔ آپؓ نے فرمایا: اب میں بھی اس وقت تک گھی نہیں چکھوں گا جب تک تمام لوگ اپنے پہلے کے معیارِ زندگی پر نہ آجائیں۔

۱۳۳- دوسروں کی خاطر اپنے عیش میں کمی کرو :

(جابرؓ) ادرکنی عمر وانا اجیئ من السوق ومعی حمال لحم فقال ما ھذا ؟ قلت قرمنا الی اللحم فاشتریت

میں بازار سے آرہا تھا اور میرے ساتھ ایک مزدور گوشت اُٹھائے ہوئے تھا۔ راستے میں حضرت عمرؓ ملے اور پوچھا کہ: یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: گوشت کی طرف بڑی لپک پیدا ہو رہی تھی اس

بدرهم لحمافقال اما يريد احدكم ان يطوي بطنه عن جاره وابن عمه اين يذهب عنكم قوله تعالىٰ اذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا واستمتعتم بها ۔ (مالكؒ)

لیے میں نے ایک درہم کا گوشت خرید لیا۔ آپؓ نے کہا کہ: کیا تم میں کوئی اتنا حوصلہ نہیں رکھتا کہ اپنے پڑوسی یا عم زاد بھائی کی خاطر اپنا پیٹ خالی رکھے۔؟ اللہ تعالیٰ کا یہ قول تمھیں یاد نہیں رہتا کہ (ترجمہ) حیات دنیا میں تم نے اپنا بہترین حصہ پا لیا اور اس سے فائدہ اٹھا چکے۔

۱۳۴۔ جنتی ہونے کے لیے:

(ابن عمروؓ بن العاص) رفعه: اعبدوا الرحمٰن واطعموا الطعام وافشوا السلام تدخلوا الجنة بسلام - (ترمذی)

خدائے رحمان کی بندگی کرو اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور افشائے السلام کرو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

۱۳۵۔ سب سے بہتر کھانا اللہ کی نگاہ میں:

(جابرؓ) رفعه: ان احب الطعام الى الله ما كثرت عليه الايدي - (موصلی، اوسط)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ کھانا ہے جس کے کھانے والے زیادہ سے زیادہ ہوں۔

لباس و زینت

۱۳۶۔ چند اچھی اور بری باتیں:

(البراءؓ) امرنا النبي صلى الله عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع امرنا (۱) بعيادة المريض (۲) واتباع الجنائز (۳) وتشميت العاطس (۴) وابرار المقسم (۵) ونصر المظلوم (۶) واجابة الداعي (۷) وافشاء السلام ونهانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا ہے اور سات باتوں سے منع فرمایا ہے۔ حکم ان باتوں کا دیا ہے: (۱) مریض کی عیادت (۲) جنازے کی شرکت (۳) چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا (۴) قسم پورا کرنا (۵) مظلوم کی مدد کرنا (۶) دعوت (ولیمہ) کو قبول کرنا (۷) ہر مسلمان کو سلام کرنا۔

(۱) عن خواتم الذهب (۲) وعن شرب بالفضة (۳) وعن المياثر الحمر (۴) وعن القسِيّ (۵) وعن لبس الحرير (۶) و الاستبرق (۷) والديباج۔

(شیخین، ترمذی، نسائی)

جن باتوں سے روکا ہے وہ یہ ہیں :-
(۱) سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا (مردوں کے لیے)، (۲) چاندی کے برتن میں کچھ پینا (۳) ریشمی سرخ زین پوش استعمال کرنا (۴) کھوٹا سکہ دینا (۵) عام ریشم (۶) استبرق (موٹا ریشم (۷) اور دیباج (دیباج یکے از قسم ریشم) استعمال کرنا)

۱۳۷۔ ریشم کی جائز مقدار :

(ابوعثمانؓ النہدی) کتب الینا عمرؓ ونحن بآذر بیجان مع عتبة بن فرقد یا عتبة انه لیس من کدّک ولا کدّ ابیک ولا کدّ امک فاشبع المسلمین فی رحالھم مما تشبع منه فی رحلك وایاك والتنعم وزیّ اھل الشرک ولبوس الحریر فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن لبوس الحریر الا ھکذا ورفع لنا صلی اللہ علیہ وسلم اصبعیه السبابة والوسطیٰ وضمھما۔ وفی روایة : نھی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم عن لبس الحریر الا فی موضع اصبعین اوثلاث اواربع۔ (للستة الا مالکا)

ہم لوگ جب عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذربائیجان میں تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط میں لکھا کہ اے عتبہ! (یہ حکومت و ملک) نہ تمھاری محنت کا نتیجہ ہے نہ تمھارے والدین کی کاوش کا۔ لہٰذا جو کچھ تم اپنے گھر میں کھاؤ وہی تمام مسلمانوں کو ان کے گھروں میں کھلاؤ، اور عیش و تنعم سے بچو۔ نیز مشرکوں کے فیشن اور ریشم پوشی سے بھی پرہیز کرو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑے کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ ہاں دو انگل ریشم (کی گوٹ) میں کوئی حرج نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو جوڑ کر یہ مقدار بتائی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا۔ البتہ دو، تین یا چار انگل کی اجازت ہے۔

۱۳۸۔ ریشم کی اجازت ضرورتاً :

(انسؓ) رخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم للزبیر وعبد الرّحمٰن

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو ریشم پہننے کی

بن عوف فی لبس الحریر لحکۃ بھما۔ (الستۃ الا مالکا)

اجازت دی تھی، کیونکہ ان دونوں کو خارشت ہوگئی تھی۔

۱۳۹۔ اعمال کی شکل اور نیت :

(ابن عمرؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ فقال ابوبکر یارسول اللہ ان ازاری یسترخی الا ان اتعاھدہ فقال انک لست ممن یفعلہ خیلاء۔

(شیخین و نحوہ داؤد والنسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا کہ: جو اپنے کپڑے کو تکبراً لٹکائے گا، اُسے اللہ تعالیٰ بروزِ حشر نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اگر ہر وقت دیکھ بھال نہ کروں، تو میرا تہمد ڈھیلا ہوکر لٹک جاتا ہے۔ فرمایا کہ: تمھارا شمار ان لوگوں میں نہیں جو تکبراً ایسا کرتے ہیں۔

۱۴۰۔ سادگی لباس تواضعاً للہ ہونا :

(معاذ بن انسؓ) رفعہ: من ترک اللباس تواضعاً للہ وھو یقدر علیہ دعاہ اللہ یوم القیامۃ علی رؤس الخلائق حتی یخیرہ من ای حلل الایمان شاء یلبسھا۔ (ترمذی)

جو شخص مقدور ہونے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے سامنے متواضع بنے رہنے کے لیے لباسِ فاخرہ کو ترک کر دے اسے بروزِ حشر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے بلا کر یہ اختیار دے گا کہ جنت کے جس لباس کو چاہے پہن لے۔

۱۴۱۔ صفائی و نظافت :

(ابن المسیب) ارسلہ: ان اللہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ کریم یحب الکرم جواد یحب الجود فنظفوا اراہ قال افنیتکم ولا تشبھوا بالیھود .... (ترمذی)

اللہ تعالیٰ خود پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے، ستھرا ہے اور صفائی کو عزیز رکھتا ہے۔ سخی ہے اور سخاوت کو محبوب رکھتا ہے، فیاض ہے اور فیاضی کو دوست رکھتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ اپنے گھروں کے صحن کو بھی صاف ستھرا رکھو اور یہود کی مشابہت سے بچو۔[1]

---

[1] یہود اس وقت غالباً صحن کی صفائی کا خیال نہ رکھتے ہوں گے لیکن اب تو معاملہ کچھ برعکس سا ہے۔

۱۴۲۔ خوشبو کو رد نہ کرو:

(ابو عثمانؓ النہدی) ارسلہ: اذا اعطی احدکم الریحان فلا یردہ فانہ خرج من الجنۃ۔ (ترمذی)

جب تمہیں خوشبودار پھول یا پتی دی جائے تو اُسے رد نہ کرو، خوشبو تو جنت سے آئی ہوئی ایک نعمت ہے۔

مرنا یا زخمی ہونا

۱۴۳۔ دو قسم کے مجاہد:

(ابو سعیدؓ) اتی رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ای الناس افضل؟ قال مؤمن مجاھد بنفسہ ومالہٗ فی سبیل اللہ قال ثم من؟ قال ثم رجل فی شعب من الشعاب یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ۔ (للستۃ الامالکا)

......ایک شخص نے خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو کر پوچھا کہ: کون شخص سب سے افضل ہے؟ فرمایا: وہ مومن جو راہِ خدا میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ پوچھا: اس کے بعد کون افضل ہے؟ فرمایا: اس کے بعد وہ افضل ہے جو کسی قبیلے (یا محلے) میں رہتا ہو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

۱۴۴۔ دو متضاد چیزوں کا اجتماع:

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: لا یجتمعان فی النار مسلم قتل کافرا ثم سدد وقارب ولا یجتمعان فی جوف مؤمن غبار فی سبیل اللہ وفیح جہنم ولا یجتمعان فی قلب عبد مؤمن الایمان والحسد۔

(مسلم، ابوداؤد، نسائی بلفظہ)

دو شخص اکٹھے جہنم میں نہ جائیں گے، ایک کافر اور دوسرے وہ مسلمان جس نے اسے (بموقعہ جہاد) قتل کیا ہو اور پھر معتدل طریقے سے اپنی زندگی گزاری ہو اور مومن کے دل میں دو چیزیں یکجا نہیں ہو سکتیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کی گرد اور جہنم کی پھنکار۔ اور مومن کے دل میں دو چیزیں ایک ساتھ نہیں ہوتیں، ایمان اور حسد۔

۱۴۵۔ جنگ میں قوانینِ اخلاق :

(انسؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا بعث جیشاً قال انطلقوا بسم اللہ ولا تقتلوا شیخاً فانیاً ولا طفلاً صغیراً ولا امرأۃ ولا تغلوا وضموا غنائمکم واصلحوا واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی جیش روانہ کرتے تو فرماتے کہ : اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ اور کسی بوڑھے کو، کسی بچے کو اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا خیانت نہ کرنا، بلکہ غنیمت کو الگ جمع کرنا، مصالح عامہ اور حسن کار کو پیش نظر رکھو کہ اللہ تعالیٰ محسن کاروں کو پسند فرماتا ہے۔

غنیمت اور غلول

۱۴۶۔ غلول کرنے والے کے جرم کو چھپانا :

(سمرۃ) رفعہ : من کتم غالاً فانہ مثلہ۔ (ابوداؤد)

جو کسی غلول کرنے والے کے جرم کو چھپائے وہ بھی ویسا ہی مجرم ہے۔

۱۴۷۔ غلول کرنے والے کا انجام :

(ابن عمروؓ بن العاصؓ) کان علی ثقل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل یقال لہ کرکرۃ فمات فقال صلی اللہ علیہ وسلم ھو فی النار فذھبوا ینظرون الیہ فوجدوا عباءۃ قد غلھا۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان سفر پر کرکرہ نامی ایک شخص متعین تھا۔ جب وہ مرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا۔ لوگ اُسے دیکھنے گئے تو اس کے پاس سے ایک عبا نکلی جو اس نے مالِ غنیمت میں سے اُڑا لی تھی۔

۱۴۸۔ ایضاً :

(زید بن خالد) ان رجلا من

ایک شخص جو صحابہ میں شمار ہوتا تھا، غزوہ خیبر کے

السحابة توفی یوم خیبر فذکرلہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلوا علی صاحبکم فتغیرت وجوہ الناس لذلک فقال ان صاحبکم غلّ فی سبیل اللہ فتشنا متاعہ فوجدنا خرزا من خرز یہود لا یساوی درھمین (مالک۔ ابوداؤد، نسائی)

دن مر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو فرمایا: تم ہی لوگ جا کر اس کا جنازہ۔ پڑھ لو (یعنی میں نہیں پڑھوں گا) یہ سن کر لوگوں کے چہرے متغیّر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے جب تفتیش کی تو اس کے پاس سے یہودیوں کے چند منکے نکلے۔ جن کی قیمت دو درہم کے برابر بھی نہ تھی۔

۱۴۹۔ لُوٹ کا مال حرام ہے:

(رجل من الانصار) خرجنا مع النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم فی سفر فاصاب الناس حاجة شدیدة وجہد فاصابوا غنما فانتہبوہا فان قدورنا لتغلی اذ جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمشی فاکفأ قدورنا بقوسہ ثم جعل یرمل اللحم بالتراب ثم قال ان النہبة لیست باحل من المیتة او ان المیتة لیست باحل من النہبة۔ (ابوداؤد)

ہم لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ لوگوں کو سخت بھوک محسوس ہوئی۔ اِتفاق سے کچھ بکریاں نظر آئیں تو سب نے انھیں لُوٹ لیا اور ہانڈیاں پکنے گئیں۔ اِسی دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹہلتے ہوئے تشریف لائے اور (حقیقتِ حال معلوم کر کے) ہماری ہانڈیوں کو اپنی کمان سے اُلٹ اُلٹ کر گوشت کو مٹّی میں ملانے لگے۔ پھر فرمایا کہ: لُوٹی ہوئی چیز مُردار سے اور مُردار لُوٹی ہوئی چیز سے زیادہ حلال نہیں۔

سورۂ آلِ عمران

۱۵۰۔ راسخ فی العلم کی تفسیر:

(انس رض) سئل النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ:

من الراسخون فی العلم؟ قال هو من برت یمینه وصدق لسانه وعف فرجه وبطنه فذاک الراسخ فی العلم۔ (الکبیر بضعف)

الراسخون فی العلم کون لوگ ہیں؟ فرمایا: جس کی آنکھ میں قرار (نہ بہکتا) ہو، زبان سچی ہو، شرم گاہ اور شکم محفوظ ہو، وہی راسخ فی العلم ہے۔

سورۃ النساء

۱۵۱- کفارۂ گناہ کی ایک اور شکل:

(علیؓ بن زید) عن امه: انها سألت عائشةؓ عن قول الله تعالیٰ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله وعن قوله من یعمل سوءً یجز به فقالت ما سألنی عنها احد منذ سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال هذه معاتبة الله العبد بما یصیبه من الحمی والنکبة حتی البضاعة یضعها فی ید قمیصه فیفقدها فیفزع لها حتی ان العبد لیخرج من ذنوبه کما یخرج من ذنوبه کما یخرج التبر الاحمر من الکیر۔ (ترمذی)

علیؓ بن زید کی والدہ نے حضرت عائشہؓ سے ان تبدوا فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم به الله (اپنے دل کی بات تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا۔) اور من یعمل سوءً یجز به (ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔) کا مطلب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ: جب سے میں نے یہی بات حضورؐ سے دریافت کی ہے، اس وقت سے اب تک کسی نے مجھ سے یہ بات نہیں پوچھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ: یہ دراصل بندے پر اللہ تعالیٰ کے عتاب کی ایک قسم ہے۔ بندے پر بخار یا دوسری بیماری کی مصیبت آتی ہے یا اس کی کوئی چیز جو وہ اپنی قمیص کی جیب میں رکھتا ہے اور وہ کھو جانے کی وجہ سے صدمہ ہوتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اسی عتاب سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح سونا بھٹی میں ڈالنے سے صاف ہو جاتا ہے۔

سورۃ الانعام

۱۵۲- فرقے بندی کی بدعت:

(عمرؓ) رفعه: یا عائشةؓ ان الذین

اے عائشہؓ ان الذین فرقوا دینهم و

فرقوا دينهم وكانوا شيعا هم اصحاب البدع والاهواء ليس لهم توبة انا منهم برئ وهم مني براء۔ (للصغير)

کانو ا شیعا (جو لوگ دین میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں اور مختلف ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بدعت ہیں اور اپنی خواہشوں کے بندے۔ ان کی توبہ قبول نہیں۔ میں اُن سے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

۱۵۳۔ رحمت الٰہی کی وسعت:

(ابوھریرۃؓ) رفعه: يقول الله اذا اراد عبدي ان يعمل سيئة فلا تكتبوها عليه حتى يعملها فان عملها فاكتبوها بمثلها وان تركها من اجلي فاكتبوها له حسنة واذا اراد ان يعمل حسنة فلم يعملها فاكتبوها له حسنة فان عملها فاكتبوها له بعشر امثالها الى سبع مائة (شيخين، ترمذی) وزاد: ثم قرأ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (شيخين) عن ابن عباس نحوه وفيه: الى سبع مائة ضعف الى اضعاف كثيرة۔

اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ: جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا تو (اے کرام کاتبین) اسے اس کے نامۂ اعمال میں نہ لکھو اور اگر وہ اسے میری خاطر ترک کر دے تو ایک نیکی لکھو۔ اور اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ کر سکے، تو پھر بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اُسے کر لے تو اسے دس سے لے کر سات سو گنے تک (حسب درجہ اخلاص و مواقع) لکھ لو۔ ترمذی میں اس کے بعد ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ: من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ (جو ایک نیکی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دس گنی جزا دیتا ہے) ابن عباسؓ سے اسی مضمون کی جو روایت ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی جزا سات سو گنے سے بیشمار گنے تک دیتا ہے۔

مومنون

۱۵۴۔ دفع بالاحسن کی تفسیر:

(ابن عباسؓ) ادفع بالتي هي احسن قال الصبر عند الغضب

ادفع بالتي هي احسن (بہترین طریقے سے مدافعت کرو) اس کا طریقہ یہ ہے کہ غصے کے وقت

والعفو عند الاساءة فاذا فعلوه عصمهم الله وخضع لهم عدوهم (بخاری تعلیقا)

صبر ہو اور برائی کے جواب میں عفو ہو۔ اگر یہ طریقہ اختیار کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ شر سے محفوظ رکھے گا، اور دشمن جھک جائے گا۔

شوریٰ

۱۵۵۔ لمم کی تفسیر:

(ابن عباسؓ) ما رأیت شیئا اشبه باللمم مما قال ابو هریرةؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ان الله کتب الی ابن ادم حظه من الزنا ادرک ذلك لا محالة فزنا العینین النظر وزنا اللسان النطق والنفس تمنی و تشتهی والفرج یصدق ذلك و یکذبه۔

والبو داؤد فی روایة: والاذنان زناها الاستماع والید زناها البطش والرجل زناها الخطا۔ (شیخین)

لمم (چھوٹے چھوٹے گناہ) کے متعلق ابوہریرہؓ نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس سے بہتر بات میری نظر میں کوئی نہیں ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ:

فرزند آدم کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا حصۂ زنا رکھ دیا ہے ۔ آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے اور زبان کا گناہ شہوانی گفتگو، دل تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس خواہش کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ کانوں کا زنا شہوانی گفتگو سننا ہے، ہاتھ کا زنا اُدھر بڑھنا ہے اور پاؤں کا اُدھر چلنا۔

نجم

۱۵۶۔ چھوٹے گناہوں سے کوئی بندہ نہیں بچ سکتا:

(ابن عباسؓ) الذین یجتنبون کبائر

الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم کے

الاثم والفواحش الا اللمم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان تغفر اللھم تغفر جما؛ وای عبدلک لا الما۔ (ترمذی)

سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ شعر پڑھا کرتے تھے: (ترجمہ) اے اللہ! تیری مغفرت تو بڑے ہی بڑے گناہوں کے لیے ورنہ چھوٹے گناہوں کے ارتکاب سے تیرا کون بندہ بچ سکا ہے۔؟

رحمان

۱۵۷۔ خدا ترسی تمام گناہوں کا کفّارہ ہے:

(ابو الدرداء) انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقص علی المنبر ولمن خاف مقام ربہ جنتان فقلت وان زنا وان سرق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال الثانیۃ ولمن خاف مقام ربہ جنتان فقلت وان زنا وان سرق؟ فقال الثالثۃ ولمن خاف مقام ربہ جنتان فقلت وان زنا وان سرق؟ قال نعم وان رغم انف ابی الدرداء (احمد، کبیر)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ آیت تلاوت کرتے سُنا کہ: ولمن خاف مقام ربہ جنتان (خدا ترس کے لیے دو جنتیں ہیں) میں نے عرض کیا کہ: اگرچہ وہ خدا ترس زنا اور چوری کر چکا ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار یہ آیت پڑھی، میں نے پھر یہی سوال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ میں نے پھر یہی سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں ہاں! اگرچہ ابو درداء کو ناگوار ہو۔

حدید

۱۵۸۔ دل کی زندگی علم و حکمت سے ہوتی ہے:

(ابن عباس رضؓ) اعلموا ان اللہ یحیی الارض

یہ خوب سمجھ لو کہ: ان اللہ یحیی الارض

بعد موتها ماں یلین القلوب بعد قسوتها فیجعلها مخبتة منیبة یحیی القلوب المیتة بالعلم والحکمة والا فقد علم احیاء الارض بالمطر مشاھدة ۔ (رزین)

بعد موتہا (اللہ تعالیٰ زمین کو مردہ ہو چکنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے) اسی طرح دلوں کو سخت ہو چکنے کے بعد نرم بھی کر دیتا ہے اور ان کو جھکا کر فرماں بردار بنا دیتا ہے، دلوں کو وہ علم و حکمت کے ذریعے زندگی بخشتا ہے اور زمین کا بارش سے زندہ ہونا تو مشاہدے میں آتا ہی ہے ۔

تقویٰ

۱۵۹۔ تقویٰ اور رزق کا تعلق :

(معاذؓ رفعه : یا ایها الناس اتخذوا التقوی الله تجارة یأتیکم الرزق بلا بضاعة ولا تجارة ثم قرأ ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ۔ (کبیر بضعف)

اے لوگو! تقویٰ اللہ کو اپنی تجارت بنالو، تو تمہارے پاس بلا مال اور بلا دکان رزق آئے گا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی :

ترجمہ : جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے سبیل پیدا فرما دے گا اور بے گمان رزق پہنچائے گا ۔

نصرت و اخوت و سفارش و تعصب

۱۶۰۔ ظالم اور مظلوم کی امداد :

(انسؓ) رفعه : انصر اخاک ظالما او مظلوما فقال رجل یارسول الله انصره اذا کان مظلوما افرأیت ان کان ظالما کیف انصره ؟ قال تحجزه او تمنعه عن الظلم فان ذلک نصره (بخاری)

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں مظلوم کی تو مدد کر سکتا ہوں لیکن یہ فرمائیے کہ ظالم کی کس طرح مدد کروں؟ فرمایا کہ : اسے ظلم سے روک دو، یہی اس کی مدد ہے ۔

۱۶۱۔ مسلمان کی بے عزتی کے وقت مدد کرنا:

(جابرؓ و ابو طلحہؓ) رفعہ: مامن مسلم یخذل امرأ مسلما فی موضع ینتھک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ الّا خذلہ اللہ فی موضع یحب فیہ نصرتہ وما من امرئ ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیہ من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ الّا نصرہ اللہ فی موضع یحب نصرتہ
(ابوداؤد)

کسی مسلمان کی بے عزتی یا بے حرمتی ہو رہی ہو اور دوسرا مسلمان اس کی مدد نہ کرے، تو دوسرے موقعے پر جب کہ اُسے مدد کی ضرورت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی مدد نہ کرے گا اور جب کسی مسلمان کی بے حرمتی یا بے عزتی کے موقعے پر دوسرا مسلمان اس کی مدد کرے گا، تو اللہ تعالیٰ بھی دوسرے موقعے پر جب خود اُسے امداد مطلوب ہو اس کی امداد فرمائے گا۔

۱۶۲۔ کسی بھائی کی آبرو کا تحفظ:

(ابو الدرداءؓ) رفعہ: من ذب عرض اخیہ رد اللہ النار عن وجھہ یوم القیامۃ۔ (ترمذی)

جو شخص اپنے کسی بھائی کی آبرو کی مدافعت کرے گا، اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس کے چہرے سے آگ کو دُور کر دے گا۔

۱۶۳۔ عصبیّت کی صحیح تعریف:

(واثلۃ بن الاسقع) قلت یارسول اللہ ما العصبیۃ؟ قال ان تعین قومک علی الظلم۔
(ابوداؤد)

میں نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! عصبیت کیا چیز ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا کہ: اپنی قوم کے ظلم کی تائید و حمایت کرنا۔

۱۶۴۔ خیر خواہی کی جزا اللہ کی طرف سے:

(ابن عمرؓ) رفعہ: المسلم اخو المسلم

مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اُس پر

لایظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه بها کربة من کرب یوم القیامة ومن ستر مسلما ستره الله یوم القیامة - لا ابی داؤد و زاد رزین : ومن مشی مع مظلوم حتی یثبت له حقه ثبت الله قدمیه علی الصراط یوم تزل الاقدام -
(شیخین والترمذی)

ظلم کرتا ہے نہ اُسے ہلاکت میں جاتا دیکھ کر چھوڑ دیتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت روائی فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ایک تکلیف کو دُور کرے گا اللہ تعالیٰ بروزِ حشر اس کی ایک تکلیف کو دُور فرمائے گا اور جو اس کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ رزین کی روایت یہ بھی ہے کہ: جو شخص کسی مظلوم کے ساتھ چل کر جائے اور اُس کا حق ثابت کر دے تو اللہ تعالیٰ اُسے اس دن ثابت قدم رکھے گا جس دن بہت سے قدم پھسل جائیں گے۔

۱۶۵۔ دین اور خیر خواہی کا ربط:

(ابو ھریرہؓ) رفعه : الدین النصیحة قالوا لمن یارسول الله ؟ قال لله ولکتابه ولائمة المسلمین والمسلم اخو المسلم لا یخذله ولا یکذبه ولا یظلمه وان احدکم مرأة اخیه فان رأی به اذیً فلیمطه عنه (ترمذی)

دین نام ہے بہی خواہی کا۔ لوگوں نے پوچھا کہ: کس کی بہی خواہی کا؟ فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی، اس کی کتاب کی اور اولی الامر کی، اور مسلمان تو دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس کی امداد سے پہلو تہی کرتا ہے نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس پر ظلم کرتا ہے؛ تم میں ہر شخص دوسرے کا آئینہ ہے۔ لہٰذا جب اُسے تکلیف میں دیکھے تو اُسے دُور کرے۔

۱۶۶۔ جماعت مومنین کی مثال:

(ابوموسیٰؓ) رفعه : المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا وشبك بین اصابعه۔ (شیخین، ترمذی)

مومن، مومن کے لیے ایسی عمارت ہے جس کا ایک جز دوسرے سے مضبوط جڑا ہوا ہے۔ حضورؐ نے یہ گفتگو فرماتے وقت تمثیل کے لیے اپنے ایک پنجے کو دوسرے پنجے میں ڈال لیا۔

۱۶۷۔ ہنس مکھ ہونا اور پڑوسی کا خیال رکھنا :

(ابو ذرؓ) رفعہ : لا یحقرن احدکم شیئامن المعروف فان لم یجد فلیلق اخاہ بوجہ طلق واذا اشتریت لحما او طبخت قدرا فاکثر مرقتہ واغرف لجارک منہ۔ (ترمذی)

کوئی شخص معروف (خوش اطواری) کی تحقیر نہ کرے۔ اگر یہ نہ کر سکتا ہو تو کم از کم یہی کرے کہ جب اپنے بھائی سے ملے تو خوش روئی سے پیش آئے، اور جب تم گوشت خرید و یا کوئی ہانڈی پکاؤ تو شوربا کچھ زیادہ کر دو اور تھوڑا اپنے پڑوسی کے لیے بھی نکال لو۔

۱۶۸۔ مرجع خلائق خادم قوم :

(ابن عمرؓ) رفعہ : ان للہ خلقا خلقہم لحوائج الناس یفزع الناس الیہم فی حوائجہم اولئک الآمنون من عذاب اللہ۔ (کبیر، بلین)

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کو اس نے انسانوں کی حاجت روائی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اپنی ضرورتوں کے وقت لوگ انہی کی طرف دوڑتے ہیں۔ ایسے بندے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہوتے ہیں۔

۱۶۹۔ ہدایت یا ضلالت کی طرف بلانے والا :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من اتبعہ ولا ینقص ذلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من اتبعہ لا ینقص ذلک من اوزارھم شیئا۔ (للشیخین، ابو داؤد، ترمذی)

جو شخص کسی کو ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے اس کا اجر ویسا ہی ہے جیسے اس پر عمل کرنے والے کا۔ بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو اور جو کسی گمراہی کی طرف دعوت دے اس کا گناہ بھی ویسا ہی ہے جیسے اس پر عمل کرنے والے کا، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے بوجھ میں کوئی کمی آئے۔

ایمان واخلاق کے تقاضے

۱۷۰۔ اہلِ ایمان کے باہمی ربط کی مثال :

(النعمان بن بشیرؓ) رفعہ : مثل

باہمی یگانگت محبت ورحمت اور لطف و کرم میں

المومنين في توادهم وتراحمهم و تعاطفهم مثل الجسد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى۔ (شیخین)

اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے، کہ اگر ایک عضو میں کوئی تکلیف ہو، تو سارا جسم ہی شب بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

۱۷۱۔ محبت کی اطلاع دینا:

(المقدامؓ) رفعه: اذا احب الرجل اخاه فليخبره انه يحبه۔
(ابوداؤد، ترمذی)

اگر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے محبت رکھتا ہو تو اُسے بتا دینا چاہیے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

۱۷۲۔ محبت و عداوت میں میانہ روی:

(ابوہریرۃؓ) احبب حبيبك هونا ما عسى ان يكون بغيضك يوما ما و ابغض بغيضك هونا ما عسى ان يكون حبيبك يوما ما۔ ترمذی وقال اراه رفعه۔

اپنے دوست سے اعتدال کے ساتھ محبت کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی روز تمھارا دشمن ہو جائے اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ رکھو ممکن ہے کہ وہ کسی روز تمھارا دوست ہو جائے۔

۱۷۳۔ محض اللہ تعالیٰ کے لیے باہمی محبت رکھنا:

(ابوہریرۃؓ) رفعه: يقول الله تعالىٰ يوم القيامة اين المتحابون لجلالى؟ اليوم أظلهم فى ظلى لا ظل الا ظلى۔
(مالک، مسلم)

اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا کہ میری خاطر باہم محبت کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟ آج میں اُنھیں اپنے سایۂ رحمت میں لوں گا جب کہ میرے سائے کے سوا کوئی اور سایہ موجود نہیں۔

۱۷۴۔ محبت و عداوت اللہ تعالیٰ کے لیے:

(ابوذرؓ) افضل الاعمال الحب فى الله والبغض فى الله۔
(ابوداؤد)

بہترین عمل ہے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بُغض رکھنا۔

۱۷۵۔ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھنے والوں کا مقام :

(عمرؓ) رفعه : ان من عباد الله لاناسًا ماهم بانبياء ولا شهداء يغبطهم الانبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من الله قالوا يا رسول الله تخبرنا من هم؟ قال هم قوم تحابوا بروح الله على غير ارحام بينهم ولا اموال يتعاطونها فوالله ان وجوههم لنور وانهم لعلى نور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس وقرء الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔ (ابو داؤد)

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو نبی یا شہید تو نہیں، مگر انبیاء اور شہداء کو بھی اُن کا مرتبہ دیکھ کر رشک آئے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوا: یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں وحدتِ روح کی وجہ سے محبت رکھتے ہیں۔ نہ رشتے داری کو اس میں دخل ہوتا ہے۔ نہ مالی لین دین کو۔ خدا کی قسم اُن کے چہرے ہمہ تن نُور ہوں گے۔ اور یہ نُور پر ہی قائم ہوں گے۔ دوسرے لوگ خوف و حزن میں مبتلا ہوں گے۔ اور ان کو کوئی خوف و غم نہ ہوگا۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون (اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف و حزن نہ ہوگا)۔

۱۷۶۔ حبِّ و بغض کا فیصلہ پہلے آسمان پر ہوتا ہے :

(ابو ہریرۃؓ) رفعه : ان الله اذا احب عبدًا دعا جبريل فقال انی احب فلانا فاحبه فيحبه جبريل ثم ينادی فی السماء فيقول ان الله يحب فلانا فاحبوه فيحبه اهل السماء ثم يوضع له القبول فی الارض واذا ابغض عبدًا دعا جبريل فيقول انی ابغض فلانا فابغضه فيبغضه جبريل ثم ينادی فی اهل السماء ان الله يبغض فلانا فابغضوه فيبغضونه ثم يوضع له البغضاء فی الارض۔ (بخاری، مسلم، ترمذی بلفظ مسلم)

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریلؑ کو بُلا کر بتاتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو پھر جبریلؑ بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ آسمان میں پکار کر بتا دیتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ غرض اہل آسمان بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی مقبولیت کا پروانہ زمین پر نازل ہوتا ہے اور جب اللہ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر بتاتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو چنانچہ جبریلؑ بھی اس سے بغض کرنے لگتے ہیں اور آسمان والوں کو ندا دے کر بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے بغض رکھتا ہے لہٰذا تم اس سے بغض رکھو چنانچہ آسمان والے بھی بغض رکھنے لگتے ہیں اور پھر اس کے لیے پروانۂ بغض زمین پر نازل ہوتا ہے۔

۱۷۷۔ مُحبّ کا حشر محبوب کے ساتھ :

(انسؓ) ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال متی الساعۃ؟ قال وما اعددت لہا؟ قال لاشئ الّا انّی احب اللہ ورسولہ فقال انت مع من احببت قال انسؓ فما فرحنا بشئ فرحنا بقولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انت مع من احببت فانا احبّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم وابابکرؓ وعمرؓ و ارجوان اکون معھم بحبّی ایاھم وان لم اعمل اعمالھم۔

(شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: اور تو کچھ نہیں ہے، البتہ اتنی سی بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبّت رکھتا ہوں۔ فرمایا: پھر تم اُسی کے ساتھ ہو گے۔ جس سے تم محبّت رکھتے ہو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد سے کہ تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبّت رکھتے ہو" جتنی خوشی ہوتی ہے کسی چیز سے نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس اپنی محبّت کی وجہ سے میرا حشر بھی انہی بزرگواروں کے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ ان جیسے میرے عمل نہیں۔

۱۷۸۔ ارواح کی مختلف ٹولیاں :

(عائشۃ) وقد قدمت امرأۃ مزّاحۃ من اہل مکۃ المدینۃ فنزلت علی نظیرۃ لہا فقالت عائشۃؓ صدق حبّی صلی اللہ علیہ سمعتہ یقول الارواح جنود مجندۃ فماتعارف منہا ایتلف وماتنافر منہا اختلف۔ (بخاری)

مکّے کی رہنے والی ایک بذلہ سنج، پُر مذاق عورت مدینے آئی اور اپنے ہی جیسی ایک عورت کے پاس ٹھہری۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ: روحیں مختلف گروہوں میں منقسم ہوتی ہیں۔ جو باہم متعارف ہوتی ہیں۔ وہ مل بھی جاتی ہیں اور جو متعارف نہیں ہوتیں وہ الگ ہوجاتی ہیں۔

۱۷۹۔ اللہ اور اُس کے بندوں کے فیصلے کی یکسانی :

(ابوسعیدؓ) رفعہ: الا اخبرکم باحبکم الی اللہ؟ قلنا بلی قال ان احبکم الی اللہ احبکم الی الناس الا اخبرکم

میں تمہیں بتا نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ضرور ارشاد ہو۔ فرمایا: سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہی ہے جو انسانوں

بابغضكم الى الله؟ فقالوا بلى قال ان ابغضكم الى الله ابغضكم ابغضكم الى الناس (اوسط وفيه عبد الرحمٰن بن حبيدة الانباری)

کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ پھر فرمایا: میں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ضرور! فرمایا: جو انسانوں کی نگاہ میں زیادہ قابلِ نفرت ہے وہی اللہ کے نزدیک بھی زیادہ قابلِ نفرت ہے۔

۱۸۰ - نماز، روزے سے بھی افضل عمل:

(ابو الدرداء) رفعہ: الا اخبركم بافضل من درجة الصيام والصلوٰة والصدقة؟ قالوا بلى قال صلاح ذات البين فان فساد ذات البين هى الحالقة (ابو داؤد، ترمذی)

میں تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جس کا درجہ صوم، صلوٰۃ اور صدقے سے بھی افضل ہے؟ لوگوں نے کہا: ضرور ارشاد ہو۔ فرمایا: باہم صلح رکھنا، کیونکہ باہمی فساد تباہ کُن چیز ہے۔

۱۸۱ - حسن خلق کی وصیّت:

(معاذؓ) كان آخر ما اوصانى به النبى صلى الله عليه وسلّم حين وضعت رجلى فى الغرز ان قال يا معاذؓ احسن خلقك للناس۔ (موطأ)

جس وقت میں سفر میں جا رہا تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیّت فرمائی وہ یہ تھی کہ: اے معاذ! لوگوں کے ساتھ اپنے اخلاق اچھے رکھو۔

۱۸۲ - غرض بعثت نبویؐ:

(مالکؒ) بلغه: ان النبى صلّى الله عليه وسلّم قال بعثت لاتمم حسن الاخلاق۔ (ابو داؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مبعوث ہی اس لیے ہوا ہوں کہ حُسن اخلاق کو کمال تک پہنچا دوں۔

۱۸۳ - حسن خلق کا عجیب درجہ:

(عائشہؓ) رفعته: ان المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم۔ (ابو داؤد)

مومن محض اپنے حُسنِ اخلاق کی وجہ سے صائم النہار اور شب زندہ دار کے درجہ کو پالیتا ہے۔

۱۸۴۔ مقیاسِ ایمان :

(عائشۃؓ) رفعتہ : ان من اکمل المؤمنین ایماناً احسنہم خلقاً و الطفہم باھلہ ۔ (ترمذی)

جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں، اور جو اپنے اہل وعیال پر سب سے زیادہ مہربان ہو وہی ایمان میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے۔

۱۸۵۔ خلقِ حَسَن کا وزن :

(ابو الدرداءؓ) رفعہ : ما من شیٔ اثقل فی میزان المؤمن یوم القیامۃ من خُلق حَسَن وان اللہ تعالیٰ یبغض الفاحش البذی ۔ (ترمذی)

قیامت کے دن اچھے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز بھی مومن کی میزان میں زیادہ وزن نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ بے حیا بیہودہ گو سے بغض رکھتا ہے۔

۱۸۶۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سب سے زیادہ پیارا اور سب سے زیادہ قابلِ نفرت :

(جابرؓ) رفعہ : ان من احبکم الی واقربکم منی مجلسا یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقاً وان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلسا یوم القیامۃ الثرثارون والمتشدقون والمتفیھقون ۔ (ترمذی)

مجھے سب سے زیادہ محبوب اور بروزِ حشر سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق میں سب سے زیادہ بہتر ہوں اور میری نگاہ میں سب سے زیادہ مبغوض اور بروز قیامت مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ بکواس کرتے ہوں اور خواہ مخواہ کلام کو طول دیتے ہوں اور تکبّر کرتے ہوں۔

۱۸۷۔ اثم (گناہ) کی قابلِ غور تعریف :

(النواس بن سمعان) رفعہ : البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک وکرھت ان یطلع علیہ الناس (مسلم۔ ترمذی)

بِرّ (نیکی) حسن خلق کا نام ہے اور اثم (گناہ) وہ ہے جو تمھارے دل پر اثر کرے اور تمھیں یہ پسند نہ ہو کہ دوسروں کو اس کا علم ہو۔

۱۸۸۔ حیا اور بے حیائی کا انجام :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار۔

حیا ایمان ہی کا ایک جُز ہے اور ایمان کا انجام بہشت ہے فحش کلامی بدخلقی ہے اور بدخلقی کا انجام دوزخ ہے۔

۱۸۹۔ حیا اور بے حیائی کا اثر دوسری چیزوں پر :

(انسؓ) رفعه : ماکان الفحش فی شیٔ الا شانه وماکان الحیاء فی شیٔ الا زانه ۔ (ترمذی)

بے حیائی جس چیز میں بھی شامل ہوگی اُسے معیوب بنا دے گی اور حیا جس شے میں ہوگی اُسے مزین کر دے گی۔

۱۹۰۔ دین اسلام کا قوام :

(زید بن طلحة بن رکانة) یسنده مرفوعا: ان لکل دین خلقا و خلق الاسلام الحیاء۔ (مالك)

ہر دین کا ایک خاص اخلاقی مزاج ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاقی قوام حیا ہے۔

۱۹۱۔ دوست کا انتخاب :

(ابو ھریرةؓ) رفعه : المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل۔ (ابو داؤد، ترمذی)

انسان اپنے دوست کے دین (طریقۂ زندگی) پر ہوا کرتا ہے اس لیے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیئے، کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

۱۹۲۔ حلقۂ احباب مقیاس ہے :

(ابن مسعودؓ) قال اعتبروا الناس باخوانهم (کبیر بلین)

لوگوں کا اندازہ ان کے بھائی بندوں سے کر لیا کرو۔

۱۹۳۔ عفو ودرگزر کی تاثیر :

(ابن عمرؓ) رفعه : تعافوا تسقط الضغائن بینکم۔ (بزار بضعف)

باہم عفو ودرگزر سے کام لیا کرو اس سے باہمی کینے دُور ہو جاتے ہیں۔

۱۹۴۔ سوئے ظن سے بچو :

(انسؓ) رفعه : احترسوا من الناس بسوء الظن۔ (اوسط بعدلی)

لوگوں کے متعلق بدگمانی سے بچو۔

۱۹۵ - دورُخا پن کا حشر:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : تجدون من شر الناس عند اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ ذاالوجھین الذی یأتی ھؤلاء بوجہ وھؤلاء بوجہ۔ (الستۃ الا النسائی)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بروزِ قیامت سب سے بدتر اسے پاؤ گے جو دو رُخی پالیسی والا ہوگا۔ اِدھر اس کا کچھ اور رُخ، اور اُدھر کچھ اور۔

۱۹۶ - اطمینان وسکون کی فضیلت :

(سھل بن سعدؓ) رفعہ : الاناءۃ من اللہ والعجلۃ من الشیطان۔ (ترمذی)

سنجیدگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جلدبازی شیطان کی طرف سے۔

۱۹۷ - کسی کی تعریف کرنے کا طریقہ :

(ابوبکرۃؓ) اثنی رجل علی رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ویلک قطعت عنق صاحبک قطعت عنق صاحبک ثلاثا ثم قال من کان منکم مادحا اخاہ لا محالۃ فلیقل احسب فلانا واللہ حسیبہ ولا ازکی علی اللہ احدا احسبہ کذا وکذا ان کان یعلم ذلک منہ۔ (شیخین، ابوداؤد)

ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے شخص کی تعریف کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ: تم نے اپنے رفیق کی گردن کاٹ ڈالی۔ پھر فرمایا کہ اگر تمھیں اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہی پڑے تو یوں کہو کہ: میرا گمان فلاں کے متعلق یہ ہے اور حقیقتِ حال کا علم اللہ ہی کو ہے۔ کسی کی تعریف میں اللہ تعالیٰ سے آگے مت بڑھ جاؤ۔ تمھیں اگر کسی کے متعلق قابلِ تعریف ہونے کا یقین ہے، تو بس اتنا کہہ دو کہ میرے خیال میں وہ ایسا ہے۔

۱۹۸ - نرمی سے جو محروم ہو :

(جریرؓ) رفعہ : من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ۔ (مسلم، ابوداؤد)

جو نرمی سے محروم ہوا وہ ساری خوبیوں سے محروم ہوا۔

امر و نہی اور خیر خواہی

۱۹۹ - درجاتِ ایمان اور اُس کے تقاضے (بُرائی کو دیکھنے کے بعد):

(ابوسعیدؓ) رفعہ: من رأى منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف الایمان۔ (مسلم، اصحاب سنن)

تم میں سے جس شخص کو منکر (خلاف مرضی الٰہی بات) نظر آئے وہ اُسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے ٹھیک کر دے۔ اگر اُس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے کام لے اور اُس کا بھی یارا نہ ہو تو دل سے ہی سہی اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے۔

۲۰۰ - ظلم سے نہ روکنے کی سزا:

(ابوبکرؓ) یا ایھا الناس انکم تقرءون ھذہ الآیۃ وتضعونھا علی غیر موضعھا یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم وانا سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یأخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب۔

(ابوداؤد، ترمذی)

اے لوگو! تم آیت پڑھتے ہو لیکن اسے اس کا صحیح مقام نہیں دیتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ: (ترجمہ) مسلمانو! اپنے آپ کو سنبھال لو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے ہدایت یافتہ ہو چکنے کے بعد کوئی گمراہ تمھیں نقصان پہنچا دے۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ: لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑلیں۔ (یعنی اسے ظلم سے نہ روک دیں) تو یہ کچھ بعید نہیں اللہ سب ہی کو اپنے عتاب کی لپیٹ میں لے لے۔

۲۰۱ - امر و نہی ایک دائمی فریضہ ہے:

(حذیفۃؓ) رفعہ: والذی نفسی بیدہ لتأمرون بالمعروف ولتنھون عن

قسم ہے اس ذاتِ پاک کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے

المنكر اوليوشكن الله يبعث عليكم عقاباً منه ثم تدعونه فلا يستجيب لكم ۔ (ترمذی)

رہو ورنہ یہ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم سب پر اپنا عتاب نازل فرمائے اور تم اُسے پکارتے رہو جب بھی جواب نہ ملے ۔

۲۰۲۔ سب سے بڑا جہاد:

(ابو سعیدؓ) رفعه: ان من اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر ۔ (ابو داؤد، ترمذی)

ظالم سلطان کے آگے عدل کا کلمہ کہہ دینا سب سے بڑا جہاد ہے ۔

۲۰۳۔ واعظ بے عمل کا حشر:

(اسامةؓ) ..... وانی سمعته يقول مررت ليلة اسری بی باقوام تقرض شفاههم بمقاريض من نار قلت من هؤلاء يا جبريل؟ قال خطباء امتك الذين يقولون مالا يفعلون ۔ (شیخین)

..... میں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو یہ کہتے سنا ہے کہ: میں شب اسرا ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السّلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: یہ آپؐ کی اُمّت کے وہ خطباء ہیں جو کہتے تھے (اُن پر) عمل نہیں کرتے تھے ۔

۲۰۴۔ گمراہی اپنی انتہا کو کس طرح بتدریج پہنچتی ہے:

(علیؓ) رفعه: كيف بكم اذا فسق فتيانكم وطغى نساءكم؟ قالوا يا رسول الله وان ذلك لكائن؟ قال نعم و اشد كيف بكم اذا لم تأمروا بالمعروف وتنهوا عن المنكر؟ قالوا يا رسول الله وان ذلك لكائن؟ قال نعم واشد كيف بكم اذا امرتم بالمنكر ونهيتم عن المعروف؟ قالوا

کیا حال ہوگا تم لوگوں کا اُس وقت جب تمہارے نوجوان فاسق اور تمہاری عورتیں بدکار ہو جائیں گی۔؟ لوگوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا واقعی ایسا ہو جائے گا؟ فرمایا: ہاں اس سے بھی بڑھ چڑھ کر، اور کیا حال ہوگا جب تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دو گے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ: یہ بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں! اس سے بھی سوا ہوگا۔ جب تم منکر کا حکم دینے لگو گے اور معروف سے روکنے لگو گے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ:

الله وان ذلک لکائن قال نعم واشد کیف بکم اذا رأیتم المعروف منکراً والمنکر معروفا (رزین)

یا رسول اللہ! کیا یہاں تک نوبت آجائے گی؟ فرمایا: ہاں! اس سے بھی زیادہ جب تم معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگو گے (یعنی قدریں ہی بدل جائیں گی)

۲۰۵۔ تذلیل مومن کے وقت ترک مدد:

(سہل بن حنیف) رفعه: من اذل عنده مؤمن فلم ینصره وھو یقدر علی ان ینصره اذله الله علی رؤس الخلائق یوم القیٰمة۔ (احمد کبیر)

جس کے سامنے کسی مومن کی تذلیل ہو رہی ہو اور وہ امداد کی قدرت رکھتا ہوا بھی اس کی مدد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے اُسے رسوا کرے گا۔

۲۰۶۔ آٹے کے ساتھ گھن کیوں پستا ہے؟:

(جابرؓ) رفعه: اوحی الله الی ملک من الملائکة ان اقلب مدینة کذا وکذا علی اھلھا قال ان فیھا عبدک فلان لم یعصك طرفة عین قال اقلبھا علیه وعلیھم فان وجھه لم یتمعر فی ساعة قط۔ (اوسط بلین یعنی لم یغضب الله)

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ: فلاں شہر کا طبقہ اُلٹ دو۔ فرشتے نے عرض کیا کہ: بار الٰہا! اس میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لحظے کے لیے بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ ارشاد ہوا کہ: اس پر بھی اور دوسروں پر بھی شہر کو اُلٹ دو، کیونکہ لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے کبھی اس کے چہرے سے ناگواری کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔

۲۰۷۔ امر و نہی کے لیے سو فی صد عمل ہونا ضروری نہیں:

(انسؓ) قلنا یا رسول الله لا نأمر بالمعروف حتی نعمل به ولا ننھی عن المنکر حتی نجتنبه کله؟ فقال بل مروا بالمعروف وان لم تعملوا به

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ، کیا امر و نہی کا فریضہ اس وقت تک ادا نہ کریں جب تک معروف پر پورا عمل اور نہی سے کامل اجتناب نہ کرلیں؟ فرمایا: اگرچہ معروف پر تمھارا پورا عمل اور منکر سے کامل پرہیز

وانھوعن المنکر وان لم تجتنبوہ کلہ - (اوسط صغیر بضعف)

نہ ہو لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیے جاؤ۔

۲۰۸ - دین ہر ایک کی خیر خواہی کا دوسرا نام ہے :

(تمیم الداری) رفعہ ، ان الدین النصیحۃ قلنا لمن یارسول اللہ ؟ قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

دین تو نام ہے خیر خواہی کا۔ ہم نے پوچھا کہ : یارسول اللہ! کس کی خیر خواہی ؟ فرمایا : اللہ ، قرآن ، رسولؐ اولی الامر اور عوام کی۔

۲۰۹ - بیعت اسلام کی شرط خاص :

(جریر بن عبداللہ) اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ابایعک علی الاسلام فشرط علی الاسلام فشرط علیّ والنصح لکل مسلم (للثلاثۃ الا مالکا)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ : بیعت اسلام کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے منجملہ اور باتوں کے ہر مسلمان کی خیر خواہی کو بھی شرط اسلام قرار دیا۔

حُسنِ نیّت اور صدق و کذب

---

۲۱۰ - جہاد کا مقصد ہدایت ہے نہ کہ غنیمت و قتل :

(علی بن سہلؓ) ..... قال علی ان اباہ حدّثہ قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فی سریۃ فلما بلغنا المغار استحثثت فرسی فسبقت اصحابی وتلقانی الحیّ بالرنین فقلت لھم قولوا لا الٰہ الا اللہ تحرزوا فقالوھا فلامنی اصحابی وقالوا احرمتنا الغنیمۃ

..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو ایک سریے میں بھیجا۔ جب ہم لوگ مقام غارت گری پر پہنچے تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیز کر دیا اور اپنے ساتھیوں سے آگے نکل گیا۔ مجھے زنین کا وہ قبیلہ مل گیا۔ ان سے میں نے کہا کہ : لا الٰہ الا اللہ کہہ دو تو تم محفوظ ہو جاؤ گے۔ انھوں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور بچ گئے۔ اس پر میرے ساتھیوں نے مجھے یہ کہہ کر ملامت کی کہ : تم نے ہم لوگوں کو مالِ غنیمت سے محروم کر دیا۔

فلما قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبروہ بالذی صنعت فدعانی فحسن لی ما صنعت وقال اما ان اللہ قد کتب لک من کل انسان منہم کذا وکذا.......... (رزین)

جب ہم لوگ واپس آئے تو میرے اس فعل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر میرے اس فعل کی تحسین فرمائی اور فرمایا کہ ہر انسان (جس کی جان بچی) کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ یہ انعام رکھا ہے.........................

۲۱۱ - غلط مفتی اور غلط مشیر:

(ابوہریرہؓ) رفعہ: من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ ومن اشار علی اخیہ بامر یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ - (ابوداؤد)

جو بغیر واقفیت کے فتویٰ دے تو اس غلط فتوے کا گناہ اس مفتی کے سر ہوگا، اور جو شخص اپنے بھائی کو ایسی بات کا مشورہ دے جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ یہ صحیح مشورہ نہیں وہ خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔

۲۱۲ - مشورہ امانت ہے:

(ام سلمہؓ) رفعتہ: المستشار مؤتمن۔ (ترمذی، ابوداؤد عن ابی ہریرہؓ)

جس سے مشورہ لیا جائے اُس کی حیثیت امین کی ہو جاتی ہے۔

۲۱۳ - اللہ تعالیٰ کی نظر ظاہر پر نہیں ہوتی:

(ابوہریرہؓ) رفعہ: ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن انما ینظر الی اعمالکم وقلوبکم - (قزوینی)

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں یا باتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

۲۱۴ - ایضاً:

(ابن عباسؓ) رفعہ: من اخلص للہ اربعین صباحا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ - (رزین)

اگر کوئی شخص چالیس یوم مسلسل اخلاص و للہیت میں بسر کرے تو اس کے دل اور زبان سے حکمت کے چشمے اُبلنے لگتے ہیں۔

۲۱۵ - شک سے اطمینان کی طرف :

(ابو الجوزاء السعدی) قلت للحسن ابن علی ماحفظت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال حفظت منہ دع مایریبك الی مالا یریبك فان الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ - (ترمذی، نسائی)

میں نے حسنؓ بن علیؓ سے پوچھا کہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا ارشاد آپ کو یاد ہے؟ بولے کہ : مجھے یہ بات یاد ہے کہ : جو بات تمھیں شک میں ڈالے اُسے چھوڑ کر وہ بات کرو جس میں کوئی شک نہ رہے کیونکہ سچ اطمینان کا ذریعہ اور جھوٹ شک کا سبب ہے۔

۲۱۶ - جھوٹ کا اثر :

(ابن عمرؓ) رفعہ : اذا کذب العبد تباعد عنہ الملك میلا من نتن ما جاء بہ - (ترمذی)

جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اُس کی بدبُو سے میلوں دُور بھاگ جاتا ہے۔

۲۱۷ - کسی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنا :

(بہزؓ بن حکیم) عن ابیہ عن جدہ رفعہ : ویل للذی یحدث بالحدیث یضحك بہ القوم فیکذب ویل لہ ویل لہ (ابوداؤد، ترمذی)

بُرا (ناس) ہو اُس کا جو محض لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں کرتا ہو ایسے شخص کے لیے بربادی ہی بربادی ہے۔

۲۱۸ - دروغ گوئی کا بدترین انداز :

(سفیان بن اسید الحضرمی) رفعہ : کبرت جنایۃ ان تحدث اخاك حدیثا ھو لك بہ مصدق وانت لہ بہ کاذب۔ (ابوداؤد)

تم اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات بیان کرو جس میں وہ تمھیں سچا سمجھ رہا ہو اور تم دراصل جھوٹ کہہ رہے ہو تو یہ شدید گناہ ہے۔

سخاوت و بخل

۲۱۹۔ سخی و بخیل کا فرق :

(ابوھریرہؓ) رفعہ : السخی قریب من اللہ قریب من الناس قریب من الجنۃ بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الناس بعید من الجنۃ قریب من النار ولجاھل سخی احب الی اللہ من عابد بخیل (ترمذی)

سخی اللہ، انسان اور جنّت تینوں سے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دُور، اور بخیل اللہ تعالےٰ، انسان اور جنّت تینوں سے دُور ہوتا ہے اور آگ سے قریب۔ ایک جاہل (یعنی گنوار اور اُجڈ) مگر سخی اللہ کو بخیل عابد سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔

۲۱۹۔ منفق پر خدا کا انفاق :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : قال اللہ تعالیٰ اَنْفِقْ اُنْفِقْ علیک وقال صلی اللہ علیہ وسلم ید اللہ ملآی لا یغیضھا نَفَقَۃٌ سحاء اللیل والنھار أرأیتم ما انفق منذ خلق السموات والارض فانہ لم یغض ما فی یدہ ...... (شیخین وترمذی)

اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ : تم دوسروں پر انفاق کرو تو میں تم پر انفاق کروں گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ : اللہ تعالیٰ کا ہاتھ معمور ہی رہتا ہے۔ رات دن کی بارش جود و عطا سے بھی اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ دیکھتے نہیں کہ زمین و آسمان کی آفرینش کے دن سے آج تک کبھی اس کے خزانے میں کمی نہیں آسکی۔

۲۲۰۔ دولت مند خدا کی بادشاہت میں کس طرح جاسکتا ہے؟ :

(ابوذرؓ) انتھیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس فی ظل الکعبۃ فلما رآنی قال ھم الاخسرون ورب الکعبۃ فجئت حتی جلست فلم اتقار ان قمت فقلت یارسول اللہ فداک ابی وامی من ھم؟ قال ھم الاکثرون اموالا الا من قال ھکذا وھکذا من بین یدیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے اور میں وہاں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا : ربّ کعبہ کی قسم وہ لوگ گھاٹے میں ہیں۔ میں حضورؐ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ : حضورؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، وہ کون لوگ ہیں؟ (جن کے متعلق ابھی فرمایا ہے، کہ وہ لوگ گھاٹے میں ہیں) فرمایا : وہ لوگ جو دولت مند ہیں بجز ان دولت مندوں کے جو اپنی دولت ہر چہار طرف

ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله و تليل ما هم - (شيخين، ترمذی، نسائی)

دراہِ خدا میں) دیتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اس موقعے پر حضورؐ نے ہاتھوں سے اپنے آگے پیچھے، دائیں بائیں دینے کا ارشاد فرمایا۔

۲۲۰۔ شُح بدترین خصلت ہے :

(ابن عمرؓ) رفعه : اياكم و الشح فانما هلك من كان قبلكم بالشح امرهم بالبخل فبخلوا و امرهم بالفجور ففجروا - (ابوداؤد)

شُح (بخیلانہ حرص یا حریصانہ بخل) سے بچو، پچھلی اُمتیں اسی شُح کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ یہ شُح انہیں بُخل پر اُکساتا تو وہ بُخل کرتے اور جب فجور پر اُبھارتا تو فجور کرتے۔

۲۲۱۔ جائداد بنانے سے بچو :

(ابن مسعودؓ) رفعه : لا تتخذوا الضيعة فترغبوا في الدنيا - (ترمذی)

اپنی کوئی جائیداد نہ بناؤ۔ ورنہ دنیا میں پھنس جاؤ گے۔

۲۲۲۔ اُمت کے لیے سب سے بڑا فتنہ :

(کعبؓ بن عاضؓ) رفعه : ان لكل امة فتنة وان فتنة امتي المال - (ترمذی)

ہر اُمت کے لیے ایک ذریعہ آزمائش ہوتا ہے اور میری اُمت کا ذریعہ آزمائش مال ہے۔

۲۲۳۔ مال میں مالدار کا اصلی حصہ کتنا ہے ؟ :

(ابوہریرہؓ) يقول العبد مالي مالي و انّما له من ماله ثلاث ما اكل فافنى او لبس فابلى او اعطى فاقتنى وما سوى ذلك فهو ذاهب وتاركه للناس -

(مسلم)

بندہ "میرا مال میرا مال" بکتا رہتا ہے، حالانکہ مال میں اس کا حصہ صرف تین چیزیں ہوتی ہیں : (۱) جو وہ کھا کر ہضم کر لیتا ہے۔ (۲) پہن کر پُرانا کر دیتا ہے۔ (۳) اور کسی کو دے کر اپنا ذخیرۂ آخرت بناتا ہے۔ ان تین چیزوں کے علاوہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ چلا جاتا ہے یا وہ اُسے دوسروں کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔

۲۲۴ - انسان کا اپنا مال کونسا ہے ؟ :

(ابن مسعودؓ) رفعه : ایکم مالُ
وارثه احب الیه من ماله؟ قالوا
یارسول الله ما منّا احدٌ الّا ماله
احبّ الیه قال فانّ ماله ما قدّم
ومال وارثه ما اخّر۔ (بخاری ونسائی)

حضورؐ نے پوچھا کہ : تم میں کون شخص ہے جسے
اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہے ؟
لوگوں نے عرض کیا کہ : یارسول اللہ ! ہم میں ایسا تو کوئی
بھی نہیں جسے اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔ فرمایا : تو سُن لو
کہ ہر ایک کا اپنا مال وہ ہے جو وہ آگے بھیج چکا ہے
(یعنی راہِ خدا میں دے چکا ہے) اور دوسروں کا مال
وُہ ہے جو اس نے رکھ چھوڑا ہے۔

۲۲۵ - دنیا مومن و کافر کیلیے :

(ابوھریرۃؓ) الدنیا سجن المؤمن
وجنّة الکافر۔ (مسلم، ترمذی)

دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے
جنّت ہے۔

۲۲۶ - حُبّ دُنیا انسان کو کیا بنا دیتی ہے ؟ :

(انسؓ) رفعه : حُبُّ الدنیا رأس
کل خطیئة وحبك الشئ یعمی
ویصم۔ (رزین)

دُنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ کسی شے
کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

۲۲۷ - انسان کی مثال اس دُنیا میں :

(ابن مسعودؓ) مالی وللدنیا ما انا
والدنیا الا کراکب استظلّ تحت شجرة
ثم راح وترکها۔ (مسلم، ابوداؤد)

میرا دنیا سے کیا سروکار ہے میری اور دُنیا کی
مثال ایسی ہے جیسے ایک مسافر کسی درخت کے سائے تلے
ذرا آرام کرے اور پھر اُسے چھوڑ کر چل دے۔

۲۲۸ - آخرت کے مقابلے میں دُنیا کی ہستی کی مثال :

(المستورد اخوبنی فہر) رفعه : ما

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال

الدنیا فی الآخرۃ الامثل ما یجعل احدکم اصبعه ھذہ واشار یحیی بالسبابۃ فی الیم فلینظر بم یرجع۔ (مسلم، ترمذی)

ایسی ہے جیسے کوئی یہ اُنگلی (یعنی انگشت شہادت) سمندر میں ڈال کر نکال لے۔ پھر دیکھے کہ اس نمی کو پورے سمندر سے کیا نسبت ہے؟

اخلاق رذیلہ

۲۲۹۔ بہادر کون ہے:

(ابو ھریرۃؓ) رفعه، لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب۔ (شیخین، موطأ)

بہادر وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، بہادر وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے اُوپر قابو رکھے۔

۲۳۰۔ غصّے کی حقیقت اور اُس کا علاج:

(ابو وائل)...... قال لی النبیّ صلی اللہ علیه وسلّم ان الغضب من الشیطان و ان الشیطان خلق من نار وانما یطفأ النار بالماء فاذا غضب احدکم فلیتوضأ۔ (ابو داؤد)

...... عطیہ کا بیان ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ: غصّہ شیطانی فعل ہے شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے لہٰذا جسے غصّہ آئے وہ وضو کر لے۔

۲۳۱۔ ایضاً:

سلیمان بن سردؓ) استب رجلان عند النبیّ صلی اللہ علیه وسلّم ونحن عندہ فبینما احدھما یسب صاحبه مغضبا قد احمر وجهه قال صلی اللہ علیه وسلّم انی لاعلم کلمۃ لو

دو شخصوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے آپس میں گالی گلوچ کی ہم لوگ بھی وہیں موجود تھے۔ ان دونوں میں ایک شخص دوسرے کو گالی دے رہا تھا تو غصّے سے اُس کا چہرہ لال ہو رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ: مجھے ایک کلمہ ایسا معلوم ہے کہ اگر وہ اُسے

قالها الذهب عن الذی یجد لو قال
اعوذ باللہ من الشیطان الرَّجِیم
ذهب ما یجد ..... (شیخین، ابو داؤد)

زبان سے ادا کرے (یا اس کا قائل ہو جائے) تو اس کا غصہ جاتا رہے۔ یعنی اگر وہ اعوذ باللہِ من الشیطن الرجیم کہے تو اس کا غصہ دور ہو جائے۔

۲۳۲۔ ترکِ غصہ کی نصیحت کی تکرار :

(ابو ہریرۃؓ) ان رجلا قال للنبی
صلی اللہ علیه وسلّم مرنی مبا مس د
؟ فقلله علی ی اسقله قال لا تغضب فردد
مراراً قال لا تغضب (بخاری، موطأ، ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ : مجھے کوئی حکم فرمائیے مگر وہ ایسا مختصر ہو کہ میرے دماغ میں آجائے۔ فرمایا : غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے بار بار اپنا سوال دہرایا اور حضورؐ نے ہر بار یہی فرمایا کہ : غصہ نہ کیا کرو۔

۲۳۳۔ غصے کا ایک اور علاج :

(ابن عباسؓ) رفعه : علموا ونیروا
ولا تعسروا واذا غضب احدکم فلیسکت
واذا غضب احدکم فلیسکت واذا غضب
احدکم فلیسکت - (احمد - کبیر)

تعلیم دو اور آسانی کو پیشِ نظر رکھو اور دشواری نہ پیدا کرو۔ پھر تین بار فرمایا : اگر کسی کو طیش آجائے تو سکوت اختیار کرے۔

۲۳۴۔ حکام کے لیے قابلِ غور :

(محمد بن عطیۃؓ) عن ابیه عن
جده - رفعه : اذا استشاط السلطان
تسلط الشیطان - (احمد، کبیر)

اگر کسی سلطان پر غصہ سوار ہو تو سمجھ لو کہ اس پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔

۲۳۵۔ غیبت کی تعریف اور بہتان سے فرق :

(ابو ہریرۃؓ) رفعه : أتدرون ما
الغیبة ؟ قالوا اللہ ورسوله اعلم
قال ذکرک اخاک بما یکره
فقال رجل ارأیت ان کان فی اخی ما اقول ؟

جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے ؟ انھوں نے عرض کیا : اللہ اور رسولؐ بہتر جانتا ہے، فرمایا : کسی کا اپنے بھائی کے متعلق ایسی باتیں بیان کرنا جو اُسے ناگوار ہوں۔ ایک شخص نے عرض کیا : اگر اس میں واقعی وہ بات موجود ہو جو میں

قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتّہ ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

کہتا ہوں ؟ فرمایا : تم جو کچھ کہو اگر وہ واقعی اس میں موجود ہو تو یہ غیبت ہوگی ۔ اور اگر اس میں وہ بات نہ ہو جو تم کہہ رہے ہو تو یہ بہتان ہوگا ۔

۲۳۶ ۔ شبہ غیبت پر نوٹس :

(عائشۃؓ) قلت یا رسول اللہ حسبک من صفیۃ قصرھا قال لقد قلت کلمۃ لو مزج بھا البحر لمس جبتہ ...... (ابوداؤد، ترمذی)

میں (عائشہؓ) نے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ صفیہؓ (ام المومنین) کی مذمت کے لیے تو ان کا پست قامت ہونا ہی کافی ہے ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ : تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ اسے بھی گدلا کردے ۔

۲۳۷ ۔ مسلمان کی بے حرمتی بھی سُود خواری ہے :

(سعید بن زید) رفعہ : ان من اربی الربوا الاستطالۃ فی عرض المسلم بغیر حق ۔ (ابوداؤد)

بدترین ربا (سود) کسی مسلمان کی عزت پر بے جا حملہ ہے ۔

۲۳۸ ۔ چغل خور کا انجام :

(حذیفۃؓ) رفعہ : لا یدخل الجنۃ قتات ۔ (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا ۔

۲۳۹ ۔ بلیغ تنبیہ :

(ابن مسعودؓ) کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام رجل فوقع فیہ رجل من بعدہ فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلل فقال ومما اتخلل یا رسول اللہ ؟ اکلت لحما ؟ قال انک اکلت لحم اخیک ۔ (کبیر)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص اٹھ کر چلا گیا ۔ دوسرے شخص نے اس کے جانے کے بعد اس کی کچھ عیب جوئی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلال کرو ۔ اس نے کہا : خلال کس بات کا ؟ کیا میں نے کوئی گوشت کھایا ہے ؟ فرمایا : ہاں تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے ۔

لہو و لعب

۲۴۰ - کبوتر بازی :

(ابوہریرہؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا یتبع حمامۃ فقال شیطان یتبع شیطانۃ (ابوداؤد)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کبوتر باز کو کسی کبوتر کے پیچھے جاتے دیکھا تو فرمایا : شیطانہ کے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے۔

۲۴۱ - نشانے بازی کی مشق ذی روح پر :

(ابن جبیر)...... ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن من اتخذ الروح عرضًا۔ (شیخین، نسائی)

.... جو شخص کسی ذی روح پر نشانے بازی کی مشق کرے ، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

۲۴۲ - اظہارِ مسرت کا ایک طریقہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا :

(انسؓ) لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ لعبت الحبشۃ لقدومہ فرحا بذلک لعبوا بحرابھم۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تشریف لائے تو حبشیوں نے اپنے نیزوں کے کرتب دکھا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

لعن و طعن

۲۴۳ - مومن کی زبان کا منفی پہلو :

(ابن مسعودؓ) رفعہ : لیس المؤمن بطعان ولا لعان ولا فاحش ولا بذی۔ (ترمذی)

مومن نہ لعن طعن کیا کرتا ہے ، نہ بے حیائی نہ فحش گوئی۔

۲۴۴۔ مومن کو گالی دینے اور قتل کرنے کا فرق :

(ابن مسعودؓ) رفعه : سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر۔ (شیخین، ترمذی، نسائی)

مومن کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

۲۴۵۔ کسی کو فاسق و کافر کہنے کا نتیجہ :

(ابوذرؓ) رفعه : لا یرمی رجل رجلا بالفسق او الكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذلك۔ (بخاری)

اگر کسی کو فاسق یا کافر کہا جائے اور وہ دراصل ایسا نہ ہو تو یہ الفاظ پلٹ کر کہنے والے ہی پر آئیں گے۔

۲۴۶۔ کسی چیز پر لعنت کرنے کے بعد :

(ابوالدرداءؓ) رفعه : اذا لعن العبد شيئا صعدت اللعنة الى السماء فتغلق ابواب السماء دونها ثم تهبط الى الارض فتغلق ابوابها دونها فتأخذ يمينا وشمالا فاذا لم تجد مساغاً رجعت الى الذى لعن فان كان لذلك اهلا والا رجعت الى قائلها۔ (ابوداؤد)

جب بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس لعنت کو روکنے کے لیے بند ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے اور جب اُسے کوئی ٹھکانا نہیں ملتا تو اس کے بعد اُدھر جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے۔ اگر وہ واقعی اس لعنت کا مستحق ہوا تو فبہا، ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف پلٹ آتی ہے۔

۲۴۷۔ گالی کا آغاز کرنے والا :

(ابوھریرۃؓ) رفعه : المستبان ما قالا فعلى البادى منهما حتى يعتدى المظلوم۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

دو آدمی جب ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں تو ان سب گالیوں کا گناہ اس پر ہوتا ہے جو ابتدا کرے۔ الّا آنکہ مظلوم زیادتی کا مرتکب ہو۔

۲۴۸ - زمانے کو بُرا بھلا کہنا :

(ابو ھریرۃؓ) رفعه : قال اللہ تعالیٰ یسب بنو اٰدم الدھر وانا الدھر بیدی اللیل والنھار - وفی روایة: یؤذینی ابن اٰدم یقول یا خیبة الدھر فانی انا الدھر اقلب لیله ونھاره - (شیخین، ابوداؤد، موطأ)

اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے : یہ آدم زادے زمانے "کو گالی دیتے ہیں، حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں۔ یعنی رات اور دن میرے قبضے میں ہیں۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ : جب فرزندِ آدمؑ یہ کہتا ہے کہ یہ نامراد" زمانہ"، تو دراصل مجھے (اللہ کو) اذیت پہنچاتا ہے (لہٰذا کوئی زمانے کو نامراد نہ کہے) کیونکہ زمانہ میں خود ہی ہوں، یعنی رات اور دن کو میں ہی گردش دیتا ہوں۔

۲۴۹ - ہوا پر ملامت کرنا :

(ابن عباسؓ) ان رجلا نازعته الریح رداءہ فلعنھا فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تلعنھا فانھا مأمورة مسخرة وانه من لعن شیئا لیس له باھل رجعت علیه - (ابوداؤد، ترمذی)

ہوا ایک آدمی کی چادر کو اُڑانے لگی تو اس نے ہوا پر لعنت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوا پر لعنت نہ کرو۔ یہ تو مامور و مسخر ہے (یعنی ارادے سے نہیں چلتی) جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ اُس کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت کرنے والے پر پلٹ آتی ہے۔

۲۵۰ - مُردوں کی بُرائی کرنا :

(عائشۃؓ) رفعه لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا - (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہا کرو وہ جو کچھ آگے بھیج چکے ہیں اُدھر ہی جا چکے ہیں۔

۲۵۱ - مُردوں کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں :

(ابن عمرؓ) رفعه : اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم (ابوداؤد، ترمذی)

مُردوں کی نیکیوں کا ذکر کرو اور بُرائیوں کے ذکر سے پرہیز کرو۔

۲۵۲۔ اُونٹنی پر لعنت :

(عمران بن حصینؓ) بینما النبیّ صلّی اللہ علیه وسلّم فی بعض اسفاره و امرأة من الانصار علی ناقة لها فضجرت فلعنتها فسمع ذلک صلّی اللہ علیه وسلّم فقال خذوا ما علیها و دعوها فانها ملعونة قال عمران فکأنی اراها الآن تمشی فی الناس ما یعرض لها احد۔ (مسلم، ابوداؤد)

ایک سفر کے موقعے پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ایک انصاریہ عورت بھی اپنی اُونٹنی پر سوار تھی۔ اُس کی کسی بات سے زچ ہو کر اُس نے اپنی اُونٹنی پر لعنت کی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ سُنا تو فرمایا : اسے نیچے اُتار کر چھوڑ دو۔ یہ ملعونہ ہے۔ اس وقت میری (عمران کی) آنکھوں کے سامنے وہ منظر ہے کہ وہ لوگوں میں پیدل چلی جا رہی ہے اور کوئی اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

حسد و بدگمانی و پردہ دری

۲۵۳۔ حسد و رشک کے دو جائز موقعے :

(ابن مسعودؓ) لا حسد الا فی اثنتین رجل اتاه اللہ الحکمة فهو یقضی بها و یعلمها و رجل اتاه اللہ مالا فسلطه علی هلکته فی الحق۔ (شیخین)

(حسد و رشک) صرف دو موقعوں پر غیر مُضر ہو سکتا ہے : ایک تو ایسے آدمی سے جسے اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اُسی کے مطابق فیصلے دیتا ہو اور اُس کی تعلیم دیتا ہو، دوسرے اُس آدمی سے جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وُہ اسے راہِ حق میں فنا کرنے کے درپے ہو۔

۲۵۴۔ حسد کا انجام :

(ابو ہریرةؓ) رفعه : ایاکم والحسد فان الحسد یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب اوقال العشب۔ (ابوداؤد)

حسد سے بچو! یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

۲۵۵ - بدگمانی، ایک مسلمان دوسرے کے لیے کیسا ہو؟ :

(ابو ہریرہؓ) رفعه : ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد الله اخوانا کما امرکم المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یحقره التقوی ههنا التقوی ههنا التقوی ههنا ویشیر الی صدره، حسب امرئ من الشر ان یحقر اخاه المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه وعرضه وماله ان الله لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم و اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم۔

(للستة الا النسائی)

بدگمانی سے بچو! کیونکہ یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ ٹوہ بھی نہ لیا کرو۔ تاہم خود غرضی، حسد، بغض اور دشمنی نہ کیا کرو۔ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بنے رہو۔ جیساکہ حکم الٰہی ہے : مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، ایک مسلمان دوسرے پر ظلم نہیں کرتا، اُسے بےیارومددگار نہیں چھوڑتا اور اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ پھر اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ اس جگہ ہوتا ہے، اس جگہ ہوتا ہے، اس جگہ ہوتا ہے۔ کسی کی طرف سے شر ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان کا خون آبرو اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اللہ تمھارے جسموں شکلوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

۲۵۶ - تین دن سے زیادہ ترک کلام کیے رہنا :

(ابو ہریرہؓ) رفعه : لا یحل لمؤمن ان یھجر مؤمنا فوق ثلاث فان مرت به ثلاث فلیلقه ولیسلم علیه فان رد علیه فقد اشترکا فی الاجر و ان لم یرد علیه فقد باء بالاثم۔

(ابوداؤد)

مومن کے لیے یہ حلال نہیں کہ دوسرے مومن سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیے رہے۔ اگر تین دن ہو جائیں تو چاہیئے کہ وہ اُس سے ملے اور اُسے سلام کرے۔ اگر وہ سلام کا جواب دے دے تو دونوں ہی اجر میں شریک ہوں گے اور اگر جواب نہ دے تو خود گناہ کی لپیٹ میں آجائے گا۔

۲۵۷ - مومن کی حرمت کا قیام :

(ابن عمرؓ) صعد النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم المنبر فنادیٰ بصوت رفیع فقال یا معشر من اسلم بلسانہ ولم یُفضِ الایمان الی قلبہ لا تؤذوا المسلمین ولا تعیروھم ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من یتبع عورۃ اخیہ المسلم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ ولو فی جوف رحلہ وقال نافع ونظر ابن عمر یوماً الی الکعبۃ فقال ما اعظمکِ وما اعظم حرمتکِ والمؤمن اعظم حرمۃً عند اللہ منکِ - (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک بار منبر پر چڑھ کر زوردار آواز میں پکار کر فرمایا کہ: اے وہ لوگو! جو زبان سے اسلام لے آئے ہو اور دل میں ابھی ایمان نہیں اُترا ہے! مسلمانوں کو اذیت نہ پہنچاؤ، ان کو شرمندہ نہ کرو اور ان کی پردے کی باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پردے کی باتوں کے پیچھے پڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری کرکے رُسوا کرے گا خواہ وہ اپنے گھر میں کیوں نہ بند ہو۔

نافعؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک دن کعبے کو دیکھ کر فرمایا: تیری شان اور تیرا احترام زبردست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ایک مسلمان کا احترام تجھ سے بھی زیادہ ہے۔

۲۵۸ - کسی کی مُصیبت پر خوش ہونے کا انجام :

(واثلۃ بن الاسقع) رفعہ: لا تظھر الشماتۃ باخیک فیعافیہ اللہ ویبتلیک۔ (ترمذی)

اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کیا کرو۔ ورنہ اُسے تو اللہ عافیت دے دے گا، اور تمھیں اُسی میں مبتلا کر دے گا۔

۲۵۹ - بلیغ اندازِ تنبیہ :

(عائشہؓ) کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم اذا بلغہ عن الرجل سم یقل ما بال فلان؟ ولکن یقول ما بال اقوام یقولون کذا وکذا۔ (ابی داؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ: جب کسی کی کوئی شکایت پہنچتی تو یہ کبھی نہ فرماتے کہ: فلاں شخص کا کیا حال ہے بلکہ یوں فرماتے کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو ایسا کہتے ہیں (یا ایسا کرتے ہیں)

تکبّر و ریاکاری وغیرہ

۲۶۰ - تکبّر اور جمال پسندی کا فرق :

(ابن مسعودؓ) رفعه : لا یدخل الجنّة من کان فی قلبه مثقال حبة من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنا و نعله حسنا قال ان الله جمیل و یحب الجمال الکبر بَطَرُ الحق وَغَمْطُ الناس ۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

جس کے دل میں رائی برابر بھی کبر ہو گا وہ بہشت میں نہیں جائے گا ۔ ایک شخص نے کہا کہ: انسان تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا جوتا اچھا ہو ۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے ۔ یہ کبر نہیں ۔ بلکہ انکار حق اور لوگوں کو نگاہ حقارت سے دیکھنا کبر ہے ۔

۲۶۱ - ریاکار قاری کا ٹھکانا :

(ابوہریرۃؓ) رفعه : تعوذوا بالله من جُبّ الحزن قالوا وما جُبّ الحزن؟ قال وادٍ فی جهنّم تتعوذ منه جهنّم کل یوم مائة مرة قیل ومن یدخله؟ قال القراء المراؤون باعمالهم ۔ (ترمذی)

"جبّ حزن" سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگو لوگوں نے پوچھا کہ "جبّ حزن" کیا چیز ہے ؟ فرمایا : جہنّم کا ایک طبقہ ہے جس سے خود دوزخ ہر روز سوبار پناہ مانگتی ہے ۔ پوچھا گیا کہ : اس میں جائے گا کون؟ فرمایا : ریاکار قرّاء ۔

۲۶۲ - پوشیدہ نیکی کے ظاہر ہو جانے پر خوشی :

(ابوہریرۃؓ) ان رجلا قال یا رسول الله الرجل یعمل فیُسِرّہ فاذا اطّلع علیه اعجبه ذلك فقال صلّی الله علیه وسلّم له اجران اجر السرّ

ایک شخص نے پوچھا کہ : یا رسول اللہ! بعض اوقات انسان چھپا کر نیک عمل کرتا ہے ۔ لیکن جب وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو اُسے خوشی ہوتی ہے (یہ ریاکاری تو نہیں؟) فرمایا : اس کے لیے دوہرا اجر ہے

اجر العلانية - (ترمذی)

ایک پوشیدہ رکھنے کا اور دوسرا ظاہر ہو جانے کا۔

۲۶۳ - اکبر الکبائر :

(ابو بکرةؓ) رفعه : الا انبئكم باكبر الكبائر ثلاثا الاشراك بالله وعقوق الوالدين الاوشهادة الزور وقول الزور وكان متكئا فجلس وما زال يكررها حتى قلنا ليته سكت -

(شیخین، ترمذی)

میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں (اکبر کبائر) کی نشان دہی نہ کر دوں؟ یہ تین بار دہرانے کے بعد فرمایا کہ: یہ گناہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی اور سن لو جھوٹی گواہی اور جھوٹا بیان بھی۔ حضورؐ اُس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر اُٹھ بیٹھے اور اس کی (یعنی جھوٹی گواہی اور جھوٹے بیان کی) اتنی بار تکرار فرماتے رہے کہ ہم لوگ دل میں کہنے لگے کہ کاش! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بس فرمائیں۔

۲۶۴ - نو کبائر :

(عبید بن عمیرؓ) عن ابيه : انّ النبىّ صلى الله عليه وسلّم قال وقد سأله رجل عن الكبائر فقال هن تسع فذكر الشرك والسحر وقتل النفس واكل الربوا واكل مال اليتيم والتولى يوم الزحف وقذف المحصنات وعقوق الوالدين واستحلال البيت الحرام قبلتكم احياء وامواتا - (رزین)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر (بہت بڑے گناہوں) کو دریافت کیا کہ وہ کون کون سے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نو ہیں (۱) شرک (۲) سحر (۳) قتلِ نفس (۴) سُود خوری (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد کے موقع پر فرار اختیار کرنا (۷) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا (۸) والدین کی نافرمانی کرنا (۹) کعبۃ اللہ میں خلافِ حرمت کام کرنا، خواہ زندوں کے ذریعے سے یا مُردوں کے۔

۲۶۵ - علاماتِ نفاق :

(ابن عمروؓ بن العاص) رفعه : اربع من كن فيه كان منافقا خالصا و من كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها

چار خصلتیں ایسی ہیں جو کسی کے اندر یکجا ہوں تو وہ پکا منافق ہوتا ہے۔ اور اگر کسی میں ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی تاآنکہ وہ اُسے ترک کر دے۔ (۱) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۲) بات کرے تو جھوٹ بولے۔

اذا ائتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر۔ (للستۃ الا مالکا)

(۳) جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور (۴) جب جھگڑے تو حد سے تجاوز کر جائے۔

جھگڑنا

۲۶۶۔ مناظرہ قوموں کی بربادی ہے :

(ابوامامہؓ) ماضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم تلا ماضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون۔ (ترمذی)

ہدایت کے بعد وہی قوم گمراہی کی طرف آتی ہے جس میں جھگڑنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے' اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت پڑھی : (ترجمہ) اے رسولؐ! یہ لوگ محض جھگڑنے کے لیے آپؐ پر ضرب المثل چسپاں کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔

۲۶۷۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ نفرت :

(عائشہؓ) رفعتہ : ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم۔ (شیخین، ترمذی، نسائی)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ نفرت وہ لوگ ہیں جو جھگڑنے میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر ہیں۔

نام اور کنیت

۲۶۸۔ ناموں میں جمالیاتی رعایت :

(ابوالدرداؓ) رفعہ : انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء آبائکم فاحسنوا اسمائکم۔ (ابوداؤد)

تم لوگوں کو بروزِ قیامت تمھارے اور تمھارے آباء کے نام سے بلایا جائے گا۔ اس لیے اپنے نام اچھے رکھو۔

۲۶۹ - شاہنشاہ کا لقب فیل ترین نام ہے :

(ابو ہریرۃ رفعہ : ان اخنع اسم عند اللہ رجل تسمّی ملک الا ملاک لاملک الا اللہ قال سفیان مثل شاھنشاہ۔ (شیخان ، ابو داؤد ، ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ترین نام جو کوئی رکھ سکتا ہے مَلِکُ الاملاک (شاہنشاہ) ہے۔ بادشاہ اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ سفیان نے اس کی مثال میں لفظ "شاہنشاہ" بتایا ہے۔

۲۷۰ - ناموں میں ذوقِ نبویؐ :

(یحییٰ بن سعیدؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للقحة تحلب من یحلب ھذہ؟ فقام رجل فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسمک -؟ قال مرة فقال لہ اجلس ثم قال من یحلب ھذہ؟ فقام رجل فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسمک؟ قال حرب فقال لہ اجلس ثم قال من یحلب ھذہ؟ فقام رجل فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسمک؟ قال یعیش فقال لہ احلب۔ (مالک)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دودھ دینے والی اونٹنی کو دیکھ کر ایک بار فرمایا کہ : اس اونٹنی کا دودھ کون دوہے گا۔ ایک شخص اٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا: مرہ (کڑوی چیز) فرمایا : تم بیٹھو۔ اس کے بعد پوچھا : اسے کون دوہے گا؟ ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا ، پوچھا : تمہارا نام؟ عرض کیا: حرب (جنگ) فرمایا : تم بھی بیٹھو۔ پھر دریافت فرمایا : کون اسے دوہے گا؟ تیسرا اٹھا۔ فرمایا : تمہارا کیا نام ہے؟ عرض کیا : یعیش (جیتا ہے) فرمایا : تم دوہو۔

۲۷۱ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل بُرے ناموں کے ساتھ :

(عائشہؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح۔ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیح ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔

۲۷۲ - حُسنِ بیان اور اچھے شعر کی قدر افزائی :

(ابن عباسؓ) جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی

علیہ وسلّم فجعل یتکلم بکلام فقال ان من البیان سحرا وان من الشعر حکمًا۔ (شیخین، ترمذی)

آیا۔ بڑے اچھے انداز میں گفتگو کرنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض گفتگو میں جادو اور بعض شعروں میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

شعر کہنا اور سُننا

۲۷۳۔ لبید کا حقیقت آگاہ مصرعہ:

(ابوہریرۃؓ) رفعہ: اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید "الا کل شئ ماخلا اللہ باطل" وکاد ابن ابی الصلت یسلم۔

(شیخین، ترمذی)

سب سے زیادہ سچی بات جو کوئی شاعر کہہ سکتا ہے وہ وہ ہے جو لبید نے ایک مصرعے میں کہی ہے کہ "الا کل شئ ماخلا اللہ باطل" (یاد رکھو اللہ کے سوا ہر شے باطل ہے) یہ ابن ابی الصلت تو قریب قریب اسلام لے ہی آیا تھا۔

۲۷۴۔ مضمون کے لحاظ سے نظم و نثر میں کوئی فرق نہیں:

(ابن عمرؓ) رفعہ: الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام۔ (اوسط)

شعر کی حیثیت عام گفتگو (نثر) جیسی ہے۔ جو بات نثر میں اچھی ہے وہ شعر میں بھی اچھی ہے۔ اور جو اس میں بُری ہے اس میں بھی بُری ہے۔

زہد و فقر وغیرہ

۲۷۵۔ حبّ جاہ و مال کی قابلِ غور تمثیل:

(ابن عمرؓ) رفعہ: ما ذئبان ضاریان فی حضیرۃ یأکلان ویفسدان بأضر فیھا من حب الشرف وحب المال

دو خونخوار بھیڑیوں کا کسی زخم کو چاٹ چاٹ کر خراب کرنا زخم کے لیے اتنا مضر نہیں جتنی مضر ایک مسلمان کے دین کے لیے حب جاہ و مال

فی دین المرء المسلم ۔ (سبز وار)
(کعب بن مالک) ما ذئبان جائعان
ارسلا فی غنم بافسد لھا من حرص
المرء علی المال والشرف لدینہ ۔
(ترمذی، دارمی، احمد)

ہے۔
دو بھیڑیئے اگر کسی غلّے میں چھوڑ دیئے جائیں
تو وہ اس کے لیے اتنے فساد انگیز نہیں جتنی
انسان کے دین کے لیے مال وجاہ کی ہوس
ہے۔

٢٧٦ - میانہ روی :

(ابن عباسؓ) رفعہ : ما عال
مقتصد قط ۔ (کبیر، اوسط بلین)

میانہ روی اختیار کرنے والا کبھی محتاج
نہیں ہوتا۔

٢٧٧ - بڑھاپے میں کیا چیز جوان ہوجاتی ہے ؟ :

(انسؓ) یھرم ابن آدم ویشبّ
معہ اثنتان الحرص علی المال
والحرص علی العمر ۔
(شیخین، ترمذی)

فرزندِ آدم بوڑھا تو ہوجاتا ہے، مگر اس کی
دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں:۔
(۱) ایک مال کی حرص
اور (۲) دوسرے زندگی کی ہوس۔

٢٧٨ - انسانی ہوس کم نہیں ہوتی :

(انسؓ) رفعہ : لو کان لابن آدم
وادیان من مال لا بتغی لھما ثالثا
ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب
ویتوب اللہ علی من تاب ۔
(شیخین، ترمذی)

اگر فرزندِ آدم کے پاس دو میدان بھی مال سے
لبریز ہو جائیں، تو وہ چاہتا ہے کہ ایک میدان بھر
مال اور ہو جائے ۔ فرزندِ آدم کا شکم مٹی (قبر) ہی سے
بھرتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ اسی کی طرف توجہ فرماتا
ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

رقائق ومواعظ وغیرہ

٢٧٩ - اُمید وبیم والے کو خوشخبری :

(انسؓ) ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے ہاں تشریف

دخل على شاب وهو فى الموت فقال كيف تجدك ؟ قال ارجو الله يارسول الله وانى اخاف ذنوبى فقال صلى الله عليه وسلم لا يجتمعان فى قلب عبد فى مثل هذا الموطن الا اعطاه الله ما يرجو منه و امنه مما يخاف ۔ (ترمذی)

لے گئے جو جان بلب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے تو اچھی اُمیدیں رکھتا ہوں۔ البتہ اپنے گناہوں سے خوف آتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: موت و حیات کی اس جنگ کے موقعے پر جس بندے کے دل میں بھی یہ دونوں (امید وبیم) کیفیتیں یکجا ہو جائیں۔ اس کی اُمیدیں اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتا ہے اور خوف سے بچا لیتا ہے۔

۲۸۰۔ مرکزِ فکر کے فرق کے نتائج :

(انسؓ) رفعہ : من كانت الأخرة همه جعل الله غناه فى قلبه وجمع عليه شمله واتته الدنيا وهى راغمة و من كانت الدنيا همه جعل الله فقره بين عينيه وفرق عليه شمله ولم يأته من الدنيا الا ما قدر له۔

(ترمذی)

جس کا مرکزِ فکر آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا پیدا کر دیتا ہے اور اس کے منتشر شیرازے کو سمیٹ لیتا ہے اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے اور جس کی ساری توجہ دنیا کی طرف ہو اس کی محتاجی کو اس کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیتا ہے۔ اور اس کے شیرازے کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس کے پاس دنیا اتنی ہی آتی ہے جتنی مقدر ہوتی ہے۔

۲۸۱۔ محتاجی کیسے ختم ہوتی ہے؟ :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : يقول الله تعالى ابن آدم تفرغ لعبادتى املأ صدرك غنى واسد فقرك والا تفعل ملأت يديك شغلا ولم اسد فقرك ۔

(ترمذی)

اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے : اے فرزندِ آدم تو پوری فراغت کے ساتھ میری عبدیت اختیار کر لے تو میں تیرے سینے کو غنا سے معمور کر دوں گا اور تیری محتاجی کو ختم کر دوں گا، اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے ہاتھوں کو کاروبار میں پھنسائے رکھوں گا۔ مگر تیری محتاجی کو ختم نہ ہونے دوں گا۔

۲۸۲ - فقیہ کون ہے ؟ :

(علیؓ) قال الا لا خیر فی قراءۃ لیس فیہا تدبر ولا فی عبادۃ لیس فیہا تفقہ الفقیہ کل الفقیہ من لم یُقنط الناس من رحمۃ اللہ ولم یُؤمنہم من مکر اللہ ولم یدع القرآن رغبۃ عنہ الی ما سواہُ۔ (رزین)

سُن لو کہ جس تلاوت میں تدبّر نہ ہو، اور جس عبادت میں تفقّہ نہ ہو اُس میں کوئی خیر نہیں۔ مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ کرے اور گرفت خداوندی سے بے پروا نہ کرے، اور قرآن حکیم کو غیر قرآن کی طرف راغب ہونے کے لیے نہ چھوڑ دے۔

۲۸۳ - نصیحت مسیح علیہ السلام :

(مالکؒ) بلغہ : ان عیسیٰ بن مریم کان یقول لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فتقسُوَ قلوبکم فان القلب القاسی بعید من اللہ ولکن لا تعلمون ولا تنظروا فی ذنوب الناس کأنکم ارباب انظروا فی ذنوبکم کأنکم عبید فانما الناس مبتلی ومعافی فارحموا اھل البلاء واحمدوا اللہ علی العافیۃ (رزین)

عیسیٰؑ ابن مریمؑ کہا کرتے تھے کہ : ذکرِ الٰہی سے خالی ہو کر زیادہ باتیں نہ بناؤ ورنہ تمھارے دل سخت ہو جائیں گے۔ سخت دل اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے۔ لیکن تم اس حقیقت کو سمجھتے نہیں اور لوگوں کے گناہوں کو اس طرح نہ دیکھو گویا کہ تم رب ہو بلکہ اپنے گناہوں پر اس طرح نظر رکھو کہ جیسے تم بندے ہو۔ انسان آزمائشوں میں بھی پڑتا ہے اور عافیت بھی حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا آزمائش والوں پر رحم کرو اور عافیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

۲۸۴ - نصیحتِ لقمان حکیم :

(مالکؒ) ان لقمان قال لابنہ یا بنی ان الناس قد تطاول علیہم ما یوعدون وہم الی الاخرۃ سراعًا یذہبون وانک قد استدبرت الدنیا

لقمان حکیم نے اپنے صاحبزادے سے کہا تھا کہ اے فرزند! لوگوں سے جس بات کا وعدہ کیا گیا تھا اسے بہت دن گزر گئے۔ لیکن وہ آخرت کی طرف بڑی تیزی سے جا رہے ہیں۔ جب سے تمھارا وجود ہوا تم دنیا کو پیچھے

منذ كنت واستقبلت الآخرة وان دارًا تسير اليها اقرب اليك من دار تخرج عنها۔ (رزین)

چھوڑتے جا رہے ہو اور آخرت کی طرف بڑھتے جا رہے ہو۔ وہ گھر جس کی طرف تم جا رہے ہو اس گھر سے زیادہ قریب تر ہے جس سے تم نکل رہے ہو۔

۲۸۵۔ زمین پر گمنام اور آسمان پر نام آور:

(ابن مسعودؓ) كونوا ينابيع العلم مصابيح الهدى احلاس البيوت سرج الليل جدد القلوب خلقين الثياب تعرفون في اهل السماء وتخفون على اهل الارض۔ (دارمی)

علم کا سرچشمہ بنو اور ہدایت کی شمع، گھر کا ٹاٹ بنو اور رات کا چراغ، نیا دل اور کہنہ پوش بنو۔ اس طرح آسمان والوں میں تو پہچان لیے جاؤ گے اور زمین والوں سے پوشیدہ رہو گے۔

۲۸۶۔ کام کی باتیں:

(عمر بن عبد العزیزؓ) من تعبّد بغير علم كان ما يفسد اكثر مما يصلح ومن عد كلامه من عمله قلّ كلامه الا فيما يعنيه ومن جعل دينه غرضًا للخصومات كثر تنقله۔ (دارمی)

جہالت کے ساتھ جو عبادت کرتا ہے اس کا فساد اس کی اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے اور جو اپنی گفتگو کا مقابلہ اپنے عمل سے کرے اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے۔ صرف وہیں گفتگو ہوتی ہے جہاں گفتگو مفید ہو۔ اور جو شخص جھگڑوں کو دین کا مقصد بناتا ہے اس کی رائے بدلتی رہتی ہے۔

۲۸۷۔ ذکرِ الٰہی کی قدر و قیمت (عجیب اسوہ)

(عبد اللہ بن ابی بکرؓ) ان اباطلحةؓ كان يصلّي في حائط له فطار دُبسيٌّ فطفق يتردد يلتمس مخرجا فلا يجد فاعجبه ذلك فتبعه بصره ساعة ثم رجع الى صلاته فاذا هو لا يدري كم صلى فقال لقد اصابني في مالي هذا!

ابوطلحہؓ اپنے باغ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ دُبسی (ایک قسم کی چڑیا) اڑتی ہوئی آگئی اور باہر نکلنے کے لیے اِدھر سے اُدھر راہ ڈھونڈنے لگی۔ اُسے کوئی راستہ نہ ملتا تھا (یعنی باغ بہت گھنا تھا) ابوطلحہؓ کو اس پر حیرت ہوئی اور کچھ دیر نگاہ اس کی طرف جمی رہی۔ پھر اپنی نماز کی طرف دھیان دیا اور اُنھیں پتہ نہ چل سکا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔

فتنة فجاء الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر لہ الذی اصابہ فی صلاتہ وقال یارسول اللہ ھو صدقۃ فضعہ حیث شئت ۔ (مالک)

انھوں نے کہا کہ : میرے مال نے مجھے فتنے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نماز کا یہ حادثہ بیان کیا اور عرض کیا کہ : یارسول اللہ ! یہ باغ کارِ خیر میں دیتا ہوں اُسے حضورؐ جہاں چاہیں کام میں لائیں ۔

۲۸۸ - حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا :

(عتبہ بن عبیدؓ) رفعہ : لو ان رجلا یخرّ علی وجہہ من یوم ولد الی یوم یموت فی مرضاۃ اللہ تعالیٰ لحقّرہ یوم القیامۃ۔ (احمد)

اگر ایک شخص اپنی پیدائش کے دن سے لے کر موت کے وقت تک اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جبینِ نیاز گھِستا رہے ، تو قیامت کے دن اُسے بھی بہت کمتر سمجھے گا ۔

۲۸۹ - چار بدبختیاں :

(انسؓ) رفعہ : اربعۃ من الشقاء جمود العین وقساوۃ القلب وطول الامل والحرص علی الدنیا (بزار بضعف)

چار باتیں بڑی بدبختی کی ہیں : (۱) آنسو کا نہ نکلنا (۲) دل کا سخت ہونا (۳) آرزوؤں کا دراز ہونا اور (۴) دنیا کی ہوس ہونا ۔

۲۹۰ - پانچ نصیحتیں :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : من یأخذ ھذہ الکلمات فیعمل بھن او یعلّم من یعمل بھن ؟ قال ابوھریرۃؓ قلت انا یا رسول اللہ فاخذ بیدی وعدّ خمسًا فقال اِتّقِ المحارم تکن اعبد الناس وارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس واحسن الی جارک تکن مؤمنا

کون یہ کلمے قبول کرتا ہے ، جن پر وہ خود عمل کرے یا کسی عمل کرنے والے کو بتا دے ؟ ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ : میں یا رسول اللہ ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ باتیں بتائیں : (۱) حرام باتوں سے بچو تو سب سے بڑھ کر عابد بن جاؤ گے (۲) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمھاری قسمت رکھی ہے ، اس پر راضی و شاکر رہو تو سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے (۳) اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ، تو مومن بن جاؤ گے ۔

وَاَحِبَّ للناس ما تحب لنفسك تكن مسلما ولا تكثر الضحك فان كثرة الضحك تميت القلب (ترمذی)

(۴) تمام انسانوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے کرتے ہو تو مسلم بن جاؤ گے (۵) اور زیادہ ہنسا نہ کرو۔ کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

۲۹۱۔ نُو احکام:

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: امرنی ربی بتسع (۱) خشیة الله فی السر والعلانیة (۲) وکلمة العدل فی الرضا والغضب (۳) والقصد فی الفقر والغنی (۴) وان اصل من قطعنی (۵) واعطی من حرمنی (۶) واعفو عمن ظلمنی (۷) وان یکون صمتی فکرًا (۸) ونطقی ذکرًا (۹) ونظری عبرة وامر بالمعروف۔ (رزین)

میرے رب نے مجھے ان نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ (۱) باطناً اور ظاہراً ہر حال میں خدا کا ڈر ہو (۲) خوشی اور غصے میں عدل باقی رہے (۳) غنا اور فقر ہر ایک میں میانہ روی باقی رہے (۴) قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ بھی صلۂ رحمی ہو (۵) محروم رکھنے والے کو بھی حق دیا جائے (۶) زیادتی کرنے والے سے درگزر ہو۔ (۷) خاموشی میں فکر ہو (۸) گفتگو میں ذکرِ الٰہی ہو (۹) نگاہ میں عبرت پذیری ہو اور امر بالمعروف ہو۔

۲۹۲۔ بدی کا علاج کس طرح ہو؟:

(ابوذرؓ) رفعہ: اتق الله حیث ماکنت واَتبع السیئة الحسنة تمحها وخالِقِ الناس بخلق حسن۔ (شق هذمی)

تم جس حال میں بھی ہو تقویٰ اللہ کو اختیار کیے رہو۔ برائی کو نیکی کے ذریعے مٹاؤ اور تمام انسانوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

۲۹۳۔ شاکر و صابر عنداللہ کون ہوتا ہے؟:

(ابن عمروؓ بن العاص) رفعہ: خصلتان من کانتا فیه کتبه الله شاکرًا صابرًا ومن لم تکونا فیه لم یکتبه الله شاکرا ولا صابرًا من

دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں موجود ہوں اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر قرار دیتا ہے۔ اور جس میں یہ نہ ہوں، اسے صابر و شاکر کی فہرست میں نہیں لکھتا۔ جو شخص دین میں اپنے سے برتر کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے

نظرفی دینه الی من هو فوقه فاقتدی به ونظرفی دنیاه الی من هو دونه فحمد الله علی ما فضّله علیه کتبه الله شاکرًا صابرًا ومن نظرفی دینه الی من هو دونه فی دینه الی دینه الی من من هو دفعه ونظرفی دنیاه الی من هو فوقه فاسفه علی ما فاته منه لم یکتبه الله شاکرًا ولا صابرًا۔ (ترمذی)

اور دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے زیادہ دیا ہے اس پر شکر کرے، تو اللہ تعالیٰ اُسے صابر و شاکر لکھ دیتا ہے۔ اور اس کے برعکس جو شخص دین میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دنیا میں اپنے سے برتر کو دیکھ کر اپنی کمی پر افسوس کرے، اللہ تعالیٰ اُسے شاکر و صابر نہیں لکھتا۔

۲۹۴۔ نجات کی رُوح کیا ہے؟ :

(عقبۃ بن عامرؓ) قلت یارسول الله ما النجاة؟ قال امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک ۔ (ترمذی)

میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! نجات کیا ہے؟ فرمایا: اپنی زبان پر قابو رکھو، تمہارا گھر کشادہ رہے۔ اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہاؤ۔

۲۹۵۔ مومن آپ اپنی تذلیل کب کرتا ہے؟ :

(حذیفۃؓ) رفعه: لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسه قالوا وکیف یذل نفسه؟ قال یتعرض من البلاء لما لا یطیق ۔ (ترمذی)

مومن کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرنا زیبا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: اپنے آپ کو ذلیل کرنے سے کیا مقصد ہے؟ فرمایا: ایسی آزمائشوں کے درپے ہونا جو طاقتِ برداشت سے باہر ہوں۔

۲۹۶۔ ایک جامع نصیحت :

(معاویۃؓ) کتب الی عائشة ان اکتبی لی کتابا توصینی فیه ولا تکثری علی فکتبت سلام علیک اما بعد فانی سمعت رسول الله صلی الله

معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ: مجھے کوئی نصیحت لکھ بھیجئے لیکن وہ لمبی چوڑی نہ ہو۔ آپ نے لکھا کہ: اما بعد۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی ناراضی کے مقابلے

عليه وسلّم يقول من التمس رضى الله بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس ومن التمس رضا الناس بسخط الله وكله الله الى الناس والسلام عليك ۔ (ترمذی)

میں اللہ کی رضاجوئی کرتا ہے تو لوگوں کی سختی دُور کرنے کے لیے اللہ کافی ہو جاتا ہے اور جو اللہ کی ناراضی کے مقابلے میں انسانوں کی رضاجوئی کرتا ہے، اسے اللہ انسانوں ہی کے حوالے کر دیتا ہے۔ والسّلام عَلَیْکَ۔

۲۹۷۔ مومن کون ہے اور فاجر کون ؟ :

(ابوھریرۃؓ) رفعه : المؤمن غرّ كريم والفاجر خبّ لئيم ۔ (ترمذی)

مومن سادہ دل اور سخی ہوتا ہے اور فاجر دغاباز اور بخیل ہوتا ہے۔

۲۹۸۔ مومن ایک ہی بار دھوکا کھاتا ہے :

(ابوھریرۃؓ) رفعه : المؤمن لا يلدغ من جحر مرّتين ۔ (شیخین، ابوداؤد)

مومن ایک بل سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔

۲۹۹۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین طرح کے آدمیوں کے خلاف ہوں گے :

(ابن عمروؓ بن العاص) رفعه : ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة رجل اعطى بى ثم غدر ورجل باع حرًّا ثم اكل ثمنه ورجل استاجر اجيرًا فاستوفى منه العمل ولم يوفه اجره ۔ (بخاری)

تین طرح کے آدمیوں کا میں بروزِ حشر مخالف ہوں گا۔ ایک وہ شخص جو مجھ سے کوئی معاہدہ کرے اور پھر عہد شکنی کرے۔ دوسرے وہ جو کسی آزاد کو بیچ کر اس کے دام کھا جائے اور تیسرے وہ جو کسی مزدور سے معاملہ طے کر کے اس سے محنت تو پوری لے اور اُس کی اُجرت پوری نہ دے۔

۳۰۰۔ بہشت کی ضمانت :

(ابوھریرۃؓ) رفعه : من يضمن لى مابين رجليه ومابين لحييه ضمنت له بالجنة ۔ (بخاری، ترمذی)

جو شخص اپنی دو ٹانگوں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی اور دو جبڑوں کے درمیان والی شے (زبان) کی ضمانت دے میں اُس کے لیے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔

۳۰۱ - بدترین خصلتیں :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : شر مافی الرجل شح ھالع وجبن خالع ۔ (ابوداؤد)

بدترین خصلت والا شخص وہ ہے جو حریص اور بے صبر ہو یا بزدل و بے حیا ہو۔

۳۰۲ - محروم جنت اشخاص :

(ابوبکرؓ) رفعہ : لا یدخل الجنۃ خب ولا بخیل ولا منان ۔ (ترمذی)

دغاباز کنجوس اور احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

۳۰۴ - زیادتی اور فخر کی ممانعت :

(عیاض بن حمار) رفعہ : ان اللہ اوحی الی ان تواضعوا حتی لا یبغی احد علی احد ولا یفخر احد علی احد۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے کہ : تم سب ایسا انکسار پیدا کرو کہ کوئی ایک دوسرے پر نہ زیادتی کرے اور نہ فخر۔

۳۰۵ - فن خطابت کا غلط مقصد :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : من تعلم صرف الکلام لیسبی بہ قلوب الرجال او الناس لم یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔ (ابوداؤد)

جو شخص لوگوں کو دام میں لانے کے لیے خوش بیانی کا فن سیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے (جرم کی تلافی کے لیے) کوئی قیمت و معاوضہ قبول نہ فرمائے گا۔

۳۰۶ - قوم کا بہت زیادہ ماتم کرنے والے :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ : اذا سمعتم الرجل یقول ھلک الناس فھو اھلکھم (مسلم، موطأ، ابوداؤد)

جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ : لوگ تو برباد ہو گئے۔ تو سمجھو کہ سب سے زیادہ برباد ہونے والا وہ خود ہے۔

۳۰۷ - غلط اور صحیح تکلف :

(انسؓ) رفعہ : خیر شبابکم من

بہترین نوجوان وہ ہے جو ادھیڑوں کی سی مشابہت

تشبه بکھولکھو وشر کھولکھو من تشبه بشبابکھو۔ (اوسط، بزاربضعف)

پیدا کرے اور بدترین ادھیڑ وہ ہے جو جوانوں کی مشابہت اختیار کرے۔

۳۰۸۔ اُلفت واُنسِ باہمی مومن کی صفت ہے :

(سہل بن سعدؓ) رفعه : المؤمن یألف ویؤلف ولاخیر فی من لا یألف ولایؤلف۔ (احمد، کبیر)

مومن وہ ہے کہ وہ دوسروں سے اور دوسرے اُس سے مانوس ہوں جس میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں وہاں کوئی خیر ہو سکتی ہے۔

۳۰۹۔ گناہ کا ثابت ہونا :

(عمرانؓ بن حصین) رفعه : کفی بالمرء من الاثم ان یشار علیه بالاصابع قیل یا رسول الله وان کان خیرا؟ قال وان کان خیرًا فھو شرله الا من رحم الله وان کان شرًّا فھو شرله۔ (کبیر بضعف)

کسی انسان کا گناہ ثابت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیاں اُٹھنے لگیں (کہ یہ بڑا اچھا آدمی ہے) عرض کیا گیا کہ : اگرچہ وہ اشارہ نیکی کی وجہ سے ہو۔؟ فرمایا : اگر نیکی کی وجہ سے ہو جب بھی وہ اس کے لیے شر ہے بجز اس کے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو۔ اور اگر وہ اشارہ کسی شر کی وجہ سے ہو پھر تو شر ہی ہے۔

توبہ ومغفرت

۳۱۰۔ بے پایاں مغفرتِ الٰہی :

(انسؓ) رفعه : قال الله تعالیٰ یا ابن آدم انك ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لك علی ما كان فیك ولا ابالی یا ابن آدم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لك ما كان فیك ولا ابالی یا ابن آدم انك

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ : اے فرزندِ آدمؑ جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے اُمیدِ خیر رکھتا ہے گا میں تیرے گناہوں کی پوشش کرتا رہوں گا۔ خواہ وہ کوئی سا بھی گناہ ہو، اے بنی آدم اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے مغفرت کا طلب گار ہو تو مجھے پروا نہیں ہوگی۔ اور میں اُس کی مغفرت کردوں گا خواہ وہ کیسا ہی گناہ ہو۔ اور اگر

لو اتيتني لقراب الارض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئًا لا تيتك بقرابها مغفرة۔ (ترمذی)

کرۂ ارض کے برابر بھی تو گناہ کا بوجھ لے کر میرے پاس آئے بشرطیکہ تو نے کسی کو میرا شریک نہ کیا ہو تو مجھے پروا نہ ہوگی بلکہ اسی مقدار کے مطابق برابر مغفرت عطا کر دوں گا۔

۳۱۱۔ عجیب وصیت اور اُس کا صلہ:

(ابوہریرہؓ) رفعه: كان رجل يسرف على نفسه فلما حضره الموت قال لبنيه اذا انا مت فاحرقوني ثم اطحنوني ثم ذروني في الريح فو الله لئن قدر على ربي ليعذبني عذابا ما عذبه احدًا فلما مات فعل به ذلك فامر الله الارض فقال اجمعي ما فيك منه ففعلت فاذا هو قائم فقال ما حملك على ما صنعت؟ قال خشيتك يارب فغفر له۔ (شیخین، موطأ، نسائی)

ایک شخص تھا جس نے اپنے اُوپر (گناہ کر کر کے) بڑی زیادتیاں کی تھیں، جب اس کا وقتِ مرگ آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ: جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا کر چکی میں باریک پیس ڈالنا اور ہوا میں اُڑا دینا کیونکہ مجھ پر اگر اللہ نے قابو پالیا، تو مجھے ایسی سزا دے گا جو کسی کو بھی نہ دی ہوگی۔ جب وہ مرگیا اور اس کی وصیت پوری کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ: وہ تمام ذرّے جو تیرے اندر ہیں یک جا کر لے۔ جب زمین نے تعمیلِ حکم کی تو وہ مُردہ سامنے حاضر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ: یہ تُو نے ایسی وصیت کیوں کی تھی؟ اس نے عرض کیا کہ: مولا! صرف تیرا خوف تھا! آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما ہی دی۔

کتابُ الفِتَن

۳۱۲۔ ماحول کا اثر اعمال پر:

(ابوہریرہؓ) رفعه: انكم في زمان من ترك فيه عشر ما امر هلك ثم ياتي زمان من عمل فيه بعشر ما امر نجا۔ (ترمذی)

تم ایک ایسے دور میں ہو کہ اگر کوئی شخص احکامِ الٰہی کا دسواں حصّہ بھی چھوڑ دے تو برباد ہو جائے۔ پھر وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اگر کوئی احکامِ الٰہی کے دسویں حصّے کے برابر بھی عمل کرے تو اُس کی نجات ہو جائے گی۔

۳۱۳ - قاتل و مقتول دونوں جہنم میں :

(الاحنف بن قیس) ...... فانی سمعتہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا التواجہ المسلمان بسیفیہما فالقاتل و المقتول فی النار فقلت او قیل یا رسول اللہ ہذا القاتل فما بال المقتول ؟ قال انہ کان قد اراد قتل صاحبہ - (شیخین، ابو داؤد، نسائی)

...... ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ : جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر مقابلے پہ آجاتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں ۔ میں نے یا کسی اور نے دریافت کیا کہ : یا رسول اللہ ! ایک تو قاتل ہوا لیکن مقتول کا کیا قصور ؟ فرمایا : اس نے بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔

۳۱۴ - متکبّر کا حشر :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : یحشر المتکبرون یوم القیامۃ فی صور الذرّ ۔
(رزین، بخمی)

کبر و نخوت کرنے والے لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی شکل میں اُٹھائے جائیں گے (یعنی جتنے بڑے بنتے تھے اتنے ہی چھوٹے بنا دیئے جائیں گے ۔

۳۱۵ - مفلس کون ہے ؟ :

(جابرؓ) اتدرون ما المفلس ؟ قالوا المفلس فینا من لا درہم لہ ولا متاع قال ان المفلس من یأتی یوم القیامۃ بصلاۃ وصیام وزکوۃ ویأتی قد شتم ہذا وقذف ہذا واکل مال ہذا وسفک دم ہذا وضرب ہذا فیعطی ہذا من حسناتہ وہذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاہم فطرحت علیہ ثم یطرح فی النار ۔ (مسلم، ترمذی)

جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں ؟ - لوگوں نے عرض کیا کہ : ہم میں تو مفلس اُسے کہا جاتا ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو ، نہ مال اسباب ۔ فرمایا : نہیں بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت میں اپنی نماز ، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا ۔ لیکن دنیا میں کسی کو گالی دی ہو گی ، کسی پر بہتان لگایا ہوگا ، کسی کا مال کھایا ہوگا ، اور کسی کو مارا ہو گا ، کسی کا خون بہایا ہوگا ۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سے کسی کو فلاں نیکی دے دی جائے گی اور کسی کو فلاں (اس طرح ہوتے ہوتے) اس کے ذمے جو حق آتا ہے اگر چکائے جانے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کی خطائیں اس کے حصے میں آتی جائیں گی اور آخر کار اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا ۔

۳۱۶۔ بدی کی روک تھام نہ کرنے کا نتیجہ :

(جابرؓ) قال كنا نسمع ان الرجل يتعلق بالرجل يوم القيامة وهو لا يعرفه فيقول له مالك الىّ ما بينى وبينك معرفة؟ فيقول كنتَ ترانى على الخطاء وعلى المنكر ولا تنهانى۔ (رزین)

ہم سُنا کرتے تھے کہ : قیامت کے دن ایک شخص دوسرے سے چمٹ جائے گا۔ وہ اُسے پہچانتا بھی نہ ہوگا پھر وہ پوچھے گا کہ یہ کیا قصّہ ہے؟ میرے تمہارے درمیان تو کوئی تعارف بھی نہیں۔ وہ جواب دے گا کہ : تم مجھے خطا و منکر میں گرفتار دیکھنے کے باوجود اس سے روکتے نہ تھے۔

۳۱۷۔ آخری نجات یافتہ شخص :

(ابوذرؓ) رفعه : انى لاَعلمُ اخر اهل الجنة دخولا الجنة واخر اهل النار خروجا منها رجل يوتى به يوم القيامة فيقال اعرضوا عليه صغار ذنوبه وارفعوا عنه كبارها فيعرض عليه صغارها فيقال له عملت يوم كذا وكذا كذا وكذا وعملت يوم كذا وكذا كذا وكذا؟ فيقول نعم لا يستطيع ان ينكر وهو مشفق من كبار ذنوبه ان تعرض عليه فيقال له فان لك مكان كل سيئة حسنة فيقول رب قد عملت اشياء لا اراها هنا قال فلقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ضحك حتّٰى بدت نواجذه۔

(مسلم، ترمذی)

مجھے علم ہے کہ سب سے آخری جنتی اور سب کے بعد دوزخ سے نکلنے والا کون ہوگا؟ ایک شخص ہوگا جو قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ : اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہوں کو ابھی الگ رکھو۔ پھر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ : تم نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے تھے؟ وہ کہے گا ہاں! اسے انکار کی مجال نہ ہو سکے گی۔ وہ اس خوف سے کانپ رہا ہوگا کہ دیکھئے بڑے بڑے گناہوں کی باری کب آتی ہے' پھر اس سے کہا جائے گا کہ : جاؤ تمہاری ہر بُرائی کے بدلے ویسی ہی نیکی لکھ دی گئی ہے۔ یہ سُن کر وہ بول اُٹھے گا کہ لو! میں نے تو اور بھی بہت سے گناہ کیے ہیں۔ جو یہاں میرے سامنے ابھی نہیں آئے ہیں۔ یہ فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہنسی آئی کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

۳۱۸۔ راہِ خدا میں تھوڑا وقت اور بہشت کی تھوڑی جگہ کا مرتبہ :

(انسؓ) رفعه : غدوة فى سبيل الله

راہِ خدا میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا و مافیہا

او روحة خير من الدنيا وما فيها ولقاب قوس احدكم او موضع قده في الجنة خير من الدنيا وما فيها (ترمذی بضعف حديث ابی ایوب)

سے بہتر ہے اور تمہاری نصف کمان یا قدآدم کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے ....

....

سخی اور بخیل

۳۱۹۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِیْ حَیٰوتِہٖ بِدِرْھَمٍ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِمِاَۃٍ عِنْدَ مَوْتِہٖ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انسان کا اپنی زندگی کے ایام میں ایک درہم صدقہ کرنا مرنے کے وقت سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

۳۲۰۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاھِلٌ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سخی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے۔ جنت کے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے اور جاہل سخی خدا کے نزدیک عبادت گزار بخیل سے کہیں بہتر ہے۔

نظامات

بیمار کی مزاج پرسی

۱۔ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُوْدُ غُدْوَۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ عَادَہٗ عَشِیَّۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ لَہٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّۃِ۔ (ترمذی، ابو داؤد)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے سُنا کہ: جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت و رحمت کی دُعا کرتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے اُس کے لیے ستّر ہزار فرشتے صبح تک دُعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے لیے جنّت میں ایک باغ ہے۔

۲۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَزَلْ یَخُوْضُ الرَّحْمَۃَ حَتّٰی یَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اِغْتَمَسَ فِیْھَا۔ (احمد، مالک)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصّلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مریض کی عیادت کو جاتا ہے تو وہ رحمت کے دریا میں غوطہ زن رہتا ہے، جب تک بیٹھ نہیں جاتا اور جب بیٹھ جاتا ہے تو غرق دریائے رحمت ہو جاتا ہے۔

۳۔ صحیح معاشی نظام کا اثر کیا ہونا چاہیئے:۔

(ابو موسیٰ) رفعہ: لیأتین علی الناس زمان لیطوف الرجل فیہ بالصدقۃ من الذھب ثم لا یجد احداً یأخذھا منہ (بخاری مسلم)

عنقریب لوگ ایسا وقت دیکھ لیں گے کہ انسان اپنی زکوٰۃ کا سونا لے کر مستحق کو تلاش کرتا پھرے گا۔ اور کوئی لینے والا نہ ملے گا۔

کتاب النکاح

۴ . عورت کا اصلی وصف کیا ہے؟:۔

(ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ) رفعہ: تنکح المرأۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک۔ (شیخین، ابوداود، نسائی)

عورت کو عموماً چار وجوہ سے نکاح میں لایا جاتا ہے: مال، خاندان، حسن اور دین لہذا تم دین والی ہی عورت حاصل کرو۔ اللہ تمہارا بھلا کرے۔

۵ . تزوج نصف ایمان ہے:۔

(انس رضی اللہ عنہ) رفعہ:۔ من تزوج فقد استکمل نصف الایمان فلیتق اللہ فی النصف الباقی۔ (اوسط)

جس نے شادی کی، اس نے نصف ایمان حاصل کر لیا۔ اب دوسرے نصف میں اسے تقویٰ اللہ اختیار کرنا چاہیئے۔

۶ - تین باتوں میں اعانت کرنا اللہ پر حق ہوتا ہے:۔

(جابر رضی اللہ عنہ) رفعہ: ثلاث من فعلھن ثقۃ باللہ واحتسابا کان حقا علی اللہ ان یعینہ وان یبارک لہ من سعی فی فکاک رقبۃ ثقۃ باللہ واحتسابا کان حقا علی اللہ ان یعینہ وان یبارک لہ ومن احی ارضا میتۃ ثقۃ باللہ واحتسابا کان حقا علی اللہ ان یعینہ ویبارک لہ ومن تزوج ثقۃ باللہ واحتسابا کان حقا علی اللہ ان یعینہ ویبارک لہ (اوسط صغیر)

تین باتیں ایسی ہیں جو اگر یقین اور حُسن نیت سے کی جائیں تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اس کی مدد فرمائے۔ اور اس میں برکت عطا فرمائے (۱) جو شخص یقین اور حسن نیت کے ساتھ کسی قیدی کو آزاد کرانے کی کوشش کرے اور (۲) جو مردہ زمین کو زندہ کرے اور (۳) جو شادی کرے تو ان تینوں میں سے ہر ایک کام میں مدد اور برکت دینا اللہ تعالیٰ کے ذمے ایک ضروری حق ہو جاتا ہے۔ اگر یقین اور حسن نیت موجود ہو۔

۷ - نکاح سے پہلے عورت کو چھپ کر دیکھنا روا ہے :-

(جابرؓ) رفعہ : اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر منہا ما یدعوہ الی نکاحہا فلیفعل فخطبت امرأۃ فکنت اتخبأ لہا حتی رأیت منہا ما دعانی الی نکاحہا فتزوجتہا (ابوداؤد)

اگر کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے اور یہ ممکن ہو کہ وہ اس کی کوئی ایسی چیز (جمال) دیکھ لے جو اپنے اندر از دواجی کشش رکھتی ہو تو اسے دیکھ لینا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے ایک عورت کو پیغام دیا اور چھپ کر اس کی وہ چیز دیکھ لی جو میرے لئے کشش نکاح کا سبب تھی (یعنی حسن) پھر اس سے شادی کر لی۔

۸ - ایضاً

(ابوھریرہؓ) خطب رجل امرأۃ من الانصار فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل نظرت الیہا قال لا قال فاذھب فانظر الیہا فان فی اعین الانصار شیئا (مسلم ونسائی)

ایک شخص نے کسی انصاری عورت کو پیغام نکاح دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: جا کر اسے دیکھ لو۔ کیونکہ بعض اوقات انصاری کی آنکھ میں کچھ نقص بھی ہوتا ہے۔

۹ - نکاح خفیہ نہ ہونا چاہیئے مسجد میں نکاح، دف اور کھیل :-

(عائشہؓ) رفعتہ :- اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف۔ للترمذی زاد رزین: فان فصل ما بین الحلال والحرام الاعلان وللبخاری :- زفتنا امرأۃ الی رجل من الانصار فقال صلی اللہ علیہ وسلم اما یکون معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو (اوسط)

نکاح بالاعلان کیا کرو۔ اور مساجد میں کیا کرو۔ اور دف کے ذریعے اعلان کیا کرو۔

رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حلال (نکاح) اور حرام (خفیہ آشنائی) کے درمیان فرق ہی اعلان کا ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے گھر میں ایک لڑکی کی رخصتی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا کھیل وغیرہ تمہارے ساتھ نہیں؟ انصاری تو کھیل کو پسند کرتے ہیں۔

۱۰ - رخصتی کے وقت دف بجانا اور گانا بہتر ہے:-

(عائشہؓ) رفعتہ: ما فعلت فلانة؟ لیتیمة کانت عندها فقلت اهدیناها الیٰ زوجها فقال هل بعثتم معها جاریة تضرب بالدف وتغنی؟ قلت تقول ماذا؟ قال تقول اتیناکم اتیناکم فحیونا نحییکم، لولا الذهب الاحمر ما حلت بواديكم، ولولا الحنطة السمراء ما سمنت عذاریکم (اوسط بلبين)

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اس یتیمہ کا کیا ہوا۔ عائشہؓ نے کہا: ہم نے اسے اس کے شوہر کے پاس رخصت کر دیا۔ فرمایا: تم کوئی عورت اس کے ساتھ نہ کر دی جو ذرا گاتی اور دف بجاتی ہوئی ساتھ جاتی؟ عرض کیا: ایسے گیت کے بول کیا ہونے چاہئیں تھے؟ فرمایا یہ مصرعے گائی جاتی (ترجمہ)

ہم تمہارے گھر آئے، ہم تمہارے دوارے آئے تم ہم پہ سلامتی بھیجو اور ہم تم پر۔ اگر زر سرخ نہ ہوتا تو تمہارے دیہات میں کون آتا۔ اور اگر گندمی رنگ کے گیہوں نہ ہوتے تو تمہاری چھوکریاں گداز نہ ہوتیں۔

۱۱ - نکاح سنتِ رسولؐ ہے:

(عائشہؓ) رفعتہ: النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی (ابن ماجہ)

نکاح میری سنت ہے۔ لہٰذا جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا۔ وہ مجھ سے نہیں

فرائضِ زوجین

۱۲ - اپنے شوہر سے کسی عورت کا ذکر کرنے میں احتیاط چاہیئے:-

(ابن مسعودؓ) رفعہ: لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها کانه ینظر الیها (ابوداؤد، ترمذی)

ایک عورت دوسری عورت سے اس قدر گھل مل کر نہ رہے کہ وہ اس کی تعریفیں اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرنے لگے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

۱۳ - زوجین کو باحیا رہنا چاہیئے:-

(ابن مسعودؓ) رفعہ: اذا اتی احدکم

جب تم میں سے کوئی اپنی رفیقۂ حیات سے مواصلت

اهله فليستتر ولا يتجرد تجرد العيرين (بزار)

کرے تو بے لباس اونٹوں کی طرح برہنگی نہ اختیار کرے۔ بلکہ پردے کا خیال رکھے۔

۱۴ - اولاد کی پرورش عورت کا جہاد ہے:

(ابن عمرؓ) احسبه رفعه: المرأة في حملها الى وضعها الى فصالها كالمرابط في سبيل الله فان ماتت فيما بين ذلك فلها اجر شهيد (کبیر)

عورت ایام حمل سے لے کر زچگی بلکہ دودھ چھڑانے تک ایسی ہے۔ جیسے سرحد کی فی سبیل اللہ نگرانی کرنے والا۔ اگر وہ اس دوران میں مرجائے تو وہ بھی شہید کا اجر و ثواب حاصل کرے گی۔

زوجین ایک دوسرے کے لئے

۵ - عورت کے لئے شوہر کا مقام:-

(ابو ہریرہؓ) رفعه:- لو كنت آمرا أحدا ان يسجد لأحد لأمرت الزوجة ان تسجد لزوجها (ترمذی، بزار)

اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

۱۶ - رضائے شوہر کا صلہ جنت ہے:-

(ام سلمہؓ) رفعته:- ايما امرأة ماتت وزوجها راض عنها دخلت الجنة (ترمذی)

جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی رہا تو وہ جنت میں داخل ہو گئی۔

۱۷ - بہترین بیوی کے خصائل:-

(ابو ہریرہؓ) قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم اى النساء خير؟ قال التى تسره اذا نظر وتطيعه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہے؟ فرمایا، وہ جس کو اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے۔ اور جب وہ حکم دے تو بجالائے اور خود اس کی

اذا امرو لا تخالفه فی نفسها ولا مالها بما یکرہ (نسائی)

اپنی ذات اور اپنے مال کے بارے میں بھی شوہر جس بات کو ناپسند کرے اس کی مخالفت نہ کرے۔

۱۸ - تقوی اللہ کے بعد سب سے بڑی نعمت الٰہی :-

(ابو امامۃ) رفعہ : ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیراً لہ من زوجۃ صالحۃ ان امرھا اطاعتہ وان نظر الیھا سرتہ وان اقسم علیھا ابرتہ وان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا ومالہ (قزوینی)

مومن کے لئے تقوی اللہ کے بعد سب سے بڑی نعمت وہ صالح بیوی ہے کہ شوہر حکم دے تو بجا لائے، اسے شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے۔ شوہر قسم کھائے تو وہ اسے پورا کر دے اور شوہر غیر حاضر ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیر خواہی کا پورا حق ادا کرے۔

۱۹ - اختلاف زوجین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عجیب فیصلہ :-

(ابو سعیدؓ) جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت زوجی صفوان بن المعطل یضربنی اذا صلیت ویفطرنی اذا صمت ولا یصلی الفجر حتی تطلع الشمس وصفوان عندہ فسألہ فقال یا رسول اللہ اما قولھا یضربنی اذا صلیت فانھا تقرأ بسورتین وقد نھیتھا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو کانت سورۃ واحدۃ لکفت الناس و اما قولھا یفطرنی اذا صمت فانھا تنطلق تصوم وانا رجل شاب فلا اصبر فقال صلی اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر صفوان بن معطل ہے۔ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے۔ اور روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتا ہے اور خود ہر روز صبح کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھتا ہے صفوان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود تھا۔ جب اس سے صورت حال دریافت ہوئی تو کہنے لگا کہ: یا رسول اللہ! یہ کہتی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں تو یہ مجھے مارتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ نماز میں دو دو سورتیں پڑھتی ہے۔ اور میں اسے منع کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر قرآن کی ایک ہی سورت ہوتی تو لوگوں کے لئے کافی ہوتی۔ پھر بولا کہ اس کا یہ کہنا کہ جب روزہ رکھتی ہوں تڑوا دیتا ہے۔ تو بات در اصل یہ ہے کہ روزہ رکھنا شروع کر دیتی ہے اور میں ایک نوجوان ہوں۔ مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

علیہ وسلم لا تصوم المرأۃ الا باذن زوجہا و اما قولہا انی لا اصلی حتی تطلع الشمس فانا اہل بیت قد عرف لنا ذلک لا نکاد نستیقظ حتی تطلع الشمس قال فاذا استیقظ یا صفوان فصل

(ابو داؤد)

وسلم نے فرمایا کہ: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت روزہ نہ رکھے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اس کا یہ کہنا کہ میں سورج نکلنے سے پہلے نماز فجر ادا نہیں کرتا، تو بات یہ ہے کہ ہم ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں کہ جہاں کی یہ عادت مشہور ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے ہم لوگوں کی آنکھ ہی نہیں کھلتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اچھا اب جب بھی جاگ کر نماز ادا کر لیا کرو

۲۰ - ایک جفاکش اور خدمت گزار عورت (اسماء بنت ابی بکرؓ)

(اسماء بنت ابی بکرؓ) تزوجنی الزبیر وما لہ فی الارض مال ولا مملوک ولا شیٔ غیر ناضح وغیر فرسہ فکنت اعلف فرسہ واکفیہ مؤنتہ واسوسہ وادق النوی لناضحہ فاعلفہ واسقی الماء واخرز غربہ واعجن ولم اکن احسن اخبز فکان یخبز لی جارات من الانصار وکن نسوۃ صدق وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رأسی وہی علی ثلثی فرسخ قالت فجئت یوما والنوی علی رأسی فلقیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ نفر من اصحابہ فدعانی ثم قال اخ اخ لیحملنی خلفہ فاستحییت وعرفت غیرتک فعرف رسول اللہ

اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ جب زبیرؓ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس نہ کوئی مال تھا نہ خادم اور نہ کچھ اور بس ایک آب بردار اونٹ تھا یا ایک گھوڑا۔ میں ہی ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی اور اس کی خوراک کا انتظام کرتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی۔ میں ہی ان کے اونٹ کے لئے گٹھلیاں کوٹتی اور اسے چارہ دیتی۔ میں ہی آبپاشی کرتی اور ان کے چرس (بڑے ڈول یا پکھے) میں ٹانکے لگاتی اور میں ہی آٹا بھی گوندھتی تھی۔ لیکن روٹی اچھی نہیں پکا سکتی تھی۔ اس لئے چند مخلص انصاری عورتیں جو میری پڑوسن تھیں۔ میری روٹی پکا دیا کرتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ زمین عطا فرمایا تھا۔ جو ⅔ فرسخ (دو میل) کے فاصلے پر تھا۔ میں وہاں سے اپنے سر پر گٹھلیوں کا گٹھڑا اٹھا کر لاتی تھی۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ میں یہ گٹھڑ سر پر لا رہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع چند صحابہ کرامؓ کے راستے میں ملے اور اپنے اونٹ کو بٹھانے لگے۔ تاکہ مجھے بھی اپنے پیچھے سوار کرلیں۔ لیکن مجھے زبیرؓ کی غیرت کا خیال آگیا اور مجھے

صلی اللہ علیہ وسلم انی قد استحییت فمضی فجئت الزبیرؓ فقلت لقینی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی رأسی النوی ومعہ نفر من اصحابہ فاناخ لارکب فاستحییت منہ وعرفت غیرتک فقال واللہ لحملک النوی علی رأسک اشد علی من رکوبک معہ حتی ارسل الیّ ابوبکرؓ بعد ذلک بخادم فکفتنی سیاسۃ الفرس فکانما اعتقنی (شیخین)

شرم دامنگیر ہوتی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میری اس غیرت و حیا کو محسوس فرما لیا اور روانہ ہوگئے میں زبیرؓ کے پاس آئی تو یہ واقعہ بیان کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ ملے اور میرے سر پہ گٹھلیوں کا گٹھڑ تھا حضورؐ نے سواری کو میرے لئے بھی لیکن مجھے شرم دامنگیر ہوئی۔ اور تمہاری غیرت کا خیال آگیا۔ زبیرؓ نے کہا کہ :۔ بخدا تمہارا اپنے سر پہ گٹھڑی لاد کر لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ شاق ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میرے پاس ایک خادم بھیج دیا ہے اور مجھے گھوڑے کے انتظام سے فرصت ملی اور گویا انہوں نے مجھے قید غلامی سے آزاد کر دیا۔

۲۱ - عورت کے چند فرائض اور اُن کی تکمیل کا صلہ :۔

(عبدالرحمٰن بن عوفؓ) رفعہ : اذا صلت المرأۃ خمسہا وصامت شہرہا وحفظت فرجہا واطاعت زوجہا قیل لہا ادخلی الجنۃ من ای ابواب الجنۃ شئت (احمد، اوسط)

اگر عورت پانچ نمازیں ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھ لے نیز اپنی عصمت کو محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرتی رہے تو اسے کہا جائے گا :۔ جنت کے جس دروازے سے تو چاہے داخل ہو جا۔

۲۲ - عام عورتوں کی مزاجی کیفیت کی تمثیل اور حُسن سلوک کی تاکید :۔

(ابوھریرۃؓ) رفعہ :۔ استوصوا بالنساء خیرا فان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج وان اعوج ما فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ

میری اس وصیت کو قبول کرو، اور عورتوں کے ساتھ عمدہ (دانشمندانہ اور رحیمانہ) سلوک کرو۔ کیونکہ عورت کی خلقت ٹیڑھی پسلی سے ہوئی ہے (یعنی ان کے مزاج کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے ٹیڑھی پسلی) پسلی کی ہڈی جتنی اوپر ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ کر رکھ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی

لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیرا
وفی روایۃ :- وکسرھا طلاقھا
(شیخین ، ترمذی)

رہے گی۔ لہٰذا ان کے متعلق میرے اچھے سلوک کی وصیت کو پیش نظر رکھو (یعنی ان سے اسی ٹیڑھ کے رہتے ہوئے فائدہ اٹھاؤ اور سیدھا کر کے توڑنے کی کوشش نہ کرو) ایک دوسری روایت میں ہے کہ عورت کو طلاق دینا ایسا ہی ہے۔ جیسے پسلی کی ٹیڑھی ہڈی کو سیدھا کرنے کے لئے توڑ ڈالنا

۲۳ - عورتوں کے حقوق مردوں پر :-

(حکیم بن معاویہؓ) عن ابیہ :- قلت یارسول اللہ ماحق زوجۃ احدنا علیہ ؟ قال ان تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا اکتسیت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تھجر الا فی البیت (ابوداؤد)

میں نے عرض کیا :- یارسول اللہ : بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے ؟
فرمایا کہ : جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ۔ جب تم پہنو۔ تو اسے بھی پہناؤ۔ اس کے چہرے پر نہ مارو اور اس کی تفضیحت نہ کرو اور اگر اس سے (بہ بنائے تنبیہہ) علیحدگی اختیار کرنی پڑے تو یہ گھر کے اندر ہی ہو۔ (یعنی خفا ہو کر گھر نہ چھوڑ دو)

۲۴ - مردوں کے لئے سب سے بڑی آزمائش عورتیں ہیں :-

(اسامہ بن زیدؓ) دفعہ :- ماترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء (شیخین - ترمذی)

میرے بعد مردوں کے لئے جو سب سے زیادہ نقصان رساں امتحان ہے وہ عورتوں کا وجود ہے۔

۲۵ - اہل ایمان کے لئے ایک غیرت آموز سبق :-

(ابوھریرۃؓ) دفعہ : ان اللہ یغار وان المؤمن یغار وان غیرۃ اللہ ان یأتی المؤمن ما حرم اللہ علیہ
(شیخین - ترمذی)

اللہ تعالےٰ بھی غیرت مند ہے۔ اور مومن بھی غیرت مند ہوتا ہے۔ اور مومن کا حرام کام کرنا خود اللہ تعالےٰ کے لئے باعث غیرت ہے۔

۲۶ - اجازت شوہر کے بغیر عورت سے ملنا

(مولی لعمرو بن العاصؓ).. فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھانا ان ندخل علی النساء بغیر اذن ازواجھن (ترمذی)

... - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی اجازت کے بغیر غیر عورت کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔

خرید و فروخت و کسبِ معاش

۲۷ - رفاہ عام کے لئے مکان اور باغ تیار کرنا بڑا کار خیر ہے :-

(معاذ بن انسؓ) رفعہ :- من بنی بنیانا فی غیر ظلم ولا اعتداء او غرس غرسا فی غیر ظلم ولا اعتداء کان لہ اجرا جاریا ما انتفع بہ من خلق الرحمٰن (احمد، کبیر)

جو شخص کوئی عمارت بنائے اور اس میں کوئی ظلم و زیادتی نہ ہو - یا کوئی درخت لگائے اور اس میں کوئی ظلم و زیادتی نہ ہو تو جب تک مخلوق خدا اس سے فائدہ اٹھاتی رہے - اس کے لئے ثواب جاری رہے گا۔

آدابِ طعام

۲۹ - ذکر الٰہی بوقت طعام :-

(عائشہؓ) رفعتہ :- اذا اکل احدکم طعاما فلیقل بسم اللہ فان نسی فی الاول فلیقل فی الآخر بسم اللہ فی اولہ وآخرہ (ابوداؤد، ترمذی)

جب کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ لیا کرو - اگر آغاز میں بھول جائے تو آخر میں کہہ لیا کرو کہ بسم اللہ فی اولہ وآخرہ (اللہ ہی کے نام سے شروع میں بھی اور آخر میں بھی)

۳۰ - اکٹھا کھانے اور بسم اللہ کی برکات :-

(وحشی بن حرب بن وحشی) عن ابیہ عن جدہ: ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا یارسول اللہ انا ناکل ولا نشبع قال لعلکم تفترقون؟ قالوا نعم قال فاجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ (ابوداؤد)

بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ہم کھانا کھاتے ہیں. مگر (غالباً قلت طعام کی وجہ سے) پیٹ نہیں بھرتا. فرمایا: تم لوگ الگ الگ تو نہیں کھاتے؟

عرض کیا: ہاں

فرمایا: اکٹھا کھایا کرو اور ذکر الٰہی سے آغاز کیا کرو تو اللہ تعالےٰ اس میں برکت دے گا۔

۳۱ - شیطان نے اپنا کھایا ہوا اُگل دیا :-

(امیة بن مخشی) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جالسا ورجل یاکل فلم یسم حتی لم یبق من طعامہ الا لقمة فلما رفعہا الی فیہ قال بسم اللہ فی اولہ وآخرہ فضحك النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال مازال الشیطان یاکل معہ فلما ذکر اسم اللہ استقاء ما فی بطنہ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور ایک شخص کھانا کھا رہا تھا۔ یہ بسم اللہ کہنا بھول گیا جب کھانے کا ایک لُقمہ باقی رہ گیا اور اسے منہ میں ڈال لیا تو بسم اللہ یاد آئی اور کہا کہ: بسم اللہ فی اولہ وآخرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی اور فرمایا کہ اس کے ساتھ شیطان کھانے میں برابر شرکت کر رہا تھا لیکن جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے اپنا کھایا ہوا اگل دیا۔

۳۲ - کھانا بھی ذریعۂ مغفرت ہو سکتا ہے :-

(انس رض) رفعہ :- ان الرجل لیوضع طعامہ فما یرفع حتی یغفر لہ فقیل یارسول اللہ ولم ذالك؟ قال یقول بسم اللہ اذا وضع والحمد للہ اذا رفع (للاوسط بضعف)

ایک آدمی کے لئے دستر خوان بچھایا جاتا ہے. پھر جب تک اس کی مغفرت نہیں ہو جاتی وہ اٹھایا نہیں جاتا۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ نعمت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ فرمایا: اس طرح کہ جب دستر خوان بچھے تو بسم اللہ کہے اور جب اٹھے تو الحمد للہ کہے۔

۳۳ - اجتماع کی برکت

(ابوہریرہؓ) رفعہ: طعام الاثنین کافی الثلاثة وطعام الثلاثة کافی الاربعة (شیخین، موطأ، ترمذی)

دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے اور تین کا چار کے لئے کافی ہو جاتا ہے

۳۴ - کم خوری

(ابن عمرؓ) تجشأ رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کف عنا جشائک فان اکثرهم شبعا فی الدنیا اطولهم جوعا یوم القیمة (ترمذی)

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈکار لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کو روکو۔ (یعنی کم کھاؤ گے تو ڈکار نہیں آئے گی) کیونکہ دنیا میں زیادہ کھانے والا بروزِ حشر زیادہ بھوکا رہے گا۔

۳۵ - صحیح مقدارِ طعام کیا ہے :-

(مقدام بن معدی کرب) رفعہ: ما ملأ آدمی وعاءً شرا من بطن حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبه فان کان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه (ترمذی)

شکم سے زیادہ بُرا کوئی ظرف نہیں جو انسان بھرتا ہو۔ فرزندِ آدم کو کمر سیدھی رکھنے کے لئے چند لقمے کافی ہیں۔ اگر اس سے زیادہ کھانا ضروری ہی ہو تو اپنے شکم کا تہائی حصہ کھانے سے پُر کرے اور ایک تہائی پانی کے لئے رکھے اور ایک تہائی سانس کے لئے۔

۳۶ - دعوت میں آخر تک بیٹھنا چاہیئے :-

(ابن عمرؓ) رفعہ: اذا وضعت المائدة فلا یقوم رجل حتی ترفع المائدة ولا یرفع یده وان شبع حتی یفرغ القوم ولیعذر فان الرجل یخجل جلیسه فیقبض یده وعسی

جب (دعوت وغیرہ کے موقعے پر) دسترخوان بچھایا جائے تو کوئی ایک آدمی دسترخوان اٹھائے جانے سے پہلے نہ اٹھ کھڑا ہو۔ بلکہ اس کا پیٹ بھر گیا ہو۔ جب بھی اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ روکے۔ جب تک تمام لوگ فارغ نہ ہو جائیں اس طرح کرنے سے اس کا ساتھی شرمندہ ہوتا ہے اور وہ بھی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ حالانکہ بہت ممکن ہے کہ

ان یکون لہ فی الطعام حاجۃ
(ترمذی)

اسے ابھی اور کھانے کی ضرورت ہو۔

لباس وزینت

۳۷ - پردے کی حدود

(عائشہؓ) ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیھا ثیاب رقاق فاعرض عنھا وقال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منھا الا ھذا وھذا واشار الی وجھہ وکفیہ (ابوداؤد)

اسماء بنت ابی بکرؓ حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے۔ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے اسماء جب عورت جوان ہو جائے تو اس کے لئے چہرے اور ہاتھوں کے سوا اور کچھ نظر آنا درست نہیں (چہرے اور ہتھیلیوں کو حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے بتایا)

۳۸ - پھٹیچر رہنا کوئی بزرگی نہیں۔

(ابوالاحوص) عن ابیہ:- اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیّ ثوب دون فقال لی ألک مال؟ قلت نعم قال: من ای المال؟ قلت من کل المال قد اعطانی اللہ تعالٰی من الابل والبقر والغنم والخیل والرقیق قال فاذا اٰتاک اللہ مالا فلیر اثر نعمۃ اللہ علیک وکرامتہ
(نسائی)

میں ایک بار حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میرے جسم پر بہت معمولی لباس تھا۔ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں پوچھا کس قسم کا مال ہے؟ عرض کیا کہ ہر قسم کا مال اللہ تعالٰے نے دے رکھا ہے اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے اور خدام وغیرہ سب کچھ ہے۔ فرمایا کہ جب اللہ نے تمہیں اتنا کچھ دیا ہے تو اس کے انعام و اکرام کا لباس سے بھی کچھ اظہار ہونا چاہیئے۔

۳۹ - سونے کا دانت :-

(عن عبداللہ بن عبداللہ بن ابی) :- ان ثنیۃ اصیبت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ ان یتخذ ثنیۃ من ذھب (بزار)

عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی کا ایک سامنے کا دانت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جنگ میں ٹوٹ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کا دانت لگوانے کی اجازت دے دی

۴۰ - بال اور ڈاڑھی کو سلجھا کر رکھو :-

(عطاء بن یسارؓ) قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فدخل رجل ثائر الرأس واللحیۃ فاشار الیہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ کانہ یأمرہ باصلاح شعرہ ولحیتہ ففعل ثم رجع فقال صلی اللہ علیہ وسلم الیس ھذا خیرا من ان یأتی احدکم ثائر الرأس کانہ شیطان (مالک)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس کے بال پریشان اور ڈاڑھی الجھی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشارے سے حکم دیا کہ اپنے بال اور ڈاڑھی ٹھیک کرو۔ اس نے تعمیل حکم کی اور واپس چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بہتر ہے، یا یہ کہ بکھرے ہوئے بال لے کر آنا جیسے شیطان چلا آ رہا ہو۔

خلافت و امارت

۴۱ - تفریق جماعت پیدا کرنے والے کی سزا قتل :-

(عرفجۃ بن شریح) (رفعہ) من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ ھما لمسلم ولہ ولابی داؤد و النسائی : ستکون ھنات وھنات فمن اراد

جب ایک شخص پر معاملۂ امارت میں اتفاق ہو جائے۔ اور کوئی شخص آکر تمہاری جمعیت کی مخالفت کرے یا جماعت میں تفریق پیدا کرنا چاہے، تو اسے قتل کر دو۔

دوسری روایتوں میں ہے کہ عنقریب قسم قسم کے آزمائشی معاملے پیش آئیں گے! اس وقت اس امت

ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان

کے اجماع کو بگاڑ کر جو تفریق پیدا کرنا چاہے۔ اسے تلوار سے اڑا دو، کسے باشد۔

۴۲ - حکومتِ اسلامیہ کا نظام :-

(ابوھریرۃ رضؓ) رفعہ: اذا کان امراءکم خیارکم واغنیاءکم سمحاءکم وامورکم شوری بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کانت امراءکم شرارکم واغنیاءکم بخلاءکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم ظھرھا (ترمذی)

جب تمہارے حکام بہترین لوگ ہوں اور دولتمند فیاض لوگ ہوں اور حکومت اصول شوریٰ پر ہو تو اس زمین کی پشت اس کی آغوش سے (یعنی زندگی موت سے) بہتر ہے۔ اور جب بدترین لوگ حکام ہوں اور دولت مند کنجوس ہوں، اور حکومت کے معاملات عورتوں کے سپرد ہو جائیں، تو آغوش زمین پشت زمین سے (یعنی موت زندگی سے) بہتر ہے۔

۴۳ - راعی اور رعایا کی قسمیں :

(ابن عمر رضؓ) رفعہ:- کلکم راع و مسئول عن رعیتہ فالامام راع و مسئول عن رعیتہ والرجل راع فی اھلہ ومسئول عن رعیتہ والمرأۃ فی بیت زوجھا راعیۃ ومسئولۃ عن رعیتھا والخادم فی مال سیدہ راع وھو مسئول عن رعیتہ فسمعت ھولاء من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والرجل فی مال ابیہ راع وھو مسئول عن رعیتہ فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (شیخین ابوداؤد، ترمذی)

تم میں سے ہر شخص راعی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ امام ایک راعی ہے۔ اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی مرد بھی اپنے بال بچوں کا راعی ہے اور اس سے اس رعیت کی باز پرس ہوگی۔ عورت بھی اپنے شوہر کے گھر کی راعی ہے۔ اور اس سے اس رعیت کی باز پرس ہوگی۔ نوکر بھی اپنے اپنے آقا کے مال کا راعی ہے اور اس سے اس رعیت کی باز پرس ہوگی (میں نے ان تمام راعی و رعیت کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے! اور مجھے خیال آتا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی کہتے سنا ہے کہ آدمی اپنے باپ کے مال کا بھی راعی ہے۔ اور اس سے اس کی باز پرس ہوگی، غرض تم میں سے ہر شخص راعی ہے۔ اور (اپنے دائرے میں) اپنی رعیت کے متعلق جواب دہ ہے۔

۴۴ - عادل کا انعام :

(ابن عمرو بن العاص) رفعه: ان المقسطین عند اللّٰہ علی منابر من نور عن یمین الرحمٰن وکلتا یدیه یمین الذین یعدلون فی حکمهم واهلیهم وما ولوا (مسلم، نسائی)

عدل کرنے والے اللہ کی دائیں طرف نورانی ممبروں پر بیٹھیں گے۔ اور اللہ کے تو دونوں ہی ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ لوگ جب تک اپنے عہدے پر رہتے ہیں۔ اپنے فیصلوں میں اپنے اہل و عیال کے معاملے میں بھی عدل ہی سے کام لیتے ہیں۔

۴۵ - خائن راعی کا انجام

(معقل بن یسار) رفعه ... یقول ما من عبد یسترعیه اللّٰہ رعیة یموت یوم یموت وهو غاش لرعیته الا حرم اللّٰہ علیه الجنة (شیخین)

.... جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیّت کا راعی بنائے اور وہ اپنے فرض میں خیانت کا ارتکاب کر کے مرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

۴۶ - اللہ کے قرب و بعد کا تعلق امام کے عدل و جور سے :-

(ابو سعیدؓ رفعه) احب الناس الی اللّٰہ یوم القیامة وادناهم منه مجلسا امام عادل وابغض الناس الی اللّٰہ وابعدهم منه مجلسا امام جائر (الترمذی)

بروز حشر اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور اللہ کے حضور سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والا شخص امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ قابل نفرت اور سب سے زیادہ دور جگہ پانے والا شخص ظالم امام ہوگا۔

۴۷ - عہدوں کا نہ ملنا بڑی رحمت ہے۔

(المقدام بن معدی کرب) ان النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلّم ضرب علی منکبیه ثم قال افلحت یا قدیم ان مت ولم تکن امیرا ولا کاتبا ولا عریفا (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدام بن معدی کرب کے کاندھوں پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے قدیم اگر کہیں کے امیر یا منشی (سیکرٹری) یا چودھری بنے بغیر مر جاؤ تو سمجھو کہ تم نے فلاح حاصل کر لی۔

۴۸ ۔ عہدوں کی طلب چھوڑ دو :۔

(عبدالرحمٰن ابن سمرۃ) رفعہ:
یاعبدالرحمٰن لاتسأل الامارۃ
فانک ان اوتیتھا عن مسئلۃ وکلت
الیھا وان اعطیتھا من غیر مسألۃ
اعنت علیھا (للستہ الا مالکا)

اے عبدالرحمٰن کبھی امارت کی طلب نہ کرو
اگر تمہیں مانگنے سے امارت ملی تو نفس کے پھندوں
میں آجاؤ گے اور اگر بے طلب ملی تو اللہ تعالےٰ کی طرف
سے تمہاری امداد ہوگی ۔

۴۹ ۔ عہدوں کی حرص :۔

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: انکم ستحرصون
علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ
فنعمت المرضعۃ وبئست الفاطمۃ
(بخاری ۔ نسائی)

تم لوگوں میں عنقریب امارت کی حرص پیدا ہونے
لگے گی لیکن ایسی امارت بروزِ حشر سبب ندامت بنے گی
یہ دودھ پلانے والی تو بڑی اچھی ہے ۔ مگر دودھ چھڑانے
وقت بڑی بُری ہوتی ہے ۔

۵۰ ۔ عہدوں کا مطالبہ

(ابوموسیٰؓ) دخلت علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم انا ورجلان من بنی
عمی فقال احدھما یارسول اللہ أمرنا
علی بعض ما ولاک اللہ وقال الآخر
مثل ذلک فقال انا واللہ لانولی ھذا
العمل احداً سألہ او احداً حرص علیہ
(شیخین ' ابوداؤد ' نسائی)

میں اور میرے دو عم زاد بھائی حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس حاضر ہوئے ۔ ان میں سے ایک نے عرض
کیا کہ ' یارسول اللہ آپ اپنے عطا شدہ اختیارات سے مجھے
بھی کہیں کی امارت سپرد کیجئے ۔ دوسرے شخص نے بھی ایسی
ہی درخواست پیش کی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب
دیا کہ : خدا کی قسم میں اس عہدے پر کسی ایسے شخص کو مقرر
نہ کروں گا جو اس کی طلب یا حرص رکھتا ہو ۔

۵۱ ۔ امارت و وزارت کا باہمی تعلق :۔

(عائشہؓ) رفعتہ : اذا اراد اللہ
بالامیر خیراً جعل لہ وزیر صدق

جب اللہ تعالیٰ کسی امیر کی بھلائی چاہتا ہے تو
اسے ایک مخلص وزیر بھی دے دیتا ہے ۔ امیر اگر کچھ

ان نسی ذکرہ وان ذکر اعانہ واذا اراد بہ غیر ذلک جعل لہ وزیر سوء ان نسی لم یذکرہ وان ذکر لم یعنہ (ابو داؤد، نسائی)

بھول جائے تو وہ یاد دلا دیتا ہے۔ اور اگر یاد رکھے تو مدد دیتا ہے۔ اور اگر کسی امیر کی بھلائی مقصود نہ ہو تو اس کے لئے ایک بُرا وزیر پیدا کر دیتا ہے جو بھولتے وقت کچھ یاد نہیں دلاتا اور یاد رہے تو کوئی مدد نہیں پہنچاتا۔

۵۲ - خوشامد اور ظلم سے امرا کی اعانت نہ کرو:

(کعب بن عجرۃ) رفعہ: اسمعوا انہ سیکون من بعدی امراء فمن دخل علیہم فصدقہم بکذبہم واعانہم علی ظلمہم فلیس منی ولست منہ ولیس یوارد علی الحوض ومن دخل علیہم ولم یعنہم علی ظلمہم ولم یصدقہم بکذبہم فہو منی وانا منہ وہو وارد علی الحوض (ترمذی ونسائی)

سن لو کہ عنقریب چند (نالائق) امراء ہوں گے۔ جو شخص ان کے پاس جائے اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے ان کے ظلم میں اعانت کرے وہ مجھ سے اور میں اس سے الگ ہوں گا اور وہ میرے پاس حوض سے سیراب ہونے کے لئے نہ آسکے گا لیکن جو ان امرا کے پاس جا کر نہ ان کے مظالم میں ہاتھ بٹائے گا اور نہ ان کی جھوٹی باتوں کو سچا بتائے وہ میرا اور میں اس کا ہوں گا۔ اور وہ حوض سے سیراب ہونے کے لئے میرے پاس پہنچ جائے گا۔

۵۳ - مشقت میں ڈالنے والا حاکم:

(عبد الرحمٰن بن شماسۃ المھری عن عائشۃؓ) رفعتہ ... اللھم من ولی من امر امتی شیئاً فشق علیہم فاشقق علیہ ومن ولی من امر امتی شیئاً فرفق بہم فارفق بہ (مسلم)

... اے اللہ جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا امیر ہو، اور وہ لوگوں کو مشقت میں ڈالے تو بھی اسے مشقت میں ڈال، اور جو امیر ان سے نرمی کا برتاؤ کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا سلوک فرما۔

۵۴ - اولی الامر سے قصاصِ ظلم لیا جائے گا:-

(عمرؓ) قال فی خطبتہ انی لم ابعث عمالی لیضربوا ابشارکم ولا لیأخذوا اموالکم فمن فعل بہ ذلک فلیرفعہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: "میں اپنے عمال کو اس لئے نہیں بھیجتا کہ تمہارے جسموں کو مار کر تکلیف پہنچائیں یا تمہارا مال چھین لیں جس کے ساتھ ایسا ہو وہ

الی اُقِصّہ منہ فقال: عمرو بن العاص لو ان رجلا ادب رعیتہ أتقصہ؟ ای والذی نفسی بیدہ الا اقصہ وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقص من نفسہ
(ابو داؤد)

میرے سامنے معاملے کو پیش کرے۔ تاکہ میں اس عامل سے قصاص لوں۔" یہ سن کر عمرو بن العاص بولے کہ اگر کوئی عامل "تادیباً" ایسا کرے جب بھی آپ اس سے قصاص لیں گے۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قصاص پھر بھی لوں گا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہاں تک دیکھا ہے کہ خود اپنی ذات سے بھی قصاص لیا ہے۔

۵۵ ۔ امارت کی سخت ذمے داری

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: مامن امیر عشرۃ الا یؤتی بہ مغلولا یوم القیمۃ حتی یفکہ العدل او یوبقہ الجور (بزار۔ اوسط)

کسی دس آدمی کا امیر بھی ایسا نہیں جسے بروز حشر ہتھکڑی ڈال کر نہ لایا جائے۔ اس کے بعد یا تو اس کا عدل اسے رہا کرا دے گا یا اس کی ناانصافی اسے غارت کر دے گی۔

۵۶ ۔ امتِ مسلمہ کے قیام کی غرض و غایت:

(معاویۃؓ) رفعہ: لا تقدس امۃ لا یقضی فیہا بالحق ویأخذ الضعیف حقہ من القوی غیر متعتع (للکبیر)

اُس امت میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی جس میں عادلانہ فیصلے نہ ہوتے ہوں۔ اور جس میں کمزور کوئی پریشانی اٹھائے بغیر اپنا حق زبردست سے وصول نہ کرلے۔

۵۷ ۔ کسی بے کس کی حاجت روائی امراسے کرا دینا:

(ابو الدرداءؓ) من ابلغ ذا سلطان حاجۃ من لا یستطیع ابلاغہ ثبت اللہ قدمیہ علی الصراط یوم تزل الاقدام (للبزار)

جو شخص اپنی ضرورت حاکم تک نہ پہنچا سکتا ہو۔ اس کی حاجت وہاں تک پہنچانے والے کا اجر یہ ہے کہ اللہ تعالٰے اسے اس دن ثابت قدم رکھے گا۔ جس دن قدموں میں لغزش پیدا ہوگی۔ (یعنی بروز حشر)

۵۸ ۔ اولی الامر کی اصلی ذمے داری:

(ابن عباسؓ) رفعہ: ما من امتی احد ولی من امر الناس شیئا لم یحفظہم

میرا جو امتی کہیں کا امیر بننے کے بعد لوگوں کی اسی طرح نگاہ داشت نہ کرے گا جس طرح وہ اپنی یا

بما یحفظ به نفسه واهله الا لم یجد رائحة الجنة (اوسط، صغیر لبنحوه)

اپنے بال بچوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

۵۹ ۔ ایضاً

(ابن عباسؓ) رفعه: من ولی شیئا من امر المسلمین لم ینظر الله فی حاجته حتی ینظر فی حوائجهم (کبیر بلین)

جو مسلمانوں کا امیر ہو، اس کی ضرورتوں پر اللہ تعالےٰ نگاہ بھی نہیں ڈالے گا۔ جب تک وہ لوگوں کی ضرورتوں پر نظر نہ رکھے۔

۶۰ ۔ اولی الامر کی خیر خواہی اور اس کا طریقہ:

(عیاض بن غنمؓ) من اراد ان ینصح لذی سلطان بامر فلا یبده له علانیة ولکن لیاخذ بیده فیخلو به فان قبل منه فذاک والا قد کان قد ادی الذی علیه (احمد مطولا)

جو کسی حاکم کی کسی معاملے میں خیر خواہی کرنا چاہے۔ وہ اسے علانیہ رسوا نہ کرے۔ بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں لے جائے (اور بات سمجھا دے) اگر وہ مان جائے تو فبہا۔ ورنہ سمجھانے والا تو اپنے فرض سے سبکدوش ہو ہی جائے گا۔

۶۱ ۔ اولی الامر کے سامنے جاکر:

(ابن عمرؓ) رفعه: من حضر اماما فلیقل خیرا اولیسکت۔ (اوسط بلین)

جو امام کے پاس جائے وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے (یعنی ہر ہاں میں ہاں نہ ملائے۔ اور بُری بات زبان سے نہ نکالے)۔

۶۲ ۔ امیر کا بیت المال میں کتنا حق ہے:

(علیؓ) رفعه: لا یحل للخلیفة من مال الله الا قصعتین قصعة یاکلها هو واهله وقصعة یضعها بین یدی الناس۔ (احمد)

خلیفے کے لئے اللہ تعالےٰ کے مال میں سے دو پیالے سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ یعنی ایک پیالہ تو اس کے اور اس کے بال بچوں کے لئے اور دوسرا وہ جو لوگوں کے سامنے رکھے۔

۶۳ ۔ حضرت ابوبکرؓ کا عجیب اسوہ :۔

(ابوبکرؓ) قال لما احتضر یا عائشة انظری اللقحة التی کنا نشرب من لبنها والجفنة التی نصطنع فیها والقطیفة التی کنا نلبسها فانا کنا ننتفع بذلک حین کنا نلی امر المسلمین فاذا مت فردیه الی عمرؓ فلما مات ابوبکرؓ ارسلت بها الی عمرؓ فقال عمر رحمک اللہ لقد اتعبت من جاء بعدک۔

(کبیر)

حضرت ابوبکرؓ نے بوقت رحلت فرمایا کہ : اے عائشہؓ دیکھو یہ تو وہ اونٹنی ہے جس کا ہم دودھ پیا اور یہ ہے وہ پیالہ جس میں کھانا تیار کرتے تھے۔ اور یہ وہ چادر ہے جو ہم اوڑھا کرتے تھے۔ ان تینوں چیزوں سے ہم اس وقت فائدہ اٹھا رہے تھے جب ہم مسلمانوں کے امیر تھے۔ لہذا جب میں مر جاؤں تو یہ عمرؓ کو واپس کر دینا۔ چنانچہ جب آپ وفات پا چکے تو حضرت عائشہؓ نے یہ تینوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا کہ : اے ابوبکرؓ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ آپ نے اپنے بعد آنے والے کو تھکا دینے کا سامان کر دیا۔

اطاعتِ امام اور جماعت سے وابستگی

۶۴ ۔ اطاعت امیر کی حدود :

(انسؓ) رفعہ :۔ اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان رأسہ زبیبة ما اقام فیکم کتاب اللہ (بخاری)

اگر تم پر کوئی ایسا حبشی غلام بھی جس کا سر مویز منقّٰی کی طرح چھوٹا ہو، امیر بنا دیا جائے تو جب تک وہ کتاب اللہ کے مطابق چلائے۔ اس کی سمع وطاعت کرتے رہو۔

۶۵ ۔ امیر کی اطاعت عین خدا اور رسول کی اطاعت ہے :

(ابوھریرةؓ) رفعہ : من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی

جو میری اطاعت کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے اور جو میرا نافرمان ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بھی نافرمان ہے اور جو

الله ومن يطع الامير فقد اطاعنى ومن يعص الامير فقد عصانى

امیر کا اطاعت گزار ہے وہ میرا فرمانبردار ہے۔ اور جو امیر کی نافرمانی کرے وہ میرا بھی نافرمان ہے۔

۶۶ - امام کون ہوتا ہے ؟

زاد فى رواية : وانما الامام جُنة يقاتل من ورائه ويتقى به فان امر بتقوى الله وعدل فان له بذلك اجرًا وان قال بغيره كان عليه منه وزر۔ (شيخين ۔ نسائى)

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ امام ایک سپر ہے، جس کی پناہ میں جنگ کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے بچاؤ کیا جاتا ہے۔ پس اگر وہ تقوی اللہ کا حکم دے اور عدل کو قائم رکھے تو اس کے لئے اجر ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ کچھ کہے تو اس کا بوجھ اسی پر ہوگا۔

۶۷ ۔ ترکِ اطاعت کب ہے ؟

(ابن عمرؓ) رفعه :- على المرء المسلم السمع والطاعة فيما احب وكره الا ان يؤمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة۔ (للستة الامالكا)

مرد مسلم پر تو سمع و اطاعتِ امیر واجب ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند۔ ہاں اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو وہاں کوئی سمع و طاعت نہیں۔

۶۸ - معصیت الٰہی میں کسی کی اطاعت نہیں :

(ابن مسعودؓ) رفعه : سيلى اموركم لعدى رجال يطفئون السنة ويعملون بالبدعة ويؤخرون الصلوة عن مواقيتها قلت يارسول الله ان ادركتهم كيف افعل ؟ قال تسألنى يا ابن ام عبد كيف تفعل ؟ لا طاعة لمن عصى الله (قزوينى)

میرے بعد کچھ ایسے لوگ تمہارے امیر ہوں گے۔ جو سنت کو ہٹا کر بدعتیں جاری کریں گے اور نماز کے اوقات میں تاخیر کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ : یا رسول اللہ ! اگر ایسے لوگ مجھے ملیں تو میں کیا کروں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام عبد کے فرزند ! مجھ سے پوچھتے ہو کہ ایسی صورت میں کیا کروں ؟ ارے جو اللہ کا نافرمان ہو۔ اس کی اطاعت کیسی ؟

۶۹ ۔ اولی الامر کی ہر حال میں اطاعت :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ، علیک بالسمع والطاعۃ فی عسرک ویسرک ومنشطک ومکرھک وأثرۃ علیک (مسلم، نسائی)

تم پر امیر کی سمع و اطاعت ہے۔ تنگی میں بھی، فراخی میں بھی، خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی اور اپنے آپ پر ترجیح دینے میں بھی۔

۷۰ ۔ بہترین اور بدترین ائمہ :

(عوف بن مالکؓ) رفعہ خیار ائمتکم الذین تحبونھم ویحبونکم وتصلون علیھم ویصلون علیکم وشرار ائمتکم الذین تبغضونھم ویبغضونکم وتلعنونھم ویلعنونکم قلنا یا رسول اللہ افلا ننابذھم؟ قال لا ما اقاموا فیکم الصلوٰۃ لا ما اقاموا فیکم الصلوٰۃ لا ما اقاموا فیکم الصلوٰۃ الا من ولی علیہ وال فرآہ یأتی شیئاً من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یأتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن یداً من طاعۃ (مسلم)

تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم اور جو تم سے محبت رکھتے ہوں۔ تم انہیں اور وہ تمہیں دعائے خیر سے یاد کرتے ہوں اور بدترین امام وہ ہیں جن سے تم اور جو تم سے بغض رکھتے ہوں! اور جن پر تم اور جو تم پر لامت و لعنت کرتے رہتے ہوں۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم ایسے ائمہ سے انقطاع یا اعلان جنگ نہ کرلیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ: جب تک تم میں اقامت صلوٰۃ کرتے رہیں اس وقت تک ایسا مت کرو۔ پھر فرمایا کہ: جس پر کوئی امیر مقرر کر دیا جائے۔ اور وہ اس امیر کو کسی معصیت کا ارتکاب کرتے دیکھے تو اس معصیت کو تو ضرور برا سمجھے لیکن اس کی طاعت سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے۔

۷۱ ۔ دنیاوی غرض سے بعیت :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: ثلاثۃ لا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ ولا ینظر الیھم ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم رجل علی فضل ماء بالفلاۃ یمنعہ ابن السبیل ورجل

تین قسم کے آدمی ایسے ہیں۔ جن سے اللہ تعالےٰ بروز حشر بات بھی نہیں کرے گا۔ نہ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا۔ نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ شخص جو کسی بیابان میں زائد از ضرورت پانی پر قابض ہو! ور مسافروں کو پانی نہ لینے

يبايع رجلا بسلعة بعد العصر فحلف بالله لاخذها بكذا وكذا فصدقه فاخذها وهو على غير ذلك ورجل بايع اماما لايبايعه الا لدنيا فان اعطاه منها مايريد وفى له وان لم يعطه لم يف.
(شیخین، ابوداؤد، نسائی)

دے۔ دوسرا وہ شخص جو بعد عصر کوئی سودا یہ کہہ کر بیچے کر خدا کی قسم میں نے تو اتنے کو خریدا ہے اور خریدار اسے سچا سمجھ کر خرید لے۔ حالانکہ اس نے قسم غلط کھائی تھی۔ تیسرا وہ شخص ہے جو کسی امام کی بیعت محض دنیا کے لئے کرے۔ یعنی اگر وہ امام اس کا دنیوی مطالبہ پورا کر دے پھر تو اس کے ساتھ وفا کرے اور اگر اسے کچھ نہ دے تو بے وفائی پر اُتر آئے۔

۷۲ - اولی الامر کو کوسنا:

(ابوامامۃؓ) رفعہ: لاتسبوا الائمة وادعوا الله لهم بالصلاح فان صلاحهم لكم صلاح (کبیر، اوسط)

اماموں کو گالیاں نہ دو، بلکہ ان کے لئے دعائے خیر کرو، کیونکہ تمہاری اصلاح بھی ان ہی کی اصلاح سے وابستہ ہے۔

۷۳ - نظام اجتماع سے وابستگی:

(ابوذرؓ) رفعه: من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه (ابوداؤد)

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔

۷۴ - ضلالت پر اجماع نہیں ہوتا:

(ابن عمرؓ) رفعه: لن تجتمع امتى على ضلالة فعليكم بالجماعة فان يد الله على الجماعة (کبیر)

میری امت کا اجتماع گمراہی پر نہ ہوگا۔ لہٰذا تم لوگ جماعت سے وابستہ رہو۔ کیونکہ جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہوتی ہے۔

۷۵ - اجتماع سے انقطاع:

(معاذؓ) رفعه: ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم يأخذ الشاة

بھیڑ بکری کی طرح انسان کے بھی بھیڑیئے ہوتے ہیں اور انسان کا بھیڑیا شیطان ہے۔ دور اور

القاصية والناحية فاياكم والشعاب و عليكم بالجماعة والعامة والمسجد۔
(احمد، کبیر)

کنارے رہنے والی بکری کو بھیڑیا اٹھا لے جاتا ہے لہٰذا تفریق سے بچو اور جماعت سے، عوام سے اور مسجد سے وابستہ رہو۔

۷۶ - کتاب اللہ اور حکومت کے افتراق کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟

(معاذؓ) رفعہ: الا ان رحی الاسلام دائرة فدوروا مع الكتاب حيث دار الا ان الكتاب والسلطان سيفترقان فلا تفارقوا الكتاب الا انه سيكون عليكم امراء يقضون لانفسهم ما لا يقضون لكم فان عصيتموهم قتلوكم وان اطعتموهم اضلوكم قالوا يا رسول الله كيف نصنع؟ قال كما صنع اصحاب عيسىٰ بن مريم نشروا بالناشر وحملوا على الخشب موت فاطاعة الله خير من حياة فی معصية الله (کبیر بلین)

اسلام کی چکی چل پڑی ہے۔ لہٰذا جدھر کتاب اللہ لے جائے اُدھر ہی تم بھی گھوم جاؤ۔ سنو! کتاب اللہ اور حکومت عنقریب الگ الگ ہو جائیں گی۔ تم اس وقت کتاب کو نہ چھوڑنا۔ سنو! عنقریب تم پر ایسے امرا مسلط ہونے والے ہیں۔ جن کے فیصلے تمہارے لئے کچھ اور ہوں گے۔ اور اپنے لئے کچھ اور، ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ اور اگر اطاعت کرو گے، تو گمراہ کر دیں گے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ، اس وقت ہمارا کیا طرز عمل ہو؟ فرمایا: وہی جو اصحاب عیسیٰ (علیہ السلام) کا تھا۔ انہیں آروں سے چیرا گیا اور سولی پر لٹکایا گیا۔ اللہ تعالےٰ کی طاعت میں مر جانا اس کی نافرمانی میں زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

۷۷ - اولی الامر کے سامنے بے خوف حق گوئی:

(ابو ھریرہؓ) رفعہ: لا تدخلن على الامراء فان غلبت على ذلك فلا تجاوز سنتی ولا تخافن سيفه ولا سوطه ان تأمرهم بتقوى الله۔
(اوسط بضعف)

حکام کے پاس حتی الامکان نہ جایا کرو۔ اگر ایسا ہی کرنا پڑے تو میری سنت سے تجاوز نہ کرو، اور انہیں تقویٰ اللہ کا حکم سنانے میں تلوار اور کوڑے سے نہ ڈرو۔

۷۸ - گمراہ دور میں کیا طرزِ عمل ہو؟:

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: یکون فی آخر الزمان امراء ظلمۃ ووزراء فسقۃ و قضاۃ خونۃ وفقھاء کذبۃ فمن ادرک ذلک الزمان منکم فلا یکونن لھم جابیا ولا عریفا ولا شرطیا
(اوسط، صغیر بلین)

آخر زمانہ میں ظالم اولی الامر، فاسق وزراء، خائن قاضی اور جھوٹے فقہا ہوں گے۔ تم میں سے جو بھی ایسا دور دیکھے۔ وہ نہ ان کا محصل بنے نہ نقیب اور نہ سپاہی۔

۷۹ - ظالم امام اور سرکش مقتدی:

(ابو امامۃؓ) رفعہ: صنفان من امتی لن تنالھما شفاعتی امام ظلوم غشوم وکل غال مارق (کبیر، اوسط)

میری امت میں دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ایک تو ظالم و غاصب امام اور دوسرے وہ خود پسند جو دین (نظام اجماع) سے نکل جائیں۔

معاہدے کے احکام

۸۰ - معاہد کے ساتھ عدل و رحم کی تاکید:

(صفوان بن سلیم) عن عدۃ من ابناء الصحابۃ عن آبائھم۔ رفعوہ: من ظلم معاھدا او انتقصہ او کلفہ فوق طاقتہ او اخذ منہ شیئا بغیر طیب نفس فانا حجیجہ یوم القیمۃ (ابو داؤد)

کئی فرزندان صحابہؓ اپنے آبا کے حوالے سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو معاہد (معاہدہ کرنے والے) پر ظلم کرے یا معاہدے میں کمی پیدا کرے یا اس کی قوتِ برداشت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے یا اس کی خوش دلی کے بغیر اس سے کچھ وصول کرے تو میں بروز قیامت اس کی طرف سے وکیل ہوں گا۔

۸۱ - پابندی عہد و معاہدہ:

(ابو رافع) بعثنی قریش الی النبی صلی

مجھے کفار قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

اللہ علیہ وسلم فلما رأیتہ القی فی قلبی الاسلام فقلت یا رسول اللہ لا ارجع الیھم ابداً فقال انی لا اخیس بالعھد ولا احبس البُرُد ولکن ارجع فان کان فی نفسک الذی فی نفسک الآن فارجع فذھبت ثم اتیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت (ابوداؤد)

میں بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی میرے دل میں اسلام اتر گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو اب کبھی ان کے پاس واپس نہ جاؤں گا۔ فرمایا کہ: میں معاہدے میں غداری نہیں کرتا۔ اور نہ سفیروں کو قید کر سکتا ہوں۔ تم اس وقت تو واپس ہو جاؤ۔ پھر اگر تمہارے دل میں یہی جذبہ باقی رہے تو واپس آ جانا۔ غرض اس وقت تو میں واپس ہو گیا۔ اس کے بعد دوبارہ آ کر اسلام لایا۔

۸۲ - اصول کی محافظت:

(سلمۃ بن نعیم) عن ابیہ: قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول حین قراء کتاب مسیلمۃ للرسول ما تقولان انتما؟ قالا نقول کما قال قال اما واللہ لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما (ابوداؤد)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کا خط پڑھا تو قاصدوں سے پوچھا کہ تم دونوں کا کیا عقیدہ و خیال ہے۔ بولے: وہی جو مسیلمہ کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر قاصدوں کو قتل کیا جا سکتا تو میں تم دونوں کی گردنیں مار دیتا۔

۸۳ - عورت کا درجہ:

(عائشۃؓ) ان کانت المرأۃ لتجیر علی المسلمین فیجوز (ابوداؤد)

اگر عورت کسی کو مسلمانوں کے مقابلہ میں پناہ دے تو جائز ہے۔

۸۴ - بدعہدی کی سزا کیا ہوتی ہے؟

(مالکؒ) بلغنی: ان ابن عباسؓ قال ما ختر قوم بالعھد الا سلط علیھم العدو (ابوداؤد)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو قوم بدعہدی کرتی ہے اس پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔

۸۵ - مجوس اہل کتاب کی صف:-

(جعفر بن محمد) عن ابیہ: ان عمر ذکر المجوس فقال ما ادری کیف اصنع فی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار مجوس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کے معاملے

امرهم فقال عبدالرحمٰن بن عوف اشهد سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول سنوا بهم سنة اهل الکتاب (مالك)

میں کیا روش اختیار کروں ؟ عبدالرحمٰن بن عوفؓ بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اہلِ کتاب کے ساتھ ہوتا ہے۔

۸۶ - بدعہدی کی شہرت

(ابن عمرؓ) رفعه - ان الغادر ینصب له لواء یوم القیامة فیقال هذه غدرة فلان (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

غداری (معاہدے کی خلاف ورزی اور بدعہدی) کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ اور یہ بتایا جائے گا کہ فلاں شخص کی بدعہدی کا نشان ہے۔

غنیمت اور غلول

۸۷ - مرد و زن کے مساوی حصے :

(حشرج بن زیاد) عن جدته ام ابیه : خرجت فی غزاة خیبر سادسة ست نسوة فبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فبعث الینا فجئنا فرأینا فیه الغضب فقال مع من خرجتن و باذن من خرجتن ؟ فقلنا خرجنا نغزل الشعر و نعین به سبیل الله و نناول السهام و معنا دواء للجرحی و نسقی السویق فقال قمن اذا حتی اذا فتح الله علیهم خیبر اسهم لنا کما اسهم للرجال فقلت لها یا جدتی ما کان ذلك قالت تمراً (ابوداؤد)

غزوۂ خیبر میں شریک ہونے والی چھ عورتوں میں میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو ہم سب کو بلا بھیجا۔ جب ہم آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصّہ میں پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی تھیں۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم اُون کی چیزیں بنتی ہیں جن سے قتال فی سبیل اللہ میں مدد ملتی ہے اور تیر بھی پیش کرتی ہیں۔ نیز ہمارے پاس زخمیوں کے لئے دوا بھی ہے۔ اور ہم انہیں دارو (یا ستّو) بھی پلاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنا کام کئے جاؤ۔ بالآخر جب خیبر فتح ہوا، تو ہم عورتوں کو بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی طرح حصہ دیا جس طرح مردوں کو دیا۔ میں نے پوچھا کہ دادی جان ! آپ کے حصّے میں کیا چیز آئی تھی ؟ بولیں، کھجوریں۔

۸۸ ۔ مالِ غنیمت میں غیر مسلموں کے حصے :

(الزھری): ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسھم لقوم من الیھود قاتلوا معہ (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو بھی حصے دیئے ہیں۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی تھی۔

۸۹ ۔ حضرت عثمان غنیؓ کا حصہ غنیمت بلا شرکت جہاد :

(ابن عمرؓ) ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال یعنی یوم بدر ان عثمان انطلق فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ وانی ابایع لہ فضرب لہ بسھم و لم یضرب لاحد غاب غیرہ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بموقع بدر فرمایا کہ: عثمان رضؓ اللہ اور اس کے رسول ہی کے کام سے غیر حاضر رہے ہیں۔ میں ان کی طرف سے (غائبانہ) بیعت لیتا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی حصہ غنیمت نکال دیا اور ان کے سوا کسی دوسرے غیر حاضر شخص کا حصہ نہیں نکالا۔

تعبیرِ خواب وغیرہ

۹۰ ۔ خواب کی قسمیں اور بُرے خواب کا علاج :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: اذا اقترب الزمان لم تکد رؤیا المسلم تکذب واصدقکم رؤیا اصدقکم حدیثا ورؤیا المسلم جزء من ستۃ و اربعین جزءا من النبوۃ والرؤیا ثلاث فالرؤیا الصالحۃ بشری من اللہ ورؤیا تحزین من الشیطان ورؤیا مما یحدث المرء نفسہ فان رای احدکم ما یکرہ

قربِ قیامت کے وقت عموماً مسلمان کا خواب جھوٹا نہ ہوگا۔ اور جو مسلمان جتنا راست گفتار ہوگا اتنا ہی اس کا خواب سچا ہوگا۔ مسلمان کا صحیح خواب نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے صرف ایک جزو ہے۔ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) صالح خواب تو اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے بشارت ہوتی ہے (۲) غم انگیز خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور (۳) حدیث النفس جو اپنے خیالات کا عکس ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی کو کوئی

فلیقم فلیصل ولا یحدث بھا الناس (شیخین، ترمذی، ابوداؤد)

ناگوار بات نظر آئے تو وہ اٹھ کر نماز ادا کرے اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔

۹۱ - خوابِ پریشان کے اثرات سے بچنے کا طریقہ:

(ابوقتادہؓ) رفعہ: الرؤیا الصالحۃ من اللہ والحلم من الشیطان فاذا حلم احدکم الحلم یکرھہ فلیبصق عن یسارہ ولیتعوذ باللہ منہ فلن یضرہ۔

(الستۃ الا النسائی)

اچھے خواب اللہ کی جانب سے اور پریشان کرنے والے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پس جب تمہیں ناگوار خواب نظر آئے تو اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دو اور اس سے اللہ کی پناہ مانگو (یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم وغیرہ پڑھے) تو وہ خواب اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

۹۲ - مبشّرات:

(ابوہریرۃؓ) رفعہ: لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات؟ قال الرؤیا الصالحۃ

(مالک، ابوداؤد، بخاری)

میرے بعد نبوت کی کوئی خصوصیات بجز "مبشرات" کے باقی نہ رہے گی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: مبشرات کیا چیز ہے؟

فرمایا: (صالح) اچھے خواب۔

۹۳ - ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا ایک خواب اور اس کی تعبیر:

(عائشۃؓ) رأیت ثلاثۃ اقمار سقطن فی حجرتی فقصصت رؤیای علی ابی بکر فسکت فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودفن فی بیتی قال لی ابوبکرؓ ھذا احد اقمارک وھو خیرھا۔

(مالک بکبیر بضعف)

میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند گرے ہیں۔ میں نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو وہ خاموش رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وفات پاکر میرے حجرے میں دفن ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ان تین چاندوں میں سے ایک یہ ہے جو سب سے بہتر چاند ہے۔ (اس کے بعد دوسرے دو چاند حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ دفن ہوئے)

كتابُ الطِبّ

۹۴ - دوا ہر مرض کی موجود ہے مگر حرام دوا نہ ہو:

(ابو الدرداء) رفعه: ان الله انزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتداووا ولا تداووا بالحرام (ابو داؤد)

اللہ نے بیماری بھی پیدا کی ہے۔ اور دوا بھی۔ ہر مرض کی دوا بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا دوائیں استعمال کیا کرو۔ ہاں حرام چیزوں کو دواءً استعمال نہ کرو۔

۹۵ - بڑھاپے کی دوا نہیں

(اسامة بن شريك) رفعه: تداووا فان الله تعالیٰ لم يضع داء الا وضع له دواء غير داء واحد وهو الهرم (ابو داؤد ترمذی)

دوا استعمال کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ہر مرض کے لئے دوا بھی پیدا کی ہے۔ صرف ایک مرض کی دوا نہیں، اور وہ ہے بڑھاپا۔

۹۶ - معدے کی لطیف مثال:

(ابو هريرةؓ) رفعه: المعدة حوض البدن والعروق اليها واردة فاذا صحت المعدة صدرت العروق بالصحة واذا فسدت المعدة صدرت العروق بالسقم (اوسط بضعف)

معدہ بدن کا حوض ہے۔ جس سے سیراب ہونے کے لئے رگیں ملی ہوئی ہیں۔ اگر معدہ درست ہے تو یہ رگیں بھی جام صحت پی کر واپس ہوتی ہیں۔ ورنہ بیماری کے گھونٹ پی کر لوٹتی ہیں۔

۹۷ - اتباع سنّت کا غلط مطلب سمجھنے کا نتیجہ:

(ابو كبشة الانماری)... ان النبی صلی الله عليه وسلم احتجم علی

.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زہریلے گوشت کا اثر دور کرنے کے لئے اپنے

هامته من الشاة المسمومة قال معمر فاحتجمت انا من غير سم كذلك فی یافوخی فذهب حسن الحفظ عنی حتی كنت القن فاتحة الكتاب فی الصلوٰة (ابوداؤد)

سر پر پچھنا لگوایا تھا۔ معمر کا بیان ہے کہ میں نے بھی بغیر اس کے کہ کسی زہر کا اثر دور کرنا مقصود ہو" اپنی چندیا پر پچھنا لگوایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری قوت حافظہ ختم ہو گئی حتیٰ کہ نماز کے اندر سورۂ فاتحہ تک میں لقمہ دیا جانے لگا۔

جھاڑ پھونک فال وغیرہ

۹۸ - جبر و قدر کا امتزاج :

(ابو خزامة) عن ابيه: قلت يا رسول الله ارأيت رقی نسترقی بها ودواء نتداوی به وتقاة نتقيها هل ترد من قدر الله شيئاً؟ قال هو من قدر الله۔ (ترمذی)

میں نے پوچھا کہ: ہم لوگ جھاڑ پھونک بھی کرتے ہیں اور دوائیں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور بچاؤ کی دوسری تدبیریں بھی کر لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں کیا یہ چیزیں قضاو قدر پر اثر انداز ہوتی ہیں؟ فرمایا جو کچھ تم کرتے ہو یہ بھی قضاو قدر ہی میں داخل ہے۔

۹۹ - بعض لغو اعتقادات :

(قطن بن قبيصة) عن ابيه رفعه العيافة والطيرة والطرق من الجبت۔ (ابوداؤد)

پرندے اڑا کر نیک شگون لینا، یا کسی اور طرح بدشگونی لینا یا جادو منتر کے طور پر کنکریاں پھینکنا، یہ سب فضول اور بے برکت چیزیں ہیں۔

سحر و نجوم وغیرہ

۱۰۰ - نجوم کی لغویت :

(ابن عباسؓ) رفعه: من اقتبس باباً من

جو شخص علم نجوم سے اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے

علم النجوم لغیر ما ذکر اللہ فقد اقتبس شعبة من السحر المنجم کاھن والکاھن ساحر والساحر کافر (رزین، ابوداؤد لبعضه)

مقصد کے علاوہ کچھ اور استفادہ کرتا ہے۔ وہ گویا سحر (جادو) سے استفادہ کرتا ہے۔ منجم ایک قسم کا کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر۔

۱۰۱ ۔ پیروی علم نجوم کی گمراہی :

(العباسؓ) خرجت مع النبی صلی اللہ علیه وسلم من المدینة فالتفت الیها فقال ان اللہ قد طهر هذه القریة من الشرك ان لم تضلهم النجوم (موصلی کبیر، اوسط، بلین)

میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے سے باہر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر مدینے کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے اس آبادی کو شرک سے پاک کر دیا ہے بشرطیکہ انہیں نجوم گمراہ نہ کر دے۔

۱۰۲ ۔ کہانت کی حقیقت :

(عائشةؓ) سئل النبی صلی اللہ علیه وسلم عن الکهان؟ فقال لیس بشیٔ قالوا یا رسول اللہ انهم یحدثون احیانا بالشیٔ فیکون حقا فقال تلك الکلمة من الحق یخطفها الجن فیقذفها فی اذن ولیه فیخلطون معها مائة کذبة (شیخین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! یہ لوگ بعض اوقات کچھ باتیں بتاتے ہیں جو سچی نکلتی ہیں۔ فرمایا: ایک آدھ سچی بات شیطان اڑا لیتا ہے اور اسے اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ سو جھوٹ بھی ملا دیتا ہے۔

سلام و مصافحہ وغیرہ

۱۰۳ ۔ سلام اور اندر آنے کی اجازت :

(کلدة بن حنبلؓ) ان صفوان بن امیة بعثه الی النبی صلی اللہ علیه

صفوان بن امیہ نے کلدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ دودھ، پیوسی اور سبزی لے کر بھیجا۔

وسلّم بلبن ولباء وضغابيس والنبي صلى الله عليه وسلم باعلى الوادي قال فدخلت عليه ولم استأذن ولم اسلم فقال صلى الله عليه وسلم ارجع فقل السلام عليكم ، ادخل ، وذلك بعد ما اسلم صفوان (ترمذی، ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وادی کے بالائی حصے میں تشریف رکھتے تھے۔ کلدہ کا بیان ہے کہ میں بلا اجازت لئے اندر داخل ہوگیا۔ اور سلام بھی نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: باہر واپس جاؤ۔ اور پہلے اسلام علیکم کہہ کر پوچھو کہ۔ میں اندر آ جاؤں؟ یہ واقعہ صفوان کے اسلام لانے کے بعد کا ہے۔

۱۰۴۔ اپنے گھر کے اندر داخل ہونے کے آداب :

(انسؓ) قال لی النبی صلی الله عليه وسلم يا بُنی اذا دخلت على اهلك فسلم يكن سلامك بركة عليك وعلى اهل بيتك (ترمذی)

مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے فرزند! جب تم اپنے گھر کے اندر داخل ہو تو پہلے سلام کر لیا کرو۔ یہ سلام تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے بھی باعثِ برکت ہوگا۔

۱۰۵۔ گفتگو سے پہلے سلام :

(جابرؓ) رفعه : السلام قبل الكلام (ترمذی)

گفتگو سے پہلے سلام ہوتا ہے۔

۱۰۶ بچوں کو سلام کرنا :

(انسؓ) مر على صبيان فسلم عليهم وقال كان النبي صلى الله عليه وسلم يفعله (شیخین، ترمذی، ابوداؤد)

(حضرت) انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کچھ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا۔ اور کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

۱۰۷۔ سلام میں جماعت کی نمائندگی :

(علیؓ) رفعه ، يجزى عن الجماعة اذا مروا ان يسلم احدهم ويجزئ عن الجلوس ان يرد احدهم . . . وحديث تقرأ السلام على من عرفت ومن لم

آنے والوں میں اگر پوری جماعت ہو، تو ایک آدمی کا سلام کر دینا سب کی طرف سے کافی ہے اور اسی طرح ایک آدمی کا جواب سلام دے دینا تمام اہل محفل کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ . . . اور اس مضمون کی حدیث کہ ہر آشنا د

تعرف مرفی خصائل الایمان (ابوداؤد)

ناآشنا کو سلام کرو ۔ خصائل ایمان کے باب میں گزر چکی ہے ۔

۱۰۸ ۔ سلام میں سبقت :

(ابوامامۃؓ) رفعہ: اولی الناس باللہ من بدأھم بالسلام (ترمذی، ابوداؤد بلفظہ)

اللہ تعالےٰ کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو سلام کرنے میں ابتدا کرے ۔

۱۰۹ ۔ کبر شکنی کی عجیب تعلیم :

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: لیسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر ۔

سوار پیدل چلنے والے کو اور کھڑا ہونے والا بیٹھے ہوئے کو اور قلیل التعداد ، کثیر التعداد کو سلام کرے ۔

۱۱۰ ۔ من نہ دیدم کہ سگے پیش سگے سر خم کرد :

(انسؓ) سمعت رجلا یقول للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الرجل منا یلقی اخاہ وصدیقہ أینحنی لہ؟ قال لا . . . .

(ترمذی)

میں نے ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے سنا کہ اگر کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکنا بھی چاہیئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔

۱۱۱ ۔ لفظ سلام کا مصدر :

(ابن مسعودؓ) رفعہ: السلام اسم من اسماء اللہ تعالےٰ وضعہ فی الارض فافشوہ بینکم فان الرجل المسلم اذا مر بقوم فسلم علیھم فردوا علیہ کان لہ علیھم فضل درجۃ بتذکیرہ ایاھم السلام فان لم یردوا علیہ رد علیہ من ھو خیر منھم واطیب (بزار، کبیر)

" سلام " اللہ تعالےٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جسے اس نے زمین پر رکھ دیا ہے ۔ لہٰذا اسے آپس میں پھیلا کر ۔ اگر ایک مسلمان کچھ لوگوں کے پاس سے گزرتا ہوا انہیں سلام کرے اور وہ اسے جواب سلام دیں تو اس مسلمان کا ایک درجہ فضیلت ان لوگوں سے زیادہ ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کو " سلام " کی یاد دلائی ، اگر لوگ اس کے سلام کا جواب نہ دیں تو اس کا جواب وہ دیتا ہے جو ان سب سے بہتر اور پاکیزہ تر ہے (یعنی اللہ تعالیٰ یا اس کا مقرب فرشتہ)

۱۱۲ - سب سے بڑا بخیل:

(ابوھریرۃ رض) رفعہ: اعجز الناس من عجز فی الدعاء وابخل الناس من بخل بالسلام (کبیر)

سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو دعا سے عاجز ہو۔ اور سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے۔

۱۱۳ - مصافحے کے موجد:

(انس رض) لما جاء اھل الیمن قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم جاءکم اھل الیمن و ھم اوّل من جاء بالمصافحۃ (ابوداؤد)

جب اہل یمن آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور مصافحے کی ابتدا انہیں سے ہوئی ہے۔

۱۱۴ - اجر مصافحہ:

(البراء رض) رفعہ: ما من مسلمان یلتقیان فیتصافحان الا غفر لھما قبل ان یتفرقا (ابوداؤد، ترمذی)

جب بھی دو مسلمان باہم ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو جُدا ہونے سے پہلے تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۱۱۵ - مصافحے اور ہدایا کی برکات

(عطاء الخراسانی) ارسلہ: تصافحوا یذھب الغل و تھادوا تحابوا وتذھب الشحناء (مالک)

مصافحہ کیا کرو۔ اس سے باہمی رنج دور ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو۔ اس سے باہمی محبت قائم رہتی ہے اور کینہ دور ہوتا ہے۔

۱۱۶ - صحابہ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے:

(انس رض) لم یکن شخص احب الیھم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک (ترمذی)

صحابہ کرام رض کی نظر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہ تھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں علم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند نہیں فرماتے۔

۱۱۷ - خواہش مندِ قیام جہنمی ہے :

(معاویۃؓ) دفعہ : من احب ان یتمثل لہ الناس قیاماً فلیتبوأ مقعدہ من النار (ابوداؤد، ترمذی)

جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے لئے (تعظیماً) کھڑے ہو جایا کریں۔ اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

داخلے کی اجازت

۱۱۸ - پہلے سلام پھر اندر آنے کی اجازت :

(ربعی بن حراش) جاء رجل فاستأذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ءالج؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ اخرج الی ھذا فعلمہ الاستیذان فقل لہ قل السلام علیکم ءادخل فسمع الرجل ذلک فقال السلام علیکم ءادخل؟ فاذن لہ صلی اللہ علیہ وسلم فدخل (ابوداؤد)

ایک شخص آیا اور اس نے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہوئے یوں کہا کہ: میں اندر آجاؤں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے کہا کہ: باہر جا کر اسے اجازت لینے کا طریقہ بتا دو۔ اس سے کہو کہ: پہلے اسلام علیکم کہے۔ پھر پوچھے کہ میں اندر آسکتا ہوں؟ اس شخص نے یہ گفتگو باہر ہی سے سن لی اور وہیں سے بولا کہ اسلام علیکم! میں اندر آسکتا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور وہ اندر آگیا۔

۱۱۹ - سعدؓ کی ایک عجیب ادا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مساویانہ برتاؤ :

(قیس بن سعدؓ) زارنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منزلنا فقال السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرد ابی رداً خفیاً فقلت الا تأذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال ذرہ حتی یکثر علینا من السلام فقال صلی

قیس بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے اور باہر ہی سے فرمایا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میرے والد سعدؓ نے دھیمی آواز سے جواب سلام دیا۔ میں نے اپنے والد سعدؓ سے کہا کہ حضورؐ تشریف لائے ہیں۔ اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا کہ چھوڑو بھی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم

الله علیه وسلم السلام علیکم ورحمة الله فرد سعد ردا خفیا ثم قال صلی الله علیه وسلم السلام علیکم ورحمة الله ثم رجع فاتبعه سعد فقال یا رسول الله انی کنت اسمع تسلیمک وارد علیک ردا خفیا لتکثر علینا من السلام فانصرف معه النبی صلی الله علیه وسلم وامر له سعد بغسل فاغتسل ثم ناوله ملحفة مصبوغة بزعفران او ورس فاشتمل بها ثم رفع یدیه وهو یقول اللهم اجعل صلواتك ورحمتك علی آل سعد ثم اصاب صلی الله علیه وسلم من الطعام فلما اراد الانصراف قرب له سعد حمارا قد وطأ علیه بقطیفة فقال سعد یا قیس اصحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فصحبته فقال لی ارکب معی فابیت فقال اما ان ترکب و اما ان تنصرف فانصرفت (ابوداؤد)

کو (ہم پر) خوب بار بار سلامتی بھیجنے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! سعدؓ نے پھر دھیرے سے جواب دیا۔ حضورؐ پھر تیسری بار سلام کہہ کر واپس ہونے لگے تو سعدؓ پیچھے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں حضورؐ کا سلام سن رہا تھا، اور دھیرے سے جواب بھی دیتا رہا۔ غرض یہ تھی کہ حضورؐ بار بار ہم پر سلامتی بھیجتے رہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سعد (رضی اللہ تعالٰے عنہ) کے ساتھ واپس آئے اور سعدؓ نے غسل کا پانی تیار کرنے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور سعدؓ نے زعفران سے رنگی ہوئی ایک چادر حضورؐ کو پیش کی۔ حضورؐ نے وہ اوڑھ لی اور ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ! آل سعدؓ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا نوش فرمایا۔ پھر جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو سعدؓ نے ایک گدھا تیار کیا اور اس پر نرم جھبور دار چادر کا گدا بچھا دیا اور اپنے فرزند قیس سے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ قیسؓ کہتے ہیں کہ میں ساتھ چلنے لگا تو حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ میں نے ادباً انکار کیا تو فرمایا کہ یا تو تم بھی میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ یا پھر واپس جاؤ۔ آخر میں واپس آگیا۔

۱۲۰ - اپنے گھر میں اجازتِ داخلہ لینا:

(عطاء بن یسارؓ) ان رجلا سأل النبی صلی الله علیه وسلم فقال استأذن لی علی امی؟ فقال نعم قال انی معها

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: کیا میں اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لیا کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اس نے کہا کہ: میں اسی

في البيت فقال استأذن عليها قال انّي خادمها فقال استأذن عليها اتحب ان تراها عريانة ؟ قال لا فقال استأذن عليها.
(مالک)

کے ساتھ ایک گھر کے اندر رہتا ہوں حضورؐ نے فرمایا پھر بھی اجازت لے کر اندر آؤ۔ عرض کیا کہ اس کی خدمت بھی میں کرتا ہوں۔ فرمایا کہ: پھر بھی اذن لے لیا کرو۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ کسی وقت تم اسے برہنہ دیکھ لو؟ عرض کیا: نہیں! فرمایا: پھر اجازت لے لیا کرو۔

۱۲۱ - "میں" کی ایک عام عادت:

(جابرؓ) اتيت النبيّ صلى الله عليه وسلّم في امر دين كان على ابي فدققت الباب فقال من ذا ؟ فقلت انا فخرج وهو يقول انا انا كانه يكرهه۔
(شیخین، ابو داؤد، ترمذی)

میرے والد کے ذمے جو قرض تھا۔ اس کے متعلق کچھ پوچھنے کے لئے میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو فرمایا: کون ہے۔ میں نے کہا: "میں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی "میں میں" کہتے ہوئے باہر آئے۔ یعنی اس "میں" کے جواب کو پسند نہ فرمایا۔

۱۲۲ - بلا اجازت اندر گھسنا:

(ابو ھریرۃؓ) دفعہ: من اطلع في بيت قوم بغير اذنهم فقد حل لهم ان يفقئوا عينه (شیخین، ابو داؤد، نسائی)

اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بغیر اطلاع کے (اچانک) گھس آئے تو گھر والوں کے لئے اس کی آنکھ پھوڑ دینا روا ہے۔

مختلف آداب

۱۲۳ - چھینک اور جمائی کے آداب

(ابو ھریرۃؓ) دفعہ: . . . . فاذا عطس احدكم فحمد الله فحق على كل مسلم سمعه ان يقول يرحمك الله و

. . . . جب کوئی چھینک مار کر "الحمد للہ" کہے تو ہر سننے والے مسلمان پر اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہتا

وَاما التثاؤب فانما هو من الشیطان فاذا تثاءب احدکم وهو فی الصلوٰة فلیکظم ما استطاع ولا یقل ها فان ذلکم من الشیطان یضحك منه و فی روایة: فاذا تثاءب احدکم فلیضع یده علی فیه فاذا قال آہ آہ فان الشیطان یضحك من جوفه (شیخین، ترمذی، ابوداؤد، مسلم)

حق ہو جاتا ہے اور جمائی تو شیطانی فعل ہے اگر جمائی نماز میں آئے تو اسے جہاں تک ممکن ہو دبالو۔ اور "ہا ہا" نہ کرو۔ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جس پر خود شیطان بھی ہنستا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب جمائی آئے تو منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لو۔ "ہاہ ہاہ" کرنے سے شیطان اندر سے ہنستا ہے۔

۱۲۴ - راستے کے حقوق

(ابوسعیدؓ) رفعه: ایاکم والجلوس فی الطرقات فقالوا یارسول اللّٰہ ما لنا من مجالسنا بدٌ نتحدث فیها فقال فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقه فقالوا وما حق الطریق یارسول اللّٰہ؟ قال غضّ البصر وکف الاذی وردّ السلام والامر بالمعروف والنهی عن المنکر (شیخین، ابوداؤد) وله عن عمرؓ بنحوه فیه: وتغیثوا الملهوف وتهدوا الضال۔

راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ یہ سن کر بعض لوگوں نے کہا کہ: یارسول اللّٰہ! ہمیں بعض اوقات گفتگو کے لئے راستے پر ہی بیٹھنا پڑتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: اگر تمہیں مجبوراً ایسا ہی کرنا پڑے تو راستے کا حق بھی ادا کیا کرو۔ لوگوں نے پوچھا: سڑک یا راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا نگاہیں نیچی رکھنا، ایذا رسانی سے بچنا، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔

ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ: مصیبت زدوں کی امداد کرنا اور بھٹکے ہوئے کو راہ بتانا۔

۱۲۵ - اپنے لئے کسی کو اٹھانا

(ابن عمرؓ) رفعه: لا یقیمنّ احدکم رجلا من مجلسه ثم یجلس فیه ولکن توسعوا وتفسحوا یفسح اللّٰہ لکم (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

محفل میں کسی آدمی کو اٹھا کر اپنے لئے جگہ نہ پیدا کرو۔ بلکہ ذرا پھیل کر کشادگی پیدا کر لو تو اللّٰہ تعالیٰ بھی تمہارے لئے کشادگی پیدا فرما دے گا۔

۱۲۶ - بیٹھک کا زیادہ حق دار:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: اذا قام احدکم من مجلس ثم رجع الیہ فھو احق بہ (مسلم، ابوداؤد)

اگر کوئی شخص محفل سے اٹھ کر کہیں جائے اور پھر واپس آئے تو وہی اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔

۱۲۷ - سب سے زیادہ ضروری ادبِ محفل:

(جابر بن سمرۃؓ) کنا اذا اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس احدنا بحیث ینتھی (ابوداؤد)

ہم لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو کنارے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

۱۲۸ - دو آدمیوں کے بیچ میں بیٹھنا:

(عمرو بن شعیبؓ) عن ابیہ عن جدہ رفعہ: لا تجلس بین رجلین الا باذنھما۔ (ابوداؤد، ترمذی)

دو آدمیوں کے درمیان اجازت کے بغیر نہیں بیٹھنا چاہیئے

۱۲۹ - صدر نشینی کے شائق پر لعنت:

(ابومجلز) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن من جلس وسط الحلقۃ (ابوداؤد، ترمذی)

جو شخص بیچ حلقے میں جا کر بیٹھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

نصرت و اخوت و سفارش و تعصب

۱۳۰ - مومن پر مومن کے حقوق:

(ابوھریرۃؓ) المؤمن علی المؤمن ست خصال یعودہ اذا مرض ویشھدہ اذا

مومن پر دوسرے مومن کے چھ حق ہیں (۱) مریض ہو تو عیادت کرے (۲) مرے تو جنازے میں شرکت کرے

مات ویجیبه اذا دعاه ولیسلم علیه اذالقیه ولیشمته اذا عطس و ینصح له اذا غاب او شهد (للستة الامالکا بلفظ النسائیٔ)

(۳) دعوت کرے (یا بلائے) تو آجائے (۴) ملے تو سلام کرے (۵) چھینکے تو یرحمك الله کہے (۶) سامنے یا پیٹھ پیچھے ہو تو اس کی خیر خواہی کرے۔

ایمان و اخلاق کے تقاضے

۱۳۱ - گفتگو امانت ہوتی ہے

(جابرؓ) رفعه: اذا حدث رجل رجلا بحدیث ثم التفت فھو امانة۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے کوئی بات کر کے چلا جائے تو وہ بات امانت کی ایک قسم میں داخل ہے۔

۱۳۲ - کن بندوں کی تعظیم عین تعظیم الٰہی ہے:

(ابوموسیٰؓ) رفعه: ان من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم و حامل القرآن غیرالغالی فیه ولا الجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط (ابوداؤد)

کسی بوڑھے مسلمان اور حاملِ قرآن اور سلطان عادل کی تعظیم کرنا بھی اللہ تعالےٰ ہی کی تعظیم ہے۔ (بشرطیکہ اس میں نہ غلو ہو نہ کمی، بلکہ اعتدال ملحوظ رہے)۔

۱۳۳ - بوڑھے کی تعظیم کا اجر:

(انسؓ) رفعه: ما اکرم شاب شیخا لسنه الا قیض الله له من یکرمه عند سنه

(ترمذی)

جو نوجوان کسی بوڑھے کی کبر سنی کی وجہ سے تعظیم کرتا ہے۔ اس کی کبر سنی کی تعظیم کے لئے اللہ تعالےٰ کسی کو متعین کر لیتا ہے۔

۱۳۴ - بڑوں کی تعظیم :

(انسؓ) جاء شیخ یرید النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فابطاء القوم ان یوسعوالہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (ترمذی)

ایک بوڑھا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آیا۔ لوگوں نے اسے جگہ دینے میں کوتاہی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی توقیر نہ کرے۔ وہ میری جماعت سے باہر ہے۔

۱۳۵ - خواجہ کی بندہ نوازی :

(ابوھریرۃؓ) ان جریر بن عبد اللہ دخل البیت وھو مملوء فلم یجد مجلساً فرمی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازارہ او بردائہ وقال اجلس علی ھذا فاخذہ وقبلہ وضمہ الیہ وقال اکرمک اللہ یا رسول اللہ کما اکرمتنی فقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔ (اوسط ، بزار طبرانی)

جریر بن عبد اللہؓ کاشانۂ نبوت میں داخل ہوئے تو وہ پُر تھا اور انہیں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ردائے مبارک ان کی طرف پھینک دی اور فرمایا کہ: اس پر بیٹھ جاؤ۔ جریرؓ نے وہ چادر لی اور چوم کر سینے سے لگائی اور کہا کہ: یا رسول اللہ! اللہ آپؐ کا اکرام فرمائے۔ جس طرح آپؐ نے میرا اکرام فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب کسی قوم کا کوئی باعزت آدمی آئے تو اس کا اکرام کیا کرو۔

۱۳۶ - حُسن سلوک کا زبانی جواب :

(اسامۃؓ) رفعہ :- من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیراً فقد ابلغ فی الثناء (ترمذی)

جس کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اور وہ جزاک اللہ خیراً (اللہ تعالیٰ تمہیں بہتر جزا دے) کہہ دے تو یہ بڑی کافی ثنا (تعریف) ہے۔

۱۳۷ - عطایا کا جواب :

(جابرؓ) من اُعطی عطاء فلیجز بہ ان

جسے کوئی عطیہ ملے وہ اس کا بدلہ بھی دے۔ اور اگر

وجد وان لم یجد فلیثن به فان من اثنی به فقد شکره ومن کتمه فقد کفرہ (ابوداؤد، ترمذی بلفظہ)

یہ میّسر نہ ہو تو ثنا و تعریف ہی کر دے۔ کیونکہ ثنا اس کا شکریہ ہے۔ اور اسے دبا رکھنا ناشکری ہے۔

۱۳۸ - محسن کی شکر گزاری:

(ابو سعیدؓ) رفعہ: من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ (ترمذی)

جو انسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں۔

حُسنِ نیت اور صدق و کذب

۱۳۹ - ہر سُنی ہوئی بات کو بیان کرتے پھرنا:

(ابوھریرةؓ) رفعہ: کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع (مسلم، ابوداؤد)

کسی کے جھوٹے ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو جو سُنے اسے بلا تحقیق بیان کرتا پھرے۔

۱۴۰ - بچوں سے غلط گوئی میں احتیاط:

(عبد اللہ بن عامرؓ) دعتنی امی یوما والنبی صلی اللہ علیہ وسلم قاعد فی بیتنا فقالت ھا تعال اعطیک فقال لہا ما اردت ان تعطیہ؟ قالت اردت ان اعطیہ تمراً فقال اما انک لو لم تعطیہ شیئاً کتبت علیک کذبة (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے غریب خانے پر تشریف لائے کہ میری والدہ نے مجھے یہ کہہ کر بلایا کہ: آؤ تمہیں ایک چیز دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا دینے کا ارادہ ہے؟ بولیں: کھجور۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ لیا جاتا۔

۱۴۱ - صرف تین جھوٹ کی اجازت:

(اسماء بنت یزید) رفعتہ: یا ایھا الناس ما یحملکم علی ان تتابعوا علی الکذب

اے لوگو! جھوٹ بولنے پر تمہیں کیا چیز ابھارتی ہے جھوٹ بھی ایسا مسلسل کہ جیسے پروانے یکے بعد دیگرے

كتتابع الفراش فى النار؟ الكذب كله على ابن آدم الا فى ثلاث خصال رجل كذب امرأته ليرضيها ورجل كذب فى الحرب فان الحرب خدعة ورجل كذب بين المسلمين ليصلح بينهما (رزين، ترمذى)

آگ میں گر رہے ہوں؟ فرزندِ آدم سے ہر جھوٹ کا مواخذہ ہوگا۔ صرف تین موقعے مستثنیٰ ہیں۔ (۱) بیوی کو خوش رکھنے کے لئے (۲) جنگ کے موقعے پر، کیونکہ جنگ نام ہی ہے فریب کا۔ اور (۳) دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے

حُسنِ سلوک

والدین

۱۴۲ - خدمت و معیت کا سب سے زیادہ حق دار:

(ابو ھریرۃؓ) جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله من احق الناس بحسن صحابتى؟ قال امك قال ثم من؟ قال ثم امك قال ثم من؟ قال ثم امك قال ثم من؟ قال ثم ابوك -
(شیخین)

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ: یا رسول اللہ! میری معیت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا۔ تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا: اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے پھر پوچھا۔ اس کے بعد؟ فرمایا: تمہارا باپ؟

۱۴۳ - حُسنِ سلوک کے ترتیب وار حق دار:

(کلیب بن منفعة) عن جده: قال يا رسول الله من ابر؟ قال امك واباك واختك واخاك ومولاك الذى يلى ذلك حق واجب، رحم

کلیب کے دادا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: میں کس کس کے ساتھ بر (حُسنِ سلوک) کروں؟ فرمایا اپنی ماں، باپ بہن، بھائی اور قریبی مولا کے ساتھ یہی ضروری

موصولۃ (ابوداؤد)

حق اور صلہ رحمی ہے۔

۱۴۴ - اولاد مع اپنے مال کے باپ کی ہے :

(ابن عمروؓ بن العاص) ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتاہ رجل فقال یا رسول اللّٰہ ان لی مالا وولدا وان ابی یحتاج الی مالی فقال انت ومالك لوالدك ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر دریافت کیا کہ: میرے پاس دولت بھی ہے۔ اور اولاد بھی۔ اور میرے ماں باپ کو بھی میرے مال کی ضرورت ہے فرمایا: تم اپنے مال سمیت اپنے باپ کے ہو، اور تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی میں شامل ہے۔ لہذا اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھا سکتے ہو۔

۱۴۵ - سب سے زیادہ بدنصیب :

(ابوھریرۃؓ) دفعہ: رغم انفہ رغم انفہ رغم انفہ قیل من یا رسول اللّٰہ؟ قال من ادرك والدیہ عند الکبر احدھما ثم لم یدخل الجنۃ۔ (مسلم)

وہ شخص رسوا ہوا۔ ذلیل ہوا۔ بے عزت ہوا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ: کون یا رسول اللہ؟ فرمایا: وہ جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ اور (ان کی خدمت کر کے) داخل بہشت ہونے کا موقع نہ حاصل کیا۔

۱۴۶ - جہاد اور ہجرت سے پہلے والدین کی خوشنودی :

(ابن عمروؓ بن العاص) جاء رجل الی النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجہاد فقال اَحیّ والداك؟ قال نعم قال ففیھما فجاھد (للستۃ الامالکا)

وفی روایۃ: جاء رجل فقال جئت ابایعك علی الھجرۃ وترکت ابوی یبکیان قال فارجع الیھما فاضحکھما کما ابکیتھما (للستۃ الامالکا)

ایک شخص نے آکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی حضورؐ نے پوچھا: تمہارے والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: پہلے ان کے ساتھ حق وفا ادا کرو پھر جہاد کرنا۔

دوسری روایت میں ہے کہ: ایک شخص آکر کہنے لگا کہ: میں حضورؐ کے پاس بیعت ہجرت کرنے آیا ہوں اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا: واپس جا کر اپنے والدین کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح رلایا ہے۔

۱۴۷ - جنت ماں کے قدموں کے پاس:

(معاویۃ بن جاھمۃ) ان جاھمۃ قال یارسول اللّٰہ اردت ان اغزو وقد جئت استشیرک فقال ھل لک من ام؟ قال نعم قال الزمھا فان الجنۃ عند رجلیھا (نسائی)

جاہمہ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں غزوے کا ارادہ رکھتا ہوں اور حضور سے مشورہ کرنے حاضر ہوا ہوں حضورؐ نے دریافت کیا: تمہاری کوئی ماں بھی ہے؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: اسی کی خدمت میں رہو۔ جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔

۱۴۸ - مشرک ماں کی خدمت و امداد:

(اسماء بنت ابی بکرؓ) قدمت علی امی وھی مشرکۃ فاستفتیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبۃ أفاصل امی؟ قال نعم صلی امک۔

(شیخین، ابوداؤد)

ایک بار میری ماں میرے پاس آئی۔ اس وقت وہ مشرکہ تھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: میری ماں میرے پاس آئی ہوئی ہے اور وہ مجھ سے مالی امداد کی طالب ہے۔ تو کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ فرمایا: ضرور۔ اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

۱۴۹ - ماں کی قائم مقام:

(ابن عمرؓ) قال رجل یارسول اللّٰہ انی اصبت ذنبا عظیما فھل لی من توبۃ؟ فقال ھل لک من ام؟ قال لا قال وھل لک من خالۃ؟ قال نعم، قال فبرھا (ترمذی)

حضورؐ سے ایک شخص نے پوچھا کہ: میں نے بعض بڑے گناہ کئے ہیں کیا اس کی توبہ بھی ہو سکتی ہے؟ حضورؐ نے پوچھا کیا تمہاری کوئی ماں ہے زندہ ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ پوچھا: کوئی خالہ ہے؟ کہا: ہاں! فرمایا: بس اس کے ساتھ حسن سلوک کرو یہی اس بڑے گناہ کی توبہ ہے۔

۱۵۰ - والدین کی موت کے بعد بھی حسن سلوک ہو سکتا ہے:

(ابو اسید الساعدی) ان رجلا قال یارسول اللّٰہ ھل بقی من برابوی

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: میرے والدین کے مرنے کے بعد بھی کوئی ایسا حسن سلوک ہے

شئ ابرهما به بعد موتهما؟ قال نعم الصلوٰة عليهما والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من بعدهما وصلة الرحم التی لا توصل الا بهما واکرام صدیقهما۔ (ابوداؤد)

جو میں کروں تو والدین ہی کے ساتھ حسن سلوک میں شمار ہو؟ فرمایا، ہاں! ان کے لئے دعا اور استغفار کرو۔ جو عہد وہ پورا نہ کر سکے ہوں۔ ان کو تم پورا کرو۔ ان کی وجہ سے جس کے ساتھ صلہ رحمی ہو سکتی تھی وہ کرو۔ اور ان کے مخلصوں کا اکرام قائم کرو۔

۱۵۱ - رضاعی والدین اور بھائی کے ساتھ حُسن سلوک :

(عمرو بن السائبؓ) بلغه: ان النبیّ صلی اللّٰہ علیه وسلّم کان جالسا یوما فاقبل ابوہ من الرضاعة فوضع له بعض ثوبه فقعد علیه ثم اقبلت امه من الرضاعة فوضع لها شق ثوبه من جانبه الآخر فجلست علیه ثم اقبل اخوہ من الرضاعة فقام النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم فاجلسه بین یدیه (ابوداؤد)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیٹھے تھے کہ: حضورؐ کے رضاعی والد آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک گوشہ ان کے لئے بچھا دیا۔ اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے کا دوسرا گوشہ ان کے لئے بچھا دیا۔ اور وہ وہاں بیٹھ گئیں۔ پھر رضاعی بھائی آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اپنے سامنے انہیں بٹھا لیا۔

۱۵۲ - ماں یا باپ کی طرف سے حج :

(زید بن ارقمؓ) رفعه: من حج عن احد ابویه اجزأ ذلك عنه وبشر روحه بذلك فی السماء وکتب عند اللّٰہ برًّا ولو کان عاقًّا (رزین)

جو شخص اپنے ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے تو وہ واجب (والدین کی طرف سے) ادا ہو جائے گا! و راس کی روح آسمان میں خوش ہو جائے گی اور وہ فرزند عاق (نافرمان) بھی ہو گا تو اللہ کے ہاں اسے بار (فرمانبردار) لکھ لیا جائے گا۔

۱۵۳ - باپ کے ساتھ حسن سلوک اور عفت کا اثر :

(ابن عمرؓ) رفعه: بروا آباءکم تبرکم ابناؤکم وعفوا

تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو تو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے گی اور تم خود پاکدامن

تعف نساؤکم وادسط)

رہو تو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔

اولاد

۱۵۴ - اولاد کی نافرمانی کو دور کرنے کا طریقہ:

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ: اعینوا اولادکم علی البر من شاء استخرج العقوق لولدہ (اوسط بخفی)

حسن سلوک میں اپنی اولاد کی مدد کرو۔ اس طرح جو چاہے اپنی اولاد کی نافرمانی کی عادت کو دور کر سکتا ہے۔

لڑکی

۱۵۵ - بیٹیوں کے ساتھ حُسن سلوک کا نتیجہ:

(عائشۃؓ) دخلت علی امرأۃ ومعھا ابنتان لھا تسأل فلم تجد عندی شیئا غیر تمرۃ فاعطیتھا ایاھا فقسمتھا بین ابنتیھا ولم تأکل منھا ثم خرجت فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال من ابتلی من ھذہ البنات بشیٔ فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار۔ (شیخین، ترمذی)

میرے پاس ایک عورت سوال کرتی آئی۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں بھی تھیں۔ میرے پاس اس وقت بجز ایک چھوہارے کے اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دیا۔ اس نے اس کے دو حصے کئے اور اپنی لڑکیوں کو دے دیئے اور خود کچھ نہ کھایا اور چلی گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا فرمایا جو ان معصوم بچیوں کے سلسلے میں کسی آزمائش میں پڑے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حق ادا کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لئے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں گی۔

۱۵۶ - سب سے افضل کار خیر:

(سراقۃ بن مالکؓ) رفعہ: الا ادلک علی

میں تمہیں سب سے افضل صدقہ (کار خیر) بتاتا

افضل الصدقة ابنتک مردودة الیک لیس لہا کاسب غیرک (ترمذی)

ہوں۔ تمہاری وہ بیٹی جس کی کفالت تم کرو اور تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔

۱۵۷۔ جوان تک لڑکیوں کی کفالت کا صلہ:

(انسؓ) رفعہ: من عال جاریتین حتّٰی تبلغا جاء یوم القیامة انا وھو وضمّ اصابعه (ترمذی۔ مسلم بلفظه)

جو دو لڑکیوں کی ان کے جوان ہونے تک کفالت کرے۔ وہ قیامت کے دن ان انگلیوں کی طرح میرے ساتھ ہوگا۔

۱۵۸۔ سب سے اعلیٰ عطیہ کیا ہے؟

(سعید بن العاصؓ) رفعہ: ما نحل والد ولداً من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی)

عمدہ تربیت سے بہتر کوئی عطیہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکے۔

۱۵۹۔ بہترین انسان کون ہے:

(عائشہؓ) رفعتہ: خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی (ترمذی)

تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہترین ہو۔ اور میں اپنے اہل وعیال کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔

یتیم

۱۶۰۔ کفالت یتیم کا اجر:

(سہل بن سعدؓ) رفعہ: انا وکافل الیتیم فی الجنة ھکذا واشار بالسبابة والوسطی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضور اکرمؐ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔

۱۶۱ ۔ سخت دلی کا علاج

(ابو ھریرۃؓ) ان رجلاً شکی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قسوۃ قلبہ فقال امسح راس الیتیم واطعم المسکین۔ (احمد)

ایک شخص نے حضورؐ سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا علاج یہ بتایا کہ یتیم کے سر پر محبت کا ہاتھ پھیرو۔ اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔

۱۶۲ ۔ سب سے بہتر اور سب سے بدتر گھر :۔

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : خیر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یحسن الیہ وشر بیت فی المسلمین بیت فیہ یتیم یُساء الیہ (قزوینی ۔ بلغی)

مسلمانوں میں سب سے بہتر وہ گھر ہے ۔ جس میں کوئی یتیم ہو۔ اور اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا جاتا ہو۔ اور بدترین مسلمان گھر وہ ہے جہاں کوئی یتیم ہو، اور اس کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جاتا ہو۔

مسکین

۱۶۳ ۔ شادی کا مقصد کثرت اولاد نہیں :

(عوف بن مالک الاشجعی) رفعہ : انا وامرأۃ سفعاء الخدین کھاتین یوم القیمۃ واومأ بالوسطی والسبابۃ امرأۃ امت من زوجہا ذات منصب وجمال حبست نفسہا علی یتاماھا حتی بانوا اوماتوا (ابو داؤد)

میں اور وہ عورت ان دو انگلیوں یعنی وسطی اور سبابہ کی طرح بروز حشر قریب قریب ہوں گے یعنی وہ عورت جو بیوہ ہوگئی ہو۔ عزت اور دولت رکھتی ہو (اپنے بن باپ کے بچوں کی خدمت کرتے کرتے) اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا ہو۔ اور وہ عقد ثانی سے باز رہی ہو، تاآنکہ وہ بچے جدا ہو جائیں یا مر جائیں۔

۱۶۴ ۔ محتاج و مسکین کی پرورش کا درجہ :

(ابو ھریرۃؓ) رفعہ : الساعی علی الارملۃ

بیوہ اور مسکین کے لئے کوشش کرنے والا ایسا

والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ واحسبہ قال وکالقائم لا یفتر وکالصائم لا یفطر (شیخین، ترمذی، نسائی)

ہی ہے۔ جیسے مجاہد فی سبیل اللہ۔ مجھے خیال آتا ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہے جیسے ساری رات قیام کرنے والا اور ہمیشہ روزہ رکھنے والا۔

صدقہ (کارِ خیر)

۱۶۵ - صدقہ کے اقسام

(ابو موسیٰؓ) علیٰ کل مسلم صدقۃ قیل ارأیت ان لم یجد؟ قال یعمل بیدیہ فینفع نفسہ ویتصدق قال ارأیت ان لم یستطع؟ قال یعین ذا الحاجۃ الملھوف قال ارأیت ان لم یستطع؟ قال یأمر بالمعروف او الخیر قال ارأیت ان لم یفعل؟ قال یمسک عن الشر فانھا صدقۃ۔ (شیخین)

صدقہ ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ: اگر وہ اس قابل نہ ہو؟ فرمایا اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کرے اور اس کمائی سے اپنے آپ کو نفع پہنچائے اور کچھ صدقہ کرے۔ عرض کیا۔ اگر اس کا مقدور نہ ہو؟ فرمایا: کسی حاجت مند فریادی کی مدد کرے۔ پوچھا: اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو؟ فرمایا امر بالمعروف کرے۔ سوال کیا۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا اپنے آپ کو شر پہنچانے سے باز رکھے یہی اس کا صدقہ ہے۔

۱۶۶ - ایامِ کفر کی نیکیوں کا اثر:

(حکیم بن حزامؓ) قال یا رسول اللہ ارأیت اموراً کنت اتحنث بھا فی الجاھلیۃ من صلوۃ و عتاقۃ وصدقۃ ھل لی فیھا اجر؟ قال اسلمت علی ما سلف لک من خیر (شیخین)

میں نے عرض کیا کہ: میں جاہلیت کے ایام میں کئی ایک نیک کام کیا کرتا تھا مثلاً صلوۃ، غلاموں کی رہائی اور صدقہ وغیرہ اب اسلام لانے کے بعد کیا ان نیکیوں کا اجر ملے گا؟ فرمایا جو نیکیاں تم کر چکے ہو۔ ان ہی کی برکت سے تم مسلمان ہوئے ہو۔

۱۶۷ - کافر کی نیکیاں کب نفع بخش ہو سکتی ہیں؟

(عائشہؓ) قلت یا رسول اللہ ان ابن

میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ابن جدعان

حبہ عان کان فی الجاهلیۃ یصل الرحم ویطعم المسکین فهل ذلك نافعة؟ قال لا ینفعه انه لم یقل یوماً رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین۔

(مسلم)

جاہلیت میں صلۂ رحمی کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ کیا اس کے یہ اعمال اسے کچھ نفع پہنچائیں گے؟ فرمایا: نہیں! کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ: اے میرے رب قیامت کے دن میرے گناہوں کو بخش دے۔

صلۂ رحمی

۱۶۸ - "رحم" کا اشتقاق اور صلۂ رحمی:

(عبدالرحمٰن بن عوف) رفعہ: قال (الله تعالیٰ انا الله وانا الرحمٰن خلقت الرحم وشققت لها اسماً من اسمی فمن وصلها وصلتہ ومن قطعها بتتّہ۔

(شیخین)

اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ: میں اللہ ہوں۔ میں رحمان ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا کر کے اپنے نام (رحمان) سے اس کے لئے بھی ایک نام (رحم) نکال لیا ہے۔ لہٰذا جو اس کے تعلق کو باقی رکھے گا۔ میں بھی اس سے اپنا تعلق باقی رکھوں گا اور جو اسے قطع کرے گا۔ اسے میں بھی قطع کروں گا۔

۱۶۹ - کشائش رزق اور درازئ عمر کا ذریعہ:

(ابوھریرۃ) رفعہ: من سرہ ان یبسط الله فی رزقه وان ینسأله فی اثرہ فلیصل رحمه (بخاری، ترمذی)

جو یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں کشادگی پیدا کرے اور اس کی زندگی دراز ہو تو وہ صلۂ رحمی کرے۔

۱۷۰ - قطع رحمی اور جنت:

(جبیر بن مطعم) رفعہ لا یدخل الجنۃ قاطع رحم (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

۱۷۱ - دنیوی سزا جلدی دلانے والا جرم:

(ابوبکرۃ) رفعہ: ما من ذنب أجدر

کوئی ایسا گناہ نہیں جس کے کرنے والے کو

ان یعجل لصاحبه للعقوبة فی الدنیا مع ما یدخر له فی الآخرة من البغی وقطیعة الرحم (ترمذی، ابوداؤد)

آخرت کی مواخذے کے ساتھ ساتھ دنیاوی سزا دینے میں بھی جلدی کی جائے بجز بغاوت اور قطع رحمی کے۔

۱۷۲ - بدی کے جواب میں نیکی کرنے کا انعام:

(ابوہریرہؓ) ان رجلا قال یا رسول اللہ ان لی قرابة اصلهم ویقطعونی واحسن الیهم ویسیئون الی واحلم عنهم ویجهلون علی قال لئن کنت کما قلت فکانما تسفهم المل ولا یزال معک من اللہ ظهیر علیهم ما دمت علی ذلک۔

(مسلم)

ایک شخص نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میرے کچھ اہل قرابت ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں۔ مگر وہ میرے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کی باتوں پر حلم سے کام لیتا ہوں اور وہ مجھ سے اجڈپن کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر واقعہ یہی ہے جو تم کہتے ہو تو تم گویا ان کے منہ پر خاک ڈالتے ہو اور جب تک اس روش پر قائم رہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) تمہارے ساتھ رہے گا۔

۱۷۳ - ذی رحم کو صدقہ دینا:

(سلمان بن عامرؓ) رفعه: الصدقة علی المسکین صدقة وعلی ذی الرحم ثنتان صدقة وصلة رحم (نسائی)

مسکین کو صدقہ دینا تو ایک صدقے کا ثواب ہے لیکن کسی ذی رحم (رشتہ دار) کو دینا دوہرا ثواب ہے ایک تو صدقے کا دوسرا صلہ رحمی کا۔

پڑوسی

۱۷۴ - پڑوسی کے حق پر زور:

(ابن عمروؓ بن العاص) ذبحت له شاة فی اهله فلما جاء قال اهدیتم لجارنا الیهودی اهدیتم لجارنا الیهودی؟

ابن عمرؓ کے ہاں ایک بکری ذبح ہوئی۔ جب ابن عمرؓ آئے تو انہوں نے کہا کہ: ہمارے یہودی پڑوسی کا حصہ بھیجا؟ (مکرر) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (ابوداؤد، ترمذی بلفظہ)

جبرئیل نے مجھے پڑوسی کے متعلق اس قدر مسلسل وصیت کی کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہ پڑوسی کو وارث بھی بنا دیں گے۔

۱۷۵۔ بُرے پڑوسی کا غیر متشددانہ اور دلچسپ علاج:

(ابوھریرۃؓ) جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشکو جارہ فقال لہ اذھب فاصبر فاتاہ مرتین او ثلاثا فقال اذھب فاطرح متاعک فی الطریق ففعل فجعل الناس یمرون و یسألونہ ویخبرھم خبر جارہ فجعلوا یلعنونہ فعل اللہ بہ وفعل ولعنتھم یدعو علیہ فجاء الیہ جارہ فقال ارجع فانک لن تری منی شیئا تکرھہ (ابوداؤد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آکر اپنے پڑوسی کی شکایت کرنے لگا حضورؐ نے فرمایا کہ: واپس جاؤ اور صبر سے کام لو۔ وہ دو یا تین بار حضورؐ کے پاس پھر آیا حضورؐ نے فرمایا: واپس جاکر اپنا تمام مال و اسباب سڑک پر ڈال دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اب جو لوگ ادھر سے گزرتے اس سے اس حرکت کا سبب پوچھتے۔ اور وہ پورا قصہ بیان کر دیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس (پڑوسی) کو کوسنے اور بد دعائیں دینے لگے کہ "خدا اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے"۔ آخر وہ پڑوسی اس کے پاس آکر کہنے لگا کہ: خدا کے لئے تم واپس چلو' مجھ سے اب تمہیں کوئی شکایت کا موقع نہ ملے گا۔

۱۷۶۔ شر انگیز پڑوسی مومن نہیں:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: واللہ لایؤمن و اللہ لایؤمن واللہ لایؤمن قیل من یارسول اللہ؟ قال الذی لایامن جارہ بوائقہ (شیخین)

بخدا وہ مومن نہیں، بخدا وہ مؤمن نہیں، بخدا وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کہ: کون یا رسول اللہ! فرمایا وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

۱۷۷۔ وعید شدید:

(انسؓ) رفعہ: ما آمن بی من مات

مجھ پر اس کا ایمان ہی نہیں جو ایسی حالت میں مرے

شبعان وجاره جائع الی جنبه وهو
یعلم به (کبیر، بزار)

کہ اس کا پیٹ تو بھرا ہوا ہو! وراس کی بغل میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اسے اس کے بھوکے ہونے کا علم بھی ہو۔

۱۷۸۔ پڑوس کی حدودِ اربعہ :

(ابو ہریرہؓ) رفعه : حق الجار اربعین
دارًا هٰكذا وهٰكذا وهٰكذا یمینا و
شمالاً وقدام وخلف (موصلی بضعف)

پڑوس کے حق کا دائرہ دائیں، بائیں، آگے، پیچھے چالیس چالیس گھر تک وسیع ہوتا ہے۔

۱۷۹۔ تین شدید مصیبتیں :

(فضالة بن عبیدؓ) رفعه : ثلاثة
من الفواقر امام ان احسنت لم یشکر
وان اسأت لم یغفر وجار سوء
ان رأی خیراً دفنه وان رأی شراً
اذاعه وامرأة ان حضرت آذتك
وان غبت عنها خانتك۔
(کبیر)

تین مصیبتیں بڑی سخت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی اولی الامر کے ساتھ تم حسن سلوک کرو تو وہ شکر گزار نہ ہو۔ اور بُرا سلوک کرو تو معاف نہ کرے۔ دوسرے وہ پڑوسی جو تمہاری کوئی نیکی دیکھے تو اسے دفن کر دے۔ اور کوئی برائی دیکھے تو اس کی اشاعت کرتا پھرے۔ تیسرے وہ عورت کہ جب تم گھر پر آؤ تو تمہیں ایذا پہنچائے۔ اور جب تم باہر ہو تو تمہاری خیانت کرے۔

۱۸۰۔ زبان اور جنت و دوزخ کا فرق :

(ابو ہریرہؓ) قال رجل یا رسول اللّٰہ
ان فلانة تذکر من کثرة صلاتها
وصدقتها وصیامها غیر انها تؤذی
جیرانها بلسانها قال هی فی النار
قال یا رسول اللّٰہ ان فلانة تذکر
من قلة صیامها وصلاتها وانها
تصدق بالاثوار من الاقط
ولا تؤذی بلسانها جیرانها قال

ایک شخص نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ایک عورت ہے جس کی صلوٰۃ، صدقہ اور صوم کی کثرت مشہور ہے۔ مگر وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ: ایک دوسری عورت ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ روزے، نماز سے کمتر تعلق رکھتی ہے۔ اور صرف پنیر کے ٹکڑے صدقے میں دے دیتی ہے۔ لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو دکھ نہیں دیتی

هی فی الجنة (احمد، بزار)

فرمایا: وہ جنتی ہے۔

رحم وکرم

۱۸۱ - زمین کا رحیم آسمان کا مرحوم:

(ابن عمرو بن العاص) رفعہ: الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ترمذی، ابوداؤد، ملفظہ)

رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

۱۸۲ - بے رحم مستحقِ رحم نہیں ہوتا:

(ابوھریرةؓ) قبّل النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم الحسن بن علی وعندہ الاقرع بن حابس فقال الاقرع ان لی عشرة من الولد ما قبّلت منہم احداً قط فنظر الیہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ثم قال من لا یرحم لا یرحم (شیخین، ترمذی، ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک بار حسنؓ بن علی رضؓ کو چوما۔ اس وقت اقرع بن حابس بھی موجود تھے۔ وہ بولے کہ: میرے دس بچے ہیں۔ لیکن میں نے آج تک کبھی کسی کو نہیں چوما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرع کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا۔

۱۸۳ - بچوں کا پیار علامتِ رحم ہے:

(عائشةؓ) جاء اعرابیٌّ الی النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انکم تقبلون الصبیان وما نقبلہم فقال اواملک لک ان نزع اللّٰہ الرحمة من قلبک (شیخین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) آکر کہنے لگا کہ آپ لوگ بچوں کو چومتے ہیں لیکن ہم لوگ تو کبھی نہیں چومتے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ: اگر تمہارے دل سے اللہ تعالیٰ جذبہ رحم نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

۱۸۴ - رحمتِ خداوندی غضبِ الٰہی پر غالب ہے:

(ابوھریرةؓ) لما خلق اللّٰہ الخلق کتب فی

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنی کتاب

كتابه فهو عنده فوق العرش
ان رحمتي تغلب غضبي،
(شيخين وترمذی)

ہیں جو اُس کے عرش کے اوپر رکھی ہے،
یہ لکھ دیا کہ: میری رحمت میرے غصے پر
غالب رہا کرے گی۔

۱۸۵ - بے پایاں رحمتِ الٰہی - رحمت و غضب کا توازن:

(ابوهريرةؓ) ان لله مائة رحمة
انزل منها رحمة واحدة بين
الجن والانس والبهائم والهوام
فبها يتعاطفون وبها يتراحمون
وبها تعطف الوحوش على
ولدها واخر الله تسعا و
تسعين رحمة يرحم الله
بها عباده يوم القيامة وفي رواية،
ولو يعلم الكافر بكل الذي عند
الله من الرحمة لم ييأس من الجنة
ولو يعلم المؤمن بكل الذي عند الله
من العذاب لم يأمن من النار،
(شيخين، ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے اندر رحمت کے سو حصے ہیں۔
جن میں سے صرف ایک حصّہ ہے جو اُس نے جن و
انس، چوپایوں اور کیڑوں اور مکوڑوں میں تقسیم فرما
دیا ہے۔ اسی ایک حصّے کی بدولت لوگ باہمی
لطف و مہر کو قائم رکھتے ہیں اور اسی کی وجہ سے
جنگلی جانور بھی اپنے بچوں پر شفقت رکھتے ہیں
بقیہ ننانوے حصے اس نے اس لئے رکھ دیئے
ہیں کہ اپنے بندوں پر بروز قیامت رحم فرمانے
کے لئے ان کو کام میں لائے۔ ایک دوسری روایت
میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی تمام و کمال رحمت
کا علم اگر کافر کو ہو جائے تو وہ جنّت سے کبھی نااُمید
نہ ہو اور اگر اس کے کل عذاب کا علم مومن کو ہو
جائے تو وہ کبھی آگ سے اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھے۔

داخلے کی اجازت

۱۸۶ - حدیثِ سلام میں حضرت عمرؓ کی احتیاط:

(ابوسعیدؓ) . . . .
. . . .

(ایک بار ابوموسیٰ اشعری حضرت عمرؓ کے پاس گئے
اور تین بار آواز دے کر اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت

. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .
. . . .

قال عمرؓ اما انی لم اتھمک۔ ولکن خشیت ان یتقول الناس علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (للستۃ الا النسائی)

عمرؓ کسی کام میں مشغول تھے۔ اس لئے جواب نہ دیا۔ جب ابوموسےٰ واپس ہونے لگے تو حضرت عمرؓ باہر آئے اور فرمایا کہ: واپس کیوں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تین بار اجازت طلب کرنے کے بعد جواب نہ ملے تو واپس ہو جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ: اس حدیث کے لئے کوئی گواہ لاؤ۔ ورنہ تمہیں عبرت بنا کر رکھ دوں گا۔ ابوسعیدؓ یا ابی بن کعبؓ نے گواہی دی تو ابوموسےٰ کی جان چھوٹی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ: ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اے ابن خطاب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لئے عذاب جان مت بنو! اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم پر غلط حدیث بیان کرنے کا اتہام نہیں لگاتا مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی باتیں منسوب نہ کرنے لگیں۔

موت

۱۸۷۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ - (ترمذی، نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز (موت) کو اکثر و بیشتر یاد کرو۔

۱۸۸۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْرًا وَاِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهٗ یَسْتَعْتِبُ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں کوئی موت کی آرزو نہ کرے (اس لیے کہ) وہ یا تو نیکوکار ہوگا تو ممکن ہے اس کے نیک عمل میں زیادتی ہو جائے اور یا بدکار ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ آئندہ توبہ کرکے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرلے۔

سیرت و مناقب

۱- دفنِ میّت :

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِيْ يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (شرح السنة۔ مشکوٰة)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ شریف میں دو آدمی قبر کھودا کرتے تھے۔ ایک ان میں سے (حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو) لحد یعنی بغلی کھودتے تھے اور دوسرے (حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو) بغلی نہیں کھودتے تھے (بلکہ شق یعنی صندوقی قبر بناتے تھے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وصال پر) صحابہؓ نے آپس میں طے کیا کہ جو ان دونوں میں سے پہلے آئے گا وہ اپنا کام کرے گا۔ تو پہلے وہ صحابی آئے جو لحد کھودا کرتے تھے۔ تو انھوں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لیے بغلی قبر تیار کی۔

۲- (ب) برّ یعنی نیکی - ماں باپ، اولاد، اقارب اور یتیموں کے ساتھ نیک سلوک و متفرق :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَاَقْبَلَ اَبُوْهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهٗ بَعْضَ ثَوْبِهٖ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَتْ اُمُّهٗ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهٖ مِنْ جَانِبِهِ الْاٰخَرِ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ اِلَيْهِ اَخُوْهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بیٹھے تھے کہ آپؐ کے رضاعی باپ (یعنی جن کی بیوی آپؐ کی انّا تھی) آگئے، آپؐ نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا ایک کونہ بچھا دیا، اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ کی انّا تشریف لے آئیں۔ آپؐ نے کپڑے کا دوسرا کونہ اُن کے واسطے بچھا دیا۔ اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ بعد اس کے آپؐ کے برادرِ رضاعی آگئے آپؐ کھڑے ہو گئے اور اُنھیں اپنے آگے بٹھالیا۔

سراپائے حبیبؐ

۴ - سراپائے حبیبؐ ایک بدوی عورت (ام معبد) کی زبان سے :

(حبیش بن خالد)... قالت رأیت رجلاً ظاہر الوضاءة ابلج الوجه، حسن الخلق، لم تعبه ثجلة ولم تزر به صعلة وسیم قسیم فی عینیه دعج وفی اشفاره وطف و فی صوته صحل وفی عنقه سطع و فی لحیته کثافة - ازج، اقرن - ان صمت فعلیه الوقار، وان تکلم سما وعلاه البهاء - اجمل الناس وابهاه من بعید، واحلاه واحسنه من قریب - حلو المنطق - لاهذر ولا نزر. کأن نطقه خرزات نظم ربعة لاتشنؤہ من طول، ولا تقتحمه من قصر، غصن بین غصنین، فهو انضر الثلاثة منظراً و احسنهم قدراً له رفقاء یحفون به - ان قال انصتوا لقوله و ان امر تبادروا امره - محفود - محشود - لاعابس ولا مفند - قال ابو معبد: هو والله صاحب قریش الذی ذکر لنا من امره ما ذکر بمکة ولقد هممت ان اصحبه ولا فعلن ان وجدت الی ذلک سبیلا - (کبیر نجفی)

(ہجرت فرماتے ہوئے حضورؐ، ام معبد کے خیمے سے گزرے تھے۔ جب اس کا شوہر ابو معبد گھر پر آیا اور اپنے خالی برتنوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھا تو پوچھا: یہ کہاں سے آیا ہے ام معبد نے کہا: کہ یہ برکت ہے ایک شخص کی جو ابھی ادھر سے گزرا تھا۔ اس نے کہا: ذرا اس کا حال تو بتاؤ۔ اس پر وہ بولی:) میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کی نظافت نمایاں، جس کا چہرہ روشن اور جس کی بناوٹ (خلق) میں حسن تھا، نہ موٹاپے کا عیب، نہ دبلاپے کا نقص، خوش رو، حسین آنکھیں کشادہ اور سیاہ، پلکیں لمبی، آواز میں کھنک، گردن صراحی دار، داڑھی گھنی، بھویں کماندار اور جڑی ہوئی، خاموشی میں وقار کا مجسمہ، گفتگو میں صفائی اور دلکشی، حسن کا پیکر اور جمال میں یگانۂ روزگار، دور سے دیکھو تو حسین ترین، قریب سے دیکھو تو شیریں ترین بھی جمیل ترین بھی، گفتگو میں مٹھاس، نہ فضول گفتگو کرے اور نہ ضرورت کے وقت خاموش رہے۔ گفتگو اس انداز کی جیسے پروئے ہوئے موتی۔ ایسا درمیانہ قد جس میں نہ قابلِ نفرت درازی، نہ حقارت آمیز کوتاہی، اگر دو شاخوں کے درمیان ایک اور شاخ ہو تو وہ دیکھنے میں ان تینوں شاخوں سے زیادہ تر و تازہ دکھائی دے اور قدر و قیمت میں ان سب سے زیادہ بہتر نظر آئے۔ اس کے کچھ جاں نثار تھے جو اسے گھیرے رہتے جب وہ بولتا تو سب خاموش ہو جاتے۔ جب کوئی حکم دیتا تو اس کی تعمیل کے لیے ٹوٹ پڑتے، سب کا مخدوم، سب کا مطاع۔ ترش روئی سے پاک اور قابلِ گرفت باتوں سے مبرا۔ ابو معبد بولے کہ خدا کی قسم یہ وہی قریشی معلوم ہوتا

ہے جس کا ذکر میں مکے میں سُن چکا ہوں۔ میں ارادہ بھی کر چکا ہوں کہ اس کی صحبت نصیب ہو۔ اگر اس کی سبیل نظر آئی، تو میں یہ ضرور کروں گا۔

روایت و کتابتِ حدیث

۴۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن خود لکھواتے تھے:

(زید بن ثابتؓ) کنت اکتب الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا انزل علیہ الوحی اخذتہ برحاء شدیدۃ وعرق عرقا شدیدا امثل الجمان ثم سری عنہ فکنت ادخل علیہ بقطعۃ کتف اوکسرۃ فاکتب وھو یملی علیّ فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من ثقل القران حتی اقول لا امشی علی رجلی ابدا فاذا فرغت قال اقرأ فاقرأہ فان کان فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ الی الناس۔ (اوسط)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی قرآنی آتی تھی، اسے مَیں (ابھی) لکھا کرتا تھا۔ جب حضورؐ پہ وحی آتی تھی، تو حضورؐ کو سخت قسم کی تکلیف ہوتی تھی اور موتیوں کی طرح پسینہ چھُوٹنے لگتا تھا۔ پھر جب وحی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا، تو میں شانے کی ہڈی یا ٹھیکرا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضورؐ لکھواتے جاتے اور میں لکھتا جاتا۔ بارِ قرآن کا یہ اثر ہوتا کہ لکھتے لکھتے میرا پاؤں ٹوٹنے لگتا اور میں دل میں کہتا کہ اب میں اپنے پاؤں پر کبھی بھی نہ چل سکوں گا۔ جب میں کتابت سے فارغ ہو چکتا تو حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: پڑھ کر سناؤ۔ میں پڑھتا جاتا اور جہاں کوئی لغزش رہ جاتی، اسے حضورؐ درست فرما دیتے۔ اس کے بعد میں اُسے لے کر لوگوں کے پاس آتا۔

۵۔ کتابت حدیث کی اجازت:

(ابو ھریرۃؓ) قال رجل من الانصار یا رسول اللہ انی لاسمع منک الحدیث فیعجبنی ولا احفظہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعن بیمینک واوما بیدہ للخط۔ (ترمذی)

ایک انصاری نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپؐ کی باتیں سُنتا ہوں، تو بڑی پیاری معلوم ہوتی ہیں مگر یاد نہیں رہتیں۔ فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھنے کا ارشارہ فرمایا)۔

۶ - ابن عمرؓ حدیث لکھ لیا کرتے تھے :

(ابو ھریرۃؓ) ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدٌ اکثر حدیثا منی الا ما کان من ابن عمر فانہ کان یکتب ولا اکتب - (بخاری، ترمذی)

صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں مجھ سے زیادہ حدیث دان کوئی نہ تھا۔ صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

۷ - دوسری زبان سیکھنے کا حکم :

(زید بن ثابت) امرنی رسول اللہ علیہ وسلم فتعلمت لہ کتاب یہود بالسریانیۃ وقال انی واللہ ما آمن یہود علی کتابی فما مرلی نصف شہر حتی تعلمتہ وحذقتہ فکنت اکتب لہ الیہم واقرألہ کتبہم (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہودیوں کا رسم الخط "سریانی" سیکھنے کا حکم دے کر فرمایا کہ : مجھے یہودی منشی پر اعتماد نہیں۔ چنانچہ میں نے نصف ماہ میں زبان کی پوری پوری مہارت حاصل کر لی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میں ہی اس زبان میں نوشت وخواند کرتا۔

وضو اور اُس کے متعلقات

۸ - گندگی سے پرہیز :

(وابصۃؓ) سألت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل شیٔ حتی عن الوسخ الذی یکون فی الاظفار فقال دع ما یریبک الی ما لا یریبک - (کبیر بضعف)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (صفائی وپاکیزگی) کے تمام مسائل دریافت کئے ہیں۔ حتیٰ کہ اس میل کے متعلق بھی دریافت کیا ہے جو ناخنوں کے اندر ہوا کرتا ہے۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا : کہ مشتبہ کام کو غیر مشتبہ کام کے مقابلے میں ترک کر دیا کرو۔

۹۔ تیامُن :

(عائشہؓ) کان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یحب التیامن ما استطاع فی شأنہ کلہ فی طھورہ وترجلہ وتنعلہ (للستۃ الا مالکا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر کام میں جہاں تک ممکن ہوتا تیامن (دائیں جانب سے شروع کرنے) کو پسند فرماتے تھے۔ وضو میں، کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں بھی تیامن کا خیال فرماتے تھے۔

مسجد

۱۰۔ حضورؐ کی شرکت عام کاموں میں اور فن کی حوصلہ افزائی :

(ابو سعیدؓ)...... فکان صلی اللہ علیہ وسلّم ینقل اللبن معھم و یقول، ھذا الحمال لا حمال خیبر: ھذا ابرّ ربنا و اطھر: و لقیہ رجل و ھو ینقل التراب فقال یا رسول اللہ ناولنی لبنتک احملھا عنک قال اذھب فخذ غیرھا فلست بافقر منی الی اللہ وجاء رجل کان یحسن عجن الطین وکان من حضرموت فقال صلی اللہ علیہ وسلّم رحم اللہ امرءً احسن صنعۃ وقال لہ الزم انت ھذا الشغل فانی اراک تحسنہ ۔ (قزوینی)

مسجد نبویؐ کی تعمیر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ پتھر ڈھوتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے۔ ؎

ہٰذا الحمال لاحمال خیبر
ہٰذا ابرّ ربنا و اطہر

ایک شخص نے جو مٹی ڈھو رہا تھا، آگے بڑھ کر عرض کیا: اے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے حصّے کی اینٹیں مجھے دیجیے، انھیں میں لے جاؤں، فرمایا: دوسری اُٹھا لو! تم مجھ سے زیادہ اللہ کے محتاج تو نہیں۔

ایک اور شخص جو گارا بنانے میں ماہر تھا اسے دیکھ کر فرمایا:

اللہ اس پر رحم فرمائے جسے کسی صفت میں کمال حاصل ہو، اور اُسے تاکید فرمائی کہ تم یہی کرو۔ اس میں تمھیں خوب ملکہ ہے۔

۱۱۔ فنِ سپہ گری کا معاینہ عورت کے لیے :

(عائشہؓ) لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی باب حجرتی والحبشۃ یلعبون فی المسجد یسترنی بردائہ انظر الیھم (شیخین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر مسجد میں فنِ سپہ گری دکھانے والے حبشیوں کے کرتب دیکھے اور مجھے بھی اپنی چادر میں چھپا کر دکھائے اور میں اُنھیں دیکھتی رہی۔

۱۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرے میں کیوں دفن کیے گئے :

(عائشہؓ) قال صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد ولولا ذلک ابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجداً۔ (شیخین ونسائی)

اس مرض میں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر صحت مند نہ ہو سکے۔ فرمایا : یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اُنھوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ ام المومنینؓ فرماتی ہیں : اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار کھلے میدان میں ہوتا۔ بس خطرہ یہ تھا کہ اُسے سجدہ گاہ نہ بنا لیا جائے۔

۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص دُعا :

(عطاء بن یسارؓ) رفعہ : اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔ (مالک)

اے اللہ! میرے بعد میری قبر کو صنم معبود نہ بنا دینا۔

اِستقبالِ قبلہ

۱۴۔ مُسرفانہ لباس میں نماز :

(عقبۃؓ بن عامرؓ) اھدی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فروج حریر فلبسہ فصلی فیہ ثم انصرف فنزعہ نزعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حریر (ریشم) کے ٹکڑے ہدیے میں آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہن کر نماز ادا فرمائی۔ بعد فراغت اسے نفرت آمیز انداز

شديدا كالكاره له وقال له ينبغي هذا للمتقين. (نسائی)

سے بُری طرح اُتار پھینکا اور فرمایا کہ: اہلِ تقویٰ کو یہ زیب نہیں دیتا۔

مریض کی نماز

۱۵۔ نماز میں ایک ہی آیت کی تکرار:

(ابو ذرؓ) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام حتى اصبح بآية والآية: ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔ (نسائی)

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو ایک ہی آیت کی تکرار میں صبح کر دی آیت یہ تھی: ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم. (یعنی اگر تو ان پر عذاب کرے گا تو یہ تیرے ہی بندے ہیں، اور اگر تُو ان کی مغفرت فرمائے تو تُو غالب و دانا ہی ہے۔)

نماز میں جائز و ممنوع افعال

۱۶۔ تعلیم و تفہیم کا لاجواب طریقۂ نبویؐ (صلی اللہ علیہ وسلم):

(معاویۃؓ بن الحکمؓ) بينا انا اصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ عطس رجل من القوم فقلت يرحمك الله فرماني القوم بابصارهم فقلت واثكل امياه ما شأنكم تنظرون الي؟ فجعلوا يضربون بايديهم على افخاذهم فلما رأيتهم يصمتونني لكني

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ کسی کو چھینک آئی اور میں نے یرحمک اللہ کہہ دیا، بس لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا میری کیا شامت آگئی؟ مجھے تم لوگ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔ بس لوگوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ پھر جب میں نے محسوس کیا کہ لوگ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب حضور صلے اللہ علیہ نماز پڑھ چکے تو میرے

سکت فلما صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبابی ھو وامی ما رأیت معلما قبلہ ولا بعدہ احسن تعلیما منہ فواللہ ماکھرنی ولاضربنی ولا شتمنی فقال ان ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیھا شئ من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم قلت یا رسول اللہ انی حدیث عھد بجاھلیۃ وقد جاء اللہ بالاسلام وان منا رجالا یأتون الکھان قال فلا تأتھم قال ومنا رجال یتطیرون قال ذٰلک شئ یجدونہ فی صدورھم فلا یصدنھم قال ومنا رجال یخطون قال کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک قال وکانت لی جاریۃ ترعی غنما لی قِبَل احد والجوانیۃ فاطلعت ذات یوم فاذا الذئب قد ذھب بشاۃ من غنمنا وانا رجل من بنی اٰدم اسف کما یأسفون لکن صککتھا صکۃ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعظم ذٰلک علی قلت یارسول اللہ افلا اعتقھا؟ قال ائتنی بھا فاتیتہ بھا فقال لھا این اللہ؟

ماں باپ اُن پر قربان ہوں، میں نے آپؐ سے بہتر تعلیم دینے والا معلّم نہ پہلے دیکھا ہے نہ بعد میں ۔ بخدا نہ تو مجھے جھڑکا، نہ مارا اور نہ گالی دی، بلکہ یہ فرمایا کہ: دیکھو نماز نام ہے تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن کا اس لیے اس میں عام انسانی گفتگو زیب نہیں دیتی۔ پس اسی قسم کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں۔ پھر میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت قریبی دَور میں جاہلیّت سے وابستہ رہا ہوں اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام سے سرفراز کیا ہے۔ ہماری قوم میں بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں۔ فرمایا: تم ایسا نہ کرو۔

پھر کہا کہ: میری ایک لونڈی تھی، جو میرے گلّے کو اُحد اور جوانیہ کی طرف لے جا کر چرایا کرتی تھی، ایک دن ایسا ہوا کہ وہ باہر نکلی اور ایک بھیڑیا ہمارے گلّے میں سے ایک بکری لے بھاگا، میں بھی آخر آدمی ہوں اور آدمیوں ہی کی طرح صدمہ بھی ہوتا ہے ——— میں نے صرف ایک طمانچہ مار دیا۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کیونکہ یہ حرکت مجھ پر بہت شاق تھی۔ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسے آزاد نہ کر دوں: فرمایا: اسے یہاں لے آؤ۔ چنانچہ میں لے آیا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان میں۔ پھر پوچھا کہ: میں کون ہوں؟

قالت فی السماء؟ قال من انا؟ قالت انت رسول الله قال اعتقها فانها مؤمنة۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

کہا: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: یہ مومنہ ہے اسے آزاد کر دو۔

نمازِ جمعہ

۱۹۔ تمسّک ہو کا نہیں بلکہ میانہ روی ہونی چاہیے:

(الحکم بن الحزن الکلفی) شهدنا الجمعة مع النبیّ صلی الله علیه وسلم فقام متوکئاً علی عصیً او قوس فحمد الله واثنی علیه بکلمات خفیفات طیبات مبارکات ثم قال ایها الناس انکم لن تطیقوا او لن تفعلوا کل ما امرتم به ولکن سددوا و ابشروا (ابوداؤد)

حکم بن حزن نے جمعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سُنا۔ اس وقت رسُولِ خُدا (صلی اللہ علیہ وسلم) عصا یا کمان پر ٹیک لگائے کھڑے تھے، پہلے آپؐ نے اللہ (تعالیٰ) کی حمد کی اور اُس کی تعریف کے چند ہلکے پھلکے پاکیزہ کلمات کہے۔ پھر فرمایا: لوگو! تمھیں جو احکام دیے جاتے ہیں، اُن کی پوری تعمیل تمھاری قدرت سے باہر ہے۔ البتہ عمل میں میانہ روی قائم رکھو اور خوش رہو۔

۲۰۔ خطبہ چھوڑ کر حاجت روائی کرنا:

(ابورفاعة العدوی) اتیت النبی صلی الله علیه وسلم وهو یخطب فقلت یا رسول الله رجل غریب جاء یسأل عن دینه لا یدری ما دینه فاقبل علیّ و ترک خطبته حتی انتهی الیّ فاتی بکرسی حسبت قوائمه حدیدا فقعد علیه وجعل یعلمنی ثم اتی الخطبة فاتم آخرها۔ (مسلم، نسائی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ فرما رہے تھے، میں اسی موقعہ پر حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ غریب الدیار "دین" کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے، اسے معلوم نہیں کہ دین کیا ہے؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر میرے پاس ہی تشریف لے آئے۔ ایک آہنی پایوں کی کرسی پر بیٹھ کر مجھے سمجھاتے رہے اور پھر خطبہ کے لیے واپس تشریف لے گئے۔

قیام لیل

۲۱۔ قیام لیل تقاضائے شکر بھی ہے:

(المغیرۃؓ بن شعبۃ) قال قام النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم حتّٰی تورّمت قدماہ فقیل لہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا اکون عبداً شکوراً۔

(ترمذی، نسائی، شیخین۔)

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) (بعض اوقات) اتنا قیام فرماتے کہ آپؐ کے پائے مبارک سُوج جاتے تھے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ حضور (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کیے جا چکے (پھر قیام میں اتنا انہماک کیوں ہے؟) فرمایا: تو کیا میں شکرگذار بندہ نہ بنوں۔؟

۲۲۔ سیرت رسُول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے متعلق آخری اور جامع بات:

(سعد بن ھشام)..... فقلت یا ام المؤمنین انبئینی عن خُلُق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قالت الست تقرأُ القرآن ؟ قلت بلی قالت فان خُلُقَہ کان القرآن۔

(مسلم، ابو داؤد، نسائی)

.....سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھا کہ اے ام المومنین مجھے خلق نبوی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے بارے میں تو کچھ بتائیے؟ فرمایا کہ: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے! عرض کیا پڑھتا تو ہوں۔ کہا کہ: بس قرآن آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خلق ہی تو ہے۔

۲۳۔ "شبینہ" کوئی سُنّت نہیں:

(سعدؓ بن ھشام)..... وکان اذا صلی صلوۃ احب ان یداوم علیھا وکان اذا غلبہ نوم اووجع عن قیام اللیل صلی من النھار ثنتی عشرۃ رکعۃ ولا اعلمہ قرأ القران کلہ فی لیلۃ

...... حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی نماز نفل پڑھتے تو اس کی مداومت کو پسند فرماتے تھے اور جب نیند یا کسی اور تکلیف کی وجہ سے قیام لیل نہ ہو سکتا تو دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا فرما لیتے۔ جہاں تک مجھے (یعنی حضرت عائشہؓ کو) علم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں پورا قرآن

ولا صلّی لیلۃ الی الصبح ولا صام شھرًا کاملًا غیر رمضان۔
(مسلم، ابو داؤد، نسائی)

کبھی نہیں پڑھا اور کسی رات میں صبح تک قیام نہیں فرمایا، اور رمضان کے سوا کسی پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔

کتابُ الجنائز

امراض میں رحمت

۲۴۔ آزمائش بمقدار دین ہوتی ہے:

(مصعبؓ بن سعیدؓ) عن ابیہ: قلت یارسول اللہ ای الناس اشد بلاءً؟ قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان دینہ صلبًا اشتد بلاءہ وان کان فی دینہ رقۃ ابتلاہ علی حسب دینہ فما یبرح البلاء بالعبد حتی یترکہ یمشی علی الارض وما علیہ خطیئۃ۔
(ترمذی)

میں (سعیدؓ) نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! آزمائشوں میں سب سے زیادہ سختی کس انسان کے ساتھ ہوتی ہے۔؟ فرمایا: انبیاءؑ کے ساتھ پھر جو ان سے مشابہ ہوں، پھر جو ان سے نسبتاً کم مشابہ ہوں۔ ہر شخص کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین میں پختہ ہے تو ویسی ہی سخت اس کی آزمائش بھی ہوگی اور اگر اس کے دین میں ڈھیلا پن ہے تو اسی کے مطابق اللہ اس کی آزمائش کرے گا۔ بندے کے ساتھ آزمائشوں کا یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا پھرتا ہے کہ اس پر گناہ کا کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔

مَوت

۲۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس مرض میں ہوئی؟:

(عائشہؓ) ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا من ذات الجنب۔
(اوسط، موصلی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ذات الجنب سے ہوا تھا۔

روزے کے متعلق چند باتیں

۲۶۔ ہر فعلِ نبوی کی نقل اتباعِ سُنّت نہیں :

(ابن عمرؓ) ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نھی عن الوصال قالوا انک تواصل قال انی لست کھیئتکم انی اطعم واسقی (شیخین، ابوداؤد، موطأ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صوم وصال (بلا افطار تین تین دن کے روزے) رکھنے سے منع فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ خود تو رکھتے ہیں فرمایا: میں تمہارے جیسا نہیں ہوں مجھے خدا کی طرف سے روحانی طور پر کھانا پلایا جاتا ہے۔

کتابُ الحج

۲۷۔ قافلۂ مجاہدین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول :

(جابرؓ) کان صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یتخلف فی المسیر فیزجی الضعیف و یردف و یدعولھم۔ (ابوداؤد)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر جہاد میں عموماً پیچھے رہتے تھے۔ یاں مصلحت کہ کمزوروں کو ہمت دلاتے، اپنے ساتھ سواری پر بٹھاتے اور ان کے لیے دعائے خیر فرماتے۔

۲۸۔ شیطان بھی مسلمان ہو سکتا ہے :

(جابرؓ) رفعہ: لاتلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم قلنا ومنک؟ قال ومنی ولکن اللّٰہ اعاننی علیہ فاسلم .... (ترمذی)

پردے کی باتوں کے پیچھے نہ پڑا کرو کیونکہ شیطان بعض آدمیوں کے خون کی طرح اندر گھس کر دوڑتا رہتا ہے۔ ہم نے کہا کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اندر بھی وہ موجود ہے۔ فرمایا: ہاں! مگر اللہ نے مجھے اس پر فتح دی اور وہ مطیع ہو گیا ہے۔

خُطبۂ حج

۲۹۔ حجۃ الوداع کا ایک خطبۂ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم):

(جعفرؓ بن محمدؓ بن علیؓ)......

فخطب الناس وقال ان دماءكم واموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا الا كل شئ من امر الجاهلية تحت قدمي موضوع و دماء الجاهلية موضوعة وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعا في بني سعد فقتلته هذيل وربا الجاهلية موضوع واول ربا اضع ربانا ربا العباس بن عبد المطلب فانه موضوع كله واتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله و لكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم احداً تكرهونه فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف وقد تركت فيكم مالن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله.......

(مسلم، نسائی، ابو داؤد)

بموقعۂ حج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا کہ: تمھاری جانیں اور تمھارے مال اسی طرح قابلِ احترام ہیں جس طرح اس شہر اور اس ماہ میں آج کا دن۔ سنو! جاہلیت کی تمام باتیں آج میرے قدموں کے نیچے روندی جاچکیں۔ دورِ جاہلیت کے خون کا بدلہ آج سے ختم ہے۔ پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں۔ وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے جس نے بنی سعدؓ کا دُودھ پیا تھا اور ہذیل نے اُسے قتل کیا تھا۔ (رسمِ جاہلیت کے مطابق ہاشمیوں کو اس خون کا بدلہ لینا تھا)۔ جاہلیت کا سُودی کاروبار بھی آج سے ختم ہے، پہلا سود جو میں آج ختم کرتا ہوں وہ ہمارا وہ سُود ہے جس کے حق دار عباس بن عبدالمطلب ہیں۔ یہ کُل کا کُل ختم کیا جاتا ہے۔ (اب عباس اس کا مطالبہ نہیں کر سکتے)۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم نے ان کو امانِ الٰہی کے سہارے حاصل کیا ہے اور بواسطۂ کلمۂ الٰہی ان کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔ ان پر تمھارا حق یہ ہے کہ کسی ایسے شخص سے تمھارا بستر نہ روندوائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو انھیں مار بھی سکتے ہو۔ مگر مار اذیت رساں نہ ہو۔ ان کا حق تم پر یہ ہے کہ معروف کے مطابق ان کو روٹی کپڑے وغیرہ کا بندوبست کرو۔

میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں جس سے اگر تم وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز کتاب اللہ ہے.........

۳۰ - حجۃ الوداع کا ایک اور خطبۂ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(العداء بن خالدؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم حجۃ الوداع ان اللہ یقول یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی فضل ولا لاسود علی ابیض فضل ولا لابیض علی اسود فضل الا بالتقوی یا معشر قریش لا تجیئوا بالدنیا تحملونھا علی رقابکم ویجیء الناس بالاخرۃ فانی لا اغنی عنکم من اللہ شیئا۔ (کبیر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ: اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ (ترجمہ آیت): "اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور (خاندانوں اور) قبیلوں میں تمھیں اس لیے بانٹ دیا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محترم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔" لٰہذا کسی عربی کو عجمی پر، یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر بھی کوئی شرف نہیں۔ صرف تقویٰ ہی باعثِ فضیلت ہے۔ اے قریشی بھائیو! ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ تو آخرت سنواریں اور تم دنیا کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھائے (خدا کے حضور) جاؤ۔ یاد رہے کہ میں وہاں تمھارے کوئی کام نہ آسکوں گا۔

۳۱ - قومی جذبات کے احترام کی عجیب مثال:

(عائشہؓ) رفعتہ: الم تری ان قومک حین بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد ابراھیم فقلت یا رسول اللہ الا تردھا علی قواعد ابراھیم؟ فقال لولا حدثان قومک بالکفر لفعلت....... (للستۃ الا ابا داؤد)

پ قوم لو دیو۔ ا ھوں نے بنائے کعبہ کو اصل ابراہیمی بنیاد سے کم رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے بنائے ابراہیمی ہی پر کیوں نہ ازسرِنو تعمیر فرمادیں؟ فرمایا: اگر تمھاری قوم تازہ تازہ کفر سے اسلام میں نہ آئی ہوتی، تو میں یہ کر لیتا.......

۳۲ - جو قربانی نہ دے سکا ہو اُس کی طرف سے بھی قربانی ادا ہو چکی ہے:

(ابو سعیدؓ) انہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی بکبشین املحین وقال فذبح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو سفید مینڈھے لائے گئے۔ ایک کو ذبح کرتے وقت فرمایا کہ:

احدھما ھذا عن محمّد واھل بیتہ وفی ذبح الاٰخر عمن لم یضح من اُمّتی (ترمذی، ابوداؤد، احمد، بزار)

یہ میری طرف سے اور میرے گھر والوں کی طرف سے ہے، اور دوسرے کو ذبح کرتے وقت فرمایا کہ یہ ہر اُس اُمّتی کی طرف سے جو قربانی نہ دے سکا ہو۔

۳۳- نکاح سُنّتِ رسولؐ ہے :

(انسؓ) جاء ثلاثۃ رھط الی بیوت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم یسئلون عن عبادۃ النبیؐ فلما اخبروا کانھم تقالّوھا فقالوا واین نحن من النبیؐ وقد غفر لہ ماتقدم من ذنبہ وماتأخّر قال احدھم اما انا فاصلی اللیل ابدا وقال اٰخر انا اصوم الدھر ولا افطر وقال اٰخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا فجاء رسول اللہ فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا؟ اما واللہ انی لاخشاکم للّٰہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

(نسائی ومسلم)

امہات المومنین کے پاس تین شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنے آئے۔ جب انھیں بتایا گیا تو اُنھوں نے حضورؐ کی اس عبادت کو کم سمجھا۔ کہنے لگے : کہاں ہم اور کہاں حضورؐ جن کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ ایک نے کہا : میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرا بولا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا : میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے اور فرمایا : کیا تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟ بخدا میں تم سے زیادہ خدا ترس اور متقی ہوں۔ لیکن روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور شادیاں بھی کرتا ہوں۔ لہٰذا جو میری سنّت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں۔

زوجین ایک دوسرے کے لیے

۳۴- ایک بہترین جوڑے کی گھریلو زندگی کا نقشہ :

(علیؓ) قال لابن اعبد الا احدثك

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابن اعبد سے کہا :

عنی وعن فاطمةؓ؟ قلت بلی قال انها جرّت بالرحا حتّٰی اثّر فی یدها واستقت بالقربة حتی اثرت فی نحرها وکنست البیت حتی اغبرّت ثیابها فاتی النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم خَدَم فقلت لو اتیتِ اباکِ فسألته خادما فاتته فوجدت عنده حُدّاثا فرجعت فاتاها من الغد فقال ما کان حاجتکِ؟ وسکتت فقلت انا احدثك یارسول اللّٰه جرت بالرحا حتی اثرت فی یدها و حملت بالقربة حتی اثرت فی نحرها فلما ان جاء الخدم امرتها ان تأتیك فتستخدمك خادما یقیها حرّما هی فیه فقال اتقی اللّٰه یافاطمةؓ وأدی فریضة ربكِ واعملی عمل اهلكِ واذا اخذتِ مضجعكِ فسبّحی ثلاثا وثلثین واحمدی ثلاثا وثلثین وکبری اربعا وثلاثین فتلك مائة فهی خیرلك من خادم فقالت رضیت عن اللّٰه وعن رسوله ولم یُخدمها.

(شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

میں تمھیں اپنی اور فاطمہؓ کی کیفیت بتاؤں؟ کہا: ضرور! فرمایا: فاطمہؓ کے ہاتھ میں چکی پیستے پیستے نشان پڑگیا تھا اور پانی کی مشک ڈھوتے ڈھوتے ان کی گردن میں داغ پڑگیا تھا اور گھر میں جھاڑو دینے سے اُن کے کپڑے گرد آلود ہو جاتے تھے، حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس کچھ خادم آئے تو میں نے کہا کہ: فاطمہؓ! کیا اچھا ہو جو تم اپنے پدر بزرگوار سے جاکر ایک خادم کا سوال کرو۔ فاطمہؓ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو وہاں بہت سے لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا اور واپس آگئیں اور پھر دوسرے دن آکر حضور (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) نے پوچھا: کیا کام ہے؟ فاطمہؓ خاموش رہیں، میں نے کہا کہ: میں عرض کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھ میں اور مشکیزہ اُٹھاتے اُٹھاتے ان کی گردن میں داغ پڑگئے ہیں۔ جب حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس خدام آئے تو میں نے اُن سے کہا کہ: حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس جاکر ایک خادم کا سوال کرو، تاکہ یہ اس مشقت سے بچ جائیں جس میں گرفتار ہیں۔ فرمایا کہ: فاطمہؓ تقویٰ اللّٰہ اختیار کر اور اپنے گھر والوں کا کام کیا کر، اور جب تُو سونے لگے تو تینتیس بار تسبیح (سبحان اللّٰہ) اور تینتیس بار تحمید (الحمد للّٰہ) اور چونتیس بار تکبیر (اللّٰہ اکبر) کہہ کر سو کی تعداد پوری کرلیا کر۔ یہ وِرد تیرے لیے ایک خادم سے زیادہ بہتر ہوگا۔ فاطمہؓ کہنے لگیں کہ: میں اللّٰہ اور اُس کے رسول (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) سے راضی ہوں۔ غرض حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے انھیں کوئی خادم نہیں دیا۔

احکامِ وصیّت

۳۵۔ اسلامی ریاست کے بعض فرائض دربارہ قرض و وراثت :

(المقدام رضی اللہ عنہ) رفعہ : انا اولیٰ بکل مؤمن من نفسه فمن ترک دینا اوضیعة فالیّ ومن ترک مالا فلورثته وانا مولیٰ من لا مولیٰ له ارث ماله وافكّ عانیه والخال مولیٰ من لا مولیٰ له یرث ماله ویفكّ عانیه وفی روایة : من ترک کلا فالیّ ومن ترک مالا فلورثته وانا وارث من لا وارث له اعقل منه وارثه ۔ (ابو داؤد)

میں ہر مومن کا خود اس کی اپنی ذات سے بھی زیادہ قریب تر ولی ہوں، لہٰذا جو شخص کوئی قرض یا واجب الادا مال چھوڑ جائے اُس کی ادائیگی کا میں ذمے دار ہوں گا اور جو ترکہ چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔ جس کا کوئی ولی نہ ہو اُس کا میں ولی ہوں۔ اُس کے مال کا وارث بھی میں ہوں گا، اور اس کے اسیر کو بھی میں چھڑاؤں گا اور ماموں ہر اُس شخص کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہ ہو، وہی اس کے مال کا وارث ہوگا اور وہی اُس کے اسیر کو چھڑائے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو بال بچے چھوڑ جائے اس کا ذمے دار میں ہوں اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس کا کوئی وارث ہی نہ ہو، اس کا وارث میں ہوں گا۔ اس کے مال کا وارث میں ہوں گا، اور اُس کا خون بہا بھی میں ادا کروں گا۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وراثت

۳۶۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وراثت :

(ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ) رفعہ : لا تقتسم ورثتی دینارًا ماترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة۔ (مالك، الشیخین وابی داؤد)

میرے ورثا میں ایک دینار بھی بطور ترکہ تقسیم نہ ہوگا۔ بلکہ میری بیویوں کی ضروریات اور منتظم کی خوراک کے بعد جو کچھ بھی بچے وہ صدقہ ہوگا۔

۳۷ - نبی کا ذریعۂ معاش نبی کے بعد :

(ابو الطفیلؓ) ...... سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ تعالیٰ اذا اطعم نبیا طعمۃ فھو للذی یقوم من بعدہ ۔ (ابو داؤد)

...... میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ : اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو جو روزی دیتا ہے وہ پھر اس کے لیے ہوتی ہے جو اس کے بعد اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔

۳۸ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ترکہ چھوڑا :

(عمروؓ بن الحارث الخزاعی) ماترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم دینارًا ولا درھما ولا عبدًا ولا امۃً ولا شیئا الا بغلۃ البیضاء التی کان یرکبھا وسلاحہ وارضا جعلھا لابن السبیل صدقۃ ۔ (بخاری ونسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں کوئی درہم و دینار یا لونڈی غلام نہیں چھوڑا، صرف تین چیزیں چھوڑیں : ایک خچر جس پر سوار ہوتے تھے اور چند ہتھیار اور ایک قطعۂ زمین جسے آپؐ نے مسافروں کے لیے وقف فرما دیا تھا۔

۳۹ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی ترکہ :

(ابن عباسؓ) ماترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم من شئ الا ما بین الدفتین ۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جلدوں کے درمیان والی چیز (یعنی قرآن پاک) کے سوا اور کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔

قصاص

۴۰ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قصاص کا مطالبہ :

(عبد اللہ بن جبیر الخزاعی) قال طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا فی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک شخص کے پیٹ میں چھڑی یا مسواک کا کونچا لگایا ۔ اس نے کہا کہ مجھے

بطنه اما بقضیب و اما بسواك، فقال اوجعتنی فأقدنی فاعطاه العود الذی کان معه فقال استقد فقبل بطنه ثم قال بل اعفو لعلك ان تشفع لی بها یوم القیامة"۔
(کبیر)

اس سے اذیت ہوئی اور مجھے قصاص لینے دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھڑی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اُسے دیتے ہوئے فرمایا کہ: اپنا قصاص لے لے۔ وہ دَوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو چومنے لگا اور کہا کہ: یا رسول اللہ! میں یہ قصاص اس لیے معاف کرتا ہوں کہ بحضورؐ بروزِ حشر میرے شفیع ہو جائیں۔

آدابِ طعام

۴۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا کیسی تھی؟

(ام ایمن) انها غربلت دقیقا فصنعته للنبی صلی اللہ علیہ وسلم رغیفا فقال ما هذا؟ قالت طعام نصنعه بارضنا فاحببت ان اصنع منه لك رغیفا فقال ردّیه فیه ثم اعجنیه (قزوینی)

ام ایمن نے ایک بار آٹے کو چھان کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چپاتی پکائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیا؟ عرض کیا کہ ہمارے وطن میں اسی طرح روٹی پکاتے ہیں، میں نے کہا: آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ایسی ہی پکا دوں۔ فرمایا کہ: اسے بھوسے میں واپس کر کے پھر سے آٹا گوندھو۔

۴۲۔ شانِ امتیاز و تکبر کے اظہار سے نفرت (قابلِ غور و عبرت نمونہ):

(ابن عمرو بن العاصؓ) ما رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلّم یأکل متکئا قط ولا یطأ عقبه رجلان قط ان کانوا ثلاثة مشی بینهما وان کانوا جماعة قدم بعضهم۔ (ابو داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی تکیہ لگا کر کھاتے نہیں دیکھا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دو آدمی بھی نہیں چلے یعنی (حضورؐ کو ملا کر) جب تین آدمی ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیچ میں چلتے اور جب زیادہ ہوتے تو چلنے میں کسی اور کو آگے کر دیتے۔

۴۳۔ کسی کھانے کی بُرائی نہ کرنی چاہیے:

(ابو ہریرہؓ) ما عاب رسول اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی

صلّی اللہ علیہ وسلّم طعاماً قط ان اشتھاہ اکلہ وان کرھہ ترکہ۔
(شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

بُرائی نہیں فرمائی۔ اگر پسند ہو تو کھا لیا، ورنہ چھوڑ دیا۔

۴۴۔ ذوقِ نبویؐ (کھانے کی بعض چیزوں میں):

(جابر بن سمرۃؓ) نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلّم عن ابی ایوب فکان اذا اکل طعاماً بعث الیہ بفضلہ فبعث الیہ یوماً بطعام لم یأکل منہ صلی اللہ علیہ وسلّم فلما اتی ابو ایوب النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ذکر ذلک لہ فقال صلّی اللہ علیہ وسلم فیہ الثوم فقال یارسول اللہ أحرام ھو؟ قال لا ولکنی اکرھہ من اجل ریحہ۔ (ترمذی)

(مہاجر ہو کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ابو ایوبؓ انصاری کے گھر اُترے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا لیتے تو بقیہ ان کے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن انھوں نے کھانا بھیجا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا۔ جب ابو ایوب آئے تو انھوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس میں لہسن پڑا تھا۔ انھوں نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا: نہیں! لیکن میں اس کی بُو کی وجہ سے پرہیز کرتا ہوں۔

۴۵۔ شاہنشاہ کا فقیرانہ لباس:

(ابو بردۃؓ) دخلت علی عائشۃ فاخرجت الینا کساءً ملبداً من التی یسمونھا الملبدۃ وازاراً غلیظاً مما یصنع بالیمن واقسمت باللہ لقد قبض روح النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی ھذین الثوبین۔
(شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس گیا تو آپؓ نے مجھے ایک پیوند لگی ہوئی چادر دکھائی جسے لوگ ملبد (پیوند لگا ہوا) کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک موٹے کپڑے کا تہبند بھی دکھایا۔ جو یمن میں بنتا ہے پھر قسم کھا کر بیان کیا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی تھی۔

سیرتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

آغاز وحی

۴۶ - آغاز وحی اور اُس کی کیفیات، بیوی کی شہادت و زیرکی :

(عائشہؓ) اوّل ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى الرؤيا الصالحة فى النوم وكان لا يرى الاحلمت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء وكان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه و هو التعبد الليالى ذوات العدد قبل ان ينزع الى اهله ويتزود لذلك ثم يرجع الى خديجة فيتزود لمثلها حتى فجئه الحق وهو فى غار حراء فجاءه الملك فقال اقرأ قال ما انا بقارئ قال فاخذنى فغطنى حتى بلغ منى الجهد ثم ارسلنى فقال اقرأ . فقلت ما انا بقارئ فاخذنى فغطنى الثانية حتى بلغ منى الجهد ثم ارسلنى فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنى فغطنى الثالثة حتى بلغ منى الجهد ثم ارسلنى فقال (اقرأ باسم ربك الذى خلق، خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذى علم بالقلم حتى بلغ ما لم يعلم) فرجع بها رسول الله صلى الله عليه وسلم

پہلی چیز جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا آغاز ہوا وہ صالح خواب تھے ۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر ہو جاتا ۔ اس کے بعد حضورؐ کو خلوت گزینی کی طرف رغبت ہوئی اور آپؐ غارِ حرا میں تنہا جا کر تحنث فرمانے لگے ۔ تحنث کا مطلب یہ ہے کہ متعدد روز و شب عبادت میں گذارتے ۔ پھر اپنے گھر تشریف لاتے اور توشۂ راہ لے جاتے ۔ پھر خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اسی طرح توشہ لے جاتے ۔ آخر ایک دن دفعتہً پیغامِ حق غارِ حرا کے اندر آ پہنچا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ فرشتہ (جبرئیل) آیا اور کہنے لگا : پڑھیے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا : میں پڑھا ہوا نہیں ۔ اس کے بعد حضورؐ فرماتے ہیں کہ : مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھے بھی مدافعت کے لیے پورا زور لگانا پڑا ۔ پھر مجھے چھوڑ دیا ۔ پھر وہی سوال و جواب ہوا اور اسی طرح بھینچا اور چھوڑ دیا ۔ تیسری بار پھر یہی ہوا ۔ "اقرأ باسم ربک سے "مالم یعلم" تک کے الفاظ کہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ کا دل دھڑک رہا تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ : مجھے کپڑا اوڑھا دو ، کپڑا اوڑھا دیا گیا اور رفتہ رفتہ وہ دہشت جاتی رہی ۔

حضرت خدیجہؓ سے تمام واقعہ بیان کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی جان کا خوف

يرجف فؤاده فدخل على خديجة فقال زملوني زملوني فزملوه حتى ذهب عنه الروع فقال لخديجة و اخبرها الخبر لقد خشيت على نفسي فقالت له كلا ابشر فو الله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم وتصدق الحديث وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف و تعين على نوائب الحق فانطلقت به خديجة حتى اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزى بن قصى وهو ابن عم خديجة اخى ابيها وكان امرأ تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبرانی فكتب من الانجيل بالعربية ماشاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عمى فقالت له خديجة يا ابن عم اسمع من ابن اخيك فقال له ورقة يا ابن اخى ما ذا ترى؟ فاخبره صلى الله عليه وسلم خبر ما رأى فقال له ورقة هذا الناموس الذى نزل الله على موسى يا ليتنى فيها جذعا ليتنى اكون حيا اذ يخرجك قومك فقال صلى الله عليه وسلم او مخرجى هم؟ قال نعم لم يأت رجل قط بمثل ما جئت به الا عودی وان يدركنى يومك انصرك

دامن گیر ہے۔ خدیجہؓ بولیں: ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ کو تو خوش رہنا چاہیئے۔ بخدا اللہ تعالےٰ آپ کو کبھی رسوا و نامراد نہ کرے گا۔ آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں، راست گفتار ہیں، دوسروں کا بار اپنے سر لیتے ہیں، اَن ہونے کام بھی کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور پیش آنے والے حادث میں حق کی حمایت کرتے ہیں۔ اس کے بعد (حضرت) خدیجۃ الکبریٰ آپ کو ساتھ لے کر اپنے عم زاد بھائی ورقہ بن نوفل (بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی) کے پاس گئیں۔ یہ ورقہ قبل از اسلام نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی تحریریں لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ انجیل کا کچھ حصّہ بھی انھوں نے عربی زبان میں لکھا تھا۔ اس وقت یہ خاصے بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے (حضرت) خدیجۃ الکبریٰ نے ان سے کہا: اے ابن عم ذرا اپنے برادرزادے کی زبان سے کچھ حال سُنیئے۔ ورقہ نے کہا: برادرزادے کیا معاملہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب واقعات بیان فرمائے تو ورقہ نے کہا کہ: یہ وہی ناموس (پیغام وحی) ہے، جو (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوا تھا۔ اے کاش! میں اس وقت جوان ہوتا اور اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب تمھاری قوم تمھیں شہر بدر کر رہی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھے شہر سے نکال باہر کریں گے؟

ورقہ نے جواب دیا کہ: ہاں ہاں!! تمھارے جیسی چیز جو بھی لایا ہے، اس کے ساتھ دشمنی ہی کی گئی ہے۔ اگر میرے سامنے یہ وقت آیا تو میں تمھاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ زیادہ

نصراً مؤزرًا ثم لم ينشب ورقة ان توفي وفتر الوحي۔ (شیخین)

زندہ نہ رہ سکے اور اُن کی وفات ہو گئی اور وحی کا سلسلہ (کچھ عرصے کے لیے) منقطع ہو گیا۔

تبلیغ اور مصائب پر صبر

۴۷۔ دشمنانِ دین کی ایذا رسانی:

(ابن مسعود) بينما النبي صلى الله عليه وسلّم يصلي عند البيت و ابوجهل و اصحابه جلوس وقد نحرت جزور بالامس فقال ابوجهل ايكم يقوم الى سلا جزور بني فلان فيأخذه فيضعه بين كتفي محمّد اذا سجد؟ فانبعث اشقى القوم فاخذه فلما سجد صلى الله عليه وسلّم وضعه بين كتفيه فاستضحكوا وجعل بعضهم يميل على بعض وانا قائم انظر لو كانت لي منعة طرحته عن ظهره والنبي صلى الله عليه وسلم ساجد ما يرفع رأسه حتى انطلق انسان فاخبر فاطمة فجاءت وهي جويرية فطرحته عنه ثم اقبلت عليهم تسبهم فلما قضى صلوٰته رفع صوته ثم دعا عليهم وكان اذا دعا دعا ثلاثا واذا سأل سأل ثلاثا ثم قال اللهم عليك بقريش ثلاث

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابوجہل اور اُس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دن پہلے کہیں اونٹنی ذبح ہوئی تھی۔ ابوجہل بولا: کوئی ہے جو بنی فلاں کی اونٹنی کا اوجھ اُٹھا لائے اور جب محمدؐ سجدے میں جائے تو اُس کی پیٹھ پر ڈال دے؟ یہ سُن کر ایک بدبخت اُٹھا اور جا کر لے آیا۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں گئے تو اس اوجھ کو حضور (اکرمؐ) کی پُشت پر ڈال دیا اور وہ سب اس قدر ہنسے کہ ایک دوسرے پر گِر گِر پڑے۔ میں کھڑا یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا۔ میرے بس میں ہوتا تو میں ضرور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر سے ہٹا دیتا۔ حضورؐ اسی طرح سجدے میں پڑے رہے۔ اور اپنا سرِ مبارک نہ اُٹھایا۔ آخر کسی شخص نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو اطلاع دی، اس وقت آپؓ کمسن تھیں۔ آپ آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیٹھ پر سے اس اوجھ کو ہٹایا اور ان کے سامنے آ کر بُرا بھلا کہنا شروع کیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نماز ادا کر چکے تو باوازِ بلند اُن کے لیے بددُعا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب

مرات فلما سمعوا صوته ذهب عنهم الضحك وخافوا دعوته ثم قال اللهم عليك بابي جهل بن هشام وعتبة بن ربيعة وشيبة بن ربيعة والوليد بن عتبة وامية بن خلف وعقبة بن ابي معيط وذكر السابع ولم احفظه، فوالذی بعث محمدا بالحق لقد رأيت الذين سمی صرعی ثم اسحبوا الی القليب قليب بدر۔ (شيخين، متفق عليه)

اللہ سے دُعا یا سوال فرماتے تو تین تین بار اس کی تکرار فرماتے۔ تین بار فرمایا:

مولا قریش کی گرفت فرما۔ جب ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُنی تو ہنسی تو بھول گئے اور اُلٹا بددُعا سے کانپ اُٹھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ابوجہل کو، عتبہ بن ربیعہ کو، شیبہ بن ربیعہ کو، ولید بن عتبہ کو، اُمیہ بن خلف کو، عقبہ بن ابی معیط کو، اور فلاں کو (جس کا نام مجھ کو یاد نہیں رہا) اپنی گرفت میں لے لے۔ اس کے بعد قسم ہے اُس کی جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جن لوگوں کے نام لیے تھے، ان سب کو کشتہ حالت میں دیکھا۔ پھر یہ سب میدانِ بدر کے گڑھے میں ڈال دیئے گئے۔

۴۸ - رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش اور صبر:

(عمرو بن العاص رضؓ) ما رأيت قريشا ارادوا قتل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا يوما جلسوا فی ظل الکعبة وهو يصلی عند المقام فقام اليه عقبه بن ابي معيط فجعل رداءه فی عنقه ثم جذبه وتصايح الناس وظنوا انه مقتول فاقبل ابوبکر يشتد حتی اخذ بضبعه صلی اللہ علیہ وسلم وهو يقول أتقتلون رجلا ان يقول ربی الله ثم انصرفوا عنه۔

(موصلی، کبیر)

میں نے ایک بار کے سوا کبھی قریش کو قتلِ رسولؐ کا اقدام کرتے نہیں دیکھا۔ قریش سایۂ دیوارِ کعبہ میں بیٹھے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیم کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے، اتنے میں عقبہ بن ابی معیط اُٹھا اور اپنی چادر کا پھندا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈال کر دبانا اور کھینچنا شروع کیا۔ لوگ بھی شور مچانے لگے اور ان کو یہ خیال ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (خاک بدہن) چل بسے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضؓ ناراض ہوتے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بازو پکڑ کر کہنے لگے، کہ: تم لوگ ایک شخص کو محض اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو وہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہے؟ یہ سُن کر لوگ ہٹ گئے۔

۴۹۔ شقاوتِ ابوجہل :

(رجل من بنی مالك بن كنانة) رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسوق ذی المجاز یتخللها یقول یا ایها الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا ابوجهل یحثی علیہ التراب یقول یا ایها الناس لا یغوینكم هذا عن دینكم فانما یرید لتتركوا دینكم ولتتركوا اللات والعزی وما یلتفت الیہ صلی اللہ علیہ وسلم

(احمد)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ذوالمجاز کے بازار میں اِدھر اُدھر پھر پھر کر کہتے جاتے ہیں کہ: اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ، تو فلاح پاؤ گے۔

ابوجہل شقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی پھینک پھینک کر یہ کہتا جاتا تھا کہ: دیکھو یہ شخص تمھیں تمھارے دین سے برگشتہ نہ کرنے پائے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دین کو اور لات و عزیٰ کو چھوڑ دو (ابوجہل یہ کچھ کر رہا تھا، مگر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرماتے تھے۔

ہجرتِ حبشہ

۵۰۔ کوائف حبشہ، خطبہ جعفر طیارؓ اور شہادت نجاشی :

(ابن مسعودؓ) بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم الی النجاشی نحو ثمانین رجلا فیهم جعفر وعبد اللہ بن عرفطة وعثمان بن مظعون وابو موسیٰ فاتینا النجاشی وبعث قریش عمرو بن العاص وعمارة بن الولید بهدیة فلما دخلا علی النجاشی سجدا لہ وقالا لہ ان نفرا من بنی عمنا نزلوا ارضك ورغبوا

نجاشی کی طرف ہم لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ یہ قریباً اسّی آدمی تھے، ان میں جعفر، عبداللہ بن عرفطہ، عثمان بن مظعون اور ابوموسیٰ بھی تھے۔ ہم لوگ تو نجاشی کی طرف آئے اور اُدھر قریش نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو کچھ تحائف دے کر بھیجا۔ جب یہ دونوں نجاشی کے پاس آئے تو اسے سجدہ کیا اور کہا کہ ہمارے بنی عم کے کچھ افراد آپ کے ملک میں آگئے ہیں۔ یہ ہم سے بھی متنفر ہو گئے ہیں اور ہمارے دین سے بھی برگشتہ ہو گئے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے

عنا و عن ملتنا قال فاین هم قال فی ارضک فبعث الیهم قال جعفر انا خطیبکم الیوم فاتبعوه فسلم ولم یسجد فقالوا له مالک لا تسجد للملک ؟ قال انا لا نسجد الا للّٰه تعالیٰ قال وما ذاک؟ قال ان اللّٰه تعالیٰ بعث الینا رسوله صلی اللّٰه علیه وسلّم وامرنا ان لا نسجد الا للّٰه تعالیٰ وامرنا بالصلوٰة والزکوٰة قال عمرو فانهم یخالفونک فی عیسٰی قال ما تقولون فی عیسٰے وامه ؟ قالوا القول کما قال اللّٰه تعالیٰ هو کلمة اللّٰه وروحه القاها الی العذراء البتول التی لم یمسها بشر ولم یفرضها ولد فرفع النجاشی عوداً من الارض وقال یا معشر القسیسین والرهبان و اللّٰه ما تزیدون علی الذی یقول ما یسوی هذا مرحبا بکم وبمن جئتم من عنده اشهد انه رسول اللّٰه وانه الذی نجده فی الانجیل وانه الذی بشر به عیسٰی انزلوا حیث شئتم فواللّٰه لولا ما انا فیه من الملک لاتیته حتی اکون انا احمل نعلیه واوضوه و امر بهدیة الاٰخرین فردت علیهما ثم

کہا کہ : آپ ہی کے ملک میں ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کی طرف بلاوا بھیجا۔ جعفر ابن ابی طالبؓ نے کہا : آج تمہاری طرف سے گفتگو کا فریضہ میں انجام دوں گا۔ غرض سب وہاں پہنچے۔ حضرت جعفر نے نجاشی کو سلام کیا لیکن سجدہ نہ کیا۔ لوگوں نے اعتراضاً کہا کہ : کیا بات ہے کہ آپ بادشاہ کو سجدہ نہیں کرتے۔ جواب دیا کہ : ہم لوگ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ نجاشی نے پوچھا یہ کیوں ؟ جواب دیا کہ : اللہ نے ہماری طرف اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں ، اس نے صلوٰة اور زکوٰة کا بھی حکم دیا ہے۔ عمرو بن العاص بولے یہ لوگ حضرت عیسٰیؑ کے بارے میں بھی آپ (نجاشی) کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا کہ : تم لوگ حضرت عیسٰی اور ان کی والدہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ جواب دیا کہ: ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ فرماتا ہے یعنی وہ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں، جسے اس نے مریم عذرا و بتول کی طرف القا فرمایا۔ (مریم کو) کسی بشر نے مس نہیں کیا اور نہ انھیں اس سے قبل کوئی اور ولادت ہوئی۔

یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور بولا کہ: اے پادریو اور راہبو! اس شخص کے اظہار حقیقت پر تم لوگ جو اضافہ اور مبالغہ کرتے ہو، وہ اس تنکے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا مسلمانو! انھیں اور تمہارے لائے ہوئے پیغام محمدی کو میں خوش آمدید کہتا ہوں، بلکہ اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہ وہی ہے جسے ہم انجیل میں پاتے ہیں اور جس کی بشارت حضرت عیسٰی نے دی ہے۔ تم جاؤ جہاں چاہو خوشی سے رہو اگر میں حکومت کے جھنجھٹ میں نہ پھنسا ہوتا تو میں خود حاضر ہو کر اس کی جوتیاں

تعجل ابن مسعودؓ حتی ادرك بدرا
سكيربلين ولاحمد عن ام سلمة
نحوه . . . .

وفيه: ان جعفرا قال: يايها
الملك كنا قوما اهل جاهلية نعبد
الاصنام ونا كل الميتة ونأتى
الفواحش ونقطع الارحام ونسيئ
الجوار ويا كل القوى منا الضعيف
حتى بعث الله الينا رسولا منا
نعرف نسبه وصدقه وامانته و
عفافه فدعانا الى الله نوحده و
نعبده ونخلع ماكنا نعبد نحن و
آباؤنا من دون الله من الحجارة
والاوثان وامرنا بالصدق والامانة
وصلة الرحم وحسن الجوار والكف
عن المحارم والدماء والفواحش
وشهادة الزور واكل مال
اليتيم وقذف المحصن وامرنا ان
نعبد الله ولا نشرك به شيئا و
اقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة فعدد
عليه امور الاسلام فصدقناه و
امنابه واتبعناه على ماجاء به
فعدى علينا قومنا فعذبونا و
فتنونا عن ديننا وشقوا علينا
فخرجنا الى بلدك واخترناك على
من سواك ورغبنا فى جوارك و

اٹھاتا۔ اس کے لیے پانی لاتا۔ پھر اس نے حکم دیا اور ان دونوں کے تحائف کو واپس کردیا گیا۔ اس کے بعد ابن مسعودؓ نے واپس آنے میں دبہ نسبت دوسروں کے) جلدی کی اور وہ بدر میں شریک ہوئے۔

ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ جعفرؓ نے کہا: اے ملک! ہم لوگ جاہلیت والی قوم تھے، بت پرستی کرتے اور مردار کھاتے تھے۔ بے حیائی کے مرتکب ہوتے، قطع رحمی کرتے، پڑوسی کا کوئی حق نہ پہچانتے تھے، اور طاقت ور ضعیف کو کھاجاتا تھا، آخر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بھیجا۔ جس کے نسب، صداقت، امانت اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح واقف تھے۔ اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا کہ اس کی توحید کے قائل ہوجائیں اسی کی عبادت کریں، اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کی ہمارے اسلاف عبادت کیا کرتے تھے انھیں ترک کردیں۔ نیز اس نے ہمیں سچائی، امانت داری، صلۂ رحمی احسن ہمسائیگی کا حکم دیا اور حرام کاری بے حیائی و خون ریزی، جھوٹی گواہی سے، مال یتیم کھانے اور کسی پاک دامن پر تہمت لگانے سے روکا۔ ہمیں اس نے یہ بھی حکم دیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ غرض جعفرؓ نے امور اسلام کے مناقب بیان کیے اور کہا: پھر ہم نے اس کی تصدیق کی، اس پر ایمان لائے اور اس کے پیغام کی پیروی اختیار کی۔ مگر ہماری قوم نے ہم پر ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ ہمیں سزائیں دیں، ہمارے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی اور ہم پر جفائیں کرتے رہے آخر ہم لوگ آپ کی سرزمین پر آگئے اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دی اور آپ کی ہمسائیگی کو اس امید پر

رجونا ان لا نظلم عندك فقال النجاشی هل معك مما جاء به من شئی؟ قال نعم فقرأ علیه صدراً من کهیعص فبکی النجاشی وبکت اساقفته ثم قال ان هذا والذی جاء به موسی لیخرج من مشکوة واحدة انطلقا فوالله لا اسلمهم الیکما ابداً ولا اکاد ثم قال اذهبوا فانتم سیوم بارضی والسیوم الآمنون من سبکم غرم قاله ثلاثا قالت واقمنا عنده فی خیر دار مع خیر جار وان عدو اللنجاشی نزل به فوالله ما علمنا حربا قط اشد من حرب حربناه عند ذلك تخوفاً ان یظهر علیه من لا یعرف من حقنا ما کان النجاشی یعرف .
(کبیر، بزار)

پسند کیا کہ ہم پر یہاں ظلم نہ کیا جائے گا۔ نجاشی نے کہا، کہ وہ شخص جو پیغامِ وحی لایا ہے، اس کا کوئی حصہ تمہارے پاس ہے؟ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا: ہاں! اس کے بعد سورۂ مریم کی ابتدائی آیتیں تلاوت کرکے سنائیں۔ نجاشی اور اس کے پادری بے اختیار رونے لگے اور نجاشی بول اٹھا کہ: یہ کلام اور وہ کلام جو موسیٰ لائے تھے، دونوں ایک ہی چشمۂ نور سے نکلے ہوئے ہیں۔ پھر دونوں قریشی سفیروں سے کہا کہ: میں کبھی ان لوگوں (مسلمانوں) کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا پھر مسلمانوں سے کہا کہ: تم جاؤ! میری مملکت میں امن کے ساتھ رہو۔ پھر تین بار کہا کہ: تمہیں کوئی گالی بھی دے گا تو اس پر تاوان لگے گا۔ اس کے بعد ام سلمہ (جو اس دوسری روایت کی راویہ ہیں) فرماتی ہیں کہ: اس کے بعد ہم لوگ وہاں بہترین ملک میں بہترین پڑوسی کے ساتھ مقیم رہے اس دوران میں نجاشی کا ایک دشمن حبشہ پہ حملہ آور ہوا اس وقت ہم لوگوں نے بھی جنگ میں شرکت کی اور یہ جنگ ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم جنگ تھی کیونکہ ہمیں اس وقت یہ خوف تھا کہ: نجاشی تو ہمارے حقوق کو پہچانتا تھا اس پر ایسا شخص غالب نہ آجائے جو ہمارے حقوق کو نہ پہچانتا ہو۔

۵۱۔ظالموں سے رسولِ رحمت کی توقعات:

(عائشہؓ): قلت للنبی صلی الله علیه وسلم هل اتی علیك یوم کان اشد من یوم احد؟ قال لقد لقیت من قومك وکان اشد ما لقیت یوم العقبة اذ عرضت نفسی علی

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: کیا حضور پر یوم اُحد سے زیادہ سخت دن بھی کبھی آیا ہے؟ فرمایا: تمہاری قوم کے ہاتھوں سب سے زیادہ سخت ایذا میں نے یوم عقبہ کے موقعے پر اس دن اٹھائی ہے جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے آگے

ابن عبد یالیل بن عبد کلال فلم یجبنی الی ما اردت فانطلقت و انا مھموم علی وجھی فلم استفق الا وانا بقرن الثعالب فوضعت رأسی واذا انا بسحابۃ قد اظلتنی فنظرت فاذا فیھا جبریل فنادانی فقال ان اللّٰہ قد سمع قول قومک وما ردوا علیک و قد بعث الیک بملک الجبال لتامرہ بما شئت فیھم فنادانی ملک الجبال فسلم علی ثم قال یا محمد ان اللّٰہ قد سمع قول قومک وانا ملک الجبال وقد بعثنی ربک الیک لتامرنی بامرک فما شئت ان شئت اطبقت علیھم الاخشبین قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم بل ارجوان یخرج اللّٰہ من اصلابھم من یعبد اللّٰہ وحدہٗ لا یشرک بہ شیئا (شیخین)

پیش کیا۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں ہاں سے رنجیدہ ہوکر لوٹا۔ ابھی مجھے افاقہ بھی نہ ہوا تھا کہ میں قرن ثعالب میں پہنچ گیا۔ میں نے وہاں سر رکھ دیا۔ استنے میں ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہوگیا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو جبریل موجود تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی کہ: آپ کی قوم کی باتیں اور ان کا جواب اللہ نے سن لیا۔ اور آپ کے پاس ملک الجبال (فرشتۂ کوہ) کو بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ اسے ان ظالموں کے بارے میں حکم فرمائیں وہ اسے بجا لائے پھر خود ملک الجبال نے آواز دی اور مجھے سلام کرکے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں سُن لی ہیں اور میں ملک الجبال ہوں، جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے کوئی حکم دیں بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ پسند کریں تو میں مکے کی دونوں پہاڑیوں (جبل ابو قبیس اور جبل احمر) سے ان کو کچل دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ: مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی کے صلب سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی شے کو اس کا شریک نہ کریں۔

۵۲۔ اللہ سے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فریاد کا عجیب انداز:

(عبد اللّٰہ بن جعفرؓ) .... اللھم اشکوا الیک ضعف قوتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت ارحم الراحمین الی من تکلنی الی عدو یتجھمنی ام الی قریب ملکتہ امری ان لم تکن غضبان علی

.... (طائف میں شدید ایذاؤں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو کلمات نکلے وہ یہ تھے): مولا! اپنی بے بسی و بے کسی کا گلہ تیرے آگے پیش کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین مجھے تو نے کن لوگوں کے سپرد کیا ہے؟ ایسے دشمنوں کے حوالے جو ترش روئی سے پیش آتے ہیں؟ یا ایسے اپنوں کے سپرد جن کو تو نے میرے معاملات پہ متصرف بنا دیا ہے؟ اگر یہ تیرا غضب

فلا ابالی غیر ان عافیتك اوسع لی اعوذ بنور وجهك الذی اشرقت به الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والآخرة ان تنزل بی غضبك اوتحل بی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوة الا بالله ۔

(کبیر)

نہیں تو مجھے ان تکالیف کی کوئی پروا نہیں تیری دوسری عنایتیں میرے لیے بہت وسیع ہیں۔میں تیرے نور وجہ کی پناہ لیتا ہوں جس سے ظلمتیں بھی جگمگ اٹھتی ہیں اور جس کی برکت سے دنیا و آخرت کے تمام معاملات درست ہو جاتے ہیں۔ پناہ اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا تیری ناراضی ۔ میری رضا تیری ہی رضا کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہر حرکت اور ہر قوت اللہ ہی کی توفیق سے وابستہ ہے ۔

ہجرتِ مدینہ

۵۳ - ابوبکرؓ اور فنائیت فی الرسول کا مقام

(عائشہؓ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فقال ان مثلك لا یخرج و لا یخرج انك تكسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الكل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق فانا لك جار فارجع واعبد ربك ببلدك[1]

(حضرت ابوبکر صدیقؓ جب ہجرت کرکے حبشہ جانے لگے تو برک الغماد میں ابن الدغنہ ملا جس نے آپ کو یہ کہہ کر پناہ دی اور واپس لے آیا) تمہارے جیسے شریف انسان کو نہ جانے دیا جائے گا اور نہ وہ جا سکتا ہے کیونکہ تم ان ہونے کام بھی کر دیتے ہو صلہ رحمی کرتے ہو، دوسروں کا بار اپنے سر لے لیتے ہو مہمان نواز ہو اور پیش آنے والے حوادث میں حق کی حمایت کرتے ہو میں تمہیں پناہ دیتا ہوں، واپس چلو اور اپنے رب کی عبادت اپنے شہر ہی میں رہ کر کرو ۔

۵۴ - پیغمبرؐ اور صدیقؓ کے حوصلوں کا فرق :

(ابوبکرؓ) نظرت الی اقدام المشرکین

جس وقت ہم دونوں (ابوبکرؓ اور رسول کریمؐ) غار ثور

---

[1] وہ الفاظ ہیں جو جناب خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائے تھے دیکھیے رسول اور صدیق کی یکتی کس درجے ہم آہنگ ہیں۔

ونحن فی الغار وھم علی رؤسنا فقلت یا رسول اللہ لو ان احدھم نظر الی قدمیہ ابصرنا تحت قدمیہ فقال یا ابابکرؓ ماظنك باثنین اللہ ثالثھما[1]

(شیخین، ترمذی)

میں تھے اور تلاش کرنے والے دشمن سر پر کھڑے تھے تو میں ان کے قدموں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کو (جھک کر) دیکھ لیا تو ہمیں اپنے قدموں کے نیچے ہی دیکھ لے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے ابوبکرؓ ان دو کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا وجود اللہ کا ہے۔

۵۵۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعائے ناز و نیاز بموقع بدر:

(ابن عباسؓ) ..... اللھم انجزنی ما وعدتنی اللھم اتنی ما وعدتنی اللھم انك ان تھلك ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض فما زال یھتف بربہ مادا یدیہ مستقبل القبلۃ حتی سقط رداءہ عن منکبیہ فاتاہ ابوبکر فاخذ رداءہ فالقاہ علی منکبیہ ثم التزمہ من ورائہ وقال یا نبی اللہ کفاك مناشدتك ربك فانہ سینجز لك ما وعدك فانزل اللہ اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین فامدہ اللہ بالملائکۃ

(ترمذی، مسلم بلفظہ)

(بدر میں مشرکوں کی تعداد ایک ہزار اور مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر رُو بقبلہ ہو گئے اور اپنے ہاتھ پھیلا کر آواز بلند اللہ سے یوں دعا کرنے لگے:)

"مولا! تو نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما اور جو دینے کا وعدہ کیا ہے وہ آج دے دے۔ مولا! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو فنا کر دیا تو اس زمین پر تیری عبادت و بندگی بھی ختم ہو جائے گی۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر اور رُو بقبلہ ہو کر مسلسل اسی طرح دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کی چادر کاندھوں سے سرک کر نیچے آ گئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے آ کر وہ چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھوں پر ڈالی اور پیچھے سے چمٹ کر عرض کرنے لگے کہ: اے نبی اللہ! حضورؐ کی دعا کافی ہو چکی۔ اللہ اپنا وعدہ پورا ہی کرے گا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ (ترجمہ) یاد کرو وہ وقت جب اپنے رب سے تم مدد مانگ رہے تھے اور خدا نے تمہاری دعا قبول کر لی اور بتا دیا کہ میں ایک ہزار پے در پے فرشتوں سے تمہاری مدد کر دوں گا۔ سو اللہ نے فرشتوں سے آپؐ کی مدد کی۔

---

[1] اس مضمون کو اس آیت سے ملائیے ... ثانی اثنین اذھما فی الغار۔

غزوات

بدر

۵۶ - صدیقؓ و فاروقؓ کی تمثیل بزبانِ رسالتؐ :

(ابن مسعودؓ) ....

فقال مثلك يا ابا بكرؓ كمثل ابراهيم قال فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم وكمثل عيسى قال ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم ومثلك يا عمر كمثل نوح قال رب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا وكمثل موسى قال واشدد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتّٰى يروا العذاب الاليم..........

(ابو داؤد)

(قیدیانِ بدر کے متعلق جب مشورہ کیا گیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے رائے دی کہ: فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے۔ شاید اللہ تعالےٰ ان کی طرف آئندہ توجہ فرمائے، اور یہ ہدایت پا جائیں) حضرت عمرؓ بولے کہ ان لوگوں نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالا ہے اور جھٹلایا ہے۔ لہٰذا ان سب کی گردنیں اُڑا دیجئے .... اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے ابوبکرؓ تمھاری مثال تو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ جیسی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ: (ترجمہ آیت) جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو اللہ غفور و رحیم ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ: (ترجمہ آیت) اگر تو انھیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کی مغفرت فرمائے تو تو عزیز و حکیم ہے اور اے عمرؓ تمھاری مثال نوحؑ اور موسیٰؑ جیسی ہے۔ نوحؑ نے یہ دُعا کی کہ: (ترجمہ آیت) ان کافروں میں کسی کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ۔ اور موسیٰؑ نے یہ دُعا کی (ترجمہ آیت) کہ: ان کے دلوں میں اور سختی پیدا کر دے تاکہ عذاب الیم کو دیکھے بغیر یہ ایمان ہی نہ لا سکیں.....

۵۷ - بنتِ رسولؐ کے شوہر کا فدیہ اور عدلِ رسالتؐ :

(عائشہؓ) لما بعث اهل مكة

جب مکے والوں نے اپنے قیدیوں کے فدیے

فی فداء اسارا هم بعثت زینب فداء زوجها ابی العاص و بعثت فیه بقلادة لها كانت عند خدیجةؓ ادخلتها بها علی ابی العاص فلما رآها صلی اللّٰہ علیہ وسلّم رق لها رقة شدیدة وقال ان رأیتم ان تطلقوا لها اسیرها و تردوا علیها الذی لها فقالوا نعم وكان صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اخذ علیه ووعده ان یخلی سبیل زینب الیه وبعث صلی اللّٰہ علیہ وسلّم زید بن حارثةؓ ورجلا من الانصار فقال لهما كونا ببطن یاجج حتی تمر بكما زینب فتصحباها حتی تأتینا بها ۔ (ابوداؤد)

بھیجے تو حضرت زینب بنت رسولؐ اللہ نے بھی اپنے خوہر ابوالعاص کا فدیہ بھیجا۔ انہوں نے ایک (چاندی کا ہار) بھیجا، جو حضرت خدیجہ رضؓ کا تھا۔ ابوالعاص کے پاس رخصت کرتے وقت حضرت خدیجہ رضؓ نے یہ ہار زینب کو دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب اس ہار پر پڑی تو شدید رقت پیدا ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ :

اگر تم مسلمانوں کی رائے ہو تو زینب کے اسیر کو آزاد کر دو اور اس کا یہ ہار بھی اسے واپس کر دو۔ سب نے کہا کہ : ہاں ہاں یا رسول اللہ ! اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لیا کہ وہ زینب کے یہاں آنے میں مانع نہ ہوں گے۔ اس کے بعد زید بن حارثہ کو اور ایک انصاری کو مکے بھیجا اور فرمایا کہ : تم دونوں لبطن یاجج میں ٹھہرے رہو اور جب زینب تمہارے پاس سے گزریں تو ان کے ساتھ ہو جاؤ اور ان کو ہمارے پاس لے آؤ۔

۵۸ - اہلِ بدر کی فضیلت :

(رافع بن خدیج رضؓ) ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال یوم بدر والذی نفسی بیده لو ان مولودًا ولد فی فقه اربعین سنة یعمل لطاعة اللّٰہ ویجتنب معاصیه كلها الی ان یرد الی ارذل العمر لم یبلغ احدكم هذه اللیلة ۔ (كبیرؒ فیه جعفر ابن مقلس ۔)

غزوۂ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر کوئی پیدا ہونے والا فقہ کی آغوش میں آنکھ کھولے اور چالیس سال تک طاعت الٰہی پر عمل کرتا رہے اور تمام گناہوں سے بچا رہے۔ حتٰی کہ آخر عمر تک اسی حال میں رہے۔ جب بھی اس دن کی فضیلت حاصل نہیں کر سکتا۔

اُحُد

۵۹ - غزوات میں عورتوں کا حصہ :

(انسؓ) .... ولقد رأیت عائشۃؓ وأم سلیمؓ وانهما لمشمرتان اری خدم سوقهما تنقلان القرب علی متونهما ثم تفرغانه فی افواه القوم ثم ترجعان فتملآنها فتفرغانه فی افواههم .... (شیخین)

.... (میں نے غزوۂ احد کے موقعے پر) عائشہؓ اور اُم سلیمؓ کو دیکھا کہ دونوں بڑی تیز رفتاری سے کام کر رہی ہیں - ان کی پنڈلیاں اس وقت میری نگاہوں کے سامنے تھیں - دونوں اپنی اپنی پشت پر مشکیں اُٹھا کر اِدھر سے اُدھر جاتیں اور لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں اور پھر واپس آکر مشک پُر کرتیں اور لوگوں کے منہ میں ڈالتیں....

۶۰ - شہادت کے لیے بے چینی :

(جابرؓ) قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم أحد أرأیت ان قتلت این انا؟ قال فی الجنة فالقی تمرات فی یده ثم قاتل حتی قتل -
(شیخین ونسائی)

یوم اُحد کے موقعے پر ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ : اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میرا کہاں ٹھکانا ہوگا؟ فرمایا : جنت میں! یہ سن کر اُس نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں (جو وہ کھا رہا تھا) پھینک دیں اور لڑتا ہُوا شہید ہو گیا۔

۶۱ - ایک شہید کا آخری پیغام :

(یحییٰ بن سعیدؒ) لما کان یوم أحد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یأتینی بخبر سعد بن الربیع؟ قال رجل انا یا رسول اللہ فذهب یطوف بین القتلی حتی وجده فقال له سعد ما شانك؟ قال بعثنی صلی اللہ

دورانِ غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : سعد بن الربیع کی کوئی خبر لا سکتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں لا سکتا ہوں یا رسول اللہ! چنانچہ وہ لاشوں کے درمیان اُنھیں ڈھونڈنے لگا اور سعدؓ کو وہیں پایا - سعدؓ اس وقت زندہ (مگر زخمی) تھے - اُنھوں نے اس آدمی سے پوچھا : کیا بات ہے؟ بولا : مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

عليه وسلم لا تيه يخبرك قال فاقرأه مني السلام واخبره اني قد طعنت اثنتي عشرة طعنة ولقد انفذت مقاتلي واسأله ان يستغفرلي وأخبر قومك انهم لا عذر لهم عند الله ان قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنهم عين تطرف۔

(شیخین، نسائی)

تمھاری خبر لانے کو بھیجا ہے۔ سعدؓ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچا دینا۔ اور عرض کر دینا کہ: مجھے بارہ زخم لگے ہیں۔ میری موت یقینی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا۔ اور مسلمانوں کو بتا دینا کہ ان میں اگر آنکھ جھپکانے کی سکت بھی باقی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے تو اللہ تعالےٰ کے سامنے وہ کوئی عذر نہ پیش کر سکیں گے۔

۶۲۔ ایک مومنہ کا حوصلۂ ایمانی:

(انسؓ) لما كان يوم احد حاص اهل المدينة حيصة وقالوا قتل محمد حتى كثرت الصوارخ في ناحية المدينة فخرجت امرأة من الانصار فاستقبلت بابيها وابنها وزوجها واخيها فقالوا هذا ابوك، اخوك، زوجكِ وابنكِ تقول ما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ يقول امامك حتى وقفت عليه فاخذت بناحية ثوبه ثم قالت بابي انت وامي يا رسول الله لا ابالي اذا سلمت من عطب (الاوسط وفيه تيمة محمد ابن شعيب۔)

غزوۂ اُحد میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ لوگ تتر بتر ہو گئے اور افواہ پھیل گئی کہ (خاکم بدہن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت مدینہ کے قریب نالہ د فریاد سن کر ایک انصاری خاتونؓ[1] باہر نکل پڑیں۔ میدانِ جنگ میں اس نے اپنے بیٹے، باپ، شوہر اور بھائی کی لاش کو دیکھا اور لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ تیرے باپ، بھائی، شوہر اور فرزند کی لاشیں ہیں۔ مگر وہ ہر ایک موقعے پر یہی پوچھتی رہی کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ: وہ تیرے سامنے تشریف رکھتے ہیں۔ وہ خاتون وہاں پہنچی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشۂ دامن پکڑ کر بول اُٹھی کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اگر حضورؐ زندہ و سلامت ہیں تو مجھے کسی کے مرنے کی پروا نہیں۔

---

[1] نیک بخت خاتون کا نام ہند ہے اور یہ انصاریہ ہیں۔

رجیع

۶۳ - خُبیبؓ کا اندازِ شہادت اور پاسِ انسانیت :

(ابو ہریرۃؓ) ....

....

....

....

....

فمکث عندھم اسیرا حتی اذا اجمعوا علی قتلہ استعار موسیٰ من بعض بنات الحارث لیستحد بھا فاعارتہ قالت فغفلت عن صبی لی فدرج الیہ حتی اتاہ فوضعہ علی فخذہ فلما رأیتہ فزعت فزعۃ عرف ذلک منی و فی یدہ الموسیٰ فقال اتخشین ان اقتلہ؟ ما کنت لافعل ذلک ان شاء اللہ و کانت تقول ما رأیت اسیرا قط خیرا من خبیبؓ لقد رأیتہ یأکل من قطف عنب و ما بمکۃ یومئذ ثمرۃ و انہ لموثق فی الحدید و ما کان الا رزق رزقہ اللہ خبیبا فخرجوا بہ من الحرم لیقتلوہ فقال دعونی أصلی رکعتین

(کچھ لوگوں کی خواہش پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس مبلغین بھیجے۔ عسفان و مکہ کے درمیان بنو ہذیل اور بنو لحیان کے تیر اندازوں نے انھیں گھیر لیا، مقابلہ ہوا۔ زیدؓ بن دثنہ اور خبیبؓ گرفتار اور باقی شہید ہوئے۔ خبیبؓ کو بنو حارث بن عامر بن نوفل نے (قتل کرنے کے لیے خرید لیا)۔ اس کے بعد خبیبؓ ان کی قید میں کئی دن رہے۔ جب سب نے انھیں قتل کرنے پر اتفاق کر لیا تو اُنھوں نے کسی حارثی عورت سے بال صاف کرنے کے لیے اُسترہ مانگا۔ اس نے دے دیا۔ اس عورت کا بیان ہے کہ مجھے خیال نہ رہا اور میرا ایک بچہ کھسکتا ہوا خبیبؓ کے پاس چلا گیا۔ خبیبؓ نے اسے اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ جب ماں نے دیکھا، تو اُس کے اوسان خطا ہو گئے۔ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں اُس وقت وہ اُسترہ موجود تھا۔ اُنھوں نے بدحواسی کو محسوس کر کے کہا کہ: کیا تجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا؟ انشاء اللہ یہ کبھی نہ کروں گا۔ اس عورت کا بیان ہے کہ: میں نے خبیبؓ سے زیادہ شریف قیدی کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے اور خوشے سے انگور توڑ توڑ کر کھا رہا ہے۔ حالانکہ اس وقت مکے میں کوئی پھل کہیں موجود نہ تھا۔ یہ بجز اس رزق کے جو اللہ تعالیٰ نے خبیبؓ کے لیے بھیجا ہو اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ قصہ مختصر، لوگ اُن کو قتل کرنے کے لیے حرم مکہ سے باہر لے گئے۔ اُنھوں

ثم انصرف عليهم فقال لولا ان تروا انما بي جزع من الموت لزدت فكان اول من سن الركعتين عند القتل هو وقال اللهم احصهم عددا ثم قال:

ما ابالي حين اقتل مسلما
على اى شق كان لله مصرعي
وذلك فى ذات الاله وان يشأ
يبارك على اوصال شلو ممزع

(بخاری، ابوداؤد)

نے کہا کہ: مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دو۔ نماز کے بعد وہ لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے: اگر تمہیں یہ گمان نہ ہوتا کہ میں موت سے خائف ہوں تو میں نماز کو ذرا طول دیتا۔ یہ خبیبؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنے کے رواج کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ: اے اللہ! ان سب کو شمار کر لے۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

جب میں مسلمان ہوتے ہوئے قتل کیا جا رہا ہوں تو خواہ کسی پہلو سے موت آئے مجھے پروا نہیں۔ یہ موت اللہ ہی کی راہ میں ہے اور اگر وہ چاہے تو ایک ایک عضو کی بکھری ہوئی بوٹیوں میں برکت عطا فرمائے........

خندق

۶۴ - مجاہدین کا رجز اور مصائب کی برداشت:

(انسؓ) خرج النبى صلى الله عليه وسلم الى الخندق فاذا المهاجرون والانصار يحفرون فى غداة باردة ولم يكن لهم عبيد يعملون ذلك لهم فلما راى مابهم من النصب والجوع قال: اللهم ان العيش عيش الأخرة، فاغفر للانصار والمهاجرة، فقالوا مجيبين له: نحن الذين بايعوا محمداً، على الجهاد مابقينا ابداً۔ وفى رواية .... فيؤتون بملأ كف من شعير فيصنع لهم باهالة سنخة توضع بين يدى القوم والقوم جياع

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے لیے باہر نکلے، تو (سلمان فارسیؓ کے مشورے سے) مہاجرین و انصار خندق کھودنے لگے اس دن سردی بہت سخت تھی اور لوگوں کے پاس ایسے خدام نہ تھے جو یہ کام کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان مجاہدوں کی جانفشانی اور بھوک دیکھی تو یہ رجز پڑھنے لگے: (ترجمہ) اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ لہٰذا تو ان انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔ اس کے جواب میں صحابہؓ کرام یہ رجز پڑھتے۔ (ترجمہ) ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بیعت جہاد کر لی ہے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ .... ان مجاہدین کو ایک مٹھی جو ملتے تھے۔ جسے ایسے ہوئے روغن کے ساتھ پکا کر ان کے سامنے

وھی بشعة فی الحلق لھا ریح منکرة
(شیخین، ترمذی)

پیش کیا جاتا تھا۔ یہ کھانا بُودار اور بدمزہ ہوتا تھا مگر لوگ بھوکے تھے اس لیے وہی کھا لیتے تھے۔

۶۵ - پیغمبری درویشی ہے نہ کہ شاہنشاہی :

(البراءؓ) رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ینقل معنا التراب وھو یقول: واللہ لولا اللہ ما اھتدینا، ولا تصدقنا ولا صلینا، فانزلن سکینة علینا، وثبت الاقدام اذا لاقینا، والمشرکون قد بغوا علینا: اذا ارادوا فتنة ابینا۔ ویرفع بھا صوتہ۔ وفی روایة: رفع بھا صوتہ ابینا ابینا۔ (شیخین)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہمارے ساتھ مٹی ڈھوتے میں مصروف ہیں اور یہ رجز پڑھتے جاتے ہیں۔ (ترجمہ) بخدا! اگر توفیقِ الٰہی شامل حال نہ ہوتی۔ نہ ہمیں ہدایت نصیب ہوتی۔ نہ ہم صدقات ادا کر سکتے نہ نماز، اے اللہ! تو ہم پر سکینہ نازل فرما، اور جب ہماری دشمنوں سے مڈبھیڑ ہو، تو ہمیں ثابت قدم رکھ، یہ مشرکین ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں اور جب بھی یہ کوئی فتنہ کھڑا کرتے ہیں تو ہم اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔" ابینا" کے لفظ پر جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے تو آواز کو خوب بلند کرتے۔

حدیبیہ

۶۶ - شوریٰ میں عورت کا مقام؛ عہد کی پابندی :

(المسور بن مخرمة ومروان) :...

....

....

فلما فرغ من قضیة الکتاب قال صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ قوموا فانحروا ثم احلقوا فواللہ ما قام منھم رجل حتی قال ذلک

جب حدیبیہ سے فراغت ہوئی تو چونکہ بظاہر مسلمانوں کی شرائط صلح بہت کمزور اور کفار قریش کی شرائط بہت جابرانہ نظر آتی تھیں۔ اس لیے مسلمان بڑے دل شکستہ ہو رہے تھے یہاں تک کہ :)... جب صلح نامہ لکھنے سے فراغت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اٹھو اور اپنے اپنے قربانی کے جانور (جو ساتھ لائے ہو) ذبح کر کے سر کے بال اُتار لو، لیکن خدا کی قسم ایک شخص بھی نہ اٹھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ثلاث مرات فلما لم یقم منهم احد دخل علی ام سلمة فذکر لها ما لقی من الناس فقالت اتحب ذلك؟ اخرج ثم لا تکلم احداً منهم حتی تنحر بدنك وتدعو حالقك فیحلقك فخرج فلم یکلم احداً حتی نحر بدنه ودعا حالقه فحلقه فلما رأوا ذلك قاموا فنحروا وجعل بعضهم یحلق بعضا ....

ثم رجع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الی المدینة فجاءه ابوبصیر رجل من قریش وهو مسلم فارسلوا فی طلبه رجلین فقالوا العهد الذی جعلت لنا فدفعه الی الرجلین...

.... (بخاری، ابوداؤد)

یہ حکم دیا۔ مگر جب کوئی بھی نہ اُٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور مسلمانوں کی جو شکستہ دلی کا حال دیکھا تھا بیان فرمایا۔ ام سلمہؓ نے کہا کہ: اگر حضورؐ یہ پسند فرماتے ہیں کہ تعمیل حکم ہو تو کسی سے کچھ کہے بغیر باہر نکل کر قربانی کر لیجیے اور سر کے بال اُتروا لیجیے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموشی سے باہر نکلے، اپنی قربانی کی اور حالق (بال اتارنے والے) کو بُلا کر اپنے بال اتروا لیے جب لوگوں نے یہ دیکھا تو خود ہی سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور قربانیاں دے کر ایک دوسرے کے بال اتارنے لگے ....

مدینے واپس آنے کے بعد ایک قریشی ابوبصیر جو مسلمان ہو چکے تھے، بھاگ کر مدینے آ گئے اور قریش نے دو آدمی اُن کو لینے کے لیے بھیجے (کیونکہ شرائط صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ یہاں سے جو آدمی مدینے جائے گا اُسے واپس کرنا ہوگا) اور کہا کہ جو معاہدہ آپؐ نے کیا ہے اُسے پورا کیجیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر کو ان کے حوالے فرما دیا۔

موتہ

۶۷۔ کلمہ گو کی جان لینے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی:

(اسامةؓ) بعثنا النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الی الحرقة فصبحنا القوم فهزمناهم ولحقت انا ورجل من الانصار رجلا منهم فلما غشیناه قال لا اله الا اللّٰه فکف الانصاری وطعنته برمحی حتی قتلته فلما

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم لوگوں نے صبح کے وقت حملہ کیا اور شکست دی۔ اسی اثنا میں میں اور ایک انصاری ایک دشمن سے ملے۔ جب ہم اس پر قابو پانے لگے تو وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگا میرے انصاری ساتھی نے تو وہیں اپنا ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اُسے نیزے کا چرکا لگا کر مار دیا۔ جب ہم لوگ واپس آئے اور حضورؐ

فقدمنا بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اسامۃ اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ ؟ قلت انما کان متعوذاً فقال اقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ؟ فما زال یکررھا حتی تمنیت انی لم اکن اسلمت قبل ذلک الیوم ......
...... قال افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم قالھا ام لا ؟ ......
.... (شیخین، ابو داؤد)

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ: تم نے اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی مار دیا ؟ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اس نے تو محض جان بچانے کو کہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ: تم نے تو اسے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی مار دیا ؟ غرض حضورؐ اس جملے کی اتنی بار تکرار فرماتے رہے کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش! میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ سچے دل سے کہہ رہا ہے یا تلوار کے ڈر سے ؟ ....

فتحِ مکّہ

۶۸- فتحِ مکّہ کے دن رحمتِ نبویؐ کی بارش :

(ابن عباسؓ) ....
.... فقلت یا رسول اللہ ان ابا سفیان رجل یحب ھذا الفخر فاجعل لہ شیئاً قال نعم من دخل دار ابی سفیان فھو آمن ومن اغلق بابہ فھو آمن ومن دخل المسجد فھو آمن فتفرق الناس الی دورھم و الی المسجد۔ (ابو داؤد)

.... (فتح مکّہ کے دن حضرت عباسؓ بن عبد المطلب ابوسفیان کو لے کر علی الصبح مر الظہران پہنچے اور) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ابوسفیان کوئی شرف چاہتا ہے، اس لیے اس کے لیے کچھ ارشاد ہو۔ فرمایا کہ: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اُسے پناہ، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اُسے پناہ، اور جو کعبے کے اندر داخل ہو جائے اُسے پناہ، یہ سُن کر لوگ اپنے اپنے گھروں میں اور بیت اللہ میں داخل ہونے لگے۔

۶۹- نبوّت بادشاہت سے بالکل الگ چیز ہے :

(میمونہؓ) ....

..... فتح مکہ کے دن ابوسفیان نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ

....

....

فقال ابوسفیان یا اباالفضل لقد اصبح ملك ابن اخیك عظیما فقال لیس بملك و لكنها النبوة۔ (کبیر لطبرانی)

علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں، تو لوگ غسالۂ وضو کو اپنے چہروں پر ملنے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں، یہ محبوبیت و شوکت دیکھ کر...... ابوسفیان نے کہا کہ: اے عباس تمھارے برادرزادے کی بادشاہت تو بڑی زبردست ہے عباسؓ نے جواب دیا کہ: یہ بادشاہت نہیں، نبوت ہے!

حنین

۷۰۔ انصار کا نصیبہ:

(انسؓ).....................

....

....

....

..........فجمعھم فی قبة فقال یا معشر الانصار ما حدیث بلغنی عنكم؟ فسكتوا فقال یا معشر الانصار اما ترضون ان یذهب الناس بالدنیا و تذهبون بمحمد تحوزونه الی بیوتكم؟ قالوا بلیٰ یارسول اللہ رضینا فقال لو سلك الناس وادیا و سلك الانصار شعبا لاخذت شعب الانصار۔

(ترمذی، شیخان)

......غزوۂ حنین میں جو غنیمتیں حاصل ہوئیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیفِ قلب کے لیے نو مسلموں میں تقسیم فرما دیا۔ اس پر بعض انصار بول اُٹھے کہ جب جنگ پیش آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور جب مالِ غنیمت آتا ہے تو وہ دوسروں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو سب کو ایک خیمے میں جمع کیا اور فرمایا:

اے انصار! یہ کیا بات ہے جو تمھارے متعلق مجھے خبر پہنچی ہے؟ جواب میں سب خاموش رہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ دنیا لے کر واپس جائیں اور تم محمدؐ کو لے کر اپنے گھروں میں داخل ہو؟ انصار نے کہا کہ: ہاں! یا رسولؐ اللہ! ہم سب اس پر خوش ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ: اگر لوگ ایک میدان میں گزر رہے ہوں اور انصار کسی راستے پر جائیں تو میں انصار ہی کے راستے کو اختیار کروں گا۔

۷۱ - مجاہدہ عورت (ام سلیم) :

(انس رض) ان ام سلیم اتخذت خنجراً یوم حنین فرآها ابوطلحة فقال یا رسول الله هذه ام سلیم معها خنجر فقال لها النبی صلی الله علیه وسلم ما هذا الخنجر؟ قالت اتخذته ان دنا منی احد من المشرکین بقرت بطنه فجعل صلی الله علیه وسلم یضحك - (مسلم، ابو داؤد)

غزوۂ حنین کے موقعے پر اُم سلیم نے ایک خنجر کو ہاتھ میں لیا اور ابو طلحہ رض نے ان کو دیکھا تو کہا کہ: یا رسول اللہ! یہ ام سلیم ہیں اور ان کے ہاتھ میں خنجر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم سے پوچھا کہ: یہ خنجر کیسا ہے؟ بولیں کہ: میں نے یہ اس لیے تیار کر رکھا ہے کہ اگر کوئی مشرک قریب آیا تو اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے عزم پر ہنسی آگئی ۔ ......

بنی جذیمہ

۷۲ - اطاعت صرف معروف میں ہونی چاہیئے :

(علی رض) بعث النبی صلی الله علیه وسلم سریة واستعمل علیهم رجلا من الانصار و امره ان یطیعوه فغضب فقال الیس امرکم رسول الله صلی الله علیه وسلم ان تطیعونی؟ قالوا بلی قال فاجمعوا حطبا فجمعوا فقال اوقدوا نارًا فاوقدوها فقال ادخلوا فیها فهموا وجعل بعضهم یمسك بعضًا و یقولون فررنا الی النبی صلی الله علیه وسلم من النار فمازالوا حتّٰی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا اور ایک انصاری کو ان کا امیر مقرر کر کے ان کی اطاعت کا حکم دیا (ایک موقعے پر) اس امیر کو غصہ آیا اور وہ کہنے لگا کہ: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں دیا ہے۔ امیر نے کہا کہ: پھر لکڑیاں جمع کرو، لکڑیاں جمع کی گئیں تو کہا: ان کو سلگا دو۔ لوگوں نے سلگا دیں۔ کہا کہ: اب تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ لوگوں نے ارادہ کیا تو بعض نے بعض کو پکڑ کر روک لیا، اور کہنے لگے کہ آگ ہی سے تو بھاگ کر ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آئے ہیں۔ یہی بحثیں ہوتی رہیں اور آگ

خمدت النار فسكن غضبه فبلغ ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لو دخلوها ما خرجوا منها الی یوم القیامة الطاعة فی المعروف۔
(شیخین، ابوداؤد، نسائی)

ٹھنڈی بھی ہو گئی اور ساتھ ہی امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ جب اس واقعے کی اطلاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا کہ: اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس سے باہر نہ آ سکتے۔ طاعت صرف معروف میں ہوا کرتی ہے۔

تبوک

۷۳۔ شرکت جہاد کی صحیح غرض کیا ہونی چاہیئے:

(واثلة) نادی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فی غزوة تبوک فطفقت فی المدینة انادی الا من یحمل رجلا له سهمه فاذا شیخ من الانصار فقال لنا سهمه علی ان نحمله عُقبةً وطعامه معنا فقلت نعم قال فسر علی برکة الله فخرجت خیر صاحب حتی افاء الله علینا فاصابنی قلائص فسقتهن حتی اتیته فخرج فقعد علی حقیبة من حقائب ابله ثم قال سقهن مدبرات ثم قال سقهن مقبلات فقال ما اری قلائصک الا کراماً قلت انما هی غنیمتک التی شرطت لک قال فخذ قلائصک یا ابن اخی فغیر سهمک اردنا۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کے لیے منادی کرائی تو میں مدینے میں یہ صدا لگانے لگا کہ: کوئی ہے جو ایک آدمی کے لیے سواری مہیا کر دے اور اس کے عوض میں مالِ غنیمت قبول کر لے۔؟ اتنے میں ایک بوڑھے انصاری نکلے اور کہنے لگے کہ: ہم اس کا حصّہ قبول کرتے ہیں۔ اس شرط پر کہ اسے باری باری اپنے ساتھ سوار کرائیں گے اور اس کا کھانا ہمارے ذمہ ہو گا۔ میں نے کہا: منظور ہے۔ اُنھوں نے کہا: پھر اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ غرض میں بہترین رفاقت کے ساتھ روانہ ہوا اور اللہ نے غنیمت بھی دلوائی۔ میرے حصّے میں کچھ دراز قامت اُونٹنیاں آئیں جن کو ہانکتا ہوا میں اُس انصاری کے پاس لے آیا۔ وہ باہر آئے اور اپنی اُونٹنی کے پیچھے بیٹھ کر کہنے لگے کہ: ان کو پیچھے دوڑاؤ۔ پھر کہا آگے دوڑاؤ۔ پھر بولے کہ: یہ دراصل آپ ہی کی غنیمت ہیں، جن کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اے برادر زادے! اپنی اُونٹنیاں اپنے ہی پاس رکھو کیونکہ میرا مقصد اس حصّہ غنیمت کے سوا کچھ اور تھا (یعنی ثواب الٰہی)۔

برائت

۷۴ - رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضائے رحمت :

(ابن عمرؓ) لما توفی عبداللہ یعنی بن ابی بن سلول جاء ابنہ عبداللہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ ان یعطیہ قمیصہ یکفن فیہ اباہ فاعطاہ ثم سألہ ان یصلی علیہ فقام لیصلی علیہ فقام عمر فاخذ بثوبہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ تصلی علیہ وقد نہاک ربک ان تصلی علیہ ؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم انما خیرنی اللہ تعالیٰ قال استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ الخ وسازید علی السبعین قال انہ منافق فصلی علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزل ولا تصل علی احد منھم مات ابدا" الی فاسقون -
(شیخین ونسائی)

جب عبداللہ بن ابی بن سلول (رأس المنافقین) مر گیا تو اُس کے صاحبزادے عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے باپ کو کفن دینے کے لیے حضور اکرمؐ سے قمیض کی درخواست کی جو حضورؐ نے دے دی۔ پھر اُنھوں نے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی۔ حضورؐ اس کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر عرض کیا کہ : یارسول اللہ! آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے ؟ فرمایا کہ : اللہ نے مجھے (جنازہ پڑھنے اور نہ پڑھنے کے درمیان) اختیار دے دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ : استغفر لھم او لا تستغفر لھم، ان تستغفر لھم سبعین مرۃ الخ (خواہ تم ان منافقوں کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو اور خواہ ان کے لیے ستّر بار بھی استغفار کرو اللہ نہیں بخشے گا) تو میں ستّر بار سے زیادہ استغفار کر لوں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ : وہ تو منافق تھا۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھ لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ : ولا تصل علی احد منھم۔ الآیۃ (نہ ان کا جنازہ پڑھو، نہ ان کی قبر پر کھڑے رہو)

ہود، واقعہ و مرسلات وغیرہ

۷۵ - بعض سورتوں کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت پر :

(ابن عباسؓ) قال ابوبکر یا رسول اللہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض

قد شبت قال شیبتنی ھود والواقعۃ والمرسلات وعم یتساءلون واذا الشمس کورت - (ترمذی)

کیا کہ: یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بوڑھے ہو گئے۔ فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، نباء اور تکویر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

شُعَرا

۷۶۔ مقامِ نبوت کی عجیب تمثیل اور سورۂ لہب کا نزول:

(ابن عباسؓ) لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الصفا فجعل ینادی یا بنی فہر یا بنی عدی لبطون قریش حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولا لینظر ما ھو فجاء ابولھب وقریش فقال ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم کنتم مصدقی؟ قالوا نعم ما جربنا علیک الا صدقا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابولھب تبًا لک سائر الیوم ألھذا جمعتنا؟ فنزلت تبت یدا ابی لھب وتبّ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب (شیخین، ترمذی)

جب آیت: وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ داروں کو وارننگ دے دو) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دینے لگے کہ اے قریش! اے بنی فہر اور اے بنی عدی — اس آواز پر سب جمع ہو گئے اور جو نہ آسکا اس نے دستور کے مطابق اپنا نمائندہ بھیج دیا تاکہ جا کر معاملے کی حقیقت معلوم کرے۔ ابولہب اور دوسرے قریش بھی آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دیکھو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ شہسواروں کا ایک دستہ دوسری طرف سے دامنِ کوہ سے تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے جواب دیا کہ: یقیناً، اس لیے کہ ہم نے آپؐ کو ہمیشہ راست گو پایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اچھا تو ایک سچی بات سن لو کہ تمہیں ایک بڑے سخت آنے والے عذاب سے آگاہ کرتا ہوں۔ ابولہب بولا کہ: تم پر سارا دن ہلاکت آتی رہے! کیا اسی مقصد کے لیے تم نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد تبت یدا ابی لہب... الخ نازل ہوئی۔

۷۷۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتے داری کوئی کام نہ آئے گی :

(ابو ھریرۃ) قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین نزل وانذر عشیرتک الاقربین قال یا معشر قریش او کلمۃ نحوھا اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئًا یاعباس بن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئًا ویا صفیۃ عمۃ رسول اللہ لا اغنی عنکِ من اللہ شیئًا ویا فاطمۃ بنت محمّد سلینی ماشئتِ من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئًا۔ (نسائی)

ایک دوسری روایت یوں ہے کہ جب یہ آیت (وانذر عشیرتک الاقربین) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ : اے معشر قریش اپنی قدر و قیمت خود پیدا کرو! میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچا سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارے کوئی کام نہ آسکوں گا۔ اے رسولؐ اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں تمھیں اللہ تعالےٰ کی پکڑ سے نہ چھڑا سکوں گا۔ اور اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ میرے مال میں سے تم جو کچھ چاہو مانگ لو، مگر میں اللہ کے حضور تمھارے کوئی کام نہ آسکوں گا۔

زمر

۷۸۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف مبشّر نہیں منذر بھی ہیں :

(العلاء بن زیاد) کان یذکر بالنار فقال رجل لم تقنط الناس؟ قال وانا اقدر علی ان اقنط الناس واللہ یقول یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ و یقول ان المسرفین ھُم اصحاب النار و لکنکم تحبون ان تبشروا بالجنۃ علی مساوی

علاء بن زید ایک موقعے پر دوزخ کی آگ کا ذکر کرنے لگے۔ ایک شخص بولا کہ : آپ لوگوں کو مایوس کیوں کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ : میں لوگوں کو مایوس کرنے پر اس سے بھی زیادہ قادر ہوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ : (ترجمہ) اے مسرف بندو! رحمتِ الٰہی سے مایوس نہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی فرماتا ہے ان المسرفین ھم اصحاب النار (مسرف لوگ جہنمی ہیں) لیکن تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ تمھاری بداعمالیوں پر بھی

اعمالکو و انما بعث الله تعالی محمدا صلی الله علیه وسلم مبشرًا بالجنة لمن اطاعه و منذرًا بالنار لمن عصاه۔
(بخاری، تعلیقا)

تمھیں جنت ہی کی بشارت دی جایا کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبشرِ جنت اس کے لیے بنایا ہے جو طاعت الٰہی کرتا ہے اور جو نافرمان ہو۔ اس کے لیے منذرِ دوزخ بنا کر بھیجا ہے۔

ممتحنہ

۷۹ - رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تقویٰ:

(عائشةؓ) کان النبی صلی الله علیه وسلم یبایع النساء بالکلام بهذه الآیة لا یشرکن بالله شیئًا وما مست ید رسول الله صلی الله علیه وسلم ید امرأة لا یملکها۔ (شیخین، ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن الفاظ سے عورتوں کی بیعت لیتے تھے وہ یہ آیت ہے: لا یشرکن باللہ شیئًا الخ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ سے مَس نہیں ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نہ ہو۔

کتابُ الطبّ

۸۰ - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ دلی آخری لمحات میں:

(عائشةؓ) لددنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه فجعل یشیر الینا ان لا تلدونی فقلنا کراهیة المریض للدواء فلما افاق قال الم انهکم ان تلدونی؟ قلنا کراهیة المریض للدواء فقال لا یبقی احد فی البیت

ہم لوگوں نے مرض وفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں دوا ٹپکائی۔ حضورؐ نے اشارے سے منع فرمایا اور ہم نے یہ سوچا کہ مریض تو دوا کو ناپسند کرتا ہی ہے۔ حضورؐ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا میں نے تم لوگوں کو دوا پلانے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ: ہم یہ سمجھے کہ مریض تو دوا سے نفرت کرتا ہی ہے۔

الا الله وانا انظر؟ الا العباس فانه لم یشهدکم ۔ (بخاری)

حضورؐ نے فرمایا کہ: اس گھر میں جتنے لوگ ہیں۔ اُن سب کے منہ میں میرے سامنے یہ دوا ٹپکاؤ مستثنیٰ صرف عباسؓ کو رکھا جائے۔ کیونکہ وہ تمھارے ساتھ مجھے دوا پلانے میں شریک نہ تھے۔

۸۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح کی باتیں کرنا:

(صہیب) قدمت علی النبیّ صلی الله علیه وسلم وبین یدیه خبز وتمر فقال ادن فکل فاخذت اٰکل من التمر فقال تاکل تمرًا وبك رمد؟ قلت انی امضغ من ناحیة اخرٰی فتبسم صلی الله علیه وسلّم ۔ (قزوینی بلبن)

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا سامنے روٹی اور کھجوریں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب آجاؤ اور کھاؤ۔ میں کھانے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری ایک آنکھ میں آشوب ہے اور تم کھجور کھا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ: آشوب تو اس طرف ہے اور میں چبا رہا ہوں دوسری طرف سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مسکرانے لگے۔

ایمان واخلاق کے تقاضے

۸۲۔ حیائے نبویؐ کی فراوانی:

(ابو سعیدؓ) کان النبی صلی الله علیه وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرها فاذا رای شیئًا یکرهه عرفناه فی وجهه ۔ (شیخین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک پردہ نشین کنواری سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ کسی ناپسندیدہ چیز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑتی تو ناگواری کو ہم لوگ حضورؐ کے چہرے سے پہچان لیتے تھے۔

۸۳۔ حیاداری کی انتہا:

(عائشہؓ) کنت ادخل بیتی وانی واضع ثوبی فاقول انما هو زوجی

میں اپنے حجرے (روضۂ نبویؐ) میں یوں ہی بدن پر کپڑا رکھ کر بھی چلی جاتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ ایک میرا شوہر (حضورؐ)

وابی فلما دفن عمرؓ معھم فو اللہ
ما دخلتہ الا و انا مشدودۃ علی
ثیابی حیاء من عمرؓ۔ (احمد)

اور دوسرا میرا باپ (حضرت ابوبکرؓ) دو ہی مدفون ہیں۔
لیکن جب حضرت عمرؓ بھی وہاں دفن ہوئے تو ان کی حیاء
کی وجہ سے باقاعدہ اوڑھ لپیٹ کر جانے لگی۔

۸۴۔ رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحیح پوزیشن :

(انسؓ) رفعہ .... انی لا ارید
ان ترفعونی فوق منزلتی التی
انزلنیھا اللہ تعالیٰ انا محمد بن
عبداللہ عبدہ و رسولہ۔ (رزین)

میں یہ نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مرتبے سے جو خدا
نے مجھے دے رکھا ہے زیادہ بڑھاؤ۔ میری صحیح پوزیشن
یہ ہے کہ میں عبد اللہ کا فرزند محمدؐ ہوں۔ اللہ کا بندہ اور
اسی کا رسولؐ ہوں۔

۸۵۔ رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف میں مبالغہ :

(عمرؓ) رفعہ : لا تطرونی کما اطرت
النصاریٰ ابن مریم فانما انا
عبدہ فقولوا عبد اللہ و رسولہ۔

(ستہ)

میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح
نصاریٰ نے مسیح بن مریم کی تعریف میں کیا۔ میں اللہ کا بندہ
ہوں۔ تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسولؐ کہو۔

سخاوت و بخل

۸۶۔ کوئی سائل تیرے در سے کبھی خالی نہ گیا :

(جابرؓ) ما سئل النبی صلی اللہ علیہ
وسلم شیئاً قط فقال لا۔ (شیخین)

ایسا کبھی نہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال
کیا گیا ہو اور حضورؐ نے "نہیں" کی ہو۔

۸۷۔ مالیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل :

(عبد اللہ الھوزنی) لقیت
بلالا بحلب فقلت کیف کان نفقۃ النبی صلی اللہ

میں نے بلالؓ سے ملاقات کرنے کے بعد دریافت
کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و عطا کا کیا انداز تھا ؟

عليه وسلم؟ قال ماكان له شئ كنت الى ذلك منه منذ بعثه الله تعالى الى ان توفاه وكان اذا اتاه الانسان مسلما فيراه عاريا يأمرني فانطلق فاستقرض فاشتري له البردة واكسوه واطعمه حتى اعترضني يوما رجل من المشركين فقال ان عندي سعة فلا تستقرض من احد الا مني ففعلت فلما ان كان ذات يوم توضأت ثم قمت لاؤذن للصلوة فاذا المشرك قد اقبل في عصابة من التجار فلما ان رأني قال يا حبشي قلت يالباه فتجهمني وقال لي قولا غليظا وقال تدري كم بينك وبين الشهر؟ قلت قريب قال انما بينك وبينه اربع فآخذك بالذي عليك فاردك ترعى الغنم كما كنت قبل ذلك فاجد في نفسي ما اجد في الناس حتى اذا صليت العتمة رجع صلى الله عليه وسلم الى اهله فاستأذنت عليه فاذن لي فقلت يارسول الله بابي انت و امي ان المشرك الذي كنت أتدين منه قال لي كذا وكذا وليس عندك ما تقضي عني ولا عندي وهو فاضحي،

کہا: حضورؐ کے پاس کوئی ایسی چیز اندوختہ نہیں رہی جس کی رکھوالی میرے سپرد رہی ہو، اور یہ اندازِ زیست بعثت کے دن سے لے کر وفات تک برابر قائم رہا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مسلمان آتا اور حضور اسے بے پوشاک دیکھتے تو مجھے حکم فرماتے اور میں جاکر کہیں سے قرض لاتا، پھر چادر خرید کر اُسے پہناتا اور اسے کھانا کھلاتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک مشرک مجھے راستے میں ملا اور کہنے لگا کہ: میرے پاس بہت کچھ ہے، اس لیے میرے سوا اور کسی سے قرض نہ لیا کرو۔ چنانچہ میں نے اس کا بھی تجربہ کیا۔ ایک دن میں وضو کرکے اذان دینے کے لیے اُٹھنے لگا تھا کہ وہی مشرک چند تجاروں کے ساتھ آیا اور مجھے دیکھ کر بولا: اے حبشی! میں نے جواب دیا! ہاں مہربان! اس نے بڑی ترش روئی دکھائی اور بڑی سخت باتیں کہیں اور بولا کہ: تمھیں علم ہے کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں چند ہی دن ہیں۔ بولا: صرف چار دن رہ گئے ہیں! اس کے بعد تم سے قرض وصول کر لوں گا، ورنہ تمھیں پہلے کی طرح میری بکریاں چرانی پڑیں گی۔ مجھے اس سے ایسی کوفت ہوئی جو شاید اور لوگوں کو نہ ہوتی ہوگی۔ عشاء ادا کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس ہوئے اور میں اجازت لے کر اندر داخل ہوا، اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اس مشرک نے جس سے میں نے قرض لیا تھا، مجھے یہ یہ باتیں کہی ہیں۔ اس وقت میرا قرض ادا کرنے کے لیے نہ حضورؐ کے پاس کچھ ہے، نہ میرے پاس۔ اس لیے مجھے اجازت دیجئے کہ میں کسی مسلمان قبیلے کی طرف چل دوں، تا آنکہ

فأذن لی ان آبق الی بعض هؤلاء الاحياء الذين اسلموا حتى يرزق الله رسوله ما يقضی عنی فخرجت حتى اتيت منزلی فجعلت سيفی و جرابی ونعلی ومجنی عند رأسی حتى اذا انشق عمود الصبح الاول اردت ان انطلق فاذا انسان يدعو يا بلال اجب النبی صلی الله عليه وسلم فانطلقت حتى اتيته فاذا اربع ركائب مناخات عند الباب عليهن احمالهن فاستأذنت فقال لی النبی صلى الله عليه وسلم ابشر فقد جاء الله بقضائك ثم قال ألم تر الى الركائب المناخات الاربع؟ قلت بلى فقال فان لك رقابهن وما عليهن و ان عليهن كسوة وطعاما اهداهن الی عظيم فدك فاقبضهن واقض دينك ففعلت ثم انطلقت الى المسجد فاذا فيه النبی صلى الله عليه وسلم قاعد فسلمت عليه فقال ما فعل ما قبلك؟ فقلت قضى الله كل شئ كان على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أفضل شئ؟ قلت نعم قال انظر ان تريحنی منه فانی لست بداخل على احد من

اللہ تعالےٰ اپنے رسولؐ کے لیے ادائے قرض کا سامان کرے۔ غرض میں وہاں سے سیدھا اپنی قیام گاہ پہ آیا اور اپنی تلوار، ہنیام (یا چرمی برتن) جوتا اور ڈھال اپنے بچۂ شُتر پر رکھا اور جب صبح کی پہلی پَو پھٹی تو میں نے روانگی کا ارادہ کیا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ: بلالؓ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ مَیں حاضر ہُوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُونٹوں کی چار قطاریں دروازے پر بیٹھی ہوئی ہیں اور اُن پر اسباب لدا ہُوا ہے۔ میں اجازت لے کر اندر داخل ہُوا تو فرمایا! خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا سامان کر دیا ہے۔ وہ اونٹوں کی چار قطاریں بیٹھی ہوئی دیکھ رہے ہو نا؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: یہ سارے اُونٹ مع اس اسباب کے سب تمہارے قبضہ و انتظام میں ہیں۔ ان پر کپڑے اور غلے ہیں۔ جو سردار فدک نے مجھے ہدیے میں بھیجے ہیں، ان کو اپنے قبضے میں لو اور اپنا قرض بھی ادا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میں مسجد میں گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: اسباب کیا ہُوا۔؟ میں نے عرض کیا! اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا قرض ادا کر دیا۔ فرمایا: کچھ بچ بھی گیا؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: میں اس کا منتظر ہوں کہ اس بچے ہوئے سے مجھے کب نجات دلاتے ہو۔ میں اس وقت تک اپنے حجرے میں نہ جاؤں گا جب تک مجھے اس سے بھی نجات نہ دلادو (یعنی

اهلى حتى متى يجيئ منه فلما صلى العتمة دعانى فقال ما فعل الذى قبلك؟ قلت هو معى لم يأتنا احد فبات صلى الله عليه وسلّم فى المسجد و اقام فيه حتى صلى العتمة يعنى من الغد ثم دعانى فقال ما فعل الذى قبلك؟ فقلت قد اراحك الله منه فكبر وحمد الله وانما كان يفعل ذالك شفقا من ان يدركه الموت وعنده ذالك ثم اتبعته حتى جاء ازواجه فسلم على امرأة امرأة حتى اتى التى عندها مبيته فهذا الذى سألتنى عنه - (ابوداؤد)

راہ خدا میں دے کر مجھے سکون و راحت پہنچاؤ) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء ادا فرما چکے، تو مجھے بلا کر پوچھا: کہو کیا ہوا اس کا؟ میں نے عرض کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اس کی فکر سے بھی نجات دے دی۔ حضورؐ نے اظہار تشکر کے لیے تکبیر و تحمید فرمائی حضورؐ کا یہ عمل اس لیے رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مال باقی رہ جائے اور موت آجائے۔ اس کے بعد میں حضورؐ کے ساتھ ہو لیا اور حضورؐ نے ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے پاس جا کر سلام فرمایا اور آخر میں وہاں تشریف لے گئے جہاں کی باری تھی ——— یہی ہے وہ حقیقت جو تم (اے عبداللہ ہوزنی!) نے مجھ سے دریافت کی تھی۔

۸۸ - کل کے لیے ذخیرہ :

(انس رض) كان النبى صلى الله عليه وسلّم لا يدّخر شيئا لغد - (ترمذى)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کچھ بھی ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔

۸۹ - جمع شدہ مال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی :

(عقبة بن الحارث) انه صلّى وراء النبى صلى الله عليه وسلّم العصر فسلم ثم قام مسرعاً يتخطى رقاب الناس الى بعض حجر نسائه ففزع الناس من سرعته فخرج عليهم فرائ انهم قد عجبوا من سرعته فقال ذكرت شيئا من تبر عندنا فكرهت ان يبيت عندنا فامرت بقسمته - (بخارى، نسائى)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز عصر ادا کی۔ سلام پھیرتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی کے ساتھ لوگوں کو پھاندتے ہوئے کسی زوجۂ مطہرہ کے حجرے میں تشریف لے گئے لوگوں پر اس تیز رفتاری کی وجہ سے ایک دہشت سی طاری ہوئی ہو۔ حضور واپس تشریف لائے اور لوگوں کو اس تیز روی سے حیرت زدہ سا محسوس کیا تو فرمایا: مجھے ایک سونے کا ڈلا یاد آگیا جو میرے پاس رکھا تھا۔ مجھے یہ پسند نہ ہوا، کہ یہ رات تک میرے پاس رکھا رہے۔ اسے تقسیم کرنے کا حکم دے کر آیا ہوں۔

۹۰۔ حوصلۂ نبوّت :

(ابو ہریرۃؓ) لو کان عندی مثل أحد ذھبًا لسرنی ان لا یمرعلی ثلاث لیال وعندی منه شیئ الاشیئ ارصدہ لدین۔ (شیخین)

میرے پاس کوہِ اُحد کے برابر بھی سونا ہوتا تو میری مسرّت اس میں ہوتی کہ تین دن کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ بجز اتنا رہ جائے جسے میں قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔

۹۱۔ قابلِ عبرت تاسّف :

(ابو وائلؓ) جاء معاویة الی ابی ھاشم بن عُتبةَ وھو مریضؓ یعودہ فوجدہ یبکی فقال یا خالی ما یبکیك ؟ أوَجع یشئزك ام حرص علی الدُّنیا ؟ قال کَلَّا ولکن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عهد الینا عهدا لم اخذبه قال وماذاك؟ قال سمعته یقول انما یکفی من جمع المال خادم ومرکب فی سبیل اللّٰہ واجدنی الیوم قد جمعتُ۔ وزاد رزین : فلما مات حصل ما خلّف فبلغ ثلاثین درھما وحُسِب فیه القصعة التی کان فیها یعجن و یأکل۔ (ترمذی، نسائی)

ابو ہاشم بن عتبہؓ بیمار پڑے تو امیر معاویہؓ ان کی عیادت کو گئے۔ ابو ہاشم اس وقت رو رہے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ : آپ روتے کیوں ہیں ؟ کوئی تکلیف ہے یا حیاتِ دنیا کی طلب بے آرام کر رہی ہے۔ جواب دیا : ان دونوں میں سے کوئی بھی بات نہیں۔ بلکہ بات صرف یہ ہے کہ حضورؐ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس پر میں قائم نہ رہ سکا۔ معاویہؓ نے پوچھا : وہ کیا عہد تھا ؟ ابو ہاشم نے کہا : میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ : آدمی کے لیے صرف ایک خادم اور ایک سواری جو فی سبیل اللہ ہو کافی ہے۔ اس سے زیادہ مال جمع رکھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن میرے پاس اس وقت اس سے کچھ زیادہ مال موجود ہے۔ رزین کی روایت میں اس سے آگے الفاظ یہ ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ابو ہاشم کی کُل جمع پونجی جو وہ چھوڑ گئے تیس درہم کی مالیت تھی جس میں وہ پرات (پیالہ) بھی شامل تھا جس میں آٹا گوندھتے اور کھانا کھاتے تھے۔

اخلاقِ رذیلہ

۹۲۔ صحابہؓ کی بُرائی کرنے پر تنبیہ :

(ابن مسعودؓ) رفعه : لا یبلّغنی احد

میرے کسی صحابی کے متعلق کوئی شخص بُری بات مجھ سے

عن احد من اصحابي شيئًا فاني احبّ ان اخرج اليهم وانا سليم الصدر۔
(ابو داؤد، ترمذی)

نہ کہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اُن لوگوں کے سامنے آؤں تو صاف سینہ لے کر آؤں۔

گانا بجانا

۹۳- عورتوں کا گانا سُننا اور حبشیوں کے کرتب دیکھنا:

(عائشہؓ) دخل رسول الله صلى الله عليه وسلّم وعندی جاريتان تغنّيان بغناء بعاث فاضطجع على الفراش وحوّل وجهه ودخل ابو بكرؓ فانتهرني وقال مزمارة الشيطان عند النبيّ صلى الله عليه وسلم؟ فاقبل عليه صلى الله عليه وسلم فقال دعهما فلما غفل غمزتهما فخرجتا وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب في المسجد فاما سألت النبيّ صلّى الله عليه وسلم واما قال تشتهين تنظرين؟ فقلت نعم فاقامني وراءه خدی على خده ويقول دونكم يا بني ارفدة حتى اذا مللت قال حسبك؟ قلت نعم فاذهبي۔
(شیخین، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، اُس وقت دو چھوکریاں جنگ بُعاث کے گانے گا رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے۔ اور مجھے ڈانٹ کر کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور یہ شیطانی گیت؟ حضورؐ نے جناب ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: رہنے دو ان بیچاریوں کو۔ اس پر جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے ان دونوں چھوکریوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔ اس روز عید بھی تھی اور حبشی مسجد میں اپنی ڈھالوں اور نیزوں کے کرتب دکھا رہے تھے۔ اس کے بعد میرے پوچھنے پر یا از خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا تمھیں (حبشیوں کا کھیل) دیکھنے کی خواہش ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں! پھر حضورؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا کہ میرا رخسارہ رخسارۂ نبویؐ سے ملا ہوا تھا۔ (یعنی حضورؐ کے کاندھے پر میری ٹھوڑی تھی) حضورؐ فرماتے جاتے: ہاں بنی ارفدہ (یعنی حبشیو) دکھاؤ اپنے کرتب آخر میں جب کھڑے کھڑے اُکتا گئی تو حضورؐ نے فرمایا بس؟ میں نے عرض کیا: ہاں! فرمایا: تو اب جاؤ۔

۹۴- گانے والیوں کی اصلاح :

(الربیع بنت معوذ) جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بنی علی فدخل بیتی وجلس علی فراشی فجعل جویریات لنا یضربن بالدف و یندبن من قتل من اٰبائھن یوم بدر اذ قالت احداھن "فینا نبی یعلم ما فی غد" قال لھا صلی اللہ علیہ وسلم دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین -

(بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

جب میری رخصتی ہوچکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے غریب خانے پہ جلوہ افروز ہوئے اور میرے ہی بستر پر بیٹھ گئے - چند لڑکیاں دف بجا بجا کر اپنے بدر میں شہید ہونے والے بزرگوں کی مدح سرائی کرنے لگیں، ایک نے مصرعہ گایا کہ : "فینا نبی یعلم ما فی غد" ہم میں ایک پیغمبر ایسا ہے جو یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : یہ نہ کہو - وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں -

لہو ولعب

۹۵- گڑیا کھیلنا :

(عائشہؓ) کنت العب بالبنات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکن یأتین صواحبی فکن ینقمعن منہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان یُسَرِّبھن فیلعبن معی - (شیخین، ابوداؤد)

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی - میری سہیلیاں آتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرما کر اوٹ میں ہو جاتیں - اُس وقت حضورؐ انھیں بُلا کر میرے پاس بھیج دیتے -

لعن وطعن

۹۶- دشمن پر بددُعا سے پرہیز :

(ابوھریرۃؓ) قیل للنبی صلی اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار درخواست کی

وسلم ادع اللہ علی المشرکین والعنھم فقال انی انما بعثت رحمۃً ولم ابعث لعانا ۔ (مسلم)

گئی کہ مشرکین کے لیے بد دُعا فرمایئے ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ : میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ لعنت (بد دُعا) کرنے والا بنا کر۔

۹۷ ۔ نبوّت کا قابو زبان پر :

(انسؓ) لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبابا ولا فاحشا ولا لعانا کان یقول لاحدنا عند المعتبۃ مالہٗ ترب یمینہ وفی روایۃ : ترب جبینہ ۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ گالیاں دیا کرتے تھے ، نہ فحش گوئی ولعنت کیا کرتے تھے ۔ ہم میں سے جب کسی پر عتاب فرماتے تو زیادہ سے زیادہ یہ فرماتے کہ : اسے کیا ہو گیا ہے ، اس کا ہاتھ خاک آلود ہو یا اس کی پیشانی خاک آلود ہو ۔

۹۸ ۔ بشریت رسولؐ کے تقاضوں کی عجیب تلافی :

(ابو ہریرۃؓ) رفعہ : اللّٰھم انی اتخذ عندک عھداً لن تخلفنیہ فانما انا بشر فای المؤمنین اذیتہ شتمتہ لعنتہ جلدتہ فاجعلھا لہ صلوٰۃ وزکوٰۃ وقربۃ تقربہا الیک یوم القیامۃ ۔ (شیخین)

اے اللہ ! میں تجھ سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں ۔ ایسا عہد جسے تُو کبھی نہ توڑے ۔ میں ایک بشر ہوں ۔ اگر میں نے کبھی کسی مومن کو ایذا پہنچائی ہو ، گالی دی ہو ، لعنت کی ہو یا کوڑا لگایا ہو تو بروزِ حشر ان سب چیزوں کو اُس کے لیے سراپا دُعائے پاکیزگی اور باعثِ قُربِ الٰہی بنا دے ۔

مزاح

۹۹ ۔ مزاح نبویؐ کا انداز :

(ابو ہریرۃؓ) قالوا یا رسول اللہ انک لتداعبنا قال انی لا اقول الا حقاً ۔ (ترمذی)

بعض لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ! حضورؐ تو ہم لوگوں سے مزاح بھی فرماتے ہیں ۔ ؟ فرمایا کہ : ہاں اگر کہتا ہوں حق ہی ۔

۱۰۰۔ مزاحِ نبویؐ ایک سائلہ سے:

(انسؓ) ان امرأة اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت احملنا علی بعیر فقال احملکم علی ولد الناقة قالت وما نصنع بولد الناقة؟ فقال ہل یلد الابل الا النوق۔

ایک عورت نے درخواست کی کہ: یا رسول اللہ! ہمارے لیے اُونٹ کی سواری مہیا فرما دیجئے۔ فرمایا: میں تمھارے لیے اُونٹ کا بچّہ مہیا کر دوں گا۔ کہنے لگی۔ ہم اُونٹ کا بچہ لے کر کیا کریں گے؟ فرمایا: کیا بڑا اُونٹ اُونٹ کا بچہ نہیں ہوتا۔

شعر کہنا اور سُننا

۱۰۱۔ حسّانؓ بن ثابت کی عزّت افزائی:

(عائشہؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم یضع لحسان منبرًا فی المسجد یقوم علیہ قائمًا یفاخر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم او ینافح فیقول صلی اللہ علیہ وسلّم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسانؓ بن ثابت کے لیے منبر رکھوا دیتے تھے جس پر وہ چڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت اور مدافعت کا فرض انجام دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ: جب تک حسانؓ، رسولؐ کی طرف سے مفاخرت و مدافعت کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ، روح القدس سے اُن کی تائید فرماتا رہتا ہے۔

رحم و کرم

۱۰۱۔ رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت ایک اُونٹ پر:

(عبداللہ بن جعفرؓ) اردفنی رسول اللہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مجھے اپنے

صلی اللہ علیہ وسلم خلفه ذات یوم فاسرّ الی حدیثا لا احدث به احدا من الناس وکان احبّ ما استتر به لحاجته هدفاً او حائش نخل فدخل حائطاً لرجل من الانصار فاذا فیه جمل فلما رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حنّ وذرفت عیناه فاتاه صلی اللہ علیہ وسلم فمسح ذفراه فسکت فقال من رب هذا الجمل؟ لمن هذا الجمل؟ فجاء فتی من الانصار فقال لی یا رسول اللہ فقال له افلا تتقی اللہ فی هذه البهیمة التی ملّکک اللہ ایاها؟ فانه شکی الیّ انک تجیعه وتدئبه

(ابوداؤد)

پیچھے سواری پر بٹھا لیا اور مجھے ایک ایسی رازدارانہ بات بتائی جسے میں کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس تنہائی کے لیے یا تو کوئی اونچی جگہ پسند فرماتے تھے یا وہ جگہ جہاں گنجان درخت ہوں۔ حضورؐ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک اونٹ نظر آیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے نبیِ کریم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی گُدّی پر ہاتھ پھیرا وہ خاموش ہو گیا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے آکر عرض کیا کہ: میرا ہے یا رسول اللہ! فرمایا: اس چوپائے کے معاملے میں تم اس خدا کا خوف نہیں رکھتے جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے؟ اس نے ابھی مجھ سے گلہ کیا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور بہت محنت لیتے ہو۔

۱۰۲ - چڑیا پر رحم:

(عبدالرحمٰن بن عبداللہ)

عن ابیه: کنّا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فانطلق لحاجته فرأینا حُمّرة معها فرخان فاخذنا فرخیها فجاءت الحمرة فجعلت تعرش فلمّا جاء صلی اللہ علیہ وسلم قال من فجع هذه بولدها؟ ردوا ولدها الیها . . . . .

(ابوداؤد)

ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حضورؐ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں نے ایک حمّرہ (ایک قسم کا پرندہ) دیکھا جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے۔ ہم نے بچے پکڑ لیے حمّرہ آیا اور ہمارے سروں پہ پھڑپھڑانے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: کس نے اس کے بچے لے کر اسے بے قرار کر دیا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس دے دو۔

مناقب

ابراہیمؑ

۱۰۳۔ بہترین مخلوقات کون ہے؟

(انسؓ) جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا خیر البریۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ذاک ابراھیم خلیل اللہ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ: اے خیر بریۃ (اے بہترین مخلوقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شان تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ہے[1]

اسحاقؑ

۱۰۴۔ ذبیح اللہ کون ہے؟:

(العباسؓ، رفعہ: الذبیح اسحٰق۔ (بزار بلین)

ذبیح اللہ اسحاقؑ ہیں (یا اسحاق بھی ہیں)[2]

خاتم الانبیاءؑ

۱۰۵۔ خاتم النبیینؐ کا صحیح مقام:

(ابوھریرۃؓ) رفعہ: ان مثلی ومثل

میری اور جو انبیا مجھ سے پہلے گزرے ہیں ان کی

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی "خیر البریۃ" ہیں لیکن آپ سب سے عبدہ ورسولہ سے بہتر کوئی لقب نہیں سمجھتے۔ [2] سیدنا اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر بھی بہت سے شواہد ہیں۔ ہم نے یہ روایت اس لیے درج کی ہے کہ ہمیں ذبیح اللہ کی شخصیت سے اتنی بحث نہیں ہونی چاہیے جتنی کہ جذبۂ ذبیحیت سے ہونی چاہیے۔ ذبیح اللہ کوئی ہو، ایک ہو، یا دونوں ہوں۔ ہمیں تو اپنے اندر وہ جذبۂ قربانی پیدا کرنا ہے خواہ کسی نام سے ہو۔

الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة من زوایاه فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له و یقولون هلا وضعت هذه اللبنة؟ فانا اللبنة وانا خاتم النبیین۔ (شیخین)

مثال یوں ہے جیسے کسی نے ایک بڑی خوب صورت اور عمدہ عمارت بنائی ہو اور اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہو۔ لوگ اس عمارت کے گرد گھوم گھوم کر حیرت زدہ ہو رہے ہوں اور یہ کہہ رہے ہوں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ بس سمجھ لو کہ وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

۱۰۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو:

(عائشہؓ) کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلا مفصل یفهمه کل من سمعه۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اتنی صاف ہوتی تھی کہ ہر سننے والا اسے بخوبی سمجھ لیتا تھا۔

۱۰۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وسیرت:

(انسؓ) .... کان النبی صلی اللہ علیه وسلم احسن الناس و کان اجود الناس وکان اشجع الناس ولقد فزع اهل المدینة ذات لیلة فانطلق ناس من قبل الصوت فتلقاهم صلی اللہ علیه وسلم راجعا وقد سبقهم الی الصوت

.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسن میں، سخاوت میں اور شجاعت میں تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ مدینے کے لوگ ایک رات (ایک آواز سے) ڈر گئے اور سب اسی آواز کی طرف دوڑ پڑے، تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف سے واپس آ رہے ہیں۔ یعنی اس آواز کی طرف سب سے پہلے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا نکل پڑے تھے۔

۱۰۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے یکساں تھے:

(انسؓ) کانت الامة من اماء المدینة لتاخذ بید[1] رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

مدینے کی کوئی لونڈی بھی اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیتی تو حاجت پوری

[1] "اخذ ید" محاورہ ہے جس کا صحیح ترجمہ ہماری زبان میں دست گیری کرنا یا چاہنا ہے۔

فتنطلق به حيث شاءت -
(بخاری)

کے لئے جہاں چاہتی لے جاتی -

۱۰۹- قابلِ اقتدا اُسوۂ نبویؐ :

(انسؓ) كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا استقبله الرجل فصافحه لاينزع يده من يديه حتى يكون الرجل ينزع يده ولا يصرف وجهه عن وجهه حتى يكون الرجل هو يصرفه ولم يُرَ مقدمًا ركبته بين يدى جليس له -

(ابو داؤد، ترمذی بلفظہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی کا سامنا ہوتا اور وہ مصافحہ کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے اور اپنا رخ مبارک اس طرف سے نہ ہٹاتے تاآنکہ وہ خود ہی اپنا رخ بدل لے اور اپنے کسی ہم نشین سے آگے اپنا زانو نہ بڑھاتے -

۱۱۰- کاشانۂ نبوّت کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مشاغل :

(الاسودؓ) سألت عائشةؓ ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يصنع فى بيته؟ قالت كان يكون فى مهنة اهله فاذا حضرت الصلوٰة يتوضأ ويخرج الى الصلوٰة -

(مسلم، ترمذی)

میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر کے اندر کیا شغل رہتا تھا ؟ انہوں نے کہا کہ : اپنے گھر والوں کا کام کاج کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو وضو کرکے نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے -

۱۱۱- گستاخی کا جواب :

(ابوھریرةؓ) كان النبي صلى الله عليه وسلم يجلس معنا فى المسجد يحدثنا فاذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ مسجد میں ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو فرماتے جب حضورؐ اٹھ کھڑے ہوتے تو ہم لوگ بھی اُٹھ جاتے اور ہماری آنکھوں کے سامنے کسی حجرہ

انه واجبه فحدثنا يوماً فقمنا حين قام فنظرنا الى اعرابى قد ادركه فجبذه بردائه فحمر رقبته وكان رداءً خشنا فالتفت اليه فقال له الاعرابى احملنى على بعيرىّ هذين فانك لا تحملنى من مالك ولا مال ابيك فقال صلى الله عليه وسلّم لا واستغفر الله لا واستغفر الله لا واستغفر الله لا احملك حتّٰى تقيدنى من جبذتك التى جبذتنى فكل ذلك يقول له الاعرابى والله لا اقيد كما فذكر الحديث قال ثم دعا رجلاً فقال له حَمِّلْ له على بعيريه هذين على بعير شعيراً و على الآخر تمراً ثم التفت الينا فقال انصرفوا على بركة الله۔ (ابوداؤد، نسائی)

ام المومنین میں چلے جاتے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرمانے کے بعد اُٹھے اور ہم لوگ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ہم نے دیکھا کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور حضورؐ کی چادر کو جو موٹی اور سخت تھی اس زور سے جھٹکا دے کر کھینچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اس کی رگڑ سے سرخ ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے، تو وہ اعرابی بولا: میرے ان دونوں اونٹوں کو خوراک سے لاد دو۔ تم جو کچھ دو گے وہ نہ تمہارا مال ہے نہ تمہارے باپ کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ: لا واستغفراللہ (بے شک یہ مال نہ میرا ہے نہ میرے باپ کا اور یہ میں نے ایسا سمجھا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار ہوں) پھر فرمایا کہ: جب تک تم چادر کھینچ کر رگڑ ڈالنے کا بدلہ نہ لینے دو گے میں تمہیں خوراک نہ دلواؤں گا۔ حضورؐ جب یہ فرماتے تو وہ اعرابی یہ جواب دیتا کہ: بخدا میں اس کا بدلہ نہ لینے دوں گا۔ پھر حضورؐ نے ایک آدمی کو بلا کر فرمایا کہ: اس کے دونوں اونٹوں پہ خوراک لاد دو۔ ایک پہ جَو اور ایک پہ کھجوریں۔ پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کہ اللہ کی برکت لیے ہوئے اپنے اپنے گھر جاؤ۔

۱۱۲۔ سیرتِ رسول اللہؐ کی سب سے قوی شہادت:

(انسؓ) خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر سنین والله ما قال لى اف قط ولا قال لشیٔ لم فعلت كذا وهلا فعلت كذا۔ (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)

میں نے دس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ خدا کی قسم حضورؐ نے کبھی میری بات پہ اُف نہیں کی اور کبھی یہ نہیں فرمایا کہ: یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا۔

نبوی پیش گوئیاں

۱۱۳۔ کسریٰ و قیصر کے مغلوب ہونے کی پیش گوئی:

رجابر بن سمرةؓ رفعه: اذا هلك كسرٰى فلا كسرٰى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده والذى نفسى بيده لتنفقن كنوزهما فى سبيل الله (شيخين)

اس کسریٰ کے ختم ہو جانے کے بعد پھر کوئی دوسرا کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر کے خاتمے کے بعد کوئی اور قیصر نہ ہوگا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم لوگ ان دونوں کے خزانوں پر قابض ہو کر راہ خدا میں خرچ کروگے۔

۱۱۴۔ توکل علی اللہ کی عجیب مثال:

رجابرؓ، غزونا مع النبى صلى الله عليه وسلم غزاة قبل نجد فادركنا النبى صلى الله عليه وسلم فى القائلة فى واد كثير العضاة فنزل تحت شجرة فعلق سيفه بغصن من اغصانها وتفرق الناس فى الوادى يستظلون بالشجر فقال صلى الله عليه وسلم ان رجلا اتانى وانا نائم فاخذ السيف فاستيقظت وهو قائم على راسى والسيف صلتاً فى يده فقال من يمنعك منى قلت الله فشام السيف فها هو ذا جالس ثم لم يعرض له وكان ملك قومه فانصرف حين عفى عنه فقال لا اكون فى قوم هم حرب لك (شيخين)

ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نجد کی طرف ایک غزوے کی شرکت کی۔ دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے میدان میں فروکش ہوئے جہاں بکثرت خاردار جھاڑیاں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور اپنی تلوار ایک شاخ میں ٹکا دی۔ دوسرے لوگ اس میدان میں درختوں کے سائے تلے دم لینے کے لیے اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اس موقعے پر ایک واقعہ ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا: ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں سو رہا تھا۔ اس نے تلوار ہاتھ میں لے لی۔ میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ننگی تلوار ہاتھ میں لیے میرے سر پر کھڑا ہے۔ اس نے کہا کہ تمہیں اس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ بچائے گا۔ یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ دیکھو وہ شخص وہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد اس کی طرف کوئی تعرض نہ فرمایا۔ وہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ جب اسے معاف کر دیا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایسی قوم میں نہ ہوں گا جو حضورؐ سے برسرِ پیکار ہو۔

۱۱۵۔ عبداللہ بن سلام کا اسلام اور یہود کا متضاد تبصرہ:

(انسؓ) .. ..ثم قال یارسول اللہ ان الیھود قوم بُھتٌ ان علموا باسلامی قبل ان تسألھم بھتونی عندک فجاءت الیھود و دخل عبداللہ البیت فقال صلی اللہ علیہ وسلم ای رجل فیکم عبداللہ بن سلام؟ قالوا اعلمنا و ابن اعلمنا واخیرنا وابن اخیرنا فقال صلی اللہ علیہ وسلم افرأیتم ان اسلم عبداللہ؟ قالوا اعاذہ اللہ من ذلک فخرج عبداللہ الیھم فقال اشھد ان لآ الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ قالوا شرنا ابن شرنا ووقعوا فیہ۔ زاد فی روایتہ: قال ھذا الذی کنت اخافہ یارسول اللہ

(بخاری)

..... (عبداللہ بن سلام) نے جو یہودیوں کے حبر تھے چند سوال وجواب کے بعد اسلام قبول کیا اس کے بعد عرض کیا کہ: یارسول اللہ! ہماری قوم یہود حیرت افزا حد تک بہتان طراز واقع ہوئی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نہ بتائیں تو میرے اسلام لانے کا حال معلوم ہونے پر وہ حضورؐ کے سامنے وہ وہ تہمتیں تراشیں گے کہ حیرت ہونے لگے گی۔ اتنے میں کچھ یہود آگئے اور عبداللہ بن سلام دوسرے کمرے میں چھپ گئے۔ حضورؐ نے ان یہودیوں سے پوچھا کہ: تم میں یہ عبداللہ بن سلام کس مرتبے کے آدمی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ: سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے عالم کے فرزند؛ بہترین انسان اور بہترین انسان کے جگر گوشے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ: اچھا بتاؤ تو سہی؛ اگر وہ اسلام قبول کرلیں؟ کہنے لگے کہ خدا آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد ہی عبداللہ بن سلام نے باہر نکل کر کہا کہ: اشھدان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمداً رسول اللہ۔ یہ سن کر یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ: یہ بدترین خلائق ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے بعد اور بھی بہت کچھ طعن کرتے رہے۔ دوسری روایت میں اس کے بعد عبداللہ بن سلام کا یہ قول بھی ہے کہ: حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا؟ یہ خطرہ مجھے پہلے ہی تھا۔

۱۱۶۔ فتح ایران و روم کی خوشخبری:

(رجل من الصحابۃ) لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحفر الخندق عرضت لھم صخرۃ حالت بینھم

غزوۂ احزاب کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو کھدائی میں ایک بڑا پتھر بیچ میں رکاوٹ بن گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ

وبین الحفر فقام صلی اللہ علیہ وسلّم واخذ المعول ووضع رداءہ ناحیۃ الخندق وقال وتمّت کلمات ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم فبدر ثُلث الحجر وسلمان الفارسی ینظر فبرق مع ضربتہ صلّی اللہ علیہ وسلّم برقۃ ثم ضرب الثانیۃ وقال وتمت کلمات ربک الآیۃ فبدر الثلث الآخر فبرقت فرآھا سلمان ثم ضرب الثالثۃ وقال تمت کلمات ربک الآیۃ فبدر الثلث الباقی وخرج صلّی اللہ علیہ وسلم واخذ رداءہ وجلس قال سلمان یا رسول اللہ رأیتک حین ضربت ما تضرب ضربۃ الا کانت معھا برقۃ قال لہ یا سلمان رأیت ذلک؟ قال ای والذی بعثک بالحق قال فانی حین ضربت الضربۃ الاولی رفعت لی مدائن کسریٰ وما حولھا ومدائن کثیرۃ حتی رأیتھا بعینی فقال من حضر من اصحابہ یا رسول اللہ ادع اللہ ان یفتحھا علینا ویغنمنا ذراریھم ویخرب

وسلم کو معلوم ہوا تو اُٹھے اور ہاتھ میں کدال لے لی۔ اپنی چادر خندق کے کنارے رکھ دی۔ اور یہ آیت پڑھتے ہوئے ایک ضرب لگائی کہ: وَتَمَّتْ کلماتُ ربک[1] صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیمُ (تیرے رب کی بات صدق اور عدل میں پوری ہو چکی اس کے قوانین فطری کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے) اس ضرب سے ایک تہائی پتھر نکل آیا اور ساتھ ہی ایک چمک پیدا ہوئی۔ سلمان فارسیؓ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر یہی آیت پڑھتے ہوئے ایک دوسری ضرب لگائی جس سے اسی طرح ایک روشنی چمکی اور ایک تہائی پتھر اور باہر آ گیا۔ پھر تیسری ضرب یہی آیت پڑھتے ہوئے لگائی جس سے اسی طرح ایک نور چمکا اور پتھر کی آخری تہائی بھی باہر نکل آئی۔ یہ سب کچھ سلمانؓ بغور دیکھتے رہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر لی اور بیٹھ گئے۔ سلمانؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ضرب کے ساتھ ایک روشنی کی چمک کیسی نظر آئی؟ فرمایا: اے سلمانؓ! تم نے خود وہ چمک دیکھی تھی؟ عرض کیا: ہاں! اسکی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے خود دیکھی۔ فرمایا: پہلی ضرب لگاتے ہی حجاب اٹھ گیا اور میں نے کسریٰ کے شہروں کو اور اس کے اردگرد کے بے شمار شہروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جو لوگ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ان شہروں کو ہمارے ہاتھوں سے فتح کرائے اور ان کی نسل کو ہمارا مال غنیمت بنائے اور ان شہروں کی

---

[1] آیت میں "کَلِمَۃُ رَبِّکَ" ہے اور یہاں "کَلِمَاتُ رَبِّکَ" ہے ممکن ہے راوی کا سہو ہو۔

يا يدينا بلادهم فدعا صلى الله عليه وسلم بذلك ثم ضربت الضربة الثانية فرفعت لى مدائن قيصر وما حولها حتى رأيتها بعينى فقالوا يا رسول الله فادع الله ان يفتحها علينا و يغنمنا ذراريهم ويخرب بايدينا بلادهم فدعا صلى الله عليه وسلم ثم ضربت الضربة الثالثة فرفعت لى مدائن حبشة وما حولها من القرى حتى رأيتها بعينى قال صلى الله عليه وسلم عند ذلك دعوا الحبشة ما ودعوكم و اتركوا الترك ما تركوكم (نسائی)

ویرانی ہمارے ہی ہاتھوں سے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ: جب میں نے دوسری ضرب لگائی اور پردہ اُٹھ گیا۔ تو قیصر اور اس کے اردگرد کے شہروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہ کرام رض نے پھر ویسی ہی دعا کی درخواست کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ: تیسری ضرب میں پردہ اُٹھا تو حبشہ اور اس کے اردگرد کی بستیوں کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس کے بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تک اہلِ حبشہ تم سے تعرض نہ کریں تم بھی ان سے تعرض نہ کرو۔ بلکہ ترک بھی جب تک تمھیں نہ چھیڑیں تم بھی اُس وقت تک ان سے باز رہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رض

۱۱۷۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ابوھریرۃ رض) ...... وما عرضت الاسلام على احد الا كانت له كبوة الا ابو بكر رض فانه لم يتلعثم فى قوله۔ (رزین)

کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس کے سامنے میں نے اسلام پیش کیا ہو اور اس میں تامل و پژمردگی نہ پیدا ہوئی ہو۔ لیکن ابو بکر صدیق رض نے اقرارِ حق میں ذرا بھی توقف نہیں کیا۔

۱۱۸۔ حضرت ابو بکر صدیق رض:

(ابوھریرۃ رض) رفعه: من اصبح اليوم منكم صائماً؟ قال ابو بكر رض انا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار لوگوں سے پوچھا کہ: آج تم میں سے روزے دار کون ہے؟ ابو بکر رض نے

قال فمن تبع اليوم منكم جنازة قال ابوبكرؓ انا قال فمن اطعم اليوم منكم مسكينا؟ قال ابوبكرؓ انا قال فمن عاد اليوم منكم مريضا؟ قال ابوبكر انا قال صلی اللہ علیہ وسلّم ما اجتمعن فی رجل الا دخل الجنّة۔

(مسلم)

جواب دیا: میں ہوں۔ پھر فرمایا: تم میں سے آج جنازے کے ساتھ کون گیا ہے؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا: مَیں۔ پھر پوچھا: تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کِھلایا ہے؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا: مَیں نے۔ پھر دریافت فرمایا: تم میں سے کِس نے آج مریض کی عیادت کی ہے؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا: میں نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے اندر (ایک ہی دن میں) اتنی نیکیاں جمع ہو جائیں وہ جنّتی ہے۔

حضرت عُمر فارُوقؓ

۱۱۹۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ:

(عقبة بن عامرؓ) رفعه: لقد كان فيمن كان قبلكم ناس محدّثون من غير ان يكونوا انبياء فان يكن فی امتی احد فانه عمرؓ۔

(شیخین)

گزشتہ اُمتوں میں بعض لوگ ایسے ہوتے تھے جو نبی تو نہ تھے مگر محدّث ہوتے تھے (جن سے اللہ تعالیٰ باتیں کرتا ہے) میری اُمّت میں اگر کوئی محدّث ہوا تو وہ عمرؓ ہوں گے۔

۱۲۰۔ حضرت عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے:

(سعدؓ) استأذن عمرؓ على النبي صلی اللہ علیہ وسلّم وعنده نسوة من قريش يكلمنه عالية اصواتهن على صوته فلما استأذن عمرؓ عليه قمن يبتدرن الحجاب۔

چند قریشی عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں اور بڑی اونچی آواز سے باتیں کیے جا رہی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمر فاروقؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی، اور یہ عورتیں جلدی جلدی اوٹ میں چھپنے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی۔ اندر آئے تو حضور صلی اللہ

فاذن له فدخل وهو صلى الله عليه وسلّم يضحك فقال عمرؓ اضحك الله سنك يا رسول الله بابي انت وامي ما اضحكك؟ قال عجبت من هؤلاء اللاتي كن عندي فلما سمعن صوتك ابتدرن الحجاب قال عمرؓ فانت يا رسول الله لاحق ان يهبن ثم قال عمرؓ اي عدوات انفسهن اتهبنني ولا تهبن رسول الله صلى الله عليه وسلّم؟ قلن نعم انت افظ واغلظ من رسول الله صلى الله عليه وسلّم فقال صلى الله عليه وسلّم ايه يا ابن الخطاب والذی نفسي بيده ما لقيك الشيطان سالكا فجاً الا سلك فجاً غير فجك ۔ (شيخين)

علیہ وسلم ہنس رہے تھے ۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ: اللہ تعالیٰ حضورؐ کو ہنستا رکھے ۔ میرے ماں باپ حضورؐ پر صدقے ہوں ۔ اس وقت ہنسنے کا کیا سبب ہے ؟ فرمایا: ان عورتوں پر ہنسی آئی جو ابھی میرے پاس بیٹھی تھیں، تمہاری آواز سنتے ہی یہ سب اوٹ میں چھپ گئیں ۔ حضرت عمرؓ نے کہا : یا رسول اللہ ! ان کو کسی اور کی بہ نسبت حضورؐ سے زیادہ ڈرنا چاہیے ۔ پھر ادھر متوجہ ہو کر کڑک کے کہ : اے اپنی جانوں کی دشمن ! تم پر میری ہیبت طاری ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ہیبت طاری نہیں ہوتی ۔ ؟ کہنے لگیں : ہاں بات تو ایسی ہی ہے ، کیونکہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ سخت مزاج اور درشت کلام ہو ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ اے ابن خطابؓ ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔ شیطان جب تمہیں کسی راستے پر چلتا ہوا ملتا ہے تو وہ اس راستے سے کترا کر اور راستے پر ہو جاتا ہے ۔

حضرت عثمان غنیؓ

۱۲۱ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

(عبد الرحمٰن بن خباب) شهدت النبی علیه وسلّم ویحث علی تجهیز جیش العسرة فقام عثمانؓ فقال یا رسول الله علیّ مائة بعیر

میں اس وقت موجود تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیش عسرت (غزوۂ تبوک) کا سامان مہیا کرنے کی لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے ۔ حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا : یا رسول اللہ ! فی سبیل اللہ میرے ذمے

باحلاسها واقتابها فی سبیل اللہ ثم حض علی الجیش فقام عثمانؓ فقال یارسول اللہ علی مائتا بعیر باحلاسها واقتابها فی سبیل اللہ ثم حض علی الجیش فقام عثمانؓ فقال یا رسول اللہ علی ثلاث مائة بعیر باحلاسها واقتابها فی سبیل اللہ فانا رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وھو یقول ماعلی عثمان ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ۔ (ترمذی)

سو اونٹ مع اُن کے "احلاس واقتاب" کے رہے۔ حضورؐ نے پھر ترغیب دلائی۔ حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں میرے ذمے دوسو اُونٹ مع ان کے "احلاس واقتاب" کے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو ترغیب دلائی۔ عثمانؓ نے پھر کھڑے ہو کر عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! خدا کی راہ میں میرے ذمے تین سو اونٹ مع اُن کے "احلاس واقتاب" کے رہے۔ اس وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ: منبر سے یہ فرماتے ہوئے نیچے اُتر رہے ہیں کہ اس کے بعد عثمانؓ کچھ بھی کریں ان کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا (یعنی اُن سے کوئی مواخذے والا کام ہی نہیں ہوگا)۔

حضرت علیؓ

۱۲۲۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ:

(ام سلمہؓ) رفعتہ: لا یحب علیاً منافق ولا یبغضہ مؤمن۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ سے کوئی منافق محبت نہیں رکھتا، اور کوئی مومن بغض نہیں رکھتا۔

(علیؓ) رفعہ: انا مدینة العلم وعلی بابھا۔ (ترمذی)

میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کے دروازے ہیں۔

اسامہؓ اور زیدؓ

۱۲۳۔ اسامہ اور زید رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں:

(ابن عمرؓ) بعث النبی صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جیش روانہ فرمایا۔

عليه وسلم بعثاً وامّر عليهم اسامة بن زيد فطعن بعض الناس فی امارته فقال صلی الله عليه وسلم ان تطعنوا فی امارته فقد كنتم تطعنون فی امارة ابيه من قبل و ايم الله ان كان لخليقا للامارة وكان لمن احب الناس الیّ وان هذا لمن احب الناس الیّ بعده۔
(شیخین، ترمذی)

اور اسامہ بن زیدؓ بن حارثہ کو امیرِ لشکر مقرر فرمایا۔ بعض لوگوں کو ان کی امارت پر اعتراض ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آج تم اس کی امارت پر معترض ہوتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے تم اُس کے باپ (زیدؓ) کی امارت پر بھی معترض ہو چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ اس کا اہل تھا اور یہ (اسامہؓ) بھی اپنے باپ کے بعد مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔

۱۲۴۔ اسامہؓ رسول اللہ کی نظروں میں:

(عائشةؓ) قالت عثر اسامة بعتبة الباب فشج فی وجهه فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم اميطی عنه الاذی فتقذرته فجعل يمص عنه الدم ويمجه عن وجهه ثم قال لو كان اسامة جارية لحليته وكسوته حتی انفقه۔ (قزوینی)

اسامہؓ بن زیدؓ (بچپن میں) چوکھٹ پر پھسل کر گر پڑے اور ان کے چہرے پہ زخم آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: عائشہؓ اس کا زخم صاف کر دو۔ مجھے گھن (کراہت) سی آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے زخم کو چوس چوس کر تھوکتے رہے۔ پھر فرمایا کہ: اگر اسامہؓ لڑکی ہوتا تو میں جی بھر کے اُسے زیور اور کپڑے پہناتا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ

۱۲۵۔ اُمتِ محمدیہ کا واحد درویش ابوذر غفاریؓ:

(ابراهيم بن الاشتر): ان اباذرؓ حضره الموت بالربذة فبكت امرأته فقال ما يبكيك؟ قالت ابكی انه لا يدلی بنفسك وليس عندی ثوب يسعك كفناً فقال لا تبكی فانی

ربذے میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا کہ: روتی کیوں ہو؟ بولیں کہ: اس لیے رو رہی ہوں کہ تمہارے پاس کوئی مال نہیں اور میرے پاس کوئی ایسا کپڑا نہیں جو تمہارے کفن کے لیے کافی ہو۔ ابوذرؓ نے

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیموتن رجل منکم بفلاۃ من الارض لیشھدہ عصابۃ من المؤمنین فکل من کان معی فی ذلک المجلس مات فی جماعۃ و قریۃ ولم یبق منھم غیری و قد اصبحت بالفلاۃ اموت فراقبی الطریق فانک سوف ترین ما اقول فانی ما کذبت ولا کُذبت فبینما ھی کذ لک اذا القوم تَخُبّ بھم رواحلھم حتی وقفوا علیھا فقالوا مالکِ ؟ قالت امرؤ من المسلمین تکفنوہ وتوجروا قالوا ومن ھو؟ قالت ابوذرؓ ففدّوہ بآبائھم وامھاتھم ووضعوا بقدروہ فقال ابشروا فانتم النفر الذی قال فیکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قال فانشدکم باللہ لا یکفننی رجل منکم کان عریفًا او امیرًا او بریدًا فکل القوم قد نال من ذلک شیئًا الا فتی من الانصار قال عندی ثوبان فی عیبتی من غزل امی قالت انت صاحبی۔

(احمد، بزار)

کہاکہ : اس لیے مت رو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم (صحابہؓ) میں سے ایک شخص چٹیل میدان میں مرے گا اور مومنوں کی جماعت وہاں پہنچ جائے گی ۔ اس وقت حضورؐ کی محفل میں جتنے آدمی تھے وہ سب کے سب یا تو کسی جماعت کی موجودگی میں مرچکے ہیں یا کسی بستی میں ۔ اب ان میں سے میرے سوا کوئی بھی باقی نہیں ۔ بس میں ہی اس میدان میں دم توڑ رہا ہوں ۔ تم راستے پر نظر جمائے رہو ۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ، وہ عنقریب ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگی ۔ نہ میں غلط کہہ رہا ہوں نہ مجھ سے غلط کہا گیا ہے ۔ وہ انتظار کر رہی تھیں کہ ایک قافلہ نظر آیا جس کے اونٹ تیزی سے قدم بڑھاتے چلے آرہے تھے ۔ یہ قافلہ ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ : تم یہاں کیوں کھڑی ہو ۔ انھوں نے جواب دیا کہ : ایک مردِ مومن ہے جس کی تکفین اور ثواب تمھارے سپرد ہے ۔ قافلے والوں نے پوچھا وہ کون آدمی ہے ؟ انھوں نے کہا : ابو ذرؓ ۔ ابو ذرؓ کا نام سن کر وہ سب بول اٹھے کہ : تمھیں مبارک ہو تم ہی وہ جماعت ہو جس کے متعلق حضورؐ نے یہ پیش گوئی فرمائی ہے ۔ مگر میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر یہ فرمائش کرتا ہوں کہ میری تکفین کوئی ایسا آدمی نہ کرے جو حکومت کا مقرر کردہ چودھری ، امیر یا قاصد ہو ۔ اتفاق سے اس قافلے میں کوئی ایسا نہ تھا جو کسی نہ کسی عہدے سے سرفراز نہ ہو ، صرف ایک انصاری نوجوان اس سے مستثنےٰ تھا ۔ اس نے کہا کہ : میرے تھیلے میں دو کپڑے ہیں جو میری والدہ کے ہاتھ کے کتے بنے ہوئے ہیں ۔ ابوذرؓ نے کہا : بس تم ہی میرے رفیق ہو ۔

حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب

۱۲۶ - سید الشہداء کون ہے (حضرت حمزہؓ) :

(ابن عباسؓ) رفعہ : سیّد الشہداء یوم القیامۃ حمزۃ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ ونہاہ فقتلہ۔ (اوسط بضعف)

قیامت کے دن شہیدوں کے سردار ایک تو حمزہ بن عبد المطلب ہوں گے ۔ اور دوسرا ہر وہ شخص ہوگا جو ظالم امام کے سامنے امر و نہی کا فرض ادا کرنے کے جرم میں قتل کر دیا جائے ۔

حضرت ورقہؓ بن نوفل

۱۲۷ - ورقہ بن نوفل کا اسلام :

(عائشۃؓ) رفعتہ : لا تسبّوا ورقۃ فانی رأیت لہ جنّۃ اوجنّتین - (بزار)

ورقہ بن نوفل کو بُرا بھلا نہ کہو ، میں نے اُن کے لیے ایک یا دو جنتیں دیکھی ہیں ۔

خدیجہؓ بنت خویلد

۱۲۸ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدیجہؓ سے قلبی تعلق :

(عائشۃؓ) ما غِرت علی احد من نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما غرتُ علی خدیجۃؓ قط وما رأیتہا قط ولکن کان یکثر ذکرہا وربما ذبح الشاۃ

مجھے کبھی کسی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا کہ خدیجہؓ پر آیا ، حالانکہ میں نے ان کو کبھی دیکھا بھی نہیں ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے ، بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بکری

ثم يقطعها اعضاء ثم يبعث في صدائق خديجةؓ وربما قلت له كأن لم يكن في الدنيا امرأة الا خديجةؓ فيقول انها كانت وكانت وكان لي منها ولد - (شيخين، ترمذی)

ذبح فرماتے تو اس کے حصّے کر کے خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھی بھیج دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو مَیں کہہ دیتی کہ: کیا دنیا میں خدیجہؓ کے سوا اور کوئی عورت ہی موجود نہیں؟ اُس وقت حضورؐ فرماتے کہ: وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور اُن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد بھی دی۔

مریمؑ، خدیجہؓ، فاطمہؓ اور آسیہؓ

۱۲۹- چار ممتاز ترین عورتیں:

(انسؓ) رفعه: حسبك من نساء العٰلمين مريم بنت عمران و خديجةؓ بنت خويلد وفاطمةؓ بنت محمد واٰسيةؓ امرأة فرعون۔

(ترمذی)

دنیا کی عورتوں میں تو چار نمونے بس ہیں - مریمؑ بنت عمران، خدیجہؓ بنت خویلد، فاطمہؓ بنت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہؓ زوجہ فرعون۔

فاطمہؓ و علیؓ

۱۳۰- فاطمہؓ اور علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہؓ کی نگاہ میں:

(عائشةؓ) سُئلت اى الناس كان احب الى النبى صلى الله عليه وسلم؟ قالت فاطمةؓ قيل من الرجال؟ قالت زوجها ان كان ما علمت صواماً قواماً۔

(ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ: حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا -؟ جواب دیا: فاطمہؓ - پوچھا گیا کہ: مردوں میں؟ بولیں: فاطمہؓ کا شوہر - میرے علم کے مطابق وہ (علی مرتضیٰؓ) بڑے ہی روزے دار اور شب زندہ دار تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ

۱۳۱ - عائشہ رضؓ کی فضیلتِ علمی :

(ابوموسیٰ رضؓ) ما اشکل علینا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علما - (ترمذی)

ہم صحابہ نبوی کو جب بھی کسی حدیث میں دشواری پیش آئی اور ہم نے اُسے عائشہ رضؓ سے دریافت کیا تو اس کا واقف کار پایا۔

۱۳۲ - عِلمِ عائشہ رضؓ :

(الزھری)، ارسلہ : لو جُمع علم نساء ھذہ الامۃ فیھن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عائشۃ رضؓ اکثر من علمھن - (کبیر)

اگر اس اُمّت کی تمام عورتوں کا علم مع تمام ازواجِ مطہرات کے علم کے اکٹھا کیا جائے تو تنہا حضرت عائشہ رضؓ کا علم ان سب سے زیادہ نکلے گا۔

زینب رضؓ بنت جحش

۱۳۳ - زینب رضؓ بنت جحش (اُمّ المؤمنین) :

(عائشۃ رضؓ) قالت عائشۃ رضؓ فارسلنا زینب رضؓ بنت جحش وھی التی کانت تسامینی منھن فی المنزلۃ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم ار امرأۃ قط خیرًا فی الدین من

.... اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش ہی وہ عورت تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے میری برابری کرتی تھیں۔ میرے علم میں زینب رضؓ تمام عورتوں سے زیادہ دین دار، خداترس اور راست گفتار تھیں۔ صلۂ رحمی میں سب سے

زینب واتقی للہ واصدق حدیثا واوصل للرحم واعظم صدقۃ واشد ابتذالاً لنفسھا فی العمل الذی تصدق بہ وتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ ....

(شیخین، ترمذی، نسائی)

آگے اور صدقات دینے میں سب سے بڑھ کر تھیں۔ کارِ خیر اور عمل تقرب کر کے بھی اپنے آپ کو سب سے زیادہ حقیر سمجھتی تھیں۔

اُمّتِ محمدیؐ

۱۳۴۔ یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے اجر کی تمثیل:

(ابو موسیٰؓ) رفعہ: مثل المسلمین والیھود والنصاری کمثل رجل استأجر قوما یعملون لہ عملا الی اللیل علی اجر معلوم فعملوا لہ الی نصف النھار فقالوا لا حاجۃ لنا الی اجرک الذی شرطت لنا وعملنا باطل فقال لا تفعلوا اکملوا بقیۃ عملکم وخذوا اجرکم کاملاً فالوا ترکوا واستأجر اٰخرین بعدھم فقال اکملوا بقیۃ یومکم ولکم الذی شرطت لھم من الاجر فعملوا حتی اذا کان حین صلوۃ العصر قالوا لک ما عملنا باطل ولک الاجر الذی جعلت لنا فقال اکملوا بقیۃ عملکم فانما بقی

اہلِ اسلام، یہود اور نصاریٰ کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے ایک شخص نے کچھ آدمیوں کو ایک مقررہ اُجرت پر صبح سے شام تک کی مزدوری پر لگایا۔ آدھا کام کرنے کے بعد وہ کہنے لگے کہ: تم نے جو مزدوری مقرر کی ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں اور اب تک جو کچھ ہم کر چکے ہیں وہ رائیگاں (بلے معاوضہ) ہی سہی۔ اس نے کہا کہ: بھئی! بقیہ دن بھی ختم کر لو اور اپنی پوری مزدوری لے لو۔ ان سب نے انکار کر دیا کام چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد اُس نے دوسرے آدمیوں کو اسی کام پر لگایا اور کہا کہ: بقیہ دن ختم کر لو تو تمھیں پورے دن کی مزدوری مل جائے گی، جو میں نے اُن لوگوں سے طے کی تھی (یعنی کام چھوڑ جانے والوں سے) ان (دوسرے) لوگوں نے کام شروع کیا، اور جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ: ہمارا کیا دھرا سب اکارت (بلے اجرت) رہا اور جو مزدوری تم دیتے

من النهار شیٔ یسیر فابوا فاستأجر قوما ان یعملوا بقیة یومھم فعملوا بقیة یومھم حتی غابت الشمس فاستکملوا اجر الفریقین کلیھما فذٰلک مثلھم ومثل ما قبلوا من ھذا النور۔ (بخاری)

وہ تم ہی کو مبارک ہو۔ اس نے کہا کہ: بقیہ دن پورا کرو اب تھوڑا ہی سا وقت رہ گیا ہے۔ مگر ان سب نے انکار کر دیا۔ آخر اس نے کچھ اور لوگوں کو بقیہ کام پہ لگایا اور انھوں نے غروبِ آفتاب تک کام کرکے دونوں ہی فریقوں کی مزدوری پوری پوری لے لی۔ گزشتہ اُمتوں کی اور ان لوگوں کی جنھوں نے اس نور (اسلام) کو قبول کیا ہے، یہی مثال ہے۔

شفاعتِ اُمّت

۱۳۵ - رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اہلِ کبائر کے لیے ہے شفیع دوسرے بھی ہوں گے:

(ابو سعیدؓ) رفعه: وانما شفاعتی فی اھل الکبائر وانه لیؤمر برجل الی النار فیمر برجل کان سقاه شربة ماء علی ظمأ فیعرفه فیقول الا تشفع لی؟ فیقول ومن انت؟ فیقول الست انا سقیتک الماء یوم کذا وکذا؟ فیعرفه فیشفع فیه فیرد من النار الی الجنة۔ (رزین)

میری شفاعت (سفارش) ان لوگوں کے لیے ہے جو کبائر کے مرتکب ہوئے ہوں۔ بروزِ حشر ایک شخص کو جہنّم میں لے جانے کا حکم ہوگا اور اس کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوگا جس کو اس نے کبھی پیاس کی حالت میں پانی پلایا تھا۔ وہ اسے پہچان کر کہے گا کہ: کیا تم میرے لیے شفاعت نہ کرو گے؟ وہ پوچھے گا کہ: تم کون ہو؟ وہ کہے گا کہ: میں نے تم کو فلاں روز پانی نہیں پلایا تھا؟ پھر وہ اُسے پہچان لے گا اور سفارش کرے گا جس کی وجہ سے وہ جہنّم سے ہٹا کر جنّت میں لے جایا جائے گا۔

بنی دوس

۱۳۶ - بنی دوس کے لیے دُعا (بحالتِ کفر)

(ابو ہریرہؓ) جاء الطفیل بن عمرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طفیل بن عمرو دوسی

الدوسی الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال لوان دوسا قد هلكت عصت وابت فادع اللّٰہ علیهم فظن الناس انه سيدعو عليهم فقال اللهم اهد دوسا وائت بهم۔
(شیخین)

نے آکر عرض کیا کہ: کاش! بنی دوس کے لوگ ہلاک ہو جاتے۔ کیونکہ انھوں نے نافرمانی کی ہے اور حق سے منہ موڑا ہے۔ حضورؐ اُن کے لیے بد دعا فرمائیں۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لیے بددُعا فرمائیں گے لیکن حضورؐ نے یُوں دُعا فرمائی کہ: اے اللہ! بنی دوس کو ہدایت دے اور اُن کو مجھ سے ملا دے۔

۱۳۷۔ لباسِ نبویؐ :

(انسؓ) لبس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصوف و احتذی المخصوف و اکل بَشِعًا ولبس خشنًا فقیل للحسن ما البشع؟ قال غلیظ الشعیر ما کان یسیغه الا بجرعة ماء۔
(قزوینی بضعف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صوف (اُونی کپڑے) اور پیوند دار جُوتی پہنی ہے۔ بَشِع کھایا ہے اور موٹا لباس پہنا ہے۔ حسنؓ سے دریافت کیا گیا کہ: بَشِع کیا چیز ہے؟ انھوں نے بتایا کہ: جَو کا موٹا آٹا جو پانی کے بغیر حلق سے نیچے نہ اُتر سکے۔

۱۳۸۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائشیں اور غذا :

(انسؓ) رفعه: لقد اخفت فی اللّٰہ مالم یُخَفْ احد واوذیت فی اللّٰہ مالم یؤذَ احد قبلی ولقد اتی علی ثلاثون من بین یوم ولیلة ومالی ولبلال طعام الا شئ یواریه ابط بلال۔ (ترمذی)

اللہ کی راہ میں جتنا خوف مجھے دلایا گیا ہے اور جتنی اذیّت مجھے پہنچائی گئی ہے، مجھ سے پہلے کسی کو بھی اتنا نہ ڈرایا گیا ہے اور نہ اتنی ایذا دی گئی ہے۔ مجھ پر پورے مہینے کے دن اور راتیں ایسی بھی گذری ہیں جب کہ مجھے اور بلالؓ کو صرف اتنا کھانا نصیب ہوتا جو بلالؓ کی بغل میں چھپ جائے۔

۱۳۹۔ صحابہ کی غذائی حالت :

(ابن عمرؓ) ماشبعنا من تمر حتی فتحنا خیبر۔ (بخاری)

فتح خیبر سے پہلے ہم لوگوں نے پیٹ بھر کھجور بھی نہیں کھائی تھی۔

۱۴۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مالی حالت :

(عائشہؓ) ...... توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودرعه مرهونة عند یهودی فی ثلاثین صاعًا من شعیر۔ (شیخین، نسائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسی حالت میں ہوئی تھی کہ ایک صاع جَو کے عوض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔

۱۴۱۔ پوشاکِ رسول اللہ کی قلت :

(عائشہؓ) ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسب احدًا ولا یُطوی له ثوب۔ (قزوینی)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کو گالی دیتے نہیں دیکھا اور نہ یہ دیکھا کہ حضورؐ کا کوئی کپڑا تہ کرکے رکھا گیا ہو۔

۱۴۲۔ تنگی میں صبر اور فراخی میں بے صبری :

(عبد الرحمٰن بن عوف) قال ابتلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالضراء فصبرنا ثم ابتلینا بالسراء بعده فلم نصبر۔

(ترمذی)

ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب تنگی معاش میں مبتلا تھے تو صبر سے کام لیتے تھے۔ لیکن (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) جب فراخی کی آزمائش میں پڑے تو بے صبر ہو گئے۔

۱۴۳۔ فقر و غنا مال سے ہے یا دل سے ؟ :

(ابوذرؓ) یا ابا ذر تقول کثرة المال الغناء قلت نعم قال تقول

اے ابوذرؓ کیا مال کی کثرت کو تم امیری سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! پھر فرمایا: کیا مال کی کمی کو

قلة المال الفقر؟ قلت نعم قال ذلك ثلاثا ثم قال الغنى فى القلب والفقر فى القلب من كان الغنى فى قلبه فلا يغنيه ما اكثر فى الدنيا و انما تضر نفسه فقرها۔ (كبير بغنی)

تم فقر سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال تین بار فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ: غنا دل میں ہوتی ہے اور فقیری کا تعلق بھی دل ہی سے ہے۔ جس کے دل میں غنا ہو تو اسے دنیوی مال کی کثرت غنی نہیں کرتی، بلکہ اس کے دل میں یہ شرفِ غنا پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۴۴۔ مال کی موجودگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی:

(ام سلمۃؓ) دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساھم الوجہ فحسبت ذلك من وجع فقلت یا رسول اللہ مالك ساھم الوجہ؟ فقال من اجل الدنانیر السبعة التی اتتنا امس امسینا و لم ننفقھا۔ (احمد. موصلی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔ مجھے خیال ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں درد ہے۔ میں نے پوچھا کہ: یا رسول اللہ! حضورؐ کی تیوریاں کیوں چڑھی ہوئی ہیں فرمایا: ان سات دیناروں کی وجہ سے جو میرے پاس کل آئے تھے۔ رات گذر گئی اور ہم نے ان کو تقسیم نہیں کیا۔

۱۴۵۔ رسولِ خدا کی غذائی پسند:

(عائشۃؓ) اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فیہ لبن و عسل فقال شربتین فی شربة وادمین فی قدح لاحاجة لی بہ اما انی لا ازعم انہ حرام اکرہ ان یسألنی اللہ عن فضول الدنیا یوم القیامة۔ (اوسط. بلبین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا، جس میں دودھ اور شہد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک حوض میں دو قسم کے پانی۔ اور ایک پیالے میں دو طرح کے سالن؟ مجھے یہ نہیں چاہیئے۔ میں اسے حرام نہیں سمجھتا، بلکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن دنیا کی زائد از ضرورت چیزوں کے متعلق باز پرس فرمائے۔

۱۴۴۔ ابن عمرؓ کو نصیحتِ نبویؐ :

ابن عمرؓ اخذ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بمنکبی وقال کن
فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل
وکان ابن عمر یقول اذا امسیت
فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا
تنتظر المساء وخذ من صحتک
لمرضک ومن حیاتک لموتک۔
(بخاری، ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مونڈھے
پکڑ کر فرمایا کہ : دنیا میں تم اس طرح رہو،
جیسے غریب الوطن یا مسافر رہتا ہے۔
ابن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ : جب شام
ہو تو صبح کا اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار
مت کرو۔ اپنی صحت سے اتنا ہی فائدہ اٹھاؤ
جو مرض کے وقت کام آئے اور اپنی زندگی سے
اتنا ہی فائدہ حاصل کرو جو موت کے لیے مفید ہو۔

---

۱۴۵ - عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ - (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ - ص۴۶۵ -)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام نے فرمایا کہ میں خاتم النبیینؐ ہوں - میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا -

۱۴۶ - عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ - (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ - ص۵۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصّلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ رسولوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا -

---